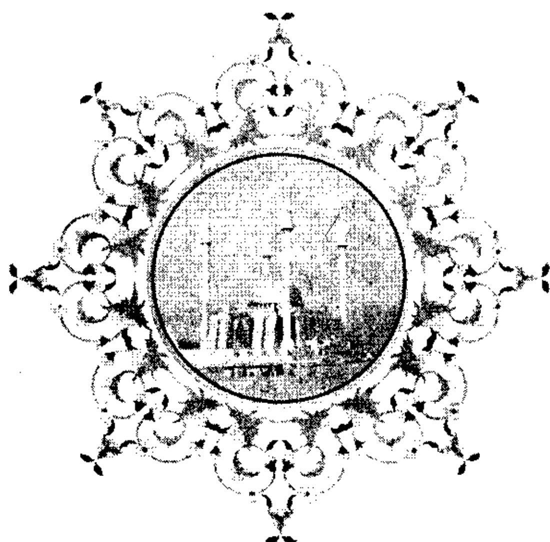
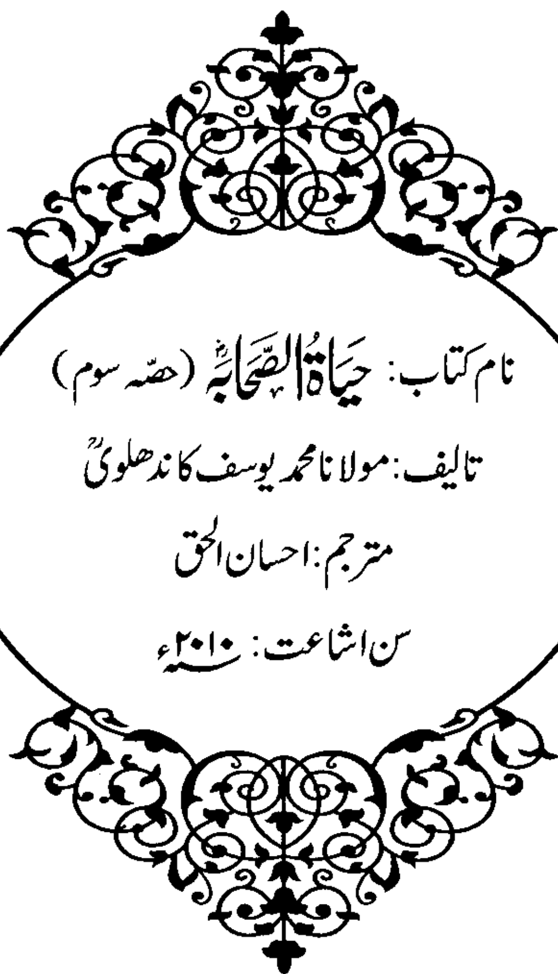


حیاۃ الصحابہؓ

حصہ سوم

مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

یاسین بکڈپو
2127، رودگران، گلی پیر جی والی، لال کنواں، دہلی۔6



نام کتاب: حیاۃ الصحابہؓ (حصہ سوم)

تالیف: مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

مترجم: احسان الحق

سن اشاعت: ۲۰۱۰ء

یاسین بکڈپو

2127، رودگران، گلی پیرجی والی، لال کنواں، دہلی۔6

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب حَیَاۃُ الصَّحَابہ رضی اللہ عنہم

حصّہ سوم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح غیب پر ایمان لایا کرتے تھے اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی خبروں کے مقابلہ میں فانی لذّتوں، انسانی مشاہدوں، وقتی محسوسات اور مادّی تجربوں کو چھوڑ دیتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا انھوں نے غیبی امور کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا اور اپنے مشاہدات کو وہ جھٹلا دیا کرتے تھے۔

ایمان کی عظمت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ حضورﷺ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے اور چند ساتھیوں سمیت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ہمارے ساتھ تھے۔ حضورؐ ہمارے درمیان میں سے اٹھ کر چلے گئے۔ آپؐ کو واپس آنے میں کافی دیر ہو گئی۔ ہمیں اس بات کا ڈر ہوا کہ ہم حضورؐ کے ساتھ نہیں ہیں، آپؐ اکیلے گئے ہیں، کہیں اِس اکیلے پن میں آپؐ کو کسی دشمن کی طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ اس وجہ سے ہم سب گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔ سب سے پہلے میں گھبرا کر اٹھا اور حضورؐ کو تلاش کرنے نکلا۔ چلتے چلتے انصار کے قبیلہ بنو نجار کے ایک باغ کے پاس پہنچا اور میں نے اس باغ کا چکر لگایا تاکہ مجھے باغ

کا کوئی دروازہ مِل جائے لیکن مجھے کوئی دروازہ نہ مِلا۔ پھر مجھے ایک نالی نظر آئی جو باہر کے ایک کنویں سے باغ کے اندر جارہی تھی۔ میں سمٹ (اس نالی سے) اندر چلا گیا تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود تھے۔ حضورؐ نے فرمایا تم ابوہریرہ ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! حضورؐ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا آپؐ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے پھر اُٹھ کر چلے گئے پھر کافی دیر گزر گئی لیکن آپؐ واپس نہ آئے۔ ہمیں اس بات کا ڈر ہوا کہ آپؐ اکیلے ہیں ہم میں سے کوئی آپؐ کے ساتھ نہیں تو اس اکیلے پن میں آپؐ کو کوئی تکلیف نہ پہنچا دے اس خیال سے ہم سب گھبرا گئے۔ سب سے پہلے میں گھبرا کر وہاں سے اُٹھا اور آپؐ کو ڈھونڈنے لگ گیا۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے میں اس باغ تک پہنچ گیا (باغ کا دروازہ مجھے ملا نہیں اس لئے) میں لومڑی کی طرح سکڑ کر (نالی سے) اندر آگیا ہوں اور وہ تمام لوگ میرے پیچھے پیچھے آرہے ہیں۔ حضورؐ نے مجھے اپنے دو جوتے (نشانی کے طور پر) دے کر فرمایا میرے یہ دونوں جوتے لے جاؤ اور اس باغ کے باہر تمہیں جو یہ گواہی دیتا ہوا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ دل سے اس پر یقین کر رہا ہو اُسے جنت کی بشارت دے دینا۔ مجھے سب سے پہلے حضرت عمرؓ ملے۔ اُنہوں نے پوچھا اے ابوہریرہ یہ جوتے کیا ہیں میں نے کہا یہ دونوں جوتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں جنہیں دے کر حضورؐ نے مجھے بھیجا ہے کہ مجھے جو بھی یہ گواہی دیتا ہوا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور دل سے اس پر یقین کر رہا ہو میں اُسے جنت کی بشارت دے دوں۔ حضرت عمرؓ نے میرے سینے پر (اس زور سے) مارا کہ میں سُرین کے بل زمین پر گر پڑا اور حضرت عمرؓ نے کہا اے ابوہریرہ! واپس جاؤ۔ میں حضورؐ کی خدمت میں واپس گیا اور رو کر فریاد کرنے لگا حضرت عمرؓ میرے پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابوہریرہ! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا مجھے عمرؓ باہر ملے تھے جو بشارت دے کر آپؐ نے مجھے بھیجا تھا وہ میں نے اُنہیں سنائی تو اُنہوں نے میرے سینے پر اس زور سے دو ہتھڑ مارا کہ میں سُرین کے بل گر گیا اور اُنھوں نے مجھ سے کہا واپس چلے جاؤ (اتنے میں حضرت عمرؓ بھی وہاں پہنچ گئے) حضورؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا اے عمر! تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، کیا آپؐ نے اپنے دو جوتے دے کر حضرت ابوہریرہؓ کو اس لئے بھیجا ہے کہ اُنہیں جو آدمی اس بات کی گواہی دیتا ہوا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ دل سے اس کا یقین کر رہا ہو تو یہ اُسے جنت کی بشارت دے دیں؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا آپؐ ایسا نہ کریں کیونکہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ لوگ اس بشارت کو سُن کر اسی پر بھروسہ کر لیں گے (اور مزید نیک عمل کرنا چھوڑ دیں گے) آپ لوگوں کو عمل کرنے دیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا اچھا اُنہیں عمل کرنے دو۔[1]

[1] اخرجہ مسلم کذا فی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۷)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں باہر نکلا تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے جا رہے ہیں آپؐ کے ساتھ کوئی نہیں ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا شاید آپؐ کے ساتھ چلنے سے آپؐ کو ناگواری ہو، اس لئے میں ذرا فاصلے سے ایسی جگہ چلنے لگا جہاں چاند کی روشنی نہیں پڑ رہی تھی۔ اتنے میں حضورؐ نے مڑکر مجھے دیکھا اور فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ مجھے آپؐ پر قربان کرے، میں ابوذر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوذر! ادھر آؤ۔ میں کچھ دیر آپؐ کے ساتھ چلا پھر آپؐ نے فرمایا زیادہ مال والے قیامت کے دن کم ثواب والے ہونگے؛ البتہ جس کو اللہ نے خوب مال دیا اور اس نے دائیں بائیں آگے پیچھے مال خوب لٹایا اور نیکی کے کاموں میں خوب خرچ کیا تو وہ مالدار بھی قیامت کے دن زیادہ اجر و ثواب والا ہوگا۔ پھر میں حضورؐ کے ساتھ تھوڑی دیر اور چلا۔ اس کے بعد آپؐ نے مجھ سے فرمایا تم یہاں بیٹھ جاؤ اور حضورؐ نے مجھے ایک وسیع ہموار میدان میں بٹھا دیا جس کے اردگرد پتھر ہی پتھر تھے۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا میرے واپس آنے تک یہیں بیٹھے رہنا۔ یہ فرما کر حضورؐ نے ایک پتھریلے میدان میں چلنا شروع کر دیا اور چلتے چلتے اتنی دور چلے گئے کہ مجھے نظر نہیں آ رہے تھے۔ پھر کافی دیر کے بعد آپؐ واپس آئے تو میں نے دور سے سنا کہ آپؐ فرما رہے تھے اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔ جب آپؐ میرے پاس پہنچ گئے تو مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے آپؐ سے پوچھا اے اللہ کے نبی! اللہ مجھے آپؐ پر قربان کرے آپؐ اس پتھریلے میدان میں کس سے باتیں کر رہے تھے، مجھے تو آپؐ کی باتوں کا جواب دیتا ہوا کوئی سنائی نہ دیا؟ حضورؐ نے فرمایا یہ جبرائیل علیہ السلام تھے جو اس پتھریلے میدان کے کنارے میں میرے سامنے آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا آپؐ اپنی امت کو یہ خوشخبری سنا دیں کہ جو اس حال میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے کہا اے جبرائیل! اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔ حضرت جبرائیل نے عرض کیا جی ہاں (حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اگرچہ وہ چوری کرے اور زنا کرے۔ حضورؐ نے فرمایا جی ہاں! اگرچہ وہ شراب پیئے [1] بخاری، مسلم اور ترمذی کی اس جیسی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے چوتھی مرتبہ میں فرمایا چاہے ابوذر کی ناک خاک میں مل جائے۔ (یعنی ایسا ہی ہوگا اگرچہ ابوذر کی رائے یہ ہے کہ ایسا نہ ہو)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھے دیہاتی تھے جنہیں علقمہ بن علاثہ کہا جاتا تھا، انھوں نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! میں بہت بوڑھا ہوں، اب اس عمر میں قرآن نہیں سیکھ سکتا، لیکن میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور مجھے اس کا

(۱) اخرجہ الشیخان کذا فی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۷)

پکا یقین ہے۔ جب وہ بڑے میاں چلے گئے تو حضورؐ نے فرمایا یہ آدمی بڑا سمجھدار ہے یا فرمایا تمہارا یہ ساتھی بڑا سمجھدار ہے۔[1]

حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ جو آدمی بھی اسے سچے دِل سے کہے گا وہ آگ پر ضرور حرام ہو جائے گا۔ اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں آپ کو بتاؤں وہ کلمہ کون سا ہے؟ یہ وہ کلمۂ اخلاص ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کو جمائے رکھا۔ اور یہ وہ تقویٰ والا کلمہ ہے جس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابُوطالب کو مرتے وقت بہت ترغیب دی تھی، یعنی اِس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبُود نہیں۔[2]

حضرت یعلیٰ بن شدّاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت شدّاد رضی اللہ عنہ نے مُجھے یہ واقعہ سُنایا اس وقت حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھی اس مجلس میں موجُود تھے اور وہ میرے والد کی تصدیق کر رہے تھے۔ میرے والد نے فرمایا کہ ایک دن ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم میں کوئی اجنبی یعنی اہلِ کتاب (یہُود) میں سے ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں یا رسُولَ اللہ! پھر حضورؐ نے فرمایا دروازہ بند کر دو (ہم نے دروازہ بند کر دیا) پھر حضورؐ نے فرمایا اپنے ہاتھ اُوپر اُٹھاؤ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہو؛ چُنانچہ ہم نے کچھ دیر اپنے ہاتھ اُٹھائے رکھے (حضورؐ بھی ہاتھ اُٹھائے ہُوئے تھے) پھر حضورؐ نے اپنے ہاتھ نیچے کیئے (اور ہم نے بھی نیچے کیئے) پھر آپؐ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اے اللہ! تُو نے مجھے یہ کلمہ دے کر بھیجا اور اِس (پر ایمان لانے) کا حکم دیا اور اِس پر جنّت کا تُو نے وعدہ فرمایا اور تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ پھر فرمایا غور سے سُنو، تمہیں بشارت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔[3]

حضرت رفاعہ جُہَنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپس آ رہے تھے۔ جب ہم کدید یا قُدَید مقام پر پہنچے تو کچھ لوگ آپؐ سے اپنے گھر والوں کے پاس جانے کی اجازت مانگنے لگے۔ حضورؐ ان کو اجازت دینے لگے۔ پھر کھڑے ہو کر حضورؐ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ان کو درخت کا وہ حِصّہ جو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہے دُوسرے حصّے سے زیادہ ناپسند ہے۔ بس اِس بات کے سُنتے ہی سب رونے لگے۔ کوئی ایسا نظر نہیں آ رہا تھا جو رو نہ رہا ہو۔ ایک آدمی نے کہا اس کے بعد جو اجازت مانگے گا وہ یقیناً بڑا نادان ہو

---

(۱) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲) واخرجہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق والدارقطنی فی الافراد من حدیث انس واسنادہ ضعیف جدًا کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۵۰۳) (۲) اخرجہ احمد کذا فی الجمع (ج ۱ ص ۱۵) واخرجہ ایضا ابو یعلی و ابن خزیمۃ وابن حبان والبیہقی وغیرہم کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۷) (۳) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۹) رواہ احمد والطبرانی والبزار ورجالہ موثقون انتہی۔

گا۔ حضورؐ نے پھر اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور خیر کی بات کی اور فرمایا میں اللہ کے ہاں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ جو بندہ اس حال میں مرے گا کہ وہ اِس بات کی سچے دِل سے گواہی دے رہا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور مَیں اللہ کا رسول ہوں اور پھر وہ ٹھیک ٹھیک چلتا رہے تو وہ ضرور جنّت میں داخل ہوگا اور میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ میری اُمّت میں سے ستّر ہزار آدمی جنّت میں حساب کتاب اور عذاب کے بغیر داخل کرے گا اور مجھے اُمید ہے کہ آپ لوگ اور آپ لوگوں کے نیک ماں باپ اور نیک بیوی بچے جنّت میں پہلے اپنے ٹھکانوں میں پہنچ جائیں گے پھر وہ ستّر ہزار جنّت میں داخل ہوں گے [1] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ اس کے بعد آپؐ سے جو اجازت مانگے گا وہ یقیناً بڑا نادان ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اے فلاں! تم نے ایسے اور ایسے کیا ہے؟ اُس نے کہا نہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں! مَیں نے ایسے نہیں کیا؛ چونکہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو معلوم تھا کہ اس نے یہ کام کیا ہے، اس لیے آپؐ نے اُس سے کئی مرتبہ پُوچھا (لیکن ہر مرتبہ وہ یہی جواب دیتا رہا) حضورؐ نے فرمایا چونکہ تم لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تصدیق کر رہے ہو اس وجہ سے تمہارے اس گناہ کو مٹا دیا گیا! ایک روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا تمہارے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تصدیق کرنے کی وجہ سے تمہارے جھوٹ کا کفّارہ ہو گیا۔[2]

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ایک آدمی نے جھوٹی قسم کھائی اور یوں کہا کہ اُس اللہ کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں تو (جھوٹی قسم کھانے کا) گناہ مُعاف کر دیا گیا (کیونکہ اس نے قسم کے ساتھ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کے الفاظ بھی کہہ دیے تو ان الفاظ کی برکت سے وہ گناہ مُعاف ہو گیا)۔

حضرت ابُوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جہنمی لوگ جب جہنم میں اکٹھے ہو جائیں گے اور اُن کے ساتھ کچھ قبلہ کو ماننے والے یعنی کچھ مُسلمان بھی ہوں گے۔ تو وہ کافر مسلمانوں سے کہیں گے کہ کیا تم لوگ مُسلمان نہیں تھے؟ وہ مسلمان جواب دیں گے کیوں نہیں۔ ہم تو مسلمان تھے۔ کفار کہیں گے تمہارے اِسلام کا تمہیں کیا فائدہ ہُوا؟ تم بھی ہمارے ساتھ جہنم

(۱) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۱ص ۲۰) رواہ احمد وعند ابن ماجہ بعضہ ورجالہ موثقون ۔اھ واخرجہ ایضا الدارمی وابن خزیمۃ وابن حبان والطبرانی بطولہ کما فی الکنز (ج ۵ ص ۱۸۰) (۲) اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۱ ص ۸۲) رواہ البزار وابو یعلی بنحوہ الا انہ قال کفر اللہ عنک کذبک بتصدیقک بلا الہ الا اللہ ورجالہما رجال الصحیح ۔ انتہی وقال فی ہامشہ عن ابن حجر قلت فیہ الحارث بن عبید ابو قدامۃ وہو کثیر المناکیر وہذا اسناد قد ذکر البزار انہ تفرد بہ ۔ انتہی (۳) عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱ ص ۸۳) ورجالہ رجال الصحیح ۔

میں آگئے۔ مسلمان جواب میں کہیں گے ہمارے کچھ گناہ تھے جن کی وجہ سے ہم پکڑے گئے اور جہنم میں ڈال دیئے گئے۔ مسلمانوں کے اس جواب کو اللہ تعالیٰ سُنیں گے اور (فرشتوں کو) حکم دیں گے؛ چنانچہ جہنم میں جتنے قبلہ کو ماننے والے مسلمان ہوں گے وہ سب اس میں سے نکال دیئے جائیں گے۔ جب جہنم میں باقی رہ جانے والے کافر یہ منظر دیکھیں گے تو وہ کہیں گے اے کاش! ہم بھی مسلمان ہوتے تو جیسے یہ نکل گئے ہم بھی جہنم سے نکل جاتے۔ پھر حضورؐ نے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر یہ آیات پڑھیں: الٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ o رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ (سورۃ الحجر آیت ۱-۲) ترجمہ: "الٓرٰ۔ یہ آیتیں ہیں ایک کامل کتاب اور قرآن واضح کی۔ کافر لوگ بار بار تمنا کریں گے کیا خوب ہوتا اگر وہ مسلمان ہوتے"۔[1] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والوں میں سے کچھ لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں چلے جائیں گے تو لات اور عُزّیٰ (بتوں) کو ماننے والے ان سے کہیں گے کہ جب تم بھی ہمارے ساتھ جہنم کی آگ میں ہو تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے کا تمہیں کیا فائدہ ہوا؟ اس پر اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں کے حق میں غصہ آجائے گا تو اللہ تعالیٰ انہیں وہاں سے نکال کر نہرِ حیات میں ڈال دیں گے جس سے اُن کے جسم جہنم کی جلن سے ایسے صاف ہو جائیں گے جیسے کہ چاند گرہن سے نکل کر صاف ہو جاتا ہے اور جنت میں داخل ہو جائیں گے اور جنت میں یہ لوگ جہنمی کے نام سے پکارے جائیں گے۔[2] ایک روایت میں یہ ہے کہ چونکہ اِن کے چہروں میں کچھ سیاہی ہو گی، اس لیے یہ لوگ جنت میں جہنمی کے نام سے پکارے جائیں گے وہ عرض کریں گے اے رب! تو ہمارا یہ نام ختم کر دے۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں جنت کی نہر میں نہانے کا حکم دیں گے وہ اس نہر میں نہائیں گے تو (وہ سیاہی چلی جائے گی اور) ان کا یہ نام ختم ہو جائے گا۔[3]

حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام بھی ایسے پرانا ہو جائے گا جیسے کپڑے کے نقش و نگار پرانے ہو جاتے ہیں۔ کسی کو معلوم نہ ہو گا کہ روزہ، صدقہ اور قربانی کیا چیز ہے؛ اللہ کی کتاب یعنی قرآن پر ایک رات ایسی آئے گی کہ اس کی ایک آیت بھی زمین پر باقی نہ رہے گی (فرشتہ ساری زمین سے سارا قرآن اُٹھا کر لے جائے گا) اور لوگوں کی مختلف جماعتیں باقی رہ جائیں گی جن کے بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں کہیں گی ہم نے اپنے آباء و اجداد کو اِس کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر پایا تھا، ہم بھی یہی کلمہ پڑھتے ہیں۔ حضرت صِلہ (راوی) نے پوچھا کہ جب وہ لوگ یہ نہیں جانتے ہوں گے کہ روزہ، صدقہ اور قربانی کیا چیز ہے تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

---

(۱) اخرجہ الطبرانی ورواہ ابن ابی حاتم نحوہ وفیہ البسملۃ عوض الاستعاذۃ (۲) عند الطبرانی واخرجہ الطبرانی ایضا عن ابی سعید الخدریؓ بسیاق آخر نحوہ (۳) کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۵۴۶)

پڑھنے سے اُنہیں کیا فائدہ ہوگا؟ حضرت حُذیفہؓ نے اُن سے اِعراض فرمالیا۔ حضرت صِلَہ نے دوبارہ پُوچھا تو حضرت حُذیفہؓ نے پھر اعراض فرمالیا۔ جب تیسری مرتبہ پُوچھا تو حضرت حُذیفہؓ نے اُن کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا اے صِلَہ! یہ کلمہ اُنہیں آگ سے نجات دے گا، یہ کلمہ اُنہیں آگ سے نجات دے گا، یہ کلمہ اُنہیں آگ سے نجات دے گا۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے زیادہ مُعاملہ صاف رکھنے والا اور اللہ کو سب سے زیادہ جاننے والا وہ آدمی ہے جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والوں سے سب سے زیادہ محبّت کرنے والا اور ان کی سب سے زیادہ تعظیم کرنے والا ہو۔[2]

حضرت سالم بن اَبی الجَعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابُوالدَّرداء رضی اللہ عنہ کو کسی نے بتایا کہ حضرت ابوسعد بن مُنَبِّہؒ نے سو غلام آزاد کیے ہیں۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا ایک آدمی کے مال میں سے سو غلام بہت زیادہ ہیں لیکن اگر تم کہو تو مَیں تمہیں اِس سے بھی زیادہ فضیلت والے (اعمال) بتادوں۔ ایک تو وہ ایمان جو دِن رات ہر وقت دِل سے چمٹا ہُوا ہو اور دُوسرے یہ کہ ہر وقت تمہاری زبان اللہ کے ذِکر سے تر رہے۔[3]

حضرت عبداللہ بن مسعُود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے تمہاری روزی کو تمہارے درمیان تقسیم کیا ہے، اِسی طرح اَخلاق کو بھی تمہارے درمیان تقسیم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ مال تو اُسے بھی دے دیتے ہیں جس سے محبّت ہو اور اُسے بھی دے دیتے ہیں جس سے محبّت نہ ہو لیکن ایمان صرف اُسے ہی دیتے ہیں جس سے محبّت ہو؛ چُنانچہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبّت کرتے ہیں تو اُسے ایمان دے دیتے ہیں؛ لہٰذا جو بُخل کی وجہ سے مال نہ خرچ کرسکتا ہو اور بُزدلی کی وجہ سے دُشمن سے جہاد نہ کرسکتا ہو اور راتوں کو محنت نہ کرسکتا ہو اُسے چاہیے کہ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ کثرت سے کہا کرے۔[4]

ایمان کی مجلسیں

حضرت اَنَس بن مالِک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رَوَاحہ رضی اللہ عنہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابیؓ سے مِلتے تو اُس سے کہتے آؤ تھوڑی دیر اپنے رب پر ایمان

(۱) اخرجہ الحاکم (ج ۲ص ۵۴۵) عن ربعی قال الحاکم ہٰذا حدیث صحیح علیٰ شرط مسلم ولم یخرجاہ وقال الذہبی علی شرط مسلم (۲) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ کذا فی الکنز (ج ۱ص ۵۶) (۳) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ص ۲۱۹) واخرجہ ابن ابی الدنیا موقوفا باسناد حسن عن سالم بن ابی الجعد قال قیل لابی الدرداء ان رجلا اعتق فذکر نحوہ کما فی الترغیب (ج ۳ص ۵۵) (۴) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ص ۹۰) رواہ الطبرانی موقوفا ورجالہ رجال الصحیح۔ انتہی وقال المنذری فی الترغیب (ج ۲ص ۹۵) رواتہ ثقات ولیس فی اصلی رفعہ۔ انتہی۔

کو تازہ کریں۔ ایک دن انہوں نے یہ بات ایک آدمی سے کہی اُسے غصّہ آگیا اور اُس نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپؐ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو نہیں دیکھا کہ وہ آپؐ کے ایمان کو چھوڑ کر ایک گھڑی کا ایمان اختیار کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ ابن رواحہ پر رحم فرمائے یہ ان مجلسوں کو پسند کرتے ہیں جن پر فرشتے فخر کرتے ہیں۔[1]

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے اپنے ایک ساتھی سے کہا آؤ ہم ایک گھڑی اپنا ایمان تازہ کرلیں۔ اُس نے کہا کیا ہم پہلے سے مومن نہیں ہیں؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا، ہیں لیکن ہم اللہ کا ذکر کریں گے تو اس سے ہمارا ایمان بڑھ جائے گا۔[2] حضرت شریح بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اپنے کسی ساتھی کا ہاتھ پکڑ کر کہتے، آؤ ہمارے ساتھ کچھ دیر رہو تاکہ ہم ایمان تازہ کرلیں اور ذکر کی مجلس میں (اللہ کی ذات و صفات کا آپس میں ذکر کرنے) بیٹھ جائیں۔[3]

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کرتے آؤ ہم کچھ دیر اپنا ایمان تازہ کرلیں کیونکہ دِل اُس ہانڈی سے بھی جلدی پلٹ جاتا ہے جو خوب زور شور سے اُبل رہی ہو۔[4] حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ مجھ سے ملتے تو مجھے کہتے، اے عُوَیمر! ذرا بیٹھ جاؤ کچھ دیر (ایمان کا) مذاکرہ کرلیں، چنانچہ ہم بیٹھ کر مذاکرہ کرلیتے پھر مجھ سے فرماتے یہ ایمان کی مجلس ہے۔ ایمان تمہارے کُرتے کی طرح ہے جسے تم نے پہنا ہوا ہوتا ہے پھر تم اسے اُتار لیتے ہو۔ اُتارا ہوا ہوتا ہے پھر تم اسے پہن لیتے ہو اور دِل اُس ہانڈی سے بھی جلدی پلٹ جاتا ہے جو خوب زور شور سے اُبل رہی ہو۔[5]

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں میں سے ایک دو کا ہاتھ پکڑ لیتے اور فرماتے ہمارے ساتھ کچھ دیر رہو تاکہ ہم اپنا ایمان بڑھا لیں اور پھر ہم اللہ تعالیٰ (کی ذات و صفات) کا ذکر کرتے۔[6]

حضرت اسود بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہے تھے کہ اتنے میں انھوں نے فرمایا آؤ کچھ دیر بیٹھ کر ایمان تازہ کرلیں۔[7]

---

(۱) اخرجہ احمد باسناد حسن کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۶۳) وقال الحافظ ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۵۸) ہذا حدیث غریب جدا
(۲) قالہ البیہقی باسنادہ (۳) قد روی الحافظ ابو القاسم اللالکائی وہذا مرسل من ہذین الوجہین انتہی (۴) اخرجہ الطیالسی
(۵) عند ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۱۰۱) (۶) اخرجہ ابن ابی شیبۃ واللالکائی فی السنۃ کذا فی الکنز (ج ۱۰ ص ۲۰۰)
(۷) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۳۵)

ایمان تازہ کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنا ایمان تازہ کرتے رہو۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! ہم اپنا ایمان کیسے تازہ کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہُ کثرت سے کہا کرو۔[1]

اللہ اور رسولؐ کی بات کو سچا ماننا اور اس کے مقابلہ میں انسانی تجربات اور اپنے مشاہدات کو غلط سمجھنا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے بھائی کو دست آرہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا اُسے شہد پلاؤ (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شہد میں لوگوں کیلئے شفاء ہے) وہ آدمی گیا اور اُس نے جاکر اپنے بھائی کو شہد پلایا اور پھر آکر عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اُسے شہد پلایا اُس سے تو دست اور زیادہ آنے لگے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا جاؤ اور اُسے شہد پلاؤ۔ اُس نے جاکر شہد پلایا اور پھر آکر عرض کیا یا رسول اللہ! اس کو تو دست اور زیادہ آنے لگے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ سچ فرماتے ہیں اور تمہارے بھائی کا پیٹ غلط کہتا ہے۔ جاؤ اُسے شہد پلاؤ۔ اب جاکر اُس نے بھائی کو شہد پلایا تو وہ ٹھیک ہو گیا۔[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عبداللہؓ جب ضرورت پوری کر کے گھر واپس آتے اور دروازے پر پہنچتے تو کھنکارتے اور تھوکتے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ اچانک اندر آئیں اور ہمیں کسی نامناسب حالت میں دیکھ لیں۔ چنانچہ وہ ایک دن آئے اور اُنھوں نے کھنکارا اُس وقت میرے پاس ایک بوڑھی عورت تھی جو بیت کا منتر پڑھ کر مجھ پر دَم کر رہی تھی۔ میں نے اُسے پلنگ کے نیچے چھپا دیا۔ حضرت عبداللہ اندر آکر میرے پاس بیٹھ گئے۔ اُن کو میری گردن میں ایک دھاگہ نظر آیا۔ اُنھوں نے کہا یہ دھاگہ کیسا ہے؟ میں نے کہا اِس پر منتر پڑھ کر کسی نے مجھے دیا ہے۔ اُنھوں نے دھاگہ پکڑ کر کاٹ دیا اور فرمایا عبداللہ کے گھر والوں کو شرک کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) اخرجہ احمد والطبرانی قال الہیثمی (ج ۱ ص ۸۰) رجال احمد ثقات وقال المنذری فی الترغیب (ج ۳ ص ۷۵) اسناد احمد حسن (۲) اخرجہ الشیخان کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۱ ص ۵۷۵)

کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا کہ منتر، تعویذ اور گنڈا یہ سب شرک ہے (بشرطیکہ ان چیزوں کو ہی خود اثر کرنے والا سمجھے) میں نے اُن سے کہا آپ یہ کیسے کہہ رہے ہیں؟ میری آنکھ دُکھنے آتی تھی میں فلاں یہودی کے پاس جایا کرتی تھی وہ دَم کیا کرتا تھا۔ جب بھی وہ دَم کرتا میری آنکھ ٹھیک ہوجاتی۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا یہ سب کچھ شیطان کی طرف سے تھا شیطان تمہاری آنکھ پر ہاتھ سے کُوچا مارتا تھا (جس سے آنکھ دُکھنے لگ جاتی تھی) جب وہ یہودی دَم کرتا تو وہ اپنا ہاتھ پیچھے ہٹالیتا (جس سے آنکھ ٹھیک ہوجاتی) تمہیں یہ کافی تھا کہ تم اس موقع پر یہ دُعا پڑھ لیتیں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے: اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ وَاَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا[1]

حضرت عکرمہؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے پہلو میں لیٹے ہُوئے تھے اُن کی باندی گھر کے کونے میں (سو رہی) تھی۔ یہ اُٹھ کر اُس کے پاس چلے گئے اور اُس میں مشغول ہوگئے۔ اُن کی بیوی گھبرا کر اُٹھی اور اُن کو بستر پر نہ پایا تو وہ اُٹھ کر باہر چلی گئی اور اُنہیں باندی میں مشغول دیکھا۔ وہ اندر واپس آئی اور چھُری لے کر باہر نکلی اتنے میں یہ فارغ ہوکر کھڑے ہوچکے تھے اور اپنی بیوی کو راستے میں ملے۔ بیوی نے چھُری اُٹھائی ہُوئی تھی۔ اُنھوں نے پُوچھا کیا بات ہے؟ بیوی نے کہا ہاں کیا بات ہے؟ اگر میں تمہیں وہاں پالیتی جہاں میں نے تمہیں دیکھا تھا تو میں تمہارے کندھوں کے درمیان یہ چھُری گھونپ دیتی۔ حضرت ابن رواحہؓ نے کہا تم نے مجھے کہاں دیکھا تھا؟ اُنھوں نے کہا میں نے تمہیں باندی کے پاس دیکھا تھا۔ حضرت ابن رواحہؓ نے کہا تم نے مجھے وہاں نہیں دیکھا تھا (میں باندی کے پاس نہیں گیا۔ میں نے اُس کے ساتھ کچھ نہیں کیا۔ اگر میں نے اس کے ساتھ کچھ کیا ہوتا تو میں جُنبی ہوتا) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت جنابت میں قرآن پڑھنے سے ہمیں منع فرمایا ہے (اور میں ابھی قرآن پڑھ کر تمہیں سُنا دیتا ہُوں)۔ اُن کی بیوی نے کہا اچھا قرآن پڑھو۔ اُنہوں نے یہ اشعار (اس طرح سے) پڑھے (کہ اُن کی بیوی قرآن سمجھتی رہی۔ (محبت بڑھانے کے لیے میاں بیوی کا آپس میں جھُوٹ بولنا جائز ہے)۔

اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتْلُوْ كِتَابَهٗ　　　كَمَا لَاحَ مَشْهُوْرٌ مِّنَ الْفَجْرِ سَاطِعٌ

ہمارے پاس اللہ کے رسُول آئے جو اللہ کی ایسی کتاب پڑھتے ہیں جو کہ روشن اور چمکدار صُبح کی طرح چمکتی ہے۔

اَتٰى بِالْهُدٰى بَعْدَ الْعَمٰى فَقُلُوْبُنَا　　　بِهٖ مُوْقِنَاتٌ اَنَّ مَا قَالَ وَاقِعٌ

آپؐ لوگوں کے اندھے پن کے بعد ہدایت لے کر آئے اور ہمارے دِلوں کو یقین ہے

(۱) اخرجہ احمد کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۴۹۴)

کہ آپؐ نے جو کچھ کہا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

يَبِيتُ يُجَافِي جَنْبَهُ عَنْ فِرَاشِهِ　　إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِينَ الْمَضَاجِعُ

جب مُشرکین بستروں پر گہری نیند سو رہے ہوتے ہیں اُس وقت آپؐ عبادت میں ساری رات گزار دیتے ہیں۔ اور آپؐ کا پہلو بستر سے دُور رہتا ہے۔

یہ اشعار سُن کر اُن کی بیوی نے کہا میں اللہ پر ایمان لاتی ہُوں اور میں اپنی نگاہ کو غلط قرار دیتی ہُوں۔ پھر صُبح کو حضرت ابن رواحہؓ نے حضورصلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر یہ واقعہ سُنایا تو حضورؐ اتنا ہنسے کہ آپؐ کے دندان مُبارک نظر آنے لگے۔[1]

حضرت حبیب بن ابی ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے کچھ پُوچھنے گیا، اُنھوں نے کہا ہم جنگ صِفّین میں تھے تو ایک آدمی نے کہا کیا آپؓ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی کتاب کی طرف بُلائے جارہے ہیں؟ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں (میں نے انہیں دیکھا ہے) حضرت سہل بن حُنَیف رضی اللہ عنہ نے (اس آدمی کو) کہا، اپنے آپ کو قصُور وار ٹھہراؤ کیونکہ ہم نے صلح حُدیبیہ کے دن جس دن حضورصلی اللہ علیہ وسلم اور مُشرکوں کے درمیان صُلح ہُوئی تھی یہ دیکھا تھا کہ اگر ہم لڑنا مُفید سمجھتے تو ہم مُشرکوں سے لڑ سکتے تھے (لیکن ہم نے مفید نہ سمجھا۔ صُلح کے بعد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (حضورؐ کی خدمت میں) عرض کیا کیا ہم حق پر اور یہ مُشرک باطل پر نہیں ہیں؟ کیا ہمارے شہید جنّت میں اور اُن کے مقتول جہنّم میں نہیں جائیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا کیوں نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا پھر ہمیں ہمارے دین میں کیوں دبایا جارہا ہے؟ اور ابھی اللہ نے ہمارے درمیان فیصلہ نہیں فرمایا تو ہم واپس کیوں جارہے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا اے ابن خطّاب! میں اللہ کا رسول ہُوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ ہرگز ضائع نہیں ہونے دیں گے (اس سے حضرت عمرؓ کا غصّہ ٹھنڈا نہ ہُوا بلکہ) وہ غصّہ میں بھرے سیدھے حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور اُن سے کہا، اے ابوبکر! کیا ہم حق پر اور یہ مُشرک باطل پر نہیں؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اے ابن خطّاب! یہ اللہ کے رسُولؐ ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز ضائع نہیں ہونے دیں گے۔ پھر سورۃُ الفتح نازل ہُوئی۔[2] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت سہل بن حُنیف رضی اللہ عنہ نے کہا اے لوگو! اپنی رائے کو ناقص سمجھو

---

[1] اخرجہ الدارقطنی (ص ۴۴) واخرجہ الدارقطنی (ص ۴۵) ایضا من طریق آخر عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال وحل عبداللہ بن رواحۃ رضی اللہ عنہ فذکر نحوہ فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی ان یقرأ احدنا القرآن وہو جنب قال فی التعلیق المغنی (ص ۴۵) فیہ سلمۃ بن وہرام وثقہ ابن معین والبزندۃ وضعفہ ابوداؤد۔ انتہی [2] اخرجہ البخاری فی التفسیر وقد رواہ البخاری ایضا فی مواضع اخر ومسلم والنسائی من طرق اخر عن سہل بن حنیف بہ۔

میں نے حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ (کے مشرکوں کی طرف واپس کیے جانے) کے دن دیکھا (کہ جب حضورؐ نے انہیں مشرکوں کی طرف واپس کرنے کو مان لیا تو مجھے اس سے اتنی زیادہ گرانی ہوئی) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کے انکار کی اگر مجھ میں طاقت ہوتی تو اس دن میں ضرور انکار کر دیتا۔ ایک روایت میں ہے کہ پھر سورت فتح نازل ہوئی تو حضورؐ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں سورت فتح پڑھ کر سنائی۔[1] اور دعوت الی اللہ کے باب میں صلح حدیبیہ کے قصہ میں بخاری کی لمبی حدیث گزر چکی ہے جسے حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت مروان رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ نے کہا اے مسلمانو! میں تو مسلمان ہو کر آیا تھا اور اب مجھے مشرکوں کی طرف واپس کیا جا رہا ہے کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ میں کتنی مصیبتیں اٹھا رہا ہوں؟ اور واقعی انہیں اللہ کی خاطر سخت مصیبتیں پہنچائی گئی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ کیا آپؐ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا، ہوں۔ پھر میں نے کہا کہ کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں نے عرض کیا پھر ہم کیوں اتنا دب کر صلح کریں؟ آپؐ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں، اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا اور وہی میرا مددگار ہے۔ میں نے کہا کیا آپؐ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جا کر اس کا طواف کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں میں نے کہا تھا لیکن کیا میں نے تم کو یہ بھی کہا تھا کہ ہم اسی سال بیت اللہ جائیں گے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا تم بیت اللہ ضرور جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے کہا اے ابوبکر! کیا یہ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ انھوں نے کہا، ہیں۔ میں نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ انھوں نے کہا، تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں نے کہا پھر ہم کیوں اتنا دب کر صلح کریں؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اے آدمی! وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتے اور اللہ ان کا مددگار ہے تم ان کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھو۔ اللہ کی قسم! وہ حق پر ہیں۔ میں نے کہا کیا انھوں نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جا کر اس کا طواف کریں گے؟ انہوں نے کہا، ہاں۔ انہوں نے کہا تھا لیکن کیا انہوں نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ جاؤ گے؟ میں نے کہا، نہیں۔ انہوں نے کہا تم بیت اللہ ضرور جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں، میں نے اپنی اس گستاخی کی

[1] کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۲۰۰)۔

معافی کے لئے بہت سے اعمال خیر کیے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ سے واپسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ (سورت فتح آیت ۲) ترجمہ "تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے" حضورؐ نے فرمایا آج مجھ پر ایک آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے روئے زمین کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر حضورؐ نے صحابہؓ کو یہ آیت سنائی۔ صحابہ نے کہا اے اللہ کے نبی! آپکو یہ خوشخبری مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے بتادیا ہے کہ وہ آپؐ کے ساتھ کیا معاملہ فرمائیں گے لیکن یہ نہ پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ کیا معاملہ فرمائیں گے؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی: لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ سے لیکر فَوْزًا عَظِیْمًا تک (سورۃ فتح آیت ۵) ترجمہ "تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسی بہشت میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ کو رہیں گے اور تاکہ ان کے گناہ دور کردے اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے"۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ سے واپسی میں یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا (سورۃ فتح آیت ۱) ترجمہ "بیشک ہم نے آپؐ کو ایک کھلم کھلا فتح دی" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو (بیت اللہ کے قریب پہنچ کر) عمرہ کرنے سے روک دیا گیا تھا اور حضورؐ اور صحابہؓ نے حدیبیہ میں قربانی کے جانور ذبح کردیئے تھے اور سب پر بہت زیادہ رنج و غم طاری تھا۔ حضورؐ نے فرمایا مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ سے لیکر عَزِیْزًا تک۔ حضورؐ کے صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! آپ کو مبارک ہو۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا[2]

حضرت مجمع بن جاریہ انصاری رضی اللہ عنہ پورا قرآن پڑھے ہوئے قاریوں میں سے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم صلح حدیبیہ کے وقت موجود تھے۔ جب ہم وہاں سے واپس ہوئے تو لوگ اونٹوں کو دوڑا رہے تھے۔ کچھ لوگوں نے دوسروں سے پوچھا کہ ان لوگوں کو کیا ہوا؟ (یہ اونٹ اتنے تیز کیوں دوڑا رہے ہیں؟) ان لوگوں نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی ہے تو ہم بھی ان لوگوں کے ساتھ سواریاں تیز دوڑانے لگے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

[1] اخرجہ احمد واخرجہ الشیخان عن انس کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۱۸۳) [2] عند ابن جریر (ج ۲۶ ص ۴۴)

پہنچے تو حضورؐ کُراعُ الغَمِیم مقام کے نزدیک اپنی سواری پر تشریف فرما تھے۔ آہستہ آہستہ لوگ آپؐ کے پاس جمع ہوگئے۔ پھر آپؐ نے اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا پڑھ کر سُنائی۔ حضورؐ کے پاس صحابہ میں سے ایک صحابی نے عرض کیا یا رسُول اللہ! کیا یہ فتح تھی؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی جان ہے یہ لقیناً زبردست فتح تھی۔ آگے اور بھی حدیث ہے۔[1]

حضرت بَراء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تُم لوگ فتح مکہ کو بڑی فتح سمجھتے ہو۔ فتح مکہ بھی بڑی فتح ہے لیکن ہم صُلح حُدَیبیہ کے دِن جو بَیعتُ الرضوان ہُوئی تھی اُسے سب سے بڑی فتح سمجھتے ہیں۔ آگے اور بھی حدیث ہے۔[2] حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم بڑی فتح صرف صُلح حدیبیہ کو ہی شمار کرتے تھے۔

حضرت قیس بن حَجّاج رحمۃُ اللہ علیہ اپنے ایک اُستاد سے نقل کرتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے مِصر فتح کرلیا اور مصری مہینوں میں سے بُونہ نامی مہینہ شروع ہوگیا تو مسلمانوں کے امیر حضرت عَمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس مصر والے آئے اور اُنہوں نے کہا اے امیر صاحب! ہمارے اِس دریائے نیل کے جاری رہنے کیلئے ایک پُرانی رسم ہے وہ رسم ہم ادا نہ کریں تو دریائے نیل کا پانی خُشک ہوجاتا ہے۔ حضرت عمروؓ نے فرمایا وہ رسم کیا ہے؟ مصر والوں نے کہا وہ رسم یہ ہے جب اس (بُونہ) مہینے کی بارہ تاریخ ہوجاتی ہے تو ہم ایک کنواری لڑکی کو تلاش کرتے ہیں جو اپنے ماں باپ کے پاس رہتی ہو۔ اُس کے ماں باپ کو (بہت سامال دے کر) راضی کرتے ہیں۔ پھر اُس لڑکی کو سب سے عُمدہ زیور اور کپڑے پہناتے ہیں اور پھر اُسے دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ حضرت عَمروؓ نے اُن سے فرمایا یہ کام اِسلام میں نہیں ہوسکتا۔ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام غلط کاموں کو ختم کردیتا ہے۔ وہ مصری لوگ بُونہ مہینے میں وہاں ہی رہے دریائے نیل میں پانی بالکل نہیں تھا۔ بالآخر مصریوں نے مصر چھوڑ کر جانے کا ارادہ کرلیا۔ حضرت عَمروؓ نے حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کو خط میں یہ ساری تفصیل لکھ کر بھیجی۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں یہ لکھا کہ تُم نے جو کیا وہ بالکل ٹھیک ہے اور مَیں اس خط کے ساتھ ایک پرچہ بھیج رہا ہُوں اسے دریائے نیل میں ڈال دو۔ پھر آگے اور حدیث بھی ہے جیسے کہ تائیدِ غیبیہ کے باب میں دریاؤں کے مُسخّر ہونے کے ذیل میں آئے گی۔ اس کے آخر میں یہ ہے کہ حضرت عمروؓ نے وہ پرچہ دریائے نیل میں ڈال دیا (یہ جمعہ کا دِن تھا) ہفتہ کے دِن صُبح کو لوگوں

---

(۱) اخرجہ احمد ورواہ ابُوداؤد فی الجہاد کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۱۸۳) (۲) اخرجہ البخاری کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۱۸۲) واخرجہ ابن جریر فی تفسیرہ (ج ۲۶ ص ۴۴) عن البراء نحوہ۔

نے جاکر دیکھا تو وہ حیران رہ گئے کہ ایک ہی رات میں اللہ تعالیٰ نے دریائے نیل میں سولہ ہاتھ پانی چڑھا دیا تھا اور یوں اللہ تعالیٰ نے مصر والوں کی اس غلط رسم کو ختم کرا دیا اور آج تک وہ رسم ختم ہے (اس کے بغیر ہی دریائے نیل میں مسلسل پانی چل رہا ہے) [1]

حضرت سہم بن منجابؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک غزوے میں گئے ہم چلتے چلتے دارین (جزیرے) کے پاس پہنچ گئے۔ ہمارے اور دارین والوں کے درمیان سمندر تھا۔ حضرت علاءؓ نے یہ دعا مانگی یَا عَلِیْمُ یَا حَلِیْمُ یَا عَلِیُّ یَا عَظِیْمُ! ہم تیرے بندے ہیں اور تیرے راستہ میں ہیں تیرے دشمن سے جنگ کرنے آئے ہیں۔ اے اللہ! دشمن تک پہنچنے کا ہمارے لئے راستہ بنا دے۔ اس کے بعد حضرت علاءؓ ہمیں لے کر سمندر میں اتر گئے اور ہم بھی ان کے ساتھ گھس گئے لیکن سمندر کا پانی ہماری زین کے نمدوں تک بھی نہیں پہنچا اور ہم لوگ ان تک پہنچ گئے۔[2] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس جیسی حدیث منقول ہے اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ کسریٰ کے گورنر ابن مکعبر نے جب ہمیں (یوں سمندر پر چل کر آتے ہوئے) دیکھا تو اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم! ہم ان لوگوں سے نہیں لڑ سکتے (ان کے ساتھ اللہ کی غیبی مدد ہے)۔ پھر وہ کشتی میں بیٹھ کر فارس چلا گیا۔[3] اور عنقریب جنگِ قادسیہ کے دن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے دریائے دجلہ پار کرنے کے بارے میں احادیث آئیں گی اور ان میں حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی آئے گا کہ آپ لوگوں کو پار کرکے دشمن تک پہنچنے سے صرف پانی کی یہ بوندیعنی دریائے دجلہ روک رہا ہے پھر یہ آیت پڑھی: وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا۔ (سورۃ آل عمران آیت ۱۴۵) ترجمہ "اور کسی شخص کو موت آنا ممکن نہیں بدون حکم اللہ تعالیٰ کے، اس طور سے کہ اس کی میعاد معین لکھی ہوئی رہتی ہے" پھر حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ نے اپنا گھوڑا دریائے دجلہ میں ڈال دیا۔ جب انہوں نے ڈالا تو تمام لوگوں نے اپنے جانور دریا میں ڈال دیئے۔ جب دشمن کے لوگوں نے ان کو یوں دریا پر چل کر آتے ہوئے دیکھا تو وہ کہنے لگے "دیو آگئے، دیو آگئے" اور دشمن کے لوگ (آخر کار) بھاگ گئے۔[4]

حضرت معاویہ بن حرمل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ (مدینہ منورہ کے پتھریلے میدان) حرّہ میں آگ نکلی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت تمیم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے فرمایا کہ اٹھو

(۱) اخرجہ الحافظ ابو القاسم اللالکائی فی السنۃ واخرجہ ایضا ابن عساکر وابو الشیخ وغیرہما (۲) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۷)

(۳) اخرجہ ابو نعیم ایضا (ج ۱ ص ۸) واخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۰۸) عن ابی ہریرۃ والطبرانی عنہ وابن ابی الدنیا عن سہم بن منجاب والبیہقی عن انس رضی اللہ عنہ کما ستاتی احادیث ہولاء فی تسخیر البحار (۴) اخرجہ ابن ابی حاتم عن حبیب بن ظبیان۔

اور اس آگ کا انتظام کرو۔ حضرت تمیمؓ نے کہا اے امیرالمؤمنین! میں کون ہوں؟ میں کیا ہوں؟ (تواضع کرنے لگے) حضرت عمرؓ ان پر اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت تمیمؓ کھڑے ہوگئے اور دونوں آگ کی طرف چل پڑے اور میں ان کے پیچھے چلنے لگا۔ وہاں پہنچ کر حضرت تمیمؓ آگ کو اپنے ہاتھ سے دھکا دیتے رہے کہ وہ آگ (اس) گھاٹی میں داخل ہوگئی (جس میں سے نکل کر آئی تھی) اور آگ کے پیچھے حضرت تمیمؓ بھی گھاٹی کے اندر چلے گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ جس نے یہ منظر نہیں دیکھا وہ دیکھنے والے کے برابر نہیں ہوسکتا (کیونکہ اسے دیکھ کر ایمان تازہ ہوگیا ہے)۔[1]

بحرین کے ایک صاحب ابوسکینہ رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو (خندق کھودتے ہوئے) صحابہؓ کے سامنے ایک چٹان آگئی جس نے صحابہؓ کو خندق کھودنے سے روک دیا۔ حضورؐ خندق کے ایک کنارے چادر رکھ کر کھڑے ہوئے اور کدال لے کر یہ آیت پڑھی:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (سورۃ انعام آیت ۱۱۵) ترجمہ "اور آپ کے رب کا کلام واقعیت اور اعتدال کے اعتبار سے کامل ہے۔ اس کے کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ خوب سن رہے ہیں خوب جان رہے ہیں۔" اور آپؐ نے زور سے کدال چٹان پر ماری اس سے چٹان کا تہائی حصہ ٹوٹ کر گر پڑا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کدال مارنے کے ساتھ ایک چمک ظاہر ہوئی پھر آپؐ نے دوبارہ وہی آیت پڑھ کر کدال ماری تو چٹان کا دوسرا تہائی حصہ بھی ٹوٹ کر گر پڑا اور پھر دوبارہ ایک چمک ظاہر ہوئی جسے حضرت سلمانؓ نے دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ وہی آیت پڑھ کر کدال ماری تو چٹان کا آخری تیسرا حصہ بھی ٹوٹ کر گر پڑا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خندق سے باہر تشریف لائے اور اپنی چادر لے کر بیٹھ گئے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے دیکھا کہ آپؐ جب بھی چٹان پر چوٹ مارتے تو اس کے ساتھ ایک چمک ظاہر ہوتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سلمان! کیا تم نے اسے دیکھ لیا؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے، ہاں میں نے اسے دیکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں نے پہلی دفعہ چوٹ ماری تھی تو اس وقت کسریٰ کا شہر مدائن اور اس کے آس پاس کے علاقے اور بہت سارے

---

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۱۲) واخرجہ البیہقی والبغوی کما سیاتی فی التائیدات الغیبیۃ فی اطاعۃ النیران۔

شہر میرے سامنے ظاہر کر دیئے گئے جنہیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ وہاں جو صحابہؓ اُس وقت موجود تھے اُنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسُولَ اللہ! آپ اللہ سے یہ دُعا کریں کہ وہ یہ تمام شہر فتح کر کے ہمیں دے دے اور اُن کی اولاد کو ہمارے لیئے مالِ غنیمت بنا دے اور اُن کے شہروں کو ہمارے ہاتھوں اُجاڑ دے؛ چُنانچہ آپؐ نے یہ دُعا فرمائی اور فرمایا پھر مَیں نے دُوسری مرتبہ چوٹ ماری تو قیصر کے شہر اور آس پاس کے علاقے میرے سامنے ظاہر کر دیئے گئے جنہیں مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! آپ اللہ سے یہ دُعا کریں کہ وہ یہ تمام علاقے فتح کر کے ہمیں دے دے اور اُن کی اولاد کو ہمارے لیئے مالِ غنیمت بنا دے اور اُن کے شہروں کو ہمارے ہاتھوں اُجاڑ دے؛ چُنانچہ آپؐ نے یہ دُعا فرمائی اور فرمایا پھر مَیں نے تیسری مرتبہ چوٹ ماری تو حبشہ کے شہر اور اس کے آس پاس کے علاقے میرے سامنے ظاہر کیئے گئے جنہیں مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک حبشہ والے تمہیں چھوڑے رکھیں تم بھی اُنہیں چھوڑے رکھو اور جب تک تُرک تمہیں چھوڑے رکھیں تم بھی اُنہیں چھوڑے رکھو۔ یہ حکم شروع میں تھا بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ اور ہر مُلک میں جانے کا حکم آ گیا)۔[1] حضرت عَمرو بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ ایک حدیث ذکر فرماتے ہیں جس میں یہ مضمون ہے کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کُدال لے کر اس زور سے ماری کہ چٹان ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور اس میں سے ایک روشنی نکلی جس سے سارا مدینہ روشن ہو گیا اور ایسے لگا کہ جیسے اندھیری رات میں چراغ جل رہا ہو اور حضورؐ نے ایسے تکبیر کہی جیسے دُشمن پر فتح کے وقت کہی جاتی ہے اور مسلمانوں نے بھی تکبیر کہی۔ حضورؐ نے دوبارہ کُدال ماری تو پھر ایسے ہی ہُوا۔ حضورؐ نے تیسری مرتبہ کُدال ماری تو پھر ایسے ہی ہُوا۔ پھر حضرت سلمانؓ اور مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا اور اس روشنی کے بارے میں حضورؐ سے پُوچھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلی چوٹ لگانے سے میرے سامنے حِیرہ مقام کے محل اور کسریٰ کا مدائن ایسے روشن ہو گیا جیسے کُتے کے نوکدار دانت چمکتے ہیں اور حضرت جبرائیل ؑ نے مجھے بتایا کہ میری اُمت ان پر غلبہ حاصل کرے گی اور دوسری چوٹ لگانے سے رُوم کے سُرخ محل ایسے روشن ہو گئے جیسے کہ کتے کے نوکدار دانت چمکتے ہیں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ میری اُمت ان پر غلبہ حاصل کرے گی اور تیسری مرتبہ چوٹ لگانے سے صَنعاء

[1] اخرجہ النسائی قال ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۲ ص ۱۰۲) کذا رواہ النسائی مطولاً وانما روی منہ ابو داؤد دعوا الحبشۃ ما ودعوکم واترکوا الترک ما ترکوکم۔ انتہی۔

کے محل ایسے روشن ہوگئے جیسے کہ کتے کے نوکدار دانت چمکتے ہیں۔ اور حضرت جبرائیلؑ نے مجھے بتایا کہ میری اُمت ان پر غلبہ حاصل کرے گی، اس لئے تم سب خوشخبری حاصل کرو یہ سُن کر تمام مسلمان بہت خوش ہوئے اور اُنہوں نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ سچا وعدہ ہے اور جب کفار کی جماعتیں خندق پر پہنچیں تو مسلمانوں نے کہا یہ تو وہ ہو رہا ہے جس کی ہمیں اللہ اور اس کے رسولؐ نے خبر دی تھی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا تھا (اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اس واقعہ نے مسلمانوں کے ایمان اور اطاعت کو اور بڑھا دیا اور منافقوں نے کہا تمہارے رسُول تمہیں یہ بتا رہے ہیں کہ وہ یثرب یعنی مدینہ سے ہی حیرہ کے محل اور کسریٰ کا مدائن دیکھ رہے ہیں اور وہ فتح ہو کر تمہیں ملیں گے اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم لوگ خندق کھود رہے ہو اور تم لوگ تو میدان میں ان کے سامنے جا ہی نہیں سکتے۔ اس پر منافقوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا (سورۃ احزاب آیت ۱۲) ترجمہ: "اور جبکہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یوں کہہ رہے تھے کہ ہم سے تو اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے محض دھوکہ ہی کا وعدہ کر رکھا ہے۔"[1]

تائیداتِ غیبیہ کے باب میں غزوات میں کھانے کی برکت کے عنوان میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی ایک لمبی حدیث آرہی ہے جس میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے چھوڑو، سب سے پہلے میں اس پتھر پر چوٹ ماروں گا، چنانچہ آپؐ نے بسم اللہ پڑھی اور اُس پتھر پر ایسی چوٹ ماری جس سے اس کا ایک تہائی حصہ ٹوٹ کر گر گیا اور آپؐ نے فرمایا، اللہ اکبر! ربِّ کعبہ کی قسم! روم کے محلات۔ آپؐ نے پھر اس پر ایسی چوٹ ماری جس سے ایک اور ٹکڑا ٹوٹ کر گر پڑا آپؐ نے فرمایا اللہ اکبر! ربِّ کعبہ کی قسم! فارس کے محلات! اس پر منافقوں نے کہا کہ ہم تو (اپنی جان بچانے کیلئے) اپنے اردگرد خندق کھود رہے ہیں اور یہ ہم سے فارس اور روم کے محلات کا وعدہ کر رہے ہیں۔[2]

اور عنقریب تائیداتِ غیبیہ کے باب میں زہر کے اثر نہ ہونے کے عنوان میں یہ مضمون آئے گا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے زہر پیا اور فرمایا کوئی انسان اپنے وقت سے پہلے نہیں مر سکتا اور یہ بھی آئے گا کہ عمروؓ نے کہا اے عربوں کی جماعت! جب تک تمہارے طبقہ (صحابہؓ) کا ایک فرد بھی باقی رہے گا تم جس کام یا ملک کا ارادہ کرو گے

---

[1] اخرجه ابن جرير قال ابن كثير في البداية (ج ۴ ص ۱۰۰) وهذا حديث غريب
[2] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۶ ص ۱۳۲) رجاله رجال الصحيح غير عبد الله بن احمد بن حنبل ونعيم العنبري وهما ثقتان انتهى

گے اس کے مالک بن جاؤ گے اور یہ بھی آئے گا کہ عمروؓ نے حیرہ والوں سے کہا میں نے آج جیسا واضح دلیل والا دن کبھی نہیں دیکھا اور نصرتِ خداوندی کے اسباب کے باب میں آئے گا کہ حضرت ثابت بن اَقرم رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابُوہریرہ! ایسے لگ رہا ہے کہ آپ دُشمن کی بہت زیادہ فوجیں دیکھ رہے ہیں (حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے کہا جی ہاں. حضرت ثابت نے کہا آپ ہمارے ساتھ جنگِ بدر میں شریک نہیں ہُوئے تھے (اللہ کی طرف سے) ہماری مدد تعداد کی کثرت کی وجہ نہیں ہوتی (وہ تو ایمان واعمال اور داعیانہ جذبات کی وجہ سے ہوتی ہے) اور یہ بھی آئے گا کہ ایک آدمی نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا آج رُومی کتنے زیادہ اور مسلمان کتنے کم ہیں۔ حضرت خالدؓ نے کہا نہیں رُومی کتنے کم اور مسلمان کتنے زیادہ ہیں۔ لشکر نصرتِ خداوندی سے زیادہ ہوتے ہیں اور نصرتِ خداوندی سے محروم ہوں تو کم ہوجاتے ہیں. کثرت اور قلت کا دارو مدار انسانوں کی تعداد پر نہیں ہے اللہ کی قسم! میری تمنا ہے کہ میرا اَشقر نامی گھوڑا تندرست ہو جائے اور رُومیوں کی تعداد دُگنی ہوجائے اور یہ بھی آئے گا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا، اَمّا بعد! تمہارا خط میرے پاس آیا جسمیں تم نے لکھا ہے کہ رُومیوں کے لشکر بہت زیادہ جمع ہو گئے ہیں۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہماری مدد سامان کی کثرت اور لشکروں کی کثرت کی وجہ سے نہیں کی تھی۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوے میں جایا کرتے تھے اور ہمارے ساتھ صرف دو گھوڑے ہوتے تھے اور بعض غزوات میں اُونٹ اتنے کم ہوتے تھے کہ ہم باری باری اُن پر سوار ہوتے تھے۔ اور جنگِ اُحد کے دِن ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہمارے پاس صرف ایک گھوڑا تھا جس پر حضورؐ سوار تھے اور اللہ تعالیٰ ہمارے تمام مخالفوں کے خلاف ہماری پُشت پناہی کرتے تھے اور پہلے یہ بھی گزر چکا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بڑے سخت حالات کے باوجُود حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر روانہ فرمایا تھا۔ ہر طرف سے عرب اُن پر ٹوٹ پڑے تھے (چند قبائل کے سوا) سارے عرب والے مُرتد ہوگئے تھے اور نفاق ظاہر ہوگیا تھا اور یہودیت اور نصرانیت گردن اُٹھانے لگی تھی اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حادثۂ اِنتقال کا صدمہ تازہ تھا اور صحابہؓ کی تعداد کم اور دشمن کی تعداد زیادہ تھی اس وجہ سے صحابہؓ کی حالت اُس بکری جیسی تھی جو سخت سردی والی رات میں بارش میں بھیگ گئی ہو اور صحابہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ حضرت اُسامہؓ کے لشکر کو روک لیں لیکن حضرت ابوبکرؓ چونکہ صحابہؓ میں سب سے زیادہ سمجھدار اور دُور اندیش تھے اس وجہ سے اُنہوں نے کہا کیا میں اُس لشکر کو روک لوں جسے

رسُول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے بھیجا تھا؟ اگر میں ایسا کروں تو یہ میری بہت بڑی جسارت ہوگی۔ اُس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے سارے عرب مجھ پر ٹوٹ پڑیں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ مَیں اس لشکر کو جانے سے روک دوں جسے حضورؐ نے روانہ فرمایا تھا۔ اے اُسامہ! تم اپنے لشکر کو لے کر وہاں جاؤ جہاں جانے کا تمہیں حکم ہُوا تھا اور فلسطین کے جس علاقہ میں جاکر لڑنے کا حضورؐ نے تمہیں حکم دیا تھا وہاں جاکر اہل مُوتہ سے لڑو۔ تم جنہیں یہاں چھوڑ کر جارہے ہو اَللہ اُن کیلئے کافی ہے۔ اور غزوۂ مُوتہ کے دِن کے بیان میں یہ گزر چکا ہے کہ جب دُشمن کی تعداد دو لاکھ ہوگئی تو حضرت عبداللہ بن رَواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے میری قوم! اللہ کی قسم! جس شہادت کو تم پسند نہیں کر رہے ہو (حقیقت میں) تم اسی کی تلاش میں نکلے ہو۔ ہم لوگوں سے جنگ تعداد، طاقت اور کثرت کی بُنیاد پر نہیں کرتے بلکہ ہم تو لوگوں سے جنگ اس دین کی بُنیاد پر کرتے ہیں جس کے ذریعے اللہ نے ہمیں عزت عطا فرمائی ہے؛ لہٰذا چلو دو کامیابیوں میں سے ایک کامیابی تو ضرور ملے گی یا تو دُشمن پر غلبہ یا اللہ کے راستہ کی شہادت۔ اِس پر لوگوں نے کہا اَللہ کی قسم! ابن رواحہؓ نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ اس بارے میں صحابہؓ کے کتنے قصّے اِس کتاب میں جگہ جگہ موجود ہیں بلکہ اَحادیث غزوات اور سیرت کی کتابوں میں بھی کثرت سے موجُود ہیں؛ لہٰذا انہیں دوبارہ ذکر کرکے ہم اِس کتاب کو مزید لمبا نہیں کرنا چاہتے۔

ایمان کی حقیقت اور اِس کا کمال

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دِن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے تو وہاں حضرت حارث بن مالک رضی اللہ عنہ سو رہے تھے۔ حضورؐ نے اُن کو پاؤں سے ہلایا اور فرمایا اپنا سر اُٹھاؤ۔ اُنہوں نے سَر اُٹھا کر کہا یارسُولَ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا، اے حارث بن مالک! تم نے کِس حال میں صُبح کی؟ اُنہوں نے عرض کیا یارسُولَ اللہ! مَیں نے پکّا سچا مومن ہونے کی حالت میں صُبح کی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہر حق بات کی کوئی حقیقت ہُوا کرتی ہے جو تم کہہ رہے ہو اس کی حقیقت کیا ہے؟ حضرت حارثؓ نے عرض کیا مَیں نے اپنے آپکو دُنیا سے ہٹالیا اور دِن کو میں پیاسا رہتا ہُوں یعنی روزہ رکھتا ہُوں اور رات کو جاگتا ہُوں اور مجھے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے میں اپنے ربّ کے عرش کو دیکھ رہا ہُوں اور جنّت والوں کو جنّت میں ایک دُوسرے کی زیارت کرتے ہُوئے دیکھ رہا ہُوں اور جہنّم والوں کو ایک دوسرے پر بھونکتے ہُوئے دیکھ رہا ہُوں۔ حضورؐ نے ان سے

فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارا دل نورانی بنا دیا ہے اور تم نے (ایمان کی حقیقت کو) پہچان لیا ہے؛ لٰہذا تم اس (ایمانی کیفیت) پر پکّے رہو[1] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے (حقیقت کو) دیکھ لیا ہے اب اس کو مضبوطی سے پکڑ لو پھر حضورؐ نے فرمایا اس بندے کے دل میں اللہ نے ایمان کو روشن کیا ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبیؐ! آپ میرے لئے اللہ سے شہادت کی دُعا فرما دیں۔ حضورؐ نے دُعا فرما دی؛ چُنانچہ ایک دن اعلان ہُوا کہ اے اللہ کے سوارو! (گھوڑوں پر) سوار ہو جاؤ۔ اس پر یہی سب سے پہلے سوار ہُوئے اور یہی سب سے پہلے شہید ہُوئے[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے کہ سامنے سے ایک انصاری نوجوان آئے۔ حضورؐ نے اُن سے فرمایا اے حارث! تم نے کس حال میں صُبح کی؟ اُنہوں نے عرض کیا مَیں نے اللہ پر پختہ ایمان لانے کی حالت میں صُبح کی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تم دیکھ لو، کیا کہہ رہے ہو؟ کیونکہ ہر قول کی حقیقت ہُوا کرتی ہے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسولَ اللہ! مَیں نے اپنا دل دُنیا سے ہٹا لیا ہے پھر آگے عسکری جیسی حدیث ذکر کی ہے اور مزید کچھ اور مضمون بھی ہے۔[3] اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہر قول کی کوئی حقیقت ہُوا کرتی ہے تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟[4]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مُعاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے کس حال میں صُبح کی؟ حضرت مُعاذؓ نے عرض کیا مَیں نے آپؐ پر ایمان لانے کی حالت میں صُبح کی۔ حضورؐ نے فرمایا ہر بات کی سچائی کی کوئی دلیل ہوتی ہے اور ہر حق بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے تمہاری بات کی سچائی کی کیا دلیل ہے؟ حضرت مُعاذؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! جب بھی صبح

(۱) اخرجہ ابن عساکر واخرجہ العسکری فی الامثال عن انس نحوہ الا انہ سماہ حارثۃ بن النعمان (۲) کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۱۶۰) (۳) اخرجہ ابن النجار کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۶۱) واخرجہ ابن المبارک فی الزہد عن صالح بن مسمار نحو سیاق ابن عساکر (۴) قال الحافظ فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۲۸۹) وہو معضل وکذا اخرجہ عبدالرزاق عن صالح بن مسمار وجعفر بن برقان واخرجہ فی التفسیر عن یزید السلمی وجاء موصولا فذکر حدیث انس المذکور وقال اخرجہ الطبرانی وابن مندہ و رواہ البیہقی فی الشعب من طریق یوسف بن عطیۃ الصفار وہو ضعیف جدا وقال البیہقی ہٰذا منکر وقد خبط فیہ یوسف فقال مرۃ الحارث وقال مرۃ حارثۃ وقال ابن صاعد ہٰذا الحدیث لا یثبت موصولا۔ انتہی مختصرا واخرجہ البزار عن انس قال الہیثمی (ج ۱ ص ۵۷) وفیہ یوسف بن عطیۃ لا یحتج بہ۔ والطبرانی عن الحارث بن مالک الانصاری انہ مر بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ کیف اصبحت یا حارثۃ؟ فذکر نحو حدیث ابن عساکر قال الہیثمی (ج ۱ ص ۵۷) وفیہ ابن لہیعۃ وفیہ من یحتاج الی الکشف عنہ۔

ہوتی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں شام نہیں کر سکوں گا اور جب بھی شام ہوتی ہے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں صبح نہیں کر سکوں گا اور جب بھی کوئی قدم اٹھاتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ میں دوسرا قدم نہیں اٹھا سکوں گا اور گویا کہ میں ان تمام امتوں کی طرف دیکھ رہا ہوں جو گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوئی ہیں اور انہیں ان کے اعمال نامے کی طرف بلایا جا رہا ہے اور ان کے ساتھ ان کے نبی بھی ہیں۔ اور ان کے ساتھ وہ بت بھی ہیں جن کی وہ اللہ کے علاوہ عبادت کیا کرتے تھے اور گویا کہ میں جہنم والوں کی سزا اور جنت والوں کے اجر و ثواب کو دیکھ رہا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے (ایمان کی حقیقت) پہچان لی، اب اسی پر جمے رہنا[1]

اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف دعوت دینے کے باب میں حضرت سُوَید بن حارث رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی قوم کے سات آدمیوں کا وفد لے کر حضورؐ کی خدمت میں گیا۔ جب ہم آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپؐ سے گفتگو کی تو آپؐ کو ہمارا اندازِ گفتگو اور اندازِ نشست و برخاست اور لباس پسند آیا۔ آپؐ نے فرمایا تم کون لوگ ہو؟ ہم نے عرض کیا مؤمن ہیں۔ اس پر آپؐ مسکرانے لگے اور فرمایا ہر بات کی ایک حقیقت اور نشانی ہوا کرتی ہے۔ تمہارے اس قول اور ایمان کی کیا حقیقت اور نشانی ہے؟ حضرت سویدؓ فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا پندرہ خصلتیں ہیں ان میں سے پانچ خصلتیں تو وہ ہیں جن کے بارے میں آپؐ کے قاصدوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان پر ایمان لائیں اور ان میں سے پانچ خصلتیں وہ ہیں جن کے بارے میں آپؐ کے قاصدوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان پر عمل کریں اور ان میں سے پانچ خصلتیں وہ ہیں جن کو ہم نے زمانۂ جاہلیت میں اختیار کیا تھا اور ہم اب تک ان پر قائم ہیں لیکن اگر ان میں سے کسی کو آپؐ ناگوار سمجھیں تو ہم اسے چھوڑ دیں گے۔ پھر آگے اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لانے اور ارکانِ اسلام اور اخلاقِ طیبہ کے بارے میں حدیث ذکر کی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں قبیلہ بنو حارثہ کے حضرت حرملہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے حضورؐ کے سامنے بیٹھ کر ہاتھ سے زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ! ایمان یہاں پر ہے اور سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا، اور یہاں نفاق ہے اور یہ دل اللہ کا ذکر بہت کم کرتا ہے۔ حضورؐ خاموش رہے۔ حضرت حرملہؓ نے اپنی بات پھر دہرائی۔ حضورؐ نے حضرت حرملہ کی زبان کا کنارہ پکڑ کر کہا اے اللہ! اس کی زبان کو سچ بولنے والا اور اس کے

(۱) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۴۲)

دل کو شکر کرنے والا بنا دے اور اسے میری محبت نصیب فرما اور جو مجھ سے محبت کرے اس کی محبت بھی اسے نصیب فرما اور اس کے معاملے کو خیر کی طرف موڑ دے۔ حضرت حرملہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے بہت سے بھائی منافق ہیں، میں ان کا سردار تھا۔ کیا میں آپ کو اُن کے نام نہ بتاؤں؟ حضورؐ نے فرمایا جو بھی ہمارے پاس اس طرح آئے گا جس طرح تم ہمارے پاس آئے ہم اُس کیلئے ایسے ہی استغفار کریں گے جیسے ہم نے تمہارے لئے کیا اور جو نفاق پر ہی ڈٹا رہے گا تو اللہ اُس سے خود ہی نپٹ لیں گے [1]

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان لانا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔ وہ جب بھی اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا تو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ضرور پڑھتا۔ جب وہ لوگ واپس آئے تو انہوں نے حضورؐ سے اس کا تذکرہ کیا۔ حضورؐ نے فرمایا اس سے پوچھو وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ ان لوگوں نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ چونکہ اس سورت میں رحمٰن کی صفات کا تذکرہ ہے اس لئے اس کا پڑھنا مجھے بہت پسند ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اُسے بتا دو کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتے ہیں [2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عالم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا محمدؐ! یا کہا یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو ایک انگلی پر، زمینوں کو دوسری انگلی پر رکھا، پہاڑوں، درختوں، پانی اور گیلی مٹی کو تیسری انگلی پر اور باقی ساری مخلوق کو چوتھی انگلی پر رکھا اور اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو ہلا کر فرماتے ہیں کہ میں ہی بادشاہ ہوں۔ حضورؐ اس یہودی عالم کی اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے اتنا ہنسے کہ آپؐ کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت آخر تک پڑھی:
وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (سورت زمر آیت ۶۷)
ترجمہ "اور (افسوس ہے کہ) ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کچھ عظمت نہ کی جیسی عظمت کرنا چاہیے تھی؛ حالانکہ (اس کی وہ شان ہے کہ) ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور تمام آسمان لپٹے ہوں گے اس کے داہنے ہاتھ میں۔ وہ پاک اور برتر ہے ان

[1] اخرجہ ابونعیم کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۲۵۰) واخرجہ ابن الطبرانی واسنادہ لا باس بہ واخرجہ ابن منۃ الیضاوروینا فی فوائد ہشام بن عمار روایۃ احمد بن سلیمان من حدیث ابی الدرداء رضی اللہ عنہ نحوہ کذا فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۳۲۰) [2] اخرجہ البیہقی فی الاسماء والصفات (ص ۲۰۸) واخرجہ الشیخان عن عائشۃ کما قال البیہقی۔

کے شرک سے۔[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ قیامت کے دن کافر کو کیسے مُنہ کے بل اُٹھایا جائے گا؟ حضورؐ نے فرمایا جس ذات نے اُسے دُنیا میں پاؤں کے بل چلایا وہ اِس بات پر بھی قادر ہے کہ اسے قیامت کے دن مُنہ کے بل چلائے۔[2]

حضرت حُذیفہ بن اُسید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر (اپنی قوم سے) کہا اے بنو غِفار! تم بات کیا کرو اور قسم نہ کھایا کرو کیونکہ صادق مصدوق (یعنی جو خود بھی سچ بولتے تھے اور اُن سے فرشتہ بھی سچ بات آکر کہتا تھا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے یہ بتایا ہے کہ (قیامت کے دن) لوگوں کو تین جماعتوں میں اُٹھایا جائے گا۔ ایک جماعت تو سوار ہوگی اور یہ لوگ کھاتے پیتے اور کپڑے پہنے ہُوئے ہوں گے اور ایک جماعت پیدل بھاگ رہی ہوگی اور ایک جماعت کو فرشتے مُنہ کے بل گھسیٹ کر (جہنم کی) آگ کے پاس جمع کر رہے ہوں گے ان میں سے ایک آدمی نے پُوچھا کہ دو جماعتوں کو تو ہم نے پہچان لیا ہے لیکن جو لوگ پیدل بھاگ رہے ہوں گے اُن کا یہ حال کیوں ہوگا؟ حضرت ابوذرؓ نے کہا اللہ تعالیٰ سواری پر آفت ڈال دیں گے اور ایک سواری بھی باقی نہ رہے گی۔ یہاں تک کہ ایک آدمی کے پاس ایک پسندیدہ باغ ہوگا وہ یہ باغ دے کر پالان والی بُوڑھی اُونٹنی لینا چاہے گا لیکن وہ بھی اُسے نہ مِل سکے گی۔[3]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ماں جائے بھائی حضرت طُفیل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ نصاریٰ کی ایک جماعت سے میری مُلاقات ہُوئی۔ میں نے اُن سے کہا اگر تم لوگ یہ دعویٰ نہ کرو کہ حضرت مسیح (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں تو تم لوگ بہت اچھے ہو۔ اُنہوں نے کہا اگر تم لوگ یہ نہ کہو کہ جیسے اللہ نے چاہا اور جیسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چاہا تو تم لوگ بھی بہت اچھے ہو جاؤ۔ پھر میری یہودیوں کی ایک جماعت سے مُلاقات ہُوئی۔ میں نے اُن سے کہا اگر تم لوگ یہ دعویٰ نہ کرو کہ حضرت عُزَیر (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں تو تم لوگ بہت اچھے ہو۔ اُنھوں نے کہا تم لوگ

(۱) اخرجه البیهقی فی الاسماء والصفات (ص ۲۲۵) واخرجه الشیخان فی صحیحیهما کما قال البیهقی (۲) اخرجه البیهقی فی الاسماء والصفات (ص ۲۵۶) واخرجه الشیخان واحمد والنسائی وابن ابی حاتم والحاکم وغیرهم نحوه عن انس کما فی الکنز (ج ۷ ص ۲۲۹)
(۳) اخرجه احمد کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۶۵) واخرجه الحاکم (ج ۴ ص ۵۶۴) عن حذیفة عن ابی ذر نحوه وقال هذا حدیث صحیح الاسناد الی الولید بن جمیع ولم یخرجاه وقال الذهبی الولید قد روی له مسلم متابعة واحتج به النسائی۔

بھی تو یہ کہتے ہو کہ جیسے اللہ نے چاہا اور جیسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چاہا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ خواب سُنایا۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے یہ خواب کسی کو بتایا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! پھر حضورؐ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان فرما کر ارشاد فرمایا تمہارے بھائی نے وہ خواب دیکھا جس کا مضمون تم تک پہنچ چکا ہے، لہٰذا تم لوگ یہ نہ کہا کرو بلکہ یہ کہا کرو جیسے اَللّٰہ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ نے چاہا۔[1]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ اہل کتاب میں سے ایک آدمی اُسے ملا جس نے کہا تم لوگ اگر شرک نہ کرتے اور جیسے اللہ اور محمدؐ نے چاہا نہ کہتے تو تم لوگ بہت اچھے ہوتے۔ اُس آدمی نے اس خواب کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ حضورؐ نے فرمایا آپ لوگوں کی یہ بات مجھے بھی پسند نہیں، اس لئے آئندہ آپ لوگ یُوں کہا کریں جیسے اللہ نے چاہا پھر جیسے فلاں نے چاہا یعنی اللہ اور رسُول دونوں کو ایک جملہ میں اکٹھا ملا کر نہ لاؤ بلکہ الگ الگ جملوں میں لے کر آؤ۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ ایک آدمی حاضر خدمت ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کام کے بارے میں بات کرنے لگا اور بات کرتے کرتے اس نے یُوں کہہ دیا جیسے اللہ اور آپؐ چاہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے مجھے اللہ کے برابر بنا دیا ہے؟ بلکہ یُوں کہو جیسے اکیلا اللہ چاہے۔[3]

حضرت اَوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک یہُودی نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشیّت کے بارے میں پُوچھا (کہ کس کے چاہنے سے کام ہوتا ہے) حضورؐ نے فرمایا کام تو اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے۔ اُس یہُودی نے کہا کہ میں کھڑا ہونا چاہتا ہُوں (تو کھڑا ہو جاتا ہُوں یعنی میرے چاہنے سے ہُوا) حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بھی تمہارے کھڑے ہونے کو چاہ لیا تھا (اس لئے تم کھڑے ہو سکے) پھر اُس یہُودی نے کہا میں بیٹھنا چاہتا ہُوں (تو بیٹھ جاتا ہُوں) حضورؐ نے فرمایا اللہ نے بھی تمہارے بیٹھنے کو چاہ لیا تھا۔ اُس یہُودی نے کہا میں کھجُور کے اس درخت کو کاٹنا چاہتا ہُوں (تو کاٹ لیتا ہُوں) حضورؐ نے فرمایا اللہ نے چاہ لیا تھا کہ تم اس درخت کو کاٹ لو۔ اُس یہودی نے کہا میں اس درخت کو باقی رکھنا چاہتا ہُوں (تو وہ باقی رہ جاتا ہے) حضورؐ نے فرمایا اللہ نے چاہ لیا تھا کہ تم اِسے باقی رکھو۔ حضرت اَوزاعی کہتے ہیں کہ پھر حضرت جبرائیل علیہ السّلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ

(۱) اخرجہ البیہقی فی الاسماء والصفات (ص ۱۰۰) (۲) عند البیہقی ایضا (۳) اخرجہ البیہقی فی الاسماء والصفات (ص ۱۰۱)

دلیل سمجھائی جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سمجھائی تھی یہی مضمون لیکر قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔ مَاقَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْتَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰۤى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِيْنَ (سورۃ حشر آیت ۵) ترجمہ " جو کھجوروں کے درخت کے تنے تم نے کاٹ ڈالے یا اُن کو اُن کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا ہو سو (دونوں باتیں) اللہ ہی کے حکم (اور رضا) کے موافق ہیں اور تاکہ کافروں کو ذلیل کرے "۔ [1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حُدیبیہ سے واپس آرہے تھے تو آپؐ نے رات کے آخری حصہ میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور فرمایا ہمارا پہرہ کون دے گا؟ میں نے عرض کیا میں، میں۔ حضورؐ نے فرمایا تم، تم۔ تم تو سوتے رہ جاؤ گے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا، اچھا تم ہی پہرہ دو؛ چنانچہ میں پہرہ دینے لگا۔ جب صبح صادق ہونے لگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پوری ہوگئی اور مجھے نیند آگئی اور جب سورج کی گرمی ہماری پُشت پر پڑی تب ہماری آنکھ کھلی؛ چنانچہ حضورؐ اُٹھے اور ایسے موقع پر جو کیا کرتے تھے وہ کیا۔ پھر آپؐ نے صبح کی نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا اگر اللہ چاہتے تو تم یوں سوتے نہ رہ جاتے اور تمہاری نماز قضا نہ ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ تمہارے بعد آنے والوں میں سے کوئی سو تا رہ جائے یا نماز پڑھنا بھول جائے تو اُس کے لئے عملی نمونہ سامنے آجائے۔ [2]

حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ وضو والے برتن کی حدیث میں اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کہ نماز قضا ہوجانے کے موقع پر) جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تمہاری رُوحوں کو قبض فرمالیا اور جب چاہا واپس کر دیا۔ پھر صحابہؓ نے سُورج کی روشنی کے سفید ہونے تک (وضو استنجا وغیرہ کی) اپنی ضروریات پوری کیں پھر کھڑے ہو کر حضورؐ نے نماز پڑھائی۔ [3]

حضرت طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے آکر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پُوچھا کہ ذرا یہ تو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ (سورت آلِ عمران آیت ۱۳۳) ترجمہ " اور جنت جس کی وُسعت ایسی ہے جیسے سب آسمان اور زمین " (جب سب جگہ جنت ہوگئی) تو پھر جہنم کہاں ہے؟ حضرت عمرؓ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے فرمایا کہ اِسے جواب دو

(۱) اخرجہ البیہقی فی الاسماء والصفات (ص ۱۱۱) قال البیہقی ہذا وان کان مرسلا فما قبلہ من المرسلات فی معناہ یؤکدہ۔ انتہی۔
(۲) اخرجہ البیہقی فی الاسماء والصفات (ص ۱۰۹) (۳) عند البیہقی ایضا واخرجہ البخاری فی الصحیح بہذا الاسناد کما قال البیہقی

لیکن ان میں سے کسی کے پاس اس کا جواب نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ذرا تم یہ بتاؤ کہ جب رات آکر ساری زمین پر چھا جاتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے؟ اُس یہودی نے کہا جہاں اَللہ چاہتے ہیں وہاں چلا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسے ہی جہنم بھی وہاں ہے جہاں اللہ چاہتا ہے۔ اِس پر اُس یہودی نے کہا کہ اے امیرُالمومنین! اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب میں بھی اِسی طرح ہے جیسے آپ نے فرمایا۔[1]

حضرت جعفر بن محمد رحمۃُ اللہ علیہ اپنے والد (حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ) سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ یہاں ایک آدمی ہے جو مشیّت اور ارادے کے بارے میں باتیں کرتا ہے تو حضرت علیؓ نے اُس سے فرمایا اے اللہ کے بندے! اللہ نے جیسے چاہا تمہیں ویسے پیدا کیا یا جیسے تم نے چاہا (تمہیں ویسے پیدا کیا)؟ اُس نے کہا نہیں بلکہ جیسے اَللہ نے چاہا ویسے پیدا کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا جب وہ چاہتا ہے تمہیں بیمار کرتا ہے یا جب تم چاہتے ہو؟ اُس نے کہا نہیں بلکہ جب وہ چاہتا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا پھر جب وہ چاہتا ہے تمہیں شفا دیتا ہے یا جب تم چاہتے ہو؟ اُس نے کہا نہیں بلکہ جب وہ چاہتا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا جہاں تم چاہتے ہو اللہ تمہیں وہاں داخل کرے گا یا جہاں وہ چاہتا ہے؟ اُس نے کہا جہاں وہ چاہتا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! اگر تم اس کے علاوہ کچھ اور کہتے تو میں تمہارے اس دو آنکھوں والے سر کو تلوار سے اُڑا دیتا۔[2]

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں تو ہماری بڑی عجیب ایمانی حالت ہوتی ہے لیکن جب ہم آپ سے جُدا ہو جاتے ہیں تو وہ حالت نہیں رہتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا اپنے رب کے ساتھ کیا معاملہ ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہم تنہائی میں بھی اور لوگوں کے سامنے بھی اَللہ ہی کو اپنا رب سمجھتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا، پھر یہ نفاق نہیں ہے۔[3]

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے آکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسُولَ اللہ! قیامت کے دن مخلوق کا حساب کون لے گا؟ حضورؐ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ۔ اُس دیہاتی نے کہا ربِ کعبہ کی قسم! پھر تو ہم نجات پا گئے۔ حضورؐ نے فرمایا اے دیہاتی!

(۱) اخرجہ عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن خسرو وہو لفظہ کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۲۷۸) (۲) اخرجہ ابن ابی حاتم کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۲۱۱) (۳) اخرجہ البزار فی مسندہ کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۲۹۷)

کیسے؟ اُس نے عرض کیا کیونکہ کریم ذات جب کسی پر قابو پالیتی ہے تو مُعاف کر دیتی ہے۔[1]

حضرت سعید بن المُسَیِّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت مُعاذ رضی اللہ عنہ کو قبیلہ بنو کِلاب میں صدقات وصُول کرنے کیلئے بھیجا۔ اُنھوں نے (وہاں جاکر صَدَقات وصُول کرکے) اُن ہی میں تقسیم کر دیئے اور (اپنے لیئے) کوئی چیز نہ چھوڑی اور اپنا جوٹاٹ لے کر گئے تھے اُسے ہی اپنی گردن پر رکھے ہوئے واپس آئے تو اُن کی بیوی نے اُن سے پُوچھا کہ صدقات وصُول کرنے والے اپنے گھر والوں کیلئے جو ہدیے لایا کرتے ہیں اور آپ بھی وہ لائے ہیں، وہ کہاں ہیں؟ حضرت مُعاذؓ نے کہا میرے ساتھ (مجھے) دبا کر رکھنے والا ایک نگران تھا (اِس لیئے ہدیئے نہیں لاسکا) اُن کی بیوی نے کہا حضور صلی اللہ عَلَیہ وَسَلَّم اور حضرت ابُوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں تو آپ امین تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے ساتھ دَبا کر رکھنے والا ایک نگران بھیج دیا (وہ آپ کو امین نہیں سمجھتے) اُنکی بیوی نے اپنے خاندان کی عورتوں میں اِس کا بڑا شور مچایا اور حضرت عمرؓ کو شکایت کی جب حضرت عمرؓ کو یہ خبر پہنچی تو اُنہوں نے حضرت مُعاذؓ کو بُلا کر پُوچھا کیا میں نے تمہارے ساتھ کوئی نگران بھیجا تھا؟ حضرت مُعاذؓ نے کہا مجھے اپنی بیوی سے معذرت کرنے کیلئے اور کوئی بہانہ نہ مِلا۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ ہنسے اور اُنہیں کوئی چیز دی اور فرمایا (یہ دے کر) اسے راضی کرلو۔ ابن جَریر کہتے ہیں کہ نگران سے حضرت مُعاذؓ کی مُراد اللہ تعالیٰ ہیں۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیئے ہیں جو تمام آوازوں کو سُن لیتا ہے۔ ایک عورت اپنا جھگڑا لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور حضورؐ سے باتیں کرنے لگی، حالانکہ میں کمرے کے ایک کونے میں تھی لیکن مجھے اُس کی بات سنائی نہیں دے رہی تھی (اور اللہ تعالیٰ نے اُس کی آواز سُن لی) پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا آخر تک (سُورت مجادلہ آیت ۱) ترجمہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اُس عورت کی بات سُن لی جو آپؐ سے اپنے شوہر کے مُعاملہ میں جھگڑتی تھی اور (اپنے رنج وغم کی) اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سُن رہا تھا (اور) اللہ (تو) سب کچھ سُننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بابرکت ہے وہ ذات جو ہر چیز کو سُن لیتی ہے میں

[1] اخرجه ابن النجار كذا في الكنز (ج ۸ص ۲۷۰) [2] اخرجه عبدالرزاق والمحاملی فی امالیه كذا في الكنز (ج ۷ص ۸۷)
[3] اخرجه الامام احمد وهكذا رواه البخاری فی كتاب التوحيد تعليقا كذا في التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۳۱۸) واخرجه البيهقی فی الاسماء والصفات (ص ۱۳۶)

حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کی بات سُن رہی تھی لیکن کبھی اُن کی آواز مجھے آتی تھی اور کبھی نہیں آتی تھی۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے خاوند کی شکایت یوں کر رہی تھیں کہ یا رسُول اللہ! میرے خاوند نے میرا سارا مال کھا لیا اور میری جوانی ختم کر دی اور میرے پیٹ سے اُس کے بہت سے بچے پیدا ہُوئے یہاں تک کہ جب میری عُمر زیادہ ہو گئی اور میرے بچے ہونے بند ہو گئے تو اُس نے مجھ سے ظہار کر لیا (ظہار طلاق کی ایک قسم ہے)۔ اے اللہ! میں تجھ سے اس کی شکایت کرتی ہوں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت خولہؓ ابھی وہاں سے اُٹھی نہیں تھیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِھَا والی آیت لے کر آ گئے حضرت خولہؓ کے خاوند حضرت اَوس بن صامت رضی اللہ عنہ تھے[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات ہُوئی تو حضرت اُبوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے لوگو! اگر محمد تمہارے معبُود تھے جن کی تم عبادت کرتے تھے تو سُن لو اُن کا انتقال ہو چکا اور اگر تمہارا معبُود وہ ہے جو آسمان میں ہے تو پھر تمہارے معبُود کا انتقال نہیں ہُوا پھر حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ (سُورۃ آل عمران آیت ۱۴۴) ترجمہ "محمد نرے رسُول ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بھی بہت سے رسُول گزر چکے ہیں"[2] صحابہ کرامؓ کے حضرت اُبوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کے باب میں حضرت ابوبکرؓ کا خُطبہ گزر چکا ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی عمر عطا فرمائی اور اُن کو اتنا عرصہ دُنیا میں باقی رکھا کہ اس عرصہ میں آپ نے اللہ کے دین کو قائم کر دیا۔ اللہ کے حُکم کو غالب کر دیا۔ اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا پھر آپ کو اللہ نے اسی حالت پر وفات دی اور محمدؐ تمہیں ایک (صاف اور کھلے) راستے پر چھوڑ کر گئے ہیں۔ اب جو بھی ہلاک ہوگا وہ اسلام کی واضح دلیلوں اور (کفر و شرک سے) شفاء دینے والے قرآن کو دیکھ کر ہی ہوگا۔ جس آدمی کے رب اللہ تعالیٰ ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہیں جن پر موت نہیں آسکتی اور جو حضرت محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی عبادت کیا کرتا تھا اور اُن کو معبُود کا درجہ دیا کرتا تھا تو (وہ سُن لے کہ) اُس کا معبُود مر گیا، لہٰذا اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور اپنے دین کو مضبُوط پکڑ لو اور اپنے رب پر توکل کرو کیونکہ اللہ کا دین موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کی بات پُوری ہے اور جو اللہ (کے دین) کی مدد کریگا اللہ اُس کی مدد فرمائیں گے اور اپنے دین کو عزت عطا فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمارے پاس ہے جو کہ نور اور شفاء ہے اس کتاب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت

(۱) فی روایۃ لابن ابی حاتم کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۳۱۸) (۲) اخرجہ البخاری فی تاریخہ وعثمان الدارمی فی الرد علی الجہمیۃ والاصبہانی فی الحجۃ قال ابن کثیر رجال اسنادہ ثقات کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۵۱)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت عطا فرمائی اور اس کتاب میں اللہ کی حلال اور حرام کردہ چیزیں مذکور ہیں۔ اللہ کی قسم! اللہ کی مخلوق میں سے جو بھی ہمارے اوپر لشکر لائے گا ہم اس کی پرواہ نہیں کریں گے۔ بیشک اللہ کی تلواریں سونتی ہوئی ہیں اور ہم نے ابھی ان کو رکھا نہیں اور جو ہماری مخالفت کرے گا ہم اس سے جہاد کریں گے جیسے کہ ہم حضورؐ کے ساتھ مل کر جہاد کیا کرتے تھے۔ یہ حدیث بیہقی نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے (جس میں حضورؐ دفن ہیں اُس) کے پاس نماز پڑھنے لگی۔ وہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھی۔ جب سجدے میں گئی تو اُس نے سجدے سے سر نہ اُٹھایا بلکہ اسی حال میں مر گئی۔ حضرت عائشہؓ نے (اُس کے یوں اچانک مرجانے پر) فرمایا کہ تمام تعریفیں اُس اللہ کیلئے ہیں جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور (میرے بھائی) عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما (کی اچانک موت) کے سلسلے میں مجھے اس عورت اِس قصہ سے بڑی عبرت ملی۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ دوپہر کو اپنی جگہ سوئے ہوئے تھے۔ جب لوگ اُنہیں جگانے گئے تو دیکھا کہ اُن کا اِنتقال ہو چکا ہے (چنانچہ اُن کو جلدی سے غسل دے کر دفن کر دیا گیا) اس سے میرے دل میں یہ خیال بیٹھ گیا کہ ان کے ساتھ شرارت کی گئی ہے اور وہ زندہ تھے لیکن جلدی میں اُنہیں دفن کر دیا گیا ہے۔ اب جو میں نے اِس عورت کو یوں ایک دم مرتے دیکھا اِس سے مجھے بڑی عبرت ہوئی اور حضرت عبدالرحمٰنؓ کے بارے میں جو میرا غلط خیال تھا، وہ جاتا رہا[1]

فرشتوں پر ایمان لانا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ نے پانی کے خزانے پر فرشتہ مقرر فرما رکھا ہے اُس) فرشتے کے ہاتھوں میں ایک پیمانہ ہے اور اس پیمانے میں سے گزر کر ہی پانی کا ہر قطرہ زمین پر آتا ہے لیکن حضرت نوح علیہ السلام (کے طوفان) والے دن ایسا نہ ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے براہِ راست پانی کو حکم دیا اور پانی کو سنبھالنے والے فرشتوں کو حکم نہ دیا جس پر وہ فرشتے پانی کو روکتے رہ گئے لیکن پانی نہ رکا بلکہ فرشتوں پر زور کر کے چل پڑا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: إِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَاءُ (سورۃ حاقہ آیت ۱۱) ترجمہ: جبکہ (نوح علیہ السلام کے وقت میں) پانی کو طغیانی ہوئی"۔ اِس فرمان کا مطلب یہی ہے کہ پانی (اللہ کا فرمانبردار تھا لیکن) فرشتوں پر سرکش ہو گیا تھا اور (اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے ہوا کے خزانے پر فرشتہ مقرر فرما رکھا ہے) اُس کے ہاتھ میں ایک پیمانہ ہے ہوا اُس میں سے گزر کر زمین پر آتی ہے لیکن قوم

(۱) اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۴۷۶)

عاد (کی ہلاکت) والے دن ایسا نہ ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہَوا کو راہِ راست (چلنے کا) حکم دیا اور ہوا کو سنبھالنے والے فرشتوں کو حکم نہ دیا اس پر وہ فرشتے ہَوا کو روکتے رہ گئے لیکن ہوا زور کر کے چل پڑی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بِرِیۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِیَۃٍ (سورۃ حاقہ آیت ۶) ترجمہ "ایک تیز و تند ہوا" وہ ہَوا ان فرشتوں کی نافرمان ہو گئی تھی (اور اللہ کی فرمانبردار تھی) [1]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت بُقَیرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضرت سلمانؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اُنھوں نے مجھے بُلایا اس وقت وہ اپنے ایک بالا خانے میں تھے جس کے چار دروازے تھے اور مجھ سے کہا اے بُقَیرہ! ان دروازوں کو کھول دو کیونکہ آج میرے پاس کچھ ملنے والے آئیں گے اور مجھے یہ معلوم نہیں کہ وہ کون سے دروازے سے میرے پاس آئیں گے؟ پھر اپنا مشک منگوا کر مجھ سے کہا اسے ایک چھوٹے برتن میں پانی میں گھول کر لاؤ۔ میں گھول کر آئی تو مجھ سے کہا کہ یہ مُشک والا پانی میرے بستر کے چاروں طرف چھڑک دو پھر نیچے چلی جاؤ اور وہاں تھوڑی دیر ٹھہری رہو پھر جب تم اُوپر آؤ گی تو تم میرے بستر پر (کوئی چیز) دیکھو گی (چنانچہ میں نے ایسے ہی کیا اور) جب میں اُوپر آئی تو دیکھا کہ اُن کی رُوح پرواز کر چکی ہے اور وہ ایسے لگ رہے ہیں کہ جیسے وہ اپنے بستر پر سو رہے ہوں [2] حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اُنھوں نے اپنی گھر والی سے کہا میں نے جو مُشک والی تھیلی تمہیں چھپا کر رکھنے کے لئے دی تھی وہ لے آؤ۔ وہ کہتی ہیں میں مُشک کی وہ تھیلی لے آئی۔ اُنھوں نے کہا ایک پیالے میں پانی لے آؤ (میں پیالے میں پانی لے آئی) اُنھوں نے اس میں مُشک ڈال کر اسے اپنے ہاتھ سے گھولا۔ پھر کہا اسے میرے چاروں طرف چھڑک دو کیونکہ میرے پاس اللہ کی ایسی مخلوق آنے والی ہے جو خوشبو تو سُونگھ لیتی ہے لیکن کھانا نہیں کھاتی پھر تم دروازہ بند کر کے نیچے اُتر جاؤ۔ ان کی گھر والی کہتی ہیں کہ میں نے پانی چھڑکا اور نیچے آگئی اور تھوڑی دیر ہی بیٹھی تھی کہ میں نے آہٹ سُنی۔ میں اُوپر گئی تو دیکھا کہ اُن کا انتقال ہو چکا تھا [3] ابن سعد ہی میں حضرت عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے جس میں یہ قصہ مختصر طور سے ہے، اس میں یہ مضمون ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج رات میرے پاس فرشتے آئیں گے جو خوشبو تو سُونگھ لیتے ہیں لیکن کھانا نہیں کھاتے اور اسی طرح کے اور قصے تائیداتِ غیبیہ کے باب میں فرشتوں کے ذریعہ مدد کے ذیل میں اِن شاء اللہ تعالیٰ آئیں گے۔

---

(۱) اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۷۳) (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۹۲) (۳) عند ابن سعد ایضا (ج ۴ ص ۹۲)

تقدیر پر ایمان لانا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کے ایک بچے کے جنازے کے لیئے بلایا گیا۔ میں نے کہا اس بچے کو خوشخبری ہو یہ جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے اور اس نے کوئی گناہ نہیں کیا اور نہ گناہ کا زمانہ اس نے پایا (یعنی بالغ نہیں ہوا) حضورؐ نے فرمایا اے عائشہ! تم جو کچھ کہہ رہی ہو حق اس کے علاوہ کچھ اور ہے۔ اللہ نے جنت کو پیدا فرمایا اور جنت کے لیئے کچھ لوگ پیدا فرمائے اور اُن کے جنت میں جانے کا فیصلہ اللہ نے اُس وقت کیا جبکہ وہ اپنے باپ کی پشتوں میں تھے اور اللہ نے جہنم کی آگ کو پیدا کیا اور اس میں جانے کے لیئے کچھ لوگوں کو پیدا کیا اور اللہ نے اُن کے لیئے جہنم کا فیصلہ اُس وقت کیا جبکہ وہ اپنے باپ کی پشتوں میں تھے۔[1]

حضرت ولید بن عُبادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں (اپنے والد) حضرت عُبادہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا۔ وہ بیمار تھے میرا اندازہ یہ تھا کہ اُن کا اس بیماری میں انتقال ہو جائے گا۔ میں نے عرض کیا اے ابا جان! ذرا کوشش فرما کر مجھے وصیت فرما دیں۔ اُنہوں نے فرمایا مجھے بٹھا دو۔ جب لوگوں نے اُنہیں بٹھا دیا تو اُنہوں نے فرمایا اے میرے بیٹے! تم ایمان کا ذائقہ اُس وقت چکھ سکو گے اور اللہ کے علم کی حقیقت کے حق تک اُس وقت پہنچ سکو گے جب تم اچھی اور بُری تقدیر پر ایمان لے آؤ گے۔ میں نے عرض کیا اے ابا جان! مجھے یہ کیسے پتہ چلے گا کہ کونسی تقدیر اچھی ہے اور کونسی بُری ہے؟ اُنہوں نے فرمایا تم یہ سمجھ لو کہ جو اچھائی یا بُرائی تمہیں نہیں پہنچی وہ تمہیں پہنچنے والی نہیں تھی اور جو تمہیں پہنچی ہے وہ تمہیں چھوڑنے والی نہیں تھی۔ اے میرے بیٹے! میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم پیدا فرمایا پھر اس سے فرمایا لکھ، چنانچہ اُس نے اُسی وقت وہ سب کچھ لکھ دیا جو قیامت تک ہونے والا ہے۔ اے میرے بیٹے! اگر تم اس حال پر مرے کہ تمہارے دل میں یہ یقین نہ ہوا تو تم جہنم کی آگ میں داخل ہو جاؤ گے۔[2]

حضرت ابو نضرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے ایک آدمی جن کو ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ کہا جاتا تھا وہ بیمار تھے اُن کے ساتھی اُن کی عیادت کرنے آئے تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں۔ ساتھیوں نے اُن سے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا آپ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ اپنی مونچھوں کو کترواؤ اور پھر اسی پر جمے رہو۔ یہاں

---

(۱) اخرجہ مسلم کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۱ ص ۲۶۸) (۲) اخرجہ الامام احمد واخرجہ الترمذی عن الولید بن عبادۃ عن ابیہ وقال حسن صحیح غریب کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۲۶۸)

تک کہ تم مجھ سے (قیامت کے دن) آملو؟ اس میں آپ کے ایمان پر خاتمہ کی اور قیامت کے دن حضورؐ سے ملاقات کی بشارت ہے) انہوں نے کہا ہاں حضورؐ نے یہ فرمایا تھا لیکن میں نے حضورؐ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (انسانوں کی) ایک مٹھی دائیں ہاتھ میں لی اور دوسری مٹھی دوسرے ہاتھ میں لی اور فرمایا کہ اس (داہنی) مٹھی والے اس (جنت) کے لئے ہیں اور اس (دوسری مٹھی) والے اس (جہنم) کے لئے ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں (کہ کون کس مٹھی میں ہے اور وہ کہاں جائے گا؟) تو مجھے معلوم نہیں کہ میں کونسی مٹھی میں ہوں؟ (اللہ کی ذات تو بہت بے نیاز ہے اس پر کسی کا زور نہیں چلتا)![1]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو وہ رونے لگے تو اُن سے کسی نے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت معاذؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! نہ تو میں موت سے گھبرا کر رو رہا ہوں اور نہ ہی دُنیا کو پیچھے چھوڑ کر جانے کے غم میں رو رہا ہوں بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ میں نے حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (انسانوں کی) دو مٹھیاں ہیں ایک مٹھی جہنم کی آگ میں جائے گی اور دوسری جنت میں۔ اور مجھے معلوم نہیں ہے کہ میں ان دونوں مٹھیوں میں سے کس میں ہوں؟[2]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی آدمی نے کہا کہ ایک آدمی ہمارے پاس آیا ہے جو تقدیر کو جھٹلاتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اُس وقت نابینا ہو چکے تھے انہوں نے فرمایا مجھے اُس کے پاس لے جاؤ۔ لوگوں نے کہا، اے ابو عباسؓ! آپ اُس کے ساتھ کیا کریں گے؟ انہوں نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر وہ میرے قابو آگیا تو میں اُسکی ناک دانتوں سے ایسے کاٹوں گا کہ وہ کٹ کر الگ ہو جائے اور اگر اُس کی گردن میرے قابو میں آگئی تو میں اُسے کچل دوں گا کیونکہ میں نے حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ گویا کہ میں بنو فہر کی مشرک عورتوں کو خزرج کا طواف کرتے ہوئے اور ان کے سرین ہلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور یہ (تقدیر کو جھٹلانا) اس اُمت کا پہلا شرک ہے۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! پہلے تو یہ کہیں گے کہ شر اللہ کے مقدر کرنے سے نہیں ہے پھر اُن کا یہ بُرا اور غلط خیال انہیں اس پر لے آئے گا کہ خیر بھی اللہ کے مقدر کرنے سے نہیں ہے۔[3]

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آیا وہ زمزم (کے کنویں) سے پانی نکال رہے تھے جس سے اُن کے کپڑوں کا نچلا

---

(۱) اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۷، ص ۱۸۶) رجاله رجال الصحيح (۲) اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۷، ص ۱۸۷) وفيه البراء بن عبدالله الغنوي وهو ضعيف والحسن لم يدرك معاذ (۳) اخرجه احمد عن محمد بن عبيد المكي۔

حصہ گیلا ہو چکا تھا۔ میں نے اُن سے کہا کچھ لوگوں نے تقدیر پر اعتراض کیا ہے۔ اُنہوں نے فرمایا اچھا کیا لوگوں نے ایسا کر لیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ اُنہوں نے فرمایا تقدیر پر اعتراض کرنے والوں کے بارے میں ہی یہ آیات نازل ہوئی ہیں: ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ (سورت قمر آیت ۴۸-۴۹) ترجمہ "تو اُن سے کہا جائے گا کہ دوزخ (کی آگ) کے لگنے کا مزہ چکھو ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا"۔ یہی لوگ اِس اُمت میں سب سے بُرے ہیں۔ نہ تو اِن کے بیماروں کی عیادت کرو اور نہ اِن کے مُردوں کی نمازِ جنازہ پڑھو۔ اگر مجھے اِن میں سے کوئی نظر آ گیا تو میں اپنی اِن دو انگلیوں سے اس کی دونوں آنکھیں پھوڑ دوں گا۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ اگر تقدیر کے انکار کرنے والوں میں سے کوئی میرے پاس آجائے تو میں اُس کے سر کو کچل دوں۔ لوگوں نے پوچھا کیوں؟ اُنہوں نے فرمایا اِس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ کو ایک سفید موتی سے پیدا کیا ہے۔ اس لوحِ محفوظ کے دونوں طرف کے پٹے سُرخ یاقوت کے ہیں۔ اِس کا قلم نور ہے، اس کی کتاب نور ہے۔ اِس کی چوڑائی آسمان اور زمین کے درمیانی فاصلے کے برابر ہے۔ روزانہ اللہ تعالیٰ اِسے تین سو ساٹھ مرتبہ دیکھتے ہیں اور ہر دفعہ دیکھنے پر (نہ معلوم کتنی مخلوق کو) پیدا کرتے ہیں، زندہ کرتے ہیں اور موت دیتے ہیں، عزت دیتے ہیں اور ذلت دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔[2]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک دوست شام کا رہنے والا تھا جس سے اُن کی خط و کتابت رہتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت ابن عمرؓ نے اسے لکھا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم تقدیر کے بارے میں کچھ اعتراض کرنے لگ گئے ہو، خبردار! آئندہ مجھے کبھی خط نہ لکھنا کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ میری اُمت میں ایسے لوگ ہوں گے جو تقدیر کو جھٹلائیں گے۔[3]

حضرت نزال بن سبرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! یہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ جو کام آئندہ ہونے والا ہے اس کا پتہ اللہ کو اُس وقت چلتا ہے جب وہ کام ہو جاتا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ان کی مائیں ان کو گم کریں یعنی یہ مر جائیں یہ لوگ یہ بات کہاں سے کہہ رہے ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ وہ قرآن کی اس آیت سے یہ بات نکالتے ہیں وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجٰھِدِیْنَ مِنْکُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَکُمْ (سورت محمد آیت ۳۱) ترجمہ "اور ہم ضرور تم سب کے اعمال کی

(۱) عند ابن ابی حاتم کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۲۶۷) (۲) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۲۵) (۳) اخرجہ احمد واخرجہ ابو داود عن احمد بن حنبل۔ کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۲۶۸)

آزمائش کریں گے تاکہ ہم ان لوگوں کو معلوم کرلیں جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں اور جو ثابت قدم رہنے والے ہیں اور تاکہ تمہاری حالتوں کی جانچ کرلیں۔" (یوں کہتے ہیں کہ اللہ کو معلوم نہیں ہے، آزمانے سے اللہ کو معلوم ہوگا (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ)۔ حضرت علیؓ نے فرمایا جو علم حاصل نہ کرے وہ ہلاک ہوجائے گا۔ پھر حضرت علیؓ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے لوگو! علم حاصل کرو اور اس پر عمل کرو اور وہ علم دوسروں کو سکھاؤ اور جسے اللہ کی کتاب میں سے کوئی بات سمجھ میں نہ آئے وہ مجھ سے پوچھ لے۔ مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو کام آئندہ ہونے والا ہے، اس کا پتہ اللہ کو اس وقت چلتا ہے جب وہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ ترجمہ "اور ہم ضرور تم سب کے اعمال کی آزمائش کریں گے تاکہ ہم اُن لوگوں کو معلوم کرلیں جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں" حالانکہ اللہ کے فرمان "ہم معلوم کرلیں" کا مطلب یہ ہے کہ ہم دیکھ لیں کہ جن لوگوں پر جہاد کرنا اور ثابت قدم رہنا فرض کیا گیا ہے کیا انہوں نے جہاد کیا ہے؟ اور میں نے ان کے بارے میں جن مصائب اور حوادث کے آنے کا فیصلہ کیا تھا کیا انھوں نے ان پر صبر کیا ہے؟[1]

توکل کے باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ زمین پر اس وقت تک کوئی چیز نہیں ہوسکتی جب تک آسمان میں اس کے ہونے کا فیصلہ نہ ہوجائے اور ہر انسان پر دو فرشتے مقرر ہیں جو ہر بلا کو اس سے دور کرتے رہتے ہیں اور اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ اس کی تقدیر کا لکھا فیصلہ آجائے اور جب تقدیر کا کوئی فیصلہ آجاتا ہے تو یہ دونوں فرشتے اس کے اور تقدیر کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں اور اللہ کی طرف سے میری حفاظت کا بڑا مضبوط انتظام ہے۔ جب میری موت کا وقت آجائے گا تو وہ انتظام مجھ سے ہٹ جائیگا اور آدمی کو ایمان کی حلاوت اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک کہ اس کو یہ یقین نہ ہوجائے کہ جو کچھ اچھا یا برا اسے پہنچا ہے وہ اس سے ٹلنے والا نہیں تھا اور جو اس سے ٹل گیا ہے وہ اسے پہنچنے والا نہیں تھا۔ ابوداؤد نے اسے تقدیر میں روایت کیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر پر بیان فرماتے ہوئے یہ اشعار بہت پڑھا کرتے تھے:

خَفِّضْ عَلَيْكَ فَإِنَّ الْأُمُوْرَ بِكَفِّ الْإِلٰهِ مَقَادِيْرُهَا

اپنے ساتھ آسانی کا معاملہ کرو (اور گھبراؤ مت) کیونکہ تمام کاموں کی تقدیریں اللہ تعالیٰ کی ہتھیلی میں ہیں۔

(۱) اخرجہ ابن عبد البر فی العلم کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۶۵)

فَلَیْسَ یَاتِیْکَ مَنْہِیُّھَا　　　وَلَا قَاصِرٌ عَنْکَ مَاْمُوْرُھَا

جس کام کو اللہ نے منع کر دیا وہ تمہارے پاس آ نہیں سکتا اور جس کے ہونے کا حکم دے دیا وہ تم سے ٹل نہیں سکتا ہے

قیامت کی نشانیوں پر ایمان لانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ (سورۃ مدثر آیت ۸) نازل ہوئی ترجمہ "پھر جس وقت صور پھونکا جائے گا" تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں زندگی آرام و راحت سے کیسے گزاروں جبکہ صور (پھونکنے) والا (فرشتہ) صور اپنے منہ میں رکھ چکا ہے اور وہ اپنی پیشانی جھکائے انتظار کر رہا ہے کہ کب اُسے (اللہ کی طرف سے) حکم ملے اور وہ صور پھونک دے۔ حضورؐ کے صحابہؓ نے عرض کیا پھر ہم کیا دُعا کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا یہ دُعا پڑھا کرو: حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْنَا[1] ایک روایت میں یہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے یہ سُنا تو اُن پر یہ بات بہت گراں ہوئی۔ اُنہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا آپ لوگ یہ کہو حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔[2]

عورتوں کی مُعاشرت کے باب میں یہ روایت گزر چکی ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا، کانا (دجال) نکل آیا ہے۔ اُنہوں نے کہا اچھا! یہ سُن کر وہ بہت زیادہ گھبرا گئیں اور کانپنے لگیں۔ پھر اُنہوں نے کہا میں کہاں چھپوں؟ حضرت حفصہؓ نے کہا اس خیمہ میں چھپ جاؤ۔ وہاں کھجور کے پتوں کا بنا ہوا ایک خیمہ تھا جس میں لوگ چھپتے تھے یہ جا کر اس میں چھپ گئیں۔ اس میں گرد و غبار اور مکڑی کے جالے بہت تھے پھر آگے حدیث ذکر کی۔ اس میں یہ ہے کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت سودہؓ کانپ رہی ہیں۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا اے سودہ! تمہیں کیا ہوا؟ اُنھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کانا دجال نکل آیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا وہ ابھی نکلا تو نہیں لیکن نکلے گا ضرور۔ وہ ابھی نکلا تو نہیں لیکن نکلے گا ضرور۔ پھر حضورؐ نے اُنھیں باہر نکالا اور اُن کے کپڑوں اور جسم سے گرد و غبار اور مکڑی کے جالے صاف کیے۔ اس روایت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آزاد کردہ باندی حضرت رزینہ رضی اللہ عنہا سے ابو یعلیٰ اور طبرانی نے نقل کیا ہے۔

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا عراق

(۱) اخرجہ البیہقی فی الاسماء والصفات (ص ۲۴۳) (۲) اخرجہ ابن ابی شیبۃ والطبرانی وابن مردویہ کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۲۷۰) وقال وسندہ حسن واخرجہ الباوردی عن الارقم بن ابی الارقم نحوہ

میں خراسان نام کی کوئی جگہ ہے ؟ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں ! آپؐ نے فرمایا دجّال وہاں سے نکلے گا۔ نعیم بن حماد نے فتن میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مرو (شہر) کے یہودی فرقے میں سے دجّال نکلے گا۔[1]

حضرت عبداللہ بن ابی مُلیکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں صبح کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اُنھوں نے کہا آج رات مجھے صبح تک نیند نہیں آئی۔ میں نے پوچھا کیوں؟ اُنہوں نے کہا لوگ کہہ رہے تھے کہ دُمدار ستارہ نکل آیا ، تو مجھے اس کا ڈر ہُوا کہ یہ کہیں (وہ) دُھواں نہ ہو (جسے قیامت کی نشانیوں میں سے بتایا گیا ہے) اس وجہ سے مجھے صبح تک نیند نہیں آئی۔[2] حاکم کی روایت میں یہ ہے کہ مجھے ڈر ہُوا کہ کہیں دجّال نہ نکل آیا ہو۔

قبر اور عالمِ برزخ میں جو کچھ ہوتا ہے اُس پر ایمان لانا

حضرت عُبادہ بن نُسَیّ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اُنھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا میرے ان کپڑوں کو دھو کر مجھے اِن ہی میں کفن دے دینا کیونکہ (مرنے کے بعد) تمہارے باپ کی دو حالتوں میں سے ایک حالت ضرور ہوگی۔ یا تو اسے اس سے بھی اچھے کپڑے (جنّت کے) پہنائے جائیں گے یا یہ کفن کے کپڑے بھی بُری طرح چھین لیئے جائیں گے۔[3] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں نے (اظہارِ غم کے لیئے) یہ شعر پڑھا ؎

لَعَمْرُكَ مَا يُغْنِي الثَّرَاءُ عَنِ الْفَتَى　　　إِذَا حَشْرَجَتْ يَوْمًا وَضَاقَ بِهَا الصَّدْرُ

آپ کی عُمر کی قسم ! جس دِن مَوت کے وقت سانس اُکھڑنے لگے اور اِس کی وجہ سے سینہ گھٹنے لگے تو اُس وقت جوان آدمی کو مال کی کثرت نفع نہیں دیتی۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اے میری بیٹیا ! ایسے نہ کہو بلکہ یہ کہو : وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ (سورت ق آیت ۱۹) ترجمہ " اور موت کی سختی (قریب) آپہنچی یہ (موت) وُہ چیز ہے جس سے تُو بدکتا تھا " پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میرے یہ دو کپڑے دیکھ لو انہیں

(۱) اخرجہ ابن ابی شیبہ کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۲۶۳) (۲) اخرجہ ابن جریر وکذا رواہ ابن ابی حاتم عن عبداللہ بن ابی ملیکۃ عن ابن عباس وہٰذا اسناد صحیح الی ابن عباس کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۱۳۹) واخرجہ الحاکم (ج ۴ ص ۴۵۹) عن ابن ابی ملیکۃ نحوہ غیر ان فی روایتہ فخشیت ان یکون الدجال قد طرق قال الحاکم ہٰذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ ووافقہ الذہبی
(۳) اخرجہ احمد فی الزہد کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۳۶۲)

دھو کر مجھے ان ہی میں کفن دے دینا کیونکہ نئے کپڑے کی مُردے سے زیادہ زندہ کو ضرورت ہے۔ اِن کپڑوں کو تو مُردے کے جسم کی پیپ اور خون ہی لگے گا (یا یہ کپڑے تو تھوڑی دیر کے لئے ہیں چند دن میں گل سڑ کر ختم ہو جائیں گے)۔[1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیماری اور بڑھ گئی تو میں رونے لگی پھر وہ بیہوش ہو گئے تو میں نے یہ شعر پڑھا

مَنْ لَّا یَزَالُ دَمْعُہٗ مُقَنَّعًا　　　فَاِنَّہٗ مِنْ دَمْعِہٖ مَدْفُوْقٌ

جس کے آنسو ہمیشہ رُکے رہے ہوں اُس کے آنسو ایک دن ضرور بہیں گے۔ پھر اُن کو ہوش آیا تو فرمایا بات ویسے نہیں ہے جیسے تم نے کہی بلکہ اے میری بٹیا! صحیح بات وہ ہے جسے اِس آیت میں بتایا گیا ہے ، وَجَآءَتْ سَکْرَۃُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِکَ مَا کُنْتَ مِنْہُ تَحِیْدُ پھر پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کس دن انتقال ہوا تھا؟ میں نے عرض کیا پیر کے دن۔ فرمایا آج کونسا دن ہے؟ میں نے عرض کیا پیر کا دن۔ فرمایا مجھے اللہ کی ذات سے اُمید ہے کہ اب سے لیکر رات تک کسی وقت میں اِس دُنیا سے چلا جاؤں گا؛ چنانچہ منگل کی رات کو ان کا انتقال ہوا اور یہ بھی فرمایا کہ حضورؐ کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا؟ میں نے عرض کیا ہم نے حضورؐ کو یمن کی سَحُول بستی کے بنے ہوئے تین سفید اور نئے کپڑوں میں کفن دیا تھا۔ ان کپڑوں میں نہ کُرتا تھا اور نہ عمامہ۔ انھوں نے فرمایا میرے اِس کپڑے پر زعفران کا دھبہ لگا ہوا ہے اسے دھو لو اور اسکے ساتھ دو نئے کپڑے اور شامل کر لینا۔ میں نے عرض کیا یہ کپڑا تو پُرانا ہے۔ فرمایا زندہ کو مُردے سے زیادہ نئے کپڑے کی ضرورت ہے۔ کفن کے کپڑے تو جسم سے نکلنے والے خون اور پیپ سے خراب ہو جائیں گے۔[2]

حضرت یحیٰی بن ابی راشد نصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عُمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹے سے فرمایا اے میرے بیٹے! جب مجھے موت آنے لگے تو میرے جسم کو (دائیں پہلو کی طرف) موڑ دینا اور اپنے دونوں گھٹنے میری کمر کے ساتھ لگا دینا اور اپنا دایاں ہاتھ میری پیشانی پر اور بایاں ہاتھ میری ٹھوڑی پر رکھ دینا اور جب میری رُوح نکل جائے تو میری آنکھیں بند کر دینا اور مجھے درمیانے قسم کا کفن پہنانا کیونکہ اگر مجھے اللہ کے ہاں خیر ملی تو پھر اللہ تعالیٰ مجھے اس سے بہتر کفن دے دیں گے اور اگر میرے ساتھ کچھ اور ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کفن کو مجھ سے جلدی چھین لیں گے اور میری قبر درمیانی قسم کی بنانا کیونکہ اگر مجھے اللہ کے ہاں خیر ملی تو پھر تو قبر کو تاحدِ نگاہ کشادہ کر دیا جائے گا اور

[1] عند احمد ایضا وابن سعد والدغولی (۲) عند ابی یعلیٰ وابی نعیم والدغولی والبیہقی کذافی المنتخب (ج ۴ ص ۳۶۲) وفی سیاق ابن سعد (ج ۳ ص ۱۹۷) انما یصیر الی الصدید والی البلیٰ .

اگر معاملہ اس کے خلاف ہُوا تو پھر قبر میرے لیئے اتنی تنگ کر دی جائے گی کہ میری پسلیاں ایک دوسرے میں گھُس جائیں گی۔ میرے جنازے کے ساتھ کوئی عورت نہ جائے اور جو خُوبی مُجھ میں نہیں ہے اُسے مت بیان کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھے تم لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں اور جب تم میرے جنازے کو لے کر چلو تو تیز چلنا کیونکہ اگر مُجھے اللہ کے ہاں سے خیر ملنے والی ہے تو تم مجھے اس خیر کی طرف لے جا رہے ہو (اِس لیئے جلدی کرو) اور اگر معاملہ اس کے خلاف ہے تو تم ایک شر کو اُٹھا کر لے جا رہے ہو اسے اپنی گردن سے جلد اُتارو[1] امرِ خلافت کی صلاحیت رکھنے والے حضرات کے مشورے پر امرِ خلافت کو موقُوف کر دینے کے باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے سمجھ لیا کہ اب تو موت آنے والی ہے تو فرمایا اب اگر میرے پاس ساری دُنیا ہو تو میں اسے موت کے بعد آنے والے ہولناک منظر کی گھبراہٹ کے بدلے میں دینے کو تیار ہُوں۔ اُنھوں نے اپنے بیٹے سے کہا اے عبداللہ بن عمر! میرے رُخسار کو زمین پر رکھ دو (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں) میں نے ان کا سر اپنی ران سے اُٹھا کر اپنی پنڈلی پر رکھ دیا تو فرمایا، نہیں، میرے رُخسار کو زمین پر رکھ دو؛ چُنانچہ اُنھوں نے اپنی داڑھی اور رُخسار کو اُٹھا کر زمین پر رکھ دیا اور فرمایا او عمر! اگر اللہ نے تیری مغفرت نہ کی تو پھر اے عمر! تیری بھی اور تیری ماں کی بھی ہلاکت ہے اس کے بعد اُن کی رُوح پرواز کر گئی رَحِمَہُ اللہ۔ اِس واقعہ کو طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک لمبی حدیث میں نقل کیا ہے[2] رونے کے باب میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت ہانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ داڑھی تر ہو جاتی۔ اُن سے کسی نے پُوچھا کہ آپؓ جنت اور جہنم کا تذکرہ کرتے ہیں تو نہیں روتے لیکن قبر کو یاد کر کے روتے ہیں؛ آگے پُوری حدیث ذکر کی ترمذی نے اِس حدیث کو نقل کیا ہے اور اسے حدیث حسن قرار دیا ہے۔

حضرت خالد بن ربیع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ کی بیماری بڑھی تو یہ خبر ان کی جماعت اور انصار تک پہنچی۔ یہ لوگ آدھی رات کو یا صُبح کے قریب حضرت حُذَیفہؓ کے پاس آئے (مَیں بھی اُن کے ساتھ تھا) حضرت حُذَیفہؓ نے پُوچھا اب کیا وقت ہے؟ ہم نے عرض کیا آدھی رات ہے یا صُبح کے قریب۔ اُنھوں نے فرمایا مَیں جہنّم کی صُبح سے اَللہ کی پناہ چاہتا ہُوں۔ کیا تم لوگ میرے کفن کے لیئے کچھ لائے ہو؟ ہم نے کہا جی ہاں! اُنھوں نے فرمایا کفن مہنگا نہ بنانا کیونکہ اگر اللہ کے ہاں میرے لیئے خیر ہُوئی تو مجھے اس کفن سے بہتر کپڑا مل

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۵۸) واخرجه ابن ابی الدنیا فی القبور عن یحیی نحوه کما فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۲۰)
[2] وحسن اسناده الہیثمی (ج ۹ ص ۷۶)

جائے گا اور اگر دُوسری صُورت ہُوئی تو یہ کفن مجھ سے جلدی چھین لیا جائے گا۔[1]

حضرت ابو وائل رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ کی بیماری بڑھ گئی تو بنو عَبس کے کچھ لوگ اُن کے پاس آئے۔ حضرت خالد بن ربیع عبسی نے مجھے بتایا حضرت حُذَیفہؓ مدائن میں تھے ہم آدھی رات کو ان کے پاس گئے آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔[2]

حضرت صِلَہ بن زُفَر رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ نے مجھے اور حضرت ابُومسعُود کو بھیجا ہم نے ان کے کفن کے لیئے دو دھاری دار مُنَقَّش چادریں تین سو درہم میں خریدیں اُنہوں نے ہم سے کہا تم نے میرے لیئے جو کفن خریدا ہے وہ ذرا مجھے دکھاؤ۔ ہم نے انہیں وُہ کفن دکھایا۔ اُنھوں نے کہا یہ کفن تو میرے لیئے (مناسب) نہیں ہے۔ میرے لیئے تو دو سفید عام چادریں کافی تھیں۔ ان کے ساتھ قمیص کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ قبر میں تھوڑی ہی دیر گزرے گی کہ یا تو ان دو چادروں سے بہتر کفن مجھے مِل جائے گا یا پھر ان سے بھی زیادہ بُرے کپڑے پہنا دیئے جائیں گے؛ چُنانچہ ہم نے اُن کے لیئے دو سُفید چادریں خریدیں۔[3] ابُونُعَیم کی دُوسری روایت میں یہ مضمُون ہے کہ حضرت حُذَیفہؓ نے کفن دیکھ کر فرمایا تُم اِس کفن کا کیا کرو گے؟ اگر تمہارا یہ ساتھی نیک ہُوا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں عُمدہ کفن دے دیں گے اور اگر یہ نیک نہ ہُوا تو قبر کے دونوں کنارے اُسے قیامت تک (گیند کی طرح) پھینکتے رہیں گے۔[4] حاکم کی روایت میں یہ ہے کہ اگر تمہارا یہ ساتھی نیک نہ ہُوا تو پھر اللہ تعالیٰ یہ کفن قیامت کے دِن اُس کے چہرے پر ماریں گے۔

حضرت ضَحّاک بن عبدُالرحمن رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابُومُوسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اُنھوں نے اپنے جوانوں کو بُلا کر اُن سے کہا جاؤ اور میرے لیئے خُوب گہری اور چَوڑی قبر کھودو۔ وہ گئے اور واپس آکر اُنھوں نے کہا کہ ہم خُوب چَوڑی اور گہری قبر کھود آئے ہیں۔ پھر اُنھوں نے فرمایا اللہ کی قسم! قبر میں دو قسم کے حالات میں سے ایک طرح کے حالات ضرور پیش آئیں گے یا تو میری قبر کو اِتنا کُشادہ کر دیا جائے گا کہ اِس کا ہر کونہ چالیس ہاتھ لمبا ہو جائے گا۔ پھر میرے لیئے جنّت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے گا اور مَیں اِس میں سے اپنی بیویوں، محلات اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے میرے اکرام و اعزاز

(۱) اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۷۲) (۲) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۸۲) واخرجہ الحاکم فی المستدرک (ج ۳ ص ۳۸۰) عن ابی مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ بمعناہ مختصرا (۳) عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۸۲) وعندہ ایضا (ج ۱ ص ۲۸۲) عن ابی مسعود مختصرا (۴) اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۳۸۰) عن قیس بن ابی حازم نحوہ۔

کے لئے وہاں تیار کر رکھا ہے وہ سب کچھ دیکھوں گا اور آج مجھے جتنا اپنے گھر کا راستہ آتا ہے اس سے زیادہ مجھے اپنے اُس ٹھکانے کا راستہ آتا ہوگا اور قبر سے اُٹھائے جانے تک جنّت کی ہوا اور راحت کا سامان مجھ تک پہنچتا رہے گا اور اگر خدانخواستہ دُوسری حالت ہُوئی اور اُس سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ تو میری قبر کو مجھ پر اتنا تنگ کر دیا جائے گا کہ جیسے نیزے کی لکڑی نیزے کے پھَل میں تنگ ہوتی ہے وہ قبر اس سے بھی زیادہ تنگ ہو گی۔ پھر میرے لئے جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا جائے گا اور میں اِس میں سے اپنی زنجیریں بیڑیوں اور جہنم کے قیدی ساتھیوں کو دیکھوں گا اور آج مجھے جتنا اپنے گھر کا راستہ آتا ہے اُس سے زیادہ مجھے جہنم میں اپنے ٹھکانے کا راستہ آتا ہوگا اور قبر سے اُٹھائے جانے تک جہنم کی گرم ہوا اور گرم پانی کا اثر مجھ تک پہنچتا رہے گا [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت اُسَید بن حُضَیر رضی اللہ عنہ فضیلت والے لوگوں میں سے تھے وہ کہا کرتے تھے کہ میں تین حالتوں میں جیسا ہوتا ہُوں اگر میں ہر وقت ویسا رہوں تو میں یقینًا جنّت والوں میں سے ہو جاؤں اور مجھے اس میں کوئی شک نہ رہے ایک وہ حالت جبکہ میں خود قرآن پڑھ رہا ہوں یا کوئی اور قرآن پڑھ رہا ہو اور میں سُن رہا ہوں۔ دوسری وہ حالت جبکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خُطبہ سُن رہا ہوں۔ تیسری وہ حالت جبکہ میں کسی جنازے میں شریک ہوں اور جب بھی میں کسی جنازے میں شریک ہوتا ہُوں تو اپنے دِل میں صرف یہی سوچتا ہُوں کہ اِس جنازے کے ساتھ کیا ہوگا اور یہ جنازہ کہاں جا رہا ہے۔ [2]

آخرت پر ایمان لانا

حضرت ابُوہُریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسُول اللہ! جب ہم آپؐ کو دیکھتے ہیں تو ہمارے دِل نرم ہو جاتے ہیں اور آخرت کی فکر والے بن جاتے ہیں لیکن جب ہم آپؐ سے جُدا ہو جاتے ہیں تو ہمیں دُنیا اچھی لگنے لگتی ہے اور بیویوں اور بچّوں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے پاس جس حالت پر ہوتے ہو اگر تم ہر وقت اس حالت پر رہو تو فرشتے اپنے ہاتھوں سے تم سے مصافحہ کرنے لگیں اور تمہارے گھروں میں تم سے ملنے آئیں اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لے آئیں گے جو گناہ کریں گے (اور استغفار کریں گے) تاکہ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے۔ ہم نے عرض کیا یا رسُول اللہ!

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۶۲) (۲) اخرجہ ابونعیم والبیہقی وابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۳۸)

ہمیں جنت کے بارے میں بتائیں کہ اس کی عمارت کس چیز سے بنی ہوئی ہے؟ آپؐ نے فرمایا ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی ہے۔ اس کا گارا خوب مہکتے ہوئے مُشک کا ہے اِس کی کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں۔ اس کی مٹی زعفران ہے۔ جو جنت میں جائے گا وہ ہمیشہ عیش و عشرت میں رہے گا، کبھی بدحال نہ ہوگا۔ اور ہمیشہ رہے گا۔ کبھی اُسے موت نہیں آئے گی اور نہ ہی اُس کے کپڑے پُرانے ہوں گے اور نہ کبھی اُس کی جوانی ختم ہوگی۔ تین آدمی ایسے ہیں جن کی دُعا کبھی رَد نہیں ہوتی۔ ایک عادل بادشاہ دوسرا روزہ دار جب تک روزہ نہ کھول لے، تیسرے مظلوم کی بددُعا جسے بادلوں سے اُوپر اُٹھالیا جاتا ہے اور اس کے لیئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پھر اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں میری عزت کی قسم! میں تیری مدد ضرور کروں گا اگرچہ اس میں کچھ دیر ہو جائے۔[1]

حضرت سُوَید بن غفلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ایک مرتبہ فاقہ آیا تو اُنھوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر کچھ مانگ لو تو اچھا ہے، چنانچہ حضرت فاطمہؓ حضورؐ کے پاس گئیں۔ اس وقت حضورؐ کے پاس حضرت اُمِ اَیمن رضی اللہ عنہا موجود تھیں۔ حضرت فاطمہؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو حضورؐ نے حضرت اُمِ اَیمنؓ سے فرمایا یہ کھٹکھٹاہٹ تو فاطمہؓ کی ہے۔ آج اس وقت آئی ہے پہلے تو کبھی اِس وقت نہیں آیا کرتی۔ پھر حضرت فاطمہؓ (اندر آگئیں اور اُنھوں) نے عرض کیا یارسُولَ اللہ! ان فرشتوں کا کھانا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا ہے۔ ہمارا کھانا کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے محمدؐ کے گھرانے کے کسی گھر میں تیس دن سے آگ نہیں جلی۔ ہمارے پاس چند بکریاں آئی ہیں اگر تم چاہو تو پانچ بکریاں تمہیں دے دوں اور اگر چاہو تو تمہیں وہ پانچ کلمات سکھا دوں جو حضرت جبرائیلؑ نے مجھے سکھائے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا، نہیں بلکہ مجھے تو وہی پانچ کلمات سکھا دیں جو آپؐ کو حضرت جبرائیل علیہ السّلام نے سکھائے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تم یہ کہا کرو، یَا اَوَّلَ الْاَوَّلِیْنَ وَ یَا اٰخِرَ الْاٰخِرِیْنَ وَیَا ذَا الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنَ وَیَا رَاحِمَ الْمَسَاکِیْنَ وَیَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ! پھر حضرت فاطمہؓ واپس چلی گئیں۔ جب حضرت علیؓ کے پاس پہنچیں تو حضرت علیؓ نے پُوچھا کیا ہُوا؟ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا میں آپؐ کے پاس سے دُنیا لینے گئی تھی لیکن وہاں سے آخرت لے کر آئی ہُوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا پھر تو یہ دِن تمہارا سب سے بہترین دِن ہے۔[2]

(۱) اخرجہ احمد و رُدی الترمذی وابن ماجۃ بعضہ کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۴۹) (۲) اخرجہ ابو الشیخ فی جزء من حدیثہ

حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ ایک سفر میں حضرت ابُوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ اُنھوں نے لوگوں کو باتیں کرتے ہُوئے اور فصیح و بلیغ گفتگو کرتے ہُوئے سُنا تو فرمایا اے انس! مجھے ان کی باتوں سے کیا تعلق؟ آؤ ہم اپنے ربّ کا ذکر کریں کیونکہ یہ لوگ تو اپنی زبان سے کھال ہی اُتار دیں گے۔ پھر مجھ سے فرمایا اے اَنس! کس چیز نے ان لوگوں کو آخرت سے پیچھے کر دیا اور کس چیز نے انہیں آخرت سے روک دیا؟ میں نے عرض کیا خواہشات نے اور شیطان نے۔ حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا نہیں۔ اللہ کی قسم! انہیں بلکہ انہوں نے اِس وجہ سے آخرت کو چھوڑ دیا کہ دُنیا تو سامنے ہے اور آخرت بعد میں آئے گی۔ اگر یہ آنکھوں سے آخرت دیکھ لیتے تو اس سے نہ ہٹتے اور شک نہ کرتے[1]

قیامت کے دِن جو کچھ ہوگا اُس پر ایمان لانا

حضرت عمران بن حُصَین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب يَآاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ سے لے کر وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ تک دو آیتیں نازل ہُوئیں (سورت حج آیت ۱۔۲) ترجمہ "اے لوگو! اپنے ربّ سے ڈرو (کیونکہ) یقیناً قیامت (کے دن) کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہوگی جس روز تم لوگ اس (زلزلہ) کو دیکھو گے تمام دُودھ پلانے والیاں (مارے ہیبت کے) اپنے دُودھ پیتے بچّے کو بھُول جائیں گی اور تمام حمل والیاں اپنا حمل (دِن پورے ہونے سے پہلے) ڈال دیں گی اور (اے مخاطب) تجھ کو لوگ نشہ کی سی حالت میں دکھائی دیں گے؛ حالانکہ وہ (واقع میں) نشہ میں نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب ہے ہی سخت چیز" تو اُس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے حضورؐ نے فرمایا تم لوگ جانتے ہو یہ کونسا دن ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسُول زیادہ جانتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ وہ دِن ہے جس دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم (علیہ السّلام) سے فرمائیں گے آگ میں جانے والوں کو بھیج دو۔ وہ عرض کریں گے اے میرے ربّ! آگ میں جانے والے کتنے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے نو سَو ننانوے تو آگ میں جائیں گے اور ایک آدمی جنّت میں جائے گا۔ یہ سُن کر سارے مُسلمان رونے لگ پڑے۔ حضورؐ نے فرمایا میانہ روی اختیار کرو اور ٹھیک ٹھیک چلتے رہو۔ ہر نبوّت سے پہلے جاہلیّت کا زمانہ ہُوا کرتا تھا تو پہلے یہ تعداد ان جاہلیّت والوں سے پُوری کی جائے گی پھر مُنافقوں سے پُوری کی جائے گی۔ تمہاری اور باقی تمام اُمّتوں کی مثال ایسی ہے جیسے

بقیہ۔ کذا فی الکنز (ج ۱ص ۲۰۴) وقال ولم ار فی روایۃ من جرح الا ان صورتہ صورت المرسل فان کان سمعہ من علی فہو متصل (۱) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ص ۲۵۹)

کسی جانور کے پاؤں میں اُبھری ہُوئی غدود ہو یا جیسے اُونٹ کے پہلو میں تِل ہو۔ پھر فرمایا مجھے اُمید ہے کہ آپ لوگ جنت میں جانے والوں میں سے چوتھائی ہوں گے۔ اس پر صحابہؓ نے اللہ اکبر کہا پھر فرمایا مجھے اُمید ہے آپ لوگ جنت میں جانے والوں کا تہائی حصہ ہوں گے اس پر صحابہؓ نے پھر اَللہُ اکبر کہا۔ پھر آپؐ نے فرمایا مجھے اُمید ہے کہ آپ لوگ جنت میں جانے والوں میں سے آدھے ہوں گے۔ صحابہؓ نے پھر اَللہُ اکبر کہا۔ راوی کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ حضورؐ نے دو تہائی بھی فرمایا یا نہیں (لیکن طبرانی اور ترمذی کی دُوسری روایت میں یہ ہے کہ یہ اُمت جنت والوں کا دو تہائی ہوگی یعنی اللہ نے حضورؐ کی اُمید سے زیادہ کر دیا) [1] اِسی آیت کی تفسیر میں بخاری میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے اے آدم! وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب! میں حاضر ہوں، ہر خدمت کے لئے تیار ہوں۔ پھر ان کو بلند آواز سے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ اپنی اولاد میں سے آگ میں جانے والوں کو نکال لیں۔ حضرت آدمؑ پوچھیں گے آگ میں جلنے والے کتنے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے تو اس وقت ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی اور بچہ بُوڑھا ہو جائے گا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى وَمَا هُمْ بِسُكَارٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ (ترجمہ گزر چکا) یہ سُن کر صحابہ پر ایسا رنج و غم طاری ہُوا کہ اُن کے چہرے (غم کے مارے) بدل گئے۔ حضورؐ نے فرمایا یاجوج و ماجوج میں سے نو سو ننانوے ہوں گے (جو جہنم میں جائیں گے) اور تم میں سے ایک ہوگا (جو جنت میں جائے گا) تم باقی لوگوں میں ایسے ہو جیسے سفید بیل کے پہلو میں کالا بال یا کالے بیل کے پہلو میں سفید بال۔ مجھے اُمید ہے کہ تم جنت والوں کا چوتھائی حصہ ہوگے۔ اس پر ہم نے اَللہُ اکبر کہا پھر حضورؐ نے فرمایا تم جنت والوں کا تہائی ہوگے۔ ہم نے اَللہُ اکبر کہا پھر حضورؐ نے فرمایا تم جنت والوں کے آدھے ہو گے پھر ہم نے اللہ اکبر کہا [2] ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ بات صحابہؓ پر بڑی گراں گزری اور اُن پر رنج و غم طاری ہو گیا۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ (سورت زمر آیت ۳۱) نازل ہُوئی۔ ترجمہ "پھر قیامت کے روز تم مقدمات اپنے رب کے سامنے پیش کروگے (اس وقت عملی فیصلہ ہو جائے گا)" تو حضرت زبیرؓ

۱؎ اخرجہ الترمذی وصححہ وکذا رواہ الامام احمد وابن ابی حاتم (۲) وقد رواہ البخاری ایضاً فی غیر ہذا الموضع ومسلم والنسائی فی تفسیرہ کذا فی تفسیرہ ابن کثیر (ج ۳ ص ۲۰۳) واخرجہ الحاکم (ج ۴ ص ۵۶۸) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما نحوہ۔

نے عرض کیا یا رسُول اللہ! کیا مقدمات بار بار پیش کیے جائیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت زبیرؓ نے کہا پھر تو معاملہ بڑا سخت ہوگا ایسے ہی اِس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے: اِس میں مزید یہ مضمون بھی ہے کہ جب ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ نازل ہُوئی (سورۃ تکاثر آیتؔ) ترجمہ" پھر (اور بات سُنو کہ) اس روز تم سب سے نعمتوں کی پُوچھ ہوگی" تو حضرت زبیرؓ نے پُوچھا یارسُول اللہ! ہم سے کس نعمت کا سوال ہوگا؟ ہمارے پاس تو صرف یہ دو سردار نعمتیں ہیں، کھجور اور پانی ہے[1]

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ سُورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہُوئی: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ○ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ. (سُورت زمر آیت ۳۰-۳۱) ترجمہ" آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے پھر قیامت کے روز تم مقدمات اپنے رب کے سامنے پیش کرو گے (اس وقت عملی فیصلہ ہو جائے گا)" تو حضرت زُبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسُول اللہ! خاص خاص گناہوں کے ساتھ ہم پر وہ جھگڑے بھی بار بار پیش کیے جائیں گے جو دُنیا میں ہمارے آپس میں تھے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں، یہ مقدمات بار بار پیش کیے جاتے رہیں گے یہاں تک کہ ہر حق والے کو اس کا حق مِل جائے۔ حضرت زبیرؓ نے کہا اللہ کی قسم پھر تو معاملہ بہت سخت ہے[2]

حضرت قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رَواحہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کی گود میں سر رکھے ہُوئے تھے کہ اتنے میں رونے لگے پھر اُن کی بیوی بھی رونے لگی ابن رَواحہؓ نے کہا تم کیوں رو رہی ہو؟ اُنھوں نے کہا میں نے آپ کو روتے ہُوئے دیکھا اس لیے میں بھی رونے لگی۔ حضرت ابن رواحہؓ نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد آگیا وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (سُورت مریم آیت ۷۱) ترجمہ" اور تُم میں سے کوئی بھی نہیں جس کا اس (جہنم) پر سے گزر نہ ہو" اب مجھے معلوم نہیں میں جہنم سے نجات پا سکوں گا یا نہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابن رواحہؓ اُس وقت بیمار تھے[3]

حضرت عُبادہ بن محمد بن عُبادہ بن صامت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عُبادہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اُنھوں نے فرمایا میرا بستر گھر کے صحن میں باہر نکال دو پھر فرمایا میرے سارے غُلام، خادم اور پڑوسی اور وہ تمام آدمی یہاں جمع کر دو جو میرے پاس آیا

(۱) اخرجہ ابن ابی حاتم وقد روی ہذہ الزیادۃ الترمذی وحسنہ وابن ماجہ (۲) عند احمد رواہ الترمذی وقال حسن صحیح کذا فی التفسیر ابن کثیر (ج ۴ ص ۵۲) واخرجہ الحاکم فی المستدرک (ج ۲ ص ۵۷۲) نحوہ وقال ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ (۳) اخرجہ عبدالرزاق کذا فی التفسیر ابن کثیر (ج ۳ ص ۱۳۲)

کرتے تھے جب یہ سب اُن کے پاس جمع ہو گئے تو فرمایا میرا تو یہی خیال ہے کہ آج کا دن میری دُنیا
کی زندگی کا آخری دن ہے اور آج کی رات میری آخرت کی پہلی رات ہے اور مجھے معلوم تو نہیں
لیکن ہو سکتا ہے کہ میرے ہاتھ سے یا میری زبان سے تم لوگوں کے ساتھ کوئی زیادتی ہو گئی ہو اور
اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھے قیامت کے دن اِس کا بدلہ دینا پڑے گا میں
پُورے زور سے تم لوگوں سے درخواست کرتا ہُوں کہ تم لوگوں میں سے کسی کے دِل میں اگر ایسی کوئی بات
ہو تو وہ میری جان کے نکلنے سے پہلے مجھ سے بدلہ لے لے۔ اُن سب نے کہا نہیں۔ آپ تو ہمارے
لیئے والد کی طرح تھے اور ہمیں ادب کھاتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ اُنھوں نے کبھی کسی خادم
کو بُرا بھلا نہیں کہا تھا۔ پھر اُنھوں نے کہا جو کچھ بھی ہُوا ہو کیا تم نے مجھے معاف کر دیا ہے؟
سب نے کہا جی ہاں۔ فرمایا اے اللہ! تُو گواہ ہو جا۔ پھر فرمایا اگر ایسی کوئی بات نہیں ہے تو پھر
میری وصیت یاد رکھنا۔ مَیں پر زور تاکید کرتا ہُوں کہ تم میں سے کوئی بھی میرے مرنے پر ہرگز نہ
روئے بلکہ جب میری جان نکل جائے تو تم وضو کرنا اور اچھی طرح وضو کرنا اور پھر تم میں سے ہر آدمی
مسجد میں جا کر نماز پڑھے پھر عبادہ کے لیئے یعنی میرے لیئے اور اپنے لیئے استغفار کرے کیونکہ اللہ
تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (سورت لبقرۃ آیت ۴۵۔۱۵۳) ترجمہ
صبر اور نماز سے سہارا حاصل کرو۔" پھر مجھے قبر کی طرف جلدی جلدی لے جانا میرے جنازے کے
پیچھے آگ لے کر نہ چلنا اور نہ میرے نیچے ارغوانی رنگ کا کپڑا ڈالنا[1]

بیتُ المال میں سے اپنے اُوپر اور اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرنے میں احتیاط برتنے کے باب میں
یہ قصہ گزر چکا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے
چار ہزار درہم اُدھار مانگے تو حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت عمرؓ کے قاصد سے کہا جاکر حضرت عمرؓ سے
کہہ دو کہ ابھی وہ بیتُ المال سے چار ہزار لے لیں پھر بعد میں واپس کر دیں۔ جب قاصد نے واپس آکر
حضرت عمرؓ کو اُن کا جواب بتایا تو حضرت عمرؓ کو بڑی گرانی ہُوئی پھر جب حضرت عمرؓ کی حضرت
عبدالرحمٰنؓ سے ملاقات ہُوئی تو اُن سے کہا، تم نے کہا تھا کہ عمر چار ہزار بیتُ المال سے اُدھار لے لے
اگر میں (بیتُ المال سے اُدھار لے کر تجارتی قافلہ کے ساتھ بھیج دوں اور پھر) تجارتی قافلے کی واپسی سے
پہلے مر جاؤں تو تم لوگ کہو گے کہ امیرالمؤمنین نے چار ہزار لیئے تھے اب ان کا انتقال ہو گیا
ہے۔ اِس لیئے یہ ان کے چار ہزار چھوڑ دو (تم لوگ تو چھوڑ دو گے) اور مَیں ان کے بدلے قیامت
کے دِن پکڑا جاؤں گا۔

اور عنقریب اللہ تعالیٰ کے علم سے اور اس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے اٹھ لینے کے

[1] اخرجہ البیہقی وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۹۰)

باب میں یہ قصہ آئے گا کہ جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ قاری عالم مالدار اور اللہ کے راستہ میں شہید ہونے والے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے (اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے دوزخ میں جانے کے) فیصلے والی حدیث ذکر کرتے تو اتنا زیادہ روتے کہ بیہوش ہوجاتے اور چہرے کے بل گر جاتے یہاں تک کہ حضرت شُفَی اَصبحی انہیں سہارا دیتے اور بہت دیر تک ان کا یہی حال رہتا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب یہ حدیث سنتے تو اتنا زیادہ روتے کہ لوگ یہ سمجھتے کہ ان کی تو اب جان نکل جائے گی۔

شفاعت پر ایمان لانا

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر شب میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ہم میں سے ہر آدمی اپنے کجاوے کی ہتھی کے ساتھ ٹیک لگا کر سو گیا کچھ دیر بعد میری آنکھ کھلی تو مجھے حضورؐ اپنے کجاوے کے پاس نظر نہ آئے۔ اس سے میں گھبرا گیا اور حضورؐ کو تلاش کرنے چل پڑا۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک جگہ مجھے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما ملے۔ وہ دونوں بھی اسی وجہ سے گھبرائے ہوئے تھے جس وجہ سے میں گھبرایا ہوا تھا۔ ہم لوگ یونہی ڈھونڈھ رہے تھے کہ اچانک ہمیں وادی کے اوپر کے حصہ سے چکی چلنے جیسی آواز سنائی دی۔ (ہم لوگ اس آواز کی طرف گئے تو دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے ہیں) پھر ہم نے حضورؐ کو اپنی بات بتائی۔ حضورؐ نے فرمایا آج رات میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک فرشتہ آیا اور اس نے مجھے دو باتوں میں اختیار دیا کہ یا تو میں شفاعت کروں یا میری آدھی اُمت جنت میں چلی جائے۔ میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبیؐ! میں آپؐ کو اللہ کا اور آپ کی صحبت میں رہنے کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپ ہمیں بھی اپنی شفاعت والوں میں شامل کر لیں۔ حضورؐ نے فرمایا آپ لوگ تو میری شفاعت والوں میں ہو ہی۔ پھر ہم لوگ حضورؐ کے ساتھ چل پڑے یہاں تک کہ ہم لوگوں کے پاس پہنچ گئے تو وہ بھی حضورؐ کو اپنی جگہ نہ پاکر گھبرائے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک فرشتہ آیا اور اس نے مجھے ان باتوں میں اختیار دیا کہ یا تو میں شفاعت اختیار کروں یا میری آدھی اُمت جنت میں داخل ہو جائے؛ چنانچہ میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔ صحابہؓ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا ہم آپؐ کو اللہ کا اور آپؐ کی صحبت میں رہنے کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں کہ آپؐ ہمیں بھی اپنی شفاعت والوں میں شامل کر لیں۔ جب تمام صحابہؓ آپؐ کے پاس جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا میں

تمام حاضرین کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میری شفاعت میری اُمت میں سے ہر اُس آدمی کے لیے ہے جو اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عقیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں قبیلہ ثقیف کے وفد کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ جب ہم نے دروازے کے پاس سواریاں بٹھائیں تو اُس وقت جس ذات کے پاس جا رہے تھے ہمارے نزدیک اس سے زیادہ مبغوض اور کوئی انسان نہیں تھا لیکن جب اس کی خدمت میں حاضری دے کر باہر آئے تو اُس وقت ہمارے نزدیک اس ذات سے زیادہ محبوب اور کوئی انسان نہیں تھا جس کی خدمت میں ہم گئے تھے۔ ہم میں سے ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اپنے رب سے حضرت سلیمان علیہ السلام جیسا ملک کیوں نہ مانگ لیا؟ اس پر حضورؐ ہنس پڑے اور فرمایا ہو سکتا ہے تمہارے نبی کو اللہ کے ہاں ملک سلیمانی سے بہتر کوئی چیز مل جائے۔ اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا اُسے ایک خاص دعا ضرور عطا فرمائی۔ کسی نبیؑ نے وہ دعا مانگ کر دنیا لے لی، کسی نبی کی قوم نافرمان تھی تو اُس نے اپنی قوم کے خلاف بددعا کی تو وہ ساری قوم ہلاک ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی وہ خاص دعا عطا فرمائی لیکن میں نے وہ دعا اپنے رب کے ہاں چھپا کر رکھی ہوئی ہے اور وہ دعا یہ ہے کہ میں قیامت کے دن اپنی اُمت کے لیے شفاعت کروں گا۔[2]

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی اُمت کے بُرے لوگوں کے لیے بہترین آدمی ہوں۔ تو قبیلہ مُزینہ کے ایک آدمی نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ اپنی اُمت کے بُروں کے لیے ایسے ہیں تو ان کے نیکوں کے لیے کیسے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا میری اُمت کے نیک لوگ اپنے اعمال کی برکت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور میری اُمت کے بُرے لوگ میری شفاعت کا انتظار کریں گے۔ غور سے سنو! میری شفاعت قیامت کے دن میری اُمت کے تمام لوگوں کے لیے ہوگی سوائے اُس آدمی کے جو میرے صحابہؓ میں کمی نکالتا ہو۔[3]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی اُمت کے لیے شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میرا رب مجھے پکار کر پوچھے گا اے محمد! کیا تم راضی ہو گئے؟ میں کہوں گا جی ہاں میں راضی ہو گیا۔ پھر حضرت علیؓ نے (لوگوں کی طرف)

(۱) اخرجہ البغوی وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۲۷۱) (۲) اخرجہ البغوی وابن مندۃ وابن عساکر قال البغوی لا اعلم روی ابن ابی عقیل غیر ہذا الحدیث وہو غریب لم یحدث بہ الا من ہذا الوجہ کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۲۷۲) واخرجہ البخاری والحارث بن ابی اسامہ کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۴۱۳) (۳) اخرجہ الشیرازی فی الالقاب وابن النجار کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۲۷۲)

متوجہ ہو کر فرمایا تم عراق والے یہ کہتے ہو کہ قرآن میں سب سے زیادہ اُمید والی آیت یہ ہے: یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (سورۃ زمر آیت ۵۳) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے (کفر و شرک کر کے) اپنے اُوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے نا اُمید مت ہو بالیقین اللہ تعالیٰ تمام (گزشتہ) گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔" میں نے کہا ہم تو یہی کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا لیکن ہم اہل بیت یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی کتاب میں سب سے زیادہ اُمید والی آیت وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ہے (سورت ضحیٰ آیت ۵) ترجمہ" اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو (آخرت میں بکثرت نعمتیں) دے گا سو آپ خوش ہو جائیں گے" اور اس دینے سے مُراد شفاعت ہے۔[1]

حضرت ابن بُرَیدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہاں اُس وقت ایک آدمی بات کر رہا تھا۔ حضرت بُریدہؓ نے کہا کیا آپ مجھے بات کرنے کی اجازت دیتے ہیں؟ حضرت معاویہؓ نے کہا جی ہاں! اجازت ہے۔ حضرت معاویہؓ کا خیال تھا کہ حضرت بُریدہؓ بھی ویسی بات کریں گے جیسی دُوسرا کر رہا تھا۔ حضرت بُریدہؓ نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ مجھے اُمید ہے کہ میں قیامت کے دن اتنے لوگوں کی شفاعت کروں گا جتنے زمین پر درخت اور پتھر ہیں۔ پھر حضرت بُریدہؓ نے کہا اے معاویہؓ! آپ تو اس شفاعت کے اُمیدوار ہیں اور حضرت علیؓ اس شفاعت کے اُمیدوار نہیں ہیں۔[2]

حضرت طلق بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں لوگوں میں سب سے زیادہ شفاعت کو جھٹلایا کرتا تھا یہاں تک کہ ایک دن میری مُلاقات حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے ہوئی اور (اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے) میں نے اُن کو وہ تمام آیتیں پڑھ کر سُنادیں جو مجھے آتی تھیں اور جن میں اللہ تعالیٰ نے جہنم والوں کے جہنم میں ہمیشہ رہنے کا ذکر فرمایا ہے۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا اے طلق! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم مجھ سے زیادہ اللہ کی کتاب کو پڑھنے والے ہو اور مجھ سے زیادہ رسُول اللہ کی سُنت کو جاننے والے ہو؟ تم نے جو آیتیں پڑھی ہیں ان سے مُراد تو وہ جہنم والے ہیں جو مُشرک ہوں اور شفاعت اُن لوگوں کے بارے میں ہے جو (مسلمان تھے لیکن وہ) بہت سے گناہ کر بیٹھے اور اُنھیں (جہنم میں) عذاب دیا جائے گا پھر ان کو (حضورؐ کی شفاعت پر) جہنم سے نکالا جائے گا۔ پھر حضرت جابرؓ نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کو لگا کر کہا یہ دونوں کان بہرے

(۱) اخرجہ ابن مردویہ کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۲۷۳) (۲) اخرجہ احمد کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۵۶)

ہو جائیں اگر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہو کہ جہنم میں ڈالنے کے بعد اُن کو اس میں سے نکالا جائے گا جیسے تم قرآن پڑھتے ہو ہم بھی ویسے ہی پڑھتے ہیں [1]

حضرت یزید الفقیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما حدیثیں بیان فرما رہے تھے میں اُن کی مجلس میں جا کر بیٹھ گیا۔ اُنھوں نے یہ بیان کیا کہ کچھ لوگ جہنم کی آگ سے باہر نکلیں گے۔ ان دنوں میں اس بات کو نہیں مانتا تھا اس لیئے مجھے غصہ آ گیا اور میں نے کہا اور لوگوں پر تو مجھے تعجب نہیں ہے لیکن اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ! مجھے آپ لوگوں پر بڑا تعجب ہے۔ آپ لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آگ سے کچھ لوگوں کو نکالیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يُرِيدُونَ أَن يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُم بِخَارِجِينَ مِنْهَا (سورۃ مائدہ آیت ۳۷) ترجمہ "اس بات کی خواہش کریں گے کہ جہنم سے نکل آویں اور وہ اس سے کبھی نہ نکلیں گے" حضرت جابرؓ کے ساتھی مجھے ڈانٹنے لگے۔ حضرت جابرؓ خود ان میں سب سے زیادہ بُردبار تھے۔ اُنھوں نے فرمایا اس آدمی کو چھوڑ دو اور فرمایا یہ آیت تو کفار کے بارے میں ہے پھر یہ آیت پڑھی: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ سے لے کر وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ تک (سورۃ مائدہ آیت ۳۶۔۳۷) ترجمہ "یقیناً جو لوگ کافر ہیں اگر اُن کے پاس تمام دُنیا بھر کی چیزیں ہوں اور ان چیزوں کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی ہوں تاکہ وہ اس کو دے کر روزِ قیامت کے عذاب سے چھوٹ جاویں تب بھی وہ چیزیں ہرگز اُن سے قبول نہ کی جاویں گی اور اُن کو دردناک عذاب ہوگا۔ اس بات کی خواہش کریں گے کہ جہنم سے نکل آئیں اور وہ اس سے کبھی نہ نکلیں گے اور اُن کو عذاب دائمی ہوگا" پھر حضرت جابرؓ نے کہا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا پڑھتا ہوں بلکہ میں نے قرآن یاد کیا ہوا ہے۔ اُنھوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۹) ترجمہ "اور کسی قدر رات کے حصہ میں سو اس میں تہجد پڑھا کیجیے جو کہ آپ کے لیئے (فرض نمازوں کے علاوہ) زائد چیز ہے اُمید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود میں جگہ دے گا یہی وہ مقام ہے (جو شفاعت کبریٰ کا ہے) اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو اُن کے گناہوں کی وجہ سے کچھ عرصہ جہنم میں رکھیں گے اور ان سے بات بھی نہ فرمائیں گے اور جب اُن کو وہاں سے نکالنا چاہیں گے نکال لیں گے۔ حضرت یزید الفقیر کہتے ہیں اس کے بعد میں نے کبھی شفاعت کو نہیں جھٹلایا [2]

[1] اخرجہ ابن مردویہ (۲) عند ابن ابی حاتم کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۱ ص ۵۲)

جنت اور جہنم پر ایمان لانا

حضرت حنظلہ کاتب اُسیدی رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں سے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضورؐ کے پاس تھے۔ حضورؐ نے ہمارے سامنے جنت اور جہنم کا ذکر اس طرح فرمایا کہ گویا ہم دونوں کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں پھر میں اُٹھ کر بیوی بچوں کے پاس چلا گیا اور اُن کے ساتھ ہنسنے کھیلنے لگ گیا پھر مجھے وہ حالت یاد آئی جو (حضورؐ کے سامنے) ہماری تھی (کہ ہم دُنیا بھولے ہوئے تھے اور جنت اور جہنم آنکھوں کے سامنے تھیں اور اب وہ نہ رہی تھیں) یہ سوچ کر میں باہر نکلا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے ملے۔ میں نے کہا اے ابوبکر! میں تو منافق ہوگیا۔ اُنھوں نے کہا کیا بات ہوئی؟ میں نے کہا ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں۔ حضورؐ ہمارے سامنے جنت اور جہنم کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں کہ گویا ہم دونوں کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ جب ہم آپؐ کے پاس سے باہر آجاتے ہیں اور بیوی بچوں اور کام کاج میں لگ جاتے ہیں تو ہم (جنت جہنم سب) بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا ہمارا بھی یہی حال ہے۔ پھر میں نے جاکر حضورؐ کی خدمت میں یہ ساری بات ذکر کی۔ آپؐ نے فرمایا اے حنظلہ! تمہاری جو حالت میرے پاس ہوتی ہے وہی اگر گھر والوں کے پاس جاکر بھی رہے تو فرشتے تم سے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں لیکن حنظلہ! بات یہ ہے کہ گاہے گاہے گاہے گاہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاگ کر گزاری اور صبح ہم حضورؐ کی خدمت میں گئے۔ آپؐ نے فرمایا آج رات مجھے خواب میں انبیاء علیہم السلام اور اُن کی تابعدار اُمتیں دکھائی گئیں۔ ایک ایک نبی میرے پاس سے گزرتا تھا کوئی نبی ایک جماعت میں ہوتا، کسی کے ساتھ تین آدمی ہوتے، کسی کے ساتھ کوئی بھی نہ ہوتا۔ حضرت قتادہؓ نے یہ آیت پڑھی اَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ (سورت ہود آیت۷۸) ترجمہ "کیا تم میں کوئی بھی (معقول آدمی اور) بھلا مانس نہیں" پھر حضورؐ نے فرمایا پھر میرے پاس سے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ گزرے۔ حضورؐ فرماتے ہیں، میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ آپؐ کے بھائی حضرت موسیٰ بن عمران اور اُنکے تابعدار اُمتی ہیں۔ میں نے عرض کیا اے میرے رب! میری اُمت کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنی دائیں طرف ٹیلوں میں دیکھو۔ میں نے وہاں دیکھا تو بہت سے آدمیوں کے

[1] اخرجہ الحسن بن سفیان وابو نعیم کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۱۰۰)

چہرے نظر آئے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا آپ راضی ہو گئے؟ میں نے کہا اے میرے رب! میں راضی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب اپنی بائیں طرف آسمان کے کنارے میں دیکھو۔ میں نے وہاں دیکھا تو بہت سے آدمیوں کے چہرے نظر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا آپ راضی ہو گئے؟ میں نے کہا اے میرے رب! میں راضی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کے ساتھ ستر ہزار اور بھی ہیں جو جنت میں حساب کے بغیر داخل ہوں گے۔ پھر قبیلہ بنو اسد کے حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ جو کہ بدری تھے وہ کہنے لگے اے اللہ کے نبی! اللہ سے میرے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اُن میں شامل کر دے۔ حضورؐ نے دعا فرمائی اے اللہ! اسے ان میں شامل فرما دے۔ پھر ایک اور آدمی نے کہا اے اللہ کے نبی! اللہ سے دعا کریں اللہ مجھے بھی ان میں شامل کر دے۔ حضورؐ نے فرمایا اس دعا میں عکاشہ تم سے سبقت لے گئے۔ پھر حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں اگر تم ستر ہزار والوں میں سے ہو سکتے ہو تو اُن میں سے ضرور ہو جاؤ۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو تم ٹیلوں والوں میں سے ہو جاؤ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر ان میں سے ہو جاؤ جن کو میں نے آسمان کے کنارے میں دیکھا تھا کیونکہ میں نے ایسے بہت سے آدمی دیکھے ہیں جن کے حالات ان تین قسم کے انسانوں کے خلاف ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا مجھے اُمید ہے کہ تم جنت والوں کا چوتھائی حصہ ہو گے اس پر ہم نے اللہ اکبر کہا۔ پھر آپؐ نے فرمایا مجھے اُمید ہے کہ تم جنت والوں کا تہائی حصہ ہو گے۔ ہم نے پھر اللہ اکبر کہا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا مجھے اُمید ہے کہ تم جنت والوں میں آدھے ہو گے۔ ہم نے پھر اللہ اکبر کہا۔ پھر حضورؐ نے یہ آیت پڑھی: ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ (سورۃ واقعہ آیت ۳۹-۴۰) ترجمہ: "(اصحاب الیمین) کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں ہو گا اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے ہو گا" حضرت عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ ہم آپس میں یہ بات کرنے لگے کہ یہ ستر ہزار کون ہیں؟ ہم نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے اور انھوں نے زندگی میں کبھی شرک نہیں کیا۔ ہوتے ہوتے یہ بات حضورؐ تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا نہیں یہ تو وہ لوگ ہیں جو (علاج کیلئے) جسم پر داغ نہیں لگائیں گے اور کبھی منتر نہیں پڑھیں گے اور نہ کبھی بدفالی لیں گے اور اپنے رب پر توکل کریں گے۔[1]

حضرت سُلیم بن عامر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیہاتی لوگوں کے سوالات سے بڑا نفع پہنچاتے ہیں؛ چنانچہ ایک دن ایک

---

[1] اخرجہ ابن ابی حاتم کذا رواہ ابن جریر وہذا الحدیث لہ طرق کثیرۃ من غیر ہذا الوجہ فی الصحاح وغیرہا کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۲۹۳) واخرجہ الحاکم فی المستدرک (ج ۴ ص ۵۷۸) عن عبد اللہ بن مسعود بطولہ نحوہ وقال ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ بہذہ السیاقۃ وقال الذہبی صحیح۔

دیہاتی آیا اور اُس نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک ایسے درخت کا ذکر کیا ہے جس سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے۔ حضورؐ نے پوچھا وہ کونسا درخت ہے؟ اُس نے کہا بیری کا درخت کیونکہ اسمیں تکلیف دہ کانٹے ہوتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ (سورۃ واقعہ آیت ۲۸) ترجمہ: وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے کانٹے دُور کر دیئے ہیں اور ہر کانٹے کی جگہ پھل لگا دیا ہے۔ اس درخت میں ایسے پھل لگیں گے کہ ہر پھل میں بہتر قسم کے ذائقے ہوں گے اور ہر ذائقہ دُوسرے سے مختلف ہوگا۔[1]

حضرت عُتبہ بن عبدسُلَمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہُوا تھا کہ اتنے میں ایک دیہاتی آدمی آیا۔ اُس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے آپؐ سے جنت میں ایک ایسے درخت کا ذکر سُنا ہے کہ میرے خیال میں اس سے زیادہ کانٹے والا درخت اور کوئی نہیں ہوگا یعنی ببول کا درخت۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کے ہر کانٹے کی جگہ بھرے ہُوئے گوشت والے بکرے کے خصیے کے برابر پھل لگا دیں گے اور اس پھل میں ستر قسم کے ذائقے ہوں گے۔ ہر ذائقہ دوسرے سے مختلف ہوگا۔[2]

حضرت عُتبہ بن عبدسُلَمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اُس نے حضورؐ سے حوض کے بارے میں پُوچھا اور جنت کا تذکرہ کیا۔ پھر اُس دیہاتی نے کہا کیا اُس میں پھل بھی ہوں گے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ اِس میں ایک درخت ہے جسے طُوبیٰ کہا جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضورؐ نے کسی اور چیز کا بھی ذکر فرمایا لیکن مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا چیز تھی۔ اُس دیہاتی نے کہا ہمارے علاقہ کے کس درخت کے مُشابہ ہے؟ حضورؐ نے فرمایا تمہارے علاقے کے کسی درخت کے مشابہ نہیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کیا تم شام گئے ہو؟ اُس نے کہا نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا وہ شام کے ایک درخت کے مشابہ ہے جس کو اخروٹ کہا جاتا ہے۔ ایک تنے پر اُگتا ہے اور اِس کی اُوپر والی شاخیں پھیلی ہُوئی ہوتی ہیں۔ پھر اُس دیہاتی نے کہا گچھا کتنا بڑا ہوگا؟ حضورؐ نے فرمایا سیاہ سفید داغوں والا کوّا بغیر رُکے ایک مہینہ مسلسل اُڑ کر جتنا فاصلہ طے کرتا ہے وہ گچھا اس فاصلے کے برابر ہوگا۔ پھر اُس دیہاتی نے کہا اُس درخت کی جڑ کتنی موٹی ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا تمہارے گھر والوں کے اُونٹوں میں سے ایک جوان اُونٹ چلنا شروع کرے اور چلتے چلتے بُوڑھا ہو جائے اور بُوڑھا ہونے کی وجہ سے اُس کی ہنسلی کی ہڈی ٹوٹ جائے پھر بھی وہ اُس کی جڑ کا ایک چکر نہیں لگا سکے گا۔ پھر اُس دیہاتی نے پُوچھا

(۱) اخرجہ ابن النجار (۲) عند ابن ابی داؤد کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۲۸۹)

کیا جنت میں انگور ہوں گے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں! اُس نے پُوچھا انگور کا دانہ کتنا بڑا ہوگا؟ حضورؐ نے فرمایا کیا تیرے باپ نے کبھی اپنی بکریوں میں سے بڑا بکرا ذبح کیا ہے؟ اُس نے کہا جی کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا پھر اُس نے اُس کی کھال اُتار کر تیری ماں کو دے دی ہو اور اُس سے کہا ہو کہ اس کھال کا ہمارے لئے ڈول بنا دے! اُس دیہاتی نے کہا جی ہاں (حضورؐ نے فرمایا وہ دانہ اس ڈول کے برابر ہوگا) پھر دیہاتی نے کہا (جب وہ دانہ ڈول کے برابر ہوگا) تو پھر ایک دانے سے میرا اور میرے گھر والوں کا پیٹ بھر جائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں بلکہ تیرے سارے خاندان کا پیٹ بھر جائے گا۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حبشہ کا ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، حضورؐ نے فرمایا جو چاہو پُوچھو۔ اُس نے کہا یا رسُول اللہ! آپؐ کو شکل و صُورت، رنگ اور نبوّت کی وجہ سے ہم پر فضیلت حاصل ہے ذرا یہ بتائیں کہ اگر میں ان چیزوں پر ایمان لے آؤں جن پر آپؐ ایمان لائے ہیں اور وہ تمام عمل کروں جو آپؐ کر رہے ہیں تو کیا میں بھی جنت میں آپؐ کے ساتھ ہو سکتا ہُوں؟ حضورؐ نے فرمایا بالکل ضرور۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کالے حبشی کی سفیدی جنت میں ہزار سال کی مسافت سے نظر آئے گی۔ پھر حضورؐ نے فرمایا جو آدمی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے وہ اللہ کی ذمّہ داری میں آجاتا ہے اور جو سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ کہے اُس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اس پر ایک آدمی نے کہا یا رسُول اللہ! اس کے بعد ہم کیسے ہلاک ہوں گے؟ حضورؐ نے فرمایا قیامت کے دن ایک آدمی اتنے اعمال لے کر آئے گا کہ اگر وہ اعمال کسی پہاڑ پر رکھ دیئے جائیں تو پہاڑ کو بھاری لگنے لگیں۔ پھر ان اعمال کے مقابلہ میں اللہ کی نعمتیں آئیں گی اور وہ ان سارے اعمال کو ختم کرنے کے قریب ہوں گی؛ البتہ اگر اللہ اسے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے تو اس کے اعمال بچ سکیں گے اور جب یہ سُورت هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ سے لے کر مُلْكًا كَبِيْرًا تک نازل ہُوئی (سورت دہر آیت ۱ تا ۲۰) ترجمہ "بے شک انسان پر زمانہ میں ایک وقت ایسا بھی آچکا ہے جس میں وہ کوئی چیز قابل تذکرہ نہ تھا (یعنی انسان نہ تھا بلکہ نطفہ تھا)" تو اس حبشی نے کہا میری آنکھیں بھی وہ سب کچھ جنت میں دیکھیں گی جو آپؐ کی آنکھیں دیکھیں گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! یہ سُن کر (خوشی کے مارے) وہ رونے لگا اور اتنا رویا کہ اُس کی جان نکل گئی۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضورؐ اپنے ہاتھ سے اُسے قبر میں اُتار رہے تھے۔[2] حضرت عبداللہ بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن زید رضی اللہ عنہ نے ہمیں بتایا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر هَلْ اَتٰى

[1] اخرجه الامام احمد كذا فى التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۲۹۰)　[2] اخرجه الطبرانى كذا فى التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۴۵۷)

عَلَى الْإِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ والی سُورت نازل ہُوئی تو اُس وقت آپؐ کے پاس ایک کالا آدمی بیٹھا ہُوا تھا حضورؐ نے یہ سُورت پڑھ کر سُنائی جب حضورؐ اس سُورت میں جنت کی نعمتوں کے ذکر پر پہنچے تو اس نے ایک لمبا سانس زور سے لیا اور اس کی جان نکل گئی۔ حضورؐ نے فرمایا: جنت کے شوق نے تمہارے ساتھی اور بھائی کی جان لے لی۔[1]

حضرت ابُو مطر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہُوئے سُنا کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ابو لؤلؤہ نے زخمی کیا تو میں اُن کے پاس گیا وہ رو رہے تھے میں نے کہا اے امیر المؤمنین! آپؓ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں آسمان کے فیصلے کی وجہ سے رو رہا ہُوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ مجھے جنت میں لے جایا جائے گا یا جہنم میں، میں نے اُن سے کہا آپؓ کو جنت کی بشارت ہو کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار دفعہ فرماتے ہُوئے سُنا ہے کہ ابُوبکر و عمر جنت کے بڑی عمر کے لوگوں کے سردار ہیں اور دونوں بہت عمدہ آدمی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے علی! کیا تم میرے جنتی ہونے کے گواہ ہو؟ میں نے کہا جی ہاں اور اے حسنؓ! تم اپنے باپ کے گواہ رہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمرؓ جنت والوں میں سے ہے۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زہد کے باب میں گزر چکا ہے کہ انھوں نے اپنی ایک ضیافت کے موقع پر فرمایا کہ ہمیں تو یہ کھانا مل گیا لیکن وہ مسلمان فقراء جن کا اِس حال میں انتقال ہُوا کہ اُن کو پیٹ بھر جَو کی روٹی بھی نہ ملتی تھی ان کو کیا ملے گا؟ حضرت عمرو بن ولید نے کہا انہیں جنت ملے گی۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور فرمایا اگر ہمارے حصہ میں دُنیا کا یہ مال و متاع ہے اور وہ جنت لے جائیں تو وہ ہم سے بہت آگے نکل گئے اور بڑی فضیلت حاصل کر لی۔[3]

حضرت مُصعَب بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب میرے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کی جان نکل رہی تھی۔ اُن کا سر میری گود میں تھا۔ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اُنھوں نے میری طرف دیکھا اور فرمایا اے میرے بیٹے! کیوں روتے ہو؟ میں نے کہا آپ کے مقام کی وجہ سے اور آپ کو مرتے ہُوئے دیکھ کر رو رہا ہُوں۔ میرے والد نے مجھے کہا مت روؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھے کبھی عذاب نہیں دیں گے اور میں یقیناً جنت والوں میں سے ہُوں۔ اور مومن بندے جب تک اللہ کے لئے عمل کریں گے اللہ اُن کی نیکیوں کا بدلہ دے گا اور کفار کی نیکیوں کی وجہ سے اُن کے عذاب میں تخفیف ہو گی اور مؤمنین کے وہ عمل جو انھوں نے اللہ کے لئے کئے تھے جب وہ ختم ہو جائیں گے تو اُن سے کہا جائے گا جس کے لیے عمل کیا تھا ہر

(۱) مرسل غریب کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۴۵۲) (۲) اخرجہ ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۲۸) (۳) اخرجہ عبد بن حمید وغیرہ عن قتادۃ

ایک اس کا ثواب بھی اُسی سے لے لے ؎ حضرت ابن شماسہ مہری کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمروؓ بن عاص کی خدمت میں گئے اور اُن کی جان نکل رہی تھی۔ اُنہوں نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف پھیر لیا اور کافی دیر تک روتے رہے۔ اُن کا بیٹا انہیں کہتا رہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا آپ کو حضورؐ نے یہ اور یہ بشارت نہیں دی؟ لیکن وہ دیوار کی طرف مُنہ کرکے روتے رہے پھر ہماری طرف مُنہ کرکے فرمایا تم جو میرے فضائل شمار کر رہے ہو ان سب سے افضل تو کلمۂ شہادت أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے لیکن میری زندگی کے تین دَور ہیں پہلا دور تو وہ ہے کہ مجھے اس زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مبغوض کوئی نہیں تھا اور حضورؐ پر قابو پاکر قتل کر دینے سے زیادہ محبوب اور کوئی کام نہیں تھا اگر میں اس حال میں مرجاتا تو میں جہنم والوں میں سے ہوتا پھر اللہ نے میرے دل میں اسلام کی حقانیت ڈال دی اور میں بیعت ہونے کیلئے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اپنا دایاں ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ سے بیعت ہو جاؤں حضورؐ نے اپنا دستِ مبارک بڑھا دیا۔ میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کرلیا حضورؐ نے فرمایا اے عمرو! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا میں کچھ شرط لگانا چاہتا ہوں حضورؐ نے فرمایا کیا شرط لگانا چاہتے ہو؟ میں نے کہا یہ شرط لگانا چاہتا ہوں کہ میری مغفرت ہوجائے حضورؐ نے فرمایا اے عمرو! کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام اپنے سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت کرنے سے بھی پہلے کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور حج کرنے سے بھی پہلے کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور پھر میرا یہ حال ہو گیا کہ حضورؐ سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں تھا اور میری نگاہ میں حضورؐ سے زیادہ اور کوئی عظمت والا نہیں تھا۔ اگر کوئی مجھ سے کہتا کہ حضورؐ کا حلیہ بیان کرو تو میں بیان نہیں کرسکتا تھا کیونکہ میں حضور کی عظمت اور ہیبت کی وجہ سے آپؐ کو آنکھ بھر کر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اگر میں اس حالت پر مرتا تو مجھے یقین تھا کہ میں جنت والوں میں سے ہوتا۔ اس کے بعد ہمیں بہت سے کام کرنے پڑے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ ان کاموں کے کرنے کے بعد اب میرا کیا حال ہوگا؟ لہٰذا جب میں مرجاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ نہ کوئی نوحہ کرنے والی عورت جائے اور نہ آگ۔ اور جب تم مجھے دفن کرلو تو میرے اُوپر اچھی طرح مٹی ڈالنا اور دفن کرکے میری قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرے رہنا جتنی دیر میں اُونٹ کو ذبح کرکے اُس کا گوشت تقسیم کردیا جاتا ہے۔ تم لوگوں کے قریب ہونے سے مجھے اُنس رہے گا یہاں تک کہ مجھے پتہ چل جائے گا کہ میں اپنے رب کے قاصدوں کے سوالوں کا کیا جواب دیتا ہوں ؎

حضرت عبدالرحمن بن شماسہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

---

(۱) اخرجہ ابن سعد ج ۳ ص ۱۲۰ (۲) اخرجہ ابن سعد ج ۴ ص ۲۵۹ واخرجہ مسلم (ج ۱ ص ۷۶) بسند ابن سعد بسیاقہ نحوہ

کی وفات کا وقت قریب آیا تو وہ رونے لگے۔ اُن سے ان کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا آپ موت سے گھبرا رہے ہیں؟ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا، نہیں اللہ کی قسم! نہیں۔ (موت کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں) بلکہ موت کے بعد جو حالات آنے والے ہیں اُن کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ حضرت عبداللہؓ نے اُن سے کہا آپ نے تو خیر کا زمانہ گزارا ہے پھر حضرت عبداللہؓ انہیں یاد کرانے لگے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں۔ آپ نے شام میں بڑی فتوحات حاصل کی ہیں۔ حضرت عمروؓ نے فرمایا تم نے ان سب سے افضل چیز کو تو چھوڑ دیا اور وہ ہے کلمۂ شہادت اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پھر آگے حدیث کو مختصر ذکر کیا اور اس کے آخر میں یہ مضمون ہے کہ جب میں مر جاؤں تو کوئی عورت مجھ پر بَین نہ کرے اور نہ کوئی تعریف کرنے والا میرے جنازے کے ساتھ جائے اور نہ (جاہلیت کے دستور کے مطابق) میرے جنازے کے ساتھ آگ ہو۔ اب میری لنگی اچھی طرح مضبوطی سے باندھ دو کیونکہ (جان نکالتے وقت) فرشتے مجھ سے جھگڑا کریں گے (تو کہیں اس حالت میں ستر نہ کھل جائے) اور میرے اُوپر دونوں طرف اچھی طرح مٹی ڈالنا کیونکہ میرا دایاں پہلو بائیں پہلو سے زیادہ مٹی کا حقدار نہیں ہے اور میری قبر میں کوئی لکڑی اور پتھر استعمال نہ کرنا (تاکہ قبر شاندار نہ بنے)[1] ایک روایت میں یہ ہے کہ اِس کے بعد حضرت عمروؓ نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف پھیر لیا اور کہنے لگے اے اللہ! تُو نے ہمیں بہت سے حکم دیئے لیکن ہم نے تیری نافرمانی کی اور وہ حکم پُورے نہ کیے اور تُو نے ہمیں بہت سے کاموں سے روکا لیکن ہم نہ رُکے اس لیئے ہماری نجات کی بس ایک ہی صُورت ہے تُو ہمیں مُعاف کر دے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اُنھوں نے اپنا ہاتھ اپنے گلے پر اس طرح رکھا جیسے کہ گلے میں طوق ڈالا جاتا ہے۔ پھر آسمان کی طرف سر اُٹھا کر کہا اے اللہ! میں طاقتور بھی نہیں کہ بدلہ لے سکوں اور نہ بے قصور ہُوں کہ عُذر پیش کر سکوں اور نہ ہی مجھے اپنی غلطیوں اور گناہوں سے انکار ہے۔ بلکہ میں تو استغفار کرتا ہُوں لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ وہ یہ کلمات بار بار کہتے رہے یہاں تک کہ اُن کا انتقال ہو گیا اور ابنِ سعد کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ پھر حضرت عمروؓ نے کہا اے اللہ! تُو نے ہمیں بہت سے حکم دیئے جنہیں ہم نے پُورا نہ کیا اور تُو نے ہمیں بُرے کاموں سے روکا لیکن ہم نے اپنے آپ کو ضائع کر دیا نہ تو میں بے قصور ہُوں کہ عُذر پیش کروں اور نہ ایسا زور دار ہُوں کہ بدلہ لے سکوں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ انتقال تک ان ہی کلمات کو دُہراتے رہے[2]

(1) اخرجه احمد كذا فى البداية (ج ۸ ص ۲۶) وقال وقد روى مسلم هذا الحديث فى صحيحه وفيه زيادات على هذا السياق اى سياق احمد
(2) اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۲۰) عن عبدالله بن عمرو رضى الله عنهما فذكر الحديث فيما اوصاه عمرو۔

نصرت کے باب میں گزر چکا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا تمہارے اوپر جو ہماری نصرت کا حق تھا وہ تم نے پورا پورا ادا کر دیا۔ اب اگر تم چاہو تو یوں کر لو کہ اپنا خیبر کا حصہ خوشی خوشی مہاجرین کو دے دو اور (مدینہ کے باغات کے) سارے پھل خود رکھ لیا کرو (اور مہاجرین کو اب ان میں سے کچھ نہ دیا کرو یوں مدینہ کا سارا پھل تمہارا اور خیبر کا سارا پھل مہاجرین کا ہو جائے گا) انصار نے کہا (ہمیں منظور ہے) آپ نے ہمارے ذمہ اپنے کئی کام لگائے تھے۔ وہ ہم نے سارے کر دیئے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ ہماری چیز ہمیں مل جائے۔ حضورؐ نے فرمایا وہ جنت تمہیں ضرور ملے گی۔ اسے بزار نے روایت کیا ہے۔

اور جہاد کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ بدر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑنے کے لئے ابھارا تو حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا واہ واہ! کیا میرے اور جنت میں داخل ہونے کے درمیان صرف یہی چیز حائل ہے کہ یہ (کافر) لوگ مجھے قتل کر دیں؟ یہ کہہ کر کھجوریں ہاتھ سے پھینک دیں اور تلوار لے کر کافروں سے لڑنا شروع کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم واہ واہ کیوں کہہ رہے ہو۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! صرف اس اُمید پر کہہ رہا ہوں کہ میں بھی جنت والوں میں سے ہو جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا تم جنت والوں سے ہو۔ پھر وہ اپنی جھولی میں سے کھجوریں نکال کر کھانے لگے۔ پھر کہنے لگے ان کھجوروں کے کھانے تک میں زندہ رہوں یہ تو بڑی لمبی زندگی ہے یہ کہہ کر ان کھجوروں کو پھینک دیا اور شہید ہونے تک کافروں سے لڑتے رہے۔ اس حدیث کو امام احمد وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور جہاد کے باب میں زخمی ہونے کے عنوان میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا واہ واہ! جنت کی خوشبودار ہوا کیا ہی عمدہ ہے جو مجھے اُحد پہاڑ کے پیچھے سے آرہی ہے۔ پھر انھوں نے کافروں سے جنگ شروع کر دی یہاں تک کہ شہید ہو گئے اور صحابہ کرام کے اللہ کے راستے میں شہید ہونے کے شوق میں یہ گزر چکا ہے کہ جب حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ سے اُن کے والد نے کہا اب ہم دونوں میں سے ایک کا یہاں رہنا ضروری ہو گیا ہے تو حضرت سعدؓ نے کہا اگر جنت کے علاوہ کوئی اور چیز ہوتی تو میں (حضورؐ کے ساتھ جانے میں) آپ کو اپنے سے آگے رکھتا۔ میں اپنے اس سفر میں شہادت کی امید لگائے ہوئے ہوں اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا قصہ بھی گزر چکا ہے کہ جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں سلام کہتے ہیں اور تم سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ تم اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہو؟ تو حضرت سعدؓ نے ان سے کہا تم حضورؐ

سے کہہ دینا کہ یا رسول اللہ! میرا حال یہ ہے کہ میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ غزوہ بیر معونہ کے دن حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا یعنی جنت ملنے کی کامیابی مل گئی اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی بہادری کے عنوان میں یہ گزر چکا کہ حضرت عمارؓ نے کہا اے ہاشم! آگے بڑھو جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے اور موت نیزوں کے کناروں میں ہے۔ جنت کے دروازے کھولے جا چکے ہیں اور بڑی آنکھوں والی حوریں آراستہ ہو چکی ہیں۔ آج میں اپنے محبوب دوستوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے ملوں گا۔ پھر حضرت عمارؓ اور حضرت ہاشمؓ دونوں نے زوردار حملہ کیا اور دونوں شہید ہو گئے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی بہادری کے عنوان میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ حضرت عمارؓ نے کہا اے مسلمانو! کیا تم جنت سے بھاگ رہے ہو؟ میں عمار بن یاسرؓ ہوں۔ کیا تم جنت سے بھاگ رہے ہو! میں عمار بن یاسر ہوں میری طرف آؤ اور امارت قبول کرنے سے انکار کرنے کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے پہلے کبھی میرے دل میں دنیا کا خیال نہیں آیا تھا میں نے سوچا کہ ان سے جا کر یہ کہوں کہ اس خلافت کی امید و طمع وہ آدمی کر رہا ہے جس نے آپ کو اور آپ کے باپ کو اسلام کی وجہ سے مارا تھا اور (مار مار کر) تم دونوں کو اسلام میں داخل کیا تھا (اس سے حضرت ابن عمرؓ اپنی ذات مراد لے رہے ہیں) لیکن پھر مجھے جنتیں اور نعمتیں یاد آ گئیں تو میں نے ان سے یہ بات کہنے کا ارادہ چھوڑ دیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب دومۃ الجندل میں حضرت معاویہؓ نے کہا کون خلافت کی طمع اور امید رکھتا ہے؟ اور حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کا قصہ پہلے گزر چکا ہے کہ جب انھوں نے صدقہ کیا تو کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ کے گھر والوں کا آپ پر حق ہے۔ آپ کے سسرال والوں کا بھی آپ پر حق ہے تو حضرت سعیدؓ نے کہا میں نے ان کے حقوق کی ادائیگی میں کبھی کسی کو ان پر ترجیح نہیں دی۔ میں موٹی آنکھوں والی حوریں حاصل کرنا چاہتا ہوں تو اس لیے میں کسی بھی انسان کو اس طرح خوش نہیں کرنا چاہتا کہ اس سے حوروں کے ملنے میں کمی آئے یا وہ نہ مل سکیں کیونکہ اگر جنت کی ایک بھی حور آسمان سے جھانک لے تو اس کی وجہ سے ساری زمین ایسے چمکنے لگے گی جیسے سورج چمکتا ہے۔ دوسری روایت میں یہ آیا ہے کہ حضرت سعیدؓ نے اپنی بیوی سے کہا ایسے ہی آرام سے بیٹھی رہو میرے کچھ ساتھی تھے جو تھوڑا عرصہ پہلے مجھ سے جدا ہو گئے (اس دنیا سے چلے گئے) اگر مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو بھی مجھے ان کا راستہ چھوڑنا پسند نہیں ہے۔ اگر جنت کی خوبصورت

حُوروں میں سے ایک حُور آسمانِ دُنیا سے جھانک لے تو ساری زمین اس کے نور سے روشن ہو جائے اور اس کے چہرے کا نور چاند سورج کی روشنی پر غالب آجائے اور جو دوپٹہ اُسے پہنایا جاتا ہے وہ دُنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔ اب میرے لئے یہ تو آسان ہے کہ ان حُوروں کی خاطر تجھے چھوڑ دوں لیکن تیری خاطر ان کو نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ سُن کر وہ نرم پڑگئی اور راضی ہوگئی۔ بیماریوں پر صبر کرنے کے باب میں یہ قصہ گزر چکا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری عورت سے یہ فرمایا تمہیں ان دو باتوں میں سے کونسی بات پسند ہے۔ ایک یہ کہ میں تمہارے لئے دُعا کروں اور تمہارا بُخار چلا جائے دوسری یہ کہ تم صبر کرو اور تمہارے لئے جنّت واجب ہو جائے۔ تو اُس انصاری عورت نے تین دفعہ کہا اللہ کی قسم! یا رسُولَ اللہ! میں صبر کروں گی اور پھر کہا میں اللہ کی جنّت کو خطرے میں نہیں ڈال سکتی۔ حضرت ابُوالدَّرداء رضی اللہ عنہ کا قصہ بھی گزر چکا ہے کہ جب وہ بیمار ہُوئے تو ان کے ساتھیوں نے ان کو کہا آپ کیا چاہتے ہیں؟ حضرت ابُوالدَّرداءؓ نے کہا میں جنّت چاہتا ہُوں اور اولاد کے مرنے پر صبر کرنے کے باب میں حضرت اُمّ حارثہ رضی اللہ عنہا کا قصہ گزر چکا کہ جب ان کا بیٹا حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ بدر کے دِن شہید ہُوا تو اُنھوں نے کہا یا رسُولَ اللہ! آپؐ مجھے بتائیں حارثہؓ کہاں ہے؟ اگر وہ جنّت میں ہے تو میں صبر کروں گی ورنہ اللہ تعالیٰ بھی دیکھ لیں گے کہ میں کیا کرتی ہُوں یعنی کتنا نوحہ کرتی ہُوں۔ اُس وقت تک نوحہ کرنا حرام نہیں ہُوا تھا۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت اُمّ حارثہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسُولَ اللہ! اگر میرا بیٹا جنّت میں ہے تو میں نہ روؤں گی اور نہ غم کا اظہار کروں گی اور اگر وہ جہنم میں ہے تو میں جب تک دُنیا میں زندہ رہوں گی روتی رہوں گی۔ حضورؐ نے فرمایا اے اُمّ حارثہ! وہاں ایک جنّت نہیں ہے بلکہ کئی جنّتیں ہیں اور (تمہارا بیٹا) حارث (پیار کی وجہ سے حارثہ کی جگہ حارث فرمایا) تو فردوسِ اعلیٰ میں ہے۔ اس پر وہ ہنستی ہُوئی واپس چلی گئیں اور کہہ رہی تھیں واہ واہ! اے حارث تیرے کیا کہنے!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں جہنم کو یاد کر کے رونے لگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! تمہیں کیا ہُوا؟ میں نے کہا میں جہنم کو یاد کر کے رو رہی ہُوں۔ کیا آپؐ قیامت کے دِن اپنے گھر والوں کو یاد رکھیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا تین جگہوں پر کوئی کسی کو یاد نہیں رکھے گا ایک تو اعمال کے ترازو کے پاس جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس کا ترازو (نیک اعمال کی وجہ سے) ہلکا ہوگا یا (گناہوں کی وجہ سے) بھاری۔ دوسرے اعمال نامے ملنے کے وقت۔ جسے دائیں ہاتھ میں ملے گا وہ کہے گا لو میرا اعمالنامہ پڑھ لو یہاں تک

کہ اُسے یہ معلوم ہو جائے کہ اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں آئے گا یا بائیں میں اور (سامنے سے ملے گا) یا پُشت کے پیچھے سے۔ تیسرے پل صراط کے پاس۔ جب پل صراط جہنم کی پُشت پر رکھا جائے گا اس کے دونوں کناروں پر بہت سارے آنکڑے اور کانٹے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہیں گے ان آنکڑوں اور کانٹوں میں پھنسا کر روک لیں گے یہاں تک کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس سے نجات پاتا ہے یا نہیں۔[1]

حضرت عبدالعزیز بن ابی داؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (سورت تحریم آیت ۶) ترجمہ "اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) اُس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن (اور سوختہ) آدمی اور پتھر ہیں" اُس وقت حضورؐ کے پاس کچھ صحابہؓ بیٹھے ہوئے۔ اُن میں ایک بڑے میاں بھی تھے بڑے میاں نے کہا یا رسول اللہ! جہنم کے پتھر دُنیا کے پتھر جیسے ہوں گے؟ حضورؐ نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جہنم کی چٹانوں میں سے ایک چٹان دُنیا کے تمام پہاڑوں سے زیادہ بڑی ہے۔ یہ سُن کر وہ بڑے میاں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ حضورؐ نے اُس کے دل پر ہاتھ رکھا تو وہ زندہ تھا۔ حضورؐ نے اُسے پکار کر کہا اے بڑے میاں! لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھو۔ اُس نے کلمہ پڑھا۔ حضورؐ نے اُسے جنت کی بشارت دی۔ حضورؐ کے صحابہؓ نے کہا یہ بشارت ہم میں سے صرف اسی کے لئے ہے؟ حضورؐ نے فرمایا، ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْدِ (سورت ابراہیم آیت ۱۴) ترجمہ "یہ ہر اُس شخص کے لئے (عام) ہے جو میرے روبرو کھڑا ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے ڈرے"۔[2] حاکم کی ایک روایت میں بڑے میاں کے بجائے ایک نوجوان کے بے ہوش ہو کر گرنے کا ذکر ہے۔ اللہ سے ڈرنے کے باب میں یہ قصہ گزر چکا ہے کہ ایک انصاری نوجوان کے دِل میں اللہ کا ڈر اتنا زیادہ بیٹھ گیا تھا کہ جب بھی اس کے سامنے جہنم کا ذکر ہوتا تو وہ رونے لگ جاتا۔ اور اِس کیفیت کے غلبہ کی وجہ سے وہ ہر وقت گھر ہی رہنے لگا باہر نکلنا چھوڑ دیا کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس کا تذکرہ کیا تو آپؐ اُس کے گھر تشریف لے گئے۔ جب اُس نوجوان کی حضورؐ پر نگاہ پڑی تو وہ کھڑے ہو کر حضورؐ کے گلے لگ گیا اور اسی حال میں اس

---

(۱) اخرجہ الحاکم (ج ۴ ص ۵۷۸) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح اسنادہ علی شرط الشیخین لولا ارسال فیہ بین الحسن و عائشہ وکذا قال الذہبی (۲) اخرجہ ابن ابی حاتم ہذا حدیث مرسل غریب کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۳۹۱) واخرج الحاکم بمعناہ مختصرا من حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما وصححہ کما تقدم فی الخوف

کی جان نکل گئی اور وہ مر کر نیچے گر پڑا۔ حضورؐ نے فرمایا تم اپنے ساتھی کی تجہیز و تکفین کرو۔ جہنم کے ڈر نے اس کے جگر کے ٹکڑے کر دیئے۔[1] اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کا قصہ بھی گزر چکا ہے کہ جب وہ بستر پر لیٹتے تو کروٹیں بدلتے رہتے اور ان کو نیند نہ آتی اور یوں فرماتے اے اللہ! جہنم نے میری نیند اڑا دی ہے پھر کھڑے ہو کر نماز شروع کر دیتے اور صبح تک اس میں مشغول رہتے۔ اس باب کے کچھ قصے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے رونے کے باب میں گزر چکے ہیں اور غزوہ موتہ کے دن کے واقعات میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہنے لگے کہ غور سے سنو اللہ کی قسم! نہ تو میرے دل میں دنیا کی محبت ہے اور نہ تم لوگوں سے تعلق اور لگاؤ بلکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی اس آیت کو پڑھتے ہوئے سنا جس میں دوزخ کی آگ کا تذکرہ ہے: وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (سورت مریم آیت ۷۱) ترجمہ "اور تم میں سے کوئی بھی نہیں جس کا اس پر سے گزر نہ ہو۔ یہ آپ کے رب کے اعتبار سے لازم ہے جو (ضرور) پورا ہو کر رہے گا۔" اب مجھے معلوم نہیں کہ اس آگ پر پہنچنے کے بعد واپسی کس طرح ہو گی؟

اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین

حضرت نیار بن مکرم اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ (سورت روم آیت ۱ تا ۴) ترجمہ "الٓمّٓ۔ اہل روم ایک قریب کے موقع میں مغلوب ہو گئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب تین سال سے لے کر نو سال کے اندر اندر غالب آجائیں گے" تو اس وقت فارس والے روم والوں پر غالب آئے ہوئے تھے اور مسلمان یہ چاہتے تھے کہ روم والے فارس والوں پر غالب آجائیں کیونکہ مسلمان اور روم والے اہل کتاب تھے اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ (سورت روم آیت ۴ تا ۵) ترجمہ "اس روز مسلمان اللہ تعالیٰ کی اس امداد پر خوش ہوں گے وہ جس کو چاہے غالب کر دیتا ہے اور وہ زبردست ہے (اور) رحیم ہے۔" اور قریش چاہتے تھے کہ فارس والے روم والوں پر غالب رہیں کیونکہ قریش اور فارس والے دونوں نہ تو اہل کتاب تھے اور نہ انہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا یقین تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مکہ کے مختلف علاقوں میں جا کر بلند آواز

(۱) اخرجہ الحاکم و صححہ من سہل وابن ابی الدنیا وغیرہ عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ

سے یہ آیت پڑھنے لگے تو قریش کے کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا یہ آیت ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گی آپ کے حضرت یہ کہتے ہیں کہ روم والے فارس والوں پر تین سے لے کر نو سال کے اندر اندر غالب آجائیں گے۔ کیا ہم آپ کے ساتھ اس بات پر شرط نہ لگالیں؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا ٹھیک ہے اور یہ شرط لگانے کے حرام ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے؛ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ اور مشرکوں نے شرط لگائی اور ہارنے پر جو چیز دینی پڑے گی اُسے طے کیا اور مشرکوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا آپ تین سال سے لے کر نو سال تک کی مدت میں سے کتنے سال طے کرتے ہیں؟ آپ ہمارے اور اپنے درمیان کوئی مدت طے کر دیں تاکہ اس کے پورا ہونے پر پتہ چلے کہ شرط میں کون ہارتا ہے اور کون جیتتا ہے؛ چنانچہ انھوں نے چھ سال متعین کر دیئے۔ پھر چھ سال گزرنے پر بھی رومی لوگ غلبہ نہ پا سکے تو مشرکین نے حضرت ابوبکرؓ کی شرط لگائی ہوئی چیز لے لی۔ پھر جب ساتواں سال شروع ہوا تو روم والے فارس والوں پر غالب آگئے۔ مسلمان حضرت ابوبکرؓ پر چھ سال مقرر کرنے پر اب اعتراض کرنے لگے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ کہا تھا کہ تین سال سے نو سال کے اندر اندر۔ جب نو سال سے پہلے پہلے روم والوں نے فارس والوں پر غلبہ حاصل کر لیا تو اس پر بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔[1]

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب الٓمّٓ ۚ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ فِیْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۙ نازل ہوئی تو مشرکوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کیا آپؓ نہیں دیکھ رہے کہ آپؓ کے حضرت کیا کہہ رہے ہیں؟ یوں کہہ رہے ہیں کہ روم والے فارس والوں پر غالب آجائیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میرے حضرت بالکل سچ کہتے ہیں۔ ان مشرکوں نے کہا کیا آپ ہم سے اس پر شرط لگانے کو تیار ہیں؟ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے روم والوں کے غالب آنے کی مدت مقرر کر دی لیکن وہ مدت گزر گئی اور رومی فارس والوں پر غالب نہ آسکے۔ جب حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپؐ نے ناگواری کا اظہار فرمایا۔ یہ شرط لگا کر سال مقرر کر دینا حضورؐ کو پسند نہ آیا۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا میں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کو سچا سمجھتے ہوئے ایسا کیا۔ حضورؐ نے فرمایا اب مشرکوں کے پاس جاؤ اور شرط میں جو چیز مقرر کی ہے اس کی مقدار بھی بڑھا دو اور مدت بھی بڑھا دو؛ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے جا کر مشرکوں سے کہا کیا آپ لوگ دوبارہ شرط لگاؤ گے؟ کیونکہ دوبارہ شرط پہلے سے زیادہ اچھی ہوگی۔ مشرکوں نے کہا ٹھیک ہے (چنانچہ دوبارہ جو مدت متعین کی تھی) اس مدت کے پورا ہونے سے پہلے ہی روم نے فارس پر غلبہ پالیا اور انھوں نے اپنے گھوڑے

[1] اخرجہ الترمذی کذا سائتہ الترمذی ثم قال ہذا حدیث حسن صحیح ولنعرفہ الا من حدیث عبدالرحمن بن ابی الزناد

مدائن میں باندھ دیئے اور رومیہ شہر کی بنیاد رکھی۔ پھر حضرت ابوبکرؓ شرط والا مال لے کر حضورؐ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ یہ حرام مال ہے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ دوسروں کو دے دو۔ (۱)

حضرت کعب بن عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اہلِ حیرہ کے وفد کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے ہم پر اسلام پیش کیا۔ ہم مسلمان ہو گئے اور حیرہ واپس آگئے۔ چند دن گزرے تھے کہ حضورؐ کی وفات کی خبر آگئی جس سے میرے ساتھی تو شک میں پڑ گئے اور کہنے لگے اگر وہ نبی ہوتے تو اُن کا انتقال نہ ہوتا۔ میں نے کہا نہیں۔ ان سے پہلے اور انبیاءؑ کا بھی تو انتقال ہو چکا ہے۔ میں اسلام پر پکا رہا پھر میں مدینہ کے ارادے سے چل پڑا۔ راستے میں میرا گزر ایک راہب کے پاس سے ہوا۔ ہم اس سے پوچھے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرتے تھے۔ میں نے جا کر اُسے کہا جس کام کا میں نے ارادہ کیا ہے اس کے بارے میں بتاؤ۔ اس بارے میں میرے دل میں کچھ کھٹک سی ہے۔ اُس راہب نے کہا اپنے نام کی کوئی چیز لاؤ۔ میں ٹخنے کی ہڈی لایا (عربی میں ٹخنے کی ہڈی کو کعب کہتے ہیں اور اُن کا نام بھی کعب تھا) اُس نے کچھ بال نکالے اور کہا اس ہڈی کو ان بالوں میں ڈال دو۔ میں نے وہ ہڈی اُن بالوں میں ڈال دی تو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالکل اسی صورت میں نظر آئے جس میں میں نے آپؐ کو دیکھا تھا اور مجھے آپؐ کی موت کا منظر بھی سارا اسی طرح نظر آیا جس طرح ہوا تھا (بظاہر جادو کے زور سے یہ سب کچھ نظر آیا) اس سے میرے ایمان کی بصیرت اور بڑھ گئی۔ میں نے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سارا قصہ سُنایا اور میں اُن کے پاس ٹھہر گیا۔ پھر انھوں نے مجھے (اسکندریہ کے بادشاہ) مُقوقِس کے پاس بھیجا وہاں سے واپس آیا تو پھر حضرت عمرؓ نے مجھے مقوقس کے پاس بھیجا اور جنگِ یرموک کے بعد حضرت عمرؓ کا خط لے کر مُقوقِس کے پاس پہنچا۔ مجھے جنگِ یرموک کی اس وقت تک خبر نہیں تھی۔ مُقوقِس نے کہا مجھے پتہ چلا ہے کہ رُومیوں نے عربوں کو قتل کر دیا ہے اور انھیں شکست دے دی ہے۔ میں نے کہا نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اُس نے کہا کیوں؟ میں نے کہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ اُن کو تمام دینوں پر غالب کریں گے اور اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ اس پر اُس نے کہا اللہ کی قسم! عربوں نے رُومیوں کو ایسے قتل کیا ہے جیسے قومِ عاد کو قتل کیا گیا تھا اور تمہارے نبیؐ نے بالکل سچ کہا۔ پھر اُس نے مجھ سے بڑے بڑے صحابہؓ کے بارے میں پوچھا اور مجھے اُن کے لئے ہدیے دیئے۔ میں نے کہا اس نبیؐ کے چچا حضرت عباسؓ

---

(۱) عند ابن ابی حاتم واخرجہ الامام احمد والترمذی وحسنہ والنسائی وابن ابی حاتم وابن جریر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما بمعناہ مختصراً کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۴۲۳)

زندہ ہیں۔ ان کے ساتھ بھی حسنِ سلوک اور صلہ رحمی کرو۔ حضرت کعبؓ کہتے ہیں میں تجارت وغیرہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا شریک تھا۔ جب حضرت عمرؓ نے عطایا کا رجسٹر بنایا تو مجھے (اپنے خاندان) بنو عدی بن کعب میں شمار کر کے میرا بھی حصہ مقرر کیا۔[1]

مرتدین سے جنگ کرنے کے باب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ قول گزر چکا ہے اللہ کی قسم! میں اللہ کی بات کو لے کر کھڑا رہوں گا اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتا رہوں گا؛ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کو پورا فرما دیں اور اپنے عہد کو ہمارے لئے پورا فرما دیں؛ چنانچہ ہم میں سے جو مارا جائے گا وہ شہید ہو کر جنت میں جائے گا اور ہم میں سے جو باقی رہے گا وہ اللہ کی زمین پر اللہ کا خلیفہ اور اللہ کی عبادت کا وارث بن کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حق کو مضبوط فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور ان کے فرمان کے خلاف نہیں ہو سکتا وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (سورت نور آیت ۵۵) ترجمہ" (اے مجموعۂ اُمت!) تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں اُن سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ اُن کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا کہ ان سے پہلے (اہل ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی"۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جہاد اور نفر فی سبیل اللہ کے لئے ترغیب دینے کے باب میں ان کا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ جو مہاجرین اللہ کے دین کے لیے ایک دم دوڑ کر آیا کرتے تھے وہ آج اللہ کے وعدے سے کہاں دور جا پڑے ہیں؟ تم اس سرزمین میں جہاد کے لئے چلو جس کے بارے میں اللہ نے تم سے قرآن میں وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہیں اس زمین کا وارث بنائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (سورت توبہ آیت ۳۳) ترجمہ" تاکہ اس کو تمام (بقیہ) دینوں پر غالب کر دے"۔ اللہ اپنے دین کو ضرور غالب کریں گے اور اپنے مددگار کو عزت دیں گے اور اپنے دین والوں کو تمام قوموں کا وارث بنائیں گے۔ اللہ کے نیک بندے کہاں ہیں؟ اور جہاد کے لئے ترغیب دینے کے باب میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ حق ہیں اور بادشاہت میں اُن کا کوئی شریک نہیں ان کی کسی بات کے خلاف نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (سورۃ انبیاء آیت ۱۰۵) ترجمہ" اور ہم (سب آسمانی) کتابوں میں لوح محفوظ (میں لکھنے) کے بعد لکھ چکے ہیں کہ اس زمین (جنت) کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے"۔ یہ زمین تمہاری میراث

(۱) اخرجه البغوی وقال البغوی واظلم لکعب بن عدی غیرہ وکذا اخرجه ابن قانع عن البغوی ولکنه اقتصر منه الی قوله مات الاخیا ً قبله وابن شاہین والبونعیم وابن السکن بطوله واخرجه ابن یونس فی تاریخ مصر من وجه آخر عن کعب بطوله کما فی الاصابة (ج ۳ ص ۲۹۸)

ہے اور تمہارے رب نے تمہیں یہ دینے کا وعدہ کیا ہُوا ہے اور تین سال سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس زمین کو استعمال کرنے کا موقع دیا ہُوا ہے۔ تم خود بھی اس میں سے کھا رہے ہو اور دوسروں کو بھی کھلا رہے ہو اور یہاں کے رہنے والوں کو قتل کر رہے ہو اور ان کا مال سمیٹ رہے ہو اور آج تک ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر رہے ہو۔ غرضیکہ گزشتہ تمام جنگوں میں تمہارے ناموروں نے ان کو بڑا نقصان پہنچایا ہے اور اب تمہارے سامنے ان کا بہت بڑا لشکر جمع ہو کر آگیا ہے (اس لشکر کی تعداد دو لاکھ بتائی جاتی ہے) اور تم عرب کے سردار اور معزز لوگ ہو اور تم میں سے ہر ایک اپنے قبیلے کا بہترین آدمی ہے اور تمہارے پیچھے رہ جانے والوں کی عزت تم سے ہی وابستہ ہے۔ اگر تم دُنیا کی بے رغبتی اور آخرت کا شوق اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا اور آخرت دونوں دے دیں گے۔

اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کی خبر دی ہے اُن پر یقین کرنا

حضرت عُمارہ بن خُزیمہ بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی آدمی سے گھوڑا خریدا اور اسے اپنے پیچھے آنے کے لیے کہا تاکہ اُسے گھوڑے کی قیمت دے دیں۔ حضورؐ تیز تیز چلتے ہُوئے آگے نکل گئے۔ وہ دیہاتی آہستہ آہستہ چل رہا تھا لوگوں کو معلوم نہیں تھا کہ حضورؐ نے اس سے یہ گھوڑا خرید لیا ہے۔ اس لیئے لوگ اس سے اس گھوڑے کا سودا کرنے لگے۔ ہوتے ہوتے ایک آدمی نے اس گھوڑے کی قیمت حضورؐ سے زیادہ لگا دی تو اُس نے حضورؐ کو آواز دے کر کہا اگر آپ یہ گھوڑا خریدنا چاہتے ہیں تو خرید لیں ورنہ میں اِسے بیچنے لگا ہُوں۔ حضورؐ نے جب اُس دیہاتی کی یہ بات سُنی تو رُک گئے۔ جب دیہاتی آپؐ کے پاس پہنچا تو آپؐ نے اُس سے کہا کیا میں نے تم سے یہ گھوڑا خرید نہیں لیا؟ اُس نے کہا نہیں۔ اللہ کی قسم! میں نے آپ کو یہ گھوڑا نہیں بیچا۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں، میں تم سے یہ گھوڑا خرید چکا ہُوں۔ حضورؐ اور وہ دیہاتی آپس میں بات کرنے لگے تو دونوں کے گرد لوگ جمع ہو گئے۔ پھر وہ دیہاتی کہنے لگا آپ اپنا کوئی گواہ لائیں جو اس بات کی گواہی دے کہ میں نے آپؐ کے ہاتھ یہ گھوڑا بیچا ہے۔ جو بھی مسلمان وہاں آتا وہ اس دیہاتی کو یہی کہتا تیرا ناس ہو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمیشہ صرف حق بات ہی کہتے ہیں یہاں تک کہ حضرت خُزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور انہوں نے

حضورؐ کی اور دیہاتی کی گفتگو کو سُنا۔ اور دیہاتی کہہ رہا تھا آپ اپنا کوئی گواہ لائیں جو اس بات کی گواہی دے کہ مَیں نے یہ گھوڑا آپ کے ہاتھ بیچا ہے۔ حضرت خُزَیمہؓ نے فوراً کہا میں اِس بات کی گواہی دیتا ہُوں کہ تُم نے حضورؐ کے ہاتھ یہ گھوڑا بیچا ہے۔ حضورؐ نے حضرت خُزیمہؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم کِس بُنیاد پر گواہی دے رہے ہو؟ حضرت خزیمہؓ نے کہا یا رسُولَ اللہ! میں اِس بُنیاد پر گواہی دے رہا ہُوں کہ مَیں آپؐ کو سچّا مانتا ہُوں۔ اِس پر حضورؐ نے اکیلے حضرت خُزیمہؓ کی گواہی دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دے دی[1] حضرت محمد بن عُمارہ بن خُزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا اے خُزَیمہ! تم تو ہمارے ساتھ نہیں تھے تو تم کِس بُنیاد پر گواہی دے رہے ہو؟ اُنھوں نے کہا یا رسولَ اللہ! جب میں آپ کو آسمان کی باتوں میں سچّا مانتا ہُوں تو آپ یہ جو بات کہہ رہے ہیں اس میں آپ کو سچّا کیسے نہ مانوں؟ چُنانچہ حضورؐ نے ان کی گواہی دو مَردوں کی گواہی کے برابر قرار دے دی[2] ابن سعد کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت خُزَیمہؓ نے کہا مجھے اس بات کا یقین ہے کہ آپ ہمیشہ صرف حق بات ہی کہتے ہیں ہم اس سے بھی بہتر بات یعنی دینی مُعاملات میں آپ پر ایمان لا چکے ہیں۔ حضورؐ نے ان کی گواہی کو درست قرار دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم شبِ معراج میں مسجدِ اَقصیٰ تشریف لے گئے تو لوگ اس بارے میں باتیں کرنے لگے اور جو لوگ آپؐ پر ایمان لائے تھے اور آپؐ کی تصدیق کر چکے تھے ان میں سے کچھ لوگ مُرتد ہو گئے پھر یہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور اُن سے جاکر کہا آپ کا اپنے حضرت کے بارے میں کیا خیال ہے، وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ آج رات بیتُ المَقدِس گئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کیا اُنھوں نے یہ بات کہی ہے؟ لوگوں نے کہا جی ہاں! حضرت ابوبکرؓ نے کہا اگر اُنہوں نے یہ بات کہی ہے تو بالکل سچ ہے۔ لوگوں نے کہا تو کیا آپ اِس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ آج رات بیتُ المَقدِس گئے تھے اور صُبح سے پہلے واپس بھی آ گئے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا جی ہاں! مَیں تو اس سے بھی زیادہ بعید نظر آنے والے اُمور میں ان کی تصدیق کرتا ہُوں وہ صُبح اور شام جو آسمان کی خبریں بتاتے ہیں۔ مَیں اِن میں اُن کی تصدیق کرتا ہُوں اسی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ کا نام صدّیق رکھا گیا[3] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ پر جو لوگ ایمان لا چکے تھے ان میں سے کچھ لوگ اس موقع پر مُرتد ہو گئے اور ان میں سے بہت سے لوگوں نے

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۳۷۸) واخرجہ ابوداؤد (ص ۵۰۸) عن عمارۃ بن خزیمۃ عن عمہ (۲) عنہ ابن سعد ایضا (ج ۴ ص ۳۷۹)
(۳) اخرجہ البیہقی کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۲۱) واخرجہ ابونعیم عن عائشۃ نحوہ۔

اس واقعہ کی تصدیق کی۔ بہرحال یہ واقعہ بھی بہت بڑی آزمائش کا تھا۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ شبِ معراج کا واقعہ تفصیل سے ذکر کرتے ہیں آخر میں یہ ہے کہ جب مشرکوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور اُن سے کہا اے ابوبکر! آپ کا اپنے حضرت کے بارے میں کیا خیال ہے۔ وہ یہ بتا رہے ہیں کہ وہ آج رات ایک مہینے کی مسافت پر گئے تھے اور پھر رات کو ہی واپس آگئے۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ہے۔[2]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ایک سال ٹڈیاں کم ہوگئیں۔ حضرت عمرؓ نے ٹڈیوں کے بارے میں بہت پوچھا لیکن کہیں سے کوئی خبر نہ ملی تو وہ اس سے بہت پریشان ہوئے؛ چنانچہ انہوں نے ایک سوار ادھر یعنی یمن بھیجا اور دوسرا شام تیسرا عراق بھیجا تاکہ یہ سوار پوچھ کر آئیں کہ کہیں ٹڈی نظر آئی ہے یا نہیں۔ جو سوار یمن گیا تھا وہ وہاں سے ٹڈیوں کی ایک مٹھی لایا اور لا کر حضرت عمرؓ کے سامنے ڈال دیں۔ حضرت عمرؓ نے جب انہیں دیکھا تو تین دفعہ اللہ اکبر کہا پھر فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار قسم کی مخلوق پیدا کی ہے۔ چھ سو سمندر میں اور چار سو خشکی میں اور ان میں سے سب سے پہلے ٹڈی ختم ہوگی۔ جب ٹڈیاں ختم ہو جائیں گی تو پھر اور مخلوقات بھی ایسے آگے پیچھے ہلاک ہونی شروع ہو جائیں گی جیسے موتیوں کی لڑی کا دھاگہ ٹوٹ گیا ہو۔[3]

حضرت فُضالہ بن ابی فُضالہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یَنبُع میں بیمار تھے اور بیماری کافی شدید تھی۔ میں اپنے والد کے ساتھ ان کی عیادت کرنے یَنبُع گیا۔ میرے والد صاحب نے اُن سے کہا آپ یہاں کیوں ٹھہرے ہوئے ہیں؟ اگر آپ کا یہاں انتقال ہوگیا تو آپ کے پاس صرف جُہَینہ کے دیہاتی ہوں گے۔ آپ تھوڑی سی تکلیف فرما کر مدینہ تشریف لے چلیں۔ اگر آپ کا وہاں انتقال ہوا تو پھر آپ کے ساتھی آپ کے پاس ہوں گے جو آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے (میرے والد) حضرت ابو فُضالہ رضی اللہ عنہ بدری صحابہؓ میں سے تھے (اس لئے حضرت علیؓ کی نگاہ میں اُن کا بڑا مقام تھا) حضرت علیؓ نے فرمایا مجھے یقین ہے کہ میرا اس بیماری میں انتقال نہیں ہوگا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا تھا کہ جب تک میں امیر نہ بنایا جاؤں اور پھر میری یہ داڑھی میرے اس سر کے خون

(۱) قال ابو نعیم وفیہ محمد بن کثیر المصیصی ضعفہ احمد جداً وقال ابن معین صدوق وقال النسائی وغیرہ لیس بالقوی کما فی المنتخب (ج ۴ ص ۳۵۲) (۲) اخرجہ ابن ابی حاتم کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۲) (۳) اخرجہ الحافظ ابو یعلی کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۱۳۱)

سے رنگی نہ جائے اُس وقت تک میں نہیں مروں گا۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اُونٹ کی رکاب میں پاؤں رکھ چکا تھا کہ اتنے میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے آپ کہاں جا رہے ہیں؟ میں نے کہا عراق۔ اُنہوں نے کہا اگر آپ وہاں گئے تو کوئی آپ کو تلوار مار دے گا۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں اللہ کی قسم! میں نے ان سے پہلے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہوئی ہے۔[2]

حضرت مُعاویہ بن جریر حضرمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گھوڑے سوار میرے سامنے سے گزریں (چنانچہ سوار گزرنے لگے) پھر حضرت علیؓ کے پاس سے ابن ملجم گزرا۔ حضرت علیؓ نے اس سے اس کا نام اور نسب پُوچھا اُس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کا نام بتا دیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تم غلط کہتے ہو پھر اُس نے اپنے باپ کا نام لیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اب تم نے ٹھیک کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا تھا کہ میرا قاتل یہودیوں میں سے ہوگا۔ یہ ابن مُلجم یہودی تھا۔ حضرت علیؓ نے اُس سے کہا چلے جاؤ۔[3] حضرت عُبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن مُلجم کو دیکھتے تو یہ شعر پڑھتے:

اُرِیْدُ حِبَاءَهٗ وَیُرِیْدُ قَتْلِیْ عَذِیْرَكَ مِنْ خَلِیْلِكَ مِنْ مُرَادِ

میں اُسے عطیہ دینا چاہتا ہوں وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ تم قبیلہ مُراد میں سے اپنا وہ دوست لاؤ جو تمہارا عُذر بیان کرے (مراد ابن ملجم کا قبیلہ تھا)۔[4]

حضرت ابُوطفیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا ان کے پاس عبدالرحمن بن ملجم آیا۔ حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ اسے عطیہ دیا جائے پھر اپنی داڑھی کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے فرمایا اس داڑھی کو اُوپر کے حصے (کے خون) سے رنگنے سے اس بدبخت کو کوئی نہیں روک سکتا۔ پھر حضرت علیؓ نے یہ اشعار پڑھے:

اُشْدُدْ حَیَازِیْمَكَ لِلْمَوْتِ فَاِنَّ الْمَوْتَ اٰتِیْكَا

تُو موت کے لیے اپنی کمر کس لے کیونکہ موت تمہیں ضرور آئے گی۔

وَلَا تَجْزَعْ مِنَ الْقَتْلِ اِذَا حَلَّ بِوَادِیْكَا

اور جب قتل تمہاری وادی میں اُتر جائے تو پھر قتل ہونے سے نہ گھبرانا۔[5]

(۱) اخرجہ ابن احمد فی زوائدہ وابن ابی شیبۃ والبزار والحارث والبنیم والبیہقی فی الدلائل وابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۵۹) وقال ورجالہ ثقات (۲) اخرجہ الحمیدی والبزار والبعلی وابن حبان والحاکم وغیرہم کذا فی المنتخب (۳) اخرجہ ابن عدی وابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۶۰) (۴) عند عبدالرزاق وابن سعد ووکیع فی الغرر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۶۰) (۵) عند ابن سعد وابی نعیم کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۵۹)

حضرت اُمِ عمار رضی اللہ عنہا جنہوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی پرورش کی تھی وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمارؓ بیمار ہو گئے تو کہنے لگے اس بیماری میں مجھے موت نہیں آئے گی کیونکہ میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا تھا کہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں لڑائی ہو گی اور میں ان دو جماعتوں کے درمیان شہید ہو کر ہی مروں گا[1] صحابہ کرامؓ کے اللہ کے راستہ میں شوقِ شہادت کے قصوں میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ دُنیا میں تمہارا آخری توشہ دُودھ کی لسّی ہو گی (اور وہ میں پی چکا ہوں اور اب میں دُنیا سے جانے والا ہوں) جنگِ صفّین کے دن حضرت عمارؓ جب لڑ رہے تھے لیکن شہید نہیں ہو رہے تھے اس وقت ان کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کا قصہ بھی گزر چکا ہے اور ان کا یہ قول بھی گزر چکا ہے کہ اے امیر المؤمنین! یہ فلاں دن ہے (یعنی حضورؐ نے مجھے جس دن شہید ہونے کی خوشخبری دی تھی وہ دن یہی ہے) حضرت علیؓ جواب میں فرماتے، ارے اپنے اس خیال کو جانے دو۔ اس طرح تین مرتبہ ہوا۔ پھر ان کے پاس دُودھ لایا گیا جسے انہوں نے پی لیا۔ پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دُودھ ہی وہ چیز ہے جسے میں دُنیا سے جاتے وقت سب سے آخر میں پیوں گا پھر کھڑے ہو کر جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ہشام بن ولید بن مغیرہ کی بیٹیؓ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی تیمار داری کیا کرتی تھیں وہ کہتی ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمارؓ کی عیادت کے لئے آئے۔ جب حضرت معاویہؓ ان کے پاس سے باہر گئے تو کہنے لگے اے اللہ! ان کی موت ہمارے ہاتھوں میں نہ ہو کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ عمارؓ کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔[2]

حضرت ابراہیم بن اشتر رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوذرؓ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اُن کی بیوی رونے لگی۔ انہوں نے اپنی بیوی سے کہا تم کیوں رو رہی ہو؟ اُس نے کہا میں اس لئے رو رہی ہوں کہ مجھ میں آپ کو دفن کرنے کی طاقت نہیں اور نہ ہی میرے پاس اتنا کپڑا ہے جو آپ کے دفن کے لئے کافی ہو حضرت ابوذرؓ نے کہا مت رو کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ لوگوں کو فرماتے ہوئے سُنا اور ان لوگوں میں میں بھی تھا۔ آپؐ نے فرمایا تم لوگوں میں سے ایک آدمی کی موت جنگل بیابان میں آئے گی اور اس کے جنازے میں مسلمانوں کی ایک جماعت شریک ہو گی۔ اب ان لوگوں میں سے ہر ایک کا انتقال

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۴۷) [2] اخرجہ ابو یعلی وابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۲۴۷)

کسی نہ کسی بستی میں اور مسلمانوں کے مجمع میں ہوا ہے؛ لہٰذا اب میں ہی ایسا ہوں کہ جسے جنگل بیابان میں موت آنے گی اللہ کی قسم! نہ تو میں غلط کہہ رہا ہوں اور نہ حضورؐ نے مجھ سے غلط بات کی ہے، لہٰذا آنے جانے کے عام راستہ کی طرف دیکھو۔ اُن کی بیوی نے کہا حاجیوں کے قافلے واپس جا چکے ہیں اور راستے بند ہو چکے ہیں۔ بہرحال وہ ٹیلہ پر چڑھ کر کھڑی ہو جاتیں اور راستہ کی طرف دیکھتیں (جب کوئی نظر نہ آتا تو) واپس آکر تیمارداری میں لگ جاتیں اور پھر ٹیلے پر چڑھ کر دیکھتیں۔ وہ ایسے ہی کر رہی تھیں کہ اچانک اُنہوں نے دیکھا کہ ایک جماعت ہے جسے اُن کی سواریاں تیزی سے لیئے چلی آرہی ہیں اور وہ اپنے کجاووں میں بیٹھے ہوئے ایسے لگ رہے تھے جیسے گِدھ ہوں۔ اُن کی بیوی نے کپڑے سے اُن کی طرف اِشارہ کیا تو وہ دیکھ کر اُن کی طرف آئے یہاں تک کہ ان کے پاس آکر کھڑے ہو گئے اور پُوچھا کیا بات ہے؟ اُن کی بیوی نے کہا ایک مسلمان مر رہا ہے کیا آپ اس کے کفن کا اِنتظام کر سکتے ہیں؟ ان لوگوں نے پُوچھا وہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا وہ ابُوذرؓ ہیں۔ یہ سُنتے ہی وہ سب کہنے لگے ہمارے ماں باپ حضرت ابوذرؓ پر قربان ہوں اور کوڑے مار کر سواریاں تیز دوڑائیں اور حضرت ابوذرؓ کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت ابُوذرؓ نے فرمایا تمہیں خوشخبری ہو اور پھر انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم والی وہی حدیث سُنائی پھر فرمایا میں نے حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے یہ سُنا ہے کہ جن دو مسلمانوں کے دو یا تین بچے مر جائیں اور وہ ثواب کی نیت سے اس پر صبر کر لیں تو دونوں کو جہنم کے دیکھنے سے بھی اللہ بچالیں گے۔ تم لوگ سُن رہے ہو اگر میرے پاس کفن کے لیئے کوئی کپڑا ہوتا تو مجھے اسی میں کفن دیا جاتا ایسے ہی اگر میری بیوی کے پاس میرے کفن کے قابل کوئی کپڑا ہوتا تو مجھے اسی میں کفن دیا جاتا (ہمارے پاس تو کفن کا کپڑا ہے نہیں، اِس لیئے آپ لوگ کفن کا کپڑا دیں) لیکن میں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم میں سے جو آدمی امیر یا چودھری یا نمبر دار یا قاصد رہا ہو وہ مجھے کفن نہ دے تو ان لوگوں میں سے ہر آدمی ان میں سے کسی نہ کسی منصب پر رہ چکا تھا صرف ایک انصاری جوان ایسا تھا جس نے ان میں سے کوئی بھی کام نہیں کیا تھا اُس نے کہا میں آپ کو کفن دوں گا کیونکہ آپ نے جتنی باتیں کہی ہیں میں نے اُن میں سے کوئی کام نہیں کیا۔ میں نے یہ چادر اوڑھ رکھی ہے اور میرے تھیلے میں دو کپڑے ہیں جنہیں میری ماں نے کات کر میرے لیئے بُنا تھا میں ان تین کپڑوں میں آپ کو کفن دوں گا۔ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا ہاں تم مجھے ضرور کفن دینا، چُنانچہ اس انصاری نے انہیں کفن دیا۔ راوی حضرت ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ اس جماعت میں حضرت حجر بن اَدْبَر اور (میرے والد) مالک بھی تھے اور یہ سب لوگ یمن کے تھے۔[1]

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۲۳۲) واخرجہ ابونعیم عن ام ذر بنحوہ کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۵۷)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ربذہ بستی کی طرف جلاوطن کر دیا اور تقدیر کی لکھی موت اُن کو آنے لگی اور اُس وقت اُن کے پاس صرف اُن کی بیوی اور اُن کا ایک غلام تھا تو انھوں نے ان دونوں کو وصیت کی کہ (جب میرا انتقال ہو جائے تو) تم دونوں مجھے غسل دینا اور پھر مجھے کفن دینا پھر میرے جنازے کو راستے کے درمیان رکھ دینا۔ جو بھی پہلا قافلہ آپ لوگوں کے پاس سے گزرے اُنھیں بتا دینا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے دفن کرنے میں ہماری مدد کرو؛ چنانچہ جب ان کا انتقال ہو گیا تو ان دونوں نے غسل دے کر کفن پہنا کر ان کا جنازہ راستہ کے درمیان رکھ دیا کہ اتنے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عراق کی ایک جماعت کے ساتھ وہاں پہنچے۔ یہ لوگ عمرہ کرنے جا رہے تھے۔ اُن کے اونٹ جنازے پر چڑھنے ہی لگے تھے کہ وہ لوگ راستہ میں جنازہ دیکھ کر گھبرا گئے۔ حضرت ابوذرؓ کے غلام نے کھڑے ہو کر کہا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے دفن کرنے میں ہماری مدد کرو۔ یہ سن کر حضرت عبداللہؓ چیخ مار کر رونے لگے اور فرمانے لگے حضورؐ نے سچ فرمایا تھا کہ (اے ابوذر!) تو اکیلا چلے گا اکیلا مرے گا اور اکیلا اُٹھایا جائے گا پھر وہ اور اُن کے ساتھی سواریوں سے اُترے اور انھیں دفن کیا پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے ساتھیوں کو حضرت ابوذرؓ والی حدیث سنائی اور حضورؐ نے تبوک جاتے ہوئے حضرت ابوذرؓ کو جو کچھ کہا تھا وہ بھی بتایا۔[1]

حضرت حُمید بن مَنْہَب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے دادا حضرت خُریم بن اَوس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ہجرت کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلا اور جب آپؐ تبوک سے واپس آئے اُس وقت میں آپؐ کی خدمت میں پہنچا اور میں اسلام میں داخل ہو گیا۔ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے یہ سفید حیرہ (شہر) دکھایا گیا ہے اور یہ شیماء بنت بُقَیلہ اَزدیہ سفید خچر پر سوار کالا دوپٹہ اوڑھے ہوئے گویا کہ مجھے نظر آ رہی ہے میں نے کہا یا رسول اللہ! اگر ہم حیرہ میں داخل ہوں اور جو منظر آپؐ نے شیماء کا بتایا ہے اس منظر میں ہمیں ملے تو کیا وہ مجھے مل جائے گی؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں! وہ تمہاری (باندی) ہے پھر (حضورؐ کے انتقال کے بعد) بہت سے لوگ مرتد ہو گئے لیکن ہمارے قبیلہ بنو طے میں کوئی مرتد نہ ہوا؛ چنانچہ ہم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ حیرہ کے ارادے سے چلے۔ جب ہم حیرہ میں داخل ہونے لگے تو ہمیں سب سے پہلے شیماء بنت بُقَیلہ اسی حال میں ملی جو حضورؐ نے بتایا تھا۔ سفید خچر پر سوار کالا

[1] عند ابن سعد ایضاً (ج ۴ ص ۲۳۴)

دوپٹہ اوڑھے ہوئی تھی۔ میں نے اُس پر فوراً قبضہ کرلیا اور میں نے کہا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سارا حال بتایا تھا (اور آپؐ نے مجھے یہ دے دی تھی) حضرت خالدؓ نے مجھ سے گواہ طلب کیے؛ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ انصاری اور حضرت محمد بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہما میرے گواہ بنے جس پر حضرت خالدؓ نے مجھے شیماؔ دے دی۔ پھر اس شیماؔ کے پاس اُس کا بھائی عبدالمسیح بن بقیلہ صلح کے ارادے سے آیا اور اُس نے مجھ سے کہا شیماؔ کو میرے ہاتھ بیچ دو۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! اس کی قیمت دس سَو سے کم نہیں لُوں گا؛ چنانچہ اُس نے مجھے ہزار درہم دے دیئے اور میں نے شیماؔ اُس کے سپُرد کردی۔ میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا اگر تم سو ہزار یعنی لاکھ لیتے تو وہ لاکھ بھی تمہیں دے دیتا (اس کے پاس تو پیسے بہت تھے) میں نے کہا مجھے معلوم نہیں تھا کہ دس سو سے بھی بڑا ہندسہ ہوتا ہے۔[1]

حضرت جُبَیر بن حَیّہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عجمی کافر سردار بندار فان نے یہ پیغام بھیجا کہ اے عرب کے لوگو! اپنے میں سے ایک آدمی میرے پاس بھیجو تاکہ ہم اس سے بات کریں؛ چنانچہ لوگوں نے اس کام کے لیے حضرت مُغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا۔ حضرت جُبیر کہتے ہیں کہ میں ان کو دیکھ رہا تھا کہ اُن کے لمبے لمبے بال تھے اور وہ کانے تھے؛ چنانچہ وہ اس سردار کے پاس گئے۔ جب وہ وہاں سے واپس آئے تو ہم نے ان سے پُوچھا کہ اس سردار سے کیا بات ہوئی؟ اُنھوں نے بتایا کہ میں نے پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر میں نے کہا (زمانۂ جاہلیت میں) ہم لوگ تمام لوگوں سے زیادہ دُور گھر والے تھے (آبادی دُور دُور تھی) سب سے زیادہ بھُوکے تھے، سب سے زیادہ بدحال تھے، تمام لوگوں میں ہر خیر سے سب سے زیادہ دُور تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس ایک رسُول بھیجا جس نے ہم سے دُنیا میں اللہ کی مدد کا اور آخرت میں جنّت کا وعدہ کیا اور جب سے وہ رسُول ہمارے پاس آئے ہیں اُس وقت سے ہم اپنے رب کی طرف سے مسلسل کامیابی اور مدد ہی دیکھ رہے ہیں۔ اور اب ہم تمہارے پاس آگئے ہیں اور اللہ کی قسم! ہمیں یہاں بادشاہت اور شاندار زندگی نظر آرہی ہے ہم اسے چھوڑ کر بدحالی کی طرف کبھی واپس نہیں جائیں گے بلکہ یا تو تم پر غالب آکر جو کچھ تمہارے قبضے میں ہے وہ سب کچھ لے لیں گے یا پھر یہاں ہی شہید ہوجائیں گے۔[2]

حضرت جُبَیر بن حَیّہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نُعمان بن مُقرّن رضی اللہ عنہ کے اہواز والوں کے پاس آدمی بھیجنے کے بارے میں لمبی حدیث ذکر کی ہے اس میں یہ بھی ہے اہواز والوں نے

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۹۶) واخرجہ الطبرانی عن حمید بطولہ کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۲۴) واخرج البخاری عن حمید مختصراً وابن مندہ بطولہ وقال لا یعرف الا بھذا الاسناد تفرد بہ زکریا بن یحیی عن زفر کذا فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۲۷۱) (۲) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۹۸)

مطالبہ کیا کہ ان کے پاس کوئی آدمی بھیجیں، چنانچہ حضرت نعمان ؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ان لوگوں کے ترجمان نے کہا تم لوگ کون ہو؟ حضرت مغیرہؓ نے کہا ہم عرب کے کچھ لوگ ہیں۔ ہم سخت بدحالی میں تھے اور بہت طویل عرصے سے پریشانیوں اور مصیبتوں میں مبتلا تھے ہم بھوک کی وجہ سے کھال اور گٹھلی چوسا کرتے تھے اون اور بالوں کے کپڑے پہنا کرتے تھے۔ درختوں اور پتھروں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ہمارا یہی حال چل رہا تھا کہ آسمانوں اور زمین کے رب نے ہمارے پاس ہم میں سے ایک نبی بھیجا جس کے ماں باپ کو ہم پہچانتے تھے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات کا حکم دیا کہ جب تک تم لوگ ایک اللہ کی عبادت نہ کرو یا جزیہ ادا نہ کرو ہم تم سے جنگ کرتے رہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اللہ کے سارے پیغام پہنچائے ان میں ایک پیغام یہ تھا کہ ہم میں سے جو آدمی قتل (شہید) ہوگا وہ جنت میں اور ایسی نعمتوں میں جائے گا کہ ان جیسی نعمتیں اس نے کبھی نہیں دیکھی ہوں گی۔ اور ہم میں سے جو زندہ رہ جائے گا وہ تمہاری گردنوں کا مالک ہوگا، تم پر غلبہ پائے گا۔[1]

حضرت طلق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے آکر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابو درداء! آپ کا گھر جل گیا۔ انھوں نے فرمایا میرا گھر نہیں جل سکتا پھر دوسرے آدمی نے آکر وہی بات کہی تو انھوں نے کہا، نہیں میرا گھر نہیں جل سکتا۔ پھر تیسرے آدمی نے آکر بھی وہی بات کہی تو اس کو بھی یہی کہا کہ میرا گھر نہیں جل سکتا پھر چوتھے آدمی نے آکر کہا آگ تو بھڑکی تھی اور آپ کے گھر تک بھی پہنچ گئی تھی لیکن وہاں جا کر بجھ گئی تھی۔ انھوں نے فرمایا مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کریں گے (یعنی میرے گھر کو جلنے نہیں دیں گے) اس آدمی نے کہا اے ابو درداء! ہمیں پتہ نہیں چل رہا کہ آپ کی کونسی بات زیادہ عجیب ہے؟ پہلے آپ نے کہا میرا گھر نہیں جل سکتا۔ پھر بعد میں آپ نے کہا مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کریں گے۔ انھوں نے فرمایا میں نے چند کلمات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہیں جو آدمی صبح کو یہ کلمات کہہ لے گا شام تک اسے کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی وہ کلمات یہ ہیں: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ مَاشَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ

[1] عند البیہقی فی الاسماء والصفات ورواہ البخاری فی الصحیح کما قال البیہقی واخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۹۹) عن بکر بن عبداللہ المزنی وزیاد بن جبیر بن حیۃ نحوہ ولعلہ سقط عن فی روایۃ عن جبیر بن حیۃ۔

وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ. ترجمہ اے اللہ! تُو میرا رب ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تجھ پر میں نے توکل کیا تو محترم عرش کا رب ہے۔ جو اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے چاہا وہ ہُوا اور جو چاہا وہ نہیں ہُوا۔ بُرائیوں سے بچنے کی قوت اور نیکی کرنے کی طاقت صرف بزرگ و برتر اللہ سے ہی ملتی ہے۔ میں اِس بات کو جانتا ہُوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ اے اللہ! میں اپنے نفس کے شر سے اور ہر اُس جانور کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہُوں جس کی پیشانی کو تو پکڑنے والا ہے۔ بیشک میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔" [1]

دعوت کے باب میں گزر چکا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تیسری بات بھی ضرور ہو کر رہے گی، اس لیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں۔ صحابہ کرام کا جماعتوں کو دعوت کے لیئے بھیجنے کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ نے جبلہ بن ایہم سے کہا اللہ کی قسم! یہ دربار جہاں تم بیٹھے ہُوئے ہو یہ بھی اور اِن شاء اللہ (تمہارے) بڑے بادشاہ (ہرقل) کا ملک (روم) بھی ہم تم سے ضرور لے لیں گے کیونکہ ہمیں اس کی خبر ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اللہ کے راستہ میں لشکر بھیجنے کا اہتمام کرنے کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت علیؓ نے کہا میری رائے یہ ہے کہ چاہے آپ خود جائیں چاہے کسی اور کو ان کے پاس بھیج دیں اِن شاء اللہ کامیابی آپ ہی کو ہو گی۔ آپ کی مدد ضرور ہو گی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اللہ تمہیں خیر کی بشارت دے یہ تمہیں کہاں سے پتہ چل گیا (کہ کامیابی تو ہمیں ہی ملے گی اور ہماری مدد ضرور ہو گی) حضرت علیؓ نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہُوئے سُنا کہ یہ دین اپنے دشمنوں پر غالب آکر رہے گا یہاں تک کہ یہ دین مضبوطی سے کھڑا ہو جائے اور دین والوں کو غلبہ مل جائے گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے تعجب سے فرمایا سُبحان اللہ! یہ حدیث کتنی عُمدہ ہے۔ تم نے یہ حدیث سُنا کر مجھے خوش کر دیا۔ اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔ اور تائیدات غیبیہ کے باب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول آئے گا کہ جب حضرت ابن عمرؓ نے شیر کا کان پکڑ کر مروڑا اور اس کو راستہ سے ہٹایا تو اس کو کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے بارے میں غلط نہیں کہا ہے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا ہے کہ ابن آدم جس چیز سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ وہ چیز ابن آدم پر مسلط کر دیتے ہیں اور اگر ابن آدم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرے تو اللہ تعالیٰ اُس پر اپنے علاوہ کسی اور کو مسلط نہیں ہونے دیتے۔

[1] اخرجہ البیہقی فی الاسماء والصفات (ص ۱۲۵)

اعمال کا بدلہ ملنے کا یقین

حضرت ابو اسماء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے کہ اتنے میں یہ آیت نازل ہوئی فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (سورت زلزال آیت ۷-۸) ترجمہ "سو جو شخص (دنیا میں) ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ (وہاں) اس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا" یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے کھانا کھانا چھوڑ دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہم جو بھی برا کام کریں گے کیا ہمیں اس کا بدلہ ضرور ملے گا؟ حضورؐ نے فرمایا آپ لوگ جو ناگواریاں (دنیا میں) دیکھتے ہو یہ برے عملوں کا بدلہ ہے اور اچھے اعمال کا بدلہ بعد میں آخرت میں دیا جائے گا۔[1]

حضرت ابو ادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! تم (دنیا میں) جو ناگواریاں دیکھتے ہو وہ برے کاموں کی وجہ سے پیش آتی ہیں اور نیک کاموں کا بدلہ جمع کیا جا رہا ہے جو تمہیں قیامت کے دن دیا جائے گا اور اس بات کی تصدیق اللہ کی کتاب کی اس آیت سے ہوتی ہے وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (سورۃ شوریٰ آیت ۳۰) ترجمہ "اور تم کو (اے گنہگارو) جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے (پہنچتی ہے) اور بہت سے تو درگزر ہی کر دیتا ہے۔"[2]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا تو یہ آیت نازل ہوئی مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (سورت نساء آیت ۱۲۳) ترجمہ "جو شخص کوئی برا کام کرے گا وہ اس کے عوض میں سزا دیا جائے گا اور اس شخص کو خدا کے سوا نہ کوئی یار ملے گا نہ مددگار ملے گا۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! مجھ پر جو آیت نازل ہوئی کیا وہ تمہیں میں نہ پڑھا دوں؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! ضرور پڑھا دیں، چنانچہ حضورؐ نے مجھے وہ آیت پڑھا دی یہ آیت سنتے ہی مجھے ایسے محسوس ہوا کہ جیسے میری کمر ٹوٹ گئی ہے جس کی وجہ سے میں نے انگڑائی لی۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابوبکر! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے برے کام نہ کئے ہوں؟ اور ہم جو بھی

(۱) اخرجہ ابن ابی شیبۃ وابن راہویہ وعبد بن حمید والحاکم وغیرہم (۲) عند ابن مردویہ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۸۰) ونقل ایضًا الحافظ ابن حجر فی اطرافہ فی مسند ابی بکر۔

بُرا کام کریں گے کیا ہمیں اُس کا بدلہ ضرور ملے گا؟ حضورؐ نے فرمایا اے ابوبکرؓ! تمہیں اور مُومنوں کو بُرے کاموں کا بدلہ تو دنیا ہی میں مِل جائے گا اور تم اپنے رب سے اس حال میں ملاقات کروگے (یعنی مرتے وقت یہ حالت ہوگی) کہ تم پر کوئی گُناہ نہ ہوگا اور دُوسروں کے گناہوں کو جمع کیا جاتا رہے گا اور انھیں ان گُناہوں کا بدلہ قیامت کے دِن دیا جائے گا۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسُولَ اللہ! مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِہٖ والی آیت کے بعد حال کس طرح ٹھیک ہو سکتا ہے؟ کیونکہ ہم نے جو بھی بُرا کام کیا ہے اُس کا بدلہ ہمیں ضرور ملے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے کیا تم بیمار نہیں ہوتے؟ کیا تم کبھی تھکتے نہیں؟ کیا تمہیں کبھی کوئی غم پیش نہیں آتا؟ کیا تمہیں کبھی کوئی مشقت نہیں اُٹھانی پڑتی؟ کیا تمہیں کبھی کوئی مصیبت پیش نہیں آتی؟ میں نے عرض کیا جی یہ سب کچھ پیش آتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا یہی گناہوں کا بدلہ ہے جو تمہیں دُنیا میں مِل رہا ہے۔[2]

حضرت محمد بن مُنتَشِر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے اللہ کی کتاب میں ایک ایسی آیت معلوم ہے جو کہ بہت سخت ہے۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ اُس کی طرف بڑھے اور اُسے کوڑا مارا (ظاہری الفاظ قرآن کے ادب کے خلاف تھے) اور فرمایا تمہیں کیا ہُوا؟ کیا تُم نے اِس آیت کی گہری تحقیق کرلی ہے جس سے تمہیں اِس (کے بہت سخت ہونے) کا پتہ چل گیا ہے؟ وہ آدمی چلا گیا اگلے دِن حضرت عمرؓ نے اُس آدمی سے کہا جس آیت کا تم نے کل ذکر کیا تھا وہ کونسی ہے؟ اس آدمی نے کہا وہ یہ ہے وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِہٖ لہٰذا ہم میں سے جو بھی کوئی بُرا کام کرے گا اُسے اُس کا بدلہ ضرور ملے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جب یہ آیت نازل ہُوئی تھی تو اُس وقت ہمیں کچھ عرصہ تک (پریشانی کی وجہ سے) کھانا پینا بالکل اچھا نہیں لگتا تھا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے رعایت والی آیت نازل کردی (پھر ہماری وہ پریشانی ختم ہُوئی) وہ آیت یہ ہے وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَہٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللہَ یَجِدِ اللہَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (سورۃ نسا، آیت ۱۱۰) ترجمہ اور جو شخص کوئی بُرائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پائے گا۔[3]

---

(۱) اخرجہ عبد بن حمید والترمذی وابن المنذر قال الترمذی غریب وفی اسنادہ مقال وموسیٰ بن عبیدۃ یضعف فی الحدیث ومولی ابن سباع مجہول وقد روی ہذا الحدیث من غیر ہذا الوجہ عن ابی بکر ولیس لہ اسناد صحیح (۲) عند احمد وابن المنذر وابی یعلیٰ وابن حبان والحاکم والبیہقی وغیرہم کذا فی کنز العمال (ج ۱ ص ۲۳۹) (۳) اخرجہ ابن راہویہ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۹)

حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن سمرہ بن حبیب بن عبد شمس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے فلاں قبیلہ کا ایک اونٹ چوری کیا ہے مجھے (اس گناہ سے) پاک کر دیں۔ حضورؐ نے اس قبیلہ والوں کے پاس آدمی بھیج کر پتہ کرایا۔ انھوں نے بتایا کہ ہاں ہمارا ایک اونٹ گم ہے؛ چنانچہ حضورؐ کے فرمانے پر حضرت عمرو بن سمرہؓ کا ہاتھ کاٹا گیا۔ حضرت ثعلبہ کہتے ہیں جب حضرت عمرو کا ہاتھ کٹ کر نیچے گرا اُس وقت میں اُنھیں دیکھ رہا تھا اُنھوں نے (اپنے ہاتھ کو خطاب کرتے ہوئے) کہا تمام تعریفیں اُس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے تجھ سے پاک کر دیا ورنہ تُو نے تو میرے جسم کو جہنم میں داخل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔[1]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کے جسم میں ایک بیماری تھی ان کے چند ساتھی ان کے پاس آئے اور اُن میں سے ایک نے کہا آپ کے جسم میں جو ہم بیماری دیکھ رہے ہیں اس کی وجہ سے ہمیں بہت رنج وصدمہ ہے حضرت عمرانؓ نے فرمایا تم جو بیماری دیکھ رہے ہو اس کی وجہ سے غمگین نہ ہو کیونکہ جو بیماری تم دیکھ رہے ہو وہ گناہوں کی وجہ سے ہے اور جن گناہوں کو اللہ تعالیٰ ویسے ہی معاف فرما دیتے ہیں وہ تو ان سے کہیں زیادہ ہیں پھر اُنھوں نے یہ آیت پڑھی وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ۔[2]

حضرت ابوضمرہ بن حبیب بن ضمرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کی وفات کا وقت قریب آیا تو وہ ایک تکیہ کی طرف دیکھنے لگا۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو لوگوں نے کہا ہم نے دیکھا تھا کہ آپ کا بیٹا کنکھیوں سے اس تکیہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جب لوگوں نے تکیہ اُٹھایا تو اُس کے نیچے پانچ یا چھ دینار ملے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ کف افسوس ملنے لگے اور بار بار اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھتے رہے اور فرماتے رہے میرے خیال میں تو تمہاری کھال ان دیناروں کی سزا برداشت نہیں کر سکتی (کہ تم نے ان کو جمع کر کے رکھا اور انہیں خرچ نہ کیا)[3] اور مسلمان کو گالی دینے کے عنوان میں یہ گزر چکا ہے کہ ایک آدمی نے حاضر خدمت ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے غلاموں (کو سزا دینے) کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہو گا تو ان غلاموں نے

(۱) اخرجہ ابن ماجہ عن عبدالرحمن بن ثعلبۃ الانصاری عن ابیہ کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۵۶) (۲) اخرجہ ابن ابی حاتم کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۱۱۷) (۳) اخرجہ احمد فی الزہد وابونعیم فی الحلیۃ کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۲۵) وقال ولہ حکم الرفع لانہ اخبار عن حال البرزخ۔

جو تجھ سے خیانت کی اور تیری نافرمانی کی اور تجھ سے جھوٹ بولا اس کا حساب کیا جائے گا اور تم نے ان کو جو سزا دی اُس کا بھی حساب کیا جائے گا اگر تمہاری سزا ان کے جرم کے برابر ہوگی تو معاملہ برابر سرابر ہو جائے گا نہ تمہیں انعام ملے گا نہ سزا اور اگر تمہاری سزا ان کے جرم سے کم نکلی تو تمہیں اُن پر فضیلت ہو جائے گی اور اگر تمہاری سزا ان کے جرم سے زیادہ ہوگی تو اس زائد سزا کا تم سے بدلہ لیا جائے گا۔ وہ آدمی یہ سُنکر ایک طرف ہوکر زور زور سے رونے لگا۔ حضورؐ نے اس کو فرمایا کیا تم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھتے وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ آخر تک (سورۃ انبیاء آیت ۴۷) ترجمہ اور (وہاں) قیامت کے روز ہم میزانِ عدل قائم کریں گے (اور سب کے اعمال کا وزن کریں گے) سو کسی پر اصلاً ظلم نہ ہوگا اور اگر (کسی کا) عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو (وہاں) حاضر کر دیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں" تو اس آدمی نے کہا یا رسُولَ اللہ! مجھے اپنے لئے اور ان غلاموں کے لئے اس سے بہتر صُورت نظر نہیں آرہی ہے کہ میں ان سے الگ ہو جاؤں اس لئے میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ سب غلام آزاد ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کی پختگی

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (سورۃ بقرہ آیت ۲۸۴) ترجمہ " اللہ تعالیٰ ہی کی مِلک ہیں سب جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور جو باتیں تمہارے نفسوں میں ہیں ان کو اگر تم ظاہر کرو گے یا کہ پوشیدہ رکھو گے حق تعالیٰ تم سے حساب لیں گے پھر (بجز کفر و شرک کے) جس کے لئے منظور ہوگا بخش دیں گے اور جس کو منظور ہوگا سزا دیں گے اور اللہ ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں" تو اس سے صحابہ کرامؓ کو بہت گرانی اور پریشانی ہوئی اور آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو زانوں ہوکر بیٹھ گئے اور عرض کیا یا رسُولَ اللہ! ہمیں کچھ ایسے اعمال کا مکلف بنایا گیا ہے جو ہمارے بس میں ہیں جیسے نماز، روزہ، جہاد اور صدقہ لیکن اب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے (اور اس میں ہمیں ایسے اعمال کا مکلف بنایا گیا جو ہمارے بس میں نہیں ہیں) حضورؐ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ تم اس آیت کو سُن کر سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا (ہم نے اللہ کا حکم سُن لیا لیکن ہم اسے مانیں گے نہیں) کہو جیسے کہ تم سے پہلے تورات اور انجیل والوں نے کہا تھا؟ نہیں بلکہ تم سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ کہو یعنی ہم نے سُن لیا اور مان لیا۔ اے ہمارے رب! ہم تیری مغفرت چاہتے ہیں اور تیرے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے؛ چنانچہ صحابہؓ نے یہ دُعا مانگنی شروع کر دی اور جب ان کی زبانیں اس دُعا سے مانوس ہو

گئیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد یہ آیت نازل فرمائی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ (سورت بقرہ آیت ۲۸۵) ترجمہ "اعتقاد رکھتے ہیں رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس چیز کا جو ان کے پاس اُن کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور مومنین بھی سب کے سب عقیدہ رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اور اس کی کتابوں کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کہ ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور ان سب نے یوں کہا کہ ہم نے (آپ کا ارشاد) سنا اور خوشی سے مانا۔ ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار اور آپ ہی کی طرف (ہم سب کو) لوٹنا ہے۔" جب صحابہؓ نے حضورؐ کے ارشاد کے مطابق اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت (کے حکم) کو منسوخ کر دیا اور یہ آیت نازل فرمائی لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا لَہَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْہَا مَا اکْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا سے لے کر آخر تک (سورت بقرہ آیت ۲۸۶) ترجمہ "اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت (اور اختیار) میں ہو اس کو ثواب بھی اسی کا ملے گا جو ارادہ سے کرے اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے۔ اے ہمارے رب ہم پر دارو گیر نہ فرمائیے اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں آخر آیت تک۔"[1]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے ابو عباس! میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھا انھوں نے یہ آیت پڑھی اور پڑھ کر رونے لگے۔ حضرت ابن عباسؓ نے پوچھا کونسی آیت؟ میں نے کہا وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ بڑے غمگین اور بہت زیادہ پریشان ہوئے تھے۔ اُنھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم تو ہلاک ہو گئے پہلے تو ہم زبان سے جو بولتے تھے اور جو عمل کرتے تھے اسی پر ہمارا مواخذہ ہوتا تھا اور اب اس آیت میں یہ آگیا ہے کہ دل میں جو خیال آئے گا اس پر بھی ہمارا مواخذہ ہوگا اور ہمارے دل ہمارے ہاتھ میں نہیں ہیں (اب جو اچھا یا برا خیال از خود ہمارے دل میں آئے گا اس پر بھی ہمارا مواخذہ ہوگا تو ہم ہلاک ہو جائیں گے) اس پر حضورؐ نے ان سے فرمایا تم تو یوں کہو سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا چنانچہ صحابہؓ نے سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کہنا شروع کر دیا پھر اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

[1] اخرجہ احمد ورواہ مسلم منفرد

کُلٌّ اٰمَنَ سے لے کر لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا لَہَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْہَا مَا اکْتَسَبَتْ تک آیات نازل ہوئیں جن سے پہلا حکم منسوخ ہو گیا اور دل میں جو بُرے خیالات آتے ہیں ان کو معاف کر دیا گیا اور صرف اعمال پر مؤاخذہ رہ گیا۔[1] دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تو یوں کہو سَمِعْنَا وَسَلَّمْنَا یعنی ہم نے سُنا، مان لیا اور تسلیم کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان ڈال دیا۔[2]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَہُمْ بِظُلْمٍ نازل ہوئی (سورت انعام آیت ۸۲) ترجمہ" (جو لوگ ایمان رکھتے ہیں) اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے (ایسوں ہی کے لیئے امن ہے اور وہی راہ پر چل رہے ہیں)" تو یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ پر بہت گراں گزری اور وہ اس سے بہت پریشان ہوئے اور اُنھوں نے (حضورؐ کی خدمت میں) عرض کیا ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے ظلم نہ کیا ہو؟ (چھوٹے موٹے گناہ تو ہو ہی جاتے ہیں) حضورؐ نے فرمایا تم جو سمجھے ہو یہاں ظلم سے مُراد وہ نہیں ہے (بلکہ یہاں ظلم سے مُراد شرک ہے) جیسے حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا یَا بُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (سورت لقمان آیت ۱۳) ترجمہ" بیٹا! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا بے شک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے"[3] حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَہُمْ بِظُلْمٍ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے (اللہ کی طرف سے) کہا گیا کہ آپ بھی ان میں سے ہیں۔[4]

حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی تھیں ہم نے قریش کی عورتوں کا تذکرہ کیا اور ان کے فضائل بیان کیئے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا واقعی قریش کی عورتوں کو بڑے فضائل حاصل ہیں لیکن اللہ کی قسم! اللہ کی کتاب کی تصدیق کرنے اور اس پر ایمان لانے میں انصار کی عورتوں سے آگے بڑھا ہوا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ جب سورت نُور کی یہ آیت نازل ہوئی وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِہِنَّ عَلٰی جُیُوْبِہِنَّ (سورت نور آیت ۳۱) ترجمہ" اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں" تو انصار مردوں نے واپس گھر جا کر اپنی عورتوں کو وہ حکم سُنایا جو اللہ نے اس آیت میں نازل فرمایا ہر آدمی اپنی بیوی، اپنی بیٹی اپنی بہن اور اپنی ہر رشتہ دار عورت کو یہ آیت پڑھ کر سُناتا۔ ان میں سے ہر عورت سُنتے ہی

(۱) عند احمد ایضا (۲) عند احمد ایضا من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس مختصرا واخرجہ مسلم نحوہ وابن جریر من طرق اخری عن ابن عباس وہذہ طرق صحیحۃ عن ابن عباس کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۱ ص ۳۳۸) (۳) اخرجہ ابن ابی حاتم ورواہ البخاری (۴) عند ابن مردویہ کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۱۵۳)

اللہ کی نازل کردہ آیت پر ایمان لانے اور ان کی تصدیق کرنے کے لیئے فوراً کھڑی ہو کر منقش چادرے کر اُس میں لپٹ جاتی، چنانچہ حضورؐ کے پیچھے فجر کی نماز میں یہ سب چادروں میں ایسی لپٹی ہُوئی آئیں کہ گویا ان کے سروں پر کوّے بیٹھے ہُوئے ہیں[1]

حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک بہت بُوڑھا آدمی جس کی دونوں بھنویں اُس کی آنکھوں پر آپڑی تھیں. اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک ایسا آدمی جس نے بہت بدعہدی اور بدکاری کی اور اپنی جائز ناجائز ہر خواہش پُوری کی اور اُس کے گناہ اِتنے زیادہ ہیں کہ اگر تمام زمین والوں میں تقسیم کر دیئے جائیں تو وہ سب کو ہلاک کر دیں. تو کیا اُس کے لیئے توبہ کی کوئی گنجائش ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم مسلمان ہو چکے ہو؟ اُس نے کہا جی ہاں میں کلمۂ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھتا ہُوں. حضورؐ نے فرمایا جب تک تم ایسے (کلمۂ شہادت پڑھتے) رہو گے اللہ تعالیٰ تمہاری تمام بدعہدیاں اور بدکاریاں مُعاف کرتے رہیں گے اور تمہاری بُرائیوں کو نیکیوں سے بدلتے رہیں گے۔ اس بُوڑھے نے کہا یا رسُول اللہ! میری تمام بدعہدیاں اور بدکاریاں معاف؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں تمہاری تمام بدعہدیاں اور بدکاریاں مُعاف ہیں۔ یہ سُن کر وہ بڑے میاں اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتے ہُوئے پیٹھ پھیر کر (خوش خوش) واپس چلے گئے[2]

حضرت ابُو فروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسُول اللہ! آپ ذرا یہ بتائیں کہ ایک آدمی نے سارے گناہ کیئے ہیں کوئی چھوٹا بڑا گناہ نہیں چھوڑا، کیا اسکی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کیا تم مسلمان ہو گئے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا اب نیکیاں کرتے رہو اور بُرے کام چھوڑ دو تو اللہ تعالیٰ تمہارے تمام گناہوں کو نیکیاں بنا دیں گے۔ میں نے کہا میری تمام بدعہدیاں اور بدکاریاں بھی مُعاف ہو جائیں گی حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ اس پر حضرت ابو فروہ چل پڑے اور حضورؐ کی نگاہوں سے اوجھل ہونے تک اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے رہے[3]

حضرت ابُو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور اُس نے مجھ سے کہا کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ میں نے زنا کیا تھا جس سے میرے ہاں بچہ پیدا ہُوا پھر میں نے اُس بچے کو قتل کر ڈالا میں نے کہا نہیں (تم نے دو بڑے گناہ کیئے ہیں اس لیئے) نہ تو تمہاری آنکھ کبھی ٹھنڈی ہو اور نہ تجھے شرافت و کرامت کبھی حاصل ہو۔ اِس پر وہ عورت

---

(۱) اخرجہ ابن ابی حاتم ورواہ ابوداؤد من غیر وجہ عن صفیۃ بنت شیبۃ ۔ کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۲۸۴) (۲) اخرجہ ابن ابی حاتم (۳) اخرجہ الطبرانی کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۳۲۸)

افسوس کرتی ہوئی اُٹھ کر چلی گئی۔ پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی اور اُس عورت نے جو کچھ کہا تھا اور میں نے اُسے جو جواب دیا تھا وہ سب حضورؐ کو بتایا۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے اُسے بُرا جواب دیا۔ کیا تم یہ آیتیں وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ سے لے کر اِلَّا مَنْ تَابَ آخر آیت تک نہیں پڑھتے (سورت الفرقان آیت ۶۸ تا ۷۰) ترجمہ "اور جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام فرمایا ہے اُس کو قتل نہیں کرتے ہاں مگر حق پر اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسے کام کریگا تو سزا سے اُس کو سابقہ پڑے گا کہ قیامت کے روز اس کا عذاب بڑھتا چلا جائے گا اور وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ ہمیشہ ذلیل (وخوار) ہوکر رہے گا مگر جو (شرک ومعاصی سے) توبہ کرلے اور ایمان (بھی) لے آئے اور نیک کام کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے (گزشتہ) گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ غفورٌ الرّحیم ہے" پھر میں نے یہ آیتیں اُس عورت کو پڑھ کر سُنائیں۔ اُس نے کہا تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیئے ہیں جس نے میری خلاصی کی صورت بنادی [1] ابن جریر کی ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ افسوس کرتے ہوئے اُن کے پاس سے چلی گئی اور وہ کہہ رہی تھی ہائے افسوس! کیا یہ حُسن جہنّم کے لیئے پیدا کیا گیا ہے۔ اِس روایت میں آگے یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے حضرت ابوہریرہؓ واپس آئے اور اُنھوں نے مدینہ کے تمام محلّوں اور گھروں میں اس عورت کو ڈھونڈنا شروع کیا اُسے بہت ڈھونڈا لیکن وہ عورت کہیں نہ ملی۔ اگلی رات کو وہ خود حضرت ابوہریرہؓ کے پاس آئی تو حضورؐ نے جو فرمایا تھا وہ حضرت ابوہریرہؓ نے اُسے بتایا۔ وہ فوراً سجدے میں گرگئی اور کہنے لگی تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیئے ہیں جس نے میرے لیئے خلاصی کی صورت بنادی اور جو گناہ مجھ سے سرزد ہوگیا تھا اس سے توبہ کا راستہ بنادیا اور اُس عورت نے اپنی ایک باندی اور اُس کی بیٹی آزاد کی اور اللہ کے سامنے سچی توبہ کی [2]

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُھُمُ الْغَاوٗنَ والی آیت نازل ہوئی (سورت شعراء آیت ۲۲۴) ترجمہ "اور شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں" تو (مسلمان شعراء) حضرت حسّان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم روتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس آیت

---

(۱) اخرجہ ابن ابی حاتم ہذا حدیث غریب من ہذا الوجہ وفی رجالہ من لا یعرف وقد رواہ ابن جریر بسندہ بنحوہ (۲) کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۳۲۸)

کو نازل فرمایا تو اللہ کو معلوم تھا کہ ہم لوگ شعراء ہیں (لہٰذا یہ سخت وعید تو ہمارے لیئے ہوئی) اِس پر حضورؐ نے یہ آگے والی آیت تلاوت فرمائی اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ترجمہ "مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیئے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ دونوں باتیں تم لوگوں میں موجود ہیں وَذَکَرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا ترجمہ" اور انھوں نے (اپنے اشعار میں) کثرت سے اللہ کا ذکر کیا" حضورؐ نے فرمایا یہ صفت بھی تم میں موجود ہے وَانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ترجمہ" اور انھوں نے بعد اس کے کہ اُن پر ظلم ہو چکا ہے (اس کا) بدلہ لیا" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ صفت بھی تم میں ہے (لہٰذا یہ وعید تم مسلمان شعراء کے لیئے نہیں ہے) [1]

حضرت عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے دن جو میں نے حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھا اس کی صورت یہ ہوئی کہ میں نے دیکھا کہ ایک گدھے پر ایک بڑے میاں ایک جنازے کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں۔ اُن کے سر اور داڑھی کے بال سفید ہیں۔ میں نے سُنا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ مجھے فلاں بن فلاں صحابی نے بتایا کہ اُنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جو اللہ سے ملنا پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس سے ملنے کو پسند فرماتے ہیں اور جو اللہ سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس سے ملنے کو ناپسند کرتے ہیں۔ یہ سُن کر سب لوگ رونے لگے۔ اُنھوں نے پوچھا کہ آپ لوگ کیوں رو رہے ہیں۔ لوگوں نے کہا ہم سب ہی (اللہ سے ملنے یعنی) موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ اُنھوں نے فرمایا حضورؐ کے فرمان کا مطلب یہ نہیں ہے بلکہ انسان کے مرنے کا وقت جب قریب آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فَاَمَّآ اِنْ کَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ۝ فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِیْمٍ (سورت واقعہ آیت ۸۸، ۸۹) ترجمہ" پھر (جب قیامت واقع ہو گی تو) جو شخص مُقربین میں سے ہوگا اُس کے لیئے تو راحت ہے اور (فراغت کی) غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے" تو جب اسے (فرشتوں کی طرف سے) ان نعمتوں کی بشارت دی جاتی ہے تو وہ انسان اللہ سے ملنے کو پسند کرنے لگ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو اس سے زیادہ پسند کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا دوسرا فرمان یہ ہے وَاَمَّآ اِنْ کَانَ مِنَ الْمُکَذِّبِیْنَ الضَّآلِّیْنَ ۝ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّتَصْلِیَۃُ جَحِیْمٍ ۝ (سورت واقعہ آیت ۹۲،۹۴) ترجمہ" اور جو شخص جھٹلانے والوں (اور) گمراہوں میں سے ہوگا تو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی دعوت ہو گی اور دوزخ میں داخل ہونا ہوگا" تو جب اسے ان تکلیفوں کی بشارت دی

[1] اخرجہ ابن اسحٰق واخرجہ ابن ابی حاتم وابن جریر من روایۃ ابن اسحٰق واخرجہ ابن ابی حاتم عن ابی الحسن مولیٰ بنی نوفل بمعناہ ولم یذکر کعبا کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۳۵۴) واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۴۸۸) عن ابی الحسن بسیاق ابن ابی حاتم

جاتی ہے تو وہ اللہ سے مُلاقات کو ناپسند کرنے لگ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے ملنے کو اس سے زیادہ ناپسند کرنے لگ جاتے ہیں۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا نازل ہوئی (سورت زلزال آیت ۱) ترجمہ "جب زمین اپنی سخت جُنبش سے ہلائی جائے گی"۔ تو اُس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس) بیٹھے ہوئے تھے وہ یہ سورت سُن کر رونے لگے ۔حضورؐ نے فرمایا اے ابوبکر! کیوں روتے ہو؟ اُنھوں نے عرض کیا مجھے اِس سورت نے رُلا دیا ہے۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا اگر تم لوگ غلطیاں اور گناہ نہیں کرو گے (اور پھر استغفار نہیں کرو گے) تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے تو پھر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پیدا کریں گے جو غلطیاں اور گناہ کریں گے (اور استغفار کریں گے) پھر اللہ تعالیٰ اُنہیں مُعاف کر دیں گے۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے عمر! تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم چار ہاتھ لمبی اور دو ہاتھ چوڑی زمین (یعنی قبر) میں ہو گے اور تم منکر نکیر کو دیکھو گے؟ میں نے عرض کیا یارسُولَ اللہ! مُنکر نکیر کون ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا یہ قبر میں اِمتحان لینے والے (دو فرشتے) ہیں جو قبر کو اپنے دانتوں سے کریدیں گے اور اُن کے بال اتنے لمبے ہوں گے کہ وہ اپنے بالوں کو روندتے ہوئے آئیں گے اُن کی آواز زور دار گرج کی طرح ہو گی اور ان کی آنکھیں اُچکنے والی بجلی کی طرح چمک رہی ہوں گی۔ اُن دونوں کے پاس ایک اتنا بڑا ہتھوڑا ہو گا کہ سارے منیٰ والے مل کر اُسے نہ اُٹھا سکیں۔ حضورؐ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جسے آپؐ ہلا رہے تھے۔ آپؐ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا لیکن اُن دونوں کے لئے اُسے اُٹھانا میری اس چھڑی سے بھی زیادہ آسان ہوگا۔ وہ دونوں تمہارا اِمتحان لیں گے اگر تم جواب نہ دے سکے یا تم لڑکھڑا گئے تو پھر وہ تمہیں وہ ہتھوڑا اِس زور سے ماریں گے کہ تم راکھ بن جاؤ گے۔ میں نے کہا یارسول اللہ! کیا اُس وقت میں اپنی اسی حالت پر ہوں گا؟ (یعنی اُس وقت میرے ہوش و حواس ٹھیک ہوں گے) حضورؐ نے فرمایا ہاں، میں نے کہا پھر میں ان دونوں سے نمٹ لوں گا۔[3] ایک روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر

(۱) اخرجہ احمد کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۳۰۱) (۲) اخرجہ ابن جریر کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۵۴۰)
(۳) اخرجہ ابن ابی داؤد فی البعث وابوالشیخ فی السنۃ والحاکم فی الکنی والبیہقی فی کتاب عذاب القبر والاصبہانی فی الحجۃ وغیرہم کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۱۲۱) واخرجہ سعید بن منصور نحوہ۔

بھیجا ہے! مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ وہ دونوں تمہارے پاس آئیں گے اور تم سے سوال کریں گے تو تم جواب میں کہو گے میرا رب اللہ ہے تم بتاؤ تم دونوں کا رب کون ہے؟ اور (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے نبی ہیں تم دونوں کے نبی کون ہیں؟ اور اسلام میرا دین ہے تم دونوں کا دین کیا ہے؟ اس پر وہ دونوں کہیں گے دیکھو کیا عجیب بات ہے ہمیں پتہ نہیں چل رہا ہے کہ ہمیں تمہارے پاس بھیجا گیا ہے یا تمہیں ہمارے پاس بھیجا گیا ہے۔[1]

حضرت ابوبَحْرِیّہ کِنْدِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک مجلس ہے جس میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہارے ساتھ ایک ایسا آدمی بیٹھا ہوا ہے کہ اگر اُس کا ایمان کسی بڑے لشکر میں تقسیم کیا جائے تو ان سب کو کافی ہو جائے گا۔ اس سے حضرت عمرؓ کی مُراد حضرت عثمان بن عفانؓ تھے[2] اور صحابہ کرامؓ کی صفات کے بارے میں صحابہ کرامؓ کے اقوال کے عنوان میں یہ گزر چکا ہے کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ہنسا کرتے تھے؟ اُنھوں نے فرمایا ہاں مگر ایمان اُن کے دِلوں میں پہاڑوں سے بھی بڑا تھا اور مشقتیں اور تکلیفیں برداشت کرنے کے عنوان میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو مشرکین نے پکڑا اور اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک انھوں نے ان کے معبودوں کی تعریف نہ کی تو انھوں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے اتنی تکلیف پہنچائی گئی کہ آخر مجھے مجبور ہو کر آپ کی گستاخی کرنی پڑی اور ان کے معبودوں کی تعریف کرنی پڑی۔ آپؐ نے فرمایا تم اپنے دِل کو کیسا پاتے ہو؟ اُنھوں نے کہا میں اپنے دِل کو مطمئن پاتا ہوں[3] اور امیر کا کسی کو اپنے بعد خلیفہ بنانے کے عنوان میں گزر چکا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم لوگ مجھے میرے رب سے ڈراتے ہو؟ میں کہہ دوں گا اے اللہ! میں نے تیری مخلوق میں سے سب سے بہترین آدمی کو ان کا خلیفہ بنایا تھا۔ دُوسری روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا، میں اللہ کو اور حضرت عمرؓ کو تم دونوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ اور بیت المال کے سارے مال کو تقسیم کر دینے کے عنوان میں یہ گزر چکا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المومنین! ہو سکتا ہے کہ کبھی دشمن حملہ آور ہو جائے یا مسلمانوں پر اچانک کوئی مصیبت آ پڑے تو ان ضرورتوں کے لیے اگر آپ اس مال میں سے کچھ بچا کر رکھ لیں تو اچھا ہو گا۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہاری زبان پر شیطان بول

(۱) زادہ عبدالواحد المقدسی فی کتاب التبصیر کما فی الریاض النضرۃ (ج ۲ ص ۳۲) (۲) اخرجہ ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۸)
(۳) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ وابن سعد عن ابی عبیدۃ وہکذا اخرجہ عنہ ابن جریر والبیہقی کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۵۸۷)

رہا ہے اور اس کا جواب اللہ مجھے سکھا رہا ہے اور اس کے شر سے مجھے بچا رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے ان تمام ضرورتوں کے لیئے وہی سب کچھ تیار کیا ہوا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کیا تھا اور وہ ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت (ہر مصیبت کا علاج اور ہر ضرورت کا انتظام اللہ ورسول کی ماننا ہے) دوسری روایت میں ہے کہ کل کو پیش آنے والی ضرورت کے لیئے میں آج اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ میں نے مسلمانوں (کی ضروریات) کے لیئے اللہ کا تقویٰ تیار کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا (سورت طلاق آیت ۲-۳) ترجمہ" اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیئے (مضرتوں سے) نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا" صحابہؓ کے مال خرچ کرنے کے شوق کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سائل کو صدقہ دینے کا ارادہ کیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا وہ چھ درہم تو آپ نے آٹے کے لیئے رکھوائے تھے۔ حضرت علیؓ نے کہا کسی بھی بندے کا ایمان اس وقت تک سچا ثابت نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو جو چیز اس کے پاس ہے اس سے زیادہ اعتماد اس چیز پر نہ ہو جائے جو اللہ کے خزانوں میں ہے اور مال واپس کرنے کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت عامر بن ربیعہؓ نے کہا مجھے تمہارے زمین کے اس ٹکڑے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ آج ایک ایسی سورت نازل ہوئی جس نے ہمیں دنیا ہی بھلا دی ہے اور وہ سورت یہ ہے اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ (سورت انبیاءؑ آیت ۱) ترجمہ" ان (منکر) لوگوں سے ان کا (وقت) حساب نزدیک آ پہنچا اور یہ (ابھی) غفلت (ہی) میں (پڑے ہیں اور) اعراض کیئے ہوئے ہیں" اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ بڑی فضیلت والے لوگوں میں سے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ میں تین حالتوں میں جیسا ہوتا ہوں اگر ہر وقت ویسا رہوں تو یقیناً جنت والوں میں سے ہو جاؤں اور مجھے اس میں کوئی شک نہ رہے۔ ایک وہ حالت جب کہ میں خود قرآن پڑھ رہا ہوں یا کوئی اور قرآن پڑھ رہا ہو اور میں سن رہا ہوں دوسری وہ حالت جب کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سن رہا ہوں تیسری وہ حالت جب کہ میں کسی جنازے میں شریک ہوں اور جب بھی میں کسی جنازے میں شریک ہوتا ہوں تو اپنے دل میں صرف یہی سوچتا ہوں کہ اس جنازے کے ساتھ کیا ہوگا اور یہ جنازہ کہاں جا رہا ہے؟ [1]

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۸۸) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح مسجدوں میں نمازوں کے لئے جمع ہوتے تھے خود انہیں نمازوں کا کتنا شوق تھا اور دوسروں کو نماز کی کتنی ترغیب دیتے تھے اور نمازوں کے اوقات کے بدلنے سے وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہمارا اصل کام ایک حکمِ خداوندی سے دوسرے حکم میں اور ایک عملِ صالح سے دوسرے عمل میں لگنا ہے اور انہیں ان اعمال کا حکم دیا جاتا تھا کہ وہ ایمان اور ایمانی صفات کو پکّا کریں علم اور علم والے اعمال کو پھیلائیں اور اللہ کے ذکر کو زندہ کریں اور دعا کو اور اس کی قبولیت کی شرائط کو قائم کریں چنانچہ وہ کس طرح سے ان اعمال کی وجہ سے اپنے دنیاوی مشاغل کو چھوڑ دیا کرتے تھے ایسا معلوم

ہوتا تھا کہ اُنہیں ظاہری شکلوں کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے بلکہ وہ تو اُس ذات سے بَراہِ راست فائدہ حاصل کرتے ہَیں جو تمام چیزوں اور شکلوں کو پیدا کرنے والی اور اِن میں تَصَرُّف کرنے والی ہَے۔

نبی کریم صَلّی اللّٰہ عَلَیہِ وَسَلَّم کا نماز کی ترغیب دینا

حضرت عُثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت حارث رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عثمانؓ بیٹھے ہُوئے تھے ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھے ہُوئے تھے اِتنے میں مؤذن آیا تو حضرت عثمانؓ نے ایک برتن میں پانی منگوایا میرا خیال یہ ہے کہ اس میں ایک مد (تقریباً ۱۴ چھٹانک) پانی آتا ہوگا اس سے وضو کیا پھر فرمایا کہ جیسا مَیں نے اب وضو کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وَسَلّم کو مَیں نے ایسا ہی وضو کرتے ہُوئے دیکھا پھر حضورؐ نے فرمایا جو میرے اس وضو جیسا وضو کرے گا پھر کھڑے ہو کر ظہر کی نماز پڑھے گا تو اُس کے ظہر اور فجر کے درمیان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ پھر وہ عصر کی نماز پڑھے گا تو اُس کے عصر اور ظہر کے درمیان کے گناہ مُعاف کر دیئے جائیں گے پھر وہ مغرب کی نماز پڑھے گا تو مغرب اور عصر کے درمیان کے گُناہ مُعاف کر دیئے جائیں گے پھر وہ عشا کی نماز پڑھے گا تو عشا اور مغرب کے درمیان کے گُناہ مُعاف کر دیئے جائیں گے پھر وہ ساری رات بستر پر کروٹیں بدلتے ہُوئے گزار دے گا پھر وہ اُٹھ کر وضو کر کے فجر کی نماز پڑھے گا تو اس کے فجر اور عشاء کے درمیان کے گناہ مُعاف کر دیئے جائیں گے۔ یہی وہ نیکیاں ہیں جو گُناہوں کو دُور کر دیتی ہَیں۔ مجلس کے ساتھیوں نے پُوچھا، اے عثمان! یہ تو حسنات ہو گئیں تو باقیات صالحات کیا ہوں گی؟ حضرت عثمانؓ نے کہا باقیات صالحات یہ کلمات ہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔[1]

[1] اخرجہ احمد باسناد حسن وابو یعلی والبزار کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۲۰۳) وقال الہیثمی (ج ۱ ص ۲۹۷) رواہ احمد وابو یعلی والبزار ورجالہ الصحیح غیر الحارث بن عبد اللہ مولی عثمان ابن عفان وہو ثقۃ وفی الصحیح بعضہ انتہی

حضرت ابُوعثمان رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت سَلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا اُنھوں نے اس درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اس کو حرکت دی جس سے اُس کے پتّے گر گئے پھر مجھ سے کہنے لگے کہ ابُوعثمان! تم نے مجھ سے یہ نہ پُوچھا کہ میں نے اِس طرح کیوں کیا؟ میں نے کہا بتا دیجئے کیوں کیا؟ اُنھوں نے کہا کہ میں ایک دفعہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا آپؐ نے بھی درخت کی ایک خُشک ٹہنی پکڑ کر اسی طرح کیا تھا جس سے اُس ٹہنی کے پتّے جھڑ گئے تھے پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ سلمان! پُوچھتے نہیں کہ میں نے اِس طرح کیوں کیا؟ میں نے عرض کیا کہ بتا دیجئے کیوں کیا؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب مُسلمان اچھی طرح سے وضو کرتا ہے پھر پانچوں نمازیں پڑھتا ہے تو اُس کی خطائیں اُس سے ایسے ہی گر جاتی ہیں جیسے یہ پتّے گرتے ہیں. پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ (سُورت ہُود آیت ۱۱۴) ترجمہ اور آپ نماز کی پابندی رکھیے دِن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصّوں میں بیشک نیک کام مٹا دیتے ہیں بُرے کاموں کو یہ بات ایک نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لیے۔[1]

حضرت عامر بن سعد بن ابی وقّاص رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ واقعہ بیان کرتے ہُوئے سُنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو بھائی تھے ان میں سے ایک دُوسرے سے افضل اور زیادہ نیک تھا تو جو افضل تھا اُس کا تو اِنتقال ہو گیا اور دُوسرا ایک عرصہ تک زندہ رہا پھر اُس کا بھی اِنتقال ہو گیا پھر کسی نے حضورؐ کے سامنے یہ کہا کہ پہلا بھائی دُوسرے سے فضیلت اور نیکی میں زیادہ تھا حضورؐ نے فرمایا کیا دُوسرا نماز نہیں پڑھتا تھا؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! پڑھتا تھا. حضورؐ نے فرمایا تمھیں کیا معلُوم اُسے اُس کی نمازوں نے کہاں تک پہنچا دیا؟ پھر حضورؐ نے اس موقعہ پر فرمایا کہ نماز کی مثال ایسی ہے کہ کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو جس کا پانی جاری، گہرا اور میٹھا ہو اور وہ روزانہ اِس میں پانچ مرتبہ غُسل کرے تو تمھارا کیا خیال ہے کہ کیا اس کی مَیل میں سے کچھ باقی رہے گا؟[2]

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ قُضَاعہ کی شاخ بنو بَلی کے دو آدمی ایک ساتھ

(۱) اخرجہ احمد والنسائی والطبرانی قال المنذری فی الترغیب (ج ۱ ص ۲۰۱) ورواۃ احمد محتج بہم فی الصحیح الا علی بن زید. اھ

(۲) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۱ ص ۲۹۷) رواہ احمد والطبرانی فی الاوسط الا انہ قال ثم عمر الآخر بعدہ اربعین لیلۃ ورجال احمد رجال الصحیح. اھ واخرجہ ایضا مالک والنسائی وابن خزیمۃ فی صحیحہ کما فی الترغیب (ج ۱ ص ۲۰۶)

مُسلمان ہُوئے۔ اُن میں سے ایک صاحب جہاد میں شہید ہوگئے اور دُوسرے صاحب کا ایک سال بعد اِنتقال ہُوا۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ وہ صاحب جن کا ایک سال بعد اِنتقال ہُوا تھا اُن شہید سے بھی پہلے جنّت میں داخل ہو گئے تو مجھے بڑا تعجب ہُوا (کہ شہید کا درجہ تو بہت اُونچا ہے وہ جنّت میں پہلے داخل ہوتے) مَیں نے حضورؐ سے خود عرض کیا یا کسی اور نے عرض کیا تو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جن صاحب کا بعد میں اِنتقال ہُوا اُن کی نیکیاں نہیں دیکھتے کتنی زیادہ ہوگئیں۔ ایک رمضان المبارک کے پُورے روزے بھی اُن کے زیادہ ہوگئے اور چھ ہزار اور اتنی اتنی رکعتیں نماز کی ایک سال میں اُن کی بڑھ گئیں[1] ابنِ ماجہ اور ابنِ حِبّان کی روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ ان دونوں کے درجوں میں اِتنا فرق ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مسجد میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ نماز کا اِنتظار کر رہے تھے کہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھ سے گُناہ ہوگیا ہے حضورؐ نے اس سے مُنہ پھیر لیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہُوئے تو اس آدمی نے کھڑے ہوکر دوبارہ وہی بات کہی۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے ہمارے ساتھ یہ نماز نہیں پڑھی اور کیا تم نے اس نماز کے لیئے اچھی طرح وضو نہیں کیا؟ اُس نے کہا کیوں نہیں حضورؐ نے فرمایا یہ نماز تیرے اس گُناہ کا کفّارہ ہے۔[2]

حضرت عبداللہ بن عَمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر پُوچھا کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا نماز۔ اُس نے پُوچھا پھر کیا؟ حضورؐ نے فرمایا نماز! اُس نے پُوچھا پھر کیا؟ حضورؐ نے فرمایا نماز۔ تین دفعہ حضورؐ نے یہی جواب دیا۔ جب اُس نے حضورؐ سے بار بار یہی سوال کیا تو حضورؐ نے فرمایا نماز کے بعد افضل عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اُس آدمی نے کہا میرے والدین حیات ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا مَیں تمہیں والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک کا حکم دیتا ہُوں۔ اُس آدمی نے کہا اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر اور نبی بنا کر بھیجا ہے! مَیں جہاد ضرور کروں گا اور دونوں کو چھوڑ جاؤں گا۔ حضورؐ نے فرمایا اسے تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو (کہ تمہارے والدین محتاجِ خدمت ہیں یا نہیں اور تمہارے علاوہ کوئی اور خدمت کرنے والا ہے یا نہیں)[3]

---

(۱) اخرجہ احمد قال فی الترغیب (ج ۱ ص ۲۰۰) رواہ احمد باسناد حسن ورواہ ابن ماجہ وابن حبان فی صحیحہ والبیہقی کلہم عن طلحۃ بنحوہ اطول منہ (۲) اخرجہ الطبرانی عن الحارث قال الہیثمی (ج ۱ ص ۳۰۴) رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط والحارث ضعیف۔ اھ۔
(۳) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۱ ص ۳۰۱) وفیہ ابن لہیعۃ وہو ضعیف وقد حسن لہ الترمذی وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔ اھ و اخرجہ ایضا ابن حبان فی صحیحہ کما فی الترغیب (ج ۱ ص ۲۱)۔

حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! ذرا مجھے یہ بتائیں کہ اگر میں اس بات کی گواہی دوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور پانچوں نمازیں پڑھوں اور زکوٰۃ ادا کروں اور رمضان شریف کے روزے رکھوں اور اس میں رات کو نفل نماز بھی پڑھوں تو میں کن لوگوں میں شمار ہوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا صدیقین اور شہداء میں۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وفات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہی وصیت فرماتے رہے کہ نماز کا اور اپنے غلاموں کا خیال رکھنا۔ آپؐ یہ وصیت فرماتے رہے یہاں تک کہ غرغرہ کی حالت شروع ہو گئی اور زبان سے یہ کلمات صاف ادا نہیں ہو رہے تھے۔[2] امام احمد نے یہی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کی ہے کہ انتقال کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہی وصیت فرماتے رہے کہ نماز کا اور اپنے غلاموں کا خیال رکھنا۔ آپؐ یہ وصیت فرماتے رہے یہاں تک کہ سینے میں سانس اکھڑ گیا اور آپؐ کی زبان سے یہ الفاظ پورے طور سے ادا نہیں ہو رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں یوں ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس بات کا حکم دیا کہ میں ان کے پاس بڑی طشتری جیسی پھیلی ہوئی کوئی چیز لاؤں جس پر حضورؐ وہ بات لکھوا دیں جس کے بعد حضورؐ کی امت گمراہ نہ ہو سکے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خطرہ ہوا کہ کہیں میرے جانے کے بعد حضورؐ کا انتقال نہ ہو جائے، اس لئے میں نے عرض کیا میں آپؐ کی بات زبانی سمجھ لوں گا اور یاد رکھ لوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا میں نماز، زکوٰۃ اور غلاموں کے خیال رکھنے کی وصیت کرتا ہوں۔[3] ابن سعد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی جیسی حدیث روایت کی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ پھر حضورؐ نماز، زکوٰۃ اور غلاموں کے خیال رکھنے کی مسلسل وصیت فرماتے رہے یہاں تک کہ آپؐ کی روح پرواز کر گئی اور اسی طرح روح پرواز کرنے تک آپؐ کلمۂ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھنے کی وصیت فرماتے رہے اور یہ بھی فرمایا جو بھی (شہادت کی) ان دونوں باتوں کی گواہی دے گا اسے آگ پر ضرور حرام کر دیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری بات یہ فرمائی نماز، نماز اور غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔[4]

---

(1) اخرجہ البزار وابن خزیمہ وابن حبان فی صحیحیہما واللفظ لابن حبان کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۲۰) (2) اخرجہ البیہقی وقد رواہ النسائی وابن ماجہ (3) کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۲۳۸) واخرجہ ایضا ابن سعد (ج ۲ ص ۲۳۲) عن علیؓ مثلہ (4) عند احمد والبخاری

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نماز کی ترغیب دینا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز پڑھنے سے اِنسان زمین پر اللہ کی حفظ و امان میں آجاتا ہے۔[1]

حضرت اَبُو المَلِیح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جو نماز نہ پڑھے اُس کا کوئی اِسلام نہیں۔[2]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آدمی کا اپنے گھر میں (نفل) نماز پڑھنا نُور ہے اور جب آدمی نماز کے لیئے کھڑا ہوتا ہے تو اُس کے گناہ اُس کے اوپر لٹکا دیئے جاتے ہیں اور وہ جب بھی سجدہ کرتا ہے تو اس سجدے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اُس کی خطائیں مِٹا دیتے ہیں۔[3]

حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بندہ جب وضو کرتا ہے اور اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر نماز کے لیئے کھڑا ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی طرف متوجہ ہو کر اُس سے سرگوشی کرتے ہیں اور جب تک بندہ دوسری طرف متوجہ نہ ہو اور دائیں بائیں نہ دیکھے اُس وقت تک اللہ تعالیٰ اُس کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔[4]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نماز بہت بڑی نیکی ہے اور مجھے اِس کی کوئی پرواہ نہیں کہ میرے ساتھ نماز میں کون شریک ہُوا۔[5]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو بھی مسلمان کسی اُونچی زمین میں جا کر یا پتھر وں سے بنی ہُوئی مسجد میں جا کر نماز پڑھتا ہے تو زمین یہ کہتی ہے کہ اس مسلمان نے اللہ کی زمین پر اللہ کے لیئے نماز پڑھی (اے بندے) جس دِن تو اللہ سے مُلاقات کرے گا اُس دِن میں تیرے حق میں گواہی دوں گی۔[6] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی گردن میں پھوڑا نکل آیا۔ اُنھوں نے نماز پڑھی تو وہ پھوڑا نیچے اُتر کر سینے پر آگیا۔ حضرت آدمؑ نے پھر نماز پڑھی وہ کوکھ میں آگیا۔ اُنھوں نے پھر نماز پڑھی تو وہ ٹخنے میں

بقیہ حاشیہ:- فی الادب والی داؤد وابن ماجہ وابن جریر وصححہ والی یعلیٰ والبیہقی کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۰) (۱) اخرجہ الحکیم کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۰) (۲) اخرجہ ابن سعد کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۰) (۳) اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۱) (۴) اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الکنز (۵) اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الکنز (۶) اخرجہ ابن عساکر۔

آگیا۔ انھوں نے پھر نماز پڑھی تو انگوٹھے میں آگیا۔ اُنھوں نے پھر نماز پڑھی تو وہ چلا گیا[۱]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک تم نماز میں ہوتے ہو بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہو اور جو بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اُس کے لئے دروازہ ضرور کھلتا ہے[۲] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اپنی ضرورتیں فرض نمازوں پر اُٹھا رکھو یعنی فرض نمازوں کے بعد اپنی ضرورتیں اللہ سے مانگو[۳] حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جب تک آدمی کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے گا اُس وقت تک ایک نماز سے لے کر دُوسری نماز تک کے درمیان جتنے گُناہ کیے ہوں گے وہ سارے گناہ اگلی نماز سے مُعاف ہو جائیں گے[۴] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نمازیں بعد والے گناہوں کے لیے کفارہ ہوتی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے پاؤں کے انگوٹھے میں ایک پھوڑا نکل آیا تھا پھر وہ پھوڑا چڑھ کر پاؤں کی جڑ یعنی ایڑی میں آگیا پھر چڑھ کر گھٹنوں میں آگیا پھر کوکھ میں آگیا پھر چڑھ کر گردن کی جڑ میں آگیا پھر حضرت آدمؑ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو وہ پھوڑا کندھوں سے نیچے آگیا۔ اُنھوں نے پھر نماز پڑھی تو وہ اُتر کر اُن کی کوکھ میں آگیا پھر نماز پڑھی تو اُتر کر گھٹنوں میں آگیا پھر نماز پڑھی تو اُتر کر قدموں میں آگیا پھر نماز پڑھی تو وہ پھوڑا ختم ہو گیا[۵]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بندہ جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اُس کی خطائیں اُس کے سر پر رکھ دی جاتی ہیں اور جب نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اُس کی خطائیں اُس سے ایسے جُدا ہو چکی ہوتی ہیں جیسے کھجور کی ٹہنیاں دائیں بائیں گر کر درخت سے جُدا ہو جاتی ہیں[۶] حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ نماز پڑھنے لگتا ہے تو اُس کے گناہ اُس کے سر کے اُوپر جمع ہو جاتے ہیں پھر جب وہ سجدہ کرتا ہے تو وہ گناہ درخت کے پتوں کی طرح گرنے لگ جاتے ہیں[۷] حضرت طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی عبادت میں محنت کو دیکھنے کے لیے اُن کے پاس ایک رات گزاری تو اُنھوں نے یہ دیکھا کہ (حضرت سلمانؓ رات بھر سوتے رہے اور) رات کے آخری حصے میں اُنھوں نے کھڑے ہو کر تہجد کی نماز پڑھی۔ حضرت سلمانؓ کی کثرتِ عبادت کا جیسا خیال حضرت طارق کا تھا ویسا انھوں نے نہ دیکھا تو اُنھوں نے حضرت سلمانؓ سے اس کا تذکرہ کیا۔ حضرت

(۱) عند عبدالرزاق كذا في الكنز (ج ۴ ص ۱۸۱) (۲) اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۳۰) (۳) عند عبدالرزاق (۴) عند عبدالرزاق ايضا (۵) عند ابن عساكر كذا في الكنز (ج ۴ ص ۱۰۱) (۶) اخرجه عبدالرزاق (۷) عند ابن زنجويه

سلمانؓ نے فرمایا پانچ نمازوں کی پابندی کرو کیونکہ جب تک آدمی قتل کر دینے والے گناہ (یعنی کبیرہ گناہ) نہیں کرتا اُس وقت تک یہ نمازیں تمام گناہوں کے لئے کفارہ ہوتی ہیں۔ جب رات ہوتی ہے تو لوگ تین جماعتوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ ایک جماعت تو وہ ہے جس کے لئے یہ رات رحمت ہے وبال نہیں ہے دُوسری جماعت وہ ہے جس کے لئے یہ رات وبال ہے رحمت نہیں ہے تیسری جماعت وہ ہے جس کے لئے یہ رات نہ رحمت ہے اور نہ وبال۔ جس آدمی نے رات کے اندھیرے اور لوگوں کی غفلت کو غنیمت سمجھا اور کھڑے ہو کر ساری رات نماز پڑھتا رہا اُس کے لئے تو یہ رات رحمت ہے وبال نہیں ہے اور جس آدمی نے لوگوں کی غفلت اور رات کے اندھیرے کو غنیمت سمجھا اور بے سوچے سمجھے گناہوں میں مشغول رہا اُس کے لئے یہ رات وبال ہے رحمت نہیں ہے اور جو آدمی عشاء پڑھ کر سو گیا اُس کے لئے یہ رات نہ رحمت ہے اور نہ وبال۔ عبادت میں ایسی رفتار سے بچو جو تمہیں تھکا دے اور پھر تم اُسے نباہ نہ سکو۔ اعتدال اور میانہ روی اختیار کرو اور نیک عمل پابندی سے کرو[1]

حضرت ابُوموسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم (گناہوں کی بدولت) اپنی جانوں پر آگ جلا لیتے ہیں پھر جب ہم فرض نماز پڑھ لیتے ہیں تو وہ نماز پہلے کے تمام گناہوں کے لئے کفارہ بن جاتی ہے پھر ہم اپنی جانوں پر آگ جلا لیتے ہیں پھر ہم جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو وہ نماز پہلے کے تمام گناہوں کے لئے کفارہ بن جاتی ہے[2]

نبی کریم صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا نماز کا شوق اور نماز کا بہت زیادہ اہتمام

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا خوشبو اور عورتیں میرے لئے محبوب بنا دی گئی ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور صَلّی اللہ علیہ وَسَلَّم کی خدمت میں عرض کیا نماز آپ کے لئے محبوب بنا دی گئی ہے، لہٰذا آپ اس میں سے جتنا چاہیں اپنا حصہ لے لیں[4]

(۱) عند ابن زنجویہ ایضا کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۱) واخرجہ الطبرانی فی الکبیر عن طارق بن شہاب نحوہ ورجالہ موثقون کما قال الہیثمی (ج ۱ ص ۳۰۰)
(۲) اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۲) (۳) اخرجہ احمد والنسائی (۴) عند احمد کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۵۸) واخرجہ الطبرانی ایضا فی الکبیر عن ابن عباس نحوہ قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۷۰) وفیہ علی بن یزید وفیہ کلام وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔ انتہی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف فرما تھے اور لوگ بھی آپؐ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو کسی نہ کسی عمل کا زیادہ شوق عطا فرمایا تھا، مجھے رات کو نماز پڑھنے کا بہت زیادہ شوق ہے، اس لئے میں جب نماز میں کھڑا ہو جاؤں تو کوئی میرے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھے اور اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کے لئے آمدنی کا کوئی نہ کوئی ذریعہ بنایا تھا اور میری آمدنی کا ذریعہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ ہے۔ جب میرا انتقال ہو جائے تو پھر یہ پانچواں حصہ میرے بعد کے خلفاء کے لئے ہے[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر اللہ کی اتنی عبادت کی کہ آپؐ کے دونوں قدم سوج گئے۔ اس پر آپؐ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اگلے پچھلے گناہ معاف نہیں کر دیئے؟ آپؐ نے فرمایا تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں[2] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے یہاں تک کہ آپؐ کے دونوں قدم سوج جاتے[3] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اتنی نماز پڑھا کرتے کہ آپؐ کے دونوں قدم سوج جاتے پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا[4] حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو عبادت میں اتنا زیادہ کھڑے رہتے کہ آپؐ کے دونوں قدم پھٹ جاتے پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا[5] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو عبادت میں اتنا زیادہ کھڑے رہتے کہ آپؐ کے قدم ورم کی وجہ سے پھٹ جاتے۔ میں نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ کی مغفرت ہو چکی ہے تو پھر آپؐ یہ کیوں کرتے ہیں؟ پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا[6] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں اتنا زیادہ کھڑے رہا کرتے کہ آپؐ کے دونوں قدم پھٹ جاتے[7] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۷۱) وفیہ اسحٰق بن عبداللہ بن کیسان عن ابیہ واسحٰق لینہ ابوحاتم وابوہ وثقہ ابن حبان وضعفہ ابوحاتم وغیرہ۔ انتہی (۲) اخرجہ ابوداؤد کذافی الکنز (ج ۴ ص ۳۶) واخرجہ ابویعلی والبزار والطبرانی فی الاوسط ورجالہ رجال الصحیح کما قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۷۱) (۳) اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۷۱) رواہ البزار باسانید ورجال احدہا الصحیح۔ اھ وکذا اخرجہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی جحیفۃ رضی اللہ عنہ (۴) عند الطبرانی ایضاً فی الصغیر والاوسط (۵) عند الطبرانی ایضاً فی الاوسط کما فی المجمع (ج ۲ ص ۲۷۱) (۶) عند الشیخین وعن المغیرۃ رضی اللہ عنہ نحوہ کما فی الریاض (ص ۳۱۹) (۷) عند ابن النجار

نے اللہ کی اتنی زیادہ عبادت کی کہ آپؐ پرانی مشک کی طرح ہو گئے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف نہیں کر دیئے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں کر دیئے ہیں لیکن کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟[1]

حضرت حُمید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم حضورؐ کو رات کے جس حصہ میں بھی نماز پڑھتا ہوا دیکھنا چاہتے دیکھ لیتے تھے اور رات کے جس حصہ میں بھی سوتا ہوا دیکھنا چاہتے تھے دیکھ لیتے تھے یعنی کبھی آپؐ رات کے شروع میں نماز پڑھتے کبھی درمیان میں اور کبھی آخری حصے میں اور آپؐ کسی مہینہ میں اتنے زیادہ روزے رکھا کرتے کہ ہم کہتے کہ اس مہینہ میں آپؐ ایک دن بھی روزہ نہیں چھوڑیں گے اور کسی مہینہ میں آپؐ بالکل نہ رکھتے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ آپؐ ایک دن بھی روزہ نہ رکھیں گے۔[2]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کی لیکن آپؐ نے اتنا لمبا قیام فرمایا کہ میں نے بُرے کام کا ارادہ کر لیا۔ ہم نے پوچھا آپ نے کس کام کا ارادہ کر لیا تھا؟ انہوں نے فرمایا میں نے حضورؐ کو چھوڑ کر بیٹھنے کا ارادہ کر لیا تھا۔[3]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات نماز میں کھڑے رہے اور فجر تک یہی آیت پڑھتے رہے اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (سورت مائدہ آیت ۱۱۸) ترجمہ "اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں"[4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ تکلیف ہو گئی۔ جب صبح ہوئی تو کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! تکلیف کا اثر آپ پر بالکل واضح ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تم جو مجھ پر تکلیف کا اثر دیکھ رہے ہو میں نے اس کے باوجود آج رات سات لمبی سورتیں پڑھی ہیں۔[5]

---

(۱) عند ابن النجار ایضا کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۳۶) (۲) اخرجہ الشیخان (۳) اخرجہ الشیخان ایضا کذا فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۷۱)
(۴) اخرجہ احمد کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۵۸) (۵) اخرجہ ابو یعلی ورجالہ ثقات کما قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۷۴)

حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کی۔ حضورؐ نے سُورت بقرہ شروع فرمائی میں نے کہا سَو آیتوں پر رکوع کر دیں گے لیکن آپؐ پڑھتے رہے پھر میں نے کہا آپؐ اِس سُورت کو دو رکعتوں میں پڑھیں گے لیکن آپؐ پڑھتے رہے پھر میں نے کہا آپؐ اِسے ختم کر کے رکوع کر دیں گے لیکن آپؐ نے سُورت نِساء شروع کر دی اسے ختم کر کے سُورت آلِ عمران شروع کر دی اور اسے بھی پُورا پڑھ لیا۔ آپؐ ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتے تھے آپؐ جب کسی ایسی آیت کے پاس سے گزرتے جس میں تسبیح کا ذکر ہوتا تو آپؐ سُبحَانَ اللّٰہ کہنے لگتے اور جب ایسی آیت کے پاس سے گزرتے جس میں (اللہ سے) مانگنے کا ذکر ہوتا تو آپؐ اللہ سے مانگتے اور جب ایسی آیت کے پاس سے گزرتے جس میں پناہ مانگنے کا ذکر ہوتا تو آپؐ پناہ مانگتے۔ پھر آپؐ نے رکوع کیا اور سُبحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہنے لگے اور آپؐ کا رکوع قیام جیسا لمبا تھا پھر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فرما کر کھڑے ہو گئے اور تقریباً رکوع جتنی دیر کھڑے رہے پھر سجدہ کیا اور سُبحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنے لگے اور آپؐ کا سجدہ بھی قیام جیسا لمبا تھا۔[1] حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ آپؐ نماز پڑھ رہے تھے میں نے بھی پیچھے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی۔ آپؐ کو معلوم نہیں تھا (کہ میں بھی آپؐ کی نماز میں شامل ہو گیا ہوں) آپؐ نے سُورت بقرہ شروع فرما رکھی تھی میرا خیال تھا کہ یہ سُورت ختم کر کے آپؐ رکوع کر لیں گے لیکن آپؐ پڑھتے ہی رہے۔ حضرت سِنان راوی کہتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق حضرت حُذیفہؓ نے یہی فرمایا کہ حضورؐ نے چار رکعت نماز پڑھی حضورؐ کا رکوع قیام کی طرح لمبا ہوتا تھا۔ حضرت حُذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے (نماز کے بعد) حضورؐ کو بتایا کہ میں بھی آپؐ کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟ میں نے عرض کیا اُس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا اب تک میری کمر میں درد ہو رہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اگر مجھے پتہ چل جاتا کہ تم میرے پیچھے ہو تو میں نماز مختصر کر دیتا۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا گیا کہ کچھ لوگ ایک رات میں سارا قرآن ایک مرتبہ یا دو مرتبہ پڑھ لیتے ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا ان لوگوں کا پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہے میں حضور صلی اللہ و

(۱) اخرجہ مسلم انفرد باخراجہ مسلم وسورۃ النساء فی ہذا الحدیث مقدمۃ علی آل عمران وکذلک ہی فی مصحف ابن مسعود کذا فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۷۵) (۲) عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۷۵) وفیہ سنان بن ہارون البرجمی قال ابن معین سنان بن ہارون اخو سیف وسنان احسنہما حالا وقال مرۃ سنان اوثق من سیف وضعفہ غیر ابن معین۔ انتہی

علیہ وسلم کے ساتھ ساری رات کھڑی رہتی تھی۔ آپؐ سورت بقرہ سورت آل عمران اور سورت نساء پڑھا کرتے تھے۔ خوف والی آیت پر گزرتے تو دعا مانگتے اور اللہ کی پناہ چاہتے اور بشارت والی آیت پر گزرتے تو دعا مانگتے اور اس کا شوق ظاہر کرتے۔[1]

حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے ہم نے نماز کی اہمیت عظمت اور پابندی کا تذکرہ کیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض الوفات شروع ہوا نماز کا وقت آیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی تو حضورؐ نے فرمایا ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضورؐ کی ایک بیوی نے عرض کیا حضرت ابوبکرؓ تو بہت رقیق القلب ہیں جلد رو پڑتے ہیں۔ جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ حضورؐ نے وہی بات دوبارہ فرمائی۔ اس نے اپنی بات دوبارہ عرض کی۔ حضورؐ نے تیسری مرتبہ فرمایا تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کی ساتھن (زلیخا) کی طرح ہو (اوپر سے کچھ اور اندر سے کچھ۔ اوپر سے کہہ رہی ہو کہ ابوبکر بہت روتے ہیں اور اندر دل میں یہ ہے کہ حضورؐ کی جگہ کھڑے ہونے سے لوگ بدفالی لیں گے جیسے کہ زلیخا نے اوپر سے تو عورتوں کا اکرام کیا اور اندر سے مقصود انہیں حضرت یوسفؑ کو دکھانا تھا) ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھانے چلے گئے پھر حضورؐ نے اپنی بیماری میں کچھ کمی محسوس کی تو کمزوری کی وجہ سے آپؐ دو آدمیوں کے سہارے مسجد گئے گویا کہ میں اب بھی دیکھ رہی ہوں کہ آپؐ کے دونوں قدم زمین پر گھسٹتے ہوئے جا رہے ہیں (حضورؐ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھ کر) حضرت ابوبکرؓ نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا۔ حضورؐ نے انہیں اشارہ سے فرمایا، وہیں اپنی جگہ رہو پھر حضورؐ جا کر ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔[2] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار کہا (کہ ابوبکر نماز نہیں پڑھا سکتے) اور میں نے بار بار اس وجہ سے کہا کہ مجھے ڈر تھا کہ حضورؐ کی جگہ کھڑے ہونے سے لوگ ابوبکرؓ سے بدفالی لیں گے کیونکہ مجھے یقین تھا کہ جو بھی حضورؐ کی جگہ کھڑا ہوگا لوگ اس سے ضرور بدفالی لیں گے اس لیے میں نے چاہا کہ حضورؐ حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ کسی اور کو کھڑا کر دیں۔[3] مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت ابوبکرؓ بہت رقیق القلب آدمی ہیں جب قرآن پڑھیں گے تو آنسو نہیں روک سکیں گے اس لیے اگر آپؐ ان کے بجائے

(۱) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۷۲) رواہ احمد وجاء عندہ فی روایۃ لیقرأ احدہا القرآن مرتین او ثلاثا و ابو یعلی و فیہ ابن لہیعۃ وفیہ کلام۔ انتہی (۲) اخرجہ البخاری (۳) عند البخاری ایضا من وجہ آخر۔

کسی اور کو فرمادیں تو اچھا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے یہ بات صرف اس وجہ سے کہی تھی کہ میں اسے اچھا نہیں سمجھتی تھی کہ حضورؐ کی جگہ سب سے پہلے کھڑے ہونے کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ سے لوگ بدفالی لیں، اس لئے میں نے یہ بات دو یا تین مرتبہ حضورؐ کی خدمت میں عرض کی لیکن حضورؐ نے آخر میں یہی فرمایا کہ ابوبکرؓ لوگوں کو نماز پڑھائیں تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کی ساتھن (زلیخا) کی طرح ہو۔[1]

حضرت عُبَیدُ اللہ بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپؓ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے بارے میں کچھ نہیں بتاتیں؟ اُنھوں نے فرمایا کیوں نہیں۔ ضرور۔ جب حضورؐ کی بیماری بڑھ گئی تو آپؐ نے پُوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ یا رسُولَ اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میرے لیئے لگن میں پانی ڈالو۔ ہم نے پانی ڈالا حضورؐ نے غسل کیا پھر آپؐ کھڑے ہونے لگے تو بیہوش ہو گئے پھر جب افاقہ ہُوا تو آپؐ نے پُوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ یا رسُولَ اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا میرے لیئے لگن میں پانی رکھو۔ ہم نے پانی رکھا حضورؐ نے غسل کیا پھر آپؐ کھڑے ہونے لگے تو بیہوش ہو گئے پھر جب افاقہ ہُوا تو آپؐ نے پُوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ یا رسُولَ اللہ! وہ آپؐ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا میرے لیئے لگن میں پانی رکھو۔ ہم نے پانی رکھا حضورؐ نے غسل کیا پھر آپؐ کھڑے ہونے لگے تو بیہوش ہو گئے پھر جب افاقہ ہُوا تو آپؐ نے پُوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا نہیں یا رسُولَ اللہ! وہ آپؐ کا انتظار کر رہے ہیں اور واقعی لوگ مسجد میں بیٹھے ہُوئے عشاء کی نماز کے لئے حضورؐ کا انتظار کر رہے تھے اس کے بعد حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت ابوبکرؓ بہت نرم دل آدمی تھے، اس لیئے انھوں نے کہا اے عمر! آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں اس کے آپ زیادہ حقدار ہیں چُنانچہ ان دنوں حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھائی اس کے بعد حضورؐ کے باہر آنے کا ذکر کیا جیسے پہلے گزر چکا ہے۔[2]

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے بخاری میں منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات کے زمانے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے جب پیر کا دن ہُوا اور صحابہؓ صفیں بنا کر نماز میں کھڑے تھے حضورؐ حجرہ کا پردہ ہٹا کر ہمیں دیکھنے لگے۔ آپؐ کھڑے ہُوئے

(۱) کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۲۳۲) (۲) اخرجہ احمد کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۲۳۳) واخرجہ ایضا البیہقی (ج ۸ ص ۱۵۱) وابن ابی شیبۃ کما فی الکنز (ج ۴ ص ۵۹) وابن سعد (ج ۲ ص ۱۸) نحوہ۔

تھے اور آپؐ کا چہرہ قرآن کے صفحے کی طرح چمک رہا تھا آپؐ مُسکرا رہے تھے (کہ اُمّت اجتماعی کام میں مشغول ہے جس میں اُنھوں نے لگایا تھا) حضورؐ کو دیکھ کر ہمیں اِتنی زیادہ خوشی ہُوئی کہ بس ہم لوگ نماز توڑنے ہی لگے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صف میں کھڑے ہونے کے لئے ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنے لگے پھر حضورؐ نے ہمیں اِشارہ سے فرمایا کہ اپنی نماز پُوری کرو اور پردہ ڈال کر واپس اندر تشریف لے گئے اور اُسی دِن حضورؐ کا وصال ہوگیا۔ دُوسری سند سے بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین دن باہر تشریف نہیں لائے (پیر کے دِن) نماز کی اقامت ہو رہی تھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھنے لگے کہ اتنے میں حضورؐ نے فرمایا پردہ اٹھاؤ۔ ساتھ والوں نے پردہ اُٹھایا۔ جب حضورؐ کا چہرۂ انور نظر آیا تو ایسا عجیب منظر ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو اشارہ سے آگے بڑھنے کو فرمایا اور پردہ ڈال دیا پھر اس کے بعد حضورؐ کی (عام) زیارت نہ ہو سکی اور آپؐ کا اِنتقال ہوگیا[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا نماز کا شوق اور اِس کا بہت زیادہ اہتمام کرنا

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا (وہ بیہوش تھے اور) اُن کے اُوپر کپڑا ڈالا ہُوا تھا۔ میں نے پُوچھا آپ لوگوں کی اِن کے بارے میں کیا رائے ہے؟ ان لوگوں نے کہا جیسے آپ مناسب سمجھیں میں نے کہا آپ لوگ انہیں نماز کا نام لے کر پکاریں (نماز کا سُنتے ہی ہوش میں آجائیں گے) کیونکہ نماز ہی ایک ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے یہ سب سے زیادہ گھبرائیں گے، چنانچہ لوگوں نے کہا امیر المومنین! نماز (کا وقت ہوگیا ہے) اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! جو آدمی نماز چھوڑ دے اُس کا اِسلام میں کوئی حِصّہ نہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے نماز پڑھی اور اُن کے زخم میں سے خُون بہہ رہا تھا[2] حضرت مسور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا گیا تو ان پر غشی طاری ہونے لگی کسی نے کہا اگر یہ زندہ ہیں تو پھر یہ نماز کے نام سے جتنی جلدی گھبرا کر اُٹھیں گے اتنی جلدی اور کسی چیز کے نام سے نہیں اُٹھیں گے کسی نے کہا امیر المومنین نماز

---

(۱) ورواہ مسلم کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۲۳۵) واخرج ایضا ابو یعلی وابن عساکر وابن خزیمۃ واحمد عن انس بمعناہ بالفاظ مختلفۃ کما فی الکنز (ج ۴ ص ۵۷) والجمع (ج ۵ ص ۱۸۱) والبیہقی (ج ۹ ص ۱۵۲) وابن سعد (ج ۲ ص ۲۱۶) ایضا بمعناہ (۲) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۱ ص ۲۹۵) رجالہ رجال الصحیح۔ اھ

نماز ہو چکی ہے اس پر حضرت عمرؓ فوراً ہوش میں آگئے اور فرمایا نماز۔ اللہ کی قسم! جس نے نماز چھوڑ دی اُس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا[1]

حضرت محمد بن سکین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا تو اُن کی بیوی نے اُن سے کہا تم انہیں قتل کرنا چاہتے ہو؟ ان کو چاہے تم قتل کر دو چاہے انہیں چھوڑ دو۔ یہ ساری رات نماز پڑھا کرتے تھے اور ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھ لیا کرتے تھے[2] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب باغیوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو اُن کی بیوی نے کہا تم لوگوں نے ان کو قتل کر دیا ہے، حالانکہ یہ ساری رات عبادت کیا کرتے تھے اور ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھ لیتے تھے[3]

حضرت عثمان بن عبدالرحمٰن تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے والد نے کہا میں زور لگا کر مقامِ ابراہیم پر ہی آج رات عبادت کروں گا وہ کہتے ہیں کہ جب میں عشا کی نماز پڑھ چکا تو مقامِ ابراہیم پر آکر اکیلا کھڑا ہو گیا۔ میں کھڑا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی آیا اور اُس نے اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت عثمانؓ بن عفان تھے پھر اُنھوں نے اُمّ القرآن یعنی سُورت فاتحہ سے پڑھنا شروع کیا اور قرآن ختم کیا اور پھر رکوع اور سجدہ کیا پھر (نماز پُوری کر کے) اپنے جُوتے اُٹھائے (اور چلے گئے) اب مجھے معلوم نہیں کہ اُنھوں نے اس سے پہلے کوئی نماز پڑھی تھی یا نہیں[4] حضرت عثمان بن عبدالرحمٰن تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے مقامِ ابراہیم کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ آگے بڑھے اور ایک رکعت میں سارا قرآن ختم کر کے اپنی نماز پُوری کی[5] حضرت عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ لوگوں کو نماز پڑھائی پھر وہ مقامِ ابراہیم کے پیچھے کھڑے ہوئے اور وتر کی ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھ دیا۔ حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ساری رات اللہ کی عبادت کرتے تھے اور ایک رکعت میں سارا قرآن ختم کر لیا کرتے تھے[6]

---

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۳۵۰) (۲) اخرجہ الطبرانی واسنادہ حسن کما قال الہیثمی (ج ۹ ص ۹۴) واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۶) عن محمد بن سیرین مثلہ الا ان فی روایۃ حلین اطافوا بہ یریدون قتلہ (۳) عند ابی نعیم ایضا قال ابونعیم کذا قال انس بن مالک ورواہ الناس فقالوا انس بن سیرین ۔ انتہی (۴) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۲) (۵) عند ابن مبارک فی الزہد وابن سعد وابن ابی شیبۃ وابن منیع والطحاوی والدارقطنی والبیہقی کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۹) وقال سندہ حسن (۶) عند ابن سعد (ج ۳ ص ۷۵) کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۹)

حضرت مُسَیَّب بن رافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نگاہ جاتی رہی تو ایک آدمی نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا کہ اگر آپ میرے کہنے پر سات دن اس طرح صبر سے گزاریں کہ ان میں آپ چت لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھیں تو میں آپ کا علاج کروں گا اِنشاء اللہ آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔ اِس پر حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما اور دُوسرے بہت صحابہ کرامؓ سے آدمی بھیج کر اس بارے میں پُوچھا۔ ہر ایک نے یہی جواب میں کہا کہ اگر آپ کا ان سات دِنوں میں اِنتقال ہو گیا تو پھر آپ نماز کا کیا کریں گے؟ اس پر اُنھوں نے اپنی آنکھوں کو ایسے ہی رہنے دیا اور ان کا علاج نہ کروایا۔[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب میری بینائی چلی گئی تو کسی نے مجھ سے کہا ہم آپ (کی آنکھ) کا علاج کر دیتے ہیں لیکن آپ چند دِن نماز پڑھنا چھوڑ دیں۔ مَیں نے کہا نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ہے کہ جو آدمی نماز چھوڑے گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوں گے۔[2]

حضرت علی بن ابی حَمْلہ اور اَوزاعی رحمۃ اللہ علیہما کہتے ہیں کہ حضرت علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم روزانہ ہزار رکعت پڑھا کرتے تھے۔[3]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نفلی روزے نہیں رکھا کرتے تھے اور فرماتے تھے جب مَیں روزہ رکھتا ہوں تو کمزوری ہو جاتی ہے اور اِس کی وجہ سے نماز میں کمی آجاتی ہے اور مجھے روزہ سے زیادہ نماز سے محبت ہے وہ اگر روزہ رکھتے تو مہینے میں صرف تین دِن رکھا کرتے۔[4] حضرت عبد الرحمٰن بن یزید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بہت کم (نفلی) روزے رکھتے تھے۔ اِس بارے میں کسی نے اُن سے وجہ دریافت کی تو انھوں نے جواب میں وہی بات کہی جو پچھلی حدیث میں گزری ہے۔[5] حضرت عبد الرحمٰن بن یزید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مَیں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کم روزہ رکھنے والا کوئی فقیہ نہیں دیکھا تو کسی نے اُن سے پُوچھا کہ آپ روزے کیوں نہیں رکھتے؟ اُنھوں نے فرمایا مجھے نماز روزے سے زیادہ پسند ہے۔ روزے رکھتا ہوں تو کمزور ہو جاتا ہوں اور

(۱) اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۵۴۶) (۲) عند البزار والطبرانی قال الہیثمی (ج ۱ ص ۲۹۵) رواہ البزار والطبرانی فی الکبیر وفیہ سہل بن محمود ذکرہ ابن ابی حاتم وقال روی عنہ احمد بن ابراہیم الدورقی وسعدان بن یزید قلت وروی عنہ محمد بن عبد اللہ المخرمی ولم یتکلم فیہ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح - انتہی (۳) عند الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۵۸) واسنادہ منقطع - اھ (۴) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۳ ص ۲۰۰) رجالہ رجال الصحیح وفی بعض طرقہ ولم یکن یصلی الضحی - انتہی (۵) اخرجہ ایضا ابن جریر کما فی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۱)

پھر نماز کی ہمت نہیں رہتی ہے[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات عشاء کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے میں مجھے دیر ہوگئی۔ جب میں آپؐ کے پاس گئی تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا تم کہاں تھیں؟ میں نے کہا آپؐ کے ایک صحابی مسجد میں قرآن پڑھ رہے تھے، میں اُسے سُن رہی تھی۔ میں نے اُس جیسی آواز اور اُس جیسی قرات آپ کے کسی صحابی کی نہیں سُنی۔ آپؐ اپنی جگہ سے اُٹھے۔ آپؐ کے ساتھ میں بھی اُٹھی اور جاکر آپؐ نے کچھ دیر وہ قرات سُنی پھر میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا یہ حضرت ابوحذیفہؓ کے غلام سالم ہیں تمام تعریفیں اُس اللہ کے لئے ہیں جس نے میری اُمت میں اس جیسے آدمی بنائے ہیں[2]

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ہمیں ایک رات کھیتی والے باغ میں آگئی، چنانچہ ہم نے اس باغ میں قیام کیا۔ حضرت ابوموسیٰؓ رات کو کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے حضرت مسروق کہتے ہیں کہ اُن کی آواز بہت دلکش اور قرأت بہت عُمدہ تھی اور جیسی آیت پر گزرتے اُسی طرح کی دُعا وغیرہ کرتے پھر یہ دُعا پڑھی اے اللہ! تُو تمام عیوب سے پاک ہے اور تیری طرف سے ہی سلامتی ملتی ہے اور تُو ہی امن دینے والا ہے اور ایماندار کو تُو پسند کرتا ہے اور تُو ہی نگہبانی کرنے والا ہے اور تُو نگہبانی کرنے والے کو پسند کرتا ہے اور تُو ہی سچا ہے اور تُو سچے کو پسند کرتا ہے[3]

حضرت ابوعثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا سات رات مہمان بنا تو وہ اور اُن کا خادم اور اُن کی بیوی تینوں باری باری رات کو عبادت کرتے تھے اور اس کے لئے اُنھوں نے رات کے تین حصے کر رکھے تھے[4]

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنے ایک باغ میں (نفل) نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں ایک چڑیا اُڑی اور وہ راستہ کی تلاش میں اِدھر اُدھر چکر لگانے لگی لیکن اُسے راستہ نہیں مل رہا تھا (کیونکہ باغ بہت گھنا تھا) یہ منظر اُنہیں پسند آیا اور وہ اُسے کچھ دیر دیکھتے رہے پھر اُنہیں اپنی نماز کا خیال آیا تو اب اُنہیں یہ یاد نہ رہا کہ وہ کتنی رکعت نماز پڑھ چکے ہیں تو کہنے لگے کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مُصیبت پیش آئی ہے اور وہ فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے

(۱) اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۵۵) (۲) اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۲۲۵) قال الحاکم ووافقه الذهبی صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه (۳) اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۵۹) (۴) اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۸۳)

اور اپنی نماز کا سارا قصّہ سنا کر عرض کیا یا رسُول اللہ! (اِس باغ کی وجہ سے یہ مُصیبت پیش آئی اس لئے) یہ باغ اللہ کے نام پر صدقہ ہے آپ اسے جہاں چاہیں خرچ فرمادیں۔[1]

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک انصاری مدینہ کی وادی قُف میں اپنے ایک باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کھجوریں پکنے کا زمانہ اپنے شباب پر تھا اور خوشے کھجوروں کے بوجھ کی وجہ سے جُھکے پڑے تھے۔ اُن کی نگاہ ان خوشوں پر پڑی اور کھجوروں کی کثرت کی وجہ سے وہ اچھے معلوم ہُوئے پھر انھیں نماز کا خیال آیا تو یہ یاد نہ رہا کہ کتنی رکعت نماز پڑھ چکے ہیں تو وہ کہنے لگے کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مُصیبت پیش آئی ہے۔ حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کا زمانۂ خلافت تھا ان انصاری نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا قصّہ سُنایا اور عرض کیا یہ باغ اللہ کے لئے صدقہ ہے اِسے آپ کسی خیر کے کام میں خرچ کردیں، چُنانچہ اسے حضرت عثمان نے پچاس ہزار میں بیچا۔ اس وجہ سے اس باغ کا نام خمسین یعنی پچاسا پڑ گیا۔[2]

حضرت اَسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابن زُبیرؓ رات بھر اللہ کی عبادت کرتے دن بھر روزہ رکھتے اور (چونکہ وہ مسجد میں زیادہ رہتے تھے۔ اس لئے) اُن کا نام مسجد کا کبوتر پڑ گیا تھا۔[3]

حضرت عَدِی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی کسی نماز کا وقت آتا ہے تو مَیں اُس نماز کی تیاری کرچکا ہوتا ہُوں اور میرے اندر اس نماز کا شوق پُورے زور پر ہوتا ہے۔[4]

مسجدیں بنانا

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد بنانے کے لیئے کچی اینٹیں اُٹھا کر لارہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن کے ساتھ تھے (یہ غزوۂ خیبر کے بعد کا واقعہ ہے جبکہ مسجدِ نبوی کی دوسری مرتبہ تعمیر ہُوئی) حضورؐ اپنے پیٹ پر ایک اینٹ چوڑائی میں رکھے ہُوئے لارہے تھے۔ سامنے سے میں آیا تو مَیں سمجھا کہ اس اینٹ کو اٹھانے میں آپؐ کو دُشواری ہورہی ہے۔ اِس لیئے مَیں نے عرض کیا یا رسُول اللہ! یہ اینٹ مجھے دے دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابُوہریرہ! تم کوئی اور اینٹ لے لو کیونکہ اصل زندگی تو آخرت کی ہے۔[5]

(۱) اخرجه مالك كذا فى الترغيب (ج ا ص ۲۱۶) وقال وعبدالله بن ابى بكر لم يدرك القصة (۲) اخرجه مالك كذا فى الاوجز (ج ۱ ص ۲۱۵) (۳) اخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ا ص ۳۳۵) (۴) اخرجه ابن عساكر كذا فى الكنز (ج ۴ ص ۸۰) واخرجه ابن المبارك كما فى الاصابة (ج ۲ ص ۴۶۸) (۵) اخرجه احمد قال الهيثمى (ج ۲ ص ۹) رجاله رجال الصحيح. انتهى.

حضرت طَلق بن علی (یَمامی) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد بنائی۔ حضورؐ (میرے بارے میں کسی صحابی سے) فرما رہے تھے کہ اس یَمامی کو گارے کی طرف بڑھاؤ کیونکہ اسے تم سب سے زیادہ اچھی طرح گارا ملانا آتا ہے اور اس کے کندھے بھی تم سب سے زیادہ مضبوط ہیں یعنی تم سب سے زیادہ طاقتور بھی ہے۔[1] حضرت طَلق بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس وقت حضورؐ کے صحابہؓ مسجد بنا رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کا یہ کام کچھ پسند نہیں آرہا تھا۔ میں بھاوڑا لے کر اس سے گارا ملانے لگ گیا۔ حضورؐ کو میرا بھاوڑا لے کر اس سے گارا ملانا پسند آیا تو فرمایا اس حَنَفی (قبیلہ بنو حَنیفہ کے آدمی) کو گارا بنانے میں لگا رہنے دو کیونکہ یہ تم سے زیادہ اچھا گارا بنانے والا ہے۔[2] جب حضرت ابن اَبی اَوفیٰ رضی اللہ عنہ کی بیوی کا انتقال ہوا تو وہ فرمانے لگے کہ اس کا جنازہ اُٹھاؤ اور خوب شوق سے اُٹھاؤ کیونکہ یہ اور اس کی رشتہ دار عورتیں رات کو اس مسجد کے پتھر اُٹھاتی تھیں جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے اور ہم (مرد) دن میں دو دو پتھر اُٹھاتے تھے۔[3]

حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار نے آپس میں کہا کہ کب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی ٹہنیوں (سے بنی ہوئی مسجد) میں نماز پڑھتے رہیں گے؟ اس پر انصار نے حضورؐ کے لئے بہت سے دینار جمع کئے اور وہ لے کر حضورؐ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ ہم اس مسجد کو ٹھیک کرنا چاہتے ہیں اور اسے مُزیّن بنانا چاہتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کے طرز سے ہٹنا نہیں چاہتا میری مسجد کا چھپر ایسا ہو جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کا تھا۔[4] حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار نے بہت سا مال جمع کیا اور اُسے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اس مال سے مسجد بنائیں اور اسے بہت زیب و زینت والی بنائیں ہم کب تک کھجور کی ٹہنیوں کے نیچے نماز پڑھتے رہیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا میں اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کے طرز سے نہیں ہٹ سکتا۔ ایسا چھپر ہو جیسا موسیٰؑ کا تھا۔[5] حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چھپر اتنا اُونچا تھا کہ جب وہ اپنا ہاتھ اُٹھاتے تو چھپر کو لگ جاتا تھا۔ حضرت ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ

---

(۱) اخرجہ احمد والطبرانی قال الہیثمی (ج ۲ ص ۹) رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر ورجالہ موثقون۔ اھ (۲) عند احمد ایضا قال الہیثمی (ج ۲ ص ۹) وفیہ ایوب بن عتبۃ واختلف فی ثقتہ (۳) اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۲ ص ۱۰) وفیہ ابو مالک النخعی وہو ضعیف۔ اھ (۴) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۲ ص ۱۶) وفیہ عیسیٰ بن سنان ضعفہ احمد وغیرہ ووثقہ العجلی وابن حبان وابن خراش فی روایۃ۔ اھ (۵) عند البیہقی فی الدلائل۔

کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد کے ستون کھجور کے تنے تھے اور اس کی چھت کھجور کی ٹہنیوں اور پتوں کی تھی اور چھت پر کوئی خاص مٹی بھی نہیں تھی۔ جب بارش ہوا کرتی تھی تو ساری مسجد کیچڑ سے بھر جاتی تھی اور آپؐ کی مسجد تو بس چھپر جیسی ہی تھی۔[1]

بخاری میں لیلۃ القدر کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے خواب میں (لیلۃ القدر کی) یہ نشانی دکھائی گئی ہے کہ میں کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں، لہٰذا جس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا تھا وہ اب پھر اعتکاف کرے، چنانچہ ہم نے دوبارہ اعتکاف شروع کر دیا۔ اس وقت ہمیں آسمان میں بادل کا کوئی ٹکڑا نظر نہیں آ رہا تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد ایک بادل آیا اور بارش ہوئی اور اتنی ہوئی کہ مسجد کی چھت خوب ٹپکی۔ مسجد کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی اور نماز کھڑی ہو گئی تو میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیچڑ میں سجدہ کر رہے ہیں یہاں تک کہ میں نے آپؐ کی پیشانی پر کیچڑ کا اثر دیکھا۔[2]

حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہما کے پاس ایک بانس تھا جس سے وہ مسجد کی پیمائش کر رہے تھے کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس باہر تشریف لائے اور ان سے فرمایا تم دونوں کیا کر رہے ہو؟ ان دونوں نے عرض کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ملک شام کے طرز پر بنانا چاہتے ہیں۔ اور اس کا جتنا خرچہ ہوگا وہ انصار پر تقسیم کر دیا جائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ بانس مجھے دو۔ آپؐ نے ان دونوں سے وہ بانس لیا پھر چل پڑے اور دروازے پر پہنچ کر آپؐ نے وہ بانس پھینک دیا اور فرمایا ہرگز نہیں (ملک شام کی طرح مسجد کی شاندار عمارت نہیں بنانی) بس گھاس پھوس اور چھوٹی چھوٹی لکڑیاں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا سائبان ہو اور (موت کا) معاملہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ کسی نے پوچھا حضرت موسیٰؑ کا سائبان کیسا تھا؟ آپؐ نے فرمایا وہ جب کھڑے ہوتے تو ان کا سر چھت کو لگ جاتا۔[3]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ستون سے لے کر مقصورہ (امام کے لئے بنائے جانے والے کمرہ) تک مسجد میں اضافہ کیا اور فرمایا اگر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہ سنا ہوتا کہ ہمیں اپنی مسجد کو بڑھانا چاہیے تو میں ہرگز نہ بڑھاتا۔[4]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں بتایا کہ مسجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کچی اینٹ سے بنی ہوئی تھی۔ اس کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی اور اس کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

(۱) رواہما البیہقی ایضاً (۲) کذا فی وفاء الوفاء (ج ۱ ص ۲۲۳) (۳) اخرجہ ابن زبالۃ کذا فی وفاء الوفاء (ج ۱ ص ۲۲۰) (۴) اخرجہ احمد۔

نے مسجد میں کوئی اضافہ نہ کیا، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں اضافہ کیا اور حضورؐ کے زمانے میں جیسی کچی اینٹ اور کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی تھی ویسی ہی بنائی اور اس کے ستون لکڑی کے ہی بنائے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے بدل دیا اور اس میں بہت زیادہ اضافہ کیا اور اس کی دیواریں منقش پتھروں اور چونے سے بنائیں اور اس کے ستون منقش پتھروں کے اور اس کی چھت ساکھو کی لکڑی کی بنائی۔[1] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آپ کی مسجد کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے اور مسجد پر کھجور کی ٹہنیوں سے سایہ کیا ہوا تھا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں یہ کھجور کے تنے اور ٹہنیاں بوسیدہ ہو کر ریزہ ریزہ ہونے لگیں تو انہیں ہٹا کر حضرت ابوبکرؓ نے نئے کھجور کے تنے اور نئی ٹہنیاں لگا دیں۔ پھر یہ ستون حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بوسیدہ ہو گئے تو انہیں ہٹا کر حضرت عثمانؓ نے ان کی جگہ پکی اینٹیں لگا دیں جو اب تک لگی ہوئی ہیں۔[2] مسلم میں یہ روایت ہے کہ حضرت محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مسجد بنانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اسے پسند نہ کیا کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ مسجد کو اسی حالت پر رہنے دیں تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو اللہ کیلئے مسجد بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے اسی جیسا محل جنت میں بنائے گا۔ حضرت مُطّلب بن عبداللہ بن حَنطَب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب ۲۴ھ میں حضرت عثمانؓ بن عفان خلیفہ بنے تو لوگوں نے ان سے مسجد بڑھانے کی بات کی اور یہ شکایت کی کہ جمعہ کے دن جگہ بہت تنگ ہو جاتی ہے، حتیٰ کہ انہیں مسجد سے باہر میدان میں نماز پڑھنی پڑتی ہے۔ حضرت عثمانؓ نے اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل الرائے صحابہؓ سے مشورہ کیا تو سب کا اس پر اتفاق ہوا کہ پرانی مسجد کو گرا کر اس میں اضافہ کر دیا جائے، چنانچہ حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہو کر پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی پھر فرمایا اے لوگو! میں نے اس بات کا ارادہ کر لیا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کو گرا کر اس میں اضافہ کر دوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو اللہ کے لئے مسجد بنائے گا اللہ اس کے لئے جنت میں محل بنائیں گے اور یہ کام مجھ سے پہلے ایک بہت بڑی شخصیت بھی کر چکی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد کو بڑھایا بھی تھا اور اسے نئے سرے سے بنایا بھی تھا اور میں اس بارے میں حضورؐ

(۱) اخرجہ البخاری و ابوداؤد (۲) اخرجہ ابوداؤد ایضاً و سکت عنہ علیہ عن حلیہ۔

کے اہلُ الرّائے صحابہ سے مشورہ بھی کر چُکا ہُوں۔ ان سب کا اِس پر اتفاق ہے کہ مسجد کو گِرا کر نئے سِرے سے بنایا جائے اور اِس میں توسیع بھی کر دی جائے تو لوگوں نے اِس بات کی خُوب تحسین کی اور ان کے لیئے دُعا بھی کی۔ اگلے دن صبح کو حضرت عثمانؓ نے کام کرنے والوں کو بُلایا (اور اُنہیں کام میں لگایا) اور خود بھی اس کام میں لگے حالانکہ حضرت عثمانؓ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے اور رات بھر نماز پڑھا کرتے تھے اور مسجد سے باہر نہیں جایا کرتے تھے اور آپؓ نے حکم دیا کہ بطن نخل میں چھنا ہُوا چُونا تیار کیا جائے حضرت عثمانؓ نے ربیع الاوّل ۲۹ھ میں مسجد کی تعمیر کا کام شروع کیا جو محرم ۳۰ھ میں ختم ہُوا۔ یوں دس ماہ میں کام پُورا ہُوا[1]

حضرت جابر بن اُسامہ جُہَنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے صحابہؓ کے ساتھ بازار میں تھے میری آپؐ سے مُلاقات ہُوئی مَیں نے پُوچھا حضورؐ! کہاں جانے کا ارادہ فرما رہے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ حضورؐ تمہاری قوم کے لیئے مسجد کی جگہ کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں، چُنانچہ مَیں جب وہاں پہنچا تو حضورؐ مسجد کی جگہ کی نشاندہی کر چکے تھے اور آپؐ نے قبلہ کی نشانی کے لیئے ایک لکڑی زمین میں گاڑی ہُوئی تھی[2]

حضرت عثمان بن عطا رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے بہت سے شہر فتح کر لیئے تو ان شہروں کے گورنروں کو خط لکھے، چُنانچہ حضرت ابُوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ کے گورنر تھے۔ اُنہیں خط میں یہ لکھا کہ سارے شہر کے لیئے جُمعہ کی نماز کے لیئے ایک جامع مسجد بنائیں اور ہر قبیلہ کے لیئے الگ الگ مسجد بنائیں (ہر قبیلہ والے پانچوں نمازیں اپنی مسجد میں پڑھا کریں لیکن) جُمعہ کے دِن سب جامع مسجد میں آکر جمعہ پڑھا کریں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کُوفہ کے گورنر تھے انھیں بھی حضرت عمرؓ نے یہی لکھا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مصر کے گورنر تھے انھیں بھی یہی لکھا اور لشکروں کے امیروں کو یہ لکھا کہ دیہات میں رہائش نہ رکھیں بلکہ شہروں میں رہیں اور ہر شہر میں ایک ہی مسجد بنائیں اور جیسے کُوفہ بصرہ اور مصر والوں نے مسجدیں بنائی ہیں اس طرح ہر قبیلے والے اپنی اپنی مسجد نہ بنائیں، چُنانچہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

[1] رواہ یحیی کذا فی وفاء الوفا (ج ۱ ص ۳۵۵) [2] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر قال الہیثمی (ج ۲ ص ۱۵) وفیہ معاویۃ بن عبد اللہ بن حبیب ولم اجد من ترجمہ۔ انتہی واخرجہ ابو نعیم عن جابر بن اسامۃ الجہنی نحوہ کما فی الکنز (ج ۴ ص ۲۶۲) والباوردی عن اسامۃ الجہنی بسندہ کما فی الکنز (ج ۴ ص ۲۶۳)

کے اس فرمان کے پابند ہو گئے۔[1]

مسجدوں کو پاک صاف رکھنا

حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے یہ نقل کرتے ہیں کہ حضورؐ ہمیں اپنے محلوں میں مسجدیں تعمیر کرنے اور انہیں اچھی طرح بنانے اور انہیں پاک رکھنے کا حکم دیتے تھے۔[2] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا حکم دیا کہ محلوں میں مسجدیں بنائی جائیں اور ان کی صفائی کی جائے اور انھیں معطر کیا جائے۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک عورت مسجد میں سے کوڑا وغیرہ اٹھایا کرتی تھی پھر اس کا انتقال ہو گیا اور اس کے دفن ہونے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر نہ ہوئی (جب آپؐ کو پتہ چلا تو) آپؐ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مر جایا کرے تو تم مجھے اس کی خبر کیا کرو اور آپؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا میں نے اسے جنت میں دیکھا کہ وہ مسجد میں سے کوڑا وغیرہ اٹھا رہی ہے۔[4]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر جمعہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کو خوشبو کی دھونی دیا کرتے تھے۔[5]

مساجد کی طرف پیدل چلنا

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب مسجد نبویؐ سے اتنا دور رہتے تھے کہ میرے علم میں اور کوئی ان سے زیادہ دور نہیں رہتا تھا لیکن وہ ہر نماز مسجد نبویؐ میں پڑھتے تھے ان کی کوئی نماز نہیں جاتی تھی۔ اُن سے کسی نے کہا کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ کوئی گدھا خرید لیں اور اندھیرے میں اور سخت گرمی میں اس پر سوار ہو کر (مسجد نبویؐ کو) آیا کریں۔ اُنھوں نے کہا مجھے اس سے بالکل خوشی نہیں ہو گی کہ میرا گھر بالکل مسجد کے

---

(1) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۵۹) (۲) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۲ ص ۱۱) رواہ احمد واسنادہ صحیح۔ اھ (۳) عند ابی داؤد والترمذی وابن ماجہ کذا فی المشکوٰۃ (ص ۶۸) (۴) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۲ ص ۱۰) رواہ الطبرانی فی الکبیر وقال فی تراجم النساء الخرقاء السوداء التی کانت تقم الاذی عن مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکر بعد ہذا الکلام اسنادا عن انس رضی اللہ عنہ قال فذکر الحدیث ورجال اسناد انس رجال الصحیح واسناد ابن عباس فیہ عبدالعزیز بن فائد وہو مجہول وقیل فیہ فائد بن عمرو وہو وہم انتہی (۵) اخرجہ ابو یعلی قال الہیثمی (ج ۲ ص ۱۱) وفیہ عبداللہ بن عمر العمری وثقہ احمد وغیرہ واختلف فی الاحتجاج بہ۔

پہلو میں ہو میں تو چاہتا ہوں کہ میرا مسجد کی طرف پیدل چل کر جانا اور اپنے گھر واپس جانا (میرے اعمالنامہ میں) لکھا جائے۔ اِس پر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے آنے جانے کا سارا ثواب لکھ دیا ہے [1] حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری کا گھر مدینے میں (مسجد نبوی سے) سب سے زیادہ دُور تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کی کوئی نماز اُن سے فوت نہ ہوتی تھی۔ مجھے اُن پر بڑا ترس آیا، اس لیے میں نے اُن سے کہا اے فلانے! اگر تم گدھا خرید لو تو سخت گرمی سے بھی اور زمین کے کیڑے مکوڑوں سے بھی حفاظت ہو جائے گی۔ اُس انصاری نے کہا، ارے میاں! ذرا غور سے سُنو! اللہ کی قسم مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ میرا گھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے بالکل ساتھ ہو۔ مجھے اُن کی یہ بات بڑی گراں لگی اور میں نے جاکر حضورؐ کو بتادی۔ حضورؐ نے انہیں بُلا کر پوچھا تو اُنھوں نے حضورؐ کے سامنے بھی وہی بات کہہ دی اور یہ بھی بتایا کہ مجھے دُور سے مسجد پیدل آنے جانے میں ثواب کی اُمید ہے۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا تم جس ثواب کی اُمید لگا رہے ہو وہ تمہیں ضرور ملے گا۔ حُمیدی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ جو قدم بھی مسجد کی طرف اٹھاتے ہیں اس کے بدلہ میں انہیں ایک درجہ ملتا ہے [2]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیدل چل رہا تھا۔ ہم نماز کے لیے (مسجد) جا رہے تھے۔ حضورؐ چھوٹے چھوٹے قدم رکھ رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میں کیوں چھوٹے چھوٹے قدم رکھ رہا ہوں؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسولؐ زیادہ جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا آدمی جب تک نماز کی کوشش میں لگا رہتا ہے وہ نماز ہی میں شمار ہوتا ہے [3] دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا میں ایسا اس لیے کر رہا ہوں تاکہ نماز کی کوشش میں میرے قدم زیادہ ہو جائیں۔

حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ (بصرہ کے قریب) زاویہ نامی بستی میں چلا جا رہا تھا کہ اِتنے میں انھوں نے اذان کی آواز سُنی تو آواز سُنتے ہی چھوٹے چھوٹے قدم رکھنے شروع کر دیئے یہاں تک کہ میں (ان کے ساتھ) مسجد میں داخل ہو گیا پھر فرمایا اے ثابت! کیا تم جانتے ہو کہ میں اس طرح کیوں

(۱) اخرجہ احمد و مسلم والدارمی و ابو عوانۃ و ابن خزیمۃ و ابن حبان (۲) عند الطیالسی و مسلم و ابن ماجۃ واخرجہ ایضا ابو داؤد والحمیدی بمعناہ (۳) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۲ ص ۳۲) رواہ الطبرانی فی الکبیر ولہ فی روایۃ اخری انما فعلت لتکثر خطای فی طلب الصلاۃ وفیہ الضحاک بن نبراس وہو ضعیف ورواہ موقوفا علی زید بن ثابت ورجالہ رجال الصحیح انتہی

چلا ئیں نے کہا اللہ اور اس کے رسولؐ زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت انسؓ نے فرمایا تاکہ نماز کی تلاش میں میرے قدم زیادہ ہوجائیں۔[1]

قبیلہ بنو طے کے ایک صاحب اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد جانے کے لئے گھر سے نکلے اور تیز تیز چلنے لگے تو کسی نے اُن سے کہا آپ تو اس طرح چلنے سے منع کرتے ہیں اور خود اس طرح چل رہے ہیں؟ انھوں نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ مجھے نماز کا ابتدائی کنارہ یعنی تکبیر اُولیٰ مل جاوے۔[2] حضرت سلمہ بن کُہیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نماز کے لیئے تیزی سے چل رہے تھے کسی نے ان سے اس کی وجہ پُوچھی تو فرمایا جن چیزوں کی طرف تم تیزی سے چلتے ہو کیا ان میں سے نماز اس کی سب سے زیادہ حقدار نہیں ہے۔[3]

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں حضورؐ نے اپنے پیچھے کچھ لوگوں کا شور سُنا۔ جب آپؐ نماز پُوری کر چکے تو فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ ان لوگوں نے کہا ہم نماز کے لیئے تیزی سے چل کر آ رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا ایسا نہ کرو بلکہ آرام سے چلو اور جتنی نماز مل جائے اُسے پڑھ لو اور جتنی رہ جائے اسے قضا کر لو۔[4]

مسجدیں کیوں بنائی گئیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان میں کون سے اعمال کرتے تھے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک دیہاتی آیا اور کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا تو حضورؐ کے صحابہ نے کہا ارے، ارے، ٹھہرو، ٹھہرو۔ حضورؐ نے فرمایا اسے پیشاب سے نہ روکو اسے چھوڑ دو۔ چنانچہ صحابہؓ نے اسے چھوڑ دیا اور اُس نے پیشاب پُورا کر لیا۔ پھر حضورؐ نے اسے بُلا کر فرمایا ان مسجدوں میں پیشاب یا گندگی والا کوئی کام کرنا کسی طرح ٹھیک نہیں ہے۔ یہ مسجدیں تو اللہ کے ذکر، نماز اور قرآن پڑھنے کے لیئے بنی ہیں۔ یا جیسے حضورؐ

[1] اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۲ ص ۳۲) وقد رواہ انس عن زید بن ثابت واللہ اعلم وفیہ الضحاک بن نبراس وہو ضعیف انتہی
[2] اخرجہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ من لم یسم کما ذکرہ [3] عند الطبرانی ایضا فیہ وسلمۃ لم یسمع من ابن مسعودؓ کما قال الہیثمی (ج ۲ ص ۳۲)
[4] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ رجال الصحیح وہو متفق علیہ بلفظ وما سبقکم فاتموا کما قال الہیثمی (ج ۲ ص ۳۱)

نے فرمایا پھر حضورؐ نے لوگوں میں سے ایک آدمی کو حکم دیا اُس نے پانی کا ڈول لاکر اُس پیشاب پر بہا دیا۔[1]

حضرت ابُوسعید خُدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت مُعاویہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ گھر سے باہر آئے اور مسجد میں گئے تو وہاں ایک حلقہ لگا ہُوا تھا۔ حضرت مُعاویہؓ نے اُن سے پُوچھا آپ لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہُوئے ہیں؟ اُن لوگوں نے کہا ہم بیٹھے ہُوئے اللہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ حضرت مُعاویہؓ نے کہا کیا اللہ کی قسم! آپ لوگ صرف اِس وجہ سے بیٹھے ہیں؟ ان لوگوں نے کہا واقعی ہم صرف اِسی وجہ سے بیٹھے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے کہا مَیں نے کسی بدگمانی کی وجہ سے تم لوگوں کو قسم نہیں دی (بلکہ اس وجہ سے قسم دی جو آگے حدیث میں آرہی ہے) اور کوئی صحابی ایسا نہیں ہے جس کا حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے جیسا خاص تعلق ہو اور وہ حضورؐ کی طرف سے حدیثیں مُجھ سے کم بیان کرتا ہو (یعنی میرا حضورؐ سے تعلق بھی خاص تھا لیکن میری عادت حضورؐ کی طرف سے حدیثیں بہت کم بیان کرنے کی ہے پھر بھی اس موقع کی ایک حدیث تم لوگوں کو سُنا دیتا ہُوں، ایک مرتبہ حضورؐ مسجد میں باہر تشریف لائے اور مسجد میں صحابہ کرام حلقہ لگاکر بیٹھے ہُوئے تھے۔ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے پُوچھا آپ لوگ کیوں بیٹھے ہُوئے ہیں؟ اُنھوں نے عرض کیا کہ ہم بیٹھ کر اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور اِس بات پر اللہ کی تعریف کر رہے ہیں کہ اُس نے ہمیں اِسلام کی ہدایت دی اور اِسلام کی دولت سے ہمیں نوازا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا اللہ کی قسم! صرف اِسی وجہ سے بیٹھے ہو؟ اُنھوں نے عرض کیا اللہ کی قسم! ہم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا مَیں نے کسی بدگمانی کی وجہ سے تمہیں قسم نہیں دی بلکہ ابھی جبرائیلؑ میرے پاس آئے تھے اور یہ خبر سُنا گئے کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر فرما رہے ہیں۔[2]

حضرت اَبُوواقِد حارث بن عَوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضُور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ بھی آپؐ کے ساتھ تھے کہ اتنے میں تین آدمی آئے ان میں سے دو تو آپؐ کی طرف چلے اور ایک چلا گیا۔ وہ دونوں جاکر حضورؐ کے پاس کھڑے ہو گئے ان میں سے ایک کو حلقہ میں خالی جگہ نظر آئی وہ جاکر اُس جگہ بیٹھ گیا اور دُوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پُشت پھیر کر چلا گیا۔ جب آپؐ حلقہ سے فارغ ہُوئے تو آپؐ نے فرمایا کیا مَیں تمہیں ان تین آدمیوں کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ ایک نے اللہ کے پاس اپنی جگہ بنائی تو اللہ نے اُسے (اپنی

(1) اخرجہ مسلم (ج ۱ ص ۱۳۸) واللفظ لہ والطحاوی (ج ۱ ص ۸) (2) اخرجہ مسلم کذا فی ریاض الصالحین (ص ۵۱۶) واخرجہ ایضا الترمذی والنسائی کما فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۴۹)

رحمت میں) جگہ دے دی اور دُوسرا شرما گیا تو اللہ نے بھی اُس کے ساتھ حیا کا مُعاملہ کیا (اپنی رحمت سے محروم نہ فرمایا) اور تیسرے نے (اللہ سے) اعراض کیا تو اللہ نے بھی اُس سے اعراض فرمالیا۔[1]

حضرت ابُوالقمرا[sic] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ مسجد میں مختلف حلقوں میں بیٹھے ہُوئے آپس میں حدیثوں کا مذاکرہ کر رہے تھے کہ اِتنے میں حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک حُجرے سے باہر مسجد میں تشریف لائے اور تمام حلقوں پر نظر ڈالی اور پھر قرآن والوں کے ساتھ بیٹھ گئے (جو قرآن سیکھ سِکھا رہے تھے) اور فرمایا مجھے اِس مجلس (میں بیٹھنے) کا حکم دیا گیا ہے۔[2]

حضرت کُلَیب بن شہاب رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسجد میں بہت زیادہ شور کی آوازیں سُنیں، لوگ قرآن پڑھ پڑھا رہے تھے تو حضرت علیؓ نے فرمایا اِن لوگوں کو خوشخبری ہو یہی لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں سے زیادہ محبُوب تھے۔[3] حضرت کُلَیب رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کی مسجد میں تھے اُنھوں نے وہاں بہت زیادہ شور کی آوازیں سُنیں تو اُنھوں نے پُوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ تو ساتھیوں نے بتایا کہ یہ لوگ قرآن پڑھ رہے ہیں اور ایک دُوسرے سے قرآن سیکھ رہے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا غور سے سُنو! ان ہی لوگوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبت تھی۔[4]

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مدینہ کے بازار سے گُزرے تو کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا اے بازار والو! تم لوگ کتنے زیادہ عاجز ہو۔ بازار والوں نے کہا اے ابُوہریرہؓ! کیا بات ہے؟ اُنھوں نے کہا بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے اور تم لوگ یہاں بیٹھے ہو تو کیا تم لوگ جاکر اس میں سے اپنا حِصہ نہیں لے لیتے؟ لوگوں نے پُوچھا کہاں تقسیم ہو رہی ہے؟ اُنھوں نے فرمایا مسجد میں، چُنانچہ وہ بازار والے بہت تیزی سے مسجد گئے اور حضرت ابُوہریرہؓ وہاں ٹھہرے رہے۔ تھوڑی دیر میں وہ لوگ واپس آگئے تو حضرت ابُوہریرہؓ نے اُن سے پُوچھا تمہیں کیا ہُوا؟ (کہ جلدی سے واپس آگئے) اُنھوں نے کہا اے ابُوہریرہؓ! ہم مسجد گئے تھے ہم نے اندر جاکر دیکھا تو ہمیں وہاں کوئی چیز تقسیم ہوتی ہُوئی نظر نہیں آئی۔ حضرت ابُوہریرہؓ نے اُن سے پُوچھا کیا تم نے مسجد میں کوئی آدمی نہیں دیکھا؟ اُنھوں نے کہا ہم نے بہت سے آدمی دیکھے کچھ لوگ نماز پڑھ رہے تھے اور کچھ

---

(۱) اخرجہ الشیخان کذا فی ریاض الصالحین (ص ۵۱۵) واخرجہ ایضا مالک والترمذی کما فی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۲۱) (۲) اخرجہ ابن مندۃ کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۱۶۰) واخرجہ ابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۴ ص ۱۶۴) واخرجہ ایضا ابوعمرو الدانی فی طبقات القراء کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۹) (۳) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط کذا فی المجمع (ج ۷ ص ۱۶۶) واخرجہ ابن منیع بنحوہ کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۸) (۴) عند البزار کما فی المجمع (ج ۷ ص ۱۶۲) قال الہیثمی (ج ۷ ص ۱۶۶) وفی اسناد الطبرانی حفص بن سلیمان الغاضری وہو متروک ووثقہ احمد فی روایۃ وضعفہ فی غیرہا وفی اسناد البزار اسحاق بن ابراہیم الثقفی وہو ضعیف۔

لوگ قرآن پڑھ رہے تھے اور کچھ لوگ حلال اور حرام کا مذاکرہ کر رہے تھے تو اُن سے حضرت ابُوہریرہؓ نے فرمایا تمہارا بھلا ہو یہی اعمالِ مسجد تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہیں۔[1]

حضرت ابن مُعاویہ کندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مُلک شام میں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اُنھوں نے مجھ سے لوگوں کے بارے میں پُوچھا کہ شاید ایسے ہوتا ہوگا کہ آدمی بدکے ہُوئے اُونٹ کی طرح مسجد میں آتا ہوگا اگر اُسے اپنی قوم کی مجلس نظر آتی ہوگی اور جان پہچان والے لوگ نظر آتے ہوں گے تو ان کے پاس بیٹھ جاتا ہوگا ورنہ نہیں۔ میں نے کہا نہیں ایسے نہیں ہے بلکہ مختلف مجلسیں مسجد میں ہوتی ہیں (اور ہر مجلس میں مختلف قوموں کے لوگ ہوتے ہیں) اور لوگ ان میں بیٹھ کر خیر کے اعمال سیکھتے ہیں اور ان کے بارے میں مُذاکرہ کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جب تک تم ایسے رہو گے خیر پر رہو گے۔[2]

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ مسجد میں بیٹھے ہُوئے تھے کہ اِتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا آؤ یہُود کے پاس چلیں چُنانچہ (آپؐ صحابہؓ کو لے کر ان کے پاس گئے اور) ان سے فرمایا اِسلام لے آؤ سلامتی پا لو گے۔ ان یہُودیوں نے کہا آپؐ نے (اللہ کا پیغام) پہنچا دیا۔ آپؐ نے فرمایا میں بھی یہی چاہتا ہُوں لیکن پھر بھی تم لوگ اِسلام لے آؤ سلامتی میں رہو گے۔ اُنھوں نے پھر کہا آپؐ نے پیغام پہنچا دیا۔ آپؐ نے فرمایا میں بھی یہی چاہتا ہُوں لیکن پھر بھی تم لوگ اِسلام لے آؤ سلامتی میں رہو گے۔ پھر آپؐ نے فرمایا اچھی طرح سمجھ لو زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔ اب میں تمھیں اِس سرزمین سے جَلاوطن کرنا چاہتا ہُوں، لہٰذا تم میں سے جس کی جو چیز بِک سکتی ہے وہ اسے بیچ دے ورنہ اچھی طرح سمجھ لو یہ زمین اللہ اور اس کے رسُول کی ہے۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ غزوۂ خندق کے دِن حضرت سعد رضی اللہ عنہ زخمی ہُوئے ان کو قریش کے حِبان بن عَرِقہ نامی کافر نے تیر مارا تھا جو اُن کے بازو کی اَکحل نامی رگ میں لگا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے مسجد میں خیمہ لگوایا تھا تاکہ وہ حضورؐ کے قریب رہیں اور اُن کی عیادت کے لئے بار بار جانے میں سہولت رہے۔ جب حضورؐ غزوۂ خندق سے واپس آئے تو آپؐ نے ہتھیار رکھ دیئے اور غسل فرمایا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنے سر سے غبار جھاڑتے ہُوئے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور عرض کیا آپ نے تو ہتھیار رکھ دیئے لیکن اللہ کی قسم! میں نے تو ابھی نہیں رکھے آپ ان کی طرف تشریف لے چلیں۔ حضورؐ نے پُوچھا

(۱) اخرجه الطبرانی فی الاوسط باسناد حسن کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۶۶) (۲) اخرجه المروزی وابن ابی شیبة کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۲۹) (۳) اخرجه الشیخان وابوداؤد کذا فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۴۴)

کہاں؟ تو جواب میں حضرت جبرائیلؑ نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا، چنانچہ حضورؐ ان کے پاس تشریف لے گئے تو وہ آپؐ کے فیصلہ پر رضامند ہو گئے۔ حضورؐ نے ان کا فیصلہ حضرت سعدؓ کے ذمہ لگا دیا تو حضرت سعدؓ نے کہا ان کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان میں جو لڑنے کے قابل ہیں اُن کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے اور ان کے سارے مال کو (مسلمانوں میں بطور مالِ غنیمت کے) تقسیم کر دیا جائے۔ حضرت ہشام راوی کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے نقل کرتے ہوئے یہ بتایا کہ حضرت سعدؓ نے یہ دعا مانگی اے اللہ! تجھے معلوم ہے کہ مجھے اس قوم سے جہاد کرنے سے کسی اور سے جہاد کرنا زیادہ محبوب نہیں ہے جس قوم نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور انھیں (ان کے وطن مکہ سے) نکالا (اس سے مراد قبیلہ قریش ہے) اے اللہ! اب میرا خیال تو یہ ہے کہ تو نے ہمارے اور اس قوم کے درمیان جنگ ختم کر دی ہے یعنی اس غزوۂ خندق کے بعد اب ان سے جنگ نہیں ہوگی لیکن اگر قریش سے کوئی جنگ ابھی ہونے والی ہے تو پھر تو مجھے ان کے لئے زندہ رکھ تاکہ تیری رضا کی خاطر میں ان سے لڑوں اور اگر تو نے ان سے لڑائی ختم کر دی ہے تو میری اس رگ کے زخم کو جاری کر اور اسی کی وجہ سے مجھے موت نصیب فرما، چنانچہ ان کے سینے کے زخم سے پھر خون بہنے لگا اور مسجد میں بنو غفار کا بھی ایک خیمہ لگا ہوا تھا یہ خون بہہ کر ان کے خیمہ تک پہنچ گیا جس سے وہ لوگ گھبرا گئے تو اس خیمہ والوں نے کہا اے خیمہ والو! یہ خون کیا ہے جو تمہاری طرف سے ہماری طرف آ رہا ہے؟ جا کر دیکھا تو حضرت سعدؓ کے زخم میں سے خون بہہ رہا تھا جس سے ان کا انتقال ہو گیا۔[1]

حضرت یزید بن عبداللہ بن قُسیط رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل صفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ صحابی تھے جن کا (مدینہ میں) کوئی گھر نہیں تھا، اس لئے وہ حضورؐ کے زمانے میں مسجد میں سویا کرتے تھے اور دن بھر اسی میں رہتے تھے ان کا مسجد کے علاوہ اور کوئی ٹھکانہ نہ تھا رات کو جب کھانے کا وقت آتا تو حضورؐ انھیں بلا کر اپنے صحابہ میں تقسیم فرما دیتے پھر بھی ان میں سے کچھ لوگ حضورؐ کے ساتھ رات کا کھانا کھاتے یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وسعت عطا فرما دی۔[2]

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے تھے وہ جب حضورؐ کی خدمت سے فارغ ہوتے تو جا کر مسجد میں ٹھہر جاتے اور یہ مسجد ہی اُن کا گھر تھا، اسی میں لیٹا کرتے تھے۔ ایک رات حضورؐ مسجد

(۱) اخرجه الشيخان كذا في جمع الفوائد (ج ١ ص ٥٢) (٢) اخرجه ابن سعد في الطبقات (ج ٢ ص ٢٠)

میں تشریف لے گئے تو حضرت ابوذرؓ کو مسجد میں زمین پر لیٹے ہوئے پایا آپؐ نے انھیں پاؤں مبارک سے ذرا ہلایا۔ وہ اُٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے تو حضورؐ نے ان سے فرمایا کیا میں تمہیں (مسجد میں) سوتے ہوئے نہیں دیکھ رہا ہوں؟ حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! پھر میں کہاں سوؤں؟ کیا میرا مسجد کے علاوہ کوئی گھر ہے؟ آگے حدیث امر خلافت کے بارے میں ذکر کی[1] حضرت ابُوذر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے تھے اور جب حضورؐ کی خدمت سے فارغ ہو جاتے تو آکر مسجد میں لیٹ جاتے[2] اور اللہ کے راستہ کے مہمانوں کی ضیافت کے باب میں مسجد میں سونے کے بارے میں حضرت ابُوذرؓ اور دیگر صحابہ کے قصے گزر چکے ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مسجد میں دوپہر کو آرام کرنے کے بارے میں پُوچھا گیا تو فرمایا میں نے حضرت عُثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو زمانۂ خلافت میں مسجد میں دوپہر کو آرام کرتے ہُوئے دیکھا[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم چند نوجوان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد میں رات کو سویا کرتے تھے[4] حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں ہم جُمعہ کی نماز پڑھ کر واپس آتے اور پھر دوپہر کو آرام کیا کرتے[5]

حضرت زُہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عُمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب کوئی آدمی زیادہ دیر تک مسجد میں بیٹھے تو اُس کے لئے کمر سیدھی کرنے کے لئے لیٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس طرح لیٹنے سے اس کا دِل نہیں اُکتائے گا[6]

حضرت خلید ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مسجد میں سونے کے بارے میں پُوچھا تو اُنھوں نے فرمایا اگر تم نماز اور طواف کی وجہ سے سونا چاہتے ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے[7]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کسی رات کو تیز ہوا اور آندھی چلا کرتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا کر ایک دم مسجد تشریف لے جاتے اور آندھی ختم ہونے تک وہاں ہی رہا کرتے اور جب آسمان میں سُورج گرہن یا چاند گرہن ہوتا تو آپؐ گھبرا کر نماز پڑھنے کی جگہ یا عیدگاہ تشریف لے جاتے[8]

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت یعلیٰ بن اُمیہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل تھی وہ جب تھوڑی دیر کے لئے بھی مسجد میں بیٹھا کرتے تو اعتکاف

(۱) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۲) رواہ احمد والطبرانی روی بعضہ فی الکبیر وفیہ شہر بن حوشب وفیہ کلام وقد وثق (۲) عند الطبرانی فی الاوسط وفیہ شہر ایضا کما قال الہیثمی (۳) اخرجہ البیہقی وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۶۱) (۴) اخرجہ ابن ابی شیبۃ (۵) عند ابن ابی شیبۃ ایضا کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۶۱) (۶) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۰۹) (۷) اخرجہ ابن زنجویہ کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۶۱) (۸) اخرجہ ابوالشیخ کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۸۴) وقال سندہ حسن

کی نیت کر لیا کرتے۔[1] حضرت عطیہ بن سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ ثقیف کا وفد رمضان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو حضورؐ نے ان کے لئے مسجد میں خیمہ لگوایا پھر جب وہ مسلمان ہو گئے تو انھوں نے حضورؐ کے ساتھ روزے رکھنے شروع کر دیئے۔[2] حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ ثقیف کا وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو حضورؐ نے انہیں مسجد میں ٹھہرایا تاکہ اس سے ان کے دل زیادہ نرم ہوں اس کے آگے اور حدیث ذکر کی جیسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دینے کے باب میں قبیلہ ثقیف کے اسلام لانے کے قصہ میں گزر چکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نے مسجد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھنا ہوا گوشت کھایا پھر نماز کھڑی ہو گئی تو ہم نے صرف کنکریوں سے ہاتھ پونچھے (اور کچھ نہیں کیا اور نماز میں شامل ہو گئے)[3] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مسجد فضیخ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فضیخ لایا گیا جسے آپؐ نے نوش فرمایا، اسی وجہ سے اس مسجد کا نام مسجد فضیخ پڑ گیا فضیخ نیم پختہ کھجور کے شربت کو کہا جاتا ہے۔[4] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مسجد فضیخ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نیم پختہ کھجور کے شربت فضیخ کے مٹکے لائے گئے۔ آپؐ نے اس شربت کو نوش فرمایا اور اسی وجہ سے اس کا نام مسجد فضیخ رکھا گیا۔[5] اور اس سے پہلے مسجد میں مختلف اعمال کے قصے گزر چکے ہیں۔ مال خرچ کرنے کے باب میں کھانا اور مال تقسیم کرنے کے قصے اور بیعت کے باب میں مسجد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کا قصہ اور صحابہؓ کے باہمی اتحاد اور اتفاق رائے کے باب میں مسجد میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کا قصہ اور اللہ کی طرف دعوت دینے کے باب میں حضرت ضمام رضی اللہ عنہ کو مسجد میں دعوت دینے اور ان کے اسلام لانے کا قصہ اور مسجد میں حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے اور مشہور قصیدہ پڑھنے کا قصہ اور صحابہ کے باہمی اتحاد اور اتفاق رائے کے باب میں مسجد میں اہل شوریٰ کے مشورہ کے لئے بیٹھنے کا قصہ اور مال خرچ کرنے کے باب میں صبح کے وقت مسجد میں صحابہؓ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھنے کا قصہ، اور دنیا کی وسعت اور کثرت سے ڈرنے کے باب میں مسجد میں نمازوں کے بعد لوگوں کی ضرورت کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹھنے کا قصہ، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی محبت کو مضبوطی سے پکڑ لینے کے باب میں

(۱) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۳ ص ۳۴) (۲) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۸) وفیہ محمد بن اسحٰق وہو مدلس وقد عنعنہ۔ انتہی (۳) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۱) وفیہ ابن لہیعۃ وفیہ کلام (۴) عند احمد (۵) عند ابی یعلی قال الہیثمی وفیہ عبداللہ بن نافع ضعفہ البخاری وابو حاتم والنسائی وقال ابن معین یکتب حدیثہ۔ انتہی۔

مسجد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دُوسرے صحابہؓ کے رونے کا قصہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کن باتوں کو مسجد میں اچھا نہیں سمجھتے تھے

حضرت ابُوسعید خُدری رضی اللہ عنہ کے ایک غُلام فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں (اپنے آقا) حضرت ابوسعیدؓ کے ساتھ تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جارہے تھے اتنے میں ہم لوگ مسجد میں داخل ہوگئے تو ہم نے دیکھا کہ مسجد کے بیچ میں ایک آدمی پیٹھ اور ٹانگوں کو کپڑے سے باندھ کر بیٹھا ہُوا ہے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈال رکھی ہیں۔ حضورؐ نے اسے اشارے سے سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ سمجھ نہ سکا تو حضورؐ نے حضرت ابوسعیدؓ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں ہو تو اپنی اُنگلیاں ہرگز ایک دُوسرے میں نہ ڈالے کیونکہ یہ شیطانی حرکت ہے اور جب تم میں سے کوئی آدمی مسجد میں ہوتا ہے تو وہ مسجد سے باہر جانے تک نماز ہی میں شمار ہوتا ہے۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر فتح کرچکے تو لوگ لہسن پر ٹوٹ پڑے اور اسے خوب کھانے لگے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا جو یہ بُودار سبزی کھائے وہ ہرگز ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔[2]

حضرت عُمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کا خُطبہ دے رہے تھے۔ انھوں نے خطبہ میں فرمایا، اے لوگو! تم یہ دو بُودار چیزیں پیاز اور لہسن کھاتے ہو حالانکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ جب حضورؐ کو مسجد میں کسی سے ان دونوں کی بُو محسُوس ہوتی تو آپؐ کے فرمانے پر اُسے بقیع کی طرف نکال دیا جاتا، لہٰذا جو انھیں کھانا چاہتا ہے وہ انہیں پکا کر ان کی بُو ختم کرلے۔[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دِن حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما رہے تھے کہ بیان کے دوران آپؐ نے مسجد کی سامنے والی دیوار پر کھنکار پڑا ہُوا دیکھا تو آپؐ کو لوگوں پر بڑا غصہ آیا پھر آپؐ نے اسے کھرچا اور زعفران منگا کر اُس جگہ مل دیا اور فرمایا جب تم میں سے کوئی آدمی نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے چہرے کے سامنے ہوتے ہیں، چنانچہ اُس کو

---

(۱) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۵) اسنادہ حسن (۲) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۲ ص ۱۷) رواہ الطبرانی فی الاوسط من روایۃ ابی القاسم مولی ابی بکر ولم اجد من ذکرہ وبقیۃ رجالہ موثقون۔ انتہی (۳) اخرجہ مسلم والنسائی وابن ماجہ کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۱۸۸)

اپنے سامنے تھوکنا نہیں چاہیئے [1] حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم غصہ سے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم میں سے کوئی یہ بات پسند کرتا ہے کہ کوئی آدمی اُس کے سامنے آکر اُس کے چہرے پر تھوک دے ؟ تم میں سے کوئی آدمی جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب کے سامنے ہوتا ہے اور فرشتہ اُس کے دائیں طرف ہوتا ہے، لہٰذا اُسے نہ اپنے سامنے تھوکنا چاہیئے اور نہ دائیں طرف [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جیسے گوشت کا ٹکڑا یا کھال آگ میں سکڑ جاتی ہے ایسے ہی کھنکار مسجد میں پھینکنے سے مسجد سکڑ جاتی ہے (یعنی یہ کام مسجد کو بہت بُرا لگتا ہے۔ یہ مسجد کے ادب کے خلاف ہے)۔ [3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت بنّہ جُہنی رضی اللہ عنہ نے انھیں بتایا کہ مسجد میں چند لوگوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ آپؐ نے دیکھا کہ وہ ننگی تلوار ایک دوسرے کو دے رہے ہیں تو آپؐ نے فرمایا جو ایسا کرے اُس پر اللہ لعنت فرمائے کیا میں نے تمہیں اس سے روکا نہیں ؟ جب تم میں سے کسی نے ننگی تلوار پکڑی ہوئی ہو اور وہ اپنے ساتھی کو دینا چاہے تو اُسے چاہیئے کہ وہ تلوار کو نیام میں ڈال کر دے۔ [4]

حضرت سلیمان بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کسی آدمی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مسجد میں تلوار ننگی کرنے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا ہم اسے اچھا نہیں سمجھتے تھے ایک آدمی مسجد میں تیر صدقہ کیا کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ وہ جب بھی مسجد سے تیر لے کر گزرے تو وہ تیروں کے پھلوں کو اچھی طرح سے پکڑ کر گزرے [5]

حضرت محمد بن عُبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ مسجد میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو ایک آدمی نے اپنا تیر پلٹا تو حضرت ابوسعیدؓ نے کہا کیا اسے معلوم نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ہتھیار اُلٹنے پلٹنے سے منع فرمایا ہے [6]

حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے مسجد میں گمشدہ جانور کا اعلان کیا اور یہ کہا کون ہے وہ (جس نے سرخ اُونٹ دیکھا ہو اور وہ اس کے مالک کو) سُرخ اُونٹ (دینے) کے لیئے بلا رہا ہو ؟ اس پر حضورؐ نے فرمایا تمہیں تمہارا اُونٹ نہ ملے۔ مسجدیں تو جن کاموں کے لیئے بنائی گئی ہیں بس اُنہی کے لیئے استعمال ہونی چاہئیں (اور گمشدہ چیز کا اعلان ان کاموں میں سے نہیں ہے)۔ [7]

(۱) اخرجہ الشیخان وابوداؤد واللفظ لہ (۲) عند ابن خزیمۃ فی صحیحہ کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۱۶۳) (۳) اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۶۰) (۴) اخرجہ البغوی والسکن والطبرانی وغیرہم کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۶۲) (۵) اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۶۲) (۶) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲) وفیہ ابوالبلاد ضعفہ ابوحاتم (۷) اخرجہ مسلم والنسائی وابن ماجہ کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۱۶۵)

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ یا کوئی اور صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مسجد میں ایک آدمی کو گمشدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سُنا تو حضرت ابن مسعودؓ نے اُسے ڈانٹ کر خاموش کر دیا اور فرمایا ہم کو اس سے روکا گیا ہے۔[1]

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو مسجد میں اپنی گمشدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سُنا تو حضرت ابیؓ اس پر ناراض ہوئے تو اس آدمی نے کہا اے اَبُوالمُنذِر! آپ تو ایسی سخت بات نہیں کیا کرتے تھے تو فرمایا (مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان کرنے والے پر) ایسے ہی (غصہ) کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔[2]

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مسجد میں سویا ہوا تھا کسی نے مجھے کنکری ماری (جس سے میری آنکھ کھل گئی) تو میں نے دیکھا کہ وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ انھوں نے فرمایا جاؤ اور اِن دونوں کو میرے پاس لے آؤ چنانچہ میں ان دونوں کو حضرت عمرؓ کے پاس لے آیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تم دونوں کون ہو؟ انھوں نے کہا ہم طائف کے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر تم دونوں اس شہر کے ہوتے تو میں تم کو دردناک سزا دیتا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کر رہے ہو۔[3] حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کی (اونچی) آواز مسجد میں سُنی تو فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تم کہاں ہو؟ کیا تم جانتے ہو کہ تم کہاں ہو؟ اور اونچی آواز کرنے پر حضرت عمرؓ نے یوں ناگواری کا اظہار فرمایا۔[4]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بھی مسجد تشریف لے جاتے تو اونچی آواز سے یہ اعلان فرماتے کہ مسجد میں شور کرنے سے بچو۔ دُوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ بلند آواز سے فرماتے مسجد میں بیکار باتوں سے بچو۔[5] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں شور کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا ہماری اس مسجد میں آواز بلند نہ کی جائے۔[6]

حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد کے ساتھ ایک چبوترہ بنایا جس کا نام بُطیحاء رکھا اور فرماتے تھے کہ جو آدمی شور مچانا چاہے یا شعر پڑھنا چاہے یا آواز بلند کرنا چاہے اُسے چاہیئے کہ وہ (مسجد سے) باہر اس چبوترے پر چلا جائے۔[7]

---

(۱) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر وابن سیرین لم یسمع من ابن مسعود کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۱۶۷) (۲) اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۱۵۹) (۳) اخرجہ البخاری والبیہقی (۴) عند ابراہیم بن سعد فی نسختہ وابن المبارک عن سعید بن ابراہیم عن ابیہ کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۵۹) (۵) اخرجہ عبدالرزاق وابن ابی شیبۃ والبیہقی (۶) عند عبدالرزاق وابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۵۹) (۷) اخرجہ مالک والبیہقی کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۵۹)

حضرت طارق بن شہاب رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کسی جُرم میں پکڑ کر ایک آدمی کو حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو اُنھوں نے فرمایا تم دونوں اسے مسجد سے باہر لے جاؤ اور وہاں اُسے مارو۔[1]

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فجر کی اذان اور اِقامت کے درمیانی وقفے میں کچھ لوگوں کو مسجد کی قبلہ والی دیوار کے ساتھ کمر لگا کر بیٹھے ہُوئے دیکھا تو فرمایا تم لوگ فرشتوں اور ان کی نماز کے درمیان حائل نہ ہو۔[2]

حضرت عبدُاللہ بن عامر اَلہانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت حابس بن سعد طائی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صُحبت کا شرف حاصل تھا۔ ایک مرتبہ وہ سحری کے وقت مسجد میں گئے تو اُنھوں نے دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد کے اگلے حصّے میں نماز پڑھ رہے ہیں تو فرمایا ربِّ کعبہ کی قسم یہ لوگ تو ریا کار ہیں اِنہیں ڈراؤ جو اِنہیں ڈرائے گا وہ اللہ اور رسُولؐ کی اِطاعت کرنے والا شمار ہوگا۔ چُنانچہ کچھ لوگ ان کے پاس گئے اور اُنھیں باہر نکال دیا تو حضرت حابس رضؓ نے فرمایا کہ فرشتے سحری کے وقت مسجد کے اگلے حِصّے میں نماز پڑھتے ہیں۔[3]

حضرت مُرّہ ہَمدانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے اپنے دِل میں سوچا کہ میں کُوفہ کی مسجد کے ہر ستُون کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھوں گا۔ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں حضرت ابن مسُعود رضی اللہ عنہ مسجد میں آگئے۔ میں اپنی یہ بات ان کو بتانے گیا تو ایک آدمی مجھ سے پہلے اُن کے پاس چلا گیا اور میں جو کچھ کر رہا تھا وہ اُس آدمی نے اُن کو بتا دیا۔ اس پر حضرت ابنِ مسعودؓ نے فرمایا اگر اسے یہ معلُوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ سب سے قریبی ستون کے پاس بھی ہیں تو نماز پُوری کرنے تک اس ستون سے آگے نہ بڑھتا (یعنی مسجد کے ہر ستون کے پاس نماز پڑھنا کوئی خاص ثواب کا کام نہیں ہے۔ ثواب میں نماز کے سارے ستون برابر ہیں)۔[4]

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کا اَذان کا اہتمام کرنا

حضرت ابو عُمیر بن اَنس رحمۃُ اللہ علیہ اپنے انصاری چچوں سے نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے بارے میں بڑا فکر ہُوا کہ اس کے لئے لوگوں کو کیسے جمع کریں۔ کسی نے تجویز پیش کی کہ نماز کا وقت شروع ہونے پر ایک جھنڈا کھڑا کر دیا کریں۔ لوگ جب جھنڈے کو دیکھا کریں گے تو ایک دوسرے کو بتا دیا کریں گے لیکن آپؐ کو یہ رائے پسند نہ آئی۔ پھر کسی نے یہودیوں کے بِگل کا تذکرہ کیا آپؐ

(۱) اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۶۰) (۲) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۳) ورجالہ موثقون (۳) اخرجہ احمد والطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۲ ص ۱۶) وفیہ عبداللہ بن عامر الالہانی ولم اجد من ذکرہ واخرجہ ایضا ابن عساکر وابونعیم کما فی الکنز (ج ۴ ص ۲۶۲) واخرجہ ابن سعد (ج ۷ ص ۴۳۱) ایضا نحوہ (۴) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۲ ص ۱۱) وفیہ عطاء بن السائب وقد اختلط (۱) اخرجہ ابوداؤد

کو یہ بھی پسند نہ آیا اور فرمایا یہ تو یہودیوں کا کام ہے۔ پھر کسی نے آپؐ سے گھنٹے کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا یہ تو عیسائیوں کا کام ہے۔ حضورؐ کی زیادہ فکر کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ فکر ہوگیا وہ گھر گئے تو انھیں خواب میں اذان دکھائی گئی آگے اور حدیث بھی ذکر کی ہے[1]

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی اطلاع دینے کے بارے میں فکر ہوا۔ جب نماز کا وقت آتا تو حضورؐ کسی آدمی کو اُوپر چڑھا دیتے جو ہاتھ سے اشارہ کرتا۔ جو اشارہ دیکھ لیتا وہ آجاتا اور جو نہ دیکھتا اُسے نماز کا پتہ نہ چلتا۔ اس کا حضورؐ کو بہت زیادہ فکر تھا۔ بعض صحابہؓ نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ اگر (نماز کے وقت) گھنٹہ بجانے کا حکم دے دیں تو اچھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ تو عیسائیوں کا کام ہے پھر انھوں نے عرض کیا اگر آپؐ بگل بجانے کا حکم دے دیں تو اچھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ یہ تو یہودیوں کا کام ہے۔ حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر واپس گیا اور حضورؐ کو اس بارے میں فکر مند دیکھنے کی وجہ سے میں بہت پریشان تھا۔ رات کو فجر سے پہلے مجھے کچھ اُونگھ آگئی میں نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں تھا۔ میں نے ایک آدمی کو دیکھا جس نے دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ مسجد کی چھت پر کھڑا ہوا اور دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر اذان دینے لگا[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نماز کا وقت آتا تو ایک آدمی راستے میں تیز تیز چلتا ہوا جاتا اور اعلان کرتا اَلصَّلٰوۃ اَلصَّلٰوۃ (نماز، نماز) یہ کام لوگوں کو مشکل لگا تو انھوں نے عرض کیا اگر ہم ایک گھنٹہ بنالیں آگے باقی حدیث ذکر کی ہے[3]

حضرت نافع بن جُبیرؒ، حضرت عروہ، حضرت زید بن اسلم اور حضرت سعید بن مُسیب رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اذان کا حکم ملنے سے پہلے حضورؐ کا ایک اعلانچی یہ اعلان کرتا اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ "(نماز کا وقت ہوگیا ہے سب جمع ہو جائیں) جب قبلہ (بیت المقدس سے) کعبہ کی طرف تبدیل ہوا تو اذان کا حکم آگیا۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے وقت کی اطلاع دینے کا بہت فکر تھا۔ نماز کے لیے لوگوں کو جمع کرنے کے لیے صحابہؓ نے بہت سی چیزوں کا ذکر کیا۔ کسی نے بگل کا نام لیا اور کسی نے گھنٹے کا۔ آگے باقی حدیث ذکر کی اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ پھر اذان کا حکم مل گیا اور اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ کا اعلان اس مقصد کے لئے رہ گیا کہ لوگوں کو جمع کر کے انھیں کسی خاص واقعہ، کسی فتح وغیرہ کی اطلاع کر دی جاتی یا انھیں کوئی نیا حکم بتا دیا جاتا اور اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ" کے ذریعہ اس مقصد کے لئے جمع کرنے کے لیئے اعلان کیا جاتا چاہے وہ وقت نماز کا نہ ہوتا[4]

(۱) اخرجہ ابوداؤد (۲) اخرجہ ابوالشیخ (۳) عند ابی الشیخ ایضا کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۶۳، ۲۶۵) (۴) اخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۲۲۶)

حضرت سعد قرظ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم قباء تشریف لاتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ حضورؐ تشریف لے آئے ہیں اور لوگ حضورؐ کے پاس جمع ہو جائیں۔ چنانچہ ایک دن حضورؐ تشریف لائے۔ حضرت بلالؓ آپؐ کے ساتھ نہیں تھے تو حبشی لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ میں نے ایک درخت پر چڑھ کر اذان دی۔ حضورؐ نے مجھ سے پوچھا اے سعد! تم نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں میں نے دیکھا کہ آپؐ کے ساتھ تھوڑے سے لوگ ہیں اور حضرت بلالؓ ساتھ نہیں ہیں اور میں نے دیکھا کہ یہ حبشی لوگ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں اور پھر آپؐ کو بھی دیکھ رہے ہیں، اس لیئے مجھے ان کی طرف سے آپؐ پر حملہ کا خطرہ ہوا، اس لیئے میں نے اذان دی۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے ٹھیک کیا۔ جب تم میرے ساتھ بلالؓ کو نہ دیکھا کرو تو اذان دے دیا کرو چنانچہ حضرت سعدؓ نے حضورؐ کی زندگی میں تین مرتبہ اذان دی[1]

حضرت ابو الوقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ کے ہاں اذان دینے والوں کا (اجر و ثواب میں سے) حصہ جہاد کرنے والوں کے حصے جیسا ہو گا اور مؤذن اذان اور اقامت کے درمیان اُس شہید کی طرح ہوتا ہے جو اللہ کے راستے میں اپنے خون میں لت پت ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میں مؤذن ہوتا تو حج، عمرہ اور جہاد نہ کرنے کی کوئی پرواہ نہ کرتا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میں مؤذن ہوتا تو میرا (دینی) کام پورا ہو جاتا اور میں رات کی عبادت کے لیئے نہ اُٹھنے کی اور دن کو روزے نہ رکھنے کی پرواہ نہ کرتا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! اذان دینے والوں کی مغفرت فرما۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے ہمیں اس حال پر پہنچا دیا کہ ہم ثواب اذان کے لیئے ایک دوسرے سے تلواروں سے لڑیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا ہرگز نہیں اے عمر! بلکہ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ اذان کمزوروں کے لیئے چھوڑ دیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مؤذنوں کے گوشت کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ قرآن کی آیت ہے وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (سورت حٰم سجدہ آیت ۳۳) ترجمہ "اور اُس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو (لوگوں کو) اللہ کی طرف بلائے اور (خود بھی) نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں"۔ اور اس سے مراد مؤذن ہے۔ جب وہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہتا ہے تو اُس نے اللہ کی طرف بلایا اور جب نماز پڑھتا ہے تو اُس نے خود نیک عمل کیا اور جب وہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے تو وہ فرمانبردار مسلمانوں میں

[1] اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۱ ص ۳۳۶) وفیہ عبدالرحمٰن بن سعد بن عمار وہو ضعیف۔

شمار ہو جاتا ہے۔[۱]

حضرت ابو معشر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں مؤذن ہوتا تو میں فرض حج تو ضرور ادا کرتا باقی نفلی حج اور عمرہ نہ کرنے کی کوئی پرواہ نہ کرتا اور اگر فرشتے آسمان سے انسانی شکل میں اترا کرتے تو اذان دینے میں کوئی ان سے آگے نہ نکل سکتا۔[۲]

حضرت قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انھوں نے فرمایا تمہارے مؤذن کون لوگ ہیں؟ ہم نے کہا ہمارے غلام اور آزاد کردہ غلام تو فرمایا یہ تو تمہارا بہت بڑا نقص ہے۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو خلیفہ نہ بنتا بلکہ مؤذن بنتا۔[۳]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات پر بہت افسوس ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے لئے اذان کیوں نہیں مانگ لی۔ اگر میں مانگتا تو حضورؐ دونوں کو مؤذن بناتے۔[۴]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ تمہارے مؤذن نابینا لوگ ہوں کہ وہ طہارت کا اور نماز کے صحیح وقت کا خیال نہیں رکھ سکیں گے) یا قاری لوگ ہوں (کہ ان کے پڑھانے اور تعلیم کا حرج ہوگا۔[۵]

حضرت یحییٰ البکاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں آپ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا لیکن میں تو تم سے اللہ کے لئے بغض رکھتا ہوں۔ اُس آدمی نے پوچھا کیوں؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کیونکہ تم اذان میں گانے کی آواز بناتے ہو اور پھر اذان پر اجرت بھی لیتے ہو۔[۶]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا اور فرمایا اگر تم کسی بستی کے پاس سے گزرو اور تمہیں وہاں سے اذان کی آواز سنائی نہ دے تو (حملہ کرکے) اُن لوگوں کو قیدی بنالینا، چنانچہ قبیلہ بنو زُبید کے پاس سے اُن کا گزر ہوا تو انھوں نے وہاں سے اذان کی آواز نہ سُنی اِس پر انھوں نے اس قبیلہ کو قیدی بنالیا۔ پھر حضرت عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن سعیدؓ کے پاس آئے اور انھوں نے اُن سے اس قبیلہ کے بارے میں بات کی تو حضرت خالد نے وہ قیدی اُن کو ہبہ کردیئے۔[۷]

(۱) اخرجه البیهقی فی شعب الایمان واخرجه ابوالشیخ عن الرصافی فی کتاب الاذان بسند کما فی الکنز (ج ۴ ص ۲۶۹) (۲) عند ابن زنجویه کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۶۵) (۳) اخرجه عبدالرزاق وابن ابی شیبة وابن سعد والبیهقی کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۶۵) (۴) اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۱ ص ۳۲۶) وفیه الحارث وهو ضعیف (۵) اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲) ورجاله ثقات (۶) اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۲ ص ۳) وفیه یحیی البکاء ضعفه احمد وابوزرعة وابوداؤد ووثقه یحیی بن سعید القطان وقال محمد بن سعد کان ثقة ان شاء الله (۷) اخرجه ابن عساکر عن خالد بن سعید عن ابیه کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۹۸)

حضرت طلحہ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب اپنے امیروں کو مرتدین کے لئے بھیج رہے تھے تو ان کو یہ حکم دے رہے تھے کہ جب تم کسی علاقے کا گھیراؤ کر لو تو اگر تمہیں وہاں اذان سنائی دے تو (لڑائی سے) ہاتھ روک لو اور ان سے پوچھ لو کہ تمہیں ہماری کن باتوں پر اعتراض ہے؟ اور اگر اذان سنائی نہ دے تو ان پر چاروں طرف سے چھاپہ مارو اور انھیں قتل کرو اور (ان کی کھیتیاں) جلاؤ اور انھیں خوب اچھی طرح قتل کرو اور زخمی کرو اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کی وجہ سے تم میں کسی قسم کی کمزوری نظر نہ آئے[1] حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین سے لڑنے کے لئے صحابہؓ کو بھیجا تو ان سے فرمایا رات کو شبخون مارو لیکن جہاں اذان سنو وہاں حملہ کرنے سے رک جاؤ کیونکہ اذان ایمانی شعار ہے[2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نماز کا انتظار کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب مسجد میں نماز کھڑی ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے اگر لوگ تھوڑے ہوتے تو آپ بیٹھ جاتے اور نماز نہ پڑھاتے اور جب دیکھتے کہ لوگ زیادہ جمع ہو گئے ہیں تو نماز پڑھا دیتے[3] حضرت عبداللہ بن اوفیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تک جوتے کی آہٹ سنتے رہتے اس وقت تک انتظار فرماتے رہتے[4]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک لشکر تیار کیا اس میں آدھی رات ہو گئی پھر آپؐ نماز کے لئے باہر تشریف لائے اور فرمایا اور لوگ تو نماز پڑھ کر گھروں کو واپس جا چکے ہیں لیکن تم نماز کا انتظار کر رہے ہو۔ غور سے سنو! جب تک تم نماز کا انتظار کرو گے اس وقت تک نماز ہی میں شمار ہو گے[5]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز پڑھائی اس کے بعد کچھ لوگ واپس چلے گئے اور کچھ وہاں مسجد میں ٹھہرے رہے پھر حضورؐ ان کے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ تمہارے رب نے آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا ہوا ہے اور تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر فرما رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ میرے بندوں نے ایک فریضہ ادا کر لیا اور دوسرے کا انتظار کر رہے ہیں[6]

---

(۱) اخرجہ البیہقی (۲) عند عبدالرزاق کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۱) (۳) اخرجہ ابوداؤد (۴) عند ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۴۶) (۵) اخرجہ ابن ابی شیبۃ ورجالہ ثقات وعندہ ایضاً وابن جریر عن جابر رضی اللہ عنہ بنحوہ کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۱۹۲) (۶) اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۲۵) واخرجہ ابن ماجہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما بنحوہ ورواتہ ثقات کما فی الترغیب (ج ۱ ص ۲۲۶)

حضرت ابو اُمامہ ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ظہر کی نماز پڑھانے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دوبارہ مسجد میں آئے (ہم لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے) اور لوگوں سے کہا آپ لوگ اپنی جگہ بیٹھے رہیں میں ابھی آتا ہوں۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد وہ پھر ہمارے پاس آئے۔ اُس وقت اُنھوں نے چادر اوڑھ رکھی تھی۔ جب وہ عصر کی نماز پڑھا چکے تو اُنھوں نے کہا کیا میں آپ لوگوں کو وہ کام نہ بتاؤں جو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے؟ ہم نے کہا جی ضرور بتائیں۔ حضرت معاویہؓ نے کہا ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ نے حضورؐ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی پھر مسجد میں بیٹھے رہے پھر حضورؐ ان کے پاس سے باہر تشریف لائے اور فرمایا ابھی تک تم لوگ مسجد سے گئے نہیں؟ اُنھوں نے عرض کیا جی نہیں۔ آپؐ نے فرمایا چونکہ تم نماز کا انتظار کر رہے ہو اس لیئے کاش تم دیکھ لیتے کہ تمہارے رب نے آسمان کا ایک دروازہ کھولا اور پھر تمہاری وجہ سے فخر فرماتے ہوئے اپنے فرشتوں کو تمہیں بیٹھے ہوئے دکھایا۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز آدھی رات تک مؤخر فرمائی پھر نماز پڑھانے کے بعد آپؐ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اور لوگ تو نماز پڑھ کر سو چکے ہیں لیکن تم جب سے نماز کا انتظار کر رہے ہو اُس وقت سے تم نماز ہی میں شمار ہو رہے ہو۔[2] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو آدمی جب تک نماز کی وجہ سے مسجد میں رُکا رہتا ہے اس وقت تک وہ نماز ہی میں شمار ہوتا ہے اور فرشتے اُس کے لیئے یہ دُعا کرتے رہتے ہیں اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اے اللہ! اس پر رحم فرما اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ سے کھڑا نہ ہو جائے یا اس کا وضو نہ ٹوٹ جائے۔[3] مسلم اور ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک بندہ اپنی نماز کی جگہ میں بیٹھ کر اگلی نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے اُس وقت تک وہ نماز ہی میں شمار ہوتا ہے اور فرشتے اُس کے لیئے یہ دُعا کرتے رہتے ہیں اے اللہ! اس کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! اس پر رحم فرما۔ اور یہ سلسلہ اُس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک وہ واپس نہ چلا جائے یا اس کا وضو نہ ٹوٹ جائے۔ کسی نے پوچھا کہ وضو ٹوٹ جانے کی کیا صورت ہے؟ آپؐ نے فرمایا اُس کی ہوا آواز کے ساتھ یا بغیر آواز کے خارج ہو جائے۔[4]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتاؤں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ غلطیوں کو مٹا دیتے ہیں اور گناہوں کو ختم

(۱) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر کذا فی المجمع (ج ۲ ص ۳۸) (۲) اخرجہ البخاری (۳) عند البخاری ایضا (۴) کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۲۲۵)

کر دیتے ہیں. صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور بتائیں - آپؐ نے فرمایا ناگواریوں کے باوجود وضو پورا کرنا اور مسجدوں کی طرف قدم زیادہ اٹھانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہی ہے دشمن کی سرحد پر پہرہ دینا (یہاں دشمن سے مراد شیطان ہے)۔[1]

حضرت داؤد بن صالح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابو سلمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے میرے بھتیجے! کیا تم جانتے ہو کہ آیت اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا کس بارے میں نازل ہوئی ہے؟ (سورت آل عمران آیت ۲۰۰) ترجمہ "خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کے لیے مستعد رہو" میں نے کہا نہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دشمن کی سرحد پر پہرہ دینے کے لیے کوئی غزوہ نہیں ہوتا تھا (جس میں ہر وقت پہرہ دینے اور مقابلہ کے لیے مستعد رہنا پڑے) بلکہ دشمن سے مقابلہ کے لیے ہر وقت مستعد رہنے کی صورت یہ تھی کہ ایک نماز کے بعد (مسجد میں بیٹھ کر) دوسری نماز کا انتظار کیا جائے۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے کہ یہ آیت تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (سورت سجدہ آیت ۱۶) اس نماز کے انتظار کے بارے میں نازل ہوئی ہے جسے عتمہ کہا جاتا ہے یعنی نماز عشاء۔ ترجمہ "ان کے پہلو خوابگاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں"۔[3]

نماز باجماعت کی تاکید اور اس کا اہتمام

حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نابینا ہوں میرا گھر دور ہے اور میرا ہاتھ پکڑ کر لے جانے والا تو ایک آدمی ہے لیکن اس کا مجھ سے جوڑ نہیں وہ میری بات نہیں مانتا تو کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ میں گھر میں نماز پڑھ لیا کروں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں. حضورؐ نے فرمایا پھر اجازت دینے کی گنجائش نہیں ہے۔ امام احمد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف لائے۔ آپؐ کو نمازیوں کی تعداد میں کچھ کمی نظر آئی تو آپؐ نے فرمایا میرا ارادہ ہو رہا ہے کہ میں مسجد میں نماز باجماعت کے لیے لوگوں کا کسی کو امام بناؤں اور خود مسجد سے باہر جاؤں اور جو آدمی مجھے نماز باجماعت چھوڑ کر گھر بیٹھا ہوا ملے اس کا گھر جلا دوں۔ اس پر میں نے عرض کیا میرے اور

(۱) اخرجه ابن حبان فی صحیحه کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۱۴۴) (۲) اخرجه الحاکم وقال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۱۵۱)
(۳) اخرجه الترمذی وصححه کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۱۴۶) (۴) اخرجه احمد وابوداؤد وابن ماجه وابن خزیمة فی صحیحه والحاکم.

مسجد کے درمیان کھجور کے درخت اور کچھ اور قسم کے درخت ہیں اور ہر وقت مجھے لے کر آنے والا ملتا نہیں کیا میرے لئے اِس بات کی گنجائش ہے کہ میں گھر میں نماز پڑھ لیا کروں ؟ حضورؐ نے پُوچھا کیا تم اقامت کی آواز سُنتے ہو ؟ مَیں نے عرض کیا جی ہاں، آپؐ نے فرمایا تو پھر نماز کے لئے مسجد میں آیا کرو۔[1]

حضرت ابنِ مسعُود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس کو اس بات سے خوشی ہو کہ وہ کل قیامت کے دِن اللہ کی بارگاہ میں مسلمان بن کر حاضر ہو اُسے چاہیئے کہ وہ نمازوں کو اُس جگہ ادا کرنے کا اہتمام کرے جہاں اذان ہوتی ہے یعنی مسجد میں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ایسی سُنتیں جاری فرمائی ہیں جو سراسر ہدایت ہیں۔ انھیں میں سے یہ جماعت کی نمازیں بھی ہیں۔ اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو گے جیسا کہ فلاں شخص پڑھتا ہے تو تم اپنے نبیؐ کی سُنت چھوڑنے والے بن جاؤ گے اور اگر تم اپنے نبیؐ کی سُنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ جو آدمی اچھی طرح وضو کرے اور پھر کسی مسجد کے ارادے سے چلے تو اللہ تعالیٰ ہر قدم پر اُس کے لئے ایک نیکی لکھیں گے اور ایک درجہ بلند کریں گے اور ایک گُناہ مُعاف کر دیں گے اور ہم تو اپنا یہ حال دیکھتے تھے کہ جو شخص کُھلم کُھلا منافق ہوتا وہ تو جماعت سے رہ جاتا تھا (ورنہ حضورؐ کے زمانے میں عام منافق کو بھی جماعت چھوڑنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی) ورنہ جو شخص دو آدمیوں کے سہارے سے گھسٹتا ہُوا جا سکتا تھا وہ بھی لا کر صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا دُوسری روایت میں یہ ہے کہ ہم تو اپنا حال یہ دیکھتے تھے کہ جو شخص کُھلم کُھلا منافق ہوتا یا بیمار ہوتا وہ تو جماعت سے رہ جاتا ورنہ جو شخص دو آدمیوں کے سہارے سے چل سکتا تھا وہ بھی نماز میں آجاتا تھا۔ پھر حضرت ابنِ مسعودؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسی سُنتیں سکھائی ہیں جو سَراسَر ہدایت ہیں۔ ان سُنتوں میں سے ایک سُنت اُس مسجد میں نماز پڑھنا بھی ہے جہاں اذان ہوتی ہو۔[2] طیالسی کی روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ حضرت ابنِ مسعُود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہُوں کہ تم میں سے ہر ایک نے اپنے گھر میں نماز کی ایک جگہ بنا رکھی ہے جس میں وہ نماز پڑھ رہا ہے اگر تم لوگ مسجدوں کو چھوڑ کر گھروں میں نماز پڑھنے لگ جاؤ گے تو تم اپنے نبیؐ کی سُنت کو چھوڑنے والے ہو جاؤ گے۔

حضرت مُعاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ وہ کل اللہ کی بارگاہ میں امن کے ساتھ حاضر ہو وہ ان پانچوں نمازوں کو ایسی جگہ ادا کرے جہاں اذان ہوتی ہے، اِس لئے کہ یہ کام ایسی سُنتوں میں سے ہے جو سَراسَر ہدایت ہیں اور اسے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنت

(۱) کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۲۲۸) (۲) اخرجہ مسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۲۲۴) واخرجہ ایضا عبدالرزاق والضیاء فی المختارۃ بطولہ نحوہ کما فی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۱) واخرجہ الطیالسی (ص ۴۰) ایضا نحوہ۔

قرار دیا ہے اور کوئی یہ نہ کہے کہ میرے گھر میں نماز کی جگہ ہے میں اس میں نماز پڑھا کروں گا کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو تم اپنے نبی کی سنت چھوڑنے والے ہو جاؤ گے اور اگر تم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم اگر کسی کو فجر اور عشاء میں مسجد میں نہ پاتے تو اس کے بارے میں ہمیں بدگمانی ہو جاتی[2]

حضرت ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دن حضرت سلیمان بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کو فجر کی نماز میں نہ پایا پھر حضرت عمرؓ بازار گئے۔ حضرت سلیمانؓ کا گھر مسجد اور بازار کے درمیان تھا۔ حضرت عمرؓ حضرت سلیمانؓ کی والدہ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کے پاس سے گزرے تو ان سے فرمایا آج صبح کی نماز میں میں نے سلیمان کو نہیں دیکھا۔ حضرت شفاءؓ نے کہا کہ وہ رات کو تہجد کی نماز پڑھتے رہے، اس لیے صبح ان کی آنکھ لگ گئی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا فجر کی جماعت میں شریک ہونا مجھے ساری رات عبادت کرنے سے زیادہ محبوب ہے[3] حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو عدی بن کعب کی حضرت شفاء رضی اللہ عنہا رمضان میں حضرت عمرؓ کے پاس آئیں تو حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے آج میں نے صبح کی نماز میں (تمہارے خاوند) ابوحثمہؓ کو نہیں دیکھا؟ حضرت شفاءؓ نے کہا آج رات انہوں نے اللہ کی عبادت میں بہت زور لگایا جس کی وجہ سے وہ تھک گئے اور سستی کی وجہ سے فجر کی نماز کے لیے مسجد نہ گئے گھر میں نماز پڑھ کر سو گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! ان کا صبح کی نماز میں شریک ہونا مجھے ساری رات عبادت میں زور لگانے سے زیادہ محبوب ہے[4]

حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ رمضان کے مہینے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میرے پاس میرے گھر آئے اور انہوں نے میرے قریب دو مردوں کو سوتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے فرمایا ان دونوں کو کیا ہوا؟ انہوں نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! ان دونوں نے لوگوں کے ساتھ عشاء اور تراویح کی نماز پڑھی اور صبح تک نماز پڑھتے رہے اور پھر صبح کی نماز پڑھ کر سو گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا مجھے ساری رات عبادت کرنے سے زیادہ محبوب ہے[5]

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ میرے

---

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۳۵) (۲) اخرجہ الطبرانی وابن خزیمۃ فی صحیحہ کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۲۳۲) واخرجہ سعید بن منصور عن ابن عمر نحوہ کما فی الکنز (ج ۴ ص ۲۴۴) والبزار کما فی المجمع (ج ۲ ص ۴۰) وقال ورجال الطبرانی موثقون (۳) اخرجہ مالک کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۲۳۵) (۴) عند عبدالرزاق (۵) عند عبدالرزاق ایضا کذا فی کنز العمال (ج ۴ ص ۲۴۲)

پاس آئے وہ غصہ میں بھرے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا آپ کو غصہ کیوں آرہا ہے؟ انھوں نے فرمایا اللہ کی قسم! مجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں سے صرف اسی عمل کا پتہ ہے کہ مسلمان اکٹھے ہو کر جماعت سے نماز پڑھتے ہیں (اور اب اس میں سستی شروع ہو گئی ہے)[1] حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی عشاء کی نماز باجماعت فوت ہو جاتی تو پھر وہ باقی ساری رات عبادت کرتے رہتے۔[2] ایک روایت میں یہ ہے کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی کوئی نماز باجماعت فوت ہو جاتی تو اگلی نماز تک مسلسل نماز پڑھتے رہتے۔[3]

حضرت عُتبہ بن اَزہر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کا دستور تھا کہ جب ان میں سے کسی کی شادی ہوتی تو وہ چند دن چھپا رہتا اور فجر کی نماز کے لیئے باہر نہ آتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ صحابی حضرت حارث بن حسّان رضی اللہ عنہ کی شادی ہوئی وہ فجر کی نماز کے لیئے گھر سے باہر آئے تو کسی نے ان سے کہا کہ آج رات ہی تو آپ کی رخصتی ہوئی ہے اور آپ نماز باجماعت کے لیئے گھر سے باہر آرہے ہیں؟ انھوں نے فرمایا اللہ کی قسم! جو عورت مجھے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے سے روکے وہ بری عورت ہے۔[4]

صفوں کو سیدھا کرنا اور ان کی ترتیب بنانا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صف کے کنارے تشریف لے جاتے اور لوگوں کے سینے اور کندھوں کو سیدھا کراتے اور فرماتے صفیں ٹیڑھی نہ بناؤ ورنہ تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ پہلی صف والوں پر رحمت بھیجتے ہیں اور اس کے فرشتے ان کے لیئے دعائے رحمت کرتے ہیں۔[5] حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صف میں ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک تشریف لے جاتے اور ہاتھ لگا کر ہمارے سینوں اور کندھوں کو سیدھا کرتے اور فرماتے صفیں ٹیڑھی نہ بناؤ۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[6]

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا کیا تم لوگ ایسے صفیں نہیں بناتے جیسے فرشتے اپنے رب کے پاس صفیں بناتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! فرشتے اپنے رب کے پاس صفیں

(۱) اخرجہ البخاری (۲) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۳) واخرجہ الطبرانی ایضاً (۳) عند البیہقی کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۳۴۹)
(۴) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر کذا فی مجمع الزوائد (ج ۲ ص ۴۱) (۵) اخرجہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۲۸۴)
(۶) عند ابی داؤد باسناد حسن

کیسے بناتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ پہلی صفوں کو پورا کرتے ہیں (پھر دوسری صفیں بناتے ہیں) اور صفوں میں مل مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پھر آپؐ نے ہمیں اشارے سے بیٹھنے کو فرمایا تو ہم بیٹھ گئے پھر آپؐ نے فرمایا تم لوگ صفیں ایسے کیوں نہیں بناتے جیسے فرشتے بناتے ہیں۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[2]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو ایسا سیدھا کرتے تھے کہ گویا ان کے ذریعے تیر سیدھے کئے جائیں گے۔ کرتے کرتے آپؐ کو اندازہ ہوا کہ ہم صفیں سیدھا کرنے کی بات اچھی طرح سمجھ گئے ہیں (اور ہم خود ہی صفیں سیدھی بنانے لگ گئے ہیں تو آپؐ نے صفیں سیدھی کرانا چھوڑ دیں) پھر ایک دن آپؐ باہر تشریف لائے اور نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوگئے اور آپؐ تکبیر کہنے ہی والے تھے کہ آپؐ نے دیکھا کہ ایک آدمی کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا ہے تو آپؐ نے فرمایا اے اللہ کے بندو! اپنی صفیں سیدھی کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے بدل دیں گے (یا تم میں آپس کی مخالفت پیدا کر دیں گے)۔[3] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت نعمانؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ آدمی اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے کے ساتھ اور اپنا گھٹنا اس کے گھٹنے کے ساتھ اور اپنا ٹخنہ اس کے ٹخنے کے ساتھ ملا رہا ہے۔[4]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صفیں سیدھی کرنے کا حکم دیتے (اور اس کے لئے کچھ آدمی بھیجتے جو صفیں سیدھی کراتے) جب وہ لوگ واپس آکر بتاتے کہ صفیں سیدھی ہوگئی ہیں تو پھر حضرت عمرؓ تکبیر کہتے۔[5] حضرت ابو عثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صفیں سیدھی کرنے کا حکم دیتے اور فرماتے اے فلانے! آگے بڑھ جا۔ اے فلانے! ذرا آگے ہو جا اور غالباً یہ بھی فرماتے تھے کہ کچھ لوگ پیچھے ہٹتے رہیں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انھیں پیچھے کر دیں گے۔[6] حضرت ابو عثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو میں نے دیکھا کہ وہ جب نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھتے تو لوگوں کے کندھے اور پاؤں دیکھا کرتے۔[7]

حضرت ابو نضرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب نماز کھڑی ہونے لگتی تو حضرت عمر بن خطاب

---

(۱) اخرجہ مسلم والاربعۃ الا الترمذی کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۲۸۳) (۲) عند ابی داؤد وابن ماجہ کما فی الکنز (ج ۴ ص ۲۵۵)
(۳) اخرجہ البخاری (۴) عند ابی داؤد وابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۲۸۹) (۵) اخرجہ مالک وعبدالرزاق والبیہقی
(۶) عند عبدالرزاق (۷) عند عبدالرزاق ایضا کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۵۴)

رضی اللہ عنہ فرماتے سیدھے ہوجاؤ اے فلانے! آگے ہوجا اے فلانے! پیچھے ہوجا تم لوگ اپنی صفیں سیدھی کرو۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم لوگ صفیں بنانے میں فرشتوں والا طریقہ اختیار کرو پھر یہ آیت پڑھتے وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ (سورت صافات آیت ۱۶۵ - ۱۶۶) ترجمہ" اور (اللہ کے حضور میں حکم سننے کے وقت یا عبادت کے وقت) ہم صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور ہم (اللہ کی) پاکی بیان کرنے میں بھی لگے رہتے ہیں"۔[1]

حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور ان سے بات کر رہا تھا کہ وہ میرے لیے کچھ وظیفہ مقرر کردیں کہ اتنے میں نماز کی اقامت ہوگئی۔ میں ان سے بات کرتا رہا اور وہ اپنی جوتیوں سے کنکریاں برابر کرتے رہے یہاں تک کہ وہ لوگ آگئے جن کے ذمہ حضرت عثمانؓ نے صفیں سیدھی کرنا لگایا ہوا تھا اور انھوں نے بتایا کہ صفیں سیدھی ہوگئیں تو حضرت عثمانؓ نے مجھ سے فرمایا تم بھی صف میں سیدھے کھڑے ہوجاؤ۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے تکبیر کہی۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سیدھے ہوجاؤ تمہارے دل سیدھے ہوجائیں گے اور مل مل کر کھڑے ہو تو تم پر رحم کیا جائے گا۔[3]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنا حال تو یہ دیکھا تھا کہ جب تک صفیں مکمل نہ ہوجاتیں نماز کھڑی نہ ہوتی۔[4]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحمت بھیجتے ہیں جو صفوں میں نماز کی پہلی صف کی طرف آگے بڑھتے ہیں اور اس کے فرشتے ان کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں۔[5]

حضرت عبدالعزیز بن رفیع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانۂ خلافت میں مکہ میں مقام ابراہیم کے پاس حضرت عامر بن مسعود قرشی رضی اللہ عنہ نے پہلی صف میں مجھ سے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو میں نے ان سے پوچھا کیا یہ کہا جاتا تھا کہ پہلی صف میں خیر ہے؟ انھوں نے فرمایا ہاں اللہ کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لوگوں کو صفِ اول کے اجر و ثواب کا پتہ چل جائے تو قرعہ ہی سے وہ صفِ اول میں کھڑے ہوسکیں۔[6]

---

(۱) اخرجہ عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۵۵) (۲) اخرجہ عبدالرزاق والبیہقی عن ابی سہیل بن مالک عن ابیہ کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۵۵) (۳) اخرجہ ابن ابی شیبہ کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۵۵) (۴) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۲ ص ۹۰) رجالہ رجال الصحیح (۵) عند الطبرانی وفیہ رجل لم یسم کما قال الہیثمی (ج ۲ ص ۹۲) (۶) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۲ ص ۹۲) رجالہ ثقات الا ان جابرا اختلف فی صحبتہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تم لوگ پہلی صف کو لازم پکڑو اور پہلی صف میں بھی دائیں طرف کو لازم پکڑو اور ستونوں کے درمیان صف بنانے سے بچو (کیونکہ وہاں صف کی جگہ نہیں ہوتی)۔[1]

حضرت قیس بن عباد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں ایک دفعہ مدینہ منورہ گیا۔ جب نماز کھڑی ہوئی تو میں آگے بڑھ کر پہلی صف میں کھڑا ہوگیا۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے اُن کے ساتھ ایک آدمی بھی آیا تھا جس کا رنگ گندمی اور داڑھی ہلکی تھی۔ اُس نے لوگوں کے چہرے پر ایک نظر ڈالی اور جب اُس نے مجھے دیکھا تو مجھے پیچھے ہٹا دیا اور میری جگہ خود کھڑا ہوگیا۔ یہ بات مجھ پر بہت گراں گزری۔ نماز سے فارغ ہوکر وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا تم میرے اِس رویے کا برا نہ مناؤ اور اس کا غم نہ کرو کیا یہ بات تم پر گراں گزری ہے؟ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پہلی صف میں صرف مہاجر اور انصار ہی کھڑے ہوں۔ میں نے پوچھا کہ یہ صاحب کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔[2]

حضرت قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دِن میں مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں اگلی صف میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی میرے پیچھے سے آیا اور اس نے مجھے زور سے کھینچ کر پیچھے کر دیا اور خود میری جگہ کھڑا ہوگیا سلام پھیر کر وہ میرے طرف متوجہ ہوئے تو وہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے اُنھوں نے فرمایا اے نوجوان! اللہ تمہیں غمزدہ نہ کرے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہمیں حکم تھا پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[3]

اِمام کا اقامت کے بعد مسلمانوں کی ضروریات میں مشغول ہونا

حضرت اُسامہ بن عُمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ نماز کھڑی ہوجاتی تھی اور کوئی آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ضرورت کی بات کرنے لگ جاتا اور حضورؐ کے اور قبلہ کے درمیان کھڑا ہوجاتا اور کھڑے ہوکر حضورؐ سے باتیں کرتا رہتا۔ میں بعض دفعہ دیکھتا کہ حضورؐ کے زیادہ دیر کھڑے رہنے کی وجہ سے کچھ لوگ اُونگھنے لگتے۔[4] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ عشاء کی نماز کھڑی ہوجاتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی آدمی کے ساتھ کھڑے ہوکر بات

(۱) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر قال الہیثمی (ج ۲ ص ۹۲) وفیہ اسماعیل بن مسلم المکی وہو ضعیف (۲) اخرجہ الحاکم فی المستدرک (ج ۳ ص ۳۰۲) قال الحاکم ووافقہ الذہبی ہذا حدیث تفرد بہ الحاکم عن قتادۃ وہو صحیح الاسناد (۳) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۵۲) (۴) اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۴۳) واخرجہ عبدالرزاق ایضا وابوالشیخ فی الاذان عن انس رضی اللہ عنہ مثلہ کما فی الکنز (ج ۴ ص ۲۷۳)

کرنے لگ جاتے (زیادہ دیر ہو جانے کی وجہ سے) بہت سے صحابہؓ سو جاتے پھر وہ نماز کیلئے اُٹھتے[1]
حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مؤذن جب اقامت کہہ دیتا اور لوگ چُپ ہو جاتے تو اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی آدمی ضرورت کی بات کرنے لگتا۔ حضورؐ اُس کی ضرورت پُوری کرتے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضورؐ کی ایک چھڑی تھی جس پر آپ ٹیک لگالیا کرتے۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت رحمدل تھے جو بھی آپؐ کے پاس آتا (اور سوال کرتا اور آپؐ کے پاس کچھ نہ ہوتا) تو اس سے آپؐ وعدہ کر لیتے (کہ جب کچھ آئے گا تو تمہیں ضرور دوں گا) اور اگر کچھ پاس ہوتا تو اُسی وقت اُسے دے دیتے۔ ایک مرتبہ نماز کی اقامت ہو گئی ایک دیہاتی نے آکر آپؐ کے کپڑے کو پکڑ لیا اور کہا کہ میری تھوڑی سی ضرورت باقی رہ گئی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ میں اسے بھول جاؤں گا، چنانچہ حضورؐ اُس کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب اس کی ضرورت سے فارغ ہوئے تو پھر آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔[3]

حضرت ابُوعثمان نَہدی رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بعض دفعہ نماز کھڑی ہو جاتی تھی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے آکر کوئی آدمی ان سے بات شروع کر دیتا تو بعض دفعہ حضرت عمرؓ کے زیادہ کھڑے رہنے کی وجہ سے ہم میں سے کچھ آدمی بیٹھ جاتے[4]

حضرت مُوسیٰ بن طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ منبر پر تھے اور مؤذن نماز کے لیئے اقامت کہہ رہا تھا اس وقت میں نے سُنا کہ وہ لوگوں سے حالات اور چیزوں کے بھاؤ پُوچھ رہے تھے[5] صفیں سیدھی کرنے کے عُنوان میں یہ قصہ گزر چکا ہے کہ حضرت مالک رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور اُن سے بات کر رہا تھا کہ اتنے میں نماز کھڑی ہو گئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں اِمامت اور اِقتداء

صُلح حُدیبیہ اور فتح مکہ کے بارے میں حضرت عکرمہ رحمۃُ اللہ علیہ کی ایک لمبی حدیث ہے۔ اس میں یہ ہے کہ حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوسُفیان رضی اللہ عنہ سے کہا اے

(۱) عند ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۷۳) (۲) اخرجہ ابوالشیخ فی الاذان کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۷۳) (۳) اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۴۲)
(۴) اخرجہ ابو الربیع الزہرانی کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۳۰) (۵) اخرجہ ابن حبان کذا فی الکنز (ج ۴ ص ...) واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۵۹) عن موسیٰ نحوہ

ابوسفیان! مسلمان ہوجاؤ سلامتی پاؤ گے اس پر حضرت ابوسفیانؓ مسلمان ہوگئے پھر حضرت عباسؓ انہیں اپنی قیام گاہ پر لے گئے۔ جب صبح ہوئی تو لوگ وضو کے لیئے بھاگنے دوڑنے لگے۔ حضرت ابوسفیان نے یہ منظر دیکھ کر کہا اے ابوالفضل! ان لوگوں کو کیا ہوا؟ کیا انہیں کوئی حکم ملا ہے؟ حضرت عباسؓ نے کہا نہیں۔ یہ تو نماز کی تیاری کر رہے ہیں۔ حضرت عباسؓ نے انھیں حکم دیا تو انھوں نے بھی وضو کرلیا پھر حضرت عباسؓ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔ حضورؐ جب نماز شروع کرنے لگے تو آپؐ نے اللہ اکبر کہا۔ اس پر لوگوں نے بھی اللہ اکبر کہا۔ پھر حضورؐ رکوع میں گئے تو لوگ بھی رکوع میں چلے گئے پھر حضورؐ نے سر مبارک اٹھایا تو لوگوں نے بھی سر اٹھالیا تو حضرت ابوسفیانؓ نے کہا کہ آج جیسا دن میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ یہ مسلمان یہاں سے لے کر وہاں تک سارے حضورؐ کی جتنی اطاعت کر رہے ہیں ان سے زیادہ اطاعت نہ تو شرفائے فارس میں دیکھی اور نہ صدیوں سے حکمرانی کرنے والے رومیوں میں۔ حضرت ابوسفیانؓ نے کہا اے ابوالفضل! تمہارا بھتیجا تو بڑے ملک والا ہو گیا تو حضرت عباسؓ نے اُن سے کہا نہیں یہ ملک اور بادشاہت نہیں بلکہ نبوت ہے[1]

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فتح مکہ کا غزوہ بیان کرتی ہیں تو اس میں یہ بھی فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر وضو کرنے لگے تو صحابہؓ وضو کے پانی پر جھپٹنے لگے اور پانی لے کر اپنے چہروں پر ملنے لگے۔ حضرت ابوسفیانؓ نے کہا اے ابوالفضل! تمہارے بھتیجے کی بادشاہت تو بڑی ہوگئی۔ حضرت عباسؓ نے کہا نہیں یہ بادشاہت نہیں ہے بلکہ نبوت ہے۔ اسی وجہ سے ان لوگوں میں اتنا شوق ہے[2]

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ رات حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گزاری۔ صبح کو حضرت ابوسفیانؓ نے دیکھا کہ لوگ نماز کی تیاری کر رہے ہیں استنجاء اور طہارت کے لیئے ادھر اُدھر آجا رہے ہیں تو وہ ڈر گئے (کہ مسلمان شاید حملہ کرنے لگے ہیں) اور انھوں نے حضرت عباسؓ سے پوچھا ان لوگوں کو کیا ہوا؟ حضرت عباسؓ نے کہا ان لوگوں نے اذان سن لی ہے، اس لیئے نماز کی تیاری کے لیئے یہ لوگ ادھر اُدھر آجا رہے ہیں پھر جب نماز ہوئی اور حضرت ابوسفیانؓ نے دیکھا کہ حضورؐ کے رکوع کرنے پر تمام صحابہؓ رکوع میں چلے گئے اور حضورؐ کے سجدہ کرنے پر سب نے سجدہ کیا تو انھوں نے کہا اے عباس! حضورؐ انھیں جس بات کا حکم دیتے ہیں یہ اسے فوراً کرتے ہیں۔ حضرت

(1) اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۳۰۰) (2) عند الطبرانی فی الصغیر والکبیر قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۶۴) و فیہ یحیی بن سلیمان بن نضلۃ وھو ضعیف۔

عباس ؓ نے کہا جی ہاں - اللہ کی قسم ! اگر حضورؐ انھیں کھانا پینا چھوڑنے کا حکم دے دیں تو یہ اُسے بھی پُورا کر دیں گے [1] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز کے شوق کے باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث گزر چکی ہے - اس میں یہ ہے کہ اِس کے بعد حضورؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں - حضرت ابُوبکرؓ بہت نرم دِل آدمی تھے، اِس لیئے اُنھوں نے کہا اے عمر ! آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں - حضرت عمرؓ نے کہا نہیں، اِس کے آپ زیادہ حقدار ہیں، چنانچہ ان دنوں حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی - بخاری میں حضرت عائشہؓ کی حدیث میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں کسی نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ اُبوبکرؓ تو بہت رقیقُ القلب ہیں جلد رو پڑتے ہیں - جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے - اس نے دوبارہ وہی بات کہی تو حضورؐ نے دوبارہ یہی جواب دیا بلکہ تیسری بار بھی یہی جواب دیا اور فرمایا تُم تو حضرت یوسف علیہ السلام کی ساتھن (زُلیخا) کی طرح ہو (کہ اندر سے کچھ اور اُوپر سے کچھ - اُوپر سے کہہ رہی ہو کہ ابوبکر روتے بہت ہیں اور اندر دِل میں یہ ہے کہ حضورؐ کی جگہ کھڑے ہونے سے لوگ بدفالی لیں گے جیسے کہ زُلیخا نے اُوپر سے تو عورتوں کا اکرام کیا اور اندر سے مقصُود اُنہیں حضرت یُوسفؑ کو دکھانا تھا) ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں -

حضرت عبداللہ بن زَمعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھ چکی تھی میں آپؐ کے پاس بیٹھا ہُوا تھا اور مُسلمان بھی تھے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضورؐ کو نماز کی اِطلاع دی - حضورؐ نے فرمایا کسی سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دے، چنانچہ میں وہاں سے باہر گیا تو دیکھا کہ لوگوں میں حضرت عمرؓ تو ہیں اور حضرت ابوبکرؓ نہیں ہیں - میں نے کہا اے عمرؓ ! آپ کھڑے ہوں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں، چنانچہ حضرت عمرؓ کھڑے ہو گئے - حضرت عمرؓ کی آواز اُونچی تھی جب اُنھوں نے اللہُ اکبر کہا تو حضورؐ نے ان کی آواز سُن کر فرمایا ابُوبکر کہاں ہیں ؟ اللہ اور مُسلمان اِس کا اِنکار کر رہے ہیں، اللہ اور مُسلمان اس کا اِنکار کر رہے ہیں - حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس آدمی بھیج کر بُلایا - حضرت عمرؓ نے یہ نماز پڑھائی اِس کے بعد حضرت ابوبکرؓ آئے اور پھر اُنھوں نے لوگوں کو نماز پڑھانی شرُوع کی - حضرت عبداللہ بن زَمعہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا تیرا بھلا ہو ! اے ابن زَمعہ ! تم نے یہ کیا کیا ؟ اللہ کی قسم ! جب تم نے مجھے نماز پڑھانے کو کہا تو میں یہی سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کا حکم دیا ہے - اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں کبھی نماز نہ پڑھاتا - میں نے کہا اللہ کی قسم ! حضورؐ

---

[1] ذکرہ ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۹۱)

نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا لیکن جب مجھے حضرت ابُوبکرؓ نظر نہ آئے تو حاضرین میں آپ ہی مجھے نماز پڑھانے کے سب سے زیادہ حقدار نظر آئے۔[1] دُوسری روایت میں یہ ہے کہ جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سُنی تو حضورؐ نے حُجرہ سے سرِ مُبارک باہر نکال کر فرمایا نہیں، نہیں لوگوں کو صرف (ابوبکر) ابنِ ابی قحافہ ہی نماز پڑھائیں۔ یہ بات آپؐ نے بہت غصہ میں فرمائی۔[2] حضرات صحابہ کرامؓ کا امرِ خلافت میں حضرت ابُوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم سمجھنے کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت ابُوعُبَیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس آدمی سے آگے نہیں بڑھ سکتا جسے حضورؐ نے (نماز میں) ہمارا امام بننے کا حکم دیا ہو اور اُنھوں نے حضورؐ کے اِنتقال تک ہماری امامت کی ہو اور حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم اچھی طرح سے سمجھتے ہیں کہ حضورؐ کے بعد لوگوں میں خلافت کے سب سے زیادہ حقدار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ حضورؐ کے غار کے ساتھی ہیں اور (قرآن کے الفاظ کے مطابق) ثَانِیَ اثْنَیْنِ دو میں سے دُوسرے ہیں۔ ہم ان کی شرافت اور بزرگی کو خوب پہچانتے ہیں اور حضورؐ نے اپنی زندگی میں انھیں لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

حضرت ابنِ مسعُود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا اِنتقال ہوگیا تو انصار نے کہا ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم مہاجرین میں سے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انصار کے پاس گئے اور ان سے کہا کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے حضرت ابُوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں؛ لہٰذا تم میں سے کس کا دِل اس بات سے خوش ہوسکتا ہے کہ وہ آگے ہو کر حضرت ابوبکرؓ کا اِمام بنے؟ تمام انصار نے کہا ہم حضرت ابوبکرؓ سے آگے بڑھ کر امام بننے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔[3] حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور مَیں وہاں موجُود تھا، غائب نہیں تھا اور بیمار بھی نہیں تھا، چُنانچہ حضورؐ نے جس آدمی کو ہمارے دین یعنی نماز کی امامت کے لیئے پسند فرمایا اُسی کو ہم نے اپنی دُنیا کے لئے بھی پسند کرلیا۔[4]

حضرت اَبُولَیلیٰ کِندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سَلمان رضی اللہ عنہ بارہ تیرہ سواروں کے ساتھ آئے۔ یہ تمام سوار حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے صحابہؓ میں سے تھے جب نماز کا وقت آیا تو لوگوں نے کہا اے ابُوعبداللہ! (نماز پڑھانے کے لیئے) آگے بڑھیں حضرت سَلمانؓ نے فرمایا

(۱) اخرجہ احمد وہکذا رواہ ابوداؤد کما فی البدایۃ (ج ۵ ص ۲۳۲) وہکذا اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۶۴۱) وقال ہذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ
(۲) عند ابی داؤد کما فی البدایۃ (ج ۵ ص ۲۳۲) (۳) اخرجہ النسائی کذا فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۰۱) (۴) کذا ذکر فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۵۴)

ہم آپ لوگوں کے امام نہیں بنتے اور آپ لوگوں کی عورتوں سے نکاح نہیں کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کے ذریعہ ہدایت عطا فرمائی ہے چنانچہ ان لوگوں میں سے ایک آدمی آگے بڑھا اور اُس نے چار رکعت نماز پڑھائی۔ جب اُس نے سلام پھیرا تو حضرت سلمانؓ نے فرمایا ہمیں چار رکعت کی ضرورت نہیں تھی ہمیں چار کی آدھی یعنی دو رکعت نماز کافی تھی۔ ہم تو سفر میں ہیں، اس لیئے ہمیں رُخصت پر عمل کرنے کی زیادہ ضرورت ہے [1]

حضرت ابُو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اُسَید رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کے غلام حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کھانا تیار کیا پھر اُنھوں نے حضرت ابُوذر، حضرت حُذیفہ اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہم کو کھانے کے لیئے بُلایا یہ حضرات تشریف لے آئے اِتنے میں نماز کا وقت ہوگیا تو حضرت ابُوذرؓ نماز پڑھانے کے لیئے آگے بڑھے تو اُن سے حضرت حُذیفہؓ نے کہا گھر کا مالک آپ کے پیچھے کھڑا ہے وہ اِمامت کا زیادہ حقدار ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا اے ابنِ مسعُود! کیا بات اِسی طرح ہے؟ اُنھوں نے کہا جی ہاں۔ اس پر حضرت ابوذرؓ پیچھے آگئے۔ حضرت ابُوسعیدؒ کہتے ہیں کہ حالانکہ میں غُلام تھا لیکن اُنھوں نے مجھے آگے کیا آخر میں نے ان سب کی اِمامت کرائی [2] حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مدینہ کے ایک کنارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی زمین تھی وہاں ایک مسجد میں نماز کھڑی ہونے لگی۔ مسجد کے اِمام ایک غلام تھے۔ حضرت ابن عمرؓ نماز میں شریک ہونے کے لیئے اس مسجد میں داخل ہوئے تو اس غلام نے ان سے کہا آپ آگے تشریف لے چلیں اور نماز پڑھائیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا تم اپنی مسجد میں نماز پڑھانے کے زیادہ حقدار ہو، چنانچہ اُس غلام نے نماز پڑھائی [3]

حضرت عبداللہ بن حَنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت قیس بن سعد ابن عُبادہ رضی اللہ عنہما کے گھر میں تھے ہمارے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہؓ بھی تھے ہم نے حضرت قیسؓ سے کہا آپ (نماز پڑھانے کے لیئے) آگے بڑھیں اُنھوں نے کہا میں ایسا کرنے کے لیئے تیار نہیں ہوں۔ میں نے کہا حضورؐ نے فرمایا ہے آدمی اپنے بستر کے اگلے حِصّہ کا، اپنی سواری کے اگلے حصّے کا، اور اپنے گھر میں اِمام بننے کا زیادہ حقدار ہے، چنانچہ اُنھوں نے اپنے ایک غلام کو حُکم دیا، اُس نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی [4]

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۸۹) واخرجہ الطبرانی فی الکبیر والبیلی ضعفہ ابن معین کما قال الہیثمی (ج ۲ ص ۱۵۶) (۲) اخرجہ عبدالرزاق (۳) عند عبدالرزاق ایضا کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۴۶) (۴) اخرجہ البزار واخرجہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر قال الہیثمی (ج ۱ ص ۶۵) وفیہ اسحٰق بن یحییٰ بن طلحۃ ضعفہ احمد وابن معین والبخاری ووثقہ یعقوب بن شیبۃ وابن حبان۔

حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ملنے ان کے گھر گئے وہاں نماز کا وقت آگیا حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! آپ (نماز پڑھانے کے لیئے) آگے بڑھیں کیونکہ آپ کی عمر بھی زیادہ ہے اور علم بھی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے کہا نہیں آپ آگے بڑھیں کیونکہ ہم آپ کے پاس آپ کے گھر میں اور آپ کی مسجد میں آئے ہیں، اس لیئے آپ زیادہ حقدار ہیں، چنانچہ حضرت ابو موسیٰؓ آگے بڑھے اور انھوں نے اپنی جوتی اُتاری اور نماز پڑھائی۔ جب انھوں نے سلام پھیرا تو حضرت ابن مسعودؓ نے اُن سے فرمایا کہ آپ نے جوتے کیوں اُتارے؟ کیا آپ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح) مقدس وادی میں ہیں؟[1] اور طبرانی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہؓ نے ان سے کہا اے ابو موسیٰ! آپ جانتے ہی ہیں کہ یہ بات سنت میں سے ہے کہ گھر والا (نماز پڑھانے کے لیئے) آگے بڑھے لیکن حضرت ابو موسیٰؓ نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا اور ان دونوں حضرات میں سے کسی ایک کے غلام نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔

حضرت قیس بن زہیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت فرات بن حیان رضی اللہ عنہ کی مسجد میں گیا وہاں نماز کا وقت آگیا۔ حضرت فراتؓ نے حضرت حنظلہؓ سے کہا آپ (نماز پڑھانے کے لیئے) آگے بڑھیں۔ حضرت حنظلہؓ نے کہا میں آپ کے آگے کھڑا نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ عمر میں مجھ سے بڑے ہیں اور آپ نے ہجرت بھی مجھ سے پہلے کی تھی اور پھر مسجد بھی آپ کی اپنی ہے۔ حضرت فراتؓ نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے بارے میں ایک بات فرماتے ہوئے سنا تھا (اس کے سننے کے بعد) میں کبھی آپ کے آگے نہیں ہوں گا۔ حضرت حنظلہؓ نے کہا غزوۂ طائف میں جس دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا تھا اور آپؐ نے مجھے جاسوس بنا کر بھیجا تھا کیا آپ اُس دن وہاں موجود تھے؟ حضرت فراتؓ نے کہا جی ہاں پھر حضرت حنظلہؓ آگے بڑھے اور اُن لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حضرت فراتؓ نے کہا اے قبیلہ بنو عجل والو! میں نے ان کو (امامت کے لیئے) اس لیئے آگے بڑھایا کیونکہ حضورؐ نے غزوۂ طائف کے دن ان کو جاسوس بنا کر طائف بھیجا تھا۔ واپس آکر انھوں نے حضورؐ کو حالات بتلائے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ تم سچ کہتے ہو اب اپنے پڑاؤ پر واپس چلے جاؤ کیونکہ آج رات تم جاگتے

---

[1] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۲ ص ۶۶) رواہ احمد وفیہ رجل لم یسم ورواہ الطبرانی متصلا برجال ثقات۔ انتہی واخرجہ الطبرانی عن ابراہیم مختصرا ورجالہ رجال الصحیح کما قال الہیثمی۔

رہے ہو۔ جب حضرت حنظلہؓ وہاں سے چلے تو حضورؐ نے ہم سے فرمایا ان کی اور ان جیسے لوگوں کی اقتداء کیا کرو۔[1]

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ مکرمہ گیا تو امیر مکہ حضرت نافع بن علقمہ رضی اللہ عنہ نے باہر آکر ہمارا استقبال کیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ آپ اپنے پیچھے مکہ والوں کا امیر کس کو بناکر آئے ہیں؟ حضرت نافعؓ نے کہا حضرت عبدالرحمن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ کو۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ نے تو مکہ میں ایک غلام کو ایسے لوگوں کا امیر بنا دیا ہے جو قریش میں سے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ حضرت نافعؓ نے کہا جی ہاں میں نے حضرت عبدالرحمنؓ کو سب سے زیادہ اور سب سے اچھا قرآن پڑھنے والا پایا اور مکہ ایسی سرزمین ہے جہاں ساری دنیا کے لوگ آتے ہیں تو میں نے چاہا کہ لوگ (نماز میں) ایسے آدمی سے قرآن سنیں جو اچھا قرآن پڑھتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے بہت اچھا کیا واقعی عبدالرحمن بن ابزیٰؓ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قرآن کی وجہ سے بلند کرتے ہیں۔[2]

حضرت عُبَید بن عُمَیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حج کے موسم میں مکہ کے پاس ایک چشمہ پر ایک جماعت جمع ہوگئی جب نماز کا وقت آیا تو ابو السائب کے خاندان کا ایک آدمی نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھا۔ اُس کی زبان فصیح اور صاف نہیں تھی تو حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے اُسے پیچھے کر دیا اور دوسرے آدمی کو آگے کر دیا۔ یہ بات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئی۔ وہاں تو حضرت عمرؓ نے انھیں کچھ نہ کہا جب مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت عمرؓ نے حضرت مسورؓ سے باز پرس کی۔ حضرت مسورؓ نے کہا اے امیرالمومنین! آپ ذرا مجھے مہلت دیں۔ بات یہ ہے کہ اس کی زبان فصیح اور صاف نہیں تھی اور موسم حج کا تھا تو مجھے یہ خطرہ ہوا کہ حجاج کرام اس کی قرأت سن کر اسے ہی اختیار کرلیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا کیا تم نے اس وجہ سے اسے پیچھے کیا تھا؟ حضرت مسورؓ نے کہا جی ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر تم نے ٹھیک کیا۔[3]

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو نماز پڑھائی اور نماز کے بعد اُن سے کہا میں امامت کے لئے آگے بڑھنے سے پہلے آپ سے پوچھنا بھول گیا کیا آپ میرے نماز پڑھانے پر راضی ہیں؟ اُن لوگوں نے کہا جی ہاں اور اے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص صحابی! آپ کے

(۱) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۲ ص ۶۵) رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ موثقون اھ ورواہ ایضا ابو یعلیٰ والبغوی وابن عساکر عن قیس نحوہ کما فی الکنز (۷ ص ۸۹) (۲) اخرجہ ابو یعلیٰ فی مسندہ کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۱۶۱)
(۳) اخرجہ عبدالرزاق والبیہقی کذا فی [illegible] ج ۴ ص ۲۴۶)

نماز پڑھانے کو کون ناپسند کرسکتا ہے؟ حضرت طلحہؓ نے فرمایا میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جو لوگوں کو نماز پڑھائے اور لوگ اُس کے نماز پڑھانے پر راضی نہ ہوں تو اُس کی نماز کانوں سے بھی اُوپر نہیں جاتی یعنی اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں فرماتے۔[1]

حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ بعض دفعہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے نماز نہ پڑھا کرتے تھے (کیونکہ شروع میں یہ بھی بنو اُمیّہ کے خُلفاء کی طرح بعض دفعہ نماز کو اتنی دیر سے پڑھتے تھے کہ نماز کا وقت ختم ہوجاتا تھا بعد میں جب یہ خود خلیفہ بنے تھے تو پھر صحیح وقت پر پڑھنے لگ گئے تھے) تو حضرت عمرؒ نے اُن سے پُوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ حضرت اَنس رضؓ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہُوئے دیکھا ہے جب تم اُن جیسی نماز پڑھتے ہو تو میں تمہارے ساتھ نماز پڑھتا ہوں اور جب تم ان جیسی نماز نہیں پڑھتے ہو تو میں اپنی نماز پڑھ کر گھر چلا جاتا ہُوں۔[2]

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بعض دفعہ مروان بن حکم کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے تھے تو اُن سے مروان نے پُوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ حضرت ابو ایوبؓ نے فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہُوئے دیکھا ہے اگر تم اُن جیسی نماز پڑھتے ہو تو میں تمہارے ساتھ پڑھتا ہُوں اور اگر تم اُن جیسی نہیں پڑھتے ہو تو میں اپنی نماز پڑھ کر گھر چلا جاتا ہوں۔[3]

حضرت ابو خالد بجلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پُوچھا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں کو اسی طرح نماز پڑھایا کرتے تھے؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کیا تمہیں میری نماز میں کوئی اشکال ہے؟ میں نے کہا میں اسی کے بارے میں پُوچھنا چاہتا ہُوں حضرت ابوہریرہؓ نے کہا ہاں حضورؐ مختصر نماز پڑھاتے تھے اور حضورؐ کا قیام اتنی دیر ہوتا تھا جتنی دیر میں مؤذن مینار سے اُتر کر صف میں پہنچ جائے۔[4] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابو خالدؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو مختصر نماز پڑھاتے ہُوئے دیکھا۔

حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (اتنی مختصر) نماز پڑھا کرتے تھے کہ آج تم میں سے کوئی اِتنی مختصر نماز پڑھا دے تو تم اسے بہت بڑا عیب سمجھو۔[5]

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں تشریف لے گئے اتنے میں نماز کھڑی ہو گئی

(۱) اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۲ ص ۶۹) رواه الطبرانی فی الکبیر من روایة سلیمان بن ایوب الطلحی قال فیه ابو زرعة عامة احادیثه لایتابع علیها وقال صاحب المیزان صاحب مناکیر وقد وثق (۲) اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۲ ص ۶۸) رواه احمد ورجاله ثقات (۳) اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۲ ص ۶۹) رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله ثقات (۴) اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۲ ص ۷۱) رواه احمد وله فی روایة رأیت ابا هریرة صلی صلاة تجوز فیها رواه احمد وروی ابو یعلی الاول ورجالهما ثقات (۵) اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۲ ص ۷۲) رواه احمد ورجاله ثقات۔

اُن لوگوں کے امام نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ وہ امام صاحب نماز میں کافی دیر بیٹھے رہے وہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عدی ؓ نے فرمایا تم میں سے جو ہمارا امام بنے اُسے چاہیئے کہ وہ رکوع سجدہ تو پورا کرے (لیکن قیام اور قعدہ کو لمبا نہ کرے) کیونکہ اس کے پیچھے چھوٹے بڑے، بیمار، مسافر اور ضرورت مند ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ اس کے بعد جب اگلی نماز کا وقت آیا تو حضرت عدیؓ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی رکوع سجدہ پورا کیا اور باقی نماز یعنی (قیام اور قعدہ) کو مختصر کیا اور نماز سے فارغ ہو کر فرمایا ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کا نماز میں رونا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات گزارا کرتے تھے پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دے کر حضورؐ کو بلایا کرتے پھر حضورؐ کھڑے ہو کر غسل کرتے اب بھی مجھے حضورؐ کے رخسار اور بالوں پر پانی گرتا ہوا نظر آرہا ہے۔ پھر حضورؐ باہر تشریف لے جاتے اور نماز پڑھاتے۔ میں حضورؐ کے رونے کی آواز سنا کرتی۔ آگے اور حدیث بھی ذکر کی ہے۔[2]

حضرت عُبید بن عُمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ عجیب بات جو دیکھی ہو وہ ہمیں بتا دیں۔ پہلے تو وہ خاموش ہو گئیں پھر فرمایا ایک رات حضورؐ نے فرمایا اے عائشہ! مجھے چھوڑ دو آج رات میں اپنے رب کی عبادت کروں۔ میں نے عرض کیا اللہ کی قسم! مجھے آپ کا قرب بھی پسند ہے اور جس کام سے آپ کو خوشی ہو وہ بھی پسند ہے، چنانچہ حضورؐ اُٹھے اور وضو کیا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور نماز میں روتے رہے اور اتنا روئے کہ آپؐ کی گود گیلی ہو گئی اور بیٹھ کر اتنا روئے کہ آپؐ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی پھر (سجدہ میں) اتنا روئے کہ زمین تر ہو گئی پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضورؐ کو نماز کی اطلاع دینے آئے جب اُنہوں نے حضورؐ کو روتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ! آپ رو رہے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ آج رات مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے کہ جو آدمی اسے پڑھے اور اس میں غور و فکر نہ کرے اُس کے لئے ہلاکت ہے وہ آیت یہ ہے اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے لے کر آخر تک (سورت

---

(1) اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۲ ص ۷۲) رواه الطبرانی فی الکبیر بطوله وهو عند الامام احمد باختصار ورجال الحدیثین ثقات انتهی (2) اخرجه ابو یعلی قال الهیثمی (ج ۲ ص ۸۹) رجاله رجال الصحیح۔

آلِ عمران آیت ۱۹۰) ترجمہ "بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دِن کے آنے جانے میں دلائل ہیں اہلِ عقل کے لئے "۔[1]

حضرت مُطَرِّف رحمۃ اللہ علیہ کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور آپؐ کے سینے سے رونے کی ایسی آواز آرہی تھی جیسے چکی کے چلنے کی ہوتی ہے[2] نسائی کی روایت میں یہ ہے کہ سینے سے رونے کی ایسی آواز آرہی تھی جیسے ہنڈیا پکنے کی ہوتی ہے[3]

حضرت عبداللہ بن شدّاد بن الہاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں صبح کی نماز میں آخری صف میں تھا میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سُنی وہ سُورت یوسف پڑھ رہے تھے۔ پڑھتے پڑھتے اس آیت تک پہنچے اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ (سُورت یُوسف آیت ۸۶) ترجمہ "میں تو اپنے رنج وغم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں"[4]

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو میں نے تین صف پیچھے سے ان کے رونے کی آواز سُنی۔[5]

نماز میں خُشوع خضُوع

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں اِدھر اُدھر متوجہ نہیں ہُوا کرتے تھے۔[6]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نماز میں اس طرح کھڑے ہوتے جیسے کہ وہ لکڑی ہوں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں یہ ہے نماز میں خشوع۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جب نماز میں کھڑے ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ جیسے وہ کوئی لکڑی ہوں (بالکل حرکت نہ کرتے) اور یہ کہا جاتا تھا کہ یہ بات نماز کے خشوع میں سے ہے۔[7]

حضرت ابن منکدر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اگر تم حضرت ابنِ زبیر رضی اللہ عنہما کو نماز پڑھتے ہُوئے دیکھ لو تو تم کہو گے یہ کسی درخت کی ٹہنی ہے جسے ہَوا ہلا رہی ہے اور منجنیق کے پتھر

(۱) اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۳۲) (۲) اخرجہ ابوداؤد (۳) کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۲۱۵) واخرجہ ایضا الترمذی فی الشمائل قال الحافظ (ج ۲ ص ۱۳۲) واسنادہ قوی وصححہ ابن خزیمۃ وابن حبان والحاکم (۴) اخرجہ عبدالرزاق وسعید بن منصور وابن ابی شیبۃ و ابن سعد والبیہقی کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۸۷) (۵) عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۲) (۶) اخرجہ احمد فی الزہد کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۴۷) (۷) اخرجہ ابن سعد وابن شیبۃ کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۴۰) (۸) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۳۵) یسیر کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۳۱۰)

اِدھر اُدھر گرا کرتے تھے لیکن وہ نماز میں اِن شہروں کی بالکل پرواہ نہ کرتے۔[1]

حضرت زید بن عبداللہ شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ جب وہ نماز کے لیئے جاتے تو بہت ہی آہستہ چلتے۔ اگر کوئی چیونٹی ان کے ساتھ چلتی تو وہ اُس چیونٹی سے بھی آگے نہ نکل سکتے۔[2]

حضرت واسع بن حبّان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز میں یہ چاہتے تھے کہ ان کے جسم کی ہر چیز قبلہ رُخ رہے یہاں تک کہ وہ اپنے انگوٹھے کو بھی قبلہ رُخ رکھتے تھے۔[3]

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن زُبیر رضی اللہ عنہما جب نماز پڑھا کرتے تو (بالکل حرکت نہ کرتے اور) ایسا معلوم ہوتا کہ وہ کوئی اُبھری ہوئی چیز ہیں جیسے زمین میں گاڑا ہُوا ہے۔[4]

حضرت اَعمش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جب نماز پڑھتے تو ایسے لگتا کہ جیسے وہ پڑا ہُوا کپڑا ہوں۔[5]

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرح نماز میں قبلہ رُخ رہنے میں بہت زیادہ اہتمام کرتے ہُوئے کسی کو نہیں دیکھا وہ نماز میں اپنا چہرہ ہاتھ اور پاؤں قبلہ رُخ رکھنے کا سختی سے اہتمام کرتے تھے۔[6] حضرت ابوبُردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ میں نے انہیں سجدہ میں یہ کہتے ہُوئے سُنا اے اللہ! تو میرا سب سے زیادہ محبوب بن جا اور مجھے ہر چیز سے زیادہ اپنے سے ڈرنے والا بنادے اور انھیں سجدہ میں یہ کہتے ہُوئے بھی سُنا اے میرے ربّ! چونکہ آپ نے مجھ پر بڑے بڑے اِنعامات فرمائے ہیں، اِس لیئے میں کبھی بھی مجرموں کی مدد نہیں کروں گا۔[7]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ حضرت اُمِّ رُومان رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ نماز پڑھ رہی تھی نماز میں اِدھر اُدھر جھکنے لگی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا تو مجھے اس زور سے ڈانٹا کہ میں (ڈر کی وجہ سے) نماز توڑنے کے قریب ہوگئی پھر اِرشاد فرمایا کہ میں نے حضورﷺ سے سُنا ہے کہ جب کوئی شخص نماز میں کھڑا ہو تو اپنے تمام بدن کو بالکل سکون سے رکھے یہود کی طرح ہلے نہیں۔ بدن کے تمام اعضا

---

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۳۵) (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۱۸) (۳) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۱۵) (۴) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۳۵) واخرجہ الطبرانی فی الکبیر نحوہ قال الھیثمی (ج ۲ ص ۱۳۶) ورجالہ رجال الصحیح (۵) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الھیثمی (ج ۲ ص ۱۳۶) ورجالہ موثقون والاعمش لم یدرک ابن مسعود (۶) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۴) (۷) عند ابی نعیم ایضا۔

کا نماز میں بالکل سکون سے رہنا نماز کے پورا ہونے کا جزو ہے۔[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مؤکدہ سنتوں کا اہتمام فرمانا

حضرت عبداللہ بن شقیق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نمازوں کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ حضورؐ ظہر سے پہلے میرے گھر میں چار رکعت نماز پڑھتے پھر باہر تشریف لے جاکر لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر میرے گھر واپس آکر دو رکعت نماز پڑھتے۔ آپؐ لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے پھر میرے گھر واپس آکر دو رکعت نماز پڑھتے پھر آپؐ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے پھر میرے گھر واپس آکر دو رکعت نماز پڑھتے پھر رات کو نو رکعت نماز پڑھتے جن میں وتر کی نماز بھی شامل ہوتی اور رات کو کبھی بہت دیر تک کھڑے ہوکر نماز پڑھتے اور کبھی بہت دیر تک بیٹھ کر نماز پڑھتے۔ جب کھڑے ہوکر قراءت فرماتے تو کھڑے ہوکر ہی رکوع سجدہ فرماتے اور جب بیٹھ کر قراءت فرماتے تو بیٹھ کر ہی رکوع سجدہ فرماتے اور جب صبح صادق ہوجاتی اور فجر کا وقت ہوجاتا تو آپؐ دو رکعت نماز پڑھتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو فجر کی نماز پڑھاتے۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو سنتوں سے زیادہ اور کسی سنت کا اہتمام نہیں فرماتے تھے۔[3] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر سے پہلے کی دو رکعتوں کے لئے جتنی جلدی کرتے ہوئے دیکھا ہے خیر کے کسی کام میں اور مال غنیمت میں اتنی جلدی کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔[4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعت اور صبح سے پہلے دو رکعت کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔[5]

حضرت بلال رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کی اطلاع دینے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان سے کچھ بات پوچھنے لگ گئیں جس میں دیر ہوگئی اور صبح کا چاندنا زیادہ ہوگیا حضرت بلالؓ نے کھڑے ہوکر حضورؐ کو خبر کی اور مسلسل خبر کرتے رہے لیکن حضورؐ فوری طور پر باہر تشریف نہ لائے بلکہ تھوڑی دیر کے بعد باہر آئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی پھر حضرت بلالؓ نے حضورؐ کو بتایا کہ حضرت عائشہؓ مجھ سے کچھ پوچھنے لگ گئی تھیں جس

(۱) اخرجہ ابن عدی والبو نعیم فی الحلیۃ (ج ۹ ص ۳۰۴) وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۳۰) (۲) اخرجہ مسلم انفرد باخراجہ مسلم کذا فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۷۵) واخرجہ ابوداؤد والترمذی لبعضہ کما فی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۱۱۰) (۳) اخرجہ الشیخان وغیرہما (۴) فی روایۃ لابن خزیمۃ کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۲۶۱) (۵) اخرجہ البخاری۔

کی وجہ سے مجھے دیر ہوگئی تھی پھر میں نے آپ کو بار بار اطلاع کی لیکن آپ فوراً باہر تشریف لائے بلکہ کچھ دیر میں آئے اس کی کیا وجہ ہے؟ حضورؐ نے فرمایا میں نے فجر کی دو رکعت سنت پڑھی تھیں اس وجہ سے مجھے باہر آنے میں دیر ہوگئی۔ حضرت بلالؓ نے کہا یا رسول اللہ! (آپ سنت نہ پڑھتے کیونکہ) صبح تو بہت زیادہ روشن ہوگئی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا اگر صبح اس سے بھی زیادہ روشن ہو جاتی تو بھی میں یہ دو رکعت نماز ضرور پڑھتا اور بہت اچھے اور عمدہ طریقہ سے پڑھتا[1]

حضرت قابوس رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ میرے والد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ کس نماز کو پابندی سے پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پسند تھا؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضورؐ ظہر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھتے تھے اور ان میں لمبا قیام فرماتے اور رکوع سجدہ اچھی طرح کرتے[2]

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے اور زوال کے بعد چار رکعت نماز پڑھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ ایسی گھڑی ہے جس میں آسمان کے دروازے کھلتے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس گھڑی میں میرا کوئی نیک عمل اوپر چلا جائے[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھا کرتے تھے[4] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ظہر سے پہلے چار رکعت نماز نہ پڑھ سکتے تو انہیں ظہر کے بعد پڑھا کرتے تھے[5]

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے مہمان بنے تو میں نے دیکھا کہ آپؐ ہمیشہ ظہر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جب سورج ڈھل جاتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ظہر تک ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں ہوتا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس گھڑی میں میرے لئے خیر کا کوئی عمل اوپر چلا جائے[6]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ چار رکعت کے درمیان بیٹھ کر التحیات پڑھتے اور اس میں (اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ

(۱) اخرجہ ابوداؤد (ج ۱ ص ۲۵۹) واسنادہ حسن کما قال النووی فی ریاض الصالحین (ص ۴۱۶) (۲) اخرجہ ابن ماجہ وقابوس ہو ابن ابی ظبیان وثق وصحح لہ الترمذی وابن خزیمۃ والحاکم لکن المرسل الی عائشۃ مبہم کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۳۶۴) (۳) اخرجہ احمد والترمذی قال الترمذی حدیث حسن غریب کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۳۶۴) (۴) اخرجہ الترمذی (ص ۵۰) (۵) واخرجہ ایضاً الترمذی وحسنہ (۶) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۳۶۴) والکنز (ج ۴ ص ۱۸۹)

عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ کہہ کر) مُقرّب فرشتوں اور مُسلمانوں اور مؤمنوں پر سلام بھیجتے [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عصر سے پہلے دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے [2]

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مغرب کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور ان میں اتنی لمبی قراءت فرماتے تھے کہ مسجد والے صحابہؓ (اپنی اپنی نماز پُوری کر کے) اِدھر اُدھر بکھر جاتے تھے [3]

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے صحابہ کرامؓ کا مؤکدہ سُنّتوں کا اہتمام کرنا

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے فجر سے پہلے کی سُنّتوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ دو رکعتیں مجھے سُرخ اُونٹوں سے زیادہ پسند ہیں [4]

حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عُمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ وہ ظُہر سے پہلے نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے پُوچھا یہ کونسی نماز ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ نماز تہجّد کی نماز کی طرح شمار ہوتی ہے [5]

حضرت عبداللہ بن عُتبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ظُہر سے پہلے حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر میں چار رکعت نماز پڑھی [6]

حضرت حُذیفہ بن اُسَید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جب زوال کا وقت ہو جاتا تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ چار رکعت نماز بہت لمبی پڑھتے۔ میں نے ان سے ان رکعتوں کے بارے میں پُوچھا تو فرمایا کہ میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو یہ رکعتیں پڑھتے ہُوئے دیکھا ہے۔ آگے حضرت ابو ایّوب رضی اللہ عنہ جیسی حدیث ذکر کی ہے [7]

حضرت عبداللہ بن یزید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سب سے زیادہ تعلق رکھنے والے ایک آدمی نے مجھے بتایا کہ جب سُورج ڈھل جاتا تو حضرت

(۱) اخرجہ الترمذی (ص ۸۵) وحسنہ (۲) اخرجہ ابو داؤد واسنادہ صحیح کما فی الریاض (ص ۴۱۹) واخرجہ ابو یعلی والطبرانی فی الکبیر والاوسط عن میمونۃ رضی اللہ عنہا مثل حدیث علی کما فی المجمع (ج ۲ ص ۲۲۱) (۳) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۳۰) وفیہ یحیی بن عبد الحمید الحمانی وہو ضعیف (۴) اخرجہ ابن ابی شیبۃ عن سعید بن جبیر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۰۱) (۵) اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ... (۶) عند ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۴ ص ...) (۷) اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۹)

ابنِ مسعودؓ کھڑے ہو کر چار رکعت نماز پڑھتے اور ان میں (سو سے زیادہ آیتوں والی) مئین سورتوں میں سے دو سورتیں پڑھتے۔ پھر جب مؤذن اذان دیتے تو پورے کپڑے پہنتے اور نماز کے لیئے چلے جاتے۔[1]

حضرت اَسْوَد، حضرت مُرّہ اور حضرت مَسْروق رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا دِن کی نمازوں میں سے صرف ظُہر کی نماز سے پہلے کی چار رکعتیں رات کی تہجد کے برابر ہیں اور دِن کی تمام نمازوں پر ان چار رکعتوں کو ایسی فضیلت ہے جیسے نماز باجماعت کو اکیلے کی نماز پر۔[2]

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ دِن کی نمازوں میں سے صرف ظُہر سے پہلے کی چار رکعتوں کو رات کی تہجد کے برابر سمجھتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ یہ چار رکعت رات کی چار رکعت کے برابر ہیں۔[3]

حضرت بَراء رضی اللہ عنہ ظُہر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور حضرت ابنِ عُمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت ہے۔[4] جب سُورج ڈھل جاتا تو حضرت ابنِ عُمر رضی اللہ عنہما مسجد میں جا کر ظہر سے پہلے بارہ رکعت نماز پڑھتے پھر بیٹھ جاتے۔ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابنِ عُمر رضی اللہ عنہما ظہر سے پہلے آٹھ رکعت اور ظُہر کے بعد چار رکعت پڑھتے۔[5]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین کاموں کا حکم دیا میں جب تک زندہ رہوں گا انھیں کبھی نہیں چھوڑوں گا ان میں سے ایک کام یہ ہے کہ میں عصر سے پہلے چار رکعت پڑھا کروں، لہٰذا میں جب تک زندہ رہوں گا یہ رکعتیں ضرور پڑھا کروں گا۔[6] حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اُس آدمی پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھے۔[7]

حضرت ابو فاختہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مغرب اور عشاء کے درمیان والی نماز کا نام صَلٰوۃُ الْغَفْلَۃِ ہے پھر حضرت علیؓ نے فرمایا لیکن اَب تم اِس نماز کے بارے میں غفلت میں پڑ چکے ہو (کہ پڑھتے نہیں ہو)۔[8]

(۱) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۲۱) وفیہ راو لم یسم (۲) عند الطبرانی فی الکبیر ایضا قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۲۱) وفیہ بشیر بن الولید الکندی وثقہ جماعۃ وفیہ کلام وبقیۃ رجال رجال الصحیح۔ انتہی وقال المنذری فی ترغیبہ (ج ۱ ص ۳۶۵) ہو موقوف و بأس بہ (۳) اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۹) (۴) اخرجہ ابن جریر کما فی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۹) (۵) اخرجہ ابن جریر ایضا کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۹) (۶) اخرجہ ابن النجار (۷) عند ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۱۹۱) (۸) اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۱۹۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو مغرب کے بعد چار رکعت نماز پڑھے وہ غزوے کے بعد غزوہ کرنے والے کی طرح شمار ہوگا۔[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کا تہجد کی نماز کا اہتمام کرنا

حضرت عبد اللہ بن ابی قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تہجد کی نماز نہ چھوڑنا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تہجد کی نماز نہیں چھوڑا کرتے تھے اور حضورؐ جب بیمار ہوتے یا تھکے ہوئے ہوتے تو بیٹھ کر تہجد پڑھ لیتے۔[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا (سورت مزمل آیت ۱-۲) ترجمہ "اے کپڑوں میں لپٹنے والے! رات کو (نماز میں) کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات" نازل ہوئی تو تہجد کی نماز ہم پر فرض ہوگئی اور ہم رات کو اتنی تہجد پڑھتے کہ ہمارے پاؤں سوج جاتے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر رخصت عنایت فرمادی عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَّرْضٰی سے لے کر آخر تک (سورت مزمل آیت ۲۰) ترجمہ "اس کو (یہ بھی) معلوم ہے کہ بعضے آدمی تم میں بیمار ہوں گے" (اس آیت کے نازل ہونے پر تہجد کی فرضیت ختم ہوگئی لیکن نفل نمازوں میں سب سے افضل ہونا باقی رہا)۔[3]

حضرت سعد بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور پھر مدینہ منورہ گئے تاکہ وہاں کی اپنی ساری جائیداد بیچ کر گھوڑے اور اسلحہ خرید لیں اور مرتے دم تک روم والوں سے جہاد کرتے رہیں۔ راستہ میں ان کی اپنی قوم کے کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی جنہوں نے انہیں بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان کی قوم کے کچھ آدمیوں نے بھی ایسا کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کیا آپ لوگ میرے طریقے پر نہیں چلتے؟ اور انہیں ایسا کرنے سے منع فرمادیا تھا۔ اس پر حضرت سعدؒ نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا اور ان لوگوں کو اپنے اس رجوع پر گواہ بنایا پھر ہمارے پاس واپس آئے اور حضرت سعدؒ نے ہمیں بتایا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا تھا اور ان سے وتر کے بارے میں پوچھا تھا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا آدمی نہ بتاؤں جو تمام روئے زمین

---

(۱) اخرجہ ابن زنجویہ کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۱۹۳) (۲) اخرجہ ابوداؤد وابن خزیمۃ کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۱۰۳) (۱) اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۲ ص ۱۵۱) وفیہ علی بن زید وفیہ کلام وقد وثق ۔ انتہی ۔

والوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے؟ میں نے کہا ضرور بتائیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو اور وہ جو جواب دیں وہ واپس آکر مجھے بھی بتانا، چنانچہ میں حضرت حکیم بن افلحؓ کے پاس گیا اور میں نے اُن سے عرض کیا کہ وہ میرے ساتھ حضرت عائشہؓ کے پاس چلیں۔ حضرت حکیمؓ نے کہا نہیں میں تو اُن کے قریب بھی نہیں جاؤں گا کیونکہ میں نے انہیں (حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی) ان دو جماعتوں کے بارے میں کچھ فرمانے سے منع کیا تھا لیکن وہ نہ مانیں اور اس بارے میں بہت کچھ کر گزریں۔ حضرت سعد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حکیمؓ کو قسم دی تو وہ میرے ساتھ چل پڑے۔ چنانچہ ہم دونوں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت حکیمؓ کو پہچان لیا اور فرمایا کیا تم حکیم ہو؟ حضرت حکیمؓ نے کہا جی ہاں۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ حضرت حکیمؓ نے کہا یہ سعد بن ہشام ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا ان کے والد کونسے ہشام ہیں؟ حضرت حکیم نے کہا وہ ابن عامر ہیں۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے حضرت عامر کے لئے دُعائے رحمت کی اور فرمایا عامر تو بہت اچھے آدمی تھے پھر میں نے کہا اے اُمّ المؤمنین! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اَخلاق کے بارے میں آپ مجھے بتائیں حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں پڑھتا ہوں حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضورؐ کے اَخلاق قرآن کے مطابق تھے۔ یہ جواب سُن کر میں نے مجلس سے اُٹھنے کا اِرادہ کیا لیکن پھر خیال آیا کہ حضورؐ کے رات کے قیام کے بارے میں بھی پوچھ لوں تو میں نے عرض کیا اے اُمّ المؤمنین! آپ مجھے حضورؐ کے رات کے قیام کے بارے میں بھی بتائیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیا تم سورت مُزمّل نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں پڑھتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اس سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے رات کا قیام فرض کیا تھا، چنانچہ حضورؐ اور آپؐ کے صحابہؓ سال بھر مسلسل رات کو اتنا لمبا قیام کرتے رہے کہ اُن کے پاؤں سُوج گئے اور اللہ تعالیٰ نے بارہ مہینے تک اس سورت کی آخری آیت کو آسمان میں روکے رکھا پھر اللہ تعالیٰ نے آخری حصہ کو نازل فرما کر رات کے قیام میں تخفیف کر دی، چنانچہ رات کا قیام پہلے فرض تھا پھر بعد میں نفل ہو گیا۔ یہ جواب سُن کر میں نے اُٹھنے کا اِرادہ کیا لیکن پھر خیال آیا کہ حضورؐ کے وِتر کے بارے میں بھی پوچھ لوں تو میں نے کہا اے اُمّ المؤمنین! آپ مجھے حضورؐ کے وِتر کے بارے میں بھی بتائیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہم حضورؐ کے لئے مسواک اور وضو کا پانی تیار کر کے رکھ دیتے تھے تو پھر رات کو جب اللہ آپؐ کو اُٹھاتے تو آپؐ مسواک کر کے وضو کرتے پھر آٹھ رکعت پڑھتے اور ان میں صرف آٹھویں رکعت کے بعد بیٹھتے اور بیٹھ کر ذکر و دُعا کرتے اور سلام

پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے اور نویں رکعت پڑھتے اس کے بعد بیٹھ کر (التحیات میں) ذکر و دعا کرتے اور پھر اتنی آواز سے سلام پھیرتے جو ہمیں سنائی دیتا پھر سلام کے بعد بیٹھ کر دو رکعت نماز پڑھتے اس طرح اے میرے بیٹے! حضورؐ کی گیارہ رکعت ہو جاتیں۔ پھر جب حضورؐ کی عمر ذرا زیادہ ہو گئی اور آپؐ کا جسم بھاری ہو گیا تو آپؐ سات رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے اور پھر بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے اے میرے بیٹے! اس طرح یہ کُل نو رکعت ہو جاتیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نماز شروع فرماتے تو آپؐ کو یہ پسند تھا کہ اسے پابندی سے پڑھیں اس لئے اگر نیند کی زیادتی یا درد یا کسی بیماری کی وجہ سے آپؐ کا رات کا قیام رہ جاتا تو آپؐ دن میں بارہ رکعت پڑھتے اور مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ حضورؐ نے کبھی ساری رات فجر تک قرآن پڑھا ہو یا رمضان کے علاوہ کسی سارے مہینے کے روزے رکھے ہوں۔ حضرت سعد کہتے ہیں کہ میں پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں گیا اور انھیں حضرت عائشہؓ کی ساری حدیث سنائی تو انھوں نے فرمایا کہ حضرت عائشہؓ نے ٹھیک فرمایا۔ اگر میرا ان کے ہاں آنا جانا ہوتا تو میں خود جا کر ان سے براہِ راست یہ حدیث سنتا۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب سورت مزمل کا شروع کا حصہ نازل ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رات کو اتنی نماز پڑھتے جتنی رمضان کے مہینے میں رات کو پڑھا کرتے تھے اور اس سورت کے شروع کے حصے کے اور آخری حصہ کے نازل ہونے میں ایک سال کا وقفہ تھا۔[2]

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رات کے شروع میں وتر پڑھ لیتے تھے اور پھر جب رات کو تہجد کے لئے اٹھتے تو دو دو رکعت نماز پڑھتے۔[3]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جتنی دیر اللہ تعالیٰ چاہتے رات کو نماز پڑھتے رہتے۔ جب آدھی رات ہو جاتی تو اپنے گھر والوں کو نماز کے لئے اٹھاتے اور فرماتے نماز، اور یہ آیت پڑھتے وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ سے لے کر وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى تک (سورت طٰہٰ آیت ۱۳۲) ترجمہ "اور اپنے متعلقین کو (یعنی اہلِ خاندان کو یا مومنین کو) بھی نماز کا حکم کرتے رہیئے اور خود بھی اس کے پابند رہیئے ہم آپ سے (اور دوسروں سے) معاش (کموانا) نہیں چاہتے۔ معاش تو آپ کو ہم دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔[4]

(۱) اخرجہ الامام احمد فی مسندہ وقد اخرجہ مسلم فی صحیحہ بنحوہ کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۴۳۵) (۲) اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۸۱) (۳) اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۷۹) (۴) اخرجہ مالک والبیہقی کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۸۰)

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (کے انتقال کے بعد ان) کی ایک بیوی سے شادی کی اور شادی کے موقع پر انھوں نے کہا میں نے ان سے شادی مال اور اولاد کے شوق میں نہیں کی بلکہ اس وجہ سے کی ہے کہ وہ مجھے حضرت عمرؓ کی رات (کے معمولات) کے بارے میں بتائیں۔ چنانچہ شادی کے بعد ان سے پوچھا کہ حضرت عمرؓ کی رات کی نماز کس طرح ہوتی تھی؟ انھوں نے کہا وہ عشاء کی نماز پڑھا کرتے اور ہمیں اس بات کا حکم دیتے کہ ان کے سر کے پاس پانی کا برتن رکھ کر ڈھک دیں (چنانچہ ہم ایسا کرتے) وہ رات کو اٹھتے اور پانی میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے چہرے اور ہاتھوں پر پھیرتے پھر اللہ کا ذکر کرتے (پھر سو جاتے) اس طرح بار بار اٹھتے اور اللہ کا کچھ ذکر کرتے یہاں تک کہ ان کی تہجد کی نماز کا وقت ہو جاتا۔ حضرت ابن بُریدہؓ (راوی) نے (حضرت حسنؒ سے) پوچھا آپ کو یہ واقعہ کس نے سنایا؟ انھوں نے کہا حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کی صاحبزادی نے۔ حضرت ابن بُریدہؓ نے کہا وہ تو قابلِ اعتماد ہیں[1]

حضرت سعید بن مُسَیّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ آدھی رات کو نماز پڑھنا پسند کرتے[2]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رات کو کافی دیر تک نماز پڑھتے پھر پوچھتے اے نافع! کیا رات کا آخری حصہ آگیا؟ میں کہتا نہیں تو پھر نماز پڑھنے لگتے پھر کہتے اے نافع! کیا رات کا آخری حصہ آگیا؟ میں کہتا جی ہاں۔ تو بیٹھ کر صبح صادق تک دعاء استغفار میں لگے رہتے[3]

حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی رات کو اٹھتے تو نماز شروع کر دیتے[4]

حضرت ابو غالب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ میں ہمارے ہاں ٹھہرا کرتے اور رات کو تہجد پڑھا کرتے۔ ایک رات صبح صادق سے کچھ دیر پہلے مجھ سے فرمایا اے ابو غالب! کیا تم کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھتے؟ کیا ہی اچھا ہو اگر تم تہائی قرآن پڑھ لو؟ میں نے کہا صبح ہونے والی ہے میں اتنی دیر میں تہائی قرآن کیسے پڑھ سکتا ہوں؟ انھوں نے فرمایا سورت اخلاص قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے[5]

(1) اخرجہ الطبرانی ورجالہ ثقات کما قال الہیثمی (ج ۹ ص ۷۳) (2) اخرجہ ابن سعد کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۷۹) (3) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۳) بسند جید کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۳۴۹) (4) اخرجہ ابو نعیم ایضاً (ج ۱ ص ۳۰۴) (5) اخرجہ ابو نعیم ایضاً۔

حضرت علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک رات گزاری، شروع رات میں وہ سو گئے پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور قرآن ترتیل سے ایسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھ رہے تھے جیسے کہ محلہ کی مسجد میں امام پڑھتا ہے اور گانے جیسی آواز نہ تھی اور اتنی اونچی آواز سے پڑھ رہے تھے کہ آس پاس والے سن لیں اور آواز کو گلے میں گھما نہیں رہے تھے۔ جب صبح صادق میں اتنا وقت رہ گیا جتنا مغرب کی اذان سے لے کر نمازِ مغرب کے ختم ہونے تک کا ہوتا ہے تو پھر انھوں نے وتر پڑھے۔[1]

حضرت طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک رات یہ دیکھنے کے لئے گزاری کہ وہ رات کو عبادت میں کتنی محنت کرتے ہیں تو یہی دیکھا کہ انھوں نے رات کے آخری حصے میں تہجد کی نماز پڑھی اور جیسا ان کے بارے میں گمان تھا ویسا نظر نہ آیا۔ آخر میں نے یہ بات خود ان سے ذکر کی تو فرمانے لگے کہ ان پانچ نمازوں کی پابندی کرو کیونکہ یہ پانچ نمازیں ان چھوٹے موٹے زخموں (یعنی صغیرہ گناہوں) کو مٹا دیتی ہیں بشرطیکہ کوئی جان لیوا زخم (یعنی گناہ کبیرہ) نہ ہو۔ جب لوگ عشاء کی نماز پڑھ لیتے ہیں تو تین حصوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں کچھ لوگ تو وہ ہیں جن کے لئے یہ رات وبال ہے رحمت نہیں اور کچھ لوگ وہ ہیں جن کے لئے رحمت ہے وبال نہیں اور کچھ لوگ وہ ہیں جن کے لئے نہ وبال ہے نہ رحمت جو لوگ رات کی تاریکی اور لوگوں کی غفلت کو غنیمت سمجھ کر بے دھڑک گناہوں میں لگ جاتے ہیں، ان کے لئے یہ رات وبال ہے رحمت نہیں اور جن کے لئے یہ رات رحمت ہے وبال نہیں یہ وہ لوگ ہیں جو رات کی تاریکی اور لوگوں کی غفلت کو غنیمت سمجھ کر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ یہ رات ان کے لئے رحمت ہے وبال نہیں اور جن کے لئے نہ رحمت ہے اور نہ وبال یہ وہ لوگ ہیں جو عشاء پڑھ کر سو جاتے ہیں ان کے لئے نہ رحمت ہے اور نہ وبال۔ تم تیز رفتاری سے بچو اور میانہ روی اختیار کرو اور جتنا کرو اسے پابندی سے کرو۔[2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کا سورج نکلنے سے لے کر زوال تک کے وقت کے درمیان نوافل کا اہتمام کرنا

حضرت اُمّ ہانی فاختہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں فتح مکہ کے موقع پر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئی حضورؐ اس وقت غسل فرما رہے تھے۔ جب آپؐ غسل سے فارغ

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۶۶) رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ رجال الصحیح۔ انتہی۔ [2] اخرجہ الطبرانی قال المنذری فی ترغیبہ (ج ۱ ص ۲۰۱) رواہ الطبرانی فی الکبیر موقوفا باسناد لاباس بہ ورفعہ جماعۃ۔ انتہی۔

ہوئے تو آپؐ نے آٹھ رکعت نماز پڑھی اور یہ چاشت کا وقت تھا[1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت چار رکعت پڑھا کرتے تھے اور کبھی اس سے زیادہ بھی پڑھتے[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی چھ رکعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اس کے بعد میں نے یہ رکعتیں کبھی نہیں چھوڑیں[3] حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن میرے پاس تشریف لائے اور چاشت کی چھ رکعت نماز پڑھی[4]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے چاشت کی دو رکعت نماز پڑھی تو اُن کی بیوی نے اُن سے کہا آپ نے تو دو رکعت نماز پڑھی ہے۔ اُنہوں نے فرمایا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح کی بشارت ملی تھی۔ اُس وقت بھی آپؐ نے چاشت کی دو رکعت نماز پڑھی تھی اور جب آپؐ کو ابوجہل کے سر کی بشارت ملی تھی اُس وقت بھی دو رکعت نماز پڑھی تھی[5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب پڑھتے پڑھتے میں اس آیت پر گزرا کرتا بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ (سورت ص آیت ۱۸) ترجمہ "شام اور صبح تسبیح کیا کریں" تو مجھے پتہ نہیں چلتا تھا کہ اِس کا کیا مطلب ہے؟ یہاں تک کہ حضرت اُمّ ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا نے مجھے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور ایک پیالہ میں وضو کا پانی منگوایا۔ میں دیکھ رہی تھی کہ اس پیالے میں آٹے کا اثر تھا۔ حضورؐ نے وضو کیا اور پھر چاشت کی نماز پڑھی پھر فرمایا اے اُمّ ہانی! یہ اِشراق کی نماز ہے[6]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا وہ بہت سامال غنیمت لے کر بہت ہی جلد واپس آگیا۔ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے ایسا لشکر کبھی نہیں دیکھا جو اس سے زیادہ جلدی واپس آگیا ہو اور اس سے زیادہ مال غنیمت لے کر آیا ہو۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں اِس سے جلدی واپس آنے والا اور اس سے زیادہ مالِ غنیمت حاصل کرنے والا آدمی نہ بتاؤں۔ یہ وہ آدمی ہے جو اچھی طرح سے وضو

---

(۱) اخرجه الشیخان کذا فی الریاض (ص ۲۴۳) (۲) اخرجه مسلم کذا فی الریاض (۳) اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۳۴) وفیه سعد بن مسلم الاموی ضعفه البخاری وابن معین وجماعة وذکره ابن حبان فی الثقات وقال یخطئ۔ اھ (۴) ہکذا اخرجه الطبرانی فی الکبیر والاوسط باسناد حسن کما قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۳۸) (۵) اخرجه البزار قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۳۸) رواہ البزار والطبرانی فی الکبیر ببعضه وفیه شعثاء، ولم اجد من وثقها ولا جرحها وروی ابن ماجة الصلوٰة حین بشر برأس ابی جہل فقط انتہی (۶) اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۳۸) وفیه حجاج بن نصیر ضعفه ابن المدینی وجماعة ووثقه ابن معین وابن حبان وہو فی الصحیح بغیر سیاقه۔ انتہی۔

کرے پھر مسجد میں جا کر صبح کی نماز پڑھے پھر اس کے بعد چاشت کی نماز پڑھے تو یہ آدمی بہت زیادہ مال غنیمت لے کر بہت جلد واپس آگیا ہے۔[1]

حضرت عطاء ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مسجد میں چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔[2]

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک دن چاشت کی نماز پڑھتے اور دس دن چھوڑ دیتے۔[3]

حضرت عائشہ بنت سعد رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ چاشت کی آٹھ رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔[4]

ظہر اور عصر کے درمیان نوافل کا اہتمام

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ چاشت کی نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ ظہر اور عصر کے درمیان نفل پڑھتے تھے اور رات کو بڑی لمبی تہجد پڑھتے تھے۔[5]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ظہر سے عصر تک نماز پڑھتے تھے۔[6]

مغرب اور عشاء کے درمیان نوافل کا اہتمام

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور حضورؐ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی پھر حضورؐ عشاء تک نماز پڑھتے رہے۔[7]

حضرت محمد بن عمار بن یاسر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور حضرت عمارؓ نے فرمایا میں نے اپنے محبوب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور

---

(۱) اخرجہ ابو یعلی قال المنذری فی الترغیب (ج ۲ ص ۲۲۸) رواہ ابو یعلی ورجال اسنادہ رجال الصحیح والبزار وابن حبان فی صحیحہ وبین البزار فی روایتہ ان الرجل ابوبکر رضی اللہ عنہ. وقد روی ہذا الحدیث الترمذی فی الدعوات من جامعہ من حدیث عمر رضی اللہ عنہ. انتہی واخرجہ ایضا احمد من روایۃ ابن لہیعۃ والطبرانی باسناد جید عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کما فی الترغیب (ج ۱ ص ۲۲۰) (۲) اخرجہ الطبرانی فی جزء من اسمہ عطاء کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۸۱) (۳) اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۸۲) (۴) اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۸۳) (۵) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۲ ص ۲۵۸) وفیہ رجل لم یسم (۶) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۴) (۷) اخرجہ النسائی باسناد جید کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۳۶۹)

حضورؐ نے فرمایا کہ جو مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھے گا اُس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے چاہے وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں [1]

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک وقت ایسا ہے جس میں جب بھی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اُنہیں نماز پڑھتے ہوئے ہی پایا اور وہ ہے مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت ۔ میں نے حضرت عبداللہؓ سے پوچھا ایک وقت ایسا ہے جس میں جب بھی میں آپ کے پاس آتا ہوں تو آپ کو نماز پڑھتے ہوئے پاتا ہوں ۔ اُنہوں نے فرمایا کہ یہ فرصت کا وقت ہے (یا یہ غفلت کی گھڑی ہے اس وقت لوگ اپنے کھانے پینے وغیرہ میں لگ جاتے ہیں اور اللہ سے غافل ہو جاتے ہیں ، اس لئے میں غفلت کی اِس گھڑی میں عبادت کرتا ہوں) [2] حضرت اسود بن یزید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا غفلت کی گھڑی یعنی مغرب اور عشاء کے درمیان نفل نماز پڑھنا بہترین عمل ہے [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں فرشتے اُن لوگوں کو گھیر لیتے ہیں جو مغرب اور عشاء کے درمیان نفل پڑھتے ہیں اور یہ اوّابین کی نماز ہے [4]

گھر میں داخل ہوتے وقت اور گھر سے نکلتے وقت نوافل کا اہتمام

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ (کے بعد ان) کی بیوی سے شادی کی ۔ اُس نے اُن کی بیوی سے اُن کے کسی خاص عمل کے بارے میں پوچھا ۔ اُس نے کہا وہ جب بھی گھر سے باہر جانے کا ارادہ کرتے تو دو رکعت نماز پڑھتے اور جب بھی گھر میں داخل ہوتے تو بھی دو رکعت نماز پڑھتے اپنے اس معمول کو کبھی نہیں چھوڑتے تھے [5]

تراویح کی نماز

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں رات کو تراویح

(۱) اخرجه الطبرانی فی الثلاثة قال الطبرانی تفرد به صالح بن قطن البخاری وقال المنذری فی ترغیبه (ج ۱ ص ۲۳۲) وصالح هذا لا یحضرنی الآن فیه جرح ولا تعدیل ۔ اهـ (۲) اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۳۰) وفیه لیث بن ابی سلیم وفیه کلام (۳) عند الطبرانی ایضاً قال الهیثمی (ج ۱ ص ۲۳۰) وفیه جابر الجعفی وفیه کلام کثیر (۴) اخرجه ابن زنجویه کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۱۹۳) (۵) اخرجه ابن المبارک فی الزهد بسند صحیح کذا فی الاصابة (ج ۲ ص ۳۰۶)

پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے لیکن اس کے واجب ہونے کا حکم نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ فرماتے تھے جو رمضان کی راتوں میں تراویح ایمان ویقین کے ساتھ ثواب حاصل کرنے کے شوق میں پڑھے گا اُس کے گزشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔¹ ایک روایت میں یہ ہے کہ پھر حضورؐ کا انتقال ہو گیا اور یہ سلسلہ یُونہی چلتا رہا اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شروع زمانے میں یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔²

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ رمضان میں باہر تشریف لائے تو آپؐ نے دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد کے ایک کونے میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضورؐ نے پُوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا ان میں قرآن کا حافظ کوئی نہیں ہے اس لیئے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ انہیں نماز پڑھا رہے ہیں اور یہ ان کے پیچھے پڑھ رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا انہوں نے ٹھیک کیا اور ان کا یہ کام بہت اچھا ہے۔³

حضرت عبدالرحمٰن بن عبدقاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں رمضان کی ایک رات میں میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں گیا لوگ مختلف ٹولیوں میں بٹے ہُوئے تھے کوئی اپنی نماز پڑھ رہا تھا اور ایک جماعت اس کے ساتھ پڑھ رہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے کہا میرا خیال یہ ہو رہا ہے کہ اگر میں ان سب کو ایک حافظِ قرآن کے پیچھے کھڑا کر دوں تو یہ زیادہ بہتر رہے گا۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس کا پختہ ارادہ کر لیا اور ان سب کو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے جمع کر دیا۔ پھر میں حضرت عمرؓ کے ساتھ دُوسری رات پھر گیا لوگ اپنے قاری (حضرت ابی بن کعبؓ) کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ بہت اچھی بدعت ہے لیکن تم شروع رات میں تو تراویح پڑھتے ہو اور آخر رات میں تہجد چھوڑ کر سو جاتے ہو۔ میرے نزدیک تہجد تراویح سے افضل ہے۔⁴

حضرت نوفل بن ایاس ہُذلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رمضان میں مختلف جماعتوں میں تراویح پڑھا کرتے تھے ایک جماعت یہاں تراویح پڑھ رہی ہے اور ایک وہاں۔ جس امام کی آواز زیادہ اچھی ہوتی لوگ اُس کی طرف زیادہ چلے جاتے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے خیال میں لوگوں نے قرآن کو گانے کی چیز بنا لیا ہے۔ غور سے سُنو اللہ کی قسم! میرا بس چلا تو اس صُورتِ حال کو ضرور بدل دوں گا۔ چنانچہ تین ہی دن کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے تمام لوگوں کو اکٹھا کر کے تراویح کی نماز پڑھائی۔ پھر حضرت عمرؓ نے آخری صف میں کھڑے ہو کر فرمایا۔ ہے تو یہ (تراویح کا ایک

(۱) اخرجہ مسلم کذا فی الریاض (۲) ذکرہ فی جمع الفوائد عن الستۃ۔ (۳) اخرجہ ابوداؤد باسناد ضعیف کذا فی جمع الفوائد
(۴) اخرجہ مالک والبخاری وابن خزیمۃ وغیرہم کذا فی الکنز وجمع الفوائد۔

جماعت بن کر پڑھنا) بدعت لیکن ہے بہت عمدہ[1]

حضرت ابو اسحٰق ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رمضان کی پہلی رات میں باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ قندیلیں روشن ہیں اور اللہ کی کتاب پڑھی جارہی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اے ابن خطاب! جیسے تم نے اللہ کی مسجدوں کو قرآن سے منور کیا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ تمہاری قبر کو منور فرمائے[2]

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رمضان میں تراویح کو ایک بڑی جماعت میں پڑھنے کا سلسلہ شروع کیا اور مردوں کے لیے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو امام مقرر کیا اور عورتوں کے لیے حضرت سلیمان بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کو[3]

حضرت عمر بن عبد اللہ عنسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہو کر مردوں کو تراویح کی نماز باری باری پڑھایا کرتے تھے اور حضرت سلیمان بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ مسجد کے صحن میں عورتوں کو تراویح پڑھایا کرتے تھے۔ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے مردوں، عورتوں سب کے لئے ایک ہی امام مقرر کر دیا یعنی حضرت سلیمان بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کو۔ اور حضرت عثمانؓ کے فرمانے پر تراویح کے بعد عورتوں کو روک لیا جاتا۔ جب مرد چلے جاتے پھر انہیں چھوڑا جاتا[4]

حضرت عرفجہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لوگوں کو رمضان میں تراویح پڑھنے کا حکم دیتے اور مردوں کے لیے ایک امام مقرر کرتے اور عورتوں کے لیے دوسرا۔ چنانچہ میں عورتوں کا امام ہوا کرتا تھا[5]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آج رات مجھ سے ایک کام ہو گیا اور یہ واقعہ رمضان کا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابی! کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا میرے گھر میں چند عورتیں تھیں ان عورتوں نے کہا ہم نے قرآن نہیں پڑھا، ہم آپ کے پیچھے تراویح کی نماز پڑھیں گی، چنانچہ میں نے انہیں آٹھ رکعت نماز پڑھائی اور وتر بھی پڑھائے۔ حضورؐ نے اس پر کچھ نہ فرمایا اس طرح آپ کی رضامندی کی بنا پر یہ سنت ہو گئی[6]

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۵ ص ۵۹) (۲) اخرجہ ابن شاہین کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۸۴) واخرجہ الخطیب فی امالیہ عن ابی اسحٰق الہمدانی وابن عساکر عن اسمٰعیل بن زیاد بمعناہ مختصراً کما فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۸۰) (۳) اخرجہ الفریابی والبیہقی کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۸۳) (۴) اخرجہ ابن سعد (ج ۵ ص ۲۶) (۵) اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۸۳) (۶) اخرجہ ابو یعلی قال الہیثمی (ج ۲ ص ۷۴) رواہ ابو یعلی والطبرانی بنحوہ فی الاوسط واسنادہ حسن۔

صَلوٰۃُ التَّوبَہ

حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن صبح کے وقت حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا اے بلال! تم کس عمل کی وجہ سے مجھ سے پہلے جنت میں چلے گئے؟ آج رات میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے تمہارے چلنے کی آہٹ سُنی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسُول اللہ! جب بھی مجھ سے گناہ ہو جاتا ہے تو میں فوراً دو رکعت صلوٰۃ التوبہ پڑھتا ہوں اور جب بھی میرا وضو ٹوٹتا ہے تو میں اُسی وقت فوراً وضو کر کے دو رکعت نفل (تحیۃ الوضو) پڑھتا ہوں[1]

صَلوٰۃُ الحَاجَہ

حضرت ثمامہ بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے باغ کا مالی سخت گرمی کے زمانے میں ان کے پاس آیا اور ان سے موسم کی خشکی اور بارش نہ ہونے کی شکایت کی۔ حضرت انسؓ نے پانی منگوا کر وضو کیا اور نماز پڑھی پھر مالی سے کہا کیا تمہیں کوئی بادل آسمان میں نظر آرہا ہے؟ اُس نے کہا کوئی نظر نہیں آرہا ہے۔ حضرت انسؓ نے اندر جاکر پھر نماز پڑھی پھر اُسے کہا۔ اس طرح تین چار مرتبہ ہوا۔ تیسری یا چوتھی مرتبہ اس مالی کو دیکھنے کو کہا تو اس نے کہا پرندے کے پر جتنا بادل نظر آرہا ہے۔ حضرت انسؓ نماز پڑھتے رہے اور دُعا مانگتے رہے یہاں تک کہ باغ کے ذمہ دار نے اندر جاکر ان کو بتایا کہ آسمان پر بادل چھاگئے اور بارش ہو چکی ہے تو اُس نے فرمایا جو گھوڑا بشر بن شغاف نے بھیجا ہے۔ اس پر سوار ہو کر جاؤ اور دیکھو بارش کہاں تک ہوئی ہے؟ چنانچہ وہ دیکھ کر آیا اور اُس نے بتایا کہ بارش مسیرین کے محلات اور غضبان کے محل سے آگے نہیں ہوئی (یعنی حضرت انسؓ کے باغات میں ہی ہوئی ہے، اس سے آگے نہیں ہوئی)[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے ایک دفعہ بہت زیادہ درد ہوا۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا (اور اپنی تکلیف حضورؐ کو بتائی) حضورؐ نے مجھے اپنی جگہ بٹھایا اور خود کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور اپنے کپڑے کا ایک کنارہ میرے اُوپر ڈال دیا پھر فرمایا اے ابن ابی طالب! کوئی بات نہیں تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ میں نے اللہ سے اپنے لئے جو چیز بھی مانگی وہی میں نے تمہارے لئے بھی مانگی اور اللہ سے میں نے جو چیز بھی مانگی وہ اللہ نے

---

(۱) اخرجہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ عن عبداللہ بن بریدۃ کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۲۳۷) (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۷ ص ۲۱)

مجھے ضرور عطا فرمائی، البتہ مجھے یہ کہا گیا کہ تمہارے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں وہاں سے کھڑا ہوا تو سارا درد ختم ہو چکا تھا اور ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے مجھے کوئی تکلیف ہی نہ ہوئی ہو۔(۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابیؓ کی کنیت ابو معلق تھی اور وہ تاجر تھے۔ اپنے اور دوسروں کے مال سے تجارت کیا کرتے تھے اور وہ بہت زیادہ عبادت گزار اور پرہیزگار تھے ایک مرتبہ وہ سفر میں گئے۔ انہیں راستہ میں ایک ہتھیاروں سے مسلح ڈاکو ملا۔ اس نے کہا اپنا سارا سامان یہاں رکھ دو میں تمہیں قتل کروں گا۔ اس صحابیؓ نے کہا تم نے مال لینا ہے وہ لے لو۔ ڈاکو نے کہا نہیں میں تو تمہارا خون بہانا چاہتا ہوں۔ اس صحابیؓ نے کہا مجھے ذرا مہلت دو میں نماز پڑھ لوں۔ اس نے کہا جتنی پڑھنی ہے پڑھ لو۔ چنانچہ انہوں نے وضو کر کے نماز پڑھی اور یہ دعا تین مرتبہ مانگی یَا وَدُوْدُ یَا ذَا الْعَرْشِ الْمَجِيْدِ یَا فَعَّالًا لِّمَا یُرِیْدُ اَسْئَلُکَ بِعِزَّتِکَ الَّتِیْ لَا تُرَامُ وَمُلْکِکَ الَّذِیْ لَا یُضَامُ وَ بِنُوْرِکَ الَّذِیْ مَلَأَ اَرْکَانَ عَرْشِکَ اَنْ تَکْفِیَنِیْ شَرَّ هٰذَا اللِّصِّ یَا مُغِیْثُ اَغِثْنِیْ۔ تو اچانک ایک گھوڑے سوار نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا جسے اٹھا کر اس نے اپنے گھوڑے کے کانوں کے درمیان بلند کیا ہوا تھا۔ اس نے اس ڈاکو کو نیزہ مار کر قتل کر دیا۔ پھر وہ اس تاجر کی طرف متوجہ ہوا۔ تاجر نے پوچھا تم کون ہو؟ اللہ نے تمہارے ذریعہ سے میری مدد فرمائی ہے۔ اس نے کہا میں چوتھے آسمان کا فرشتہ ہوں۔ جب آپ نے (پہلی مرتبہ) دعا کی تو میں نے آسمان کے دروازوں کی کھڑکھڑاہٹ سنی۔ جب آپ نے دوبارہ دعا کی تو میں نے آسمان والوں کی چیخ و پکار سنی پھر آپ نے تیسری مرتبہ دعا کی تو کسی نے کہا یہ ایک مصیبت زدہ کی دعا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اس ڈاکو کو قتل کرنے کا کام میرے ذمہ کر دیں۔ پھر اس فرشتے نے کہا آپ کو خوشخبری ہو کہ جو آدمی بھی وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھے اور پھر یہ دعا مانگے اس کی دعا ضرور قبول ہو گی چاہے وہ مصیبت زدہ ہو یا نہ ہو۔(۲)

(۱) اخرجہ ابن ابی عاصم وابن جریر وصححہ والطبرانی فی الاوسط وابن شاہین فی السنۃ کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۴۳)
(۲) اخرجہ ابن ابی الدنیا فی کتاب مجابی الدعوۃ واخرجہ ابو موسیٰ فی کتاب الوظائف بتمامہ کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۱۸۲)

حُضُور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور آپؐ کے صَحابہ کرام رضی اللہ عَنہم کِس طرح عِلمِ اِلٰہی حاصل کرنے کا شوق رکھتے تھے اور دُوسروں کو اس کی ترغیب دیتے تھے اور علمِ اِلٰہی میں جو ایمان وعمل ہیں ان کو کِس طرح خُود سیکھتے اور دُوسروں کو سکھاتے تھے اور سفر و حضر، خوشحالی اور بدحالی، ہر حال میں کِس طرح عِلمِ اِلٰہی کے سیکھنے سِکھانے میں لگتے تھے اور اور کِس طرح مدینہ مُنوّرہ عَلٰی صَاحِبِہَا اَلْفُ اَلْفِ صَلٰوۃٍ وَّتَحِیَّۃٍ میں آنے والے مہمانوں کو سکھانے کا اہتمام کرتے تھے اور کِس طرح عِلْم، جہاد اور کمائی اِن تینوں کاموں کو جمع کرتے تھے اور مُختلف شہروں میں عِلم پھیلانے کے لیئے آدمیوں کو بھیجا کرتے تھے اور کِس طرح اپنے اندر اِن صِفات کے پیدا کرنے کا اہتمام کرتے تھے جن کی وجہ سے علم اَللہ کے ہاں قبول ہوتا ہَے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم کی ترغیب دینا

حضرت صفوان بن عسّال مُرادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ اُس وقت اپنی دھاری دار سُرخ چادر پر تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسُول اللہ! میں علم حاصل کرنے آیا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا خوش آمدید ہو طالبِ علم کو۔ طالب علم کو فرشتے اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں اور پھر ایک دوسرے پر سوار ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ آسمانِ دُنیا تک پہنچ جاتے ہیں اور وہ اس علم سے محبت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں جسے یہ طالب علم حاصل کر رہا ہے[1]۔

حضرت قبیصہ بن مُخارق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ نے پوچھا کیوں آئے ہو؟ میں نے عرض کیا میری عمر زیادہ ہو گئی ہے میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں یعنی میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ میں آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ مجھے وہ چیز سکھائیں جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے۔ حضورؐ نے فرمایا تم جس پتھر، درخت اور ڈھیلے کے پاس سے گزرے ہو اُس نے تمہارے لئے دُعائے مغفرت کی ہے اے قبیصہ! صبح کی نماز کے بعد تین دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ کہو اس سے تم اندھے پن، کوڑھی پن اور فالج سے محفوظ رہو گے۔ اے قبیصہ! یہ دُعا بھی پڑھا کرو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِمَّا عِنْدَکَ وَاَفِضْ عَلَیَّ مِنْ فَضْلِکَ وَانْشُرْ عَلَیَّ مِنْ رَحْمَتِکَ وَاَنْزِلْ عَلَیَّ مِنْ بَرَکَتِکَ " اے اللہ! میں ان نعمتوں میں سے مانگتا ہوں جو تیرے پاس ہیں اور اپنے فضل کی مجھ پر بارش کر اور اپنی رحمت مجھ پر پھیلا دے اور اپنی برکت مجھ پر نازل کر دے"[2]۔

حضرت سَخبَرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بیان فرما رہے تھے آپؐ کے پاس سے دو آدمی گزرے۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا تم دونوں بیٹھ جاؤ تم خیر پر ہو۔ جب حضورؐ کھڑے ہوئے اور صحابہؓ سب حضورؐ کے پاس سے اِدھر اُدھر چلے گئے تو ان دونوں نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسُول اللہ! آپؐ نے ہم سے فرمایا تھا تم دونوں بیٹھ جاؤ تم خیر پر ہو یہ صرف ہم دونوں کے لئے ہے یا تمام لوگوں کے لئے ہے۔ حضورؐ نے فرمایا جو بندہ بھی علم حاصل کرتا ہے تو یہ علم کا حاصل کرنا اُس کے پچھلے تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے[3]۔

(۱) اخرجہ احمد والطبرانی باسناد جید واللفظ لہ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وقال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۵۹) (۲) اخرجہ احمد کذا فی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۲۱) قال المنذری والہیثمی وفیہ رجل لم یسم (۳) اخرجہ الترمذی مختصراً والطبرانی فی الکبیر واللفظ لہ کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۴۰)

حضرت ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا تذکرہ ہوا جن میں سے ایک عابد تھا اور دُوسرا عالم۔ حضورؐ نے فرمایا عالم کو عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی مجھے تمہارے ادنیٰ آدمی پر۔ پھر حضورؐ نے فرمایا جو آدمی لوگوں کو خیر سکھاتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر رحمت بھیجتے ہیں اور اللہ کے فرشتے اور تمام آسمانوں والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں اُس کے لیئے دُعائے رحمت کرتی ہیں[1]۔ دُوسری روایت میں دو آدمیوں کا ذکر نہیں ہے، البتہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عالم کو عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی مجھے تمہارے اَدنیٰ آدمی پر۔ پھر حضورؐ نے یہ آیت پڑھی اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَآءُ (سُورت فاطر آیت ۲۸) ترجمہ "خدا سے اُس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں" اور آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا[2]۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن دو آدمیوں کے بارے میں پُوچھا گیا جو بنی اسرائیل میں تھے اُن میں سے ایک عالم تھا اور فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا اور لوگوں کو خیر کی باتیں سکھاتا رہتا اور دُوسرا دن بھر روزہ رکھتا اور رات بھر عبادت کرتا۔ ان دونوں میں سے کون افضل ہے؟ حضورؐ نے فرمایا یہ عالم جو فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا تھا اور لوگوں کو خیر کی باتیں سکھاتا رہتا تھا اُسے اُس عابد پر جو دن بھر روزہ رکھتا تھا اور رات بھر عبادت کرتا تھا ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی مجھے تمہارے اَدنیٰ آدمی پر[3]۔

حضرت عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ ہم لوگ صُفّہ میں بیٹھے ہُوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا تم میں سے کون شخص اس کو پسند کرتا ہے کہ عَلَی الصُّبح بازار بطحان یا عقیق میں جائے اور اُونچے کوہان والی عُمدہ سے عُمدہ دو اُونٹنیاں کسی قسم کے گناہ اور قطع رحمی کے بغیر پکڑ لائے؟ ہم نے عرض کیا ہم سب اسے پسند کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ مسجد میں جا کر دو آیتوں کا پڑھنا یا پڑھا دینا دو اونٹنیوں سے اور تین آیات کا تین اونٹنیوں سے اسی طرح چار کا چار سے افضل ہے اور ان کے برابر اونٹوں سے افضل ہے[4]۔

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو بھائی تھے۔ ان میں سے ایک کمائی کرتا تھا اور دُوسرا ہر وقت حضورؐ کے ساتھ رہتا تھا اور حضورؐ

(۱) اخرجہ الترمذی (۲) اخرجہ الدارمی عن مکحول مرسلا (۳) اخرجہ الدارمی ایضا مرسلا کذا فی المشکوٰۃ (ص ۳۶، ۲۸) (۴) اخرجہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ (ص ۱۰۵) واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۴۱) و فی روایۃ فیتعلم او لیقرأ

سے سیکھتا تھا، کمانے والے بھائی نے حضورؐ سے اپنے بھائی (کے نہ کمانے) کی شکایت کی حضورؐ نے فرمایا شاید تمہیں اس (نہ کمانے والے) بھائی کی برکت سے روزی ملتی ہے۔[1]

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہ کرامؓ کا علم کی ترغیب دینا

حضرت ابوالطفیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے انبیا عَلَیْہِمُ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام کے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو اُن کے لائے ہُوئے دین کو سب سے زیادہ جاننے والا ہو۔ پھر یہ آیت پڑھا کرتے تھے اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِیُّ (سُورت آلِ عمران آیت ۶۸) ترجمہ "بلاشبہ سب آدمیوں میں زیادہ خصوصیت رکھنے والے (حضرت) ابراہیمؑ کے ساتھ البتہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کا اِتباع کیا تھا اور یہ نبی (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) ہیں"، یعنی حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور ان کا اِتباع کرنے والے صحابہؓ۔ اس لیئے تم اس کو تبدیل نہ کرو لہٰذا محمدؐ کا دوست وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرے اور محمدؐ کا دشمن وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے اگرچہ وہ حضورؐ کا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔[2]

حضرت کُمیل بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے صحرا کی طرف لے چلے۔ جب ہم صحرا میں پہنچ گئے تو حضرت علیؓ بیٹھ گئے اور ایک لمبا سانس لے کر فرمایا اے کُمیل بن زیاد! دِل برتن ہیں ان میں سے بہترین برتن وہ ہے جو (اپنے اندر کی چیز کو) زیادہ محفوظ رکھنے والا ہو۔ میں تمہیں جو بات کہہ رہا ہُوں وہ یاد رکھنا۔ انسان تین قسم کے ہیں ایک عالم ربانی، دوسرے وہ علم حاصل کرنے والا جو نجات کے راستے پر چل رہا ہے، تیسرے وہ کمینے اور رذیل لوگ جو ہر شور مچانے والے کے پیچھے چل پڑتے ہیں اور جدھر کی ہوا چلے اُدھر کو ہی رُخ کر لیتے ہیں، نہ تو علم کے نُور سے کچھ روشنی حاصل کی اور نہ کسی مضبُوط مددگار کی پناہ حاصل کی۔ علم مال سے بہتر ہے۔ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے اور مال کی حفاظت تمہیں کرنی پڑتی ہے۔ علم عمل کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے۔ عالم کی محبت دین ہے جس کا اللہ کے ہاں سے بدلہ ملے گا۔ علم کی وجہ سے عالم کی زندگی میں اس کی بات مانی جاتی ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کا اچھائی سے تذکرہ کیا جاتا ہے۔ جب مال چلا جاتا ہے تو مال کی کاریگری اور مال کی بُنیاد پر چلنے والے کام بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ مال کے خزانے جمع کرنے والے زندہ بھی ہوں تو بھی وہ

(۱) اخرجه الترمذی کذا فی جمع الفوائد (ج ۱ص ۲۰) واخرجه ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۱ص ۵۹) بمعناه والحاکم فی المستدرک (ج ۱ص ۹۴) وصححه علی شرط مسلم ووافقه الذهبی (۲) اخرجه اللالکائی کذا فی الکنز (ج ۱ص ۲۰۸)

(رُوح اور دِل کے اعتبار سے) مُردہ شمار ہوتے ہیں اور علماء (مرنے کے بعد بھی) جب تک زمانہ رہے گا باقی رہیں گے۔ (ان کا ذکرِ خیر ہوتا رہے گا) اُن کے جسم دُنیا سے چلے جائیں گے لیکن اُن کی عظمت کے نقوش دِلوں میں باقی رہیں گے۔ اور یہ بات غور سے سُنو اور سینے کی طرف اِشارہ کر کے حضرت علیؓ نے فرمایا اس جگہ ایک زبردست علم ہے کاش! اس علم کو اٹھانے والے مجھے مِل جاتے اب یا تو ایسے لوگ ملتے ہیں جن کی سمجھ تو تیز ہے لیکن (تقویٰ اور طہارت کے نہ ہونے کی وجہ سے) ان پر اطمینان نہیں۔ یہ دِین کے اسباب کو دُنیا کے لئے استعمال کرتے ہیں اور قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جو دلائل بیان کیے ہیں ان سے قرآن کے خلاف ہی ثابت کرتے ہیں (کیونکہ علم کا نور اُنہیں حاصل نہیں ہے) اور اللہ کی نعمتوں کو اس کے بندوں کے خلاف اِستعمال کرتے ہیں یا پھر ایسے لوگ ملتے ہیں جو اہلِ حق کے فرمانبردار تو ہیں لیکن انہیں دین کے زندہ کرنے کی کوئی سمجھ نہیں ہے اور معمولی سا شبہ پیش آتے ہی اُن کے دِل میں شک پیدا ہو جاتا ہے۔ نہ اِس طرف طبیعت جمتی ہے اور نہ اُس طرف۔ یا پھر ایسے لوگ ملتے ہیں جو لذتوں میں پڑے ہُوئے ہیں اور آسانی سے خواہشات کی بات مان لیتے ہیں یا پھر ایسے لوگ ملتے ہیں جو مال جمع کرنے اور ذخیرہ کرنے کا ہی جذبہ رکھتے ہیں اور یہ آخری دو قسم کے اِنسان دین کے داعی بھی نہیں ہیں (پہلے دو دین کے داعی تو تھے لیکن اُن میں اور خرابیاں تھیں) اور چرنے والے جانور ان دونوں کے زیادہ مشابہ ہیں اور علم والوں کے مرنے سے علم بھی ختم ہو جائے گا لیکن یہ بات بھی ہے کہ زمین کبھی بھی اللہ کے ایسے بندوں سے خالی نہیں ہوتی جو اِس لیئے دلائل لے کر کھڑے ہوتے ہیں تاکہ اللہ کے دلائل اور واضح احکام بیکار اور مُعطّل نہ قرار دیئے جائیں۔ ان بندوں کی تعداد چاہے بہت کم ہو لیکن اللہ کے ہاں ان کا درجہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کی حُجّتوں یعنی قرآنی آیات پر جو غلط اعتراضات کیئے جاتے ہیں اُن کو اللہ تعالیٰ ان بندوں کے ذریعے دُور فرماتے ہیں یہاں تک کہ وہ ان حُجّتوں کو اپنے جیسے بندوں تک پہنچا کر اُن کے دِلوں میں اُتار دیتے ہیں اور کمالِ علم کی وجہ سے ہر اَمر کی حقیقت ان پر واضح ہو جاتی ہے اور جس اَمر کی حقیقت عیش و عشرت والوں کو دُشوار نظر آتی ہے۔ وہ ان کے لیئے بہت آسان ہوتی ہے۔ اور جن کاموں سے جاہل لوگ گھبراتے ہیں اور وحشت محسوس کرتے ہیں ان میں ان کا دِل لگتا ہے۔ یہ لوگ اپنے بدن سے تو دُنیا میں رہتے ہیں لیکن ان کی رُوحوں کا تعلق منظرِ اعلیٰ یعنی آخرت سے ہوتا ہے۔ یہی لوگ اللہ کی زمین پر اس کے خلیفہ ہیں۔ اور اس کے دین کے داعی ہیں۔ ہائے ہائے مجھے ان لوگوں کو دیکھنے کا کتنا شوق ہے۔ میں اپنے لئے اور تمہارے لیئے اللہ سے اِستغفار کرتا

ہُوں، اب اگر تم چاہو تو جا سکتے ہو۔[1]

حضرت مُعاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں علم سیکھو کیونکہ اللہ کے لیئے علم سیکھنا اللہ سے ڈرنا ہے۔ علم کو تلاش کرنا عبادت ہے اور اس کا آپس میں مذاکرہ کرنا تسبیح (کا ثواب دلاتا) ہے اور (سمجھنے کے لیئے) اس میں بحث کرنا جہاد ہے اور نہ جاننے والے کو سکھانا صدقہ ہے اور جو لوگ علم کے اہل ہیں اُن پر علم خرچ کرنا اللہ کے تقرب کا ذریعہ ہے کیونکہ علم کے ذریعہ سے حَلال و حرام معلوم ہوتا ہے اور علم جنت والوں کے لیئے (جنت کے راستے کا) مینار ہے اور وحشت میں اُنس کا ذریعہ ہے، مسافری میں ساتھی، تنہائی میں بات کرنے والا نفع و خوشی کے نقصان اور غم کے کاموں کو بتلانے والا، دُشمنوں کے خلاف ہتھیار اور دوستوں کے نزدیک اِنسان کی زینت کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس کے ذریعے کچھ لوگوں کو بلند مرتبہ کرتے ہیں اور ان کو خیر کے کاموں میں پیشرو اور امام بناتے ہیں۔ ان کے طریقوں کو لوگ اختیار کرتے ہیں اور ان کے کاموں میں ان کی اِتباع کرتے ہیں۔ اور ان کی رائے اور فیصلہ پر سب مطمئن ہو جاتے ہیں۔ فرشتے ان کی دوستی اور ان کے ساتھ رہنے کا شوق رکھتے ہیں اور اپنے پَروں کو ان پر ملتے ہیں اور ہر طرح کی مخلوق ان کے لیئے دُعائے مغفرت کرتی ہے یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں اور دوسرے جانور اور خشکی کے درندے اور جانور بھی ان کے لیئے دُعائے مغفرت کرتے ہیں کیونکہ علم دلوں کو جہالت سے نکال کر زندگی بخشتا ہے اور اندھیرے میں نگاہ کو بصیرت عطا کرتا ہے۔ اِنسان علم کے ذریعہ سے بہترین لوگوں کے مرتبے کو اور دُنیا و آخرت کے بلند درجوں کو پالیتا ہے۔ اس میں غور و فکر کرنے سے روزہ رکھنے کا اور اسے پڑھنے پڑھانے سے راتوں کو عبادت کرنے کا ثواب مِلتا ہے۔ علم کی وجہ سے انسان صلہ رحمی کرتا ہے اور حلال اور حرام کا فرق جانتا ہے۔ علم عمل کا اِمام ہے۔ عمل اس کے تابع ہے خوش قسمت لوگوں کے دِلوں میں علم کا الہام ہوتا ہے اور بد قسمت لوگ علم سے محروم رہتے ہیں۔[2]

حضرت ہارون بن رِباب کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے تم صبح

---

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۹۰) واخرجہ ایضاً ابن الانباری فی المصاحف والمرہبی فی العلم ونصر فی الحجۃ وابن عساکر کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۱) بنحوہ مع اختلاف یسیر فی الفاظہ وزیادۃ وقد ذکر ابن عبد البر طرفاً منہ فی کتاب جامع بیان العلم (ج ۲ ص ۱۲) ثم قال ہو حدیث مشہور عند اہل العلم یستغنی عن الاسناد لشہرتہ عندہم۔ انتہی (۲) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۳۹) واخرجہ ابن عبد البر فی جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۵۵) عن معاذ مرفوعاً مسنداً ثم قال ہو حدیث حسن جداً ولکن لیس لہ اسناد قوی ورویناہ من طرق شتی موقوفاً ثم ذکر لبعض اسانید الموقوف ثم قال وذکر الحدیث بطولہ سواء موقوفاً علی معاذ وقال المنذری فی الترغیب (ج ۱ ص ۵۸) کذا قال ورفعہ غریب جداً۔

اس حال میں کرو کہ یا تو (سکھانے والے) عالم ہو یا سیکھنے والے ہو، اس کے علاوہ کچھ اور نہ ہو کیونکہ اس کے علاوہ تو آدمی جاہل ہوتا ہے اور جو آدمی علم حاصل کرنے کی حالت میں صبح کرتا ہے اس کے اس عمل کو پسندیدہ سمجھنے کی وجہ سے فرشتے اس کے لئے اپنے پر کھول دیتے ہیں[1]

حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اس حال میں صبح کرو کہ یا تو تم (سکھانے والے) عالم ہو یا سیکھنے والے ہو اور ایسے آدمی نہ بنو جس کی اپنی کوئی رائے نہ ہو اور وہ ہر ایک کے پیچھے چل پڑے[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اے لوگو! علم اٹھنے سے پہلے علم حاصل کرلو اور اس کے اٹھنے کی صورت یہ ہوگی کہ علم والے دنیا سے چلے جائیں گے اور تم لوگ علم حاصل کرو کیونکہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ تمہیں اپنے علم کی کب ضرورت پڑ جائے اور علم حاصل کرو لیکن علم میں مبالغہ اور غلو سے بچو اور پرانا طرز اختیار کرو (جو صحابہ کرامؓ میں تھا) کیونکہ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو اللہ کی کتاب کو تو پڑھیں گے لیکن اسے اپنی پشت کے پیچھے پھینک دیں گے (اس پر عمل نہیں کریں گے)[3]

حضرت ابوالاحوص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آدمی عالم بن کر پیدا نہیں ہوتا بلکہ علم تو سیکھنے سے آتا ہے[4]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم عالم بنو یا علم سیکھنے والے بنو۔ ان دو کے علاوہ کچھ اور نہ بنو۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو علماء سے محبت کرو، ان سے بغض نہ رکھو[5]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا تو (سکھانے والے) عالم بنو یا طالب علم بنو یا علماء سے محبت کرنے والے اور ان کا اتباع کرنے والے بنو (ان چار کے علاوہ) پانچویں قسم کے مت بنو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ راوی حضرت حمیدؒ کہتے ہیں میں نے حضرت حسنؒ سے پوچھا پانچویں قسم سے کون مراد ہے؟ انہوں نے کہا اپنی طرف سے دین میں نئی باتیں ایجاد کرنے والا[6]

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے دمشق والو! تم لوگ میرے دینی بھائی ہو علاقے کے پڑوسی ہو اور دشمنوں کے خلاف میرے

---

(۱) اخرجه ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۱۹) (۲) اخرجه ابن عبدالبر فی جامعه (ج ۱ ص ۱۹) (۳) اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ص ۱۲۶) و ابوقلابة لم یسمع من ابن مسعود۔ اه واخرج طرفا منه عبدالرزاق عن ایوب عن ابی قلابة عن ابن مسعود کما فی جامع ابن عبدالبر (ج ۱ ص ۸۰) واخرجه ایضاً ابن عبدالبر فیه من طریق شقیق عن ابن مسعود (۴) اخرجه ابن عبدالبر فی جامعه (ج ۱ ص ۱۰۰) (۵) اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۲۲) رجاله رجال الصحیح الا ان عبدالملک بن عمیر لم یدرک ابن مسعود (۶) اخرجه ابن عبدالبر فی جامعه (ج ۱ ص ۲۸)

مددگار ہو لیکن تم مجھ سے دوستی کیوں نہیں رکھتے؟ حالانکہ میرا خرچہ بھی تمہارے ذمہ نہیں ہے دوسروں پر ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے علماء جا رہے ہیں اور تمہارے جاہل لوگ ان سے علم نہیں سیکھ رہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ نے جس روزی کی ذمہ داری لے رکھی ہے تم اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہو اور اللہ نے تمہیں جن کاموں کا حکم دیا ہے انہیں چھوڑ رکھا ہے۔ غور سے سنو! کچھ لوگوں نے بڑی مضبوط عمارتیں بنائیں اور بہت مال جمع کیا اور بڑی دور کی امیدیں لگائیں لیکن پھر ان کی عمارتیں گر کر قبرستان بن گئیں اور ان کی امیدیں دھوکہ ثابت ہوئیں اور ایسے لوگ خود ہی ہلاک ہو گئے۔ غور سے سنو! علم سیکھو اور سکھاؤ کیونکہ علم سیکھنے والا اور سکھانے والا دونوں اجر میں برابر ہیں۔ اگر یہ دونوں نہ ہوں تو پھر لوگوں میں کوئی خیر نہیں۔[1]

حضرت حسان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے دمشق والوں سے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی ہو گئے کہ سالہا سال گندم کی روٹی پیٹ بھر کر کھاتے رہو؟ تمہاری مجلسوں میں اللہ کا نام نہیں لیا جاتا۔ تمہیں کیا ہو گیا تمہارے علماء جا رہے ہیں لیکن تمہارے جاہل علم حاصل نہیں کر رہے؟ اگر تمہارے علماء چاہتے تو ان کی تعداد میں اضافہ ہو سکتا تھا اگر تمہارے جاہل علم کو تلاش کرتے تو وہ اسے ضرور پا لیتے۔ نقصان دینے والی چیزوں کے بجائے اپنے فائدے والی چیزیں اختیار کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو امت بھی ہلاک ہوئی ہے اس کی ہلاکت کے دو ہی اسباب تھے ایک تو وہ اپنی خواہشات پر چل رہے تھے اور دوسرے وہ اپنی تعریف کیا کرتے تھے۔[2] حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں علم کے اٹھنے سے پہلے اسے حاصل کر لو اور علم کے اٹھنے کی صورت یہ ہو گی کہ علماء دنیا سے چلے جائیں گے اور علم سکھانے والے اور سیکھنے والے دونوں اجر میں برابر ہیں۔ انسان کہلانے کے مستحق دو ہی آدمی ہیں علم سکھانے والا عالم یا علم سیکھنے والا۔ ان دو کے علاوہ باقی انسانوں میں کوئی خیر نہیں ہے۔[3]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو بھی صبح سویرے مسجد کو کوئی خیر کی بات سیکھنے یا سکھانے جاتا ہے اس کے لیے اس مجاہد کا اجر لکھا جاتا ہے جو مال غنیمت لے کر واپس آتا ہے۔[4] حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی یہ سمجھے کہ صبح اور شام علم کے لیے جانا جہاد نہیں ہے وہ کم عقل اور ناقص رائے والا ہے۔[5] حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۲) (۲) عند ابی نعیم ایضاً (ج ۱ ص ۲۲۲) (۳) عند ابی نعیم ایضاً (ج ۱ ص ۲۱۳) عن معاویۃ بن قرۃ عن ابیہ (۴) اخرجہ ابن عبدالبر فی جامعہ (ج ۱ ص ۳۲) عن عبدالرحمٰن بن مسعود الفزاری (۵) عند ابن عبدالبر ایضاً (ج ۱ ص ۳۱) عن ابن ابی الھذیل

سیکھنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔[1]

حضرت ابوذرؓ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آدمی کا علم کا ایک باب سیکھ لینا ہمیں اس کے ہزار رکعت نفل پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو طالب علم طالب علمی کی حالت میں مرے گا وہ شہید ہوگا۔[2] ایک روایت میں ان دونوں حضرات کا یہ ارشاد نقل ہے کہ علم کا ایک باب سکھانا ہمیں سو رکعت نفل سے زیادہ محبوب ہے چاہے اس پر عمل ہو رہا ہو یا نہ ہو رہا ہو۔

حضرت علی ازدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جہاد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتادوں جو تمہارے لئے جہاد سے بہتر ہے؟ تم کسی مسجد میں جاکر قرآن، فقہ یا سنت سکھاؤ۔[3] حضرت علی ازدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جہاد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتادوں جو تمہارے لئے جہاد سے بہتر ہے؟ تم ایک مسجد بناؤ اور اس میں قرآن، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں اور دین کے فقہی مسائل سکھاؤ۔[4] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں لوگوں کو خیر سکھانے والے کے لئے ہر چیز دعائے مغفرت کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر میں مچھلیاں بھی اس کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہیں۔[5]

حضرت زر بن حبیش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت صفوان بن عسال مرادی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں صبح صبح گیا تو انہوں نے پوچھا اے زر! تم صبح صبح کس لئے آئے ہو؟ میں نے کہا علم حاصل کرنے آیا ہوں۔ فرمایا یا تو علم سکھانے والے عالم بنو یا سیکھنے والے بنو۔ ان دو کے علاوہ اور کچھ نہ بنو۔[6] حضرت صفوان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو اپنے گھر سے علم حاصل کرنے نکلتا ہے تو فرشتے اس علم سیکھنے والے اور اسے علم سکھانے والے کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں۔[7]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کا علمی ولولہ اور شوق

جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا دیکھو کیا صبح صادق

(۱) عند ابن عبدالبر ایضاً (ج ۱ ص ۱۰۰) عن رجاء بن حیوۃ (۲) اخرجہ البزار قال المنذری فی الترغیب (ج ۱ ص ۶۱) رواہ البزار والطبرانی فی الاوسط الا انہ قال خیر لہ من الف رکعۃ۔ انتہی واخرجہ ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۲۵) عنہما نحوہ بزیادۃ التطوع (۳) اخرجہ ابن زنجویہ کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۰) (۴) عند ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۶۲) (۵) عند عبدالبر ایضاً (ص ۶۲) (۶) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۲۲) وفیہ حفص بن سلیمان وثقہ احمد وضعفہ جماعۃ کثیرون انتہی (۷) عند الطبرانی ایضاً فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۲۳) وفیہ عبدالکریم بن ابی المخارق وہو ضعیف۔ انتہی۔

ہو گئی ہے ؟ ایک آدمی نے آکر بتایا کہ ابھی نہیں ہوئی۔ پھر فرمایا دیکھو کیا صبح صادق ہو گئی ہے ؟ پھر کسی نے آکر بتایا کہ ابھی نہیں ہوئی۔ بالآخر ایک آدمی نے آکر بتایا کہ صبح صادق ہو گئی ہے تو فرمایا میں اس رات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جس کی صبح دوزخ کی آگ کی طرف لے جائے۔ خوش آمدید ہو موت کو، خوش آمدید ہو اس مہمان کو جو بہت لمبے عرصے کے بعد ملنے آیا ہے جس سے مجھے بہت محبت ہے لیکن وہ ایسے وقت آیا ہے جبکہ میرے ہاں فاقہ ہے۔ اے اللہ! میں زندگی بھر تجھ سے ڈرتا رہا لیکن آج تیری رحمت کا اُمیدوار ہوں، اے اللہ! تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ مجھے دُنیا سے اور اس میں زیادہ عرصہ تک رہنے سے اس وجہ سے محبت نہیں ہے تاکہ میں نہریں کھودوں اور درخت لگاؤں بلکہ اس وجہ سے ہے تاکہ میں سخت گرمی کی دوپہر میں پیاس برداشت کروں یعنی گرمیوں میں روزے رکھوں اور مشقت کے مواقع پر مشقت اُٹھاؤں اور علم کے حلقوں میں علماء کی خدمت میں دو زانو بیٹھوں۔[1]

حضرت ابُوالدَّرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تین کام نہ ہوتے تو میں اسے پسند کرتا کہ دُنیا میں اور نہ رہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے پُوچھا کہ وہ تین کام کونسے ہیں ؟ انہوں نے فرمایا ایک تو دن اور رات میں اپنے خالق کے سامنے سر زمین پر رکھنا جو میری آخرت کی زندگی میں آگے جمع ہو رہا ہے۔ دُوسرے سخت گرمیوں کی دوپہر میں (روزہ رکھ کر) پیاسا رہنا تیسرے ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا جو عُمدہ کلام کو ایسے چُنتے ہیں جیسے کہ پھل چُنا جاتا ہے۔ آگے اور بھی حدیث ہے۔[2]

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اِنتقال ہوا تو میں نے ایک انصاری آدمی سے کہا آج صحابہ بہت بڑی تعداد میں موجود ہیں آؤ ان سے پُوچھ پُوچھ کر قرآن و حدیث جمع کر لیں۔ انہوں نے کہا اے ابن عبّاس! آپ پر بڑا تعجب ہے کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے بڑے بڑے صحابہؓ کے ہوتے ہوئے بھی لوگوں کو آپ کی ضرورت پڑے گی ؟ (انہوں نے میری بات نہ مانی اور اس کے لیئے تیار نہ ہوئے تو) میں نے انہیں چھوڑ دیا اور حضورؐ کے صحابہؓ سے پُوچھنے لگا اور مجھے پتہ چلتا کہ فلاں صحابی فلاں حدیث بیان کرتے ہیں تو میں اُن کے دروازے پر جاتا وہ دوپہر کو آرام کر رہے ہوتے۔ میں اُن کے دروازے پر چادر پر ٹیک لگا کر بیٹھ جاتا اور ہوا کی وجہ سے مٹی مجھ پر پڑتی رہتی وہ صحابی (آرام سے فارغ ہو کر) باہر آتے تو مجھے دیکھتے اور کہتے اے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی! آپ کا کیسے آنا ہوا؟ آپ خود کیوں آئے ؟ آپ کسی کو میرے پاس بھیج دیتے میں آپ کے پاس آجاتا۔ میں کہتا نہیں (مجھے آپ سے علم حاصل کرنا ہے، اس لیئے) میرا حق بنتا ہے

(۱) اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۳۹) وذكره ابن عبد البر في جامع بيان العلم (ج ۱ ص ۵) بلا اسناد (۲) اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۱۲)

کہ میں آپ کی خدمت میں آؤں پھر میں ان سے اس حدیث کے بارے پوچھتا (اس طرح میں نے تفسیر اور احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کر لیا جنہیں حاصل کرنے کے لیئے لوگ میرے پاس آنے لگے) وہ انصاری بھی بہت عرصہ تک زندہ رہے اور انہوں نے دیکھا کہ لوگ میرے اردگرد جمع ہیں اور مجھ سے قرآن وحدیث کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا یہ نوجوان واقعی مجھ سے زیادہ سمجھدار نکلا[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب دُنیا کے مختلف شہر فتح ہو گئے تو لوگ دُنیا کی طرف متوجہ ہو گئے اور میں نے اپنی ساری توجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (سے قرآن وحدیث لینے) کی طرف لگا دی۔ راوی کہتے ہیں کہ اسی وجہ سے حضرت ابن عباسؓ کی اکثر حدیثیں حضرت عمرؓ ہی سے منقول ہیں[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجھ سے فرمایا جس طرح تیرے ساتھی مجھ سے مالِ غنیمت مانگتے ہیں تم نہیں مانگتے۔ میں نے عرض کیا میں تو آپ سے یہ مانگتا ہوں کہ جو عِلم اللہ نے آپ کو عطا فرمایا ہے آپ اس میں سے مجھے بھی سکھائیں۔ اس کے بعد میں نے کمر سے دھاری دار چادر اُتار کر اپنے اور حضورؐ کے درمیان بچھا دی اور یہ منظر مجھے ایسا یاد ہے کہ اب بھی مجھ کو اُس پر جوئیں چلتی ہوئی نظر آ رہی ہیں پھر آپؐ نے مجھے حدیث سُنائی جب میں نے وہ حدیث پوری سُن لی تو حضورؐ نے فرمایا اب اس چادر کو سمیٹ کر اپنے جسم سے باندھ لو (میں نے ایسے ہی کیا) اس کے بعد حضورؐ جو بھی ارشاد فرماتے مجھے اس میں سے ایک حرف بھی نہیں بھولتا تھا[3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگ یہ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ حدیثیں بہت زیادہ بیان کرتا ہے ہم سب نے اللہ کے پاس جانا ہے (اگر میں غلط حدیث بیان کروں گا تو اللہ میری پکڑ فرمائیں گے اور جو میرے بارے میں غلط گمان رکھتے ہیں اللہ ان سے بھی پوچھیں گے) اور لوگ یہ بھی کہتے ہیں دُوسرے مہاجرین اور انصار صحابہؓ ابو ہریرہ جتنی حدیثیں بیان نہیں کرتے۔ میرے مہاجر بھائی تو بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول رہتے تھے۔ اور میرے انصاری بھائیوں کو اپنی زمینوں اور مویشیوں کی مشغولی تھی اور میں ایک مسکین نادار آدمی

(۱) اخرجہ الحاکم فی المستدرک (ج ۱ ص ۱۰۶) قال الحاکم ووافقہ الذہبی ہذا حدیث صحیح علی شرط البخاری واخرجہ ایضاً الدارمی والحارث فی مسندیہما عن ابن عباس بسند کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۳۳۱) والطبرانی ورجالہ رجال الصحیح کما قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۷۷) واخرجہ ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۸۵) وابن سعد فی طبقاتہ (ج ۲ ص ۱۸۲) نحوہ (۲) اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۶۱) رجالہ رجال الصحیح (۳) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۸۱)

تھا اور ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیٹ بھر کھانے پر قناعت کر کے حاضر رہتا تھا۔ انصار و مہاجرین جب حضورؐ کی خدمت سے چلے جاتے تو میں پھر بھی حاضرِ خدمت رہتا۔ وہ حضورؐ سے سن کر اپنے کاموں میں لگ کر بھول جاتے، میں سب کچھ یاد رکھتا۔ ایک دن حضورؐ نے فرمایا تم میں سے جو آدمی بھی اپنا کپڑا میرے سامنے پھیلائے گا اور جب میں اپنی بات پوری کر لوں وہ اسے سمیٹ کر اپنے سینے سے لگائے گا وہ کبھی بھی میری کوئی بات نہیں بھولے گا۔ میں نے فوراً اپنی دھاری دار چادر بچھا دی۔ میری کمر پر اس کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہیں تھا۔ پھر جب حضورؐ نے اپنی وہ بات پوری فرمالی تو میں نے چادر سمیٹ کر اپنے سینے سے لگالی۔ اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! مجھے اس میں سے ایک بات بھی آج تک نہیں بھولی۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ کی کتاب (قرآن) میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں (جن میں علم کو چھپانے کی ممانعت ہے) تو آپ لوگوں کو کبھی کوئی حدیث بیان نہ کرتا اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی سے لے کر اَلرَّحِیْمُ تک (سورت بقرہ آیت ۱۵۹۔۱۶۰) ترجمہ "جو لوگ اخفاء کرتے ہیں ان مضامین کا جن کو ہم نے نازل کیا ہے جو کہ (اپنی ذات میں) واضح ہیں اور (دوسروں کو) ہادی ہیں بعد اس کے کہ ہم ان کو کتابِ الٰہی (توارت و انجیل) میں عام لوگوں پر ظاہر کر چکے ہوں، ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتے ہیں اور (دوسرے بہتیرے) لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ مگر جو لوگ توبہ کر لیں اور اصلاح کر دیں اور (ان مضامین کو) ظاہر کر دیں تو ایسے لوگوں پر میں متوجہ ہو جاتا ہوں اور میری تو بکثرت عادت ہے توبہ قبول کر لینا اور مہربانی فرمانا"۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگ کہتے تھے کہ ابوہریرہ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ میں ہر وقت حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ رہتا تھا اور صرف پیٹ بھر کھانے پر گزارہ کر لیتا تھا۔ ان دنوں نہ خمیری روٹی مجھے ملتی تھی اور نہ پہننے کو ریشم اور نہ خدمت کرنے والا کوئی مرد میرے پاس تھا اور نہ کوئی عورت۔ اور بعض دفعہ میں بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنا پیٹ کنکریوں کے ساتھ چمٹا دیتا تھا (تاکہ کنکریوں کی ٹھنڈک سے بھوک کی گرمی میں کمی آجائے) اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ قرآن کی آیت مجھے معلوم ہوتی تھی لیکن میں کسی آدمی سے کہتا کہ یہ آیت مجھے پڑھا دو تاکہ وہ مجھے اپنے ساتھ گھر لے جائے اور مجھے کچھ کھلا دے اور مساکین کے حق میں سب سے بہتر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ ہمیں گھر لے جاتے اور جو کچھ گھر میں ہوتا وہ سب کچھ ہمیں کھلا دیتے یہاں تک کہ بعض دفعہ وہ

(۱) عند البخاری ج ۱ ص ۳۱۶)

شہد یا گھی کی کُپّی ہی ہمارے پاس باہر لے آتے۔ اس کُپّی میں کچھ ہوتا نہیں تھا تو ہم اسے پھاڑ کر اس کے اندر جو ہوتا اُسے چاٹ لیتے۔[1]

علم کی حقیقت اور جس چیز پر علم کا لفظ بولا جاتا ہے

حضرت ابُو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے جو ہدایت اور علم دے کر بھیجا ہے اس کی مثال اس بارش جیسی ہے جو بہت زیادہ ہُوئی ہو اور ایک زمین پر برسی ہو جس کا ایک ٹکڑا بہت عمدہ اور زرخیز تھا اس ٹکڑے نے بارش کے پانی کو اپنے اندر جذب کر لیا جس سے گھاس اور چارہ خوب اُگا۔ اس زمین میں ایک بنجر اور سخت ٹکڑا تھا جس نے اس پانی کو روک لیا (نہ اپنے اندر جذب کیا اور ڈھلان نہ ہونے کی وجہ سے نہ اسے جانے دیا) تو اللہ تعالیٰ نے اس پانی سے لوگوں کو نفع پہنچایا، چنانچہ انہوں نے اسے پیا اور اپنے جانوروں کو پلایا اور اس سے کاشت کی اور اس زمین کا تیسرا ٹکڑا چٹیل میدان تھا جس میں پانی بھی (ڈھلان کی وجہ سے) نہ رُکا اور گھاس وغیرہ بھی نہ اُگا۔ یہ مثال اُس شخص کی ہے جس نے اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کی اور اللہ تعالیٰ نے جو مجھے دے کر بھیجا ہے اس سے اس کو نفع ہوا اس نے خود سیکھا اور دُوسروں کو سکھایا اور اُس آدمی کی مثال ہے جس نے تکبّر کی وجہ سے اس علم و ہدایت کی طرف بالکل توجہ نہ کی اور اللہ کی جو ہدایت دے کر مجھے بھیجا گیا ہے اسے بالکل قبول نہ کیا۔[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے پہلے اللہ نے جس نبیؑ کو بھی اُس کی اُمت میں بھیجا تو اُس اُمت میں اُس کے حواری اور خاص صحابی ضرور ہوتے جو اُس کی ہر سُنّت کو مضبوطی سے پکڑتے اور ٹھیک ٹھیک اس کی پیروی کرتے اور اس کے دین کو بعینہٖ محفوظ رکھتے لیکن بعد میں ایسے نالائق لوگ پیدا ہو جاتے جو ان کاموں کا دعویٰ کرتے جو انہوں نے کیے نہیں ہوتے تھے اور جن کاموں کا حکم نہیں دیا گیا تھا ان کاموں کو کرتے تھے (میری اُمت میں بھی ایسے لوگ آئندہ ہوں گے) اب جو ان لوگوں کے خلاف اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے اور جو اپنی زبان سے جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے اور جو اپنے دِل سے جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔[3]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصل علم

(۱) اخرجہ البخاری ایضاً کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۷۵) (۲) اخرجہ الشیخان کذا فی المشکوٰۃ (ص ۲۰) (۳) اخرجہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ (ص ۱۷)

تین چیزیں ہیں محکم آیت (یعنی قرآن مجید) قائم دائم سُنت یعنی حضورؐ کی وہ حدیث جو قابلِ اعتماد سند سے ثابت ہو اور قرآن وحدیث کے برابر درجہ رکھنے والے فرائض یعنی اجماع اور قیاس۔ ان کے علاوہ جو کچھ ہے وہ زائد علم ہے (اسے حاصل کرنا ضروری نہیں ہے)[1] حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب اور دُوسری اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ بہت سارے لوگ ایک آدمی پر جمع ہیں۔ حضورؐ نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ایک علامہ ہے۔ حضورؐ نے پوچھا اس کے علامہ ہونے کا کیا مطلب؟ لوگوں نے کہا یہ عربوں کے نسب، عربی زبان، اشعار اور عربوں کا جن چیزوں میں اختلاف ہے ان سب کو تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ ایسا علم ہے جس کے جاننے میں کوئی فائدہ نہیں اور اس کے معلوم نہ ہونے میں کوئی نقصان نہیں ہے[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ علم تین چیزیں ہیں۔ حق بولنے والی کتاب یعنی قرآن مجید، وہ سُنت جو قیامت تک چلے گی اور جو بات نہ آتی ہو اس کے بارے میں یہ کہہ دینا کہ میں اسے نہیں جانتا[4] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اصل علم اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت ہے۔ ان دونوں کو چھوڑ کر جو بھی اپنی رائے سے کچھ کہے گا اس کا پتہ نہیں کہ وہ اسے اپنی نیکیوں میں پائے گا یا اپنی برائیوں میں[5]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد حضرت عطاء، حضرت طاؤس اور حضرت عکرمہ بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت ابن عباسؓ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کیا یہاں کوئی مُفتی ہے؟ میں نے کہا پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ اس نے کہا میں جب بھی پیشاب کرتا ہوں تو اس کے بعد منی نکل آتی ہے۔ ہم نے کہا وہی منی جس سے بچہ بنتا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! ہم نے کہا اس سے تمہیں غسل کرنا پڑے گا وہ اِنَّا لِلّٰہِ پڑھتا ہوا پُشت پھیر کر واپس چلا گیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے جلدی جلدی نماز پوری کی اور سلام پھیرتے ہی کہا اے عکرمہ! اس

---

(1) اخرجه ابو داؤد وابن ماجة كذا فی المشكوٰة (ص ۳۷) واخرجه ابن عبدالبر فی جامع بيان العلم (ج ۲ ص ۲۳) نحوه (۲) عند ابن عبدالبر ایضاً (ج ۲ ص ۲۴) (۳) اخرجه ابن عبدالبر فی جامع بيان العلم (ج ۲ ص ۲۳) (۴) اخرجه ابن عبدالبر فی جامعه (ج ۲ ص ۲۴) (۵) عند ابن عبدالبر ایضاً (ج ۲ ص ۲۶)

آدمی کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ حضرت عکرمہ اُسے لے آئے تو حضرت ابن عباسؓ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم نے جو اس آدمی کو مسئلہ بتایا ہے وہ تم نے اللہ کی کتاب سے لیا ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ اُنہوں نے فرمایا کیا تم نے یہ مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت سے لیا ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ اُنہوں نے فرمایا کیا تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے لیا ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ اُنہوں نے فرمایا پھر کس سے لیا ہے؟ ہم نے کہا ہم نے اپنی رائے سے اسے بتایا ہے۔ اُنہوں نے فرمایا اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ پھر اُس آدمی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ذرا یہ بتاؤ پیشاب کے بعد جب منی نکلتی ہے تو کیا اُس وقت تمہارے دِل میں شہوت ہوتی ہے؟ اُس نے کہا نہیں۔ فرمایا کیا اس کے نکلنے کے بعد تم اپنے جسم میں سستی محسوس کرتے ہو؟ اُس نے کہا نہیں تو فرمایا یہ منی معدہ کی خرابی کی وجہ سے نکلتی ہے، لہٰذا تمہارے لیئے وضو کافی ہے۔[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے علم کے علاوہ دُوسرے علم میں مشغول ہونے پر انکار اور سختی

حضرت عمرو بن یحییٰ بن جعدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک کتاب لائی گئی جو کسی جانور کے کندھے کی ہڈی پر لکھی ہوئی تھی اس پر حضورؐ نے فرمایا کسی قوم کے بیوقوف اور گمراہ ہونے کے لیئے یہ کافی ہے کہ اپنے نبیؐ کے لائے ہوئے علم کو چھوڑ کر دُوسرے نبی کے علم کی طرف متوجہ ہوں یا اپنے نبی کی کتاب کے علاوہ کسی اور کتاب کی طرف متوجہ ہوں۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ (سُورت عنکبوت آیت ۵۱) ترجمہ "کیا ان لوگوں کو یہ بات کافی نہیں ہوئی کہ ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی جو ان کو سُنائی جاتی رہتی ہے۔"

حضرت خالد بن عُرفُطہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں قبیلہ عبدُالقیس کا ایک آدمی ان کے پاس لایا گیا جس کی رہائش سُوس شہر میں تھی (یہ خوزستان کا ایک شہر ہے جس میں حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا تم فُلاں بن فُلاں عبدی ہو؟ اُس نے کہا جی ہاں حضرت

[1] اخرجہ ابن عساکر بسند حسن کذا فی کنز العمال (ج ۵ ص ۱۱۸)

عمرؓ کے پاس ایک لاٹھی تھی وہ اُنہوں نے اُسے ماری۔ اس نے کہا اے امیرالمؤمنین میرا کیا قصور؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے یہ آیات تین دفعہ پڑھیں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ الٓرٰ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ○ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ○ (سُورت یُوسف آیت ۱۔۳) ترجمہ "الٓرٰ۔ یہ آیتیں ہیں ایک کتاب واضح کی ہم نے اس کو اُتارا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھو۔ ہم نے جو یہ قرآن آپ کے پاس بھیجا ہے اس کے ذریعے سے ہم آپ سے ایک بڑا عُمدہ قصہ بیان کرتے ہیں اور اس کے قبل آپ محض بے خبر تھے" اور اسے تین دفعہ لاٹھی ماری۔ اُس آدمی نے کہا اے امیرالمؤمنین! میرا قصور؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے ہی حضرت دانیال علیہ السّلام کی کتابیں لکھی ہیں۔ اُس آدمی نے کہا اِس بارے میں آپ مجھے جو فرمائیں گے میں وہی کروں گا حضرت عمرؓ نے فرمایا جاؤ اور جاکر ان پر گرم پانی ڈال کر سفید اون سے مل کر ان کو مٹادو نہ خود پڑھو اور نہ کسی کو پڑھاؤ۔ اگر مجھے پتہ چلا کہ تم نے خود پڑھی ہیں یا کسی کو پڑھائی ہیں تو میں تمہیں سخت سزا دوں گا۔ پھر اُس سے فرمایا یہاں بیٹھو۔ وہ حضرت عمرؓ کے سامنے آکر بیٹھ گیا حضرت عمرؓ نے فرمایا ایک دفعہ میں گیا اور اہلِ کتاب کی ایک کتاب نقل کی اور اُسے ایک کھال پر لکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا۔ حضورؐ نے فرمایا اے عمر! یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یارسُول اللہ! یہ کتاب میں اِس لیئے لکھ کر لایا ہوں تاکہ ہمارے عِلم میں اضافہ ہو جائے۔ یہ سُنتے ہی حضورؐ کو غصہ آگیا اور اتنا غصہ آیا کہ آپؐ کے دونوں رُخسار سُرخ ہوگئے پھر (حضورؐ کے ارشاد پر لوگوں کو جمع کرنے کے لیئے) اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ کہہ کر اعلان کیا گیا انصار نے کہا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی وجہ سے سخت غصہ آیا ہُوا ہے، اِس لیئے ہتھیار لگا کر چلو، ہتھیار لگا کر چلو۔ چُنانچہ انصار تیار ہو کر آئے اور آکر حضورؐ کے منبر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ حضورؐ نے فرمایا اے لوگو! مجھے ایسے کلمات دیئے گئے ہیں جن کے الفاظ کم اور معانی بہت زیادہ ہیں اور وہ مہر کی طرح آخری درجے کے اور فیصلہ کُن نوعیت کے کلمات ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بہت مختصر کر کے مجھے عطا فرمائے ہیں۔ اور میں تمہارے پاس ایسی مِلّت لے کر آیا ہُوں جو بالکل واضح اور صاف سُتھری ہے، لہٰذا تم حیرت اور پریشانی میں مت پڑو اور نہ حیرت میں پڑنے والوں یعنی اہلِ کتاب سے دھوکہ کھاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے فوراً کھڑے ہو کر عرض کیا میں اللہ کے رب ہونے پر، اِسلام کے دِین ہونے پر اور آپ

کے رسول ہونے پر بالکل راضی ہوں۔ پھر حضورؐ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اہل کتاب سے ایک کتاب ملی وہ اسے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اہل کتاب سے ایک بہت اچھی کتاب ملی ہے۔ یہ سنتے ہی حضورؐ کو غصہ آ گیا اور فرمایا اے ابن الخطاب کیا تم ابھی تک اسلام کے امور کے بارے میں حیران و پریشان ہو؟ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں تمہارے پاس ایسی ملت لے کر آیا ہوں جو بالکل واضح اور صاف ستھری ہے۔ تم اہل کتاب سے کچھ نہ پوچھو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ جواب میں تمہیں حق بات کہہ دیں اور تم اسے جھٹلا دو یا وہ غلط بات کہہ دیں اور تم اسے سچا مان لو (ان کے ہاں حق اور باطل آپس میں ملا ہوا ہے) اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو بھی میرا ہی اتباع کرنا پڑتا (اس کے علاوہ ان کے لئے بھی کامیابی کا اور کوئی راستہ نہ ہوتا)۔[2] حضرت عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میرا اپنے ایک بھائی کے پاس سے گزر ہوا جو کہ قبیلہ بنو قریظہ میں سے ہے۔ اُس نے مجھے تورات میں سے جامع باتیں لکھ کر دی ہیں کیا میں انہیں آپ کے سامنے پیش کروں؟ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں یہ سنتے ہی غصہ کی وجہ سے حضورؐ کا چہرہ بدل گیا تو میں نے کہا (اے عمر!) کیا تم حضورؐ کے چہرے پر غصہ کے آثار نہیں دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے فوراً عرض کیا ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہیں۔ اس پر حضورؐ کا غصہ زائل ہو گیا اور فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر تم میں حضرت موسیٰؑ ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کا اتباع کر لیتے تو تم گمراہ ہو جاتے۔ دوسری امتوں میں سے تم میرے حصے میں آئے ہو اور دوسرے نبیوں میں سے میں تمہارے حصے میں آیا ہوں۔[3]

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اُس نے کہا اے امیر المومنین! ہم نے جب مدائن شہر فتح کیا تو

(۱) اخرجہ ابو یعلی قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۸۱) وفیہ عبدالرحمن بن اسحٰق ضعفہ احمد وجماعۃ۔ انتہی واخرجہ ایضا ابن المنذر وابن ابی حاتم والعقیلی ونصر المقدسی وسعید بن منصور کما فی الکنز (ج ۱ ص ۹۴) واخرجہ عبدالرزاق وغیرہ عن ابراہیم النخعی مختصرا مقتصرا علی الموقوف کما فی الکنز (۲) اخرجہ ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۲ ص ۴۲) من طریق ابن ابی شیبۃ باسنادہ واخرجہ ایضا احمد وابو یعلی والبزار عن جابر نحوہ قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۷۴) وفیہ مجالد بن سعید ضعفہ احمد ویحیی بن سعید وغیرہما (۳) اخرجہ احمد والطبرانی قال الہیثمی ورجالہ رجال الصحیح الا جابر الجعفی وہو ضعیف واخرجہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء بنحوہ کما فی المجمع۔

مجھے ایک کتاب ملی جس کی باتیں مجھے بہت پسند آئیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا اس کی باتیں اللہ کی کتاب سے لی ہوئی ہیں؟ اُس آدمی نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کوڑا منگا کر اسے مارنا شروع کردیا اور یہ آیتیں اسے پڑھ کر سنائیں الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا سے لے کر وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ تک (سورت یوسف آیت ۱-۳) ترجمہ اسی باب کے شروع میں گزر چکا ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا تم سے پہلے لوگ صرف اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ وہ اپنے علماء اور پادریوں کی کتابوں کی طرف متوجہ ہوگئے اور انہوں نے تورات اور انجیل کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ یہ دونوں کتابیں بوسیدہ ہوگئیں اور دونوں میں جو علم الٰہی تھا وہ سب جاتا رہا۔[1]

حضرت حُرَیث بن ظُہَیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اہل کتاب سے کچھ بھی نہ پوچھا کرو کیونکہ وہ خود گمراہ ہو چکے ہیں، اس لئے تمہیں کبھی بھی ہدایت کی بات نہیں بتائیں گے بلکہ ہوسکتا ہے کہ وہ حق بات بیان کریں اور تم اُسے جھٹلا دو اور وہ غلط بات بیان کریں اور تم اس کی تصدیق کر دو۔[2] عبد الرزاق کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اگر تم نے ان سے ضرور پوچھنا ہے تو پھر یہ دیکھو کہ جو اللہ کی کتاب کے مطابق ہو وہ لے لو اور جو اس کے خلاف ہو اُسے چھوڑ دو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تم اہل کتاب سے کوئی بات کیسے پوچھتے ہو جبکہ تمہاری یہ کتاب جو اللہ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہے تمہارے سامنے موجود ہے۔ تمام کتابیں بہت زمانہ پہلے اللہ کے پاس سے آئی ہیں اور یہ ابھی ابھی اللہ کے ہاں سے آئی ہے۔ بالکل تروتازہ ہے۔ اس میں باہر کی کوئی چیز ملائی نہیں جا سکی کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی کتاب میں یہ نہیں بتایا کہ ان اہل کتاب نے اللہ کی کتاب (تورات اور انجیل) کو بدل دیا ہے اور اس میں تحریف کی ہے اور بہت سی باتیں اپنے پاس سے لکھ کر اس میں شامل کر کے یوں کہنے لگے کہ یہ اللہ کے پاس سے آئی ہیں۔ یہ اس لئے کیا تاکہ کچھ تھوڑا سا دنیاوی فائدہ حاصل ہوجائے۔ وہ علم الٰہی جو تمہارے پاس آیا ہے کیا وہ تمہیں ان سے پوچھنے سے روکتا نہیں؟ (قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے اہل کتاب سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے) اللہ کی قسم ہم نے تو کبھی نہیں دیکھا کہ اہل کتاب کا کوئی آدمی اس علم کے بارے میں پوچھ رہا ہو جو اللہ نے تمہارے پاس نازل فرمایا ہے۔[3]

(۱) اخرجہ نصر المقدسی کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۹۵) (۲) اخرجہ ابن عبد البر فی جامع بیان العلم (ج ۲ ص ۴۰) واخرجہ عبد الرزاق ایضا عن حریث نحوہ عن القاسم بن عبد الرحمان عن عبد اللہ قال ابن عبد البر فی جامعہ (ج ۲ ص ۴۲) واخرجہ الطبرانی فی الکبیر نحو السیاق الاول ورجالہ موثقون کما قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۹۲) (۳) اخرجہ ابن عبد البر فی جامعہ (ج ۲ ص ۴۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تم اہل کتاب سے ان کی کتابوں کے بارے میں پوچھتے ہو حالانکہ تمہارے پاس اللہ کی کتاب ہے جو تمام کتابوں کے بعد سب سے آخر میں ابھی ابھی اللہ کے پاس سے آئی ہے۔ تم اسے پڑھتے بھی ہو اور وہ بالکل تروتازہ ہے اور اس میں کوئی اور چیز ابھی تک ملائی بھی نہیں جا سکی۔[1]

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے اثر لینا

حضرت ولید بن ابی الولید ابو عثمان مدنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عقبہ بن مسلم نے ان سے بیان کیا کہ حضرت شفی اصبحی نے ان سے بیان کیا کہ میں مدینہ منورہ گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک آدمی کے اِردگرد بہت لوگ جمع ہیں۔ میں نے پوچھا یہ صاحب کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں ان کے قریب جاکر ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ وہ لوگوں کو حدیثیں سنا رہے تھے۔ جب وہ خاموش ہو گئے اور سب لوگ چلے گئے اور وہ اکیلے رہ گئے تو میں نے عرض کیا کہ میرے آپ پر جتنے حق بنتے ہیں (کہ میں مسلمان ہوں مسافر ہوں اور طالب علم ہوں وغیرہ) ان سب کا واسطہ دے کر میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے وہ حدیث سنائیں جو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہے اور خوب اچھی طرح سمجھی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا ضرور، میں تمہیں وہ حدیث ضرور سناؤں گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے بیان فرمائی اور میں نے اسے خوب اچھی طرح سمجھا ہے۔ پھر حضرت ابوہریرہؓ نے ایسے زور سے سسکی لی کہ بیہوش ہونے کے قریب ہو گئے۔ ہم کچھ دیر ٹھہرے رہے پھر انہیں افاقہ ہوا تو فرمایا میں تمہیں وہ حدیث ضرور سناؤں گا جو حضورؐ نے مجھ سے اس گھر میں بیان فرمائی تھی اور اس وقت میرے اور حضورؐ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا پھر اتنے زور سے سسکی لی کہ بیہوش ہی ہو گئے۔ پھر انہیں افاقہ ہوا اور انہوں نے اپنا چہرہ پونچھا اور فرمایا میں تمہیں وہ حدیث ضرور سناؤں گا جو حضورؐ نے اس وقت مجھ سے بیان فرمائی تھی جبکہ ہم دونوں اس گھر میں تھے اور ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اس کے بعد پھر حضرت ابوہریرہؓ نے اتنے زور سے سسکی لی کہ بیہوش ہو گئے اور منہ کے بل زمین پر گرنے لگے لیکن میں نے انہیں سنبھال لیا اور بہت دیر تک انہیں سہارا دے کر سنبھالے رکھا پھر انہیں افاقہ ہوا تو فرمایا کہ مجھ سے حضور صلی اللہ

(1) عند ابن ابی شیبۃ کذا فی جامع ابن عبد البر

علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی طرف متوجہ ہوں گے اور اُس وقت کسی میں اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہوگی بلکہ ہر جماعت گھٹنوں کے بل سر جھکائے ہوئے ہوگی اور اللہ تعالیٰ پہلے تین آدمیوں کو بلائیں گے۔ ایک وہ آدمی جس نے سارا قرآن یاد کیا اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ کے راستے میں شہید کیا گیا اور تیسرا مالدار آدمی۔ پھر اللہ تعالیٰ قرآن کے قاری کو فرمائیں گے جو وحی میں نے اپنے رسول پر نازل کی تھی کیا میں نے وہ تجھے نہیں سکھائی تھی؟ وہ کہے گا اے میرے رب! سکھائی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے جو کچھ سیکھا تھا اُس پر کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں رات دن اس کی تلاوت کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اُس سے فرمائیں گے تو غلط کہتا ہے اور فرشتے بھی کہیں گے تو غلط کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تُو نے یہ سب کچھ اِس لیئے کیا تاکہ لوگ تجھے قاری کہیں سو یہ تجھے کہا جا چکا (اور تیرا مقصد حاصل ہو چکا) پھر مالدار کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اُس سے فرمائیں گے کیا میں نے تجھے اِس قدر زیادہ وُسعت نہیں دی تھی کہ تُو کسی کا محتاج نہیں تھا؟ وہ کہے گا جی ہاں بہت وُسعت دی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جب میں نے تجھے اتنا زیادہ دیا تو تو نے اس کے مقابلہ میں کیا عمل کیئے؟ وہ کہے گا میں صلہ رحمی کرتا تھا اور صدقہ خیرات دیتا تھا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو غلط کہتا ہے اور فرشتے بھی کہیں گے تُو غلط کہتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کہیں گے تُو نے سب کچھ اِس لیئے کیا تھا تاکہ لوگ کہیں کہ فلاں بہت سخی ہے اور یہ کہا جا چکا اور پھر اللہ کے راستے میں شہید ہونے والے کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اُس سے فرمائیں گے تمہیں کس وجہ سے قتل کیا گیا؟ وہ کہے گا تُو نے اپنے راستہ میں جہاد کرنے کا حکم دیا تھا اس وجہ سے میں نے کفّار سے جنگ کی یہاں تک کہ مجھے قتل کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے تو غلط کہتا ہے اور فرشتے بھی کہیں گے تُو غلط کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تُو نے یہ سب کچھ اِس لیئے کیا تھا تاکہ یہ کہا جائے کہ فلاں بہت بہادر ہے اور یہ کہا جا چکا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھٹنوں پہ ہاتھ مار کر فرمایا اے ابُوہریرہ! اللہ کی مخلوق میں یہی تین آدمی ہیں جن کے ذریعہ قیامت کے دن سب سے پہلے آگ کو بھڑکایا جائے گا۔ یہ حدیث حضرت ابُوہریرہؓ سے سُن کر حضرت شُفَیّ حضرت مُعاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے اور انہیں یہ حدیث سُنائی حضرت ابُوعثمان کہتے ہیں کہ حضرت عَلاء بن ابی حکیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت معاویہؓ کے تلوار بردار تھے۔ اُنہوں نے مجھے یہ واقعہ سُنایا کہ ایک آدمی نے حضرت مُعاویہؓ کے پاس آکر حضرت ابُوہریرہؓ کی طرف سے یہ حدیث سُنائی اُسے سُن کر حضرت مُعاویہؓ نے فرمایا جب اِن تینوں کے ساتھ یہ کیا جائے گا تو باقی لوگوں کے ساتھ کیا ہوگا؟ پھر حضرت مُعاویہؓ نے رونا شروع کیا اور

اتنا زیادہ روئے کہ ہمیں گمان ہونے لگا کہ شاید وہ ہلاک ہو جائیں گے اور ہم نے کہا یہ آدمی تو ہمارے پاس بہت خطرناک خبر لے کر آیا ہے پھر حضرت معاویہؓ کو افاقہ ہُوا اور اُنہوں نے اپنا چہرہ صاف کیا اور فرمایا اللہ اور اس کے رسُول نے سچ فرمایا ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (سُورت ہود آیت ۱۵۔۱۶) ترجمہ" جو شخص (اپنے اعمالِ خیر سے) محض حیاتِ دُنیوی (کی منفعت) اور اس کی رونق (کا حاصل کرنا) چاہتا ہے تو ہم ان لوگوں کے (ان) اعمال (کی جزا) ان کو دُنیا ہی میں پُورے طور سے بھگتا دیتے ہیں اور ان کے لیئے دُنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے لیئے آخرت میں بجز دوزخ کے اور کچھ (ثواب وغیرہ) نہیں اور اُنہوں نے جو کچھ کیا تھا وہ آخرت میں سب کا سب ناکارہ (ثابت) ہوگا اور (واقع میں تو) جو کچھ کر رہے ہیں وہ اب بھی بے اثر ہے"[1]

حضرت ابُوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مروہ پر حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کی آپس میں مُلاقات ہُوئی وہ دونوں کچھ دیر آپس میں بات کرتے رہے پھر حضرت عبداللہ بن عمروؓ چلے گئے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ وہاں روتے ہُوئے رہ گئے تو ایک آدمی نے ان سے پُوچھا اے ابوعبدالرحمٰن! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا یہ صاحب یعنی حضرت عبداللہ بن عمروؓ ابھی بتا کر گئے ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا کہ جس کے دِل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبّر ہوگا اللہ تعالیٰ اُسے چہرے کے بل آگ میں ڈال دیں گے[2]

بنُو نوفل کے آزاد کردہ غلام حضرت ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب سُورت طٰسٓمٓ شُعَراء نازل ہُوئی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہما روتے ہُوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔ حضورؐ یہ آیت پڑھ رہے تھے وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ترجمہ" اور شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں" پھر حضورؐ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ پر پہنچے ترجمہ" ہاں مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیئے" تو آپ نے فرمایا تم ہو یہ لوگ پھر پڑھا وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا ترجمہ" اور اُنہوں نے (اپنے اشعار میں) کثرت سے اللہ کا ذکر کیا" آپ نے فرمایا تم ہو یہ لوگ پھر پڑھا وَانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ترجمہ" اور انہوں نے بعد اس کے کہ ان

(۱) اخرجہ الترمذی (ج ۲ ص ۶۱) قال الترمذی ہذا حدیث حسن غریب وقال المنذری فی الترغیب (ج ۱ ص ۲۸) ورواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ نحو ہذا لم یختلف الا فی حرف او حرفین وابن حبان فی صحیحہ بلفظ الترمذی۔ انتہی بتغیر یسیر

(۲) اخرجہ احمد ورواتہ رواۃ الصحیح کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۳۴۵)

پر ظلم ہو چکا ہے (اس کا) بدلہ لیا" پھر فرمایا تم ہو یہ لوگ (سورت شعراء آیت ۲۲۴-۲۲۷) [1]

حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یمن والے آئے اور انہوں نے قرآن سنا تو وہ رونے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ نے (تواضعاً) فرمایا ہم بھی ایسے تھے پھر دل سخت ہو گئے۔ ابو نعیم صاحب کتاب کہتے ہیں دل سخت ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پہچان کر دل طاقتور اور مطمئن ہو گئے۔ [2]

جو عالم دوسروں کو نہ سکھائے اور جو جاہل خود نہ سیکھے ان دونوں کو ڈرانا اور دھمکانا

حضرت ابزیٰ خزاعی ابو عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور مسلمانوں کی چند جماعتوں کی خوب تعریف کی پھر آپؐ نے فرمایا کیا بات ہے کچھ لوگ ایسے ہیں جو نہ اپنے پڑوسیوں میں دین کی سمجھ پیدا کرتے ہیں اور نہ ان کو سکھاتے ہیں اور نہ انہیں سمجھدار بناتے ہیں اور نہ ان کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور نہ انہیں برائی سے روکتے ہیں اور کیا بات ہے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنے پڑوسیوں سے دین کی سمجھ حاصل نہیں کرتے اور ان سے سیکھتے نہیں اور سمجھ و عقل کی باتیں حاصل نہیں کرتے؟ اللہ کی قسم! یا تو یہ لوگ اپنے پڑوسیوں کو سکھانے لگ جائیں اور انہیں سمجھدار بنانے لگ جائیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کرنے لگ جائیں اور انہیں بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے لگ جائیں اور دوسرے لوگ اپنے پڑوسیوں سے سیکھنے لگ جائیں اور ان سے سمجھ و عقل کی باتیں حاصل کرنے لگ جائیں اور دین کی سمجھ حاصل کرنے لگ جائیں ورنہ میں انہیں اس دنیا میں جلد سزا دوں گا پھر منبر سے نیچے تشریف لائے اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کیا خیال ہے حضورؐ نے کن لوگوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے؟ تو کچھ لوگوں نے کہا ہمارے خیال میں تو قبیلہ اشعر کے لوگوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ وہ خود دین کی سمجھ رکھتے ہیں اور ان کے کچھ پڑوسی ہیں جو چشموں پر زندگی گزارنے والے، دیہاتی اور اجڈ لوگ ہیں۔ جب یہ خبر ان اشعری لوگوں تک پہنچی تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ نے بہت سے لوگوں کی تو تعریف فرمائی لیکن ہمارے بارے میں آپؐ نے کچھ نہیں فرمایا ہے تو ہماری کیا خامی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو سکھائیں، ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں اور انہیں

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۲ ص ۴۸۸) [2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۴)

سمجھدار بنائیں اور انہیں نیکی کا حکم کریں اور انہیں بُرائی سے روکیں اور ایسے ہی دوسرے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے پڑوسیوں سے سیکھیں اور ان سے سمجھ وعقل کی باتیں حاصل کریں اور دین کی سمجھ حاصل کریں نہیں تو میں ان سب کو دُنیا ہی میں جلد سزا دوں گا۔ اُن اشعری لوگوں نے عرض کیا کیا دُوسروں کی غلطی پر ہم پکڑے جائیں گے؟ حضورؐ نے اپنی وہی بات دوبارہ ارشاد فرمائی تو اُنہوں نے پھر عرض کیا کیا ہم دُوسروں کی غلطی پر پکڑے جائیں گے؟ حضورؐ نے پھر وہی ارشاد فرمایا تو اُنہوں نے عرض کیا ہمیں ایک سال کی مُہلت دے دیں، چنانچہ حضورؐ نے اُنہیں ایک سال کی مہلت دی تاکہ وہ ان پڑوسیوں کو سکھائیں۔ ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں اور انہیں سمجھدار بنائیں۔ پھر حضورؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ o كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (سُورت مائدہ آیت ۷۸-۷۹) ترجمہ "بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے اُن پر لعنت کی گئی تھی داؤدؑ اور عیسیٰؑ ابن مریمؑ کی زبان سے۔ یہ لعنت اس سبب سے ہُوئی کہ اُنہوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے جو بُرا کام انہوں نے کر رکھا تھا اس سے باز نہ آتے تھے واقعی ان کا فعل بیشک بُرا تھا"۔[1]

جو بھی علم اور ایمان حاصل کرنا چاہے گا اللہ تعالیٰ اُسے ضرور عطا فرمائیں گے

حضرت عبداللہ بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت مُعاذ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور رونے لگا۔ حضرت مُعاذؓ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ اُس آدمی نے کہا نہ تو میں اس وجہ سے روتا ہوں کہ میرے اور آپ کے درمیان کوئی رشتہ داری ہے اور نہ اِس وجہ سے روتا ہوں کہ مجھے آپ سے کچھ دُنیا مِلا کرتی تھی (جو آپکے اِنتقال کے بعد مجھے نہیں ملے گی) بلکہ اِس وجہ سے روتا ہوں کہ میں آپ سے علم حاصل کیا کرتا تھا اور اب مجھے ڈر ہے کہ یہ علم حاصل کرنے کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ حضرت مُعاذؓ نے فرمایا مت رو کیونکہ جو بھی علم اور ایمان حاصل کرنا چاہے گا اللہ تعالیٰ اُسے ضرور عطا فرمائے گا جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو عطا فرمایا تھا، حالانکہ اُس وقت علم اور ایمان نہ تھا۔[2]

---

(۱) اخرجہ ابن راہویہ والبخاری فی الوحدان وابن السکن وابن مندہ والطبرانی وابو نعیم وابن عساکر والباوردی وابن مردویہ وقال ابن السکن مالہ غیرہ واسنادہ صالح کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۳۹) (۲) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۳۴)

حضرت یزید بن عُمَیرہ رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت مُعاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اُن کے اردگرد بیٹھے ہُوئے لوگ رونے لگے۔ حضرت مُعاذؓ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ اُنہوں نے کہا ہم اس علم کی وجہ سے روتے ہیں جس کے حاصل کرنے کا سلسلہ آپ کے اِنتقال پر ٹوٹ جائے گا۔ حضرت مُعاذؓ نے فرمایا نہیں۔ علم و ایمان قیامت تک اپنی جگہ رہیں گے جو ان دونوں کو تلاش کرے گا وہ انہیں قرآن و سُنّت رسولؐ میں سے ضرور پائے گا (چونکہ قرآن مجید معیار ہے اِس لیئے) ہر کلام کو قرآن پر پیش کرو اور قرآن کو کسی کلام پر پیش مت کرو حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کرو اگر یہ حضرات نہ ملیں تو پھر ان چار سے حاصل کرو حضرت عُوَیمر (اَبُوالدَّرْداء) حضرت ابن مسعُود، حضرت سلمان اور حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہم یہ ابنِ سلام وہی ہیں جو یہُودی تھے پھر مسلمان ہو گئے تھے کیونکہ مَیں نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ یہ جنّت میں بلاحساب جانے والے دس آدمیوں میں سے ہیں اور عالم کی لغزش سے بچو اور جو بھی حق بات لے کر آئے اُسے قبول کر لو اور جو غلط بات لے کر آئے اُسے قبول نہ کرو چاہے وہ کوئی بھی ہو۔[1]

حضرت یزید بن عُمَیرہ رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہَیں جب حضرت مُعاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ کا مرض الوفات شروع ہُوا تو کبھی وہ بیہوش ہو جاتے تھے اور کبھی انہیں افاقہ ہو جاتا تھا۔ ایک دفعہ تو ایسی بیہوشی طاری ہُوئی کہ ہم سمجھے کہ ان کا اِنتقال ہو گیا ہے پھر انہیں افاقہ ہُوا تو مَیں اُن کے سامنے بیٹھا ہُوا رو رہا تھا۔ اُنہوں نے فرمایا کیوں رو رہے ہو؟ مَیں نے کہا مَیں نہ تو اِس وجہ سے رو رہا ہُوں کہ مجھے آپ سے کوئی دُنیا مِلا کرتی تھی جو اَب مجھے نہیں ملا کرے گی اور نہ اِس وجہ سے رو رہا ہُوں کہ میرے اور آپ کے درمیان کوئی رشتہ داری ہے بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہُوں کہ آپ سے علم کی باتیں اور صحیح فیصلے سُنا کرتا تھا وہ سب اب جا رہا ہے گا۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا مت رو کیونکہ علم اور ایمان اپنی جگہ رہیں گے جو انہیں تلاش کرے گا وہ انہیں ضرور پالے گا، لہٰذا علم کو وہاں تلاش کرو جہاں حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے تلاش کیا تھا کیونکہ وہ جانتے نہیں تھے تو اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا جیسے کہ قرآن میں ہے اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ (سورت صافات آیت ۹۹) ترجمہ "مَیں تو اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہُوں وہ مجھ کو (اچھی جگہ) پہنچا ہی دے گا۔" میرے بعد ان چار آدمیوں سے علم حاصل کرنا اگر ان میں سے کسی سے نہ ملے تو پھر ممتاز اور عمدہ لوگوں سے علم کے بارے میں پُوچھنا وہ چار یہ ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن سلام

---

[1] عند ابن عساکر و سیف کمافی الکنز (ج ۷، ص ۸۷)

حضرت سلمان اور حضرت عُوَیمرَ ابوالدرداء رضی اللہ عنہم اور حکیم آدمی کی لغزش سے اور منافق کے فیصلے سے بچ کر رہنا۔ میں نے پُوچھا مجھے کس طرح حکیم آدمی کی لغزش کا پتہ چل سکتا ہے؟ حضرت مُعاذؓ نے فرمایا وہ گمراہی کا کلمہ جسے شیطان کسی آدمی کی زبان پر اِس طرح جاری کر دیتا ہے جسے وہ بے سوچے سمجھے فوراً بول دیتا ہے اور مُنافق بھی کبھی حق بات کہہ دیتا ہے، لہٰذا علم جہاں سے بھی آئے تم اسے لے لو کیونکہ حق بات میں نُور ہوتا ہے اور جن باتوں کا حق اور باطل ہونا واضح نہ ہو ان سے بچو۔[1]

حضرت عَمرو بن مَیمُون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ یمن میں رہا کرتے تھے۔ وہاں حضرت مُعاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا اے یمن والو! اِسلام لے آؤ سلامتی پالوگے۔ میں اللہ کے رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے تمہاری طرف قاصد بن کر آیا ہُوں۔ حضرت عَمرو کہتے ہیں کہ میرے دل میں ان کی محبت ایسی بیٹھی کہ میں اُن کے اِنتقال تک اُن سے جُدا نہیں ہُوا ان کے ساتھ ہی رہا۔ جب ان کے اِنتقال کا وقت آیا تو میں رونے لگا۔ حضرت مُعاذؓ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ میں نے کہا اس علم کی وجہ سے روتا ہُوں جو آپ کے ساتھ چلا جائے گا۔ حضرت مُعاذؓ نے فرمایا نہیں۔ علم اور ایمان قیامت تک دنیا میں رہے گا۔ آگے اور حدیث ذکر کی ہے۔[2]

ایمان اور علم وعمل کو بیک وقت اکٹھے سیکھنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے اپنی زندگی کا بڑا عرصہ اِس طرح گزارا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک قرآن سے پہلے ایمان سیکھتا تھا اور جو بھی سُورت حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم پر نازل ہوتی تھی ہر ایک اس کے حلال وحرام ایسے سیکھتا تھا جیسے تم قرآن کو سیکھتے ہو اور جہاں وقف کرنا مناسب ہوتا تھا اس کو بھی سیکھتا تھا پھر اب میں ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہُوں جو ایمان سے پہلے قرآن حاصل کر لیتے ہیں اور سُورت فاتحہ شروع سے آخر تک ساری پڑھ لیتے ہیں اور اُنہیں پتہ نہیں چلتا کہ سُورت فاتحہ کن کاموں کا حکم دے رہی ہے اور کن کاموں سے روک رہی ہے اور اِس سورت میں کون سی آیت ایسی ہے جہاں جاکر رُک جانا چاہیئے اور سُورت فاتحہ کو ردی کھجُور کی طرح بکھیر دیتا ہے یعنی جلدی جلدی پڑھتا ہے۔[3]

(۱) اخرجہ الحاکم (ج ۴ ص ۴۶۶) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ (۲) عند ابن عساکر ایضاً کما فی الکنز (ج ۷، ص ۸۰) (۳) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۶۵) رجالہ رجال الصحیح۔ اھ

حضرت جُندُب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ہم نوعمر لڑکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہُوا کرتے تھے۔ پہلے ہم نے ایمان سیکھا پھر ہم نے قرآن سیکھا جس سے ہمارا ایمان اور زیادہ ہوگیا۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک آیت یا چند آیتیں یا پوری سُورت نازل ہوتی تو اس سے مُسلمانوں کا ایمان اور خشوع اور بڑھ جاتا اور وہ آیت یا سُورت جس کام سے روکتی سارے مُسلمان اُس سے رُک جاتے۔[2]

حضرت ابوعبدالرحمٰن سُلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو صحابہؓ ہمیں پڑھاتے تھے انہوں نے ہمیں بتایا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیتیں پڑھتے اور اگلی دس آیتیں تب شروع کرتے جب پہلی دس آیتوں میں جو علم و عمل ہے اُسے اچھی طرح جان لیتے، چُنانچہ یوں ہم علم و عمل دونوں سیکھتے۔[3] حضرت ابوعبدالرحمٰن سے اسی جیسی دُوسری روایت میں یہ مضمون بھی منقول ہے کہ ہم قرآن کو اور اس پر عمل کو سیکھتے تھے اور ہمارے بعد ایسے لوگ قرآن کے وارث بنیں گے جو پانی کی طرح سارا قرآن پی جائیں گے لیکن یہ قرآن اُن کی ہنسلی کی ہڈی سے نیچے نہیں اُترے گا اور حلق کی طرف اِشارہ کرکے فرمایا بلکہ اِس سے بھی نیچے نہیں جائے گا۔[4]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم نبی کریم صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم سے قرآن کی دس آیتیں سیکھتے تو بعد والی آیتیں تب سیکھتے جب پہلی آیتوں میں جو کچھ ہوتا اُسے اچھی طرح سیکھ لیتے۔ حضرت شریک راوی سے پُوچھا گیا اِس سے مُراد یہ ہے کہ پہلی آیتوں میں جو عمل ہوتا اُسے سیکھ لیتے حضرت شریک نے کہا جی ہاں۔[5]

جتنے دینی عِلم کی ضرورت ہو اُتنا حاصل کرنا

حضرت سَلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے قبیلہ بنوعَبس والے! عِلم تو بہت زیادہ ہے اور عُمر بڑی تھوڑی ہے، لہٰذا دین پر عمل کرنے کے لئے جتنے علم کی ضرورت پڑتی جائے اُتنا علم حاصل کرتے جاؤ اور جس کی ضرورت نہیں اُسے چھوڑ دو اور اُس کے حاصل کرنے کی مشقت میں نہ پڑو۔[6]

(۱) اخرجہ ابن ماجہ (ص ۱۱) (۲) اخرجہ العسکری وابن مردویہ وسندہ حسن کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۲) (۳) اخرجہ احمد (ج ۵ ص ۴۱۰) قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۶۵) وفیہ عطاء بن السائب اختلط فی آخر عمرہ۔ انتہی واخرجہ ابن ابی شیبۃ عن ابی عبدالرحمٰن السلمی نحوہ کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۲) (۴) اخرجہ ابن سعد (ج ۶ ص ۱۷۲) (۵) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۲) (۶) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۸۹) عن حفص بن عمر السعدی عن عمہ

حضرت ابُوالبختری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قبیلہ بنو عَبس کا ایک آدمی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر میں تھا اُس آدمی نے دریائے دجلہ سے پانی پیا۔ حضرت سلمانؓ نے اُس سے فرمایا اور پی لو۔ اُس نے کہا نہیں میں سیر ہو چکا ہُوں۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے تمہارے پانی پینے سے دریائے دجلہ میں کوئی کمی آئی ہے؟ اُس آدمی نے کہا میں نے جتنا پانی پیا ہے اِس سے اِس دریا میں کیا کمی آئے گی؟ حضرت سلمانؓ نے فرمایا علم بھی اسی دریا کی طرح ہے، لہٰذا جتنا علم تمہیں فائدہ دے اُتنا حاصل کر لو۔[1]

حضرت محمد بن ابی قَیلہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو خط لکھ کر علم کے بارے میں پُوچھا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اُسے یہ جواب لکھا کہ تم نے مجھے خط لکھ کر علم کے بارے میں پُوچھا ہے۔ علم تو بہت زیادہ ہے میں سارا لکھ کر تمہیں نہیں بھیج سکتا، البتہ تم اِس بات کی پُوری کوشش کرو کہ تمہاری اللہ سے مُلاقات اِس حال میں ہو کہ تمہاری زبان مُسلمانوں کی آبرو سے رُکی ہُوئی ہو اور تمہاری کمر پر ان کے ناحق خُون کا بوجھ نہ ہو اور تمہارا پیٹ ان کے مال سے خالی ہو اور تم مُسلمانوں کی جماعت سے چمٹے ہُوئے ہو۔[2]

دین اسلام اور فرائض سکھانا

حضرت ابُورفاعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو آپؐ بیان فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسولَ اللہ! ایک اجنبی پردیسی آدمی اپنے دین کے بارے میں پُوچھنے آیا ہے جسے کچھ معلوم نہیں ہے کہ اُس کا دین کیا ہے؟ حضورؐ بیان چھوڑ کر میرے پاس تشریف لائے پھر ایک کرسی لائی گئی۔ میرا خیال یہ ہے کہ اُس کے پائے لُوہے کے تھے اور اُس پر حضورؐ بیٹھ کر مجھے اللہ کا علم سکھانے لگے پھر منبر پر واپس جا کر اپنا بیان پُورا فرمایا۔[3]

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا مجھے اسلام سکھا دیں۔ حضورؐ نے فرمایا تم اِس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس کے بندے اور رسُول ہیں اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور حج بیت اللہ کرو اور لوگوں کے لیئے وہی پسند کرو جو تم اپنے لیئے پسند کرتے ہو اور اُن کے لیئے وہی چیز ناپسند کرو جو اپنے

---

(۱) عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۱۸۸) (۲) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۰) (۳) اخرجہ مسلم (ج ۱ ص ۲۸۷) واخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۰۱) نحوہ والنسائی فی الزینۃ کما فی ذخائر المواریث والطبرانی وابو نعیم کما فی کنز العمال (ج ۵ ص ۲۴۲)

لیے ناپسند کرتے ہوئے[1] حضرت محمد بن عمارہ بن خزیمہ بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت فروہ بن مسیک مرادی رضی اللہ عنہ کندہ کے بادشاہوں کو چھوڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے کے لیے اپنی قوم کے نمائندے بن کر حضورؐ کی خدمت میں آئے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے مہمان بنے اور وہ قرآن، اسلام کے فرائض اور شرعی احکام سیکھتے تھے آگے اور حدیث ذکر کی ہے[2] حضرت ضباعہ بنت زبیر بن عبد المطلب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یمن سے بہراء قبیلہ کا وفد آیا جو کہ تیرہ آدمی تھے وہ اپنے اونٹوں کی نکیل پکڑ کر چلتے رہے یہاں تک کہ بنو جدیلہ قبیلہ کے محلہ میں حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچ گئے۔ حضرت مقداد نے باہر آکر انہیں خوش آمدید کہا اور انہیں اپنے گھر کے ایک حصے میں ٹھہرایا۔ وہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے اور فرائض سیکھے اور چند دن قیام فرمایا اور پھر حضورؐ کی خدمت میں الوداع کہنے کے لئے حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ انہیں اب جاتے ہوئے ہدیئے دیئے جائیں پھر وہ لوگ اپنے علاقے کو واپس چلے گئے[3]

حضرت ابن سیرینؒ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما لوگوں کو اسلام سکھایا کرتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور جو نماز اللہ نے تم پر فرض کی ہے اُسے وقت پر ادا کرو کیونکہ نماز میں کوتاہی کرنا ہلاکت ہے اور دل کی خوشی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور جسے امیر بنایا جائے اُس کی بات سنو اور مانو[4]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کیا اے امیر المؤمنین! مجھے دین سکھا دیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم اِس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، حج بیت اللہ کرو، رمضان کے روزے رکھو لوگوں کے ظاہری اعمال دیکھو، اُن کے پوشیدہ اور چھپے ہوئے اعمال کو مت تلاش کرو اور ہر اُس کام سے بچو جس کو کرنے سے شرم آتی ہو (اور یہ تمام کام بالکل حق اور سچ ہیں اس لیئے) جب اللہ سے ملاقات ہو تو کہہ دینا کہ عمرؓ نے مجھے اِن کاموں کا حکم دیا تھا[5]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے

(۱) اخرجہ ابن ابی جریر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۷۰) (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۳۴۷) (۳) اخرجہ ابن سعد ایضاً (ج ۱ ص ۳۳۶)
(۴) اخرجہ عبد الرزاق وابن ابی شیبۃ وابن جریر والستۃ فی الایمان کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۶۹) (۵) اخرجہ البیہقی والاصبہانی فی الحجۃ۔

پاس آیا اور عرض کیا اے امیر المومنین! مجھے دین سکھائیں۔ اس کے بعد پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور آخر میں یہ مضمون بھی ہے کہ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اللہ کے بندے! ان تمام کاموں کو مضبوطی سے تھام لو اور جب اللہ سے ملو تو جو دل میں آئے کہہ دینا۔[1]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا اے امیر المومنین! میں دیہات کا رہنے والا ہوں اور مجھے بہت کام ہوتے ہیں اس لئے مجھے ایسے عمل بتائیں جن پر پوری طرح اعتماد کر سکوں اور جن کے ذریعے میں منزل مقصود یعنی اللہ تک یا جنت تک پہنچ سکوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھی طرح سمجھ لو اور اپنا ہاتھ مجھے دکھاؤ اس نے اپنا ہاتھ حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، فرض زکوٰۃ ادا کرو، حج اور عمرہ کرو اور (امیر کی) فرمانبرداری کرو، لوگوں کے ظاہری اعمال اور حالات دیکھو، ان کے پوشیدہ اور چھپے ہوئے اعمال اور حالات مت تلاش کرو، ہر وہ کام کرو کہ جس کی خبر لوگوں میں پھیل جائے تو تمہیں نہ شرم اٹھانی پڑے اور نہ رسوائی برداشت کرنی پڑے اور ہر اس کام سے بچو کہ جس کی خبر لوگوں میں پھیل جائے تو تمہیں شرم بھی اٹھانی پڑے اور رسوا بھی ہونا پڑے اس آدمی نے کہا اے امیر المومنین! میں ان تمام باتوں پر عمل کروں گا اور جب اپنے رب سے ملوں گا تو کہہ دوں گا کہ عمر بن خطابؓ نے مجھے یہ کام بتائے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ان تمام کاموں کو لے جاؤ اور جب اپنے رب سے ملو تو جو دل چاہے کہہ دینا۔[2]

نماز سکھانا

حضرت ابو مالک اشجعی کے والد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی مسلمان ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے سب سے پہلے نماز سکھاتے۔[3]

حضرت حکم بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز سکھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونے لگو تو پہلے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہو اور اپنے ہاتھوں کو اٹھاؤ لیکن کانوں سے اوپر نہ لے جاؤ اور پھر یہ پڑھو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ "ترجمہ" اے اللہ تو پاک ہے ہم تیری تعریف کرتے ہیں تیرا نام برکت والا ہے تیری بزرگی بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔"[4]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر اس طرح

(۱) اخرجہ ایضا ابن عدی واللالکائی قال البیہقی قال البخاری ہذا مرسل لان الحسن لم یدرک عمر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۷۰) (۲) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۸) (۳) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والبزار قال الہیثمی (ج ۱ ص ۲۹۳) رجالہ رجال الصحیح (۴) اخرجہ ابو نعیم کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۰۳)

اَلتَّحِیَّاتُ سکھاتے تھے جیسے کہ اُستاد مکتب میں بچوں کو سکھاتا ہے۔[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اَلتَّحِیَّاتُ سکھائی اور ارشاد فرمایا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بھی ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اَلتَّحِیَّاتُ سکھائی تھی اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ الصَّلَوَاتُ الطَّیِّبَاتُ المُبَارَکَاتُ لِلّٰہِ[2] حضرت عبدالرحمٰن بن عبد قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اُنہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو منبر پر لوگوں کو اَلتَّحِیَّاتُ سکھاتے ہُوئے سُنا۔ فرما رہے تھے اے لوگو! کہو اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ سے لے کر آخر تک۔[3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمیں اَلتَّحِیَّاتُ اِس طرح سکھاتے تھے جیسے ہمیں قرآن کی کوئی سورت سکھاتے تھے۔[4] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی حدیث منقول ہے۔[5] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھے اَلتَّحِیَّاتُ اِس طرح سکھائی جس طرح مجھے آپ قرآن کی کوئی سُورت سکھایا کرتے تھے اور اُس وقت میرا ہاتھ حضورؐ کے ہاتھوں میں تھا پھر اس کے بعد اَلتَّحِیَّاتُ کو ذکر کیا۔[6] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمیں سُورتوں کا شروع والا حصہ اور قرآن سکھاتے تھے، چنانچہ ہمیں حضورؐ نے نماز کا خطبہ اور نکاح وغیرہ کسی ضرورت کا خُطبہ بھی سکھایا پھر اَلتَّحِیَّاتُ کا ذکر کیا۔[7] حضرت اَسود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہمیں اَلتَّحِیَّاتُ اِس طرح سکھاتے تھے جس طرح ہمیں قرآن کی کوئی سُورت سکھاتے تھے۔ اِس میں ہماری الف اور واؤ کی غلطی بھی پکڑتے تھے۔[8]

حضرت زید بن وہب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت حُذَیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مسجد میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے لیکن رکوع سجدہ پُورا نہیں کر رہا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہُوا تو حضرت حُذَیفہؓ نے اُس سے پُوچھا کتنے عرصہ سے تم ایسی نماز پڑھ رہے ہو؟ اُس نے کہا چالیس سال سے۔ حضرت حُذَیفہؓ نے فرمایا تم نے چالیس سال سے ٹھیک نماز نہیں پڑھی اور اگر تم ایسی نماز پڑھتے ہُوئے مرو گے تو تم اس حالت پر نہیں مرو گے جس پر حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پیدا کیئے گئے تھے پھر اُس کی طرف متوجہ ہو کر اُسے سکھانے لگے۔ پھر فرمایا آدمی کو چاہیئے کہ چاہے وہ نماز میں قیام مختصر کرے لیکن رکوع سجدہ پُورا کرے۔[9]

(۱) اخرجہ مسدد والطحاوی کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۱۷) (۲) اخرجہ الدارقطنی وحسنہ کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۱۹) (۳) اخرجہ مالک والشافعی والطحاوی وعبدالرزاق وغیرہم (۴) عند ابن ابی شیبۃ (۵) عند ابن ابی شیبۃ ایضا (۶) عند ابن ابی شیبۃ ایضا (۷) عند العسکری فی الامثال (۸) عند ابن النجار کذا فی کنز العمال (ج ۴ ص ۲۱۸ - ۲۱۹) (۹) اخرجہ عبدالرزاق وابن ابی شیبۃ والبخاری والنسائی کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۳۰)

اذکار اور دُعائیں سِکھانا

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجھ سے فرمایا مَیں تمہیں پانچ ہزار بکریاں دے دوں یا ایسے پانچ کلمات سکھادوں جن سے تمہارا دین اور دُنیا دونوں ٹھیک ہوجائیں۔ مَیں نے عرض کیا یارسُولَ اللہ پانچ ہزار بکریاں تو بہت زیادہ ہیں لیکن آپؐ مجھے وہ کلمات ہی سکھادیں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ کہو اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ خُلُقِیْ وَطَیِّبْ لِیْ کَسْبِیْ وَقَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَلَا تُذْھِبْ قَلْبِیْ اِلٰی شَیْءٍ صَرَفْتَہٗ عَنِّیْ "اے اللہ! میرے گناہ مُعاف فرما اور میرے اَخلاق وسیع فرما اور میری کمائی کو پاک فرما اور جو روزی تُو مجھے عطا فرمائے اُس پر مجھے قناعت نصیب فرما اور جو چیز تو مجھ سے ہٹالے اُس کی طلب مجھ میں باقی نہ رہنے دے۔" [1]

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما اپنی بیٹیوں کو یہ کلمات سِکھاتے اور انہیں ان کے پڑھنے کی تاکید کرتے اور فرماتے مَیں نے یہ کلمات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سیکھے ہیں اور حضرت علیؓ نے فرمایا تھا کہ جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو کوئی پریشانی یا مشکل کام پیش آتا تو آپؐ یہ کلمات پڑھتے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَہٗ تَبَارَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بڑا بُردبار بڑے کرم والا ہے۔ وہ تمام عیبوں سے پاک ہے۔ اللہ برکت والا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے اور بڑے عرش کا رب ہے اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔" [2]

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا اے میرے بھتیجے! مَیں تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں گا جو مَیں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے سُنے ہیں۔ مَوت کے وقت جو اِن کلمات کو کہے گا وہ جنّت میں ضرور داخل ہوگا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ تین مرتبہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بڑا بُردبار بڑے کرم والا ہے" اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ تین مرتبہ "تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے" تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ "وہ ذات بابرکت ہے جس کے قبضہ میں تمام بادشاہی ہے۔ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔" [3]

(۱) اخرجہ ابن النجار کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۵) (۲) اخرجہ النسائی و ابونعیم کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۸) (۳) اخرجہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق وسندہ حسن کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۱۱)

حضرت سعد بن جُنادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ طائف والوں میں سے مَیں سب سے پہلے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہُوا اور طائف کے جنوب میں واقع پہاڑی سلسلے کے بالائی حصے سے صُبح صُبح چلا اور عصر کے وقت مِنیٰ میں پہنچا پھر پہاڑ پر چڑھا اور اُتر کر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہُوا اور مُسلمان ہُوا۔ حضورؐ نے مجھے قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ اور اِذَا زُلْزِلَتِ سکھائی اور یہ کلمات بھی سکھائے سُبْحَانَ اللہِ وَالْحَمْدُ لِلہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ اور فرمایا یہی وہ نیک کلمات ہیں جو باقی رہنے والے ہیں [1]

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمیں سکھاتے کہ صُبح کو ہم یہ دُعا پڑھیں اَصْبَحْنَا عَلٰی فِطْرَۃِ الْاِسْلَامِ وَکَلِمَۃِ الْاِخْلَاصِ وَسُنَّۃِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمِلَّۃِ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ "ہم نے فطرتِ اسلام، کلمۂ اخلاص، اپنے نبی حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نبی کی سُنّت اور ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی مِلّت پر صُبح کی سب سے یکسو ہو کر ایک اللہ کے ہو گئے تھے اور وہ مُشرکوں میں سے نہیں تھے اور شام کو بھی یہ دُعا پڑھیں (صرف اَصْبَحْنَا کی جگہ اَمْسَیْنَا کہہ لیں) [2]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمیں یہ کلمات اِس طرح سکھاتے تھے جس طرح اُستاد بچّوں کو لکھنا سکھاتا ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ اَنْ اُرَدَّ اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ" اے اللہ! مَیں بُخل سے تیری پناہ مانگتا ہُوں اور بُزدلی سے تیری پناہ مانگتا ہُوں اور مَیں اِس بات سے تیری پناہ مانگتا ہُوں کہ مجھے ناکارہ عمر کی طرف پہنچا دیا جائے اور دُنیا کے فِتنوں سے اور عذابِ قبر سے تیری پناہ مانگتا ہُوں" [3]

حضرت حارث بن نوفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیں مر جانے والے کے لیے یہ دُعا سکھائی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاِخْوَانِنَا وَاَخَوَاتِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِنَا وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِنَا اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَبْدُکَ فُلَانُ ابْنُ فُلَانٍ وَّلَا نَعْلَمُ اِلَّا خَیْرًا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ" اے اللہ! ہمارے بھائی اور بہنوں کی مغفرت فرما اور ہمارے آپس کے تعلقات کو ٹھیک فرما اور ہمارے دِلوں میں ایک دُوسرے کی محبت پیدا فرما اے اللہ! یہ تیرا بندہ فلاں بن فلاں ہے۔ ہمیں تو یہی معلوم ہے کہ یہ بہت نیک تھا اور آپ اِسے ہم سے زیادہ جانتے ہیں آپ ہماری اور اس کی مغفرت فرما دیں" اپنی جماعت میں مَیں سب سے چھوٹا تھا مَیں نے عرض کیا

(۱) اخرجہ الطبرانی کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۸۹) (۲) اخرجہ عبداللہ بن احمد فی زوائدہ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۱۹۴)
(۳) اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۷)

اگر مجھے اس کی کوئی نیکی معلوم نہ ہو تو؟ حضورؐ نے فرمایا تو تم وہی کہو جو تمہیں معلوم ہے۔[1]

حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رمضان شریف آتا تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہمیں دُعا کے یہ کلمات سکھاتے تھے اَللّٰھُمَّ سَلِّمْنِی لِرَمَضَانَ وَسَلِّمْ رَمَضَانَ لِیْ وَسَلِّمْہُ لِیْ مُتَقَبَّلًا ترجمہ "اے اللہ! مجھے رمضان کے لئے صحیح سالم رکھ اور رمضان کو میرے لئے صحیح سالم رکھ (یعنی چاند وقت پر نظر آئے بادل وغیرہ نہ ہوں) اور پھر اسے قبول بھی فرما۔"

حضرت سلامہ کندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر درود پڑھنے کے لئے یہ کلمات سکھاتے تھے اَللّٰھُمَّ دَاحِیَ الْمَدْحُوَّاتِ وَبَارِیَٔ الْمَسْمُوْکَاتِ وَجَبَّارَ الْقُلُوْبِ عَلٰی فِطْرَتِھَا شَقِیِّھَا وَسَعِیْدِھَا اِجْعَلْ شَرَائِفَ صَلَوَاتِکَ وَنَوَامِیَ بَرَکَاتِکَ وَرَأْفَۃَ تَحَنُّنِکَ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ الْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ وَالْفَاتِحِ لِمَا اُغْلِقَ وَالْمُعْلِنِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ وَالدَّامِغِ لِجَیْشَاتِ الْاَبَاطِیْلِ کَمَا حُمِّلَ فَاضْطَلَعَ بِاَمْرِکَ بِطَاعَتِکَ مُسْتَوْفِزًا فِیْ مَرْضَاتِکَ غَیْرَ نَکِلٍ عَنْ قَدَمٍ وَّلَا وَھْنٍ فِیْ عَزْمٍ وَاعِیًا لِوَحْیِکَ حَافِظًا لِعَھْدِکَ مَاضِیًا عَلٰی نَفَاذِ اَمْرِکَ حَتّٰی اَوْرٰی قَبَسًا لِقَابِسٍ بِہٖ ھُدِیَتِ الْقُلُوْبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ وَالْاِثْمِ وَاَبْھَجَ مُوْضِحَاتِ الْاَعْلَامِ وَمُنِیْرَاتِ الْاِسْلَامِ وَنَائِرَاتِ الْاَحْکَامِ فَھُوَ اَمِیْنُکَ الْمَاْمُوْنُ وَخَازِنُ عِلْمِکَ الْمَخْزُوْنِ وَشَھِیْدُکَ یَوْمَ الدِّیْنِ وَبَعِیْثُکَ نِعْمَۃً وَرَسُوْلُکَ بِالْحَقِّ رَحْمَۃً اَللّٰھُمَّ افْسَحْ لَہٗ مُفْسَحًا فِیْ عَدْنِکَ وَاجْزِہٖ مُضَاعَفَاتِ الْخَیْرِ مِنْ فَضْلِکَ مُھَنَّآتٍ غَیْرَ مُکَدَّرَاتٍ مِنْ فَوْزِ ثَوَابِکَ الْمَعْلُوْلِ وَجَزِیْلِ عَطَائِکَ الْمَخْزُوْنِ اَللّٰھُمَّ اَعْلِ عَلٰی بِنَاءِ النَّاسِ بِنَاءَہٗ وَاَکْرِمْ مَثْوَاہُ لَدَیْکَ وَنُزُلَہٗ وَاَتْمِمْ لَہٗ نُوْرَہٗ وَاجْزِہٖ مِنِ ابْتِعَاثِکَ لَہٗ مَقْبُوْلَ الشَّھَادَۃِ وَمَرْضِیَّ الْمَقَالَۃِ ذَا مَنْطِقٍ عَدْلٍ وَکَلَامٍ فَصْلٍ وَحُجَّۃٍ وَبُرْھَانٍ عَظِیْمٍ ترجمہ "اے اللہ! اے بچھی ہوئی زمینوں کے بچھانے والے! بلند آسمانوں کے پیدا کرنے والے! بد بخت اور نیک بخت دلوں کو اُن کی فطرت پر پیدا کرنے والے! اپنی معظم رحمتیں، بڑھنے والی برکتیں اور اپنی خاص مہربانی اور شفقت حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر نازل فرما جو کہ تیرے بندے اور رسول ہیں اور جو نبوّتیں پہلے گزر چکی ہیں ان کے لئے مہر ہیں اور بند سعادتوں کو کھولنے والے ہیں اور صحیح طریقے سے حق کی مدد کرنے والے ہیں اور جس طرح انہیں ذمہ داری دی گئی اس طرح انہوں نے باطل کے لشکروں کو نیست و نابود کر دیا اور تیری اطاعت کے لئے تیرے حکم کو لے کر کھڑے ہو گئے اور تجھے خوش کرنے کے لئے ہر دم مستعد رہے۔ انہوں نے آگے بڑھنے میں بالکل سستی نہ کی اور نہ عزم و ارادہ میں کچھ کمزوری ظاہر کی تیری وحی کو خوب یاد کیا اور

(۱) اخرجہ ابو نعیم عن عبداللہ بن حشّہ بن نوفل کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۳) (۲) اخرجہ الطبرانی فی الدعا والدیلمی وسندہ حسن کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۳۲۳)

تیرے عہد کی حفاظت کی اور تیرے ہر حکم کو نافذ کیا یہاں تک کہ روشنی لینے والوں کے لئے نورِ اسلام کا شعلہ روشن کر دیا۔ آپؐ ہی کے ذریعہ دِلوں کو فتنوں اور گناہوں میں غوطے کھانے کے بعد ہدایت ملی اور آپؐ نے کھلی اور واضح نشانیوں کو، اسلام کے روشن دلائل کو اور منور احکام کو خوب اچھی طرح واضح کر دیا وہ تیرے معصوم اور محفوظ امین ہیں اور تیرے علمی خزانے کے خزانچی اور محافظ ہیں اور قیامت کے دِن تیرے گواہ ہیں تو نے انہیں نعمت بنا کر بھیجا ہے اور وہ تیرے سچے رسُول ہیں جو رحمت بن کر آئے ہیں اے اللہ! اپنی جنّت عدن میں ان کو خوب کشادہ جگہ عطا فرما اور اپنے بار بار دیئے جانے والے ثواب میں سے اور اپنی بڑی عطا کے خزانوں میں سے خوب بڑھا کر صاف ستھری جزا انہیں عطا فرما۔ اے اللہ! ان کی عمارت کو تمام لوگوں کی عمارت سے اونچا فرما اور اپنے ہاں ان کے ٹھکانے اور مہمانی کو خوب عمدہ فرما اور اپنے نور کو ان کے لئے پُورا فرما اور تُو ان کو یہ بدلہ دے کہ جب ان کو قیامت کے دِن اُٹھائے تو اُن کی گواہی قبول ہو اور ان کی بات تیری پسند کے مطابق ہو اور عدل و انصاف والی ہو اور ان کا کلام صحیح اور غلط میں تمیز کرنے والا ہو اور وہ مضبوط حجت اور بڑی دلیل والے ہوں [1]

مدینہ منورہ آنے والے مہمانوں کو سکھانا

حضرت شہاب بن عبّاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قبیلہ عبدالقیس کا جو وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا تھا اُن میں سے ایک صاحب کو اپنے سفر کی تفصیل بتاتے ہُوئے اِس طرح سُنا کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے آپؐ ہمارے آنے سے بہت زیادہ خوش ہُوئے۔ جب ہم حضورؐ کی مجلس والوں تک پہنچ گئے تو اُنہوں نے ہمارے لیئے کشادہ جگہ بنادی۔ ہم وہاں بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے ہمیں خوش آمدید کہا اور ہمیں دُعا دی پھر ہماری طرف دیکھ کر فرمایا تمہارا سردار اور ذمّہ دار کون ہے؟ ہم سب نے منذر بن عائذ کی طرف اشارہ کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا یہ اَشَجّ سردار ہے (اَشَجّ اُسے کہتے ہیں جس کے سر یا چہرے پر کسی زخم کا نشان ہو) ان کے چہرے پر گدھے کے کھُر لگنے کے زخم کا نشان تھا اور یہ سب سے پہلا دِن تھا جس میں ان کا نام اَشَجّ پڑا۔ یہ باقی لوگوں سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اُنہوں نے اپنے وفد کی سواریوں کو باندھا اور ان کا سامان سنبھالا پھر اپنا بیگ نکالا اور سفر کے کپڑے

[1] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط و ابونعیم فی عوالی سعید بن منصور کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۴) قال ابن کثیر فی تفسیرہ (ج ۳ ص ۵۰۹) ہٰذا مشہور من کلام علی رضی اللہ عنہ وقد تکلم علیہ ابن قتیبۃ فی مشکل الحدیث وکذا ابوالحسن احمد بن فارس اللغوی فی جزء جمعہ فی فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ان فی اسنادہ نظرہ قد روی الحافظ ابوالقاسم الطبرانی ہٰذا الاثر۔ انتہی

اُتار کر نئے کپڑے پہنے پھر وہ حضورؐ کی طرف آئے اُس وقت حضورؐ نے پاؤں پھیلا کر تکیہ لگا رکھا تھا جب حضرت اَشجؓ حضورؐ کے قریب پہنچے تو لوگوں نے اُن کے لیئے جگہ بنا دی اور یُوں کہا اے اَشج! یہاں بیٹھ جاؤ۔ حضورؐ پاؤں سمیٹ کر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا اے اَشج یہاں آجاؤ چنانچہ وہ حضورؐ کے دائیں طرف آرام سے بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے اُنہیں خوش آمدید کہا اور بہت شفقت اور مہربانی کا معاملہ کیا پھر حضورؐ نے اُن سے اُن کے علاقے کے بارے میں پُوچھا اور ہجر کی ایک ایک بستی صفا، مُشقر وغیرہ کا نام لیا۔ حضرت اَشجؓ نے کہا یارسُولَ اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ تو ہماری بستیوں کے نام ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں تمہارے علاقے میں گیا ہُوں اور مَیں نے خوب گھُوم پھر کر دیکھا ہے۔ پھر حضورؐ نے انصار کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اپنے اِن بھائیوں کا اِکرام کرو کیونکہ یہ تمہاری طرح مُسلمان بھی ہیں لیکن ان کے بالوں اور کھال کی رنگت تم سے بہت زیادہ مِلتی جُلتی ہے۔ اپنی خوشی سے اِسلام لائے ہیں ان پر زبردستی نہیں کرنی پڑی اور یہ بھی نہیں کہ مسلمانوں کے لشکر نے حملہ کر کے ان پر غلبہ پالیا ہو اور ان کا تمام مال مالِ غنیمت بنالیا ہو یا انہوں نے اسلام سے اِنکار کیا ہو اور انہیں قتل کیا گیا ہو (وہ وفد انصار کے ہاں رہا) پھر حضورؐ نے اس وفد سے پُوچھا تم نے اپنے بھائیوں کے اِکرام اور مہمانی کو کیسا پایا؟ اُنہوں نے کہا یہ ہمارے بہت اچھے بھائی ہیں انہوں نے رات کو ہمیں نرم نرم بستروں پر سُلایا اور عمدہ کھانے کھلائے اور صبح کو ہمیں ہمارے ربّ کی کتاب اور ہمارے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی سُنّتیں سکھائیں۔ حضورؐ کو انصار کا یہ رویہ بہت پسند آیا اور آپؐ اس سے بہت خوش ہُوئے اور پھر آپؐ نے ہم میں سے ہر ایک کی طرف توجہ فرمائی اور ہم نے جو کچھ سیکھا سکھایا تھا اس کا اندازہ لگایا تو ہم میں سے کسی نے اَلتَّحِیَّاتُ سیکھ لی تھی، کسی نے سُورت فاتحہ، کسی نے ایک سُورت، کسی نے دو سُورتیں، کسی نے ایک سُنّت اور کسی نے دو سُنّتیں۔ آگے لمبی حدیث ذکر کی ہے[1]

حضرت ابُوسعید خُدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے پاس بیٹھے ہُوئے تھے کہ اِتنے میں آپؐ نے فرمایا تمہارے پاس عبد القیس کا وفد آرہا ہے لیکن ہمیں کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ واقعی وہ وفد پہنچ گیا۔ اُنہوں نے آکر حضورؐ کو سلام کیا۔ حضورؐ نے ان سے پُوچھا کہ تمہارے توشہ کی کھجوروں میں سے کچھ باقی ہے؟ اُنہوں نے کہا جی ہاں پھر حضورؐ کے ارشاد فرمانے پر چمڑے کا ایک دسترخوان بچھا دیا گیا اور

---

(۱) اخرجہ الامام احمد (ج ۴ ص ۲۰۶) قال المنذری فی الترغیب (ج ۴ ص ۱۵۲) وہذا الحدیث بطولہ رواہ احمد باسناد صحیح وقال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۷۸) ورجالہ ثقات

اُنہوں نے اپنی پکی ہُوئی کھجُوریں اس پر ڈال دیں حضورؐ نے اپنے صحابہؓ کو جمع فرمالیا اور اُس وفد سے مختلف کھجُوروں کے بارے میں فرمانے لگے تم اِس کھجُور کو بَرنی اور اسے یہ اور اسے یہ کہتے ہو۔ اُنہوں نے کہا جی ہاں پھر آپؐ نے اس وفد کو تقسیم کر دیا کہ (مدینے کے رہنے والے) مسلمان ان میں سے ایک ایک کو لے جائیں اور اپنے ہاں ٹھہرائیں اور انہیں قرآن و حدیث پڑھائیں اور نماز سکھائیں۔ ایک ہفتہ وہ یوں ہی سیکھتے رہے پھر حضورؐ نے سارے وفد کو بُلایا (اور ان کا اِمتحان لیا) تو آپؐ نے دیکھا کہ ابھی پُورا سیکھے اور سمجھے نہیں ہیں کچھ کمی ہے پھر انہیں دوسرے مسلمانوں کے حوالے کردیا اور ایک ہفتہ ان کے ہاں رہنے دیا پھر انہیں بُلایا (اور ان کا امتحان لیا) تو دیکھا کہ اُنہوں نے سب کچھ پڑھ لیا ہے اور پُوری طرح سمجھ لیا ہے پھر اس وفد نے عرض کیا یارسُولَ اللہ! اللہ نے ہمیں بڑی خیر سکھادی ہے اور دِین کی سمجھ عطا فرمادی ہے۔ اب ہم اپنے علاقے کو جانا چاہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا ضرور چلے جاؤ پھر ان لوگوں نے کہا کہ ہم اپنے علاقے میں جو شراب پیتے ہیں اگر ہم اس کے بارے میں حضورؐ سے پُوچھ لیں۔ اِس کے بعد آگے حدیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے کدو کے تُونبے اور درخت کی کھوکھلی جڑ سے بنائے ہُوئے برتن اور روغنی مرتبان میں نَبیذ بنانے سے منع فرمایا[1]

دورانِ سفر عِلم حاصل کرنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نَو سال مدینہ منورہ میں رہے اور اِس عرصہ میں آپؐ نے کوئی حج نہیں کیا۔ پھر آپؐ نے لوگوں میں اعلان کروایا کہ اللہ کے رسُول صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم اِس سال حج کریں گے تو بہت سارے لوگ مدینہ منورہ آگئے۔ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ وہ حضورؐ کی اِقتداء کرے اور وہی کام کرے جو حضورؐ کریں۔ جب ذِلقعدہ میں پانچ دِن باقی رہ گئے تو آپؐ حج کے لیئے تشریف لے چلے۔ ہم بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ جب آپؐ ذوالحلیفہ پہنچے تو حضرت اَسماء بنتِ عُمَیس رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما پیدا ہُوئے۔ اُنہوں نے حضورؐ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ مَیں اب کیا کروں؟ حضورؐ نے فرمایا پہلے غُسل کرو پھر کسی کپڑے کی لنگوٹی باندھ لو پھر احرام باندھ لو اور اُونچی آواز سے لبیک کہو۔ پھر حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم وہاں سے تشریف لے چلے یہاں تک کہ جب آپؐ کی اُونٹنی آپؐ کو لے کر بیداء نامی اُونچے مقام پر پہنچی تو آپؐ نے اِن الفاظ سے لبیک پڑھی لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ

[1] اخرجہ عبد الرزاق کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۴۲)

لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ" اے اللہ حاضر ہُوں حاضر ہُوں حاضر ہُوں تیرا کوئی شریک نہیں حاضر ہُوں۔ تمام تعریفیں، تمام نعمتیں اور ساری بادشاہت تیرے لیئے ہے تیرا کوئی شریک نہیں" اور لوگوں نے بھی لبیک پڑھی اور کچھ لوگ ذاالمعارج جیسے کلمات پڑھ رہے تھے اور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سُن رہے تھے لیکن آپؐ نے اُن سے کچھ نہ فرمایا پھر میں نے حضورؐ کے سامنے نگاہ ڈالی تو مجھے حدنگاہ تک آدمی ہی آدمی نظر آئے۔ کوئی سوار تھا کوئی پیدل اور یہی حال آپؐ کے دائیں بائیں اور پیچھے تھا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم ہمارے درمیان تھے۔ آپؐ پر قرآن نازل ہوتا تھا۔ آپؐ اِس کی تفسیر بھی جانتے تھے اور قرآن پر جیسا عمل آپؐ کرتے تھے ویسا ہم بھی کرتے تھے۔ آگے اور حدیث بھی ذکر کی ہے آئندہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے خطباتِ حج کے عنوان کے ذیل میں حضورؐ کے صحابہ کرام کو سفرِ حج میں سکھانے کے واقعات آجائیں گے اور جہاد میں نکل کر سیکھنے سکھانے کے باب میں اس باب کے کچھ واقعات گزر چکے ہیں۔

حضرت جابر بن ازرق غاضری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی خدمت میں سواری پر اپنا سامان لے کر حاضر ہُوا۔ میں آپؐ کے ساتھ ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ ہم منزل پر پہنچ گئے۔ حضورؐ نے سواری سے اُتر کر چمڑے کے ایک خیمے میں قیام فرمایا اور آپؐ کے خیمے کے دروازے پر تیس کوڑے بردار آدمی کھڑے ہو گئے ایک آدمی مجھے دھکے دینے لگا۔ میں نے کہا اگر تم مجھے دھکے دو گے تو میں بھی تمہیں دھکے دوں گا اور اگر تم مجھے مارو گے تو میں بھی تمہیں ماروں گا۔ اُس آدمی نے کہا او سب سے بُرے آدمی! میں نے کہا اللہ کی قسم! تم مجھ سے زیادہ بُرے ہو۔ اُس نے کہا کیسے؟ میں نے کہا میں اطرافِ یمن سے اِس لیئے آیا ہوں تاکہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے حدیثیں سُنوں اور واپس جاکر اپنے پیچھے والوں کو وہ ساری حدیثیں سناؤں اور تم مجھے روکتے ہو۔ اُس آدمی نے کہا تم نے ٹھیک کہا اللہ کی قسم! واقعی میں تم سے زیادہ بُرا ہُوں۔ پھر حضورؐ سواری پر سوار ہُوئے اور منیٰ میں جمرہ عقبہ کے پاس سے لوگ آپؐ کے ساتھ چمٹنے لگے اور ان کی تعداد بڑھتی گئی۔ یہ سب لوگ حضورؐ سے مختلف باتیں پُوچھنا چاہتے تھے لیکن تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے کوئی بھی آپؐ تک پہنچ نہیں سکتا تھا۔ اتنے میں ایک آدمی آیا جس نے اپنے بال کتْروا رکھے تھے۔ اُس نے عرض کیا یارسُول اللہ! میرے لیئے دُعائے رحمت فرمادیں۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ بال مُنڈوانے والوں پر رحمت نازل فرمائے۔ اس آدمی نے پھر کہا میرے لیئے دُعائے رحمت فرمادیں۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ بال مُنڈوانے والوں پر رحمت نازل فرمائے۔ اُس آدمی نے پھر کہا میرے لیئے دُعائے رحمت فرمادیں۔ حضورؐ نے

فرمایا اللہ بال منڈوانے والوں پر رحمت نازل فرمائے۔ یہ دُعا آپؐ نے تین مرتبہ فرمائی تو وہ آدمی گیا اور جاکر اُس نے اپنے بال مُنڈوا دیئے۔ اِس کے بعد مجھے جو بھی نظر آیا اُس کے بال مُنڈے ہوئے تھے[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (التوبہ آیت ۱۲۲)

ترجمہ "اور (ہمیشہ کے لیئے) مسلمانوں کو یہ (بھی) نہ چاہیئے کہ (جہاد کے واسطے) سب کے سب (ہی) نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت (جہاد میں) جایا کرے تاکہ باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ یہ لوگ اپنی (اس) قوم کو جبکہ وہ ان کے پاس واپس آویں ڈراویں تاکہ وہ (ان سے دین کی باتیں سُن کر بُرے کاموں سے) احتیاط رکھیں" اس کی تفسیر کے بارے میں علامہ ابن جریر فرماتے ہیں کہ اِس آیت کی تفسیر میں علماء کے مختلف اقوال ہیں لیکن اِن میں سب سے زیادہ ٹھیک قول اُن علماء کا ہے جو فرماتے ہیں کہ جہاد کے لیئے نکلنے والی چھوٹی جماعت سفر جہاد میں دین کی سمجھ بُوجھ حاصل کرکے آئیں گے کیونکہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ دُشمنوں اور کُفار کے خلاف اپنے دِین والوں کی اور اپنے رسُولؐ کے صحابہؓ کی مدد فرماتے ہیں تو اِس طرح حقیقتِ اِسلام اور اس کے تمام دینوں پر غلبہ پانے کا عِلم ان نکلنے والوں کو بھی حاصل ہو جائے گا جن کو پہلے سے یہ علم حاصل نہیں تھا۔ اور جب یہ لوگ اپنی قوم میں جاکر ان کو اللہ کی اس غیبی مدد کے واقعات سُنائیں گے جس کی وجہ سے مُسلمان کافر مُشرکوں پر غالب آئے اور اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے کافروں پر اللہ کے عذاب اُترنے کے عینی مُشاہدہ کے واقعات سُنائیں گے تو باقی ماندہ لوگ اِن واقعات کو سُن کر بُرے کاموں سے اور زیادہ احتیاط کرنے لگیں گے اور ان کا اللہ اور رسولؐ پر ایمان اور زیادہ بڑھ جائے گا[2]

جہاد اور عِلم کو جمع کرنا

حضرت ابُوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ غزوے میں جایا کرتے تھے اور ایک دو آدمی حضور صَلّی اللہ عَلَیہِ وَسَلّم کی حدیثیں سُننے اور یاد رکھنے کے لئے چھوڑ جاتے تھے جب ہم غزوے سے واپس آتے تو وہ حضورؐ کی بیان کردہ تمام حدیثیں ہمیں سُنا دیتے اور ان سے سُننے کی بُنیاد پر ہم حدیث آگے بیان کرتے وقت یُوں کہہ دیتے کہ حضورؐ نے فرمایا[3]

(۱) اخرجہ ابونعیم کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۴۹) واخرجہ ابن مندہ وقال غریب لایعرف الابھذا الاسناد کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۲)
(۲) قالہ ابن جریر (ج ۱۱ ص ۵۱) (۳) اخرجہ ابن ابی خیثمۃ وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۰)

کمائی اور علم کو جمع کرنا

حضرت ثابت بُنانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار کے ستر آدمی ایسے تھے جو رات ہوتے ہی اپنے ایک معلم کے پاس مدینہ میں چلے جاتے اور رات بھر اس سے قرآن پڑھتے رہتے اور صبح کو ان میں سے جو طاقتور اور صحت مند ہوتے وہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور پینے کا میٹھا پانی بھر کر لاتے اور جن کے پاس مال کی گنجائش ہوتی وہ بکری ذبح کر کے اس کا گوشت بناتے اور گوشت کے ٹکڑے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجروں پر ٹانک دیتے۔ جب حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ کو (مکہ میں) شہید کر دیا گیا تو ان ستر آدمیوں کو حضورؐ نے بھیجا ان میں میرے ماموں حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ قبیلہ بنو سُلیم کے ایک قبیلے کے پاس آئے۔ حضرت حرامؓ نے اس جماعت کے امیر سے کہا کیا میں جا کر ان لوگوں کو یہ نہ بتا دوں کہ ہم ان سے لڑنے کے ارادے سے نہیں آئے؟ اس طرح وہ ہمیں چھوڑ دیں گے۔ جماعت والوں نے کہا ٹھیک ہے، چنانچہ حضرت حرامؓ نے جا کر ان لوگوں کو یہ بات کہی۔ اس پر ایک آدمی نے انہیں ایسا نیزہ مارا جو پار نکل گیا۔ جب حضرت حرامؓ نے دیکھا کہ نیزہ پیٹ میں پہنچ گیا ہے تو انہوں نے کہا اللہ اکبر رب کعبہ کی قسم! میں تو کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد وہ قبیلہ والے ان تمام حضرات پر ٹوٹ پڑے اور سب کو قتل کر دیا اور ایک بھی باقی نہ رہا جو واپس جا کر حضورؐ کو خبر کر سکے۔ اس جماعت کی شہادت پر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنا غمگین دیکھا اتنا کسی جماعت پر نہیں دیکھا، چنانچہ میں نے دیکھا کہ حضورؐ جب بھی فجر کی نماز پڑھتے تو ہاتھ اٹھا کر اس قبیلے کے لیے بددعا کرتے۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چند لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہا ہمارے ساتھ چند آدمی بھیج دیں جو ہمیں قرآن و سنت سکھائیں چنانچہ حضورؐ نے ان کے ساتھ انصار کے ستر آدمی بھیج دیئے جن کو (حافظ قرآن ہونے کی وجہ سے) قُرّاء کہا جاتا تھا ان میں میرے ماموں حضرت حرام رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ لوگ قرآن پڑھتے تھے اور رات کو ایک دوسرے سے سنتے سناتے تھے اور علم حاصل کرتے تھے اور دن میں پانی لا کر مسجد میں رکھ دیتے اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور انہیں بیچ کر اہل صفہ اور فقراء صحابہ کے لیے کھانا خرید کر لاتے۔ حضورؐ نے ان حضرات کو ان لوگوں کے پاس بھیج دیا

(۱) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۲۳)

وہ لوگ ان کے آڑے آئے اور انہیں اس جگہ پہنچنے سے پہلے ہی قتل کر دیا تو ان لوگوں نے کہا اے اللہ! ہماری طرف سے ہمارے نبیؐ کو یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم تیرے پاس پہنچ گئے ہیں اور ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہے اور پیچھے سے آکر میرے ماموں حضرت حرامؓ کو ایک آدمی نے ایسا نیزہ مارا جو پار نکل گیا۔ حضرت حرامؓ نے کہا ربِّ کعبہ کی قسم! میں تو کامیاب ہو گیا۔ حضورؐ نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تمہارے بھائی شہید کر دیئے گئے ہیں اور انہوں نے یہ دُعا مانگی ہے کہ اے اللہ! ہماری طرف سے ہمارے نبیؐ کو یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم تیرے پاس پہنچ گئے ہیں اور ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہے[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی ہم دونوں قبیلہ بنو اُمیّہ بن زید کے محلہ میں رہتے تھے جو کہ مدینہ کے علاقہ عوالی میں تھا اور ہم دونوں باری باری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاتے تھے۔ ایک دن وہ جاتا اور ایک دن میں۔ جب میں جاتا تو اُس دن کی وحی وغیرہ کی تمام خبریں لاکر میں اُس انصاری کو سُنا دیتا۔ جب وہ جاتا تو وہ آکر اُس دن کی تمام خبریں مجھے سُنا دیتا چنانچہ میرا انصاری ساتھی اپنی باری والے دن حضورؐ کی خدمت میں گیا اور واپس آکر اُس نے بہت زور سے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور زور سے کہا کیا عمر اندر ہیں؟ میں گھبرا کر اس کے پاس باہر آیا۔ اُس نے کہا بہت بڑی بات پیش آگئی ہے (کہ حضورؐ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے) میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو وہ رو رہی تھیں۔ میں نے پُوچھا کیا تم سب کو حضورؐ نے طلاق دے دی ہے؟ اُنہوں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور میں نے کھڑے کھڑے عرض کیا کیا آپ نے اپنی عورتوں کو طلاق دے دی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں، میں نے (خوشی سے) کہا اللہ اکبر[2]

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم سب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حدیث نہیں سُنی کیونکہ ہماری جائیداد اور دُنیاوی مشاغل بھی تھے (جن کو وقت دینا پڑتا تھا) اور اس زمانے میں لوگ جھوٹ نہیں بولتے تھے اس لئے جو مجلس میں حاضر ہو کر حضورؐ سے حدیث سُن لیتا وہ غائب کو سُنا دیتا[3] حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے ہر حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سُنی (کچھ سُنی ہیں اور کچھ نہیں سُنی ہیں) ہم لوگ اُونٹ چرانے میں مشغول رہتے تھے ہمارے ساتھی حضورؐ سے حدیث سنتے تھے پھر وہ ہمیں سُنا دیا کرتے تھے[4]

[1] عند ابن سعد (ج ۳ ص ۵۱۴) [2] اخرجه البخاری (ج ۱ ص ۱۹) [3] اخرجه الحاکم فی المستدرک (ج ۱ ص ۱۲۷) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه ووافقه الذہبی [4] اخرجه الحاکم ایضاً فی معرفة علوم الحدیث (ص ۱۴) وہکذا اخرجه احمد ورجاله رجال الصحیح کما قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۵۴) واخرجه ابونعیم بمعناه کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۸)

حضرت ابو انس مالک بن ابی عامر اصبحی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ اتنے میں ایک آدمی ان کے پاس اندر آیا اور اس نے کہا اے ابو محمد! اللہ کی قسم ہمیں معلوم نہیں کہ یہ یمنی آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ جانتا ہے یا آپ لوگ؟ یہ تو حضورؐ کی طرف سے ایسی باتیں نقل کرتے ہیں جو حضورؐ نے نہیں فرمائی ہیں۔ وہ آدمی یہ بات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہہ رہا تھا۔ حضرت طلحہؓ نے فرمایا اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ انہوں نے (یعنی حضرت ابو ہریرہؓ نے) حضورؐ سے وہ حدیثیں سنی ہیں جو ہم نے نہیں سنیں اور انہیں حضورؐ کے وہ حالات معلوم ہیں جو ہمیں معلوم نہیں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم مالدار لوگ تھے ہمارے گھر اور بال بچے تھے۔ ہم حضورؐ کی خدمت میں صبح و شام حاضری دیتے تھے اور پھر واپس چلے جاتے حضرت ابو ہریرہؓ مسکین آدمی تھے نہ ان کے پاس مال تھا اور نہ اہل و عیال۔ انہوں نے اپنا ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے رکھا تھا۔ جہاں حضورؐ تشریف لے جاتے یہ ساتھ جاتے، اس لیے ہمیں اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ انہیں وہ کچھ معلوم ہے جو ہمیں معلوم نہیں اور انہوں نے وہ کچھ سن رکھا ہے جو ہم نے نہیں سنا اور ہم میں سے کوئی بھی ان پر یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ انہوں نے اپنے پاس سے بناکردہ باتیں حضورؐ کی طرف سے بیان کی ہیں جو حضورؐ نے نہیں فرمائی ہیں۔[1]

کمائی سے پہلے دین سیکھنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارے اس بازار میں وہی کاروبار کرے جس نے دین کی سمجھ حاصل کرلی ہو۔[2]

آدمی کا اپنے گھر والوں کو سکھانا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (سورت تحریم آیت ۶) ترجمہ "تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ" کے بارے میں فرمایا اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خیر والے اعمال سکھاؤ۔[3] ایک روایت میں یہ ہے کہ انہیں تعلیم دو اور ادب سکھاؤ۔[4]

(۱) اخرجہ الحاکم فی المستدرک (ج ۳ ص ۵۱۲) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ (۲) اخرجہ الترمذی کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۲۱۸) (۳) اخرجہ الحاکم وھو علی شرطہما کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۸۵) (۴) اخرجہ الطبری فی تفسیرہ (ج ۲۸ ص ۱۰۷)

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم چند ہم عمر نوجوان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم آپؐ کے ہاں بیس دن ٹھہرے پھر آپؐ کو اندازہ ہوا کہ ہمارے دلوں میں گھر جانے کا شوق پیدا ہو گیا ہے تو آپؐ نے ہم سے پوچھا کہ گھر کن کن کو چھوڑ آئے ہو؟ آپؐ بہت شفیق، نرم اور رحمدل تھے، اس لیے آپؐ نے فرمایا اپنے گھر واپس چلے جاؤ اور انہیں (جو سیکھا ہے وہ) سکھاؤ اور انہیں (نیک اعمال کا) حکم دو اور جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے ویسے نماز پڑھو اور جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے کوئی ایک اذان دے دیا کرے اور جو تم میں سب سے بڑا ہو وہ تمہاری امامت کیا کرے۔[1]

دینی ضرورت کی وجہ سے دشمنوں کی زبان وغیرہ سیکھنا

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو مجھے حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! یہ لڑکا قبیلہ بنو نجار کا ہے اور جتنا قرآن آپ پر نازل ہو چکا ہے اس میں سے سترہ سورتیں پڑھ چکا ہے۔ چنانچہ میں نے حضورؐ کو قرآن پڑھ کر سنایا جو حضورؐ کو بہت پسند آیا تو آپؐ نے فرمایا اے زید! تم میرے لیے یہود کی لکھائی سیکھ لو کیونکہ اللہ کی قسم! مجھے لکھائی کے بارے میں یہود پر کوئی اطمینان نہیں ہے چنانچہ میں نے یہود کی زبان کو اور ان کی لکھائی کو سیکھنا شروع کر دیا مجھے آدھا مہینہ نہیں گزرا تھا کہ میں ان کی زبان کا ماہر ہو گیا، چنانچہ پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہود کے نام خطوط لکھا کرتا اور جب یہود حضورؐ کے نام خط لکھ کر بھیجتے تو میں حضورؐ کو پڑھ کر سناتا۔[2] حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کیا تم سریانی زبان اچھی طرح جانتے ہو؟ کیونکہ میرے پاس سریانی زبان میں خط آتے ہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا اسے سیکھ لو، چنانچہ میں نے سترہ دنوں میں سریانی زبان اچھی طرح سیکھ لی۔[3]

حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا میرے پاس (یہود کے) خطوط آتے ہیں میں نہیں چاہتا کہ ہر آدمی انہیں پڑھے کیا تم عبرانی یا سریانی زبان کی لکھائی سیکھ سکتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں، چنانچہ میں نے وہ زبان سترہ دنوں میں اچھی طرح سیکھ لی۔[4]

---

(۱) اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۳۲) (۲) اخرجہ ابو یعلیٰ وابن عساکر (۳) عند ہما ایضا وابن ابی داؤد (۴) عند ابن ابی داؤد وابن عساکر ایضا کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۱۸۵) واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۱۴) عن زید نحوہ۔

حضرت عمر بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے سو غلام تھے۔ ان میں سے ہر غلام الگ زبان میں بات کرتا تھا اور حضرت ابن زبیرؓ ان میں سے ہر ایک سے اُسی کی زبان میں بات کرتے تھے۔ میں جب ان کے دُنیاوی مشاغل پر نگاہ ڈالتا تو ایسے لگتا کہ جیسے کہ ان کا پلک جھپکنے کے بقدر بھی آخرت کا ارادہ نہیں ہے اور میں جب اُن کی آخرت والے اعمال کی مشغولی پر نگاہ ڈالتا تو ایسے لگتا کہ جیسے کہ اُن کا پلک جھپکنے کے بقدر بھی دُنیا کا ارادہ نہیں ہے۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ستاروں کا اِتنا علم حاصل کرو جس سے تم خشکی اور سمندر میں صحیح راستہ معلوم کر سکو اِس سے زیادہ نہ حاصل کرو۔[2] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ستاروں کا اتنا علم حاصل کرو جس سے تم راستہ معلوم کر سکو اور نسب بھی اتنے معلوم کرو جس سے تم صلہ رحمی کر سکو۔[3]

حضرت صَعصَعَہ بن صُوحان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور اُس نے کہا اے امیرُالمؤمنین! آپ یہ آیت کس طرح پڑھتے ہیں لَا یَاکُلُہٗ اِلَّا الْخَاطِوْنَ (اِس کا ترجمہ یہ ہے اسے صرف قدم اُٹھانے والے کھائیں گے) اشکال یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی قسم اقدم تو ہر آدمی اُٹھاتا ہے۔ یہ سُن کر حضرت علیؓ مُسکرائے اور فرمایا یہ آیت اِس طرح ہے لَا یَاکُلُہٗ اِلَّا الْخَاطِؤُوْنَ اِس کا ترجمہ یہ ہے "یہ کھانا نافرمان لوگ ہی کھائیں گے"۔ اُس دیہاتی نے کہا آپ نے ٹھیک فرمایا اے امیرُالمؤمنین! اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ اپنے بندے کو یُونہی (دوزخ میں) جانے دیں۔ حضرت علیؓ نے حضرت ابُوالاَسْوَد دُؤَلِی کی طرف مُتوجّہ ہو کر فرمایا اب تو تمام عجمی لوگ اللہ کے دین میں داخل ہو گئے ہیں اِس لئے تم ان کے لئے ایسی علامتیں مقرر کرو جن سے وہ اپنی زبان سے صحیح قرأت کر سکیں چنانچہ انہوں نے اس کے لئے رفع، نصب اور جر کی اصطلاحات مقرر کیں (جو علم نحو میں پڑھائی جاتی ہیں۔ اِس طرح عربی کے علم نحو کی ابتداء ہوئی)۔[4]

اِمام کا اپنے کسی ساتھی کو لوگوں کے سکھانے کے لئے چھوڑ کر جانا

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم مکہ سے حُنین تشریف لے گئے تو اپنے پیچھے حضرت مُعاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ کو مکہ والوں پر امیر بنا کر چھوڑ گئے اور انہیں

(۱) اخرجہ الحاکم فی المستدرک (ج ۳ ص ۵۴۹) وابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۳۴) (۲) اخرجہ ابن ابی شیبۃ وابن عبد البر فی العلم (۳) عند ہناد کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۲) (۴) اخرجہ البیہقی وابن عساکر وابن النجار کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۷)

حکم دیا کہ وہ مکہ میں لوگوں کو قرآن سکھائیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں پھر جب وہاں سے مدینہ واپس جانے لگے تو دوبارہ حضرت معاذ بن جبلؓ کو مکہ والوں پر مقرر فرمایا۔[1] حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے حنین کی طرف تشریف لے گئے تو اپنے پیچھے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو چھوڑ گئے تاکہ وہ مکہ والوں میں دین کی سمجھ پیدا کریں اور انہیں قرآن پڑھائیں۔[2]

کیا امامِ وقت علمی ضرورت کی وجہ سے اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو اللہ کے راستہ میں جانے سے روک سکتا ہے؟

حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس سفر میں تشریف لے جاتے تو اپنے پیچھے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ ذمہ دار بنا جاتے۔ حضرت عمرؓ نے اور لوگوں کو تمام علاقوں میں تقسیم کر دیا تھا (حضرت زیدؓ کو اپنے پاس رکھا ہوا تھا) حضرت زیدؓ کو بہت ہی ضروری کام کی وجہ سے بھیجتے۔ حضرت عمرؓ سے نام لے کر آدمیوں کے بھیجنے کا مطالبہ ہوتا اور یوں کہا جاتا کہ حضرت زید بن ثابت کو بھیج دیں تو فرماتے میں حضرت زیدؓ کے مرتبہ سے ناواقف نہیں ہوں لیکن اس شہر (مدینہ) والوں کو حضرت زیدؓ کی ضرورت ہے کیونکہ مدینہ والوں کو پیش آنے والے مسائل میں جیسا عمدہ جواب حضرت زیدؓ سے ملتا ہے ایسا کسی اور سے نہیں ملتا۔[3]

حضرت سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس دن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اُس دن ہم لوگ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے۔ میں نے کہا آج لوگوں کے بہت بڑے عالم کا انتقال ہو گیا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا اللہ آج ان پر رحمت نازل فرمائے یہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں بھی لوگوں کے بہت بڑے عالم تھے۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو تمام علاقوں میں بکھیر دیا تھا اور انہیں اپنی رائے سے فتویٰ دینے سے منع کر دیا تھا لیکن حضرت زید بن ثابتؓ مدینہ ہی میں رہے اور مدینہ والوں کو اور باہر سے آنے والوں کو فتویٰ دیا کرتے تھے۔[4]

حضرت ابو عبدالرحمٰن سُلَمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ اس پر انہوں نے مجھ سے فرمایا اس طرح تو تم مجھے لوگوں کے کاموں کے بارے

(۱) اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۷۰) (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۲۰) (۳) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۷۲) (۴) عند ابن سعد ایضاً (ج ۴ ص ۱۷۰)

میں غور وفکر کرنے سے ہٹا دو گے، اِس لئے تم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جاؤ کیونکہ اُنہیں اِس کام کے لئے مجھ سے زیادہ فرصت ہے اور اُنہیں پڑھ کر سُناؤ۔ میری اور اُن کی قرأت ایک جیسی ہے کوئی فرق نہیں ہے[1] اور جلد اوّل صفحہ نمبر ۳۶۰ پر ابن سعد کی یہ روایت گزر چکی ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت مُعاذ رضی اللہ عنہ ملک شام کی طرف روانہ ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مُعاذؓ کے شام جانے سے مدینہ والوں کو فقہی مسائل میں اور فتویٰ لینے میں بڑی دِقت پیش آ رہی ہے کیونکہ حضرت مُعاذؓ مدینہ میں لوگوں کو فتویٰ دیا کرتے تھے۔ میں نے حضرت ابو بکرؓ سے، اللہ اُن پر رحمت نازل فرمائے یہ بات کی تھی کہ وہ حضرت مُعاذؓ کو مدینہ میں روک لیں کیونکہ لوگوں کو (فتویٰ میں) ان کی ضرورت ہے لیکن اُنہوں نے مجھے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ایک آدمی اس راستہ میں جا کر شہید ہونا چاہتا ہے تو میں اُسے نہیں روک سکتا۔ آگے اور حدیث بھی ذکر کی ہے۔

صحابہ کرامؓ کو سکھانے کے لئے مختلف عَلاقوں میں بھیجنا

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قبیلہ ھُذَیل کی دو شاخوں عَضَل اور قارہ کے کچھ لوگ غزوۂ اُحد کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے ہمارے علاقہ میں لوگ مسلمان ہو چکے ہیں آپ ہمارے ساتھ اپنے چند ساتھی بھیج دیں جو ہمیں قرآن پڑھائیں اور ہم میں دین کی سمجھ پیدا کریں، چنانچہ حضورؐ نے اُن کے ساتھ چھ آدمی بھیج دیئے جن میں حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے حلیف حضرت مَرثد بن ابی مَرثد رضی اللہ عنہ بھی تھے اور یہی ان کے امیر تھے پھر اس کے بعد غزوۂ رجیع کا مختصر قصہ ذکر کیا۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یمن کے کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے ہم میں ایسا آدمی بھیج دیں جو ہم میں دین کی سمجھ پیدا کرے اور ہمیں سُنّتیں سکھائے اور اللہ کی کتاب کے مطابق ہمارے جھگڑوں کے فیصلے کرے۔ حضورؐ نے فرمایا اے علی! یمن چلے جاؤ اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کرو اور ان کو سُنّتیں سکھاؤ اور ان کے جھگڑوں کے اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے کرو۔ میں نے عرض کیا یمن والے تو اُجڈ لوگ ہیں اور وہ ایسے مقدمات میرے پاس لائیں گے جن کا صحیح فیصلہ مجھے معلوم نہیں ہو گا تو پھر میں کیا کروں گا؟ حضورؐ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا جاؤ اللہ تمہارے دل کو (صحیح فیصلہ کی) ہدایت

(۱) عند ابن الانباری کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۱۳۴) (۲) اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۲۲)

دے دے گا اور تمہاری زبان کو (صحیح فیصلہ پر) جما دے گا چنانچہ (حضورؐ کی اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ) اس دن سے لے کر آج تک مجھے کبھی بھی دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں کوئی شک یا تردد نہیں ہوا۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یمن والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا ہمارے ساتھ ایسا آدمی بھیج دیں جو ہمیں قرآن سکھائے۔ حضورؐ نے حضرت ابو عُبیدہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں یمن والوں کے ساتھ بھیج دیا اور فرمایا یہ اس اُمت کے امین ہیں۔[2] ابن سعد کی روایت میں یہ ہے کہ یمن والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مطالبہ کیا کہ حضورؐ ان کے ساتھ ایک آدمی ایسا بھیج دیں جو انہیں سُنّت اور اسلام سکھائے۔

حضرت ابوبکر بن محمد بن عَمرو بن حَزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر ہے جو حضورؐ نے لکھ کر حضرت عَمرو بن حَزم رضی اللہ عنہ کو اُس وقت عطا فرمائی تھی جب حضورؐ نے انہیں اس لیئے یمن بھیجا تھا تاکہ وہاں والوں میں دین کی سمجھ پیدا کریں اور انہیں سُنّت سکھائیں اور ان سے صدقات وصول کریں اور انہیں تحریر لکھ کر دی اور انہیں ہدایات بھی دیں۔ تحریر میں یہ تھا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے تحریر ہے يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (سورت مائدہ آیت ۱) ترجمہ "اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو" (حضرت) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عَمرو بن حزم کو یمن بھیج رہے ہیں اور اُن سے یہ عہد لے رہے ہیں کہ وہ اپنی تمام باتوں میں اللہ سے تقویٰ اختیار کریں گے کیونکہ اللہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کریں اور نیک کردار ہوں۔[3]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مُعاذ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما کو یمن بھیجا اور دونوں کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو قرآن سکھائیں۔[4]

حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس کے ایک قبیلے کی طرف بھیجا تاکہ میں انہیں اسلام کے احکام سکھاؤں۔ میں نے وہاں جا کر دیکھا تو وہ تو بدکے ہوئے اُونٹوں کی طرح تھے۔ اُن کی نگاہیں ہر وقت اُوپر اُٹھی رہتی تھیں اور ان کو بکری اور اُونٹوں کے علاوہ اور کوئی فکر نہیں تھا۔ اس لیئے میں حضورؐ کی خدمت

(۱) اخرجه ابن جرير كذا في منتخب الكنز (ج ۵ ص ۳۷) (۲) اخرجه الحاكم في المستدرك (ج ۳ ص ۲۶۷) قال الحاكم صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه بذكر القرآن ووافقه الذهبي وقال واخرجه مسلم بدون ذكر القرآن واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۹۹) عن انس بنحوه (۳) اخرجه ابن ابي حاتم عن عبد الله بن ابي بكر بن محمد بن عمرو بن حزم كذا في التفسير لابن كثير (ج ۲ ص ۲) (۴) اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۵۶)

میں واپس آگیا تو حضورؐ نے فرمایا اے عمار! کیا کر کے آئے ہو؟ (اپنی کارگزاری سناؤ) میں نے ان کے تمام حالات سنائے اور ان میں جو لاپرواہی اور غفلت تھی وہ بھی بتائی۔ حضورؐ نے فرمایا اے عمار! کیا میں تمہیں ان سے بھی زیادہ عجیب لوگ نہ بتاؤں جو کہ ان باتوں سے واقف تھے جن سے یہ ناواقف ہیں لیکن پھر بھی وہ ان کی طرح غفلت میں پڑے ہوئے ہیں [1]

حضرت حارثہ بن مُضَرِّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو خط کوفہ والوں کو بھیجا تھا وہ میں نے پڑھا تھا اس میں لکھا ہوا تھا اَمَّا بَعد! میں تمہارے پاس حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو اُستاد اور وزیر بنا کر بھیج رہا ہوں۔ یہ دونوں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے چیدہ اور برگزیدہ صحابہ میں سے ہیں۔ ان دونوں کی بات سنو اور ان دونوں کی اقتداء کرو اور حضرت عبد اللہؓ کو بھیج کر میں نے بڑی قربانی دی ہے کیونکہ مجھے ان کی یہاں ضرورت تھی لیکن میں نے تمہاری ضرورت کو مقدم رکھا [2]

حضرت اَبُو الْاَسْوَد دُؤَلِی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں بصرہ گیا تو وہاں حضرت عمران بن حُصَین ابو نُجَید رضی اللہ عنہما تشریف فرما تھے انہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بصرہ اس لئے بھیجا تھا تاکہ وہ بصرہ والوں میں دین کی سمجھ پیدا کریں [3]

حضرت محمد بن کعب قُرَظی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے زمانے میں اَنصَار میں سے صرف پانچ آدمیوں نے سارے قرآن کو یاد کیا تھا۔ حضرت مُعاذ بن جَبَل، حضرت عُبادہ بن صامت، حضرت اُبَیّ بن کعب، حضرت ابو ایوب اور حضرت اَبُو الدَّرداء رضی اللہ عنہم۔ حضرت عمر بن خَطّاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت یزید بن ابی سُفیان رضی اللہ عنہما نے انہیں خط لکھا کہ شام والے بہت زیادہ مسلمان ہو گئے ہیں اور سارے شہر ان سے بھر گئے ہیں اور انہیں ایسے آدمیوں کی شدید ضرورت ہے جو انہیں قرآن سکھائیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں۔ اے امیر المؤمنین! سکھانے والے آدمی بھیج کر آپ میری مدد کریں۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان پانچوں حضرات کو بلایا اور ان سے فرمایا تمہارے شامی بھائیوں نے مجھ سے مدد مانگی ہے کہ میں ان کے پاس ایسے آدمی بھیجوں جو انہیں قرآن سکھائیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں۔ اللہ آپ لوگوں پر رحم فرمائے۔ آپ لوگ اپنے میں سے تین آدمی اس کام کے لیئے دے کر میری مدد کریں۔ اب اگر آپ لوگ چاہیں تو قُرعہ اندازی کر لیں یا پھر جو اپنا نام از خود پیش کر دے وہ چلا جائے۔ ان حضرات نے کہا نہیں، قُرعہ اندازی کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ حضرت ابو ایوبؓ تو بہت بوڑھے ہیں اور یہ

(۱) اخرجہ البزار والطبرانی کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۹۱) (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۶ ص ۷) (۳) اخرجہ ابن سعد (ج ۷ ص ۱۰)

حضرت اُبی بن کعبؓ بیمار ہیں، چُنانچہ حضرت مُعاذ بن جَبَل، حضرت عُبادہ اور حضرت اَبُوالدَرداء رضی اللہ عنہم مُلک شام گئے۔ اُن سے حضرت عمرؓ نے فرمایا حِمص شہر سے شروع کرو کیونکہ تم لوگوں کو مختلف استعداد والا پاؤ گے۔ بعض ایسے بھی ہوں گے جو جلدی سیکھ جائیں گے۔ جب تمہیں کوئی ایسا آدمی نظر آئے تو دُوسرے لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کر دو (کہ وہ اس سے علم حاصل کریں) جب تم حِمص والوں کے بارے میں مطمئن ہو جاؤ تو پھر تم میں سے ایک وہاں ہی ٹھہر جائے اور ایک دمشق چلا جائے اور ایک فلسطین۔ چُنانچہ یہ حضرات حِمص تشریف لے گئے اور وہاں ٹھہر کر انہیں سکھاتے رہے۔ جب ان کے بارے میں اطمینان ہو گیا تو حضرت عُبادہؓ وہاں ٹھہر گئے اور حضرت اَبُوالدَرداءؓ دمشق اور حضرت مُعاذؓ فلسطین چلے گئے۔ حضرت مُعاذؓ کا تو طاعُونِ عمَواس میں اِنتقال ہو گیا بعد میں حضرت عُبادہؓ فلسطین چلے گئے اُن کا بھی وہاں ہی اِنتقال ہُوا، البتہ حضرت اَبُوالدَرداءؓ دمشق ہی رہے اور ان کا وہاں ہی اِنتقال ہُوا۔ [1]

عِلم حاصل کرنے کے لئے سَفر کرنا

حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ ایک آدمی نے حضور صلّی اللہ عَلَیہ وسَلّم سے ایک حدیث سُنی ہے (اور مَیں نے وہ حدیث حضورؐ سے نہیں سُنی تھی اور پتہ چلا کہ وہ صحابی شام میں رہتے ہیں، اِس لیئے) مَیں نے اُونٹ خریدا اور اُس پر کجاوہ کَسا اور ایک ماہ کا سفر کرکے مُلک شام پہنچا۔ وہاں جاکر معلوم ہُوا کہ وہ صحابی حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ ہیں۔ مَیں نے اُن کے دربان سے کہا اُن سے جاکر کہو کہ دروازے پر جابر آیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کیا عبداللہ کے بیٹے؟ مَیں نے کہا جی ہاں۔ وہ یہ سُنتے ہی ایک دم اپنا کپڑا گھسیٹتے باہر آئے اور میرے گلے لگ گئے اور مَیں نے بھی اِنہیں گلے لگا لیا۔ پھر مَیں نے کہا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ نے قصاص کے بارے میں حضور صلّی اللہ عَلَیہ وسَلّم سے ایک حدیث سُنی ہے تو مجھے یہ ڈر ہُوا کہ کہیں اس کے سُننے سے پہلے آپ کا یا میرا اِنتقال نہ ہو جائے (اِس لیئے مَیں اتنا لمبا سفر کرکے صرف اسی حدیث کو سُننے آیا ہوں) اُنہوں نے کہا مَیں نے حضور صلّی اللہ عَلَیہ وسَلّم کو یہ اِرشاد فرماتے ہُوئے سُنا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو اس حال میں جمع کریں گے کہ سب ننگے بدن، بغیر ختنے کے اور خالی ہاتھ ہوں گے۔ ہم نے پُوچھا خالی ہاتھ ہونے

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۷۲) والحاکم کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۸۱) واخرجہ البخاری فی التاریخ الصغیر (ص ۲۲) عن محمد بن کعب بالسیاق المذکور مختصرا۔

کا کیا مطلب ہے ؟ حضورؐ نے فرمایا ان کے ساتھ دُنیا کی کوئی چیز نہ ہوگی پھر اللہ تعالیٰ ان میں ایسی آواز سے اعلان فرمائیں گے جسے دُور والا بھی اسی طرح سُن لے گا جیسے نزدیک والا، میں بدلہ لینے والا ہوں اور میں (ہر چیز کا) مالک ہوں جس دوزخی پر کسی جنتی کا کوئی حق ہے وہ اس وقت تک دوزخ میں نہیں جا سکتا جب تک میں اس دوزخی سے اس جنتی کا بدلہ نہ لے لوں اور جس جنتی پر کسی دوزخی کا کوئی حق ہے وہ اس وقت تک جنت میں نہیں جا سکتا جب تک میں اس سے اس دوزخی کا بدلہ نہ لے لوں اور اس میں میں کسی کی رعایت بالکل نہیں کروں گا اگر صرف تھپڑ ہی ظلماً مارا ہوگا تو بھی اس سے تھپڑ کا بدلہ لوں گا۔ ہم نے پوچھا اللہ تعالیٰ بدلہ کس طرح نے کر دیں گے جب کہ ہم اِس حال میں آئیں گے کہ ہم ننگے بدن بغیر ختنے کے اور خالی ہاتھ ہوں گے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ بدلہ نیکیوں اور بُرائیوں کے ذریعہ ہوگا (مظلوم کو ظالم کی نیکیاں مل جائیں گی یا مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے)۔[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے قصاص کے بارے میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے ایک حدیث پہنچی اور لوگوں میں حدیث بیان کرنے والے صحابی مصر میں تھے، چنانچہ میں نے ایک اُونٹ خریدا اور سفر کر کے مصر پہنچا اور اس صحابیؓ کے دروازے پر گیا آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔[2]

حضرت مَسْلَمَہ بن مُخَلَّد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس زمانے میں میں مصر کا امیر تھا تو ایک دن دربان نے آکر کہا کہ دروازے پر ایک دیہاتی آدمی اُونٹ پر آیا ہے اور اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ میں نے پُوچھا آپ کون ہیں ؟ اُنہوں نے کہا جابر بن عبد اللہ انصاری۔ میں نے بالاخانے سے جھانک کر کہا میں نیچے آجاؤں یا آپ اُوپر آئیں گے۔ اُنہوں نے کہا نہ آپ نیچے اُتریں اور نہ مجھے اُوپر چڑھنے کی ضرورت ہے مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ مسلمان کے عیب چھپانے کے بارے میں ایک حدیث حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے روایت کرتے ہیں میں اسے سُننے آیا ہوں۔ میں نے کہا میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جو کسی مسلمان

(۱) اخرجه احمد والطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۳۳) وعبد الله بن محمد ضعیف۔ انتهی واخرجه البخاری فی الادب المفرد وابو یعلی فی مسنده کما قال الحافظ فی الفتح (ج ۱ ص ۴) واخرجه ابن عبد البر فی جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۹۳) بطوله واخرجه الحاکم فی المستدرک (ج ۴ ص ۵۷۴) من طریق عبد الله بن محمد بن عقیل عن جابر بطوله وقال هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه وقال الذهبی صحیح (۲) قال الحافظ وله طریق اخری اخرجها الطبرانی فی مسند الشامیین وتمام فی فوائده من طریق الحجاج بن دینار عن محمد بن المنکدر واسناده صالح وله طریق ثالثة اخرجها الخطیب فی الرحلة من طریق ابی الجارود العنسی عن جابر قال بلغنی حدیث فی القصاص فذکر الحدیث نحوه وفی اسناده ضعف۔ انتهی۔

کے عیب پر پردہ ڈالے گا تو گویا اُس نے زندہ درگور لڑکی کو زندہ کر دیا۔ یہ حدیث سُن کر حضرت جابرؓ نے واپس جانے کے لیئے سواری کو ہانکا۔[1]

حضرت مُنیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے چچا نے فرمایا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ایک صحابی کو یہ خبر ملی کہ حضورؐ کے ایک اور صحابیؓ حضورؐ سے یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ جو آدمی اپنے مسلمان بھائی (کے عیب) پر دُنیا میں پردہ ڈالے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس (کے گناہوں) پر پردہ ڈالیں گے وہ روایت بیان کرنے والے صحابیؓ مصر میں تھے تو پہلے صحابیؓ سفر کر کے اُن کے پاس مصر گئے اور ان سے اس حدیث کے بارے میں پُوچھا اُنہوں نے کہا جی ہاں میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا کہ جو آدمی اپنے مسلمان بھائی (کے عیب) پر دُنیا میں پردہ ڈالے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن اُس (کے گناہوں) پر پردہ ڈالیں گے۔ پہلے صحابیؓ نے کہا میں نے بھی یہ حدیث حضورؐ سے سُنی ہے۔[2] حضرت ابن جُریج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سواری پر سفر کر کے مصر حضرت عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور فرمایا میں آپ سے ایک ایسی حدیث کے بارے میں پُوچھنا چاہتا ہُوں کہ اس حدیث کے موقع پر جتنے صحابہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر تھے اب اُن میں صرف میں اور آپ باقی رہ گئے ہیں۔ آپ نے مسلمان کی پردہ پوشی کے بارے میں حضورؐ کو کیا فرماتے ہُوئے سُنا؟ حضرت عقبہؓ نے کہا میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا کہ جو دُنیا میں کسی مُسلمان (کے عیب) پر پردہ ڈالے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس (کے گناہوں) پر پردہ ڈالیں گے۔ یہ سُن کر حضرت ابو ایوبؓ مدینہ واپس لوٹ گئے اور جب تک یہ حدیث بیان نہ کر دی اُس وقت تک اپنا کجاوہ نہ کھولا۔[3] حضرت ابن جُریج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مَیں نے مدینہ کے ایک بڑے میاں حضرت اُبوسعید اَعمیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو سُنا کہ وہ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے یہ واقعہ بیان کر رہے تھے کہ حضرت اَبُو اَیوب رضی اللہ عنہ نے حضرت عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لیئے (مصر کا) سفر کیا۔ جب وہ مصر پہنچ گئے تو لوگوں نے ان کے آنے کا تذکرہ حضرت عُقبہؓ سے کیا۔ حضرت عقبہؓ ان کے پاس باہر آئے پھر اس کے بعد پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اس کے بعد یہ ہے کہ یہ حدیث سُن کر حضرت ابو ایوبؓ اپنی سواری کے پاس آئے اور اس پر سوار ہو کر مدینہ واپس لوٹ گئے اور اپنا کجاوہ بھی نہیں کھولا۔[4]

(۱) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الھیثمی وفیہ ابو سنان القسملی وثقہ ابن حبان وابن خراش فی روایۃ وضعفہ احمد والبخاری ویحیی بن معین (۲) اخرجہ احمد عن عبدالملک بن عمیر قال الھیثمی (ج ۱ ص ۱۳۴) ومنیب ھذا ان کان ابن عبداللہ فقد وثقہ ابن حبان وان کان غیرہ فانی لم ار من ذکرہ (۳) رواہ احمد ھکذا منقطع الاسناد۔ انتھی ما قالہ الھیثمی (۴) رواہ سفیان بن عیینۃ کذا ذکرہ ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۹۳)

حضرت عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ حضرت مَسلمہ بن مُخلَّد رضی اللہ عنہ سے ملنے گئے تو اُن کے اور دربان کے درمیان کچھ جھگڑا ہو گیا۔ حضرت مَسلمہؓ نے اندر سے اُن کی آواز سُن لی اور اندر آنے کی اجازت دے دی۔ حضرت عقبہؓ نے کہا میں آپ کو ملنے نہیں آیا بلکہ کسی ضرورت سے آیا ہوں اور وہ یہ ہے کہ کیا آپ کو وہ دن یاد ہے کہ جس دن حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا تھا کہ جسے اپنے بھائی کی کسی بُرائی کا پتہ چلے اور وہ اُس پر پردہ ڈال دے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس پر پردہ ڈالیں گے۔ حضرت مَسلمہؓ نے کہا جی ہاں۔ حضرت عُقبہؓ نے کہا بس میں اسی لیئے آیا تھا۔[1]

حضرت عبداللہ بن بُرَیدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک صحابیؓ نے صرف ایک حدیث سُننے کے لئے حضرت فَضالہ بن عُبَید رضی اللہ عنہ کے پاس مصر کا سفر کیا۔[2] دارمی میں اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ وہ صحابیؓ جب حضرت فَضالہؓ کے پاس پہنچے تو وہ اپنی اُونٹنی کو جو ملا ہوا پانی پلا رہے تھے انہیں آتا ہوا دیکھ کر حضرت فَضالہؓ نے خوش آمدید کہا، اُنہوں نے کہا میں آپ سے صرف ملنے نہیں آیا بلکہ اس وجہ سے آیا ہوں کہ میں نے اور آپ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے ایک حدیث سُنی تھی مجھے اُمید ہے کہ وہ آپ کو اب بھی یاد ہو گی۔ حضرت فَضالہؓ نے پُوچھا وہ کون سی حدیث ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ اس حدیث میں یہ اور یہ مضمون ہے۔

حضرت عُبَیداللہ بن عَدِی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے پتہ چلا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک حدیث ہے تو مجھے اس بات کا ڈر ہوا کہ کہیں اگر حضرت علیؓ کا انتقال ہو گیا تو پھر شاید مجھے یہ حدیث کسی اور کے پاس نہ مل سکے اس وجہ سے میں سفر کر کے ان کے پاس عراق گیا۔[3] ابن عساکر میں اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ میں نے ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا اُنہوں نے مجھے وہ حدیث سُنائی اور مجھ سے یہ عہد لیا کہ میں یہ حدیث کسی اور سے بیان نہ کرد۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو میں آپ لوگوں کو وہ حدیث ضرور سُنا دیتا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان آگے آ رہا ہے جو بخاری میں منقول ہے کہ اگر مجھے کسی کے بارے میں پتہ چل جائے کہ وہ مجھ سے زیادہ اللہ کی کتاب کو جانتا ہے تو میں ضرور سفر کر کے اُس کے پاس جاؤں اور ابن عساکر میں ان کا یہ فرمان منقول ہے کہ اگر مجھے کسی کے بارے میں یہ پتہ چلے کہ اُونٹ مجھے اُس تک پہنچا سکتے ہیں اور وہ حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم پر نازل ہونے والے علوم کو مجھ سے زیادہ

---

(۱) اخرجہ الطبرانی عن مکحول قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۳۴) رواہ الطبرانی فی الکبیر ہکذا اوفی الاوسط عن محمد بن سیرین قال خرج عقبۃ بن عامر فذکرہ مختصرا ورجال الکبیر رجال الصحیح۔ انتہی (۲) اخرجہ ابوداؤد کذا فی الفتح الباری (ج ۱ ص ۱۲۸) واخرالدارمی (ص ۵۵) من طریق عبداللہ مثلہ (۳) اخرجہ الخطیب کذا فی الفتح (ج ۱ ص ۱۲۸) واخرجہ ابن عساکر عن عبیداللہ نحوہ کما فی الکنز العمال (ج ۵ ص ۲۳۹)

جانتا ہے تو مَیں ضرور اُس کے پاس جاؤں تاکہ میرے علم میں اور اضافہ ہو سکے۔

علم کو قابلِ اعتماد اہلِ علم سے حاصل کرنا اور جب علم نااہلوں کے پاس ہوگا تو پھر علم کا کیا حال ہو گا؟

حضرت ابُو ثعلبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا میں نے عرض کیا یارسُولَ اللہ! مجھے ایسے آدمی کے حوالے فرما دیں جو اچھی طرح سکھانے والا ہو۔ آپؐ نے مجھے حضرت ابُوعُبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ کے حوالے فرمادیا اور ارشاد فرمایا میں نے تمہیں ایسے آدمی کے حوالے کیا ہے جو تمہیں اچھی طرح تعلیم دے گا اور اچھی طرح ادب سکھائے گا۔[1] طبرانی میں اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ جب میں حضرت ابُوعُبیدہ کی خدمت میں پہنچا تو وہ اور حضرت بشیر بن سعد ابوالنعمان رضی اللہ عنہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ دونوں حضرات خاموش ہوگئے۔ میں نے کہا اے ابوعُبیدہ! اللہ کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس طرح مجھے بیان نہیں کیا تھا یعنی وہ تو مجھے دیکھ کر خاموش نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا بیٹھ جاؤ ہم تم کو حدیث سنائیں گے پھر فرمایا حضورؐ نے ارشاد فرمایا تم میں تو اس وقت نبوت کا دَور ہے پھر نبُوّت کے طرز پر خلافت ہوگی پھر بادشاہت اور جبر ہوگا۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسُولَ اللہ! اَمر بالمعرُوف اور نہی عن المنکر کب چھوڑا جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا جب تم میں وہ باتیں ظاہر ہو جائیں گی جو تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ظاہر ہُوئی تھیں۔ میں نے پُوچھا یارسُولَ اللہ! وہ باتیں کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا جب تمہارے نیک اور بہترین آدمیوں میں سُستی اور تمہارے بڑے لوگوں میں بے حیائی ظاہر ہو جائے گی اور بادشاہت تمہارے چھوٹوں میں اور دینی علم تمہارے کمینوں میں منتقل ہو جائے گا۔[3] حضرت ابواُمیّہ جُمحی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کی نشانیوں کے بارے میں پُوچھا گیا آپؐ نے فرمایا قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ علم چھوٹوں کے پاس تلاش کیا جانے لگے گا۔[4]

حضرت عبداللہ بن عُکیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے غور سے

(۱) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ص ۹۵) واخرجہ الطبرانی عن ابی ثعلبۃ مثلہ (۲) قال الہیثمی (ج ۵ص ۱۸۹) وفیہ رجل لم یسم ورجل مجہول ایضا۔ انتہی (۳) اخرجہ ابن عساکر وابن النجار کذا فی الکنز (ج ۲ص ۱۳۹) واخرجہ ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۱ص ۱۵۰) عن انس نحوہ وفی روایۃ والفقہ فی ارذالکم وفی لفظ آخر عندہ عنہ والعلم فی ارذالکم (۴) عند ابن عبدالبر ایضا واخرجہ الطبرانی عن ابی امیۃ نحوہ قال الہیثمی (ج ۱ص ۱۳۵) وفیہ ابن لہیعۃ وہو ضعیف۔

سُنو! سب سے سچی بات اللہ تعالیٰ کی ہے اور سب سے اچھا طریقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور سب سے بُرے کام وہ ہیں جو نئے ایجاد کیے جائیں۔ غور سے سُنو! لوگ اس وقت تک خیر پر رہیں گے جب تک ان کے پاس علم ان کے بڑوں کی طرف سے آئے گا۔[1] حضرت بلال بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ لوگ کب سُدھرتے ہیں اور کب بگڑتے ہیں؟ جب علم چھوٹے کی طرف سے آئے گا تو بڑا اس کی نافرمانی کرے گا اور جب علم بڑے کی طرف سے آئے گا تو چھوٹا اس کا اتباع کرے گا اور دونوں ہدایت پا جائیں گے۔[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ اس وقت تک نیکوکار اور اپنے دین پر پختہ رہیں گے جب تک ان کے پاس علم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی طرف سے اور ان کے اپنے بڑوں کی طرف سے آئے گا اور جب ان کے پاس علم ان کے چھوٹوں کی طرف سے آنے لگے گا تو پھر لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔[3] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگ اس وقت تک خیر پر رہیں گے جب تک وہ علم اپنے بڑوں سے حاصل کریں گے اور جب علم اپنے چھوٹوں اور اپنے بُروں سے حاصل کرنے لگیں گے تو ہلاک ہو جائیں گے۔[4] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم لوگ اس وقت تک خیر پر رہو گے جب تک علم تمہارے بڑوں میں رہے گا اور جب علم تمہارے چھوٹوں میں آجائے گا تو چھوٹے بڑوں کو بیوقوف بنائیں گے۔[5]

حضرت مُعاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ گمراہ کرنے والا انسان وہ ہے جو قرآن پڑھے اور اس کے معنی اور مطلب کو نہ سمجھے پھر وہ بچے، غلام، عورت اور باندی کو قرآن سکھائے پھر یہ سب مل کر قرآن کے ذریعے علم والوں سے جھگڑا کریں۔[6]

حضرت ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس اُمت پر مجھے کسی مومن کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے کیونکہ اسے اس کا ایمان بُرے کام سے روک لے گا اور اس فاسق کی طرف سے بھی کوئی خطرہ نہیں ہے جس کا فاسق ہونا کھُلا اور واضح ہو۔ مجھے تو اس اُمت پر اُس آدمی کی طرف سے خطرہ ہے جس نے قرآن تو پڑھا ہے لیکن زبان سے اچھی طرح پڑھ کر وہ صحیح راستہ سے پھسل گیا یعنی زبان سے پڑھنے

---

(۱) اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۱۵۸) عن بلال الوزان (۲) عند ابن عبدالبر ایضا (۳) اخرجه الطبرانی فی الکبیر والاوسط قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۳۵) ورجاله موثقون . اه واخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۱۵۹) عن ابن مسعود نحوه (۴) عند ابن عبدالبر ایضا (۵) عند ابن عبدالبر ایضا (۶) اخرجه ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۲ ص ۱۹۴)

کو ہی اصل سمجھ لیا اور قرآن کی صحیح تفسیر چھوڑ کر اُس نے اپنی طرف سے اس کا مطلب بنا لیا[1]

حضرت عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے اِنتقال کا وقت جب قریب آیا تو اُنہوں نے فرمایا اے میرے بیٹو! میں تمہیں تین باتوں سے روکتا ہُوں اِنہیں اچھی طرح یاد رکھنا۔ حُضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حدیث صرف معتبر اور قابلِ اعتماد آدمی سے ہی لینا کسی اور سے نہ لینا اور قرضہ لینے کی عادت نہ بنا لینا چاہے چوغہ پہن کر گزارہ کرنا پڑے اور اشعار لکھنے میں نہ لگ جانا ورنہ اِن میں تمہارے دِل ایسے مشغول ہو جائیں گے کہ قرآن سے رہ جاؤ گے[2]

حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے جابیہ مقام میں لوگوں میں بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا اے لوگو! تم میں سے جو قرآن کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہے وہ حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس جائے اور جو میراث کے بارے میں پُوچھنا چاہتا ہے وہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس جائے اور جو کوئی فقہی مسائل پُوچھنا چاہتا ہے وہ حضرت مُعاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ کے پاس جائے اور جو مال لینا چاہتا ہے وہ میرے پاس آ جائے کیونکہ اللہ نے مجھے مال کا والی اور اس کا تقسیم کرنے والا بنایا ہے[3]

طالبِ علم کو خوش آمدید کہنا اور بشارت سُنانا

حضرت صَفوان بن عَسّال مُرادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہُوا آپؐ اُس وقت مسجد میں اپنی سُرخ دھاریوں والی چادر پر ٹیک لگائے ہُوئے تھے میں نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! میں علم حاصل کرنے آیا ہُوں آپؐ نے فرمایا طالبِ علم کو خوش آمدید ہو پھر آگے اور حدیث ذکر کی جیسے کہ باب کے شروع میں گزر چکی ہے[4]

حضرت اَبُو ہارون رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب ہم حضرت اَبُو سعید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاتے تو فرماتے خوش آمدید ہو ان لوگوں کو جن کے بارے میں حُضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وصیّت فرمائی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا تھا لوگ تمہارے تابع ہوں گے اور زمین کے آخری کناروں سے تمہارے پاس دین کی سمجھ حاصل کرنے آئیں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیّت مجھ سے قبُول کر لو[5] حضرت اَبُو سعید رضی اللہ عنہ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل کرتے ہیں کہ تمہارے پاس مشرق کی طرف سے لوگ علم حاصل کرنے آئیں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ راوی

(۱) اخرجہ ابن عبدالبر ایضا (۲) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۴۰) وفی اسنادہ ابن لہیعۃ ویحتمل فی ہذا علی ضعفہ (۳) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۳۵) وفیہ سلیمان بن داؤد بن الحصین لم ار من ذکرہ۔ اھ (۴) اخرجہ الطبرانی واحمد (۵) اخرجہ الترمذی

کہتے ہیں چنانچہ حضرت ابوسعیدؓ جب ہمیں دیکھتے تو فرماتے خوش آمدید ہو ان لوگوں کو جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وصیت فرمائی تھی[1] ترمذی کی ایک روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ اللہ نے تمہیں جو علم عطا فرما رکھا ہے وہ انہیں بھی سکھاؤ۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ مختلف دور دراز علاقوں سے لوگ آئیں گے جو تم سے دین کے بارے میں پوچھیں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے لیئے جگہ میں گنجائش پیدا کرو اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت قبول کرو اور ان کو سکھاؤ۔ ابن عساکر کی روایت میں یہ ہے کہ انہیں سکھاؤ اور انہیں کہو خوش آمدید، خوش آمدید، قریب ہو جاؤ۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے پاس جب یہ نوعمر جوان آتے تو فرماتے خوش آمدید ہو ان لوگوں کو جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وصیت فرمائی تھی۔ ہمیں حضورؐ نے حکم دیا تھا کہ ہم ان کے لیئے مجلس میں گنجائش پیدا کریں اور ان کو حدیث سمجھائیں کیونکہ آپ لوگ ہی ہمارے بعد جگہ سنبھالنے والے ہیں اور احادیث دوسروں کو سنانے والے ہیں اور ان نوجوانوں سے فرمایا کرتے تھے اگر تمہیں کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو مجھ سے سمجھ لینا کیونکہ تم سمجھ کر اٹھو یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ تم بے سمجھے اُٹھ جاؤ[2]

حضرت اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس عیادت کے لیئے گئے۔ ہماری تعداد اتنی زیادہ تھی کہ سارا گھر بھر گیا تو انہوں نے اپنے پاؤں سمیٹ کر فرمایا ہم لوگ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے گئے ہماری تعداد اتنی زیادہ تھی کہ سارا گھر بھر گیا۔ انہوں نے اپنے پاؤں سمیٹ کر فرمایا ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کرنے گئے اور ہماری تعداد اتنی زیادہ تھی کہ سارا گھر بھر گیا آپؐ پہلو کے بل لیٹے ہوئے تھے جب آپؐ نے ہمیں دیکھا تو اپنے پاؤں سمیٹ لیئے اور فرمایا میرے بعد تمہارے پاس بہت لوگ علم حاصل کرنے آئیں گے تم انہیں خوش آمدید کہنا اور ان سے سلام اور مصافحہ کرنا اور انہیں خوب سکھانا۔ حضرت حسن کہتے ہیں اللہ کی قسم! ہمیں تو ایسے لوگ ملے جنہوں نے نہ تو ہمیں خوش آمدید کہا اور نہ ہم سے سلام اور مصافحہ کیا اور نہ ہمیں سکھایا بلکہ جب ہم ان کے پاس گئے تو ہمارے ساتھ جفا کا معاملہ کیا (حضرت حسن بصری صحابہؓ کے بعد والے لوگوں کی شکایت کر رہے ہیں)[3]

---

(۱) عند الترمذی ایضا واخرجہ ابن ماجۃ (ص ۲۲) عنہ عن ابی سعید بمعناہ مختصرا واخرجہ الحاکم (ج ۱ ص ۸۸) ایضا من طریق ابی نضرۃ عن ابی سعید مختصرا وقال الحاکم ہذا حدیث صحیح ثابت ووافقہ الذہبی وقال لا علۃ لہ واخرجہ ابن جریر وابن عساکر بالسیاق الاول عند الترمذی (۲) کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۲۵) (۳) اخرجہ ابن النجار کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۲) (۴) اخرجہ ابن ماجۃ (ص ۲۲)

حضرت اُمِّ دَرْدَاء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بھی حضرت اَبُودَرْدَاء رضی اللہ عنہ کوئی حدیث بیان کرتے تو ضرور مسکراتے تو میں نے اُن سے کہا مجھے اِس بات کا ڈر ہے کہ اِس طرح لوگ آپ کو بیوقوف سمجھنے لگیں گے۔ اُنہوں نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی بات فرماتے تو ضرور مسکراتے۔[1]

عِلمی مجلسیں اور عُلماء کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا

حضرت ابن عَبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے پُوچھا یارسُولَ اللہ! ہمارے ساتھ بیٹھنے والوں میں سے کون سب سے بہترین ہے؟ آپؐ نے فرمایا جس کے دیکھنے سے تمہیں اَللہ یاد آئے اور جس کی گفتگو سے تمہارے عِلم میں اضافہ ہو اور جس کے عمل سے تمہیں آخرت یاد آئے۔[2]

حضرت قُرّہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو آپؐ کے صحابہ آپؐ کے پاس کئی حلقے بنا کر بیٹھ جاتے (اور آپس میں سیکھنے سکھانے لگ جاتے اور جب ضرورت پڑتی تو حضورؐ سے پُوچھ لیتے)۔[3]

حضرت یزید رَقاشی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت اَنَس رضی اللہ عنہ ہمیں حدیث سُناتے تو یہ بھی فرماتے یہ حدیث ایسے نہیں سیکھی جاتی تھی جس طرح تم اور تمہارے ساتھی کرتے ہیں کہ ایک آدمی بیٹھ جاتا ہے اور سب اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور وہ ان میں بیان کرتا ہے بلکہ صحابہ کرامؓ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر کئی حلقے بنا لیتے اور ان حلقوں میں قرآن پڑھتے اور فرائض اور سنتیں سیکھتے۔[4]

حضرت اَبُوسَعید خُدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مُہاجرین کی ایک جماعت میں ان کے ساتھ بیٹھا ہُوا تھا اور ہمارے پاس کپڑے بہت کم تھے جس کی وجہ سے ہم ایک دُوسرے کی اوٹ میں بیٹھے ہُوئے تھے ہمارے ایک قاری قرآن پڑھ رہے تھے اور ہم سب اللہ کی کتاب سُن رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ بھی بنائے ہیں کہ مجھے اپنے آپ کو ان کے پاس بٹھائے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضورؐ کے تشریف لانے پر گول حلقہ بن گیا اور سب نے چہرے حضورؐ کی

(۱) اخرجہ احمد والطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۳۱) وفیہ حبیب بن عمرو قال الدارقطنی مجہول (۲) اخرجہ ابویعلی قال المنذری (ج ۱ ص ۶۷) رواتہ رواۃ الصحیح الا مبارک بن حسان (۳) اخرجہ البزار وفیہ سعید بن سلام کذبہ احمد (۴) ویزید الرقاشی ضعیف کذا فی مجمع الزوائد (ج ۱ ص ۱۳۲)

طرف کر لیے لیکن آپؐ نے میرے علاوہ اور کسی کو نہیں پہچانا پھر حضورؐ نے فرمایا اے فقراء مہاجرین! تمہیں خوشخبری ہو کہ تمہیں قیامت کے دِن پُورا نُور حاصل ہو گا اور تم مالداروں سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور یہ آدھا دن پانچ سو برس کا ہو گا۔[1]

حضرت عبداللہ بن عَمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا اپنی مسجد میں دو حلقوں پر گزر ہُوا۔ ایک حلقہ والے دُعا میں اور اللہ سے راز و نیاز کی باتوں میں لگے ہُوئے تھے اور دُوسرے حلقہ والے دینی علم سیکھ سکھا رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا دونوں حلقوں والے خیر پر ہیں لیکن ایک حلقہ والے دُوسرے سے بہتر ہیں یہ تو اللہ سے دُعا کر رہے ہیں اور اس سے راز و نیاز میں لگے ہُوئے ہیں۔ اگر اللہ چاہے گا تو ان کو دے گا اور اگر چاہے گا تو نہیں دے گا۔ یہ دُوسرے حلقہ والے سیکھ رہے ہیں اور جسے نہیں آتا اُسے سکھا رہے ہیں اور مجھے تو سکھانے والا بنا کر ہی بھیجا گیا ہے۔ پھر آپؐ آکر ان کے پاس بیٹھ گئے۔[2]

حضرت ابوبکر بن ابی مُوسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابُوموسیٰ رضی اللہ عنہ عشاء کے بعد حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت عمرؓ نے پُوچھا کیسے آنا ہُوا؟ حضرت ابُوموسیٰؓ نے کہا آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہُوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس وقت؟ حضرت ابُوموسیٰؓ نے کہا ہاں ایک ضروری دینی مسئلہ ہے چنانچہ حضرت عمرؓ ان کے پاس بیٹھ گئے اور دونوں بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔ جب باتوں سے فارغ ہُوئے تو حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا اے امیرالمؤمنین! تہجّد کی نماز پڑھ لیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم تو نماز میں ہی تھے۔[3]

حضرت جُندَب بن عبداللہ بَجَلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں علم حاصل کرنے مدینہ آیا۔ مَیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی مسجد میں داخل ہُوا تو مَیں نے دیکھا کہ لوگ حلقے بنا کر بیٹھے ہُوئے ہیں اور باتیں کر رہے ہیں۔ مَیں حلقوں کے پاس سے گزرتا رہا اور چلتے چلتے ایک حلقہ کے پاس پہنچا تو اس میں ایک صاحب تھے جن کا رنگ بدلا ہُوا تھا اور اُن کے جسم پر دو کپڑے تھے ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے ابھی سفر سے آئے ہوں۔ مَیں نے اُنہیں فرماتے ہُوئے سُنا ربّ کعبہ کی قسم! لوگوں سے بیعت لینے والے بادشاہ ہلاک ہو گئے اور مجھے ان کا غم نہیں اور یہ بات اُنہوں نے کئی مرتبہ کہی۔ مَیں اُن کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ کافی دیر تک حدیثیں بیان فرماتے رہے۔ اس کے بعد وہ کھڑے ہو گئے۔ اُن کے کھڑے ہونے کے بعد مَیں نے ان کے بارے میں پُوچھا کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا یہ مسلمانوں کے سردار حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ

(۱) اخرجه البیهقی کذا فی البدایة (ج ۶ ص ۵۰) واخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۴۲) اطول منه (۲) اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۵۰) واخرجه الدارمی نحوه (۳) اخرجه عبدالرزاق وابن ابی شیبة کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۲۸)

ہیں میں اُن کے پیچھے ہولیا یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہوگئے۔ اُن کا گھر بالکل پُرانا سا تھا۔ اُس کی شکل وصورت بوسیدہ سی تھی اور ان میں دُنیا کی رغبت بالکل نہ تھی۔ بالکل دُنیا سے الگ تھلگ تھے۔ اُن کی تمام باتیں آپس میں ملتی جُلتی تھیں میں نے انہیں سلام کیا اُنہوں نے سلام کا جواب دیا پھر مجھ سے پُوچھا تم کن لوگوں میں سے ہو؟ میں نے کہا عراق والوں میں سے۔ انہوں نے فرمایا عراق والے تو مُجھ سے بہت زیادہ سوالات کرتے ہیں۔ جب اُنہوں نے یہ فرمایا تو مجھے غصّہ آگیا اور میں نے گھٹنے کے بل بیٹھ کر اپنے ہاتھ چہرے تک اُٹھا لیئے اور قبلہ کی طرف مُنہ کر لیا اور میں نے دُعا کرنی شروع کی۔ اے اللہ! ہم تجھ سے ہی اِن لوگوں کی شکایت کرتے ہیں کہ ہم نے بہت مال خرچ کیا اور اپنے جسموں کو خُوب تھکایا اور اپنی سواریوں کو چلایا۔ یہ سب کچھ ہم نے علم حاصل کرنے کے لیئے کیا۔ جب ہماری اِن سے مُلاقات ہُوئی تو یہ ہمیں تُرش رُوئی سے ملے اور ہمیں ایسے سخت کلمات کہہ دیئے۔ یہ سُن کر حضرت اُبیؓ رونے لگے اور مجھے راضی کرنے لگے اور فرمانے لگے تیرا بھلا ہو! میرا مطلب یہ نہیں تھا ہرگز نہیں تھا پھر فرمانے لگے اے اللہ! اگر تُو نے مجھے آئندہ جمعہ تک زندہ رکھا تو میں نے جو کچھ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سُن رکھا ہے وہ سب ضرور بیان کردوں گا اور کسی کی مَلامت کی پرواہ نہیں کروں گا۔ اس کے بعد میں اُن کے پاس سے واپس آگیا اور اگلے جمعہ کا اِنتظار کرنے لگا۔ لیکن جمعرات کو میں کسی کام سے باہر آیا تو میں نے دیکھا کہ تمام گلیاں لوگوں سے بھری ہُوئی ہیں۔ جس گلی میں جاتا ہُوں وہاں لوگ ہی لوگ نظر آتے ہیں میں نے پُوچھا اِن لوگوں کو کیا ہُوا؟ لوگوں نے کہا ہمارا خیال ہے آپ اجنبی مُسافر ہیں۔ میں نے کہا جی ہاں۔ لوگوں نے کہا مُسلمانوں کے سردار حضرت اُبی بن کعبؓ کا اِنتقال ہوگیا ہے۔ حضرت جُندب کہتے ہیں میں عراق واپس آیا تو میری مُلاقات حضرت ابُوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے ہُوئی اور میں نے انہیں حضرت اُبیؓ کی ساری بات بتائی۔ اُنہوں نے فرمایا ہائے افسوس! کاش وہ زندہ رہ جاتے تاکہ ہمیں اُن کی وہ خاص بات پہنچ جاتی۔[1]

حضرت ہلال بن یساف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں بصرہ آیا اور ایک مسجد میں داخل ہُوا تو میں نے دیکھا ایک بڑے میاں جن کے سر اور داڑھی کے بال سفید ہیں ایک ستُون سے ٹیک لگاکر لوگوں میں حدیث بیان کر رہے ہیں۔ میں نے پُوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا یہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما ہیں۔[2]

حضرت ابُوصالح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایسی زبردست مجلس دیکھی ہے کہ سارے قریش والے اس پر فخر کریں تو بجا ہے۔ یہ واقعی قابلِ فخر مجلس ہے۔ میں نے ایک دِن دیکھا کہ بہت سے لوگ اُن کے گھر کے باہر راستہ پر جمع ہیں اور اتنے زیادہ ہیں کہ

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۵۰۱) (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۲۸)

آنے جانے کی بالکل جگہ نہیں ہے۔ میں نے اندر جا کر حضرت ابن عباسؓ کو بتایا کہ دروازے پر بہت سے لوگ آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا میرے لیئے وضو کا پانی رکھو چنانچہ وہ وضو کر کے بیٹھ گئے اور فرمایا باہر جاؤ اور لوگوں میں اعلان کر دو کہ جو قرآن اور اس کے حروف اور اس کی کسی چیز کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آجائے، چنانچہ میں نے باہر جا کر یہ اعلان کیا تو ایک بہت بڑی تعداد اندر آئی جس سے سارا گھر اور حجرہ بھر گیا اور انہوں نے جو بات بھی پوچھی حضرت ابن عباسؓ نے اس کا جواب دیا اور جتنا انہوں نے پوچھا اتنا بلکہ اس سے کہیں اور زیادہ اپنے پاس سے انہیں بتایا پھر فرمایا اب اپنے دوسرے بھائیوں کو اندر آنے کا موقع دے دو چنانچہ وہ لوگ باہر چلے گئے پھر مجھ سے فرمایا باہر جا کر اب یہ اعلان کر دو کہ جو قرآن کی تفسیر اور شرح کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آجائے، چنانچہ میں نے باہر جا کر یہ اعلان کیا تو ایک بہت بڑی تعداد اندر آئی جس سے سارا گھر اور حجرہ بھر گیا اور انہوں نے جو بات بھی پوچھی حضرت ابن عباسؓ نے اس کا جواب دیا اور جتنا ان لوگوں نے پوچھا اتنا بلکہ اس سے بھی زیادہ اپنے پاس سے بیان کر دیا پھر فرمایا اب اپنے دوسرے بھائیوں کو اندر آنے کا موقع دے دو۔ چنانچہ وہ لوگ چلے گئے پھر مجھ سے فرمایا باہر جا کر اعلان کر دو کہ جو حلال حرام اور فقہی مسائل پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آجائے، چنانچہ میں نے باہر جا کر یہ اعلان کر دیا تو بہت بڑی تعداد اندر آئی جس سے سارا گھر اور حجرہ بھر گیا اور ان لوگوں نے جو بھی پوچھا اس کا انہیں جواب دیا اور اتنا ہی اور اپنے پاس سے بیان کر دیا پھر ان سے فرمایا اب اپنے دوسرے بھائیوں کو موقع دے دو چنانچہ یہ لوگ باہر چلے گئے پھر مجھ سے فرمایا باہر جا کر یہ اعلان کر دو کہ جو میراث وغیرہ جیسے مسائل پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آجائے چنانچہ میں نے باہر جا کر یہ اعلان کر دیا تو بہت بڑی تعداد اندر آئی جس سے سارا گھر اور حجرہ بھر گیا اور ان لوگوں نے جو بھی پوچھا حضرت ابن عباسؓ نے اس کا جواب دیا اور اتنا ہی اور اپنے پاس سے بیان کر دیا پھر فرمایا اب اپنے دوسرے بھائیوں کو موقع دے دو چنانچہ وہ لوگ باہر چلے گئے پھر مجھ سے فرمایا باہر جا کر اعلان کر دو کہ جو عربی لغت، اشعار اور انوکھے کلام کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آجائے۔ میں نے باہر جا کر یہ اعلان کر دیا جس پر ایک بہت بڑی تعداد اندر داخل ہوئی جس سے سارا گھر اور حجرہ بھر گیا اور ان لوگوں نے جو بات بھی پوچھی اس کا حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا اور اتنا ہی اور اپنے پاس سے بیان کر دیا۔ اگر سارے قریش حضرت ابن عباسؓ کی اس مجلس پر فخر کریں تو انہیں فخر کرنے کا حق پہنچتا ہے اور میں نے اس جیسا منظر اور کسی کے ہاں نہیں دیکھا[1]

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۲۰) واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۵۳۸) بنحوہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا بہترین مجلس وہ ہے جس میں حکمت کی باتیں بیان کی جائیں[1] دُوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ بہترین مجلس وہ ہے جس میں خُوب حکمت کے موتی بکھیرے جائیں اور رحمتِ خداوندی کی پُوری اُمید ہو (کیونکہ اس میں ایسے اعمال کیئے جاتے ہیں جن کی وجہ سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے)[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مُتّقی لوگ سردار ہیں اور فقیہ لوگ اُمت کے رہنما ہیں اور ان کے ساتھ بیٹھنے سے (ایمان وعلم میں) اضافہ ہوتا ہے۔[3]

حضرت ابو جُحیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قیمتی اور کار آمد نصیحت کے طور پر یہ کہا جاتا تھا کہ بڑی عُمر والوں کے پاس بیٹھا کرو اور عُلماء سے دوستی لگاؤ اور حکمت والے سمجھدار لوگوں سے میل جول رکھو۔ حضرت اَبُودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آدمی کے دینی سمجھ رکھنے کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس کا چلنا اور آنا جانا علم والوں کے پاس ہو[4] ایک روایت میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں اور اس کا بیٹھنا بھی ان کے ساتھ ہو۔[5]

علمی مجلس کا احترام اور اس کی تعظیم

حضرت ابُوحازم رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سہل رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی مجلس میں حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی حدیثیں بیان کر رہے تھے کہ کچھ لوگ آپس میں ایک دُوسرے کی طرف مُتوجہ ہو کر باتیں کرنے لگے۔ اُنہیں غصّہ آگیا اور فرمایا میں انہیں حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی وہ حدیثیں سُنا رہا ہُوں جنہیں میری آنکھوں نے دیکھا ہے اور میرے کانوں نے سُنا ہے اور مَیں یہ دیکھ رہا ہُوں کہ یہ لوگ آپس میں ایک دُوسرے کی طرف متوجہ ہیں (اور حدیث نہیں سُن رہے ہیں)، غور سے سنو اللہ کی قسم! اب مَیں تمہارے درمیان میں سے چلا جاؤں گا اور کبھی بھی تمہارے پاس واپس نہیں آؤں گا۔ میں نے اُن سے پُوچھا آپ کہاں چلے جائیں گے؟ اُنہوں نے کہا میں اللہ کے راستے میں جہاد کرنے چلا جاؤں گا۔ مَیں نے کہا اب جہاد کرنا آپ کے بس میں نہیں ہے کیونکہ نہ آپ گھوڑے پر بیٹھ سکتے ہیں نہ تلوار چلا سکتے ہیں اور نہ نیزہ مار سکتے ہیں (آپ بہت بُوڑھے اور کمزور ہو چکے ہیں) اُنہوں نے فرمایا اے ابوحازم! مَیں جا کر جہاد کی صف میں کھڑا ہو جاؤں گا کوئی نامعلوم تیر یا پتھر آکر مجھے لگے گا اور اِس طرح اللہ تعالیٰ مجھے شہادت

(۱) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر کما قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۲۷) (۲) اخرجہ ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۵۰) (۳) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۲۶) ذکر ہذا فی حدیث طویل ورجالہ موثقون (۴) اخرجہ ابن عبدالبر فی جامعہ (ج ۱ ص ۱۲۶) (۵) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۱) عن ابی الدرداء مثلہ

کا درجہ عطا فرمادیں گے۔[1]

عُلماء اور طلبہ کے آداب

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش کا ایک جوان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہنے لگا یا رسول اللہ! مجھے زنا کی اجازت دے دیں تمام لوگ اُس کی طرف متوجہ ہوگئے اور اسے ڈانٹنے لگے اور کہنے لگے ایسی بات نہ کہو ایسی بات نہ کہو۔ حضورؐ نے فرمایا ذرا قریب آجاؤ۔ وہ حضورؐ کے قریب آگیا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم زنا کو اپنی ماں کے لیئے پسند کرتے ہو؟ اُس نے کہا بالکل نہیں۔ اللہ کی قسم! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ حضورؐ نے فرمایا نہ ہی دوسرے لوگ اسے اپنی ماں کے لیئے پسند کرتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کیا تم اسے اپنی بیٹی کے لیئے پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا بالکل نہیں اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ حضورؐ نے فرمایا اور نہ ہی اور لوگ اسے اپنی بیٹیوں کے لیئے پسند کرتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کیا تم اسے اپنی بہن کے لیئے پسند کرتے ہو؟ اُس نے کہا بالکل نہیں اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ حضورؐ نے فرمایا نہ ہی دوسرے لوگ اسے اپنی بہنوں کے لیئے پسند کرتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کیا تم اسے اپنی پھوپھی کے لیئے پسند کرتے ہو؟ اُس نے کہا بالکل نہیں، اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ حضورؐ نے فرمایا اور نہ ہی دوسرے لوگ اسے اپنی پھوپھیوں کے لیئے پسند کرتے ہیں پھر آپؐ نے فرمایا کیا تم اسے اپنی خالہ کے لئے پسند کرتے ہو؟ اُس نے کہا بالکل نہیں۔ اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ حضورؐ نے فرمایا اور نہ ہی دوسرے لوگ اسے اپنی خالاؤں کے لیئے پسند کرتے ہیں پھر حضورؐ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھ کر یہ دُعا مانگی اے اللہ! اس کے گناہ معاف فرما اور اس کے دل کو پاک فرما اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔ حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں حضورؐ کے سمجھانے اور دُعا فرمانے کے بعد اُس جوان کی توجہ اس طرف سے بالکل ہٹ گئی۔[1]

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو اسے تین مرتبہ کہتے تاکہ سُننے والے اچھی طرح سمجھ لیں۔[2]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ والوں کے واعظ حضرت ابن ابی سائب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تین کاموں میں میری بات مانو ورنہ میں تم سے سخت لڑائی کروں گی۔ حضرت ابن ابی سائبؒ نے عرض کیا وہ تین کام کیا ہیں؟ اے اُم المؤمنین!

---

(۱) اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۵۵) وفیہ عبدالحمید بن سلیمان وہو ضعیف (۲) اخرجه احمد والطبرانی قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۳۹) رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر ورجالہ رجال الصحیح (۳) اخرجه الطبرانی فی الکبیر واسنادہ حسن کما قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۲۹)

میں آپ کی بات ضرور مانوں گا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا پہلی بات یہ ہے کہ تم دعا میں بتکلف قافیہ بندی سے بچو کیونکہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور آپ کے صحابہؓ اس طرح قصداً نہیں کیا کرتے تھے اور دوسری بات یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک دفعہ لوگوں میں بیان کیا کرو اور زیادہ کرنا چاہو تو دو دفعہ ورنہ زیادہ سے زیادہ تین دفعہ کیا کرو اس سے زیادہ نہ کرو ورنہ لوگ (اللہ کی) اس کتاب سے اکتا جائیں گے اور تیسری بات یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرنا کہ تم کسی جگہ جاؤ اور وہاں والے آپس میں بات کر رہے ہوں اور تم ان کی بات کاٹ کر اپنا بیان شروع کر دو بلکہ انہیں اپنی بات کرنے دو اور جب وہ تمہیں موقع دیں اور کہیں تو پھر ان میں بیان کرو۔[1]

حضرت شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک دن ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا مجھے خبر مل جاتی ہے کہ آپ لوگ باہر بیٹھے ہیں لیکن بعض دفعہ میں جان بوجھ کر آپ لوگوں کے پاس باہر نہیں آتا تاکہ میرے زیادہ بیانات اور زیادہ حدیثیں سنانے کی وجہ سے آپ لوگ اکتا نہ جائیں کیونکہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وعظ اور بیان میں ہمارا خیال فرماتے تھے تاکہ ہم اکتا نہ جائیں۔[2] حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک آدمی پر گزر ہوا جو ایک قوم میں وعظ کہہ رہا تھا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اے وعظ ونصیحت کرنے والے! لوگوں کو (اللہ کی رحمت سے) ناامید نہ کرنا۔[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں دین کی سمجھ رکھنے والا حقیقی عالم نہ بتاؤں؟ یہ وہ عالم ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی انہیں کھلی چھٹی دے اور نہ انہیں اللہ کی پکڑ سے بے خوف اور بے فکر ہونے دے اور نہ قرآن کے علاوہ کسی اور چیز میں ایسا لگے کہ قرآن چھوٹ جائے۔ اس عبادت میں خیر نہیں ہے جس میں دینی علم نہ ہو اور اس دینی علم میں خیر نہیں ہے جسے آدمی سمجھا نہ ہو یا جس کے ساتھ پرہیزگاری نہ ہو اور قرآن کی اس تلاوت میں کوئی خیر نہیں جس میں انسان قرآن کے معنی اور مطلب میں غور وفکر نہ کرے۔[4]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کو یمن بھیجا تو ان دونوں کو یہ ہدایات دیں کہ آپس میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا اور ایک دوسرے کی بات ماننا اور لوگوں کو خوشخبریاں سنانا اور لوگوں کو مت

(۱) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۹۱) رواہ احمد رجالہ رجال الصحیح ورواہ ابویعلی بنحوہ (۲) اخرجہ ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۱۰۵) (۳) عند الطبرانی فی الکبیر ورجالہ رجال الصحیح ولکن الاعمش لم یدرک ابن مسعود کما قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۹۱) (۴) اخرجہ ابن الضریس وابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۷۷) وابن عساکر وغیرہم کذا فی الکنز العمال (ج ۵ ص ۲۳۱) واخرجہ ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۴۴) مرفوع نحوہ ثم قال لایاتی ہذا الحدیث مرفوعا الا من ہذا الوجہ واکثرہم یوقفونہ علی علی۔ انتہی

بھگانا چنانچہ (یمن جاکر) حضرت معاذؓ نے لوگوں میں بیان فرمایا اور انہیں اسلام لانے کی اور دینی سمجھ حاصل کرنے کی اور قرآن پڑھنے پڑھانے کی ترغیب دی اور فرمایا میں تمہیں جنت والے اور دوزخ والے بتادیتا ہوں۔ جب کسی آدمی کا بھلائی کے ساتھ ذکر ہو تو سمجھ لو کہ وہ جنت والوں میں سے ہے اور جب کسی کا برائی کے ساتھ ذکر ہو تو سمجھ لو وہ دوزخ والوں میں سے ہے۔[1]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ جب آپس میں بیٹھا کرتے تھے تو اُن کی باتیں دینی امور کے بارے میں ہی ہوتی تھیں یا پھر خود کوئی سورت پڑھتے یا کسی کو پڑھاتے۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں آدمی علم کے اعلیٰ مرتبہ پر اس وقت ہوگا جب اپنے سے اوپر والے سے حسد نہ کرے اور اپنے سے نیچے والے کو حقیر نہ سمجھے اور علم کے بدلہ میں کوئی قیمت نہ چاہے۔[3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خود علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اور علم کے لیے وقار اور سکون واطمینان سیکھو اور جس سے علم سیکھو اس کے سامنے بھی تواضع اختیار کرو اور جسے علم سکھاؤ اُس کے سامنے بھی تواضع اختیار کرو اور متکبر عالم نہ بنو۔ اس طرح تمہارا جہل تمہارے علم کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا بلکہ ختم ہوجائے گا۔[4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا (تمہیں سکھانے والے) عالم کا یہ حق ہے کہ تم اس سے سوال زیادہ نہ کرو اور اسے جواب دینے کی مشقت میں نہ ڈالو یعنی اسے مجبور نہ کرو اور جب وہ تم سے منہ دوسری طرف پھیرلے تو پھر اس پر اصرار نہ کرو اور جب وہ تھک جائے تو اس کے کپڑے نہ پکڑو اور نہ ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کرو اور نہ آنکھوں سے۔ اور اس کی مجلس کا کچھ نہ پوچھو اور اس کی لغزشیں تلاش نہ کرو اور اگر اس سے کوئی لغزش ہوجائے تو تم اس کا لغزش سے رجوع کا انتظار کرو اور جب وہ رجوع کرلے تو تم اسے قبول کرلو اور یہ بھی نہ کہو کہ فلاں نے آپ کی بات کے خلاف بات کہی ہے اور اس کے کسی راز کا افشاء نہ کرو اور اس کے پاس کسی کی غیبت نہ کرو اس کے سامنے اور اس کے پیٹھ پیچھے دونوں حالتوں میں اس کے حق کا خیال کرو اور تمام لوگوں کو سلام کرو لیکن اسے بھی خاص طور سے کرو اور اس کے سامنے بیٹھو اگر اسے کوئی ضرورت ہو تو دوسروں سے آگے بڑھ کر اس کی خدمت کرو اور اس کے پاس جتنا

(۱) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۱ ص ۴۶) ورجالہ موثقون (۲) اخرجہ الحاکم (ج ۱ ص ۹۴) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ووافقہ الذہبی (۳) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۶) (۴) اخرجہ ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۱۳۵) واخرجہ احمد فی الزہد والبیہقی وابن ابی شیبۃ وغیرہم کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۲۸) وفی نقلہ علمکم بجہلکم

وقت بھی تمہارا گزر جائے تنگدل نہ ہونا کیونکہ یہ عالم کھجور کے درخت کی طرح ہے جس سے ہر وقت کسی نہ کسی فائدے کے حاصل ہونے کا انتظار رہتا ہے اور یہ عالم اس روزہ دار کے درجہ میں ہے جو اللہ کے راستہ میں جہاد کر رہا ہو جب ایسا عالم مرجاتا ہے تو اسلام میں ایسا شگاف پڑجاتا ہے جو قیامت تک پُر نہیں ہوسکتا اور آسمان کے ستر ہزار مقرب فرشتے طالب علم کے ساتھ (اکرام کے لیئے) چلتے ہیں[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی اُمِّ وَلَد باندی حضرت جمیلہ رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں کہ جب حضرت ثابت بُنانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت انسؓ کی خدمت میں آتے تو حضرت انسؓ فرماتے اے لونڈیا! ذرا خوشبو لانا تاکہ میں اپنے ہاتھوں کو لگالوں یہ ثابت کی ماں کا بیٹا یعنی خود حضرت ثابت، جب تک میرے دونوں ہاتھوں کو چوم نہیں لے گا اس وقت تک راضی نہیں ہوگا[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایک بات پوچھنا چاہتا تھا لیکن ان کے رُعب اور ہیبت کی وجہ سے میں ان سے دو سال تک نہ پوچھ سکا یہاں تک کہ کسی سفر حج یا سفر عمرہ میں حضرت عمرؓ کسی ضرورت کے لیئے مَرُّالظہران کی وادی میں اراک مقام پر اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گئے اور مجھے تنہائی کا موقع مل گیا تو میں نے کہا اے امیرالمؤمنین! میں آپ سے دو سال سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں لیکن صرف آپ کی ہیبت کی وجہ سے نہ پوچھ سکا۔ انہوں نے فرمایا ایسا مت کرو۔ جب کسی بات کے مجھ سے پوچھنے کا ارادہ ہوا کرے تو فوراً پوچھ لیا کرو اگر مجھے وہ بات معلوم ہوگی تو میں تمہیں بتادوں گا ورنہ کہہ دوں گا مجھے معلوم نہیں۔ پھر تم اس آدمی سے پوچھ لینا جو اسے جانتا ہو۔ میں نے کہا وہ دو عورتیں کون ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے (سورت تحریم میں) فرمایا ہے کہ وہ دونوں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مقابلہ میں ایک دوسرے کی مددگار بنی تھیں حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں۔ اس کے بعد اور لمبی حدیث ذکر کی ہے[3]

حضرت سعید بن مُسَیّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں لیکن آپ سے ڈر بھی لگتا ہے۔ حضرت سعدؓ نے کہا اے میرے بھتیجے! مجھ سے نہ ڈرو جب تمہیں معلوم ہو کہ وہ چیز مجھے معلوم ہے تو تم مجھ

---

(۱) اخرجه المرهبي وابن عبدالبر في العلم كذا في الكنز (ج ۵ ص ۲۴۲) والمنتخب (ج ۴ ص ۴۳) واخرجه الخطيب في الجامع عن علي بمعناه مختصرا كما في الكنز (ج ۵ ص ۲۲۹) (۲) اخرجه ابويعلى قال الهيثمي (ج ۱ ص ۱۳۰) وجميلة هذه لم ار من لم ترجمها ـ (۳) اخرجه ابن عبدالبر في العلم (ج ۱ ص ۱۱۲)

سے ضرور پوچھ لو۔ میں نے عرض کیا جب غزوۂ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر گئے تھے تو ان سے کیا فرمایا تھا؟ حضرت سعدؓ نے کہا حضورؐ نے فرمایا تھا اے علی! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جاؤ جیسے کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیئے تھے (کوہ طور پر جاتے وقت حضرت موسیٰؑ حضرت ہارونؑ کو پیچھے چھوڑ گئے تھے)۔[1]

حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا پانی کے ایک چشمہ پر گزر ہوا۔ اس چشمہ والوں نے ان سے میراث کے بارے میں پوچھا تو حضرت جبیرؓ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں لیکن تم لوگ میرے ساتھ کسی کو بھیج دو میں معلوم کر کے اسے جواب بتا دوں گا، چنانچہ چشمہ والوں نے ان کے ساتھ ایک آدمی بھیج دیا۔ حضرت جبیرؓ نے جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جو عالم اور فقیہ بننا چاہتا ہے اُسے ایسے ہی کرنا چاہیئے جیسے کہ حضرت جبیر بن مطعمؓ نے کیا۔ اُن سے ایسی بات پوچھی گئی جو انہیں معلوم نہیں تھی تو یوں کہہ دیا اَللّٰہُ اَعْلَمُ اللہ جانتے ہیں (میں نہیں جانتا)۔[2]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اولاد کی میراث کے بارے میں پوچھا حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ کسی نے اُن سے کہا آپ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ انہوں نے فرمایا ابن عمر سے وہ چیز پوچھی گئی جو اسے معلوم نہیں اُس نے کہہ دیا میں نہیں جانتا (ٹھیک تو کیا)۔[3] حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ جب وہ پوچھنے والا پشت پھیر کر چل پڑا تو حضرت ابن عمرؓ نے اپنے آپ سے کہا ابن عمر سے ایسی چیز پوچھی گئی جو اُسے معلوم نہیں تو اس نے کہہ دیا مجھے معلوم نہیں۔[4]

حضرت عقبہ بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں مسلسل چونتیس مہینے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی صحبت میں رہا۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ آپ سے کوئی چیز پوچھی جاتی تو آپ کہہ دیتے میں نہیں جانتا اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرماتے کیا تم جانتے ہو یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ یہ لوگ ہماری پشتوں کو جہنم تک جانے کے لیے پل بنانا چاہتے ہیں۔[5]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی نے ایک مسئلہ

(۱) اخرجہ ابن عبدالبر ایضاً واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۴) عن سعید نحوہ مع زیادات (۲) اخرجہ ابن سعد کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۱)
(۳) اخرجہ ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۵۲) (۴) عن ابن سعد (ج ۴ ص ۱۴۴) (۵) اخرجہ ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۵۴)

پوچھا حضرت ابن عمرؓ نے اپنا سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ لوگ یہ سمجھے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس کا سوال ہی نہیں سُنا، اس لیئے اُس آدمی نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے کیا آپ نے میرا سوال نہیں سُنا؟ اُنہوں نے فرمایا سُنا ہے لیکن شاید آپ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ لوگ ہم سے جو کچھ پوچھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سے اس کے بارے میں باز پُرس نہیں کرے گا۔ اللہ تم پر رحم کرے ہمیں ذرا مُہلت دو تاکہ ہم تمہارے سوال کے بارے میں سوچ لیں۔ اگر ہمیں اس کا کوئی جواب سمجھ میں آگیا تو ہم تمہیں بتادیں گے اور اگر نہ آیا تو تمہیں بتادیں گے کہ ہمیں معلوم نہیں [1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! جس آدمی سے ایسی بات پوچھی جائے جو اُسے معلوم ہے تو وہ بتادے اور جسے معلوم نہیں ہے وہ کہہ دے اللہ زیادہ جانتا ہے (مَیں نہیں جانتا) کیونکہ یہ بھی علم میں سے ہے کہ جس بات کو آدمی نہیں جانتا اس کے بارے میں کہہ دے کہ اللہ زیادہ جانتا ہے خود اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا ہے قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ (سورت ص آیت ۸۶) ترجمہ "آپ کہہ دیجئے کہ مَیں تم سے اس قرآن (کی تبلیغ) پر نہ کچھ مُعاوضہ چاہتا ہوں اور نہ مَیں بناوٹ کرنے والوں سے ہوں" [2]

حضرت عبد اللہ بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو اُنہوں نے فرمایا مجھے معلوم نہیں پھر فرمایا اس بول سے میرے جگر کو بہت زیادہ ٹھنڈک پہنچی ہے کہ مجھ سے ایسی بات پوچھی گئی جو مجھے معلوم نہیں اور مَیں نے کہہ دیا مجھے معلوم نہیں [3]

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب کوئی عالم مَیں نہیں جانتا کہنا چھوڑ دیتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ اپنی ہلاکت کی جگہ پر پہنچ گیا ہے۔

حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی عالم میں نہیں جانتا کہنے سے چُوک جائے تو سمجھ لو کہ وہ اپنی ہلاکت کی جگہ پر پہنچ گیا ہے [4]

حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو حدیثیں سُناتے اور جب دیکھتے کہ یہ تھک گئے ہیں اور اُکتا گئے ہیں تو اُنہیں پودے لگانے میں مشغول کر دیتے [5]

---

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۶۸) (۲) اخرجہ ابن عبد البر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۵۱) (۳) اخرجہ سعدان بن نصر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۱) واخرجہ الدارمی عن ابی البختری وزاذان عن علی مقتصرا علی قولہ کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۲) (۴) اخرجہ ابو داؤد فی تصنیفہ لحدیث مالک کذا فی جامع بیان العلم (ج ۲ ص ۵۴) (۵) اخرجہ ابن السمعانی کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۱)

حضرت عبداللہ بن مُصعب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا عورتوں کا مہر چالیس اُوقیہ (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) سے زیادہ مقرر نہ کرو چاہے ذی الغصہ قیس بن حُصین حارثی (جیسے سردار) کی بیٹی کیوں نہ ہو جو اس سے زیادہ مقرر کرے گا میں وہ زائد رقم لے کر بیت المال میں جمع کردوں گا۔ اس پر عورتوں کی صف میں سے ایک عورت کھڑی ہوئی جس کا قد لمبا تھا اور ناک چپٹی تھی اور اس نے کہا آپ کو ایسا کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا کیوں؟ اُس عورت نے کہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْہُ شَیْئًا (سورت نساء آیت ۲۰) ترجمہ "اور تم اس ایک کو انبار کا انبار مال دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی مت لو۔" تو حضرت عمرؓ نے فوراً کہا عورت نے ٹھیک کہا مرد نے غلطی کی یعنی عمر نے۔[1]

حضرت محمد بن کعب قُرظی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ پوچھا حضرت علیؓ نے اس کا کچھ جواب دیا اُس آدمی نے کہا اے امیرالمؤمنین! مسئلہ اس طرح نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے حضرت علیؓ نے فوراً کہا تم نے ٹھیک کہا میری بات غلط تھی وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ (سورت یوسف آیت ۷۶) ترجمہ "اور ہر جاننے والے کے اُوپر اس سے زیادہ جاننے والا ہوتا ہے۔"[2]

حضرت سعید بن مُسیّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بعض دفعہ حضرت عمر بن خطّاب اور حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہما کا آپس میں کسی مسئلہ میں اتنا جھگڑا ہو جاتا تھا کہ دیکھنے والا یوں سمجھتا تھا کہ اب شاید یہ دونوں کبھی آپس میں اکٹھے نہیں ہوں گے لیکن وہ دونوں جب اس مجلس سے اُٹھتے تو ایسے لگتا کہ کوئی بات ہوئی ہی نہیں تھی بالکل ٹھیک ٹھاک ہوتے۔[3]

آدمی کا اِس وجہ سے علم کی مجلس میں آنا چھوڑ دینا تاکہ دُوسرے لوگ علم حاصل کرسکیں

حضرت عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بارہ سواروں کی جماعت میں (اپنی بستی سے) چلا اور سفر کر کے مدینہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں پہنچا۔ ہم آپؐ کے ہاں ٹھہر گئے میرے ساتھیوں نے کہا ہمارے اُونٹ کون چرائے گا تاکہ (وہ تو ہمارے اُونٹ لے کر چلا جائے اور فارغ ہو کر) ہم جا کر حضورؐ سے علم کی روشنی حاصل کرسکیں اور شام کو جب وہ اُونٹ چرا کر واپس آئے گا تو ہم نے جو کچھ دن بھر میں حضورؐ سے سُنا ہوگا وہ سب اُسے بتادیں گے؟ میں اُونٹ چرانے کے لئے

(۱) اخرجہ ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۱۳۱) (۲) اخرجہ ابن عبدالبر فی جامعہ واخرجہ ابن جریر بلفظہ کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۱)
(۳) اخرجہ الخطیب فی رواۃ مالک کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۲)

تیار ہو گیا اور چند دن اُونٹ چراتا رہا پھر میں نے دل میں سوچا کہ کہیں میرا نقصان تو نہیں ہو رہا کیونکہ میرے ساتھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حدیثیں سُنتے ہیں جو میں نہیں سُنتا اور آپؐ سے وہ کچھ سیکھ رہے ہیں جو میں نہیں سیکھ رہا چنانچہ ایک دن (میں اُونٹ لے کر نہ گیا اور دوسرے ساتھی اپنے اپنے اونٹ لے کر گئے اور) میں مجلس میں حاضر ہُوا تو میں نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ حضورؐ نے فرمایا جو پُورا وضو کرے گا وہ اپنے گناہوں سے ایسے پاک صاف ہو جائے گا جیسے آج ہی اُس کی ماں نے اُسے جنا ہو۔ میں یہ فضیلت سُن کر بہت خوش ہُوا اور واہ واہ کرنے لگا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا ارے میاں اگر تم اِس سے پہلے والا کلام سُن لیتے تو اور زیادہ حیران ہوتے میں نے کہا اللہ مجھے آپ پر قربان کرے ذرا مجھے وہ کلام تو سُنا دیں۔ اُنہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنت کے سارے دروازے کھول دیں گے کہ جس سے چاہے داخل ہو جائے اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ اِس کے بعد حضورؐ ہمارے پاس باہر تشریف لائے میں آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا لیکن آپؐ نے مجھ سے منہ پھیر لیا اور تین مرتبہ حضورؐ نے ایسے ہی فرمایا۔ جب آپؐ نے چوتھی مرتبہ بھی ایسے ہی کیا تو میں نے عرض کیا یا نبیّ اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ مجھ سے کیوں منہ پھیر رہے ہیں؟ اس پر آپؐ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا تمہیں ایک آدمی (کا مجلس میں آنا) زیادہ پسند ہے یا بارہ (کا) جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں اُسی وقت اپنے ساتھیوں کے پاس واپس چلا گیا۔[1]

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ثقیف کے وفد کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر اپنے نئے جوڑے پہنے میرے ساتھیوں نے کہا ہماری سواریوں کو کون تھام کر رکھے گا؟ لیکن سب کو حضورؐ کی خدمت میں فوراً حاضری دینے کا شوق تھا اور کوئی بھی اِس کام کے لئے ٹھہرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں ان سب میں چھوٹا تھا میں نے کہا اگر آپ لوگ چاہیں تو میں سواریوں کے لئے یہاں ٹھہرنے کے لئے تیار ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ جب آپ لوگ اندر سے باہر آجائیں تو پھر آپ لوگوں کو میری سواری کی وجہ سے یہاں رُکنا ہوگا۔ اُنہوں نے کہا ٹھیک ہے اور وہ سب اندر حضورؐ کی خدمت میں چلے گئے اور وہاں سے فارغ ہو کر باہر واپس آئے اور کہنے لگے آؤ چلیں میں نے کہا، کہاں؟ تمہارے گھر، میں نے کہا میں نے اپنے گھر سے اتنا سفر کیا لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پہنچا تو حضورؐ کی خدمت میں حاضری دیئے بغیر میں واپس چلا جاؤں حالانکہ آپ لوگوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا جیسے کہ آپ لوگوں کو معلوم ہے۔ اس پر ساتھیوں نے کہا اچھا جلدی کرو

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۷۷) واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۹ ص ۳۰۷) نحوہ

ہم حضورؐ سے ہر بات پوچھ آئے ہیں تمہیں اب کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ میرے لیئے اللہ سے دعا فرمادیں کہ مجھے علم اور دین کی سمجھ عطا فرمادے۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے کیا کہا؟ میں نے اپنی درخواست دوبارہ پیش کی تو حضورؐ نے فرمایا تم نے ایسی فرمائش کی ہے کہ ویسی تمہارے ساتھیوں میں سے کسی نے نہیں کی۔ جاؤ اب تم ہی اپنے ان ساتھیوں کے بھی امیر ہو اور تمہاری قوم میں سے جو بھی تمہارے پاس آئے تم اس کے امیر ہو۔ آگے اور حدیث بھی ذکر کی ہے[1] دوسری مختصر روایت میں یہ ہے کہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ کے پاس ایک قرآن رکھا ہوا تھا وہ میں نے حضورؐ سے مانگا حضورؐ نے مجھے عطا فرما دیا۔

علم کا پڑھنا پڑھانا اور علم کو آپس میں دُہرانا اور کن چیزوں کا پوچھنا مناسب ہے اور کن کا مناسب نہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوتے تھے اور کبھی ہماری تعداد ساٹھ تک بھی ہو جاتی تھی۔ حضورؐ ہم لوگوں میں حدیث بیان فرماتے پھر اپنی کسی ضرورت سے اندر تشریف لے جاتے ہم لوگ بیٹھ کر اسے آپس میں اتنا دُہراتے کہ جب وہاں سے اٹھتے تو وہ حدیث ہمارے دل میں پختہ ہو چکی ہوتی[2]

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو ہم سب آپ کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ ہم میں سے کوئی آپؐ سے قرآن کے بارے میں، کوئی فرائض کے بارے میں اور کوئی خواب کی تعبیر پوچھتا[3]

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے پاس جب ان کے ساتھی آیا کرتے تو ان سے فرمایا کرتے کہ مل کر پڑھا کرو، بشارتیں سنایا کرو اور (علم کو) بڑھاؤ اللہ تعالیٰ تمہاری خیر کو بڑھائے اور تم سے محبت کرے اور جو تم سے محبت کرتا ہے اُس سے بھی محبت کرے اور مسائل کو ہمارے سامنے دُہراتے رہا کرو کیونکہ مسائل کے آخری حصے کا ثواب پہلے حصے کی طرح ہے اور اپنی گفتگو میں استغفار شامل کر لیا کرو[4]

حضرت ابو نضرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہمیں حدیثیں لکھ کر دے دیں۔ فرمایا ہرگز لکھ کر نہیں دیں گے۔ ہم ہرگز حدیث کو قرآن نہیں بنائیں گے بلکہ تم ہم سے حدیثیں ایسے لو جیسے ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (بغیر لکھے ہوئے

(۱) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۸۴) رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح غیر حکیم بن حکیم بن عباد وقد وثق (۲) اخرجہ ابو یعلی قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۶۱) وفیہ یزید الرقاشی وہو ضعیف (۳) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۵۹) وفیہ محمد بن بکر الرومی ضعفہ ابو داؤد والوزرعۃ ووثقہ ابن حبان۔ اھ (۴) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۶۰) ورجالہ موثقون۔

زبانی) لی تھیں اور حضرت ابو سعیدؓ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ حدیثیں آپس میں دُہرایا کرو کیونکہ اس طرح پختہ یاد ہو جاتی ہیں[1] حضرت ابو سعیدؓ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حدیثوں کا آپس میں مذاکرہ کرتے رہا کرو اس سے حدیثیں اچھی طرح یاد ہو جاتی ہیں[2] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا حدیثوں کا آپس میں مذاکرہ کرتے رہا کرو کیونکہ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تمام حدیثیں بھول جاؤ گے[3] ابن عبد البر کی روایت کے شروع میں یہ بھی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے ملتے رہا کرو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا حدیثوں کا آپس میں مذاکرہ کرتے رہو کیونکہ مذاکرہ کرنے سے حدیثیں زندہ رہتی ہیں یعنی یاد رہتی ہیں[4] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا علم کا پڑھنا پڑھانا نفل نماز کا ثواب دلاتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا رات کے کچھ حصے میں علم کا آپس میں مذاکرہ کرنا مجھے رات بھر عبادت کرنے سے زیادہ محبوب ہے[5]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابو حسن! کئی مرتبہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں موجود ہوتے تھے اور ہم غائب ہوتے تھے اور کبھی ہم موجود ہوتے تھے اور آپ غیر حاضر۔ تین باتیں میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کیا آپ کو وہ معلوم ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا وہ تین باتیں کیا ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ایک آدمی کو ایک آدمی سے محبت ہوتی ہے، حالانکہ اُس نے اس میں کوئی خیر کی بات نہیں دیکھی ہوتی اور ایک آدمی کو ایک آدمی سے دوری ہوتی ہے حالانکہ اُس نے اس میں کوئی بُری بات نہیں دیکھی ہوتی اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں اِس کا جواب مجھے معلوم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسانوں کی روحیں ازل میں ایک جگہ اکٹھی رکھی ہوئی ہیں وہاں وہ ایک دوسرے کے قریب آکر آپس میں ملتی ہیں جن میں وہاں آپس میں تعارف ہو گیا اُن میں یہاں دُنیا میں اُلفت ہو جاتی ہے اور جن میں وہاں اجنبیت رہی وہ یہاں دُنیا میں ایک دوسرے سے الگ رہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ ایک بات کا جواب مل گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ آدمی حدیث بیان کرتا ہے کبھی اُسے بھول جاتا ہے کبھی یاد آجاتی ہے اِس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ جیسے چاند کا بادل ہوتا ہے ایسے دل کے لئے بھی بادل ہے۔ چاند خوب چمک رہا ہوتا ہے بادل اُس کے سامنے آجاتا ہے تو اندھیرا ہو جاتا ہے اور جب بادل ہٹ جاتا ہے چاند پھر چمکنے لگتا ہے۔ ایسے ہی آدمی ایک حدیث بیان کرتا ہے

(۱) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۶۱) ورجالہ رجال الصحیح (۲) اخرجہ الحاکم (ج ۱ ص ۹۴) وابن عبد البر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۱۰۱) (۳) اخرجہ الحاکم (ج ۱ ص ۹۵) واخرجہ ابن ابی شیبۃ کما فی جامع العلم (ج ۱ ص ۱۰۱) عن علی مثلہ (۴) اخرجہ الحاکم (ج ۱ ص ۹۵) (۵) عند ابن عبد البر فی العلم (ج ۱ ص ۲۲)

بادل اس پر چھا جاتا ہے تو وہ حدیث بھول جاتا ہے اور جب اس سے وہ بادل ہٹ جاتا ہے تو اسے وہ حدیث یاد آجاتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا دو باتوں کا جواب مل گیا تیسری بات یہ ہے کہ آدمی خواب دیکھتا ہے تو کوئی خواب سچا ہوتا ہے کوئی جھوٹا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا جی ہاں اس کا جواب بھی مجھے معلوم ہے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو بندہ یا بندی گہری نیند سو جاتا ہے تو اس کی روح کو عرش تک چڑھایا جاتا ہے جو روح عرش پر پہنچ کر جاگتی ہے اس کا خواب تو سچا ہوتا ہے اور جو اس سے پہلے جاگ جاتی ہے اس کا خواب جھوٹا ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں ان تین باتوں کی تلاش میں ایک عرصہ سے لگا ہوا تھا اللہ کا شکر ہے کہ میں نے مرنے سے پہلے ان کو پا لیا[1]

حضرت ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تنہائی میں بیٹھے ہوئے تھے اور اپنے دل میں کچھ سوچ رہے تھے پھر آدمی بھیج کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بلایا۔ جب وہ آگئے تو ان سے فرمایا اس امت میں کیسے اختلاف ہو سکتا ہے جب کہ ان کی کتاب ایک ہے اور ان کا نبی ایک ہے اور ان کا قبلہ ایک ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے کہا اے امیر المؤمنین! ہم پر قرآن نازل ہوا ہم نے اسے پڑھا اور ہمیں معلوم ہے کہ قرآن کی یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن ہمارے بعد کے لوگ قرآن تو پڑھیں گے لیکن انہیں یہ نہیں معلوم ہوگا کہ یہ آیت کس بارے میں نازل ہوئی ہے اس طرح ہر جماعت کی اس بارے میں الگ الگ رائے ہوگی۔ جب ہر جماعت کی الگ الگ رائے ہوگی تو ان میں اختلاف ہو جائے گا اور جب ان میں آپس میں اختلاف ہو جائے گا تو پھر آپس میں لڑ پڑیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ ان پر برسے اور انہیں خوب ڈانٹا۔ حضرت ابن عباسؓ واپس چلے گئے لیکن حضرت ابن عباسؓ نے جو بات کہی تھی وہ بعد میں حضرت عمرؓ کو سمجھ آگئی تو انہیں بلایا اور ان سے فرمایا وہ اپنی بات ذرا دوبارہ کہنا[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج رات میں نے ایک آیت پڑھی جس کی وجہ سے مجھے ساری رات نیند نہیں آئی۔ وہ آیت یہ ہے اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ الآیۃ (سورت بقرہ آیت ۲۶۶) ترجمہ ”بھلا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک باغ ہو کھجوروں کا اور انگوروں

(۱) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۶۲) وفیہ ازہر بن عبداللہ قال العقیلی حدیثہ غیر محفوظ عن ابن عجلان وہذا الحدیث لیعرف من حدیث اسرائیل عن ابی اسحٰق عن الحارث عن علی موقوفا وبقیۃ رجالہ موثقون۔ انتہی

(۲) اخرجہ سعید ابن منصور والبیہقی والخطیب فی الجامع کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۸)

کا. اس کے (درختوں کے) نیچے نہریں چلتی ہوں اس شخص کے یہاں اس باغ میں اور بھی ہر قسم کے (مناسب) میوے ہوں اور اس شخص کا بڑھاپا آگیا ہو اور اس کے اہل و عیال بھی ہوں جن میں (کمانے کی) قوت نہیں. سو اس باغ پر ایک بگولا آوے جس میں آگ (کا مادہ) ہو پھر وہ باغ جل جاوے" میں ساری رات یہ سوچتا رہا کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں کیا کہنا چاہتے ہیں اس سے مراد کیا ہے ؟ ایک آدمی نے کہا اللہ زیادہ جانتے ہیں. حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ اللہ زیادہ جانتے ہیں لیکن میں اسلئے پوچھ رہا ہوں کہ اگر آپ لوگوں میں سے کسی کو کچھ معلوم ہے یا اس نے اس بارے میں کچھ سُن رکھا ہے تو وہ بتادے اور لوگ تو خاموش رہے لیکن میں نے دھیمی آواز سے کچھ کہا اس پر حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا کہو اے میرے بھتیجے! کہو اپنے آپ کو اتنا کم درجہ کا نہ سمجھو میں نے کہا اس مثال سے مراد عمل ہے اُنہوں نے فرمایا عمل مراد لینے کی کیا دلیل ہے ؟ میں نے کہا (دلیل تو کوئی نہیں ہے لیکن) میرے دل میں یہ بات آئی ہے جو میں نے کہہ دی ہے. اس پر حضرت عمرؓ مجھے چھوڑ کر خود تفسیر کرنے لگے اور فرمایا اے میرے بھتیجے! تم نے ٹھیک کہا واقعی اس سے عمل ہی مراد ہے. ابن آدم جب بوڑھا ہو جاتا ہے اور اُس کے اہل و عیال زیادہ ہو جاتے ہیں تو اُسے اپنے باغ کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے. ایسے ہی قیامت کے دن اسے عمل کی سب سے زیادہ ضرورت ہو گی. اے میرے بھتیجے! تم نے بالکل ٹھیک کہا ہے[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے بڑے بوڑھوں کے ساتھ اپنی مجلس میں شریک فرمایا کرتے تھے. ایک مرتبہ ان سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اس نوجوان کو ہمارے ساتھ شریک کرتے ہیں حالانکہ اس جتنے تو ہمارے بیٹے ہیں! حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کو تم جانتے ہو. ایک دن حضرت عمرؓ نے اُنہیں بھی بلایا اور مجھے بھی بلایا. میں سمجھ گیا کہ مجھے صرف اس لئے بلایا ہے تاکہ وہ لوگ میری (علمی) حیثیت دیکھ لیں اور فرمایا آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کیا کہتے ہیں اور پھر اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ سے لے کر آخر تک ساری سورت پڑھی ترجمہ" (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جب خدا کی مدد اور (مکہ کی) فتح (مع اپنے آثار کے) آپہنچے (یعنی واقع ہو جائے) اور (آثار جو اس پر متفرع ہونے والے ہیں یہ ہیں کہ) آپ لوگوں کو اللہ کے دین (یعنی اسلام) میں جوق در جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے اور اس سے استغفار کی درخواست کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے"

[1] اخرجہ عبد بن حمید و ابن المنذر واخرجہ ایضا ابن المبارک و ابن جریر و ابن ابی حاتم والحاکم بمعناہ مختصرا کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۴۴) وصححہ الحاکم (ج ۲ ص ۲۴۲) علی شرط الشیخین

ان میں سے کسی نے کہا اللہ نے ہمیں اس بات کا حکم دیا ہے کہ جب اللہ کی مدد آجائے اور ہمیں فتح نصیب ہو جائے تو ہم اس کی تعریف کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں اور کسی نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ بعضوں نے کچھ نہیں کہا بلکہ خاموش رہے پھر حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا اے ابن عباس! کیا تم بھی ایسے ہی کہتے ہو؟ میں نے کہا نہیں انہوں نے فرمایا پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کی طرف اشارہ ہے اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو بتایا ہے کہ جب اللہ کی مدد آجائے اور مکہ فتح ہو جائے اور تم لوگوں کو دیکھ لو تو یہ آپ کے دنیا سے جانے کے قریب آنے کی نشانی ہے، لہٰذا آپ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے اور اس سے مغفرت طلب کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے بھی اس سورت کے بارے میں اتنا ہی معلوم ہے جتنا تمہیں معلوم ہے[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ (سورت مائدہ آیت ۱۰۱) ترجمہ "اے ایمان والو! ایسی (فضول) باتیں مت پوچھو کہ اگر تم سے ظاہر کر دی جاویں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو" حضرت عمرؓ نے فرمایا کچھ مہاجرین کو اپنے نسب میں کچھ شبہ تھا ایک دن یہ لوگ آپس میں کہنے لگے اللہ کی قسم! ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہمارے نسب کے بارے میں اللہ تعالیٰ کچھ قرآن نازل فرما دیں تو کیا ہی اچھا ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جو تم نے ابھی پڑھی تھی پھر حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا تمہارے یہ ساتھی یعنی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اگر امیر بن گئے تو یہ زاہد تو ہوں گے لیکن مجھے خود بینی کا ڈر ہے کہ کہیں اس میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین! ہمارے ساتھی (کے فضائل اور درجے) کو تو آپ جانتے ہیں اللہ کی قسم! آپ کیا فرما رہے ہیں؟ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد) ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور جتنے دن وہ حضورؐ کے ساتھ رہے کبھی حضورؐ کو ناراض نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے حضرت علیؓ نے ابو جہل کی بیٹی کو شادی کا پیغام دینا چاہا تھا جس پر حضورؐ کو گرانی ہوئی تھی۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی نافرمانی کے قصے میں فرمایا ہے وَلَمْ نَجِدْ

---

[1] اخرجہ سعید بن منصور وابن سعید وابو یعلی وابن جریر وابن المنذر والطبرانی وابن مردویہ وابو نعیم والبیہقی معاً فی الدلائل کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۷۶) واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۱۷) نحوہ واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۵۳۹) عن ابن عباس قال کان عمر رضی اللہ عنہ یسألنی مع اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ عبد الرحمٰن بن عوف اتسالہ فذکر نحوہ مختصراً ثم قال ہذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ووافقہ الذہبی۔

لہٗ عزمًا (سورت طٰہٰ آیت ۱۱۵) ترجمہ" ہم نے (اس حکم کے اہتمام میں) ان میں پختگی (اور ثابت قدمی) نہ پائی" ایسے ہی ہمارے ساتھی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرنے میں پختگی نہ دکھائی (بلکہ جونہی پتہ چلا کہ یہ کام حضورؐ کو پسند نہیں ہے انہوں نے فوراً اس ارادہ کو چھوڑ دیا) اور یہ تو دل کے وہ خیالات ہیں جن کے آنے کو کوئی روک نہیں سکتا اور اللہ کے دین کی سمجھ رکھنے والے فقیہ اور اللہ کے احکام کے جاننے والے عالم سے بھی کبھی لغزش ہو جاتی ہے لیکن جب اسے اس پر متنبہ کیا جائے تو فوراً اسے چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع کر لیتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابن عباس! جو یہ چاہتا ہے کہ تمہارے (علوم کے) سمندروں میں گھس کر تمہارے ساتھ غوطہ لگائے اور گہرائی تک جا پہنچے وہ ایسا کام کرنا چاہتا ہے جو اس کے بس میں نہیں (یعنی تم نے اپنے دلائل سے مجھے لاجواب کر دیا ہے)۔ [1]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں سامنے سے مقصورہ والے حضرت خباب رحمۃ اللہ علیہ ظاہر ہوئے اور کہنے لگے اے عبداللہ بن عمر! کیا آپ نے وہ حدیث سنی ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کر رہے ہیں؟ وہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو گھر سے ہی جنازہ کے ساتھ چلے اور اس کی نماز جنازہ پڑھے اور پھر دفن تک اس کے پیچھے رہے اس کو دو قیراط اجر ملے گا۔ ایک قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے اور جو نماز جنازہ پڑھ کر واپس آجائے اس کو احد پہاڑ کے برابر اجر ملے گا یعنی ایک قیراط اجر ملے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضرت خباب کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا کہ ان سے حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث کے بارے میں پوچھو اور وہ جو جواب دیں وہ آکر بتاؤ پھر حضرت ابن عمرؓ ایک مٹھی مسجد کی کنکریاں لے کر ہاتھ میں الٹ پلٹ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ قاصد یعنی حضرت خباب واپس آگئے اور آکر بتایا کہ حضرت عائشہؓ فرما رہی ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے ٹھیک کہا ہے تو ہاتھ میں جو کنکریاں تھیں انہیں حضرت ابن عمرؓ نے زمین پر پھینک کر کہا پھر تو ہم نے اجر و ثواب کے بہت سے قیراط کھو دیئے۔ [2] حاکم کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں نہ تو زمیندارہ کی مشغولی تھی اور نہ بازار کے کاروبار اور تجارت کی۔ جس کی وجہ سے ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر جانا پڑتا ہو۔ میری چاہت تو بس اتنی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یا تو کوئی کلمہ اور بات سکھا دیں یا کھانے کا کوئی لقمہ کھلا دیں اس پر حضرت

(۱) اخرجہ الزبیر بن بکار فی الموفقیات کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۲۹) (۲) اخرجہ مسلم عن عامر بن سعد بن ابی وقاص حدثہ عن ابیہ کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۳۰۲) واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۵۱۰) عن الولید بن عبدالرحمان بسیاق آخر بمعناہ

ابن عمرؓ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! واقعی تم ہم سب سے زیادہ حضورؐ کو چمٹے رہتے تھے اسی وجہ سے تم ہم سب سے زیادہ حضورؐ کی حدیثوں کو جاننے والے ہو۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے بہتر کوئی قوم نہیں دیکھی کہ انہوں نے حضورؐ کی وفات تک حضورؐ سے صرف تیرہ مسئلے ہی پوچھے جن کا قرآن میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر ہے يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ (صحابہ آپ سے قابل احترام مہینے، شراب اور جوئے، یتیموں، حیض اور مال غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں) وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ (صحابہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں) اور وہ صرف اپنے فائدہ کی بات ہی پوچھا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے یہ بھی فرمایا بیت اللہ کا سب سے پہلے فرشتوں نے طواف کیا تھا اور حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان کئی نبیوں کی قبریں ہیں جب کسی نبی کو اس کی قوم بہت زیادہ تکلیف دینے لگتی تو وہ انہیں چھوڑ کر بیت اللہ کے پاس آجاتا تو پھر وفات تک یہاں ہی اللہ کی عبادت کرتا رہتا۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انصار کی عورتیں بہت اچھی ہیں دینی مسئلہ پوچھنے اور دین کی سمجھ حاصل کرنے میں حیا نہیں کرتی ہیں۔[3]

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی پڑوسن تھی۔ میں نے (ان کے گھر میں جاکر) عرض کیا یا رسول اللہ! ذرا یہ بتائیں کہ جب کوئی عورت خواب میں یہ دیکھے کہ اس کے خاوند نے اس سے صحبت کی ہے تو کیا اسے غسل کرنا پڑے گا؟ یہ سن کر حضرت ام سلمہؓ نے کہا اے ام سلیم! تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں تم نے تو اللہ کے رسولؐ کے سامنے عورتوں کو رسوا کر دیا۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ حق بات بیان کرنے سے حیا نہیں کرتے۔ ہمیں جب کسی مسئلہ میں مشکل پیش آئے تو اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لینا اس سے بہتر ہے کہ ہم ایسے ہی اندھیرے میں رہیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا اے ام سلیم! تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں اگر اسے (کپڑوں پر یا جسم پر) پانی نظر آئے تو اسے غسل کرنا پڑے گا۔ حضرت ام سلمہؓ نے کہا کیا عورت کا بھی پانی ہوتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا تو پھر بچہ ماں کے کیسے مشابہ ہو جاتا ہے؟ یہ عورتیں مزاج اور طبیعت میں مردوں جیسی ہیں۔[4]

---

[1] وبهذا السياق اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٣٣٢) عن الوليد الا انه لم يذكر قول ابن عمر قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه [2] اخرجه الطبراني في الكبير قال الهيثمي (ج ١ ص ١٥٨) وفيه عطاء بن السائب وهو ثقة ولكنه اختلط وبقية رجاله ثقات. انتهى واخرجه البزار كما في الاتقان [3] اخرجه ابن عبد البر في العلم (ج ١ ص ٨٨) [4] اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ١ ص ١٦٥) وهو في الصحيح باختصار و في اسناد احمد انقطاع بين ام سليم و اسحاق۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات ارشاد فرما دیتے تو بعض لوگ ایک دوسرے سے اس کے بارے میں بہت زیادہ سوالات کرتے اور پھر حضورؐ سے پوچھنے لگ جاتے جب پوچھنا شروع کرتے تو اس وقت تو وہ چیز حلال ہوتی لیکن وہ حضورؐ سے اس کے بارے میں اتنے سوالات کرتے کہ آخر وہ چیز اللہ کی طرف سے حرام کر دی جاتی[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لعان کی آیتیں زیادہ سوالات کرنے کی وجہ سے نازل ہوئیں[2] ایک دن لوگوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ سوالات کیے تو انہوں نے حضرت حارث بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا اے حار بن قیس! (شفقتاً حارث کو حار کہہ کر پکارا) تمہارا کیا خیال ہے یہ لوگ اتنا زیادہ پوچھ کر کیا کرنا چاہتے ہیں؟ حضرت حارث نے کہا یہ لوگ تو بس سیکھ کر چھوڑ دیں گے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں! تم نے ٹھیک کہا[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اے لوگو! جو چیز ابھی ہوئی نہیں اس کے بارے میں مت پوچھو کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُس آدمی پر لعنت بھیجتے تھے جو اس چیز کے بارے میں پوچھے جو ابھی ہوئی نہیں[4] حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کسی کے لیے یہ بات حلال نہیں ہے کہ وہ اُس چیز کے بارے میں پوچھے جو ابھی ہوئی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام اُمور کے بارے میں فیصلہ فرما رکھا ہے جو آئندہ ہونے والے ہیں[5]

حضرت خارجہ بن زید بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے جب کوئی چیز پوچھی جاتی تھی تو اُس وقت تک اس کے بارے میں اپنی سمجھ سے کوئی جواب نہ دیتے تھے جب تک یہ نہ پوچھ لیتے کہ یہ بات ہو چکی ہے یا نہیں؟ اگر وہ ہوئی نہ ہوتی تو اُس کا جواب نہ دیتے اور اگر ہو چکی ہوتی تو پھر اس کے بارے میں گفتگو فرماتے اور جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو پوچھتے کہ کیا یہ پیش آچکا ہے؟ تو کوئی آدمی اُن سے کہتا اے ابوسعید! ابھی پیش تو نہیں آیا لیکن ہم پہلے سے اس کا جواب تیار کر رہے ہیں۔ یہ فرماتے اسے چھوڑ دو اور اگر پیش آچکا ہوتا تو اُس کا جواب بتا دیتے۔ حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کیا یہ پیش آچکا ہے؟ میں نے کہا نہیں تو فرمایا جب تک یہ پیش نہ آئے اُس وقت تک مجھے آرام سے رہنے دو[6] ابن سعد کی روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت ابیؓ نے فرمایا کہ جب تک یہ پیش نہ آجائے اُس وقت تک

(۱) اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۵۹) وفیہ قیس بن الربیع وثقہ شعبۃ وسفیان وضعفہ احمد ویحیی بن معین وغیرہما. انتہی (۲) اخرجہ البزار قال الہیثمی ورجالہ ثقات (۳) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی ورجالہ موثقون (۴) اخرجہ ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۱۴۳) (۵) عند ابن عبدالبر ایضا (۶) اخرجہ ابن عبدالبر ایضا (ج ۲ ص ۱۴۲) واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۵۰۰) عن مسروق.

ہمیں آرام سے رہنے دو جب یہ پیش آجائے گا تب ہم تمہارے لئے کوشش کر کے اپنی رائے بتا دیں گے۔

حضرت عامر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو پوچھا کیا یہ مسئلہ پیش آچکا ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں تو فرمایا جب تک یہ مسئلہ پیش نہ آجائے اُس وقت تک ہمیں چھوڑے رکھو جب یہ پیش آجائے گا تب زور لگا کر اس کا صحیح جواب نکال کر تمہیں بتائیں گے۔[1]

قرآن سیکھنا اور سکھانا اور پڑھ کر لوگوں کو سُنانا

حضرت ابُو اُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسُول اللہ! میں نے فلاں قبیلہ کا حصہ خریدا تو مجھے اس میں اتنا اور اتنا نفع ہوا حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس سے زیادہ نفع کی صورت نہ بتا دوں؟ اس نے کہا کیا اس سے زیادہ نفع ہو سکتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ آدمی دس آیتیں سیکھ لے (تو اسے اس سے زیادہ نفع مل جائے گا) چنانچہ وہ آدمی گیا اور اُس نے دس آیتیں سیکھیں اور آکر حضورؐ کو اس کی اطلاع کی۔[2]

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی سُورت نہ سکھاؤں کہ اُس جیسی سُورت تورات، انجیل، زبور اور قرآن (کسی آسمانی کتاب) میں نازل نہیں ہوئی۔ میں نے کہا ضرور سکھائیں۔ حضورؐ نے فرمایا اُمید ہے اس دروازے سے نکلنے سے پہلے ہی تم اس سُورت کو سیکھ لو گے پھر حضورؐ کھڑے ہو گئے اور آپؐ کے ساتھ میں بھی کھڑا ہو گیا ہم آپؐ مجھ سے باتیں کرنے لگے۔ میرا ہاتھ آپؐ کے ہاتھ میں تھا اور میں اس خیال سے پیچھے ہٹنے لگا کہ حضورؐ کہیں مجھے بتانے سے پہلے باہر نہ چلے جائیں۔ جب میں دروازے کے قریب پہنچ گیا تو میں نے عرض کیا یا رسُول اللہ! وہ سُورت جس کا آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا؟ آپؐ نے فرمایا جب تم نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہو تو کیا پڑھتے ہو؟ میں نے کہا سُورت فاتحہ۔ آپؐ نے فرمایا بس یہی ہے یہی وہ سات آیتیں ہیں جن کو نماز میں بار بار پڑھا جاتا ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ (سُورت حجر آیت ۸۷) ترجمہ "اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو (نماز میں) مکرر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا" یہی وہ چیز ہے جو مجھے خاص طور سے دی گئی ہے۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابُو طلحہ رضی اللہ عنہ سامنے سے آئے

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۵۶) (۲) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۷ ص ۱۶۵) رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجالہ رجال الصحیح (۳) اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۰)

تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اصحابِ صفّہ کو قرآن پڑھا رہے ہیں اور آپ نے بھوک کی وجہ سے پیٹ مبارک پر پتھر کا ٹکڑا باندھا ہوا ہے تاکہ کمر سیدھی ہو جائے۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آہستہ آہستہ بہت سے لوگ اُن کے پاس جمع ہو گئے تو وہ ان کے سامنے قرآن پڑھنے لگے۔ اتنے میں ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کو حضرت ابو موسیٰؓ کی عجیب بات نہ بتاؤں؟ وہ گھر میں بیٹھے ہوئے تھے پھر اُن کے پاس لوگ جمع ہو گئے تو وہ اُن کے سامنے قرآن پڑھنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم یہ کر سکتے ہو کہ تم مجھے ایسی جگہ بٹھا دو جہاں ان میں سے مجھے کوئی نہ دیکھ سکے؟ اُس نے کہا جی ہاں حضورؐ تشریف لے گئے اور اس آدمی نے حضورؐ کو ایسی جگہ بٹھا دیا جہاں حضورؐ کو اُن میں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا اور وہاں سے حضورؐ حضرت ابو موسیٰؓ کی تلاوت کو سننے لگے پھر حضورؐ نے فرمایا یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لہجہ جیسی آواز میں قرآن پڑھ رہے ہیں۔[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اشعری رضی اللہ عنہ نے مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا اشعری بھائی کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟ میں نے کہا میں نے اُن کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ لوگوں کو قرآن سکھا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ذرا غور سے سنو! وہ بہت سمجھدار آدمی ہیں لیکن یہ بات اُنہیں نہ سنانا پھر فرمایا تم نے دیہاتیوں کو کس حال میں چھوڑا؟ میں نے کہا اشعری قبیلہ والے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ بصرہ والے میں نے کہا اگر یہ بات بصرہ والے سن لیں تو اُنہیں بہت بری لگے گی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ بات اُنہیں نہ بتانا لیکن ہیں وہ لوگ دیہاتی ہی، البتہ ان میں سے جسے اللہ جہاد فی سبیل اللہ کی توفیق دے دے (تو وہ دیہاتی نہیں رہے گا)۔[3]

حضرت ابو رجاء عطاردی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ کی اس مسجد میں ہمارے پاس بار بار تشریف لاتے اور ایک ایک حلقہ میں بیٹھتے اور اُن کا یہ منظر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ اُنہوں نے دو سفید چادریں پہنی ہوئی ہیں اور مجھے قرآن پڑھا رہے ہیں اور میں نے سورت اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ اُن سے ہی سیکھی تھی اور یہ سورت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے نازل ہوئی تھی۔[4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو میں نے قسم

---

(۱) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۴۲) (۲) اخرجہ ابو یعلی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۶۰) رواہ ابو یعلی واسنادہ حسن۔ اھ واخرجہ ابن عساکر مثلہ کما فی الکنز (ج ۷ ص ۹۴) (۳) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۶۲) (۴) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۵۶)

کھائی کہ دو پٹھوں کے درمیان جو قرآن ہے جب تک میں اس سارے کو جمع نہیں کر لوں گا اُس وقت تک میں اپنی پیٹھ سے چادر نہیں اُتاروں گا یعنی آرام نہیں کروں گا، چنانچہ جب تک مَیں نے سارا قرآن جمع نہیں کر لیا یعنی یاد نہ کر لیا اپنی پیٹھ سے چادر نہیں اتاری بالکل آرام نہیں کیا۔[1]

حضرت میمُون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے چار سال میں سُورت بقرہ سیکھی۔[2]

قبیلہ اشجع کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ مدائن شہر میں لوگوں نے سُنا کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مسجد میں ہیں تو لوگ اُن کے پاس آنے لگے یہاں تک کہ اُن کے پاس ایک ہزار کے قریب آدمی جمع ہو گئے۔ حضرت سلمانؓ کھڑے ہو کر کہنے لگے بیٹھ جاؤ بیٹھ جاؤ۔ جب سب بیٹھ گئے تو انہوں نے سُورت یُوسف پڑھنی شروع کر دی۔ آہستہ آہستہ لوگ بکھرنے لگے اور جانے لگے اور تقریباً سو کے قریب رہ گئے تو حضرت سلمانؓ کو غصّہ آگیا اور فرمایا تم لوگ چکنی چُپڑی خوشنما باتیں سُننا چاہتے ہو۔ مَیں نے تمہیں اللہ کی کتاب سُنانی شروع کی تو تم چلے گئے۔[3]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آدمی کو ایک آیت پڑھاتے اور فرماتے جتنی چیزوں پر سُورج کی روشنی پڑتی ہے یا رُوئے زمین پر جتنی چیزیں ہیں یہ آیت ان سب سے بہتر ہے۔ اس طرح آپ پُورا قرآن سکھاتے اور ہر آیت کے بارے میں یہ ارشاد فرماتے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب صبح ہوتی تو لوگ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس اُن کے گھر آنے لگتے۔ یہ اُن سے فرماتے سب اپنی جگہ بیٹھ جائیں پھر اُن لوگوں کے پاس سے گزرتے جنہیں قرآن پڑھا رہے ہوتے اور اُن سے فرماتے اے فلانے! تم کون سی سُورت تک پہنچ گئے ہو؟ وہ اس سُورت کی آیت بتاتا تو یہ اس سے آگے والی آیت اسے پڑھاتے پھر فرماتے اس آیت کو سیکھ لو یہ تمہارے لئے ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جو زمین اور آسمان کے درمیان ہیں اور کسی کاغذ پر صرف ایک آیت لکھی ہو اُسے دیکھنا بھی دُنیا و مافیہا سے بہتر ہے پھر دُوسری آیت پڑھاتے اور یہی ارشاد فرماتے اور ان سب لوگوں کو یہی بات کہتے۔[4]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اس قرآن کو اپنے اُوپر لازم سمجھو کیونکہ یہ اللہ کا دستر خوان ہے اللہ کے اِس دستر خوان سے ہر ایک کو ضرور لینا چاہیئے اور علم سیکھنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔[5]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ قرآن اللہ کا دستر خوان ہے جو آدمی اسے جتنا زیادہ سیکھ سکتا ہے اُسے اُتنا سیکھنا چاہیئے خیر سے سب سے زیادہ خالی گھر وہ ہے جس میں اللہ کی کتاب میں

(1) اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ١ ص ٦٨) (2) اخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ١٢١) (3) اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ١ ص ٢٠٣) (4) اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٧ ص ١٦٧) رواه كله الطبراني ورجال الجميع ثقات (5) اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ١ ص ١٢٩) رواه البزار في حديث طويل ورجاله موثقون. اه

سے کچھ نہ ہو اور جس گھر میں اللہ کی کتاب میں سے کچھ نہیں وہ اُس اُجاڑ اور ویران گھر کی طرح ہے جس میں رہنے والا کوئی نہ ہو اور جس گھر میں سورت بقرہ پڑھی جاتی ہے اُس گھر سے شیطان نکل جاتا ہے [1]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بہت زیادہ آیا کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اُس سے فرمایا جا اللہ کی کتاب سیکھ، چنانچہ وہ چلا گیا اور کئی دن تک حضرت عمرؓ کو نظر نہ آیا پھر اس سے حضرت عمرؓ کی ملاقات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے ناراضی پر کچھ خفگی کا اظہار کیا تو اُس نے کہا مجھے اللہ کی کتاب میں وہ کچھ مل گیا ہے جس کے بعد عمر کے دروازے کی ضرورت نہیں رہی [2]

ہر مسلمان کو کتنا قرآن سیکھنا چاہیئے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر مسلمان کے لئے کم از کم چھ سورتیں سیکھنا ضروری ہے دو سورتیں فجر کی نماز کے لئے دو سورتیں مغرب کی نماز کے لئے اور دو سورتیں عشاء کی نماز کے لئے [3]

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا سورت بقرہ، سورت نساء، سورت مائدہ، سورت حج اور سورت نور ضرور سیکھو کیونکہ اللہ نے جو اعمال فرض کئے ہیں وہ سب ان سورتوں میں مذکور ہیں [4] حضرت حارثہ بن مضرب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں خط میں یہ لکھا کہ سورت نساء، سورت احزاب اور سورت نور سیکھو [5] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سورت براءت سیکھو اور اپنی عورتوں کو سورت نور سکھاؤ اور انہیں چاندی کے زیور پہناؤ [6]

جسے قرآن پڑھنا دشوار ہو وہ کیا کرے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپؐ کی خدمت میں یہ شکایت کی کہ قرآن میرے ہاتھ سے نکل جاتا ہے یاد نہیں رہتا اور اسے پڑھنا بھی دشوار ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ایسے کام کی ذمہ داری مت اٹھاؤ جو تمہارے بس میں نہیں اور تم سجدے زیادہ کرو یعنی نفل نماز کثرت سے پڑھا کرو۔ حضرت عمیرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوریحانہؓ عسقلان تشریف لائے تھے اور وہ سجدے بہت زیادہ کیا کرتے تھے [7]

(۱) عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۰) (۲) اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۴۶) (۳) اخرجہ عبد الرزاق کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۷) (۴) اخرجہ الحاکم والبیہقی (۵) عند ابی عبید (۶) عند ابی عبید ایضاً وسعید بن منصور وابی الشیخ والبیہقی کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۴) (۷) اخرجہ عبد الغافر بن سلامۃ الحمصی فی تاریخہ کذا فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۱۵۶)

قرآن کی مشغولی کو ترجیح دینا

حضرت قرظہ بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم عراق کے ارادے سے (مدینہ سے) نکلے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ صِرار مقام تک چلے (جو مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے) پھر آپ نے وضو کر کے فرمایا کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں آپ لوگوں کے ساتھ کیوں چلا؟ ساتھیوں نے کہا جی ہاں ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں، اس لئے آپ ہمارے ساتھ چلے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا (یہ وجہ تو خیر ہے ہی لیکن اصل میں میں آپ لوگوں کو ایک خاص بات کہنا چاہتا تھا اور وہ یہ ہے کہ) تم لوگ ایسے علاقہ میں جا رہے ہو کہ وہاں کے لوگ شہد کی مکھی جیسی دھیمی آواز سے قرآن پڑھتے ہیں۔ ان کے سامنے احادیث بیان نہ کرنا ورنہ وہ (قرآن کو چھوڑ کر) تمہارے ساتھ (احادیث میں) مشغول ہو جائیں گے بلکہ قرآن کو (احادیث سے) الگ تھلگ رکھو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے روایت کم کرو اور اب جاؤ میں تمہارے ساتھ (اجر میں) شریک ہوں جب حضرت قرظہ (عراق) پہنچے تو لوگوں نے کہا آپ ہمیں حدیثیں سنائیں فرمایا حضرت ابن خطابؓ نے ہمیں اس کام سے روکا ہے۔[1] ابن عبدالبر کی ایک روایت میں یہ ہے ان کو احادیث نہ سنانا ورنہ تم ان کو ان ہی میں مشغول کر دو گے اور قرآن عمدہ طریقہ سے پڑھنا دوسری روایت میں یہ ہے کہ پھر حضرت عمرؓ نے ہم سے فرمایا کیا تم جانتے ہو میں آپ لوگوں کے ساتھ کیوں نکلا؟ ہم نے کہا آپ ہمیں رخصت کرنا چاہتے ہیں اور ہمارا اکرام کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا یہ تو ہے ہی لیکن میں ایک اور ضرورت کی وجہ سے نکلا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تم ایسے علاقہ میں جا رہے ہو اور پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[2]

قرآن کی وہ آیات جن کی مراد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اُن کے بارے میں سوال کرنے والے پر سختی

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ایک آزاد کردہ غلام کہتے ہیں کہ صبیغ عراقی ملک شام کے مسلمان لشکروں میں قرآن کی (ان) چیزوں کے بارے میں پوچھنے لگا (جن کی مراد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا)

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۱ ص ۱۰۲) قال الحاکم ھذا حدیث صحیح الاسناد لہ طرق تجمع ویذاکر بہا و قرظۃ بن کعب الانصاری صحابی سمع من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما سائر رواتہ فقد احتج بہ۔ انتھی ووافقہ الذہبی فقال صحیح ولہ طرق۔ اھ واخرجہ ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۱۲۰) عن قرظۃ مثلہ [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۶ ص ۷) بسیاق ابن عبدالبر الا ان فی روایۃ جردوا القرآن۔

وہ چلتے چلتے مصر پہنچ گیا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ جب اُن کا قاصد خط لے کر حضرت عمرؓ کے پاس آیا تو حضرت عمرؓ نے خط پڑھ کر فرمایا وہ آدمی کہاں ہے؟ قاصد نے کہا قیام گاہ میں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس پر نگاہ رکھنا وہ کہیں چلا نہ جائے ورنہ تمہیں سخت سزا دوں گا۔ قاصد اُسے حضرت عمرؓ کے پاس لے آیا حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا تم کیا پوچھتے ہو؟ اُس نے اپنے سوالات بتائے۔ حضرت عمرؓ نے میرے پاس پیغام بھیجا کہ کھجور کی ٹہنی لاؤ (میں نے جا کر اُن کو ٹہنی لا دی) اُنہوں نے صَبِیغ کو اُس ٹہنی سے اِتنا مارا کہ اُس کی پیٹھ زخمی ہوگئی پھر حضرت عمرؓ نے اُسے چھوڑ دیا جب اُس کی پیٹھ ٹھیک ہوگئی تو اُسے پھر ٹہنی سے اِتنا مارا کہ اُس کی پیٹھ زخمی ہوگئی اور اسے چھوڑ دیا۔ جب اُس کی پیٹھ ٹھیک ہوگئی اور اُسے مارنے کے لئے تیسری مرتبہ بُلایا تو صَبِیغ نے کہا اے امیرُالمؤمنین! اگر آپ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں تو اچھی طرح قتل کریں اور اگر آپ میرا عِلاج کرنا چاہتے ہیں تو اب میں ٹھیک ہوگیا ہوں (قرآن کی متشابہ آیات کے بارے میں پوچھنے اور گفتگو کرنے سے میں نے توبہ کر لی ہے) اس پر حضرت عمرؓ نے اُسے اپنے علاقہ میں جانے کی اجازت دے دی اور (وہاں کے گورنر) حضرت اَبُو موسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ صَبِیغ کے ساتھ کوئی مسلمان نہ بیٹھا کرے۔ اِس سے صَبِیغ بہت زیادہ پریشان ہُوا پھر حضرت اَبُو موسیٰؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ اب صَبِیغ کی حالت ٹھیک ہوگئی ہے۔ اِس پر حضرت عمرؓ نے اُنہیں لکھا کہ اب لوگوں کو اُس کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے کی اجازت دے دو۔[1] حضرت سلیمان بن یَسار رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بنو تمیم کے ایک آدمی کو صَبِیغ بن عِسل کہا جاتا تھا۔ وہ مدینہ منورہ آیا۔ اُس کے پاس چند کتابیں تھیں اور وہ قرآن کی متشابہ آیات کے بارے میں پوچھا کرتا تھا (جن کی مُراد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا) حضرت عمرؓ کو اِس کی اِطلاع ملی تو اُس کے لئے کھجور کی ٹہنیاں تیار کروائیں اور آدمی بھیج کر اسے بُلایا جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا تو اُس سے پوچھا تو کون ہے؟ اُس نے کہا میں اللہ کا بندہ صَبِیغ ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ عُمر ہوں۔ پھر حضرت عمرؓ نے اِشارہ کر کے اُسے ٹہنیوں سے مارنا شروع کر دیا اور اتنا مارا کہ اُس کا سر زخمی ہوگیا اور خون اُس کے چہرے پر بہنے لگا تو صَبِیغ نے کہا اے امیرُالمؤمنین! اب بس کریں اللہ کی قسم! میرے دماغ میں جو (شیطان) گھُسا ہُوا تھا وہ اب جاتا رہا۔[2] اَبُو عثمان کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ہمیں لکھا کہ اِس کے ساتھ نہ بیٹھو، چُنانچہ جب وہ آتا اور ہم سو آدمی بھی ہوتے تو ہم بکھر جاتے۔ حضرت سعید بن مُسَیب رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ صَبِیغ تمیمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اُس نے

---

(۱) اخرجہ الدارمی وابن عبد الحکم وابن عساکر (۲) عند الدارمی ایضاً وابن الانباری وغیرہما کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۸) واخرجہ ایضاً الخلیب وابن عساکر من طرق انس والسائب بن یزید وابی عثمان النہدی مطولاً ومختصراً

سورت ذاریات کے بارے میں اُن سے پوچھا آگے اور حدیث ذکر کی[1] ابن انباری کی روایت میں یہ ہے کہ پہلے تو صبیغ اپنی قوم کا سردار تھا لیکن اس واقعہ کے بعد اُس کی قوم میں اُس کی کوئی حیثیت نہ رہی[2]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کچھ لوگ مصر میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ملے اور اُن سے کہا ہمیں اللہ کی کتاب میں ایسی چیزیں نظر آرہی ہیں جن پر عمل کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے لیکن اُن پر عمل نہیں ہو رہا اس لئے ہم اس بارے میں امیر المؤمنین سے ملنا چاہتے ہیں چنانچہ حضرت ابن عمروؓ مدینہ آئے اور یہ لوگ بھی ان کے ساتھ مدینہ آئے۔ حضرت ابن عمروؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور عرض کیا اے امیر المؤمنین! کچھ لوگ مجھ سے مصر میں ملے تھے اور اُنہوں نے کہا تھا کہ ہمیں اللہ کی کتاب میں ایسی چیزیں نظر آرہی ہیں جن پر عمل کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے لیکن ان پر عمل نہیں ہو رہا، اس لئے اس بارے میں وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا انہیں اکٹھا کر کے میرے پاس لے آؤ، چنانچہ حضرت ابن عمروؓ انہیں اکٹھا کر کے حضرت عمرؓ کے پاس لے آئے ان میں سے جو حضرت عمرؓ کے سب سے زیادہ قریب تھا اُسے حضرت عمرؓ نے بلایا اور فرمایا میں تمہیں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نے سارا قرآن پڑھا ہے؟ اُس نے کہا جی ہاں حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم نے سارا دل میں جما لیا ہے؟ اُس نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم نے سارا نگاہ میں بٹھا لیا ہے؟ اُس نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم نے سارا قرآن یاد کر لیا ہے؟ کیا تم نے سارے پر عمل کر لیا ہے؟ پھر ان میں سے ایک ایک کو بلا کر ہر ایک سے یہی سوالات کئے پھر فرمایا عمر کو اس کی ماں گم کرے کیا تم عمر کو اس بات کا مکلف بناتے ہو کہ وہ تمام لوگوں کو قرآن پر عمل کرنے کے لئے کھڑا کر دے۔ ہمارے رب کو پہلے سے معلوم ہے کہ ہم سے خطائیں سرزد ہوں گی پھر یہ آیت پڑھی اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا (سورت نساء آیت ۳۱) ترجمہ "جن کاموں سے تم کو منع کیا جاتا ہے ان میں جو بھاری بھاری کام ہیں اگر تم ان سے بچتے رہے تو ہم تمہاری خفیف برائیاں تم سے دُور فرما دیں گے اور ہم تم کو ایک معزز جگہ میں داخل کر دیں گے" پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا مدینہ والوں کو معلوم ہے کہ تم لوگ کس وجہ سے آئے ہو؟ اُنہوں نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر انہیں معلوم ہوتا تو میں تمہارے اُوپر رکھ کر ان کو بھی یہی نصیحت کرتا[3]

(۱) اخرجہ الدارقطنی فی الافراد بسند ضعیف (۲) اخرجہ ابن الانباری من وجہ آخر عن السائب بن یزید عن عمر بسند صحیح واخرجہ الاسماعیلی فی جمعہ حدیث یحیی بن سعید من ہذا الوجہ کذا فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۱۹۸) (۳) اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۸)

قرآن کے سیکھنے سکھانے پر اُجرت لینے کو ناپسند سمجھنا

حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خود تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم (اجتماعی کاموں میں) زیادہ مشغول رہتے تھے، اس لئے جب کوئی آدمی آپؐ کے پاس ہجرت کر کے آتا تو آپؐ اُسے قرآن سکھانے کے لئے ہم میں سے کسی کے حوالے فرما دیتے چنانچہ حضورؐ نے ایک آدمی میرے حوالے کیا وہ گھر میں میرے ساتھ رہتا تھا۔ میں اُسے رات کو گھر میں کھانا کھلاتا اور اُسے قرآن پڑھاتا۔ وہ اپنے گھر واپس چلا گیا۔ اُسے یہ خیال ہُوا کہ اس پر (میرا) کچھ حق ہے، اس لئے اس نے مجھے ایک ایسی کمان ہدیے میں دی کہ میں نے اس سے عمدہ لکڑی والی اور اس سے اچھا مُڑنے والی کمان کبھی نہیں دیکھی تھی۔ میں نے حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کا (اس کمان کے بارے میں) کیا خیال ہے؟ آپؐ نے فرمایا اگر تم اسے گلے میں لٹکاؤ گے تو یہ تمہارے دونوں کندھوں کے درمیان ایک چنگاری ہوگی۔[1]

حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو قرآن کی ایک سُورت سکھائی اُس نے حضرت اُبیؓ کو ایک کپڑا یا چادر ہدیہ میں دی۔ حضرت اُبیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو حضورؐ نے فرمایا اگر تم اسے لوگے تو تمہیں آگ کا کپڑا پہنایا جائے گا۔[2]

حضرت طُفَیل بن عَمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے قرآن پڑھایا۔ میں نے اُنہیں ہدیے میں ایک کمان دی۔ وہ اسے گلے میں لٹکا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے۔ حضورؐ نے فرمایا اے اُبی! یہ کمان تمہیں کس نے دی؟ اُنہوں نے کہا حضرت طفیل بن عمروؓ نے۔ میں نے انہیں قرآن پڑھایا تھا حضورؐ نے فرمایا تم اسے گلے میں ڈال لو لیکن ہے یہ جہنم کا ایک ٹکڑا۔ حضرت اُبیؓ نے کہا یا رسول اللہ! ہم ان کا کھانا بھی کھاتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا جو کھانا کسی اور کے لئے پکایا گیا ہو لیکن موقع پر تم بھی پہنچ گئے تو اس کے کھانے میں حرج نہیں ہے اور جو تمہارے لئے ہی پکایا گیا ہو تو اگر تم اسے کھاؤ گے تو آخرت میں تمہارا اتنا حصہ کم ہو جائے گا۔[3]

(۱) اخرجہ الطبرانی والحاکم والبیہقی کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۱) قال الحاکم (ج ۲ ص ۳۵۶) لہذا اخرجہ بنحوہ ہذا لحدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ ووافقہ الذہبی (۲) اخرجہ عبد بن حمید قال فی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۱) رواتہ ثقات۔ اھ واخرجہ ایضاً ابن ماجۃ والرویانی والبیہقی وضعفہ وسعید بن منصور عنہ قال علمت رجلا فاہدی الی قوسا فذکر بنحوہ کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۰) (۳) اخرجہ البغوی وابن عساکر قال البغوی حدیث غریب کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۱) واخرجہ الطبرانی فی الاوسط بنحوہ وفیہ عبد ربہ بن سلیمان بن عمیر ولم اجد من ترجمہ ولا اظنہ ادرک الطفیل قال الہیثمی (ج ۴ ص ۹۵)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ساتھ ایک آدمی تھا جسے میں قرآن سکھاتا تھا اُس نے مجھے ایک کمان ہدیہ میں دی۔ میں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے اِس کا تذکرہ کیا۔ حضورؐ نے فرمایا اے عوف! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ سے اس حال میں ملو کہ تمہارے دونوں کندھوں کے درمیان جہنم کی ایک چنگاری ہو۔[1]

حضرت مُثنّیٰ بن وائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اُنہوں نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور مَیں نے اُن کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھا ان سے ایک آدمی نے (قرآن) سکھانے والے کی تنخواہ کے بارے میں پُوچھا اُنہوں نے فرمایا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس ایک آدمی اندر آیا جس نے اپنے کندھے پر کمان ڈالی ہُوئی تھی وہ کمان حضورؐ کو بہت پسند آئی۔ حضورؐ نے فرمایا تمہاری کمان بہت عمدہ ہے کیا تم نے یہ خریدی ہے؟ اُس آدمی نے کہا نہیں مَیں نے ایک آدمی کے بیٹے کو قرآن پڑھایا تھا اُس نے مجھے یہ ہدیہ میں دی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ آگ کی کمان تمہارے گلے میں ڈالے؟ اُس نے کہا نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تو پھر اسے واپس کر دو۔[2]

حضرت اُسَیر بن عَمرو رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جو قرآن سارا پڑھ لے گا اُسے میں دو ہزار وظیفہ لینے والوں میں شامل کر دوں گا حضرت عمرؓ نے فرمایا اوہ! اوہ! کیا اللہ کی کتاب پر وظیفہ دیا جائے گا۔[3]

حضرت سعد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک گورنر کو خط لکھا کہ لوگوں کو قرآن سیکھنے پر کچھ وظیفہ دو تو اس گورنر نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ آپ نے مجھے لکھا کہ لوگوں کو قرآن سیکھنے پر کچھ وظیفہ دو اس طرح تو وہ بھی قرآن سیکھنے لگے گا جو صرف وظیفہ کے رجسٹر میں اندراج کروانا چاہتا ہوگا اس پر حضرت عمرؓ نے انہیں لکھا کہ اچھا لوگوں کو (حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی) صحبت اور (حضورؐ کی) دوستی کی بُنیاد پر دو۔[4]

حضرت مُجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے علم اور قرآن والو! علم اور قرآن پر قیمت مت لو ورنہ زناکار لوگ تم سے پہلے جنت میں چلے جائیں گے۔[5] (چونکہ دُوسری احادیث میں قرآن پڑھانے پر اُجرت لینے کی اجازت بھی آئی ہے، اس لیئے بہتر یہ ہے کہ

(۱) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۲) وذکرہ الھیثمی فی المجمع (ج ۴ ص ۹۶) عنہ فیہ الطول منہ وقال وفیہ محمد بن اسماعیل بن عیاش وہو ضعیف۔ انتہی (۲) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۴ ص ۹۱) لمثنی وولدہ ذکرہما ابن ابی حاتم ولم یخرج واحد منہما وبقیۃ رجالہ ثقات (۳) اخرجہ ابو عبید وغیرہ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۸) (۴) اخرجہ ابو عبید کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۹) (۵) اخرجہ الخطیب فی الجامع کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۹)

اُجرت نہ لے اور اگر لے تو پڑھانے میں جو وقت خرچ ہوا ہے اُجرت کو اس کا بدل سمجھے، پڑھانے کے عمل کا بدل نہ سمجھے)۔

لوگوں میں قرآن کے بہت زیادہ پھیل جانے کے وقت اختلاف پیدا ہونے کا ڈر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں اُن کے پاس ایک خط آیا جس میں لکھا ہوا تھا کہ کوفہ والوں میں سے بہت سے لوگوں نے اتنا اتنا قرآن پڑھ لیا۔ یہ پڑھ کر (خوشی کی وجہ سے) حضرت عمرؓ نے اللہ اکبر کہا اللہ اُن پر رحم فرمائے میں نے کہا ان میں اختلاف ہو جائے گا۔ انہوں نے فرمایا اوہو! تمہیں یہ کہاں سے پتہ چل گیا؟ اور حضرت عمرؓ کو غصہ آگیا تو میں اپنے گھر چلا گیا اس کے بعد انہوں نے میرے پاس بلانے کے لیئے آدمی بھیجا۔ میں نے انہیں کوئی عذر کر دیا پھر انہوں نے یہ کہلا کر بھیجا کہ میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تمہیں ضرور آنا ہوگا، چنانچہ میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے فرمایا تم نے کوئی بات کہی تھی؟ میں نے کہا اَستَغفِرُ اللہ! اب وہ بات دوبارہ نہیں کہوں گا۔ فرمایا میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم نے جو بات کہی تھی وہ دوبارہ کہنی ہوگی۔ میں نے کہا آپ نے فرمایا تھا کہ میرے پاس خط میں یہ لکھا ہوا آیا ہے کہ کوفہ والوں میں سے بہت سے لوگوں نے اتنا اتنا قرآن پڑھ لیا ہے اس پر میں نے کہا تھا کہ ان میں اختلاف ہو جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہیں یہ کہاں سے پتہ چلا؟ میں نے کہا میں نے یہ آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ سے لے کر وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ تک پڑھی (سورت بقرہ ۲۰۴۔۲۰۵) ترجمہ "اور بعضا آدمی ایسا بھی ہے کہ آپ کو اس کی گفتگو جو محض دنیوی غرض سے ہوتی ہے مزہ دار معلوم ہوتی ہے اور وہ اللہ کو حاضر و ناظر بتاتا ہے اپنے مافی الضمیر پر حالانکہ وہ (آپ کی مخالفت میں) نہایت شدید ہے اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں فساد کر دے اور (کسی کے) کھیت یا مواشی کو تلف کر دے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے۔" جب لوگ اس طرح کریں گے تو قرآن والا صبر نہیں کر سکے گا پھر میں نے یہ آیت پڑھی وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ (سورت بقرہ آیت ۲۰۶۔۲۰۷) ترجمہ "اور جب اس سے کوئی کہتا ہے کہ خدا کا خوف کر تو نخوت اس کو اس گناہ پر (دونا) آمادہ کر دیتی ہے سو ایسے شخص کی کافی سزا جہنم ہے اور وہ بری ہی آرام گاہ ہے اور بعضا آدمی

ایسا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی جان تک صرف کر ڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے بندل کے حال پر نہایت مہربان ہیں۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تم نے ٹھیک کہا۔[1]

حضرت عبداللہ بن عُبَید بن عُمَیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ایک دفعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور میں نے ان کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا خیال یہ ہے کہ قرآن لوگوں میں بہت زیادہ پھیل گیا ہے میں نے کہا اے امیرالمؤمنین! مجھے تو یہ بات بالکل پسند نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے میرے ہاتھ میں سے اپنا ہاتھ کھینچ کر فرمایا کیوں؟ میں نے کہا اس لئے کہ جب سب لوگ قرآن پڑھیں گے (اور صحیح مطلب سمجھنے کی استعداد نہیں ہو گی) تو اپنے طور سے معنی اور مطلب تلاش کرنے لگیں گے اور جب معنی و مطلب تلاش کرنے لگیں گے تو ان میں اختلاف ہو جائے گا اور جب ان میں اختلاف ہو جائے گا تو ایک دُوسرے کو قتل کرنے لگیں گے۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے مجھے چھوڑ دیا اور الگ بیٹھ گئے۔ بس وہ دن میں نے جس پریشانی میں گزارا یہ اللہ ہی جانتا ہے پھر ظہر کے وقت اُن کا قاصد میرے پاس آیا اور اس نے کہا امیرالمؤمنین بُلا رہے ہیں چلو۔ میں ان کے پاس گیا تو اُنہوں نے فرمایا تم نے کیا بات کہی تھی؟ میں نے اپنی ساری بات دُہرا دی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا (سمجھتا تو میں بھی اسے تھا لیکن) میں لوگوں سے یہ بات چھپاتا تھا۔[2]

قرآن کے قاریوں کو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے صحابہؓ کی نصیحتیں

حضرت کنانہ عدوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ملک شام میں مسلمانوں کے جو لشکر تھے ان کے اُمراء کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خط میں لکھا کہ قرآن کے تمام حافظوں کی فہرست میرے پاس بھیج دو تاکہ میں اُن کا وظیفہ بڑھاؤں اور انہیں اطراف عالم میں لوگوں کو قرآن سکھانے کے لیئے بھیج دوں۔ اس پر حضرت (ابوموسیٰ) اشعری رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ ہمارے ہاں حافظوں کی تعداد تین سو سے زیادہ ہو گئی ہے۔ جواب میں حضرت عمرؓ نے اِن حافظوں کو یہ نصیحتیں لکھیں:

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۞ یہ خط اللہ کے بندے عمر کی طرف سے حضرت عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ اشعری) اور ان کے ساتھ جتنے حافظِ قرآن ہیں اُن سب کے نام ہے۔ سَلَامٌ علیکم! اَمّا بعد! یہ قرآن تمہارے لیئے باعثِ اجر، سببِ شرف و عزت اور (آخرت میں کام آنے والا) ذخیرہ ہے، اِس لیئے تم اس کے پیچھے چلو (اپنی خواہشات

(۱) اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۸۰) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ووافقہ الذہبی (۲) عند الحاکم ایضا

کو قربان کر کے اس پر عمل کرو) قرآن تمہارے پیچھے نہ چلے (یعنی قرآن کو اپنی خواہشات کے تابع نہ بناؤ) کیونکہ قرآن جس کے پیچھے چلے گا تو قرآن اُسے گدّی کے بل گرا دے گا پھر اسے آگ میں پھینک دے گا اور جو قرآن کے پیچھے چلے گا قرآن اُسے جنّت الفردوس میں لے جائے گا۔ تم اس بات کی پُوری کوشش کرو کہ قرآن تمہارا سفارشی بنے اور تم سے جھگڑا نہ کرے کیونکہ قرآن جس کی سفارش کرے گا وہ جنّت میں داخل ہوگا اور جس سے قرآن جھگڑا کرے گا وہ آگ میں داخل ہوگا اور یہ جان لو کہ قرآن ہدایت کا چشمہ اور علم کی رونق ہے اور یہ رحمان کے پاس سے آنے والی سب سے آخری کتاب ہے۔ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اندھی آنکھوں کو، بہرے کانوں کو اور پردہ پڑے ہوئے دِلوں کو کھولتے ہیں اور جان لو کہ بندہ جب رات کو کھڑا ہوتا ہے اور مسواک کر کے وضو کرتا ہے پھر تکبیر کہہ کر (نماز میں) قرآن پڑھتا ہے تو فرشتہ اُس کے مُنہ پر اپنا مُنہ رکھ کر کہتا ہے اور پڑھ۔ اور پڑھ۔ تم خود پاکیزہ ہو اور قرآن تمہارے لیئے پاکیزہ ہے اور اگر وہ وضو کرے لیکن مسواک نہ کرے تو فرشتہ اُس کی حفاظت کرتا ہے اور اسی تک محدُود رہتا ہے، اس سے آگے کچھ نہیں کرتا۔ غور سے سنو! نماز کے ساتھ قرآن کا پڑھنا محفوظ خزانہ اور اللہ کا مقرر کردہ بہترین عمل ہے، لہٰذا جتنا ہو سکے زیادہ سے زیادہ قرآن پڑھو۔ نماز نُور ہے اور زکوٰۃ دلیل ہے اور صبر روشن اور چمکدار عمل ہے اور روزہ ڈھال ہے اور قرآن تمہارے لیئے حُجت ہوگا یا تمہارے خلاف، لہٰذا قرآن کا اکرام کرو اور اس کی توہین نہ کرو کیونکہ جو قرآن کا اکرام کرے گا اللہ اُس کا اکرام کرے گا اور جو اس کی توہین کرے گا، اللہ اُس کی توہین کرے گا اور جان لو کہ جو قرآن پڑھے گا اور اسے یاد کرے گا اور اس پر عمل کرے گا اور جو اس میں ہے اس کا اتباع کرے گا تو اُس کی دُعا اللہ کے ہاں قبُول ہوگی۔ اگر اللہ چاہے گا تو اُس کی دُعا دُنیا میں پُوری کر دے گا ورنہ وہ دُعا آخرت میں اُس کے لیئے ذخیرہ ہوگی اور جان لو کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ان لوگوں کے لیئے بہتر اور ہمیشہ رہنے والا ہے جو ایمان والے اور اپنے رب پر توکل کرنے والے ہیں۔[1]

حضرت ابُو کنانہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابُو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے قرآن کے حافظوں کو جمع کیا۔ ان کی تعداد تقریباً تین سو تھی پھر حضرت ابُو موسیٰؓ نے قرآن کی عظمت بیان کی اور فرمایا

[1] اخرجہ ابن زنجویہ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۷)

یہ قرآن تمہارے لئے باعثِ اجر ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمہارے لئے بوجھ اور وبال بن جائے لہٰذا تم قرآن کا اتباع کرو (اپنی خواہشات کو قربان کرکے اس پر عمل کرو) قرآن کو اپنے تابع نہ کرو کیونکہ جو قرآن کے تابع ہوگا اُسے قرآن جنت کے باغوں میں لے جائے گا اور جو قرآن کو اپنے تابع کرے گا تو قرآن اُسے گُدّی کے بل گراکر آگ میں پھینک دے گا[1] حضرت ابو اَسود دیلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابُوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے قرآن کے حافظوں کو جمع کیا اور فرمایا میرے پاس اندر صرف قرآن کے حافظوں کو ہی لاؤ، چنانچہ ہم تقریباً تین سو حافظ اُن کی خدمت میں اندر گئے پھر اُنہوں نے ہمیں نصیحت کی اور فرمایا تم لوگ شہر والوں کے حافظ ہو۔ کہیں ایسے نہ ہو کہ لمبی مدت گزر جانے پر تمہارے دلوں میں سختی آجائے جیسے کہ اہل کتاب کے دل سخت ہوگئے تھے پھر فرمایا ایک سورت نازل ہوئی تھی جو سورت براءت جتنی لمبی تھی اور سورت براءت کی طرح اس میں سختی اور ڈانٹ ڈپٹ تھی۔ اس وجہ سے ہم کہتے تھے کہ یہ سورت براءت کے مشابہ ہے۔ اس کی ایک آیت مجھے یاد ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر ابن آدم کو سونے کی دو وادیاں مل جائیں تو وہ تیسری وادی کی تمنا کرنے لگے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو صرف (قبر کی) مٹی ہی بھر سکتی ہے اور ایک اور سورت بھی نازل ہوئی تھی جس کے بارے میں ہم کہتے تھے کہ یہ سورت مُسبّحات کے مشابہ ہے کیونکہ وہ بھی سَبَّحَ لِلّٰہِ سے شروع ہوتی تھی۔ اس کی ایک آیت مجھے یاد ہے یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (سورت صف آیت ۲) ترجمہ "اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو" ہر بات گواہی بناکر تمہاری گردنوں میں ڈالی جائے گی پھر قیامت کے دن اس کے بارے میں تم سے پوچھ ہوگی[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ کے کچھ لوگ آئے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے انہیں سلام کیا اور انہیں اس بات کی تاکید کی کہ وہ اللہ سے ڈریں اور قرآن کے بارے میں آپس میں جھگڑا نہ کریں کیونکہ قرآن میں اختلاف نہیں ہے اور نہ اسے چھوڑا جاسکتا ہے نہ اسے زیادہ پڑھنے سے دل اُکتاتا ہے اور کیا آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ شریعت اسلام کے حدود، فرائض اور اَوامر سب ایک ہی ہیں۔ اگر قرآن میں ایک جگہ کسی کام کا حکم ہوتا اور دوسری جگہ اس کی ممانعت ہوتی تو پھر تو قرآن میں اختلاف ہوتا۔ قرآن میں تمام مضامین ایک دوسرے کی تائید کرنے والے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ تم لوگوں میں علم اور دین کی سمجھ اور لوگوں سے زیادہ ہے اور اگر مجھے کسی آدمی کے بارے میں یہ معلوم ہوجائے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والے علوم کو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے اور اُونٹ مجھے اُس تک پہنچا سکتے ہیں تو میں (اس

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۵۰)　(۲) عند ابی نعیم ایضا

سے علم حاصل کرنے کے لئے) ضرور اُس کے پاس جاتا تاکہ میرے علم میں اضافہ ہو جائے۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ حضورؐ پر ہر سال قرآن ایک مرتبہ پیش کیا جاتا تھا اور جس سال آپؐ کا انتقال ہوا اُس سال آپؐ پر دو مرتبہ پیش کیا گیا تھا (رمضان میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حضورؐ کو سارا قرآن سناتے تھے اور حضورؐ حضرت جبرائیلؑ کو) اور میں جب بھی حضورؐ کو قرآن پڑھ کر سناتا تو حضورؐ ہمیشہ فرماتے کہ میں نے قرآن بہت اچھا پڑھا ہے، لہٰذا جو میری طرح قرآن پڑھتا ہے وہ میری طرح پڑھتا رہے اور اسے غلط سمجھ کر چھوڑے نہیں۔ اور حضورؐ سے اور بھی کئی طرح قرآن پڑھنا ثابت ہے جو ان میں سے کسی ایک طرح قرآن پڑھتا ہو وہ اُسے نہ چھوڑے کیونکہ جو ان میں سے کسی ایک طرح کا انکار کرے گا وہ باقی تمام کا انکار کرنے والا شمار ہو گا۔[1]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہمدان کے رہنے والے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہؓ کا مدینہ منورہ جانے کا ارادہ ہوا تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے فرمایا مجھے اُمید ہے کہ اب آپ لوگوں میں دین، دینی سمجھ اور قرآن کا علم مسلمانوں کے باقی تمام لشکروں سے زیادہ ہو چکا ہے۔ اِس کے بعد آگے لمبی حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ اس قرآن میں کسی قسم کا اختلاف نہیں اور نہ یہ زیادہ پڑھنے سے پُرانا ہوتا ہے اور نہ اس کی عظمت دِل میں کم ہوتی ہے۔[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن کے حافظ میں مندرجہ ذیل نشانیاں ہونی چاہئیں جن سے وہ پہچانا جائے (اس زمانے میں قرآن کا ہر حافظ قرآن کا عالم بھی ہوتا تھا) رات کو لوگ جب سو رہے ہوں تو وہ اَللہ کی عبادت کر رہا ہو۔ دِن کو لوگ بغیر روزہ کے ہوں تو وہ روزہ دار ہو اور جب لوگ خوش ہو رہے ہوں تو وہ (اُمت کے غم میں) غمگین ہو اور جب لوگ ہنس رہے ہوں تو وہ (اللہ کے سامنے) رو رہا ہو اور جب لوگ آپس میں مِل کر اِدھر اُدھر کی باتیں کر رہے ہوں تو وہ خاموش ہو اور جب لوگ اکڑ رہے ہوں تو وہ عاجز اور مسکین بنا ہُوا ہو۔ اور اسی طرح حافظِ قرآن کو رونے والا، غمگین، حکمت والا، بُردبار، عِلم والا اور خاموش رہنے والا ہونا چاہئے اور بدسلوک، غافل، شور مچانے والا، چیخنے والا اور تیز مزاج نہیں ہونا چاہئے۔[3] اور ایک روایت میں یہ ہے کہ تم اِس کی پُوری کوشش کرو کہ تم سُننے والے بنو (یعنی سُنانے سے زیادہ اچھے لوگوں کی سُنا کرو) اور جب تم سُنو کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں اے ایمان والو! تو اپنے کان اس کے حوالے کر دو (یعنی پُورے غور سے اسے سُنو) کیونکہ یا تو اللہ تعالیٰ خیر

(۱) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۲) (۲) اخرجہ الامام احمد (ج ۱ ص ۴۰۵) واخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۷، ص ۱۵۳) وفیہ من لم یسم وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح (۳) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۰)

کے کام کا حکم دے رہے ہوں گے یا کسی بُرے کام سے روک رہے ہوں گے [1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں مشغول ہونا

احادیث میں مشغول ہونے والے کو کیا کرنا چاہیے؟

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں لوگوں سے بات فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک دیہاتی نے آکر کہا قیامت کب ہوگی؟ حضورؐ (نے اُسے کوئی جواب نہ دیا بلکہ) بات فرماتے رہے (کیونکہ حدیث کے درس کا ادب یہ ہے کہ بیچ میں سوال نہ کرنا چاہیئے اور نہ جواب دینا چاہیئے) بعض لوگوں نے کہا حضورؐ نے اس کی بات تو سُن لی ہے لیکن حضورؐ کو پسند نہیں آئی ہے اور بعض لوگوں نے کہا حضورؐ نے اس کی بات سُنی ہی نہیں۔ جب آپؐ نے بات پُوری فرمالی تو فرمایا قیامت کے بارے میں پُوچھنے والا کہاں ہے؟ اُس نے کہا میں یہاں ہُوں یارسُول اللہ! آپؐ نے فرمایا جب امانت کو ضائع کر دیا جائے تو تم قیامت کا اِنتظار کرو۔ اُس دیہاتی نے پُوچھا امانت کا ضائع کرنا کس طرح ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا جب کام نااہل کے سپُرد کر دیا جائے تو تم قیامت کا اِنتظار کرو [2]

حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ رقہ شہر کی سب سے بڑی مسجد میں عیدُالفطر اور عیدُالضحیٰ کے دن کھڑے ہوکر ارشاد فرماتے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں لوگوں کو خطبہ دیا تھا اُس وقت میں بھی وہاں موجود تھا۔ آپؐ نے فرمایا اے لوگو! کونسا مہینہ سب سے زیادہ قابلِ احترام ہے؟ لوگوں نے کہا یہی (حج والا مہینہ) پھر آپؐ نے فرمایا کونسا شہر سب سے زیادہ قابلِ احترام ہے؟ لوگوں نے کہا یہی (مکہ شہر) پھر آپؐ نے فرمایا تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایسے ہی قابلِ احترام ہیں جیسے کہ تمہارا یہ (حج کا) دن، تمہارا یہ (حج والا) مہینہ اور تمہارا یہ شہر (مکہ مکرمہ) قابلِ احترام ہے اور یہ اس دن تک قابلِ احترام ہیں جس دن تم اپنے ربّ سے مُلاقات کروگے۔ کیا میں نے (اللہ کا پیغام سارا) پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا جی ہاں! پھر آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر فرمایا اے اللہ! تو گواہ ہوجا۔ پھر فرمایا اے لوگو! تم میں سے جو یہاں موجود ہے وہ غائبین تک پہنچادے (اِس کے بعد حضرت وابصہؓ نے کہا اے لوگو!) تم بھی میرے قریب آجاؤ تاکہ ہم (حضورؐ کا دین) تم تک پہنچائیں جیسا کہ حضورؐ نے ہم سے فرمایا تھا [3]

حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حمص میں میں، حضرت ابن ابی زکریا اور حضرت سلیمان

(۱) عند ابی نعیم الضیاء (۲) اخرجہ البخاری (ج ۱ ص ۱۴) (۳) اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۳۹) ورجالہ موثقون۔

بن ابی حبیب، ہم تینوں حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُنہیں سلام کیا۔ اُنہوں نے فرمایا تمہارا یہ (ہمارے ساتھ) بیٹھنا اللہ کی طرف سے تم تک دین کے پہنچنے کا ذریعہ ہے اور اللہ کی تم پر حجت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود (اللہ کا دین) پہنچایا، لہٰذا تم دُوسروں تک پہنچاؤ۔[1] ایک روایت میں حضرت سُلیم بن عامر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا کرتے وہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بہت سی حدیثیں سُنایا کرتے۔ جب خاموش ہونے لگتے تو فرماتے کیا تم لوگ سمجھ گئے؟ جیسے تم تک یہ حدیثیں پہنچائی گئی ہیں ایسے ہی تم بھی آگے دُوسروں تک پہنچاؤ۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! میرے خلفاء و نائبین پر رحم فرما۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے خلفا کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور میری احادیث کی روایت کریں گے اور لوگوں کو حدیثیں سکھائیں گے۔[3]

حضرت عاصم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ جمعہ کے دن باہر تشریف لاتے اور منبر کے دونوں کو پکڑ کر کھڑے ہو جاتے اور فرماتے ہمیں ابو القاسم رسول اللہ الصادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان کی اور پھر مسلسل احادیث بیان کرتے رہتے۔ جب امام کے نماز کے لئے باہر آنے پر حجرہ کے دروازے کے کھلنے کی آواز سُنتے تو پھر بیٹھتے۔[4]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کرتے کہ آپ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حدیث بیان فرمادیں تو وہ فرماتے مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ میں کہیں کوئی حرف گھٹا یا بڑھا نہ دوں اور حضورؐ نے فرمایا ہے جو جان بوجھ کر میرے بارے میں جھوٹ بولے گا وہ آگ میں جائے گا۔[5]

حضرت عبد الرحمٰن بن حاطب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ مکمل اور زیادہ عمدہ طریقہ سے حدیث بیان کرنے والا نہیں دیکھا لیکن پھر بھی وہ حدیث بیان کرنے سے ڈرتے تھے۔[6] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حدیث بیان نہ کرنے کی وجہ یہ نہیں ہے

(۱) اخرجہ الطبرانی (۲) قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۴۰) رواہما الطبرانی فی الکبیر واسناد ہما حسن (۳) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۶۴) واخرجہ ایضا ابن النجار والخطیب فی شرف اصحاب الحدیث وغیرہما کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۰) (۴) اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۵۱۲) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ ووافقہ الذہبی (۵) اخرجہ احمد وابن عدی والعقیلی وابو نعیم فی المعرفۃ کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۹) (۶) اخرجہ ابن سعد وابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۹)

کہ میں آپؐ کے صحابہ میں (آپؐ کی حدیثوں کا) سب سے زیادہ حافظ نہیں ہوں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو میرے بارے میں ایسی بات کہے جو میں نے نہیں کہی ہے تو وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنالے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جو میرے بارے میں جھوٹی بات کہے تو وہ اپنا گھر آگ میں بنالے [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں جب تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حدیث بیان کرتا ہوں تو (کمال احتیاط کی وجہ سے) میری یہ کیفیت ہوجاتی ہے کہ آسمان سے زمین پر گر جانا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوجاتا ہے کہ میں حضورؐ کی طرف سے ایسی بات کہہ دوں جو آپؐ نے نہ فرمائی ہو اور جب میں تم سے آپس کے معاملات کے بارے میں بات کرتا ہوں تو پھر یہ کیفیت نہیں ہوتی (اور اس میں اتنی احتیاط کی ضرورت نہیں ہوتی) کیونکہ انسانوں سے جنگ تو تدبیر و حکمت اور داؤ سے ہی جیتی جا سکتی ہے [2]

حضرت عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بعض دفعہ پورا سال گزر جاتا لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی حدیث بیان نہ کرتے، چنانچہ ایک سال ایسا ہی گزرا اس کے بعد ایک حدیث بیان کی تو ایک دم پریشان ہوگئے اور پیشانی پر پسینہ بہنے لگا اور فرمانے لگے یہی الفاظ حضورؐ نے فرمائے تھے یا ان جیسے یا ان کے قریب الفاظ تھے [3]

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک دن حدیث بیان کرنے لگے اور فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا (پھر حدیث بیان کی)، تو کانپنے لگے اور کپکپی کی وجہ سے کپڑے ہلنے لگے اور فرمایا حضورؐ نے یہی الفاظ فرمائے تھے یا ان جیسے یا ان کے مشابہ الفاظ تھے [4]

حضرت ابوادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حدیث بیان کرنے سے فارغ ہوجاتے تو فرماتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا تو یہی الفاظ فرمائے تھے یا ان جیسے یا ان سے ملتے جلتے الفاظ تھے [5]

---

(۱) عند احمد وابی یعلی والبزار قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۴۳) ہو حدیث رجالہ رجال الصحیح والطریق الاول فیہا عبدالرحمن بن ابی الزناد وہو ضعیف وقد وثق۔ انتہی (۲) اخرجہ الشیخان وغیرہما کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۴) (۳) اخرجہ الحاکم (ج ۱ ص ۱۱۱) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ ووافقہ الذہبی (۴) اخرجہ ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۹) واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۵۶) عن عمرو بمعناہ وعن مسروق نحوہ (۵) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ ثقات کذا فی مجمع الزوائد (ج ۱ ص ۱۴۱) واخرجہ ابن عبدالبر فی الجامع (ج ۱ ص ۸) عن ربیعۃ ابن زید ان اباالدرداء رضی اللہ عنہ کان فذکر نحوہ۔

ابن عبدالبر کی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا اے اللہ! اگر یہ الفاظ نہیں ہیں تو ان جیسے الفاظ تھے [1]
حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حدیث بیان کر لیتے تو فرمایا کرتے کہ یا تو حضورؐ نے یہی الفاظ فرمائے تھے یا پھر جیسے آپ نے ارشاد فرمایا [2] حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بہت کم حدیث بیان کیا کرتے اور جب بیان کرتے۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا [3]

حضرت ابو جعفر محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی صحابی حضورؐ سے حدیث سن کر اس کے بیان کرنے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ احتیاط برتنے والا نہیں تھا۔ یہ حدیث کے الفاظ نہ بڑھاتے تھے اور نہ گھٹاتے تھے اور نہ ان میں کچھ تبدیلی کرتے تھے [4] حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک سال تک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ میری نشست رہی۔ میں نے انہیں اس عرصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک بھی حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا [5]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی حدیثیں سنی ہیں جو مجھے یاد بھی ہیں لیکن میں انہیں صرف اس وجہ سے بیان نہیں کرتا کہ میرے ساتھ کے صحابہ ان حدیثوں میں میری مخالفت کریں گے [6] حضرت مطرف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے فرمایا اے مطرف! (مجھے بہت زیادہ حدیثیں یاد ہیں) اللہ کی قسم! مجھے اس کا یقین ہے کہ اگر میں چاہوں تو دو دن مسلسل حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حدیثیں اس طرح بیان کرسکتا ہوں کہ کوئی حدیث دو دفعہ بیان نہ ہو لیکن مجھے زیادہ حدیثیں بیان کرنا پسند بھی نہیں اور میں زیادہ بیان بھی نہیں کرتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ بھی اسی طرح (حضورؐ کی مجلس میں) حاضر ہوا کرتے تھے جس طرح میں حاضر ہوا کرتا تھا اور انہوں نے بھی (حضورؐ سے) اسی طرح سنا جس طرح میں نے سنا لیکن وہ کچھ حدیثیں ایسی بیان کرتے ہیں جن کے الفاظ کچھ آگے پیچھے ہو گئے ہیں، چنانچہ حضرت عمرانؓ بعض دفعہ تو یوں فرماتے کہ اگر آپ لوگوں کو میں یہ حدیث بیان کروں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے تو مجھے یقین ہے کہ

(۱) واخرجہ ابو یعلی والرویانی وابن عساکر عن ابی الدرداء نحوہ کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۲) (۲) اخرجہ ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۷۹) (۳) اخرجہ ایضا احمد و ابو یعلی والحاکم کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۰) (۴) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۴۴) (۵) عند ابن سعد ایضا (ج ۴ ص ۱۴۵) (۶) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی ورجالہ موثقون۔

میں ان الفاظ میں بالکل سچا ہوں گا اور کبھی پورے وثوق سے کہتے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔[1]

حضرت سلیمان بن ابی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صُہیب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا اللہ کی قسم! میں جان بوجھ کر آپ لوگوں کو حدیثیں نہیں سناتا اور یوں نہیں کہتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہاں اگر آپ لوگ کہیں تو میں حضورؐ کے غزوات میں شریک ہوا ہوں اور ان میں بہت کچھ دیکھا ہے۔ یہ سب کچھ سنانے کو تیار ہوں لیکن یوں کہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس کے لئے تیار نہیں ہوں۔[2]

حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں اور حضرت ابوالازہر دونوں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے ابوالاسقع! ہمیں ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو جس میں نہ تو وہم ہو نہ کمی زیادتی ہو انہوں نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے آج رات کچھ قرآن پڑھا ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں لیکن ہمیں قرآن اچھی طرح یاد نہیں ہے۔ الف یا واؤ کی زیادتی ہو جاتی ہے تو فرمایا یہ قرآن کتنے عرصہ سے تمہارے درمیان ہے اور تم لوگ اب تک اسے اچھی طرح یاد نہیں کر سکے ہو اور سمجھتے ہو کہ تم لوگوں سے قرآن میں کمی زیادتی ہو جاتی ہے تو پھر تمہارا ان حدیثوں بارے میں کیا خیال ہے جنہیں ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے ہم نے حضورؐ سے وہ حدیث ایک دفعہ ہی سنی ہو، اس لئے حضورؐ والے الفاظ بعینہٖ بیان کرنا تو ہمارے لئے بہت مشکل ہے، البتہ ان کا معنی اور مطلب ہم بیان کر سکتے ہیں تم اسی کو کافی سمجھو۔[3]

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انتقال سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جن صحابہؓ کے پاس آدمی بھیج کر انہیں اطرافِ عالم سے (مدینہ منورہ میں) جمع کیا وہ یہ ہیں حضرت عبداللہ بن حُذافہ، حضرت ابوالدرداء، حضرت ابوذر اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم جب یہ حضرات آگئے تو ان سے حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ لوگوں نے اطرافِ عالم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ کیا حدیثیں پھیلا دی ہیں؟ انہوں نے کہا کیا آپ ہمیں (حدیثیں بیان کرنے سے) روکنا چاہتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا نہیں بلکہ آپ لوگ میرے پاس رہیں۔ اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ ہوں آپ لوگ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے (یہاں رہ کر حدیثیں بیان کریں) اور اس

(۱) عند احمد قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۴۱) وفیہ ابو ادرون الغنوی لم ہر من ترجمہ (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۲۹) وابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۰۳) (۳) اخرجہ ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۷۹)

کی وجہ یہ ہے کہ ہم بھی حدیثیں خوب جانتے ہیں، اس لیئے آپ لوگوں کی حدیثوں کو دیکھیں گے کہ کونسی لینی چاہیئے اور کونسی چھوڑنی چاہیئے، چنانچہ یہ حضرات حضرت عمرؓ کے انتقال تک ان کے پاس ہی (مدینہ منورہ میں) رہے۔ ان سے جدا نہ ہوئے[1] حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود، حضرت ابومسعود انصاری اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم کے پاس پیغام بھیج کر انہیں بلایا اور ان سے فرمایا آپ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حدیثیں کثرت سے کیوں بیان کر رہے ہیں؟ پھر شہید ہونے تک حضرت عمرؓ نے انہیں (وہیں مدینہ میں) روکے رکھا[2]

حضرت ابن ابی اوفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم لوگ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کرتے کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حدیث بیان فرمادیں وہ فرماتے اب ہم زیادہ بوڑھے ہو گئے ہیں اور بھولنے لگ گئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حدیث بیان کرنا بڑی ذمہ داری کا کام ہے (اگر اس میں غلطی ہو گئی تو سخت پکڑ ہو گی)[3]

علم کے اہتمام سے زیادہ عمل کا اہتمام ہونا چاہیئے

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جو چاہے سیکھو لیکن اللہ کی طرف سے فائدہ تب ہی ہوگا جب تم سیکھے ہوئے پر عمل کرو گے[4] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جتنا چاہے علم حاصل کرو تمہیں علم حاصل کرنے کا ثواب تب ملے گا جب اس پر عمل کرو گے[5] حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابہ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ہم مسجد قبا میں علم سیکھ سکھا رہے تھے کہ اتنے میں حضورؐ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم جتنا چاہے علم حاصل کرلو۔ اس کے بعد پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا[6]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ! کونسی چیز میری جہالت کی حجت کو ختم کرے گی؟ آپؐ نے فرمایا علم۔ پھر اس نے پوچھا کونسی چیز علم کی حجت کو ختم کرے گی؟ آپؐ نے فرمایا عمل[7]

(۱) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۹) (۲) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی ہذا اثر منقطع وابراہیم ولد سنۃ عشرین ولم یدرک من حیاۃ عمر الاثلاث سنین انتہی واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۵۳) عن ابراہیم نحوہ وذکر اباذر بدل ابی مسعود (۳) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۹) (۴) اخرجہ ابن عدی والخطیب (۵) عند ابی الحسن بن الاخرم المدینی فی امالیہ کذا فی الجامع الصغیر (۶) ذکرہ ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۶) (۷) اخرجہ الخطیب فی الجامع وفیہ عبداللہ بن خراش وہو ضعیف کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۲۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی کتاب (قرآن) سیکھو۔ اس کی وجہ سے تمہاری پہچان ہو گی اور اس پر عمل کرو اس سے تم اللہ کی کتاب والے ہو جاؤ گے[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا علم حاصل کرو اس سے تمہاری پہچان ہو گی اور جو علم حاصل کیا ہے اُس پر عمل کرو اِس سے تم علم والے ہو جاؤ گے کیونکہ تمہارے بعد ایسا زمانہ آئے گا جس میں حق کے دس حصّوں میں سے نو کا انکار کر دیا جائے گا اور اس زمانے میں صرف وہ نجات پاسکے گا جو گمنام اور لوگوں سے الگ تھلگ رہنے والا ہو گا۔ یہی لوگ ہدایت کے امام اور علم کے چراغ ہوں گے۔ یہ لوگ جلد باز، بُری بات پھیلانے والے اور باتونی نہیں ہوں گے[2] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے حاملین علم! (اے علماء!) علم پر عمل کرو کیونکہ عالم وہ ہے جو علم حاصل کرے پھر اس پر عمل کرے اور اس کا عمل اس کے علم کے مطابق ہو۔ عنقریب ایسے لوگ ہوں گے جو علم حاصل کریں گے لیکن اُن کا علم اُن کی ہنسلی کی ہڈی سے آگے نہیں جائے گا (اور اللہ کے ہاں نہیں پہنچے گا) اُن کا باطن ظاہر کے خلاف ہو گا اور اُن کا عمل اُن کے علم کے خلاف ہو گا وہ اپنے اپنے حلقے میں بیٹھیں گے اور ایک دُوسرے پر فخر کریں گے اور اُن کے حلقہ میں بیٹھنے والا انہیں چھوڑ کر دُوسرے کے پاس اگر بیٹھے گا تو یہ اس پر ناراض ہوں گے۔ ان کی مجلسوں میں ان کے جو اعمال ہوں گے وہ اللہ کی طرف اُوپر نہیں جائیں گے[3]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! علم حاصل کرو اور آدمی جو علم حاصل کرے اُس پر عمل بھی کرے[4] حضرت عبداللہ بن عُکَیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اس مسجد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو سُنا کہ انہوں نے گفتگو سے پہلے قسم کھا کر فرمایا تم میں سے ہر آدمی اپنے رب سے تنہائی میں اکیلے ملے گا جیسے کہ تم میں سے ہر ایک چودھویں کا چاند تنہائی میں الگ دیکھتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے ابن آدم! تجھے کس چیز نے میرے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا؟ (کہ میری نافرمانی کرتا رہا) اے ابن آدم! تو نے رسُولوں کو (ان کی دعوت کا) کیا جواب دیا؟ اے ابن آدم! تو نے جو علم حاصل کیا تھا اُس پر کیا عمل کیا؟ حضرت عَدی بن عدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو علم حاصل نہ کرے اُس کے لیئے ایک مرتبہ ہلاکت ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو اُسے علم عطا فرما دیتے اور جو علم حاصل کرے اور اُس پر عمل نہ کرے

(۱) اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۲۹) (۲) اخرجہ احمد فی الزہد وابو عبید والدینوری فی الغریب وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۲۹) (۳) ذکرہ ابن عبد البر (ج ۲ ص ۷) واخرجہ الدارقطنی فی الجامع وابن عساکر والمرزی عن علی نحوہ کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۲) (۴) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۶۴) رجالہ موثقون الا ان ابا عبیدۃ لم یسمع من ابیہ - انتہی واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۱) عن علقمۃ عن عبد اللہ نحوہ

اُس کے لئے سات مرتبہ ہلاکت ہے۔[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا باتیں تو تمام لوگ بہت اچھی کرتے ہیں لیکن جس کا عمل اُس کے قول کے مطابق ہوگا وُہی کامیاب ہوگا اور جس کا فعل قول کے خلاف ہوگا وہ (قیامت کے دن) اپنے آپ کو ملامت کرے گا۔[2] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو (لوگوں سے مُستغنی ہو کر) اللہ (کے کام) میں مشغول ہو جائے گا تمام لوگ اُس کے محتاج ہو جائیں گے اور جو اس علم پر عمل کرے گا جو اللہ نے اُسے دیا ہے تو تمام لوگ اُس علم کے محتاج ہو جائیں گے جو اس کے پاس ہے۔[3]

حضرت لُقمان بن عامر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت اَبُوالدَّرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے مَیں اپنے رب سے اِس بات سے ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن مجھے تمام مخلوق کے سامنے بلا کر فرمائے اے عُوَیمر! مَیں کہوں لَبّیک اے میرے رب! پھر وہ فرمائے تم نے جو علم حاصل کیا تھا اُس پر کیا عمل کیا تھا؟[4] حضرت اَبُوالدَّرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے سب سے زیادہ ڈر اس بات کا ہے کہ قیامت کے دن مجھے یہ کہا جائے اے عویمر! کیا تم نے علم حاصل کیا تھا یا جاہل ہی رہے تھے؟ اگر مَیں کہوں گا کہ مَیں نے علم حاصل کیا تھا تو نیک کام کا حکم دینے والی ہر آیت اور بُرے کام سے روکنے والی ہر آیت اپنے حق کا مطالبہ کرے گی۔ حکم دینے والی آیت کہے گی کیا تُو نے میرا حکم مانا تھا؟ اور روکنے والی آیت کہے گی کیا تو اس بُرے کام سے رُک گیا تھا؟ مَیں اللہ کی پناہ چاہتا ہُوں اس علم سے جو نفع نہ دے اور اُس نفس سے جو سیر نہ ہو اور اُس دُعا سے جو سُنی نہ جائے۔[5] حضرت اَبُوالدَّرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا انسان اُس وقت تک مُتقی نہیں بن سکتا جب تک علم حاصل نہ کرے اور علم کے ذریعہ سے حُسن و جمال تب حاصل ہو سکتا ہے جب اس پر عمل کرے۔[6] حضرت اَبُوالدَّرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کے نزدیک قیامت کے دن لوگوں میں سب سے بُرے مرتبے والا وہ عالم ہوگا جس نے اپنے عِلم سے فائدہ نہ اُٹھایا ہو (یعنی اُس پر عمل نہ کیا ہو)۔[7]

حضرت مُعاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن کسی بندے کے دونوں قدم اُس

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ واخرجہ ابن عبدالبر فی العلم (ج ۱ ص ۲) عن عبداللہ بن حکیم عن ابن مسعود نحو ما تقدم (۲) اخرجہ ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۶) (۳) عند ابن عبدالبر ایضا (ج ۲ ص ۱۰) واخرج ابن عساکر ایضا الحدیث الاول مثلہ کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۲۳) (۴) اخرجہ البیہقی کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۹۰) واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۴) عن لقمان نحوہ (۵) عند ابی نعیم ایضا (۶) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۳) وعندہ ایضا (ج ۱ ص ۲۱۱) عنہ مثل قول ابن مسعود من طریق عدی (۷) عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۲۲۳)

وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہل سکیں گے جب تک اُس سے چار باتیں نہ پُوچھ لی جائیں۔ اس نے اپنے جسم کو کن کاموں میں استعمال کیا؟ اپنی عمر کہاں لگائی؟ اور مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اپنے علم پر کیا عمل کیا؟[1] حضرت مُعاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم علم تو جو چاہے سیکھ لو لیکن اللہ تمہیں علم پر اجر تب دیں گے جب تم اس پر عمل کرو گے۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم علم تو جو چاہے سیکھ لو لیکن اللہ تعالیٰ تمہیں علم پر اجر تب دیں گے جب تم اس پر عمل کرو گے۔ علماء کا اصل مقصد تو علم کی حفاظت کرنا ہے (کہ اسے یاد رکھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے) اور نادان لوگوں کا مقصد تو خالی آگے بیان کر دینا ہے۔[3]

سُنّت کا اتباع اور سلف صالحین کی اقتداء اور دین میں اپنی طرف سے ایجاد کردہ کام پر انکار

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ (اللہ والے) صحیح راستہ اور سُنّت کو لازم پکڑ لو کیونکہ رُوئے زمین پر جو بندہ بھی صحیح راستہ پر اور سُنّت پر ہوگا پھر وہ اللہ کا ذکر کرے گا اور اُس کے ڈر سے اُس کی آنکھوں میں آنسو آجائیں گے تو اُسے اللہ تعالیٰ ہرگز عذاب نہیں دیں گے اور رُوئے زمین پر جو بندہ بھی صحیح راستہ اور سُنّت پر ہوگا پھر وہ اپنے دل میں اللہ کو یاد کرے گا اور اللہ کے ڈر سے اُس کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے تو اس کی مثال اُس درخت جیسی ہو جائے گی جس کے پتے سُوکھ گئے ہوں اور تیز ہوا چلنے سے اُس کے پتے بہت زیادہ گرنے لگیں تو ایسے ہی اُس کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ بہت زیادہ گرانے لگ جائیں گے اور اللہ کے راستے اور سُنّت پر درمیانی رفتار سے چلنا اس سے بہتر ہے کہ انسان اللہ کے راستہ کے خلاف اور سُنّت کے خلاف بہت زیادہ محنت کرے، اس لئے تم دیکھ لو چاہے تم زیادہ محنت کرو چاہے درمیانی رفتار سے چلو لیکن تمہارا ہر عمل انبیاء علیہم السّلام کے طریقے اور سُنّت کے مطابق ہونا چاہیئے۔[4]

حضرت سعید بن مُسیّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ جب مدینہ تشریف لائے تو بیان کے لئے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے لوگو! تمہارے لئے سُنّتیں جاری ہو چکی ہیں اور فرائض مُقرّر ہو چکے ہیں اور تمہیں ایک صاف اور واضح راستہ دے دیا گیا ہے۔ اب تم لوگ ہی اس راستہ سے دائیں بائیں ہٹ کر لوگوں کو گمراہ کر دو تو یہ الگ

(۱) اخرجہ ابن عبد البر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۲) (۲) عند ابن عبد البر ایضاً (ج ۲ ص) واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۳۶) عن معاذ مثلہ (۳) اخرجہ ابن عبد البر فی جامع العلم (ج ۲ ص) (۴) اخرج الالکائی فی السنۃ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۹۶) واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۵۳) نحوہ۔

بات ہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعرات کے دن کھڑے ہو کر فرماتے اصل چیزیں دو ہیں۔ ایک زندگی گزارنے کا طریقہ اور دُوسرا کلام۔ سب سے افضل اور سب سے زیادہ سچا کلام اللہ تعالیٰ کا ہے اور سب سے عمدہ طریقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور تمام کاموں میں سب سے بُرے کام وہ ہیں جو نئے ایجاد کیے جائیں اور ہر نیا کام (جو قرآن و حدیث سے نہ نکالا گیا ہو وہ) بدعت ہے۔ غور سے سُنو! ایسا نہ ہو کہ مُدت لمبی ہو جائے اور اس سے تمہارے دِل سخت ہو جائیں اور لمبی اُمیدیں تمہیں (آخرت سے) غافل کر دیں کیونکہ جو چیز آنے والی ہے وہ قریب ہے اور جو آنے والی نہیں ہے وہ دُور ہے۔[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا سُنت پر میانہ رَوی سے چلنا بدعت پر زیادہ محنت کرنے سے اچھا ہے۔[3]

حضرت عمران بن حُصَین رضی اللہ عنہما نے فرمایا قرآن بھی نازل ہُوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سُنتیں مقرر فرمائیں پھر حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ ہمارا اِتباع کرو (کیونکہ ہم نے قرآن و سُنت کو پُورا اختیار کیا ہُوا ہے) اگر ایسا نہیں کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔[4]

حضرت عمران بن حُصَین رضی اللہ عنہما نے ایک آدمی سے کہا تم احمق ہو گیا تمہیں اللہ کی کتاب میں یہ صاف طور سے لکھا ہُوا ملتا ہے کہ ظہر کی نماز میں چار رکعتیں ہیں اور اس میں قرأت اُونچی آواز سے نہ کرو؟ پھر حضرت عمرانؓ نے باقی نمازوں اور زکوٰۃ وغیرہ کا نام لیا (کہ کیا ان کے تفصیلی احکام قرآن میں ہیں؟) کیا تمہیں ان اعمال کی تفصیل اللہ کی کتاب میں ملتی ہے؟ اللہ کی کتاب میں یہ تمام چیزیں اجمالاً ذکر ہُوئی ہیں اور سُنتِ رسُولؐ نے ان سب کو کھول کر تفصیل سے بیان کیا ہے۔[5]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میں سے جو کسی کی اقتداء کرنا چاہتا ہے تو اُسے چاہیئے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہؓ کی اقتداء کرے کیونکہ وہ اس اُمت میں سب سے زیادہ نیک دِل، سب سے زیادہ گہرے علم والے، سب سے کم تکلف والے، سب سے زیادہ سیدھے طور طریقے والے اور سب سے زیادہ اچھی حالت والے تھے۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صُحبت کے لیئے اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لیئے چُنا تھا، لہٰذا تم ان کے فضائل و درجات کا اعتراف کرو اور ان کے نقشِ قدم

(۱) اخرجہ ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۱۸۷) (۲) اخرجہ ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۱۸۱) (۳) اخرجہ الحاکم (ج ۱ ص ۱۰۳)، قال الحاکم ہذا حدیث سند صحیح علی شرطہما ولم یخرجاہ ووافقہ الذہبی واخرجہ الطبرانی فی الکبیر کما فی المجمع (ج ۱ ص ۱۷۳) (۴) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۷۳) وفیہ علی بن زید بن جدعان وہو ضعیف (۵) اخرجہ ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۲ ص ۱۹۱)

پر چلو کیونکہ وہ سیدھی راہ پر تھے۔[1]

حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اے جماعتِ علماء! اللہ سے ڈرو اور اپنے سے پہلے لوگوں کے راستہ کو پکڑے رکھو میری زندگی کی قسم! اگر تم اس راستہ پر چلو گے تو تم دوسروں سے بہت آگے نکل جاؤ گے اور اگر تم اسے چھوڑ کر دائیں بائیں چلے جاؤ گے تو تم بہت زیادہ بھٹک جاؤ گے۔[2]

حضرت مُصعَب بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے والد جب مسجد میں نماز پڑھتے تو مختصر پڑھتے، البتہ رکوع اور سجدہ پورا کرتے اور گھر میں جب نماز پڑھتے تو نماز، رکوع اور سجدہ سب کچھ لمبا کرتے۔ میں نے کہا ابا جان! جب آپ مسجد میں نماز پڑھتے ہیں تو مختصر پڑھتے ہیں اور جب گھر میں نماز پڑھتے ہیں تو لمبی پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا اے میرے بیٹے! ہم امام ہیں لوگ ہمارے پیچھے چلتے ہیں، ہماری اقتداء کرتے ہیں۔[3]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اپنے سے پہلے لوگوں کے پیچھے چلو، اپنی طرف سے نئے نئے طریقے مت چلاؤ (تمہیں عقل لڑانے کی ضرورت نہیں ہے) اللہ کے رسول اور صحابہ تمہیں سب کچھ کر کے دے گئے ہیں۔[4] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا اور ان کی فضیلت کا اعتراف کرنا دونوں سُنّت میں سے ہیں۔[5]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے زمانہ کے لوگوں کے نقشِ قدم پر چلنے سے بچو کیونکہ ایک آدمی جنت والوں کے عمل کرتا ہے پھر اللہ کے علم کے مطابق وہ پلٹا کھا جاتا ہے اور دوزخ والوں کے عمل کرنے لگ جاتا ہے اور وہ دوزخی بن کر مرتا ہے اور ایک آدمی دوزخ والوں کے عمل کر رہا ہوتا ہے پھر وہ اللہ کے عِلم کے مطابق پلٹا کھا جاتا ہے اور جنت والوں کے عمل کرنے لگ جاتا ہے اور جنتی بن کر مرتا ہے۔ اگر تم نے ضرور ہی کسی کے پیچھے چلنا ہے تو پھر تم اُن لوگوں کے پیچھے چلو جن کا خاتمہ ایمان و اعمالِ صالحہ پر ہو چکا ہے اور وہ دُنیا سے جا چکے ہیں۔ جو ابھی زندہ ہیں اُن کے پیچھے مت چلو (کیونکہ کسی زندہ اِنسان کے بارے میں اطمینان نہیں کیا جاسکتا نہ معلوم کب گمراہ ہو جائے)۔[6]

(۱) اخرجہ ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۹۷) واخرج ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۵) بمعناہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کما تقدم فی صفۃ الصحابۃ الکرام (۲) اخرجہ ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۹۷) واخرجہ ابن ابی شیبۃ ابن عساکر عن مصعب بن سعد کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۳) (۳) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۸۲) رجالہ رجال الصحیح (۴) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۸۱) رجالہ رجال الصحیح (۵) عند ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۱۸۷) (۶) اخرجہ ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۱۱۵)

حضرت ابُوالبَختَری رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن مسعُود رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ کچھ لوگ مغرب کے بعد سے مسجد میں بیٹھے ہُوئے ہیں اور ان میں ایک آدمی ہے جو کہہ رہا ہے اتنی مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اتنی مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اتنی مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہو حضرت عبداللہ نے پُوچھا پھر کیا وہ لوگ کہہ رہے ہیں؟ اس آدمی نے کہا جی ہاں - فرمایا آئندہ جب تم انہیں ایسا کرتے ہُوئے دیکھو تو مجھے آکر بتانا (چنانچہ اس نے آکر بتایا تو) حضرت عبداللہؓ ان کے پاس گئے اور انہوں نے ٹوپی والا جُبّہ پہن رکھا تھا اور ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ حضرت عبداللہؓ ذرا تیز مزاج آدمی تھے۔ جب انہوں نے ان لوگوں کو وہ کلمات اس ترتیب سے کہتے ہُوئے سُنا تو کھڑے ہو کر فرمایا میں عبداللہ بن مسعُود ہُوں۔ اُس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبُود نہیں تم نے اس بدعت کو لا کر بڑا ظُلم کیا ہے اور تم اِس طرح تو حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ سے علم میں آگے نکل گئے ہو (وہ تو اس طرح ذکر نہیں کیا کرتے تھے) حضرت مُعضِد نے کہا ہم تو کوئی بدعت لا کر ظُلم نہیں کرنا چاہتے اور نہ ہم علم میں حضورؐ کے صحابہ سے آگے نکل گئے ہیں۔ پھر حضرت عمرو بن عتبہ نے کہا اے اَبُو عبدُالرحمٰن! ہم اللہ سے معافی مانگتے ہیں۔ حضرت ابن مسعُودؓ نے فرمایا تم صحیح راستہ پر چلتے رہو بلکہ اسے ہی چمٹے رہو اللہ کی قسم! اگر تم ایسا کرو گے تو تم بہت آگے نکل جاؤ گے اور راستہ سے ہٹ کر دائیں بائیں ہو جاؤ گے تو بہت زیادہ بھٹک جاؤ گے![1] حضرت اَبُوالبَختَری رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعُود رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ کچھ لوگ مغرب اور عشاء کے درمیان بیٹھتے ہیں۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور بعد میں یہ ہے کہ حضرت ابن مسعُودؓ نے فرمایا تم نے اس بدعت کو شروع کر کے بڑا ظلم کیا ہے کیونکہ اگر یہ بدعت نہیں ہے تو پھر ہمیں حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ کو (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ) گمراہ قرار دینا پڑے گا۔ اس پر حضرت عَمرو بن عُتبہ بن فرقد نے کہا میں اللہ سے معافی مانگتا ہُوں اور اس کام سے توبہ کرتا ہُوں پھر آپ نے انہیں بکھر جانے کا حکم دیا۔ حضرت اَبُوالبَختَری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعُود رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی مسجد میں دو حلقے دیکھے تو ان دونوں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور فرمایا کونسا حلقہ پہلے شروع ہُوا تھا؟ ایک حلقہ والوں نے کہا ہمارا۔ تو دُوسرے حلقے والوں سے فرمایا تم لوگ اُٹھ کر اسی میں آجاؤ اور یُوں دو حلقوں کو ایک کر دیا۔[2] طبرانی کی ایک صحیح اور مختصر روایت میں یہ ہے کہ پھر حضرت عبداللہ بن مسعُود رضی اللہ عنہ کپڑا اوڑھے ہُوئے آئے اور فرمایا جو مجھے جانتا ہے وہ تو مجھے جانتا ہی ہے اور جو نہیں جانتا تو میں تعارف کرا دیتا

---

(۱) اخرجہ ابُو نُعیم فی الحلیۃ (ج ۴ ص ۳۸۱) واخرجہ ایضا من طریق ابی الزعراء قال جاء المسیب بن نجبۃ الی عبداللہ فقال انی ترکت قوما فی المسجد فذکر نحوہ (۲) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۸۱) رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ عطاء بن السائب وہو ثقۃ ولکنہ اختلط۔

ہوں کہ میں عبداللہ بن مسعود ہوں کیا تم لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ سے بھی زیادہ ہدایت یافتہ ہو یا تم نے گمراہی کی دُم پکڑ رکھی ہے؟

حضرت عمرو بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ مغرب اور عشاء کے درمیان حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا اے ابوعبدالرحمٰن! ذرا ہمارے پاس باہر آئیں، چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ باہر آئے اور فرمایا اے ابوموسیٰ! آپ اس وقت کیوں آئے؟ حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں نے ایک ایسا کام دیکھا ہے جو ہے تو خیر لیکن اسے دیکھ کر میں پریشان ہو گیا ہوں، ہے تو وہ خیر لیکن اس نے مجھے چونکا دیا ہے۔ کچھ لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک آدمی کہہ رہا ہے اتنی دفعہ سُبْحَانَ اللہِ کہو، اتنی دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہو، چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ اُسی وقت چل پڑے اور ہم بھی اُن کے ساتھ گئے یہاں تک کہ ان لوگوں کے پاس پہنچ گئے اور فرمایا تم لوگ کتنی جلدی بدل گئے ہو، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ابھی زندہ ہیں اور حضورؐ کی بیویاں ابھی جوان ہیں اور حضورؐ کے کپڑے اور برتن ابھی اپنی اصلی حالت پر ہیں ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ تم اپنی بُرائیاں گنو، میں اس بات کا ضامن ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیاں گننے لگیں گے۔[1]

حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں اپنے والد (حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُنہوں نے پوچھا تم کہاں تھے؟ میں نے کہا مجھے کچھ لوگ ملے تھے میں نے اُن سے بہتر آدمی کبھی نہیں دیکھے وہ لوگ اللہ کا ذکر کر رہے تھے پھر ان میں سے ایک آدمی کانپنے لگا اور تھوڑی دیر میں اللہ کے ڈر سے بے ہوش ہو گیا، اس لئے میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔ انہوں نے کہا، اس کے بعد ان کے ساتھ کبھی نہ بیٹھنا۔ جب اُنہوں نے دیکھا کہ اُن کی اس بات کا میں نے اثر نہیں لیا تو فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور میں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو بھی قرآن پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اُن حضرات پر تو ایسی حالت طاری نہیں ہوتی تھی تو تمہارا کیا خیال ہے یہ لوگ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ سے بھی زیادہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں؟ اس پر مجھے بات سمجھ میں آگئی کہ بات یونہی ہے اور میں نے ان لوگوں کو چھوڑ دیا۔[2]

حضرت ابوصالح سعید بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابن عترؓ تجیبی کھڑے ہو کر لوگوں

---

(۱) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر ایضا قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۸۱) وفیہ مجالد بن سعید وثقہ النسائی وضعفہ البخاری واحمد بن حنبل ویحییٰ (۲) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۳ ص ۱۶۷)

میں قِصہ گوئی کر رہا تھا تو اُس سے حضور صلّی اللہُ علیہ وسلّم کے صحابی حضرت صِلہ بن حارث غِفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نے حضور صلّی اللہُ علیہ وسلّم کے عہد کو چھوڑا نہیں ہے اور کوئی قطع رحمی نہیں کی ہے تو پھر تم اور تمہارے ساتھی کہاں سے ہمارے درمیان (قِصہ گوئی کے لئے) کھڑے ہو گئے ہو (اور اپنی بڑائی کے اظہار کے لئے یہ قِصہ گوئی کر رہے ہو) [1]

حضرت عمرو بن زُرارہ رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں میں بیان کر رہا تھا کہ اتنے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آکر کھڑے ہو گئے اور فرمایا تم نے گمراہی والی بدعت ایجاد کی ہے یا تم حضرت محمد صلّی اللہُ علیہ وسلّم اور ان کے صحابہ سے زیادہ ہدایت والے ہو گئے ہو میں نے دیکھا کہ یہ بات سُنتے ہی تمام لوگ اُٹھ کر اِدھر اُدھر چلے گئے اور میری جگہ پر ایک آدمی بھی نہ رہا [2]

جس رائے کا قرآن و حدیث سے ثبوت نہ ہو ایسی بے اصل رائے سے بچنا

حضرت ابنِ شہاب رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا اے لوگو! حتمی اور درست رائے تو صرف حضور صلّی اللہُ علیہ وسلّم کی ہی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی انہیں یہ رائے سمجھاتے تھے اور ہماری رائے تو بس گمان اور تکلف ہی ہے۔ (اس کا صحیح ہونا ضروری نہیں) [3] حضرت صدقہ بن ابی عبداللہ رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اپنی رائے پر چلنے والے سُنتوں کے دُشمن ہیں۔ سُستی کی وجہ سے سُنتیں یاد نہیں کیں اور جتنی یاد کی تھیں اُنہیں محفوظ نہیں رکھا۔ اور جب اُن سے ایسی بات پُوچھی گئی جس کا جواب نہیں آتا تھا تو شرم کے مارے یہ نہیں کہا کہ ہم نہیں جانتے اِس لئے سُنتوں کے مقابلہ میں اپنی رائے لے آئے۔ ایسے لوگوں سے بالکل بچ کر رہنا [4] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سُنّت تو وہ ہے جسے اللہ اور اُس کے رسول صلّی اللہُ علیہ وسلّم نے مقرر فرمایا۔ تم اپنی غلط رائے کو اُمت کے لئے سُنّت مت بناؤ [5]

---

(۱) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۸۹) واسنادہ حسن۔ اھ واخرجہ ایضا البخاری والبغوی ومحمد بن الربیع الجیزی وقال ابن السکن لیس لصلۃ غیر ہذا الحدیث کذا فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۱۹۳) (۲) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۸۹) رواہ الطبرانی فی الکبیر ولا اسند ان احدہا رجالہ رجال الصحیح۔ انتہی (۳) اخرجہ ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۱۳۴) (۴) عند ابن عبدالبر ایضا (ج ۲ ص ۱۳۵) (۵) عند ابن عبدالبر ایضا (ج ۲ ص ۱۳۶) واخرج الحدیث الاول ابن ابی حاتم والبیہقی ایضا عن عمر مثلہ کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۱)

کنز کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا (سورت نجم آیت ۲۸) ترجمہ "اور یقیناً بے اصل خیالات امرِ حق (کے اثبات) میں ذرا بھی مفید نہیں ہوتے۔"[۱]

حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو کچھ سمجھایا ہے آپ اس کے مطابق فیصلہ کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسی بات نہ کہو کیونکہ یہ تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی خصوصیت تھی (کہ ان کی ہر بات اللہ کی طرف سے ہوتی تھی۔ ہمارے دل میں جو بات آتی ہے وہ شیطان کی طرف سے بھی ہو سکتی ہے یہ حضرت عمرؓ کی تواضع ہے)۔[۱]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یوں مت کہا کرو کہ بتائیں آپ کی کیا رائے ہے؟ بتائیں آپ کی کیا رائے ہے؟ کیونکہ تم سے پہلے والے اس طرح کہنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے اور ایک چیز پر دوسری چیز کا قیاس نہ کیا کرو ورنہ تمہارے قدم جمنے کے بعد پھسل جائیں گے اور جب تم میں سے کسی سے ایسی بات پوچھی جائے جو وہ نہ جانتا ہو تو کہہ دے کہ اللہ ہی جانتے ہیں کیونکہ یہ (کہنا) بھی ایک تہائی علم ہے۔[۲]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر آنے والا سال پہلے سال سے برا ہوگا (اپنی ذات کے اعتبار سے تو) کوئی سال کسی سال سے بہتر نہیں۔ کوئی جماعت کسی جماعت سے بہتر نہیں لیکن ہوگا یوں کہ تمہارے علماء اور تمہارے بھلے اور بہترین لوگ چلے جائیں گے اور پھر ایسے لوگ آجائیں گے جو اپنی رائے سے تمام کاموں میں قیاس کرنے لگ جائیں گے۔ اس طرح اسلام میں شگاف پڑ جائے گا اور وہ گر جائے گا۔[۳] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں (دین میں) اصل تو اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی سنت ہے اس کے بعد جو اپنی رائے سے کچھ کہے گا تو مجھے معلوم نہیں کہ اسے وہ اپنی نیکیوں میں پائے گا یا برائیوں میں۔[۴]

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے ایک صحابی سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا گیا۔ انہوں نے فرمایا مجھے اپنے رب سے اس بات سے حیا آتی ہے کہ حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی امت کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ کہوں۔[۵]

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے صحابہؓ کا اجتہاد کرنا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے مجھے یمن

(۱) اخرجہ ابن المنذر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۱) (۲) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۸۰) والشعبی لم یسمع من ابن مسعود وفیہ جابر الجعفی وہو ضعیف. انتہی (۳) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۸۰) وفیہ مجالد بن سعید وقد اختلط اھ واخرجہ ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۱۳۵) بنحوہ (۴) اخرجہ ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۱۳۶) (۵) اخرجہ ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۳۲)

بھیجا تو فرمایا جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہوگا تو تم کس طرح فیصلہ کروگے؟ میں نے کہا اللہ کی کتاب کے مطابق۔ حضورؐ نے فرمایا اگر تم اسے اللہ کی کتاب میں نہ پاؤ تو پھر؟ میں نے کہا رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سُنت کے مطابق حضورؐ نے فرمایا اگر تم اسے رسُول اللہ کی سُنت میں نہ پاؤ تو پھر؟ میں نے کہا تو پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور (سوچ بچار میں) کوئی کمی نہیں کروں گا۔ اس پر حضورؐ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے رسُول اللہ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائی جس سے اللہ کے رسُول خوش ہیں۔[1]

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد کوئی آدمی حضرت اُبوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ اس چیز سے ڈرنے والا نہیں تھا جسے وہ نہ جانتا ہو اور حضرت اُبوبکرؓ کے بعد کوئی آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ ڈرنے والا نہیں تھا۔ ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ کے سامنے ایک مسئلہ پیش ہُوا۔ اُنہوں نے اس کے لئے اللہ کی کتاب میں کوئی اصل نہ پائی اور نہ ہی سُنت میں کوئی نشان پایا تو فرمایا اب میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اگر ٹھیک فیصلہ ہُوا تو اللہ کی طرف سے اور اگر غلط فیصلہ ہُوا تو میری طرف سے اور میں اللہ سے استغفار کرتا ہُوں۔[2]

حضرت شُریح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ خط لکھا کہ جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئے تو اس میں اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرو اور اگر تمہارے پاس ایسا مقدمہ آئے جو کتابُ اللہ میں نہیں ہے تو پھر اس میں سُنتِ رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مطابق فیصلہ کرو اور اگر ایسا مقدمہ آئے جو نہ کتابُ اللہ میں ہے اور نہ سُنتِ رسُول میں تو پھر وہ فیصلہ کرو جس پر عُلماء کا اجماع و اتفاق ہو اور اگر ایسا مقدمہ آئے جو نہ کتابُ اللہ میں ہے اور نہ سُنتِ رسُولؐ میں اور نہ اس میں کسی عالم نے کوئی بات کی ہے تو پھر دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کرلو چاہو تو آگے بڑھ کر اپنی رائے سے اجتہاد کرکے فیصلہ کرلو اور چاہو تو پیچھے ہٹ جاؤ (اور کوئی فیصلہ نہ کرو) اور میرے خیال میں پیچھے ہٹنا تمہارے لئے بہتر ہی ہے۔[3]

حضرت ابن مسعُود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جسے کسی مُعاملہ میں فیصلہ کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو اُسے چاہئے کہ کتابُ اللہ کے مطابق فیصلہ کرے اور اگر ایسا مُعاملہ ہو جو کتابُ اللہ میں نہیں ہے تو پھر اس میں وہ فیصلہ کرے جو اللہ کے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کیا اور اگر ایسا مُعاملہ پیش آجائے جو نہ کتابُ اللہ میں ہو اور نہ اس کے بارے میں اللہ کے نبیؐ نے کوئی فیصلہ کیا ہو تو پھر اس میں وہ فیصلہ کرے جو نیک لوگوں نے کیا ہو اور اگر ایسا مُعاملہ پیش آجائے

(۱) اخرجہ ابو داؤد والترمذی والدارمی کذا فی المشکوٰۃ (ج ۲ ص ۳۱۶) (۲) اخرجہ ابن سعد وابن عبدالبر فی العلم کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۲۱) (۳) اخرجہ ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۵۶) عن الشعبی

جو نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ اللہ کے نبیؐ اور نیک بندوں نے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کیا ہو تو پھر اپنی رائے سے اجتہاد کرے اور اپنی اس بات پر پکا رہے اور شرمائے نہیں۔ دُوسری روایت میں یہ ہے کہ پھر اپنی رائے سے اجتہاد کرے اور یہ ہرگز نہ کہے میرا خیال تو ایسا ہے، البتہ میں ڈرتا بھی ہُوں کیونکہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، البتہ ان دونوں کے درمیان بہت سے مُشتبہ اُمور ہیں (جن کا حلال یا حرام ہونا واضح نہیں ہے) اس لیئے وہ کام چھوڑ دو جن میں کسی قسم کا شک ہے اور وہ کام اختیار کرو جن میں کوئی شک نہیں۔[1]

حضرت عبداللہ بن ابی یزید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما کا یہ معمول دیکھا کہ جب اُن سے کوئی چیز پُوچھی جاتی اور وہ اللہ کی کتاب میں ہوتی تو وہ فرما دیتے اور وہ اللہ کی کتاب میں نہ ہوتی لیکن اس کے بارے میں حضور صلّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم سے کچھ منقول ہوتا تو وہ فرما دیتے اور اگر وہ اللہ کی کتاب میں نہ ہوتی اور حضورؐ سے بھی کچھ منقول نہ ہوتا لیکن حضرت اُبوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی طرف سے کچھ منقول ہوتا تو وہ فرما دیتے اور اگر وہ اللہ کی کتاب میں نہ ہوتی اور حضورؐ سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ سے بھی کچھ منقول نہ ہوتا تو پھر اپنی رائے سے اجتہاد کرتے۔[2]

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب ہمارے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی مضبُوط دلیل آجاتی تو ہم اس کے برابر کسی کو نہ سمجھتے (بلکہ اسی کو اختیار کر لیتے)۔[3]

حضرت مَسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کسی چیز کے بارے میں پُوچھا تو فرمایا کیا یہ چیز پیش آچکی ہے؟ میں نے کہا نہیں تو فرمایا جب تک یہ پیش نہ آجائے اُس وقت تک ہمیں آرام کرنے دو۔ جب پیش آجائے گی تو پھر ہم کوشش کر کے اپنی رائے بتا دیں گے۔[4]

فتویٰ دینے میں احتیاط سے کام لینا اور صحابہؓ میں کون فتویٰ دیا کرتے تھے؟

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضور صلّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم کے ایک سو بیس صحابہؓ کو مسجد میں پایا کہ ان میں جو حدیث بیان کرنے والے تھے وہ یہ چاہتے تھے

(۱) اخرجہ ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۵۷) (۲) اخرجہ ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۵۷) (۳) عند ابن عبدالبر ایضا و اخرج ابن سعد (ج ۲ ص ۱۸۱) الحدیث الاول بمعناہ (۴) اخرجہ ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۵۸)

کہ ان کا بھائی حدیث بیان کر دے اور انہیں حدیث بیان نہ کرنی پڑے اور ان میں جو بھی مفتی تھے وہ یہ چاہتے تھے کہ اُن کا بھائی فتویٰ دے دے اور خود انہیں فتویٰ نہ دینا پڑے [1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ آدمی پاگل ہے کہ اس سے جو بھی فتویٰ پوچھا جائے وہ فوراً فتویٰ دے دے [2]

حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگوں کو فتویٰ دینے والے آدمی تین طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ آدمی جو قرآن کے ناسخ و منسوخ کو جانتا ہے، دُوسرا وہ امیر جماعت جسے فتویٰ دیئے بغیر چارہ نہیں اور تیسرا احمق [3]

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت اَبُو مَسْعُود رضی اللہ عنہما سے فرمایا کیا مجھے یہ خبر نہیں ملی کہ تم امیر نہیں ہو پھر بھی تم لوگوں کو فتویٰ دیتے ہو؟ جسے امارت کی راحت ملی ہے اسے ہی امارت کی مشقت بھی اُٹھانے دو (یعنی جو امیر ہے اسے ہی فتویٰ کی ذمہ داری اُٹھانے دو تم فتویٰ نہ دو) [4]

حضرت ابو منہال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت زید بن ارقم اور حضرت بَراء بن عازب رضی اللہ عنہم سے سونے چاندی کی خرید و فروخت کے بارے میں پوچھا تو میں نے جس سے بھی پُوچھا اُس نے یہی کہا تم دُوسرے سے پُوچھ لو کیونکہ وہ مجھ سے بہتر اور مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اس کے بعد سونے چاندی کی خرید و فروخت کے بارے میں حدیث ذکر کی [5]

حضرت اَبُو حُصَین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب تو ہر آدمی اِس مسئلہ میں فتویٰ دے رہا ہے حالانکہ اگر یہ مسئلہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوتا تو اس کے لئے وہ تمام بدری صحابہؓ کو جمع کر لیتے (اور پھر ان کے مشورہ سے فتویٰ دیتے) [6]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پُوچھا گیا کہ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے زمانے میں کون فتویٰ دیا کرتا تھا؟ اُنہوں نے فرمایا حضرت اَبُوبکر اور حضرت عُمر رضی اللہ عنہما اور میرے علم میں ان دو کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے [7] حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے زمانے

(۱) اخرجہ ابن عبد البر فی الجامع (ج ۲ ص ۱۶۳) واخرجہ ابن سعد (ج ۶ ص ۱۰) عن عبد الرحمٰن نحوہ وزاد من الانصار (۲) اخرجہ ابن عبد البر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۱۶۵) وہٰکذا اخرجہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما واخرجہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود نحوہ ورجالہ موثقون کما قال الہیثمی (ج ۱ ص ۱۸۳) (۳) اخرجہ ابن عبد البر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۱۶۶) (۴) اخرجہ ابن عبد البر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۱۶۶) وزاد فی روایۃ اخری (ج ۲ ص ۱۴۲) (۵) اخرجہ ابن عبد البر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۱۶۹) (۶) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۱) (۷) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۵۱)

میں فتویٰ دیا کرتے تھے[1]

حضرت فضیل بن ابی عبداللہ بن دینار اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اُن صحابہ میں سے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں حضورؐ سے سُنی ہوئی احادیث کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے[2]

حضرت ابوعطیہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی آیا اور اُس نے ایک مسئلہ پوچھا حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کیا تم نے یہ مسئلہ میرے علاوہ کسی اور سے بھی پوچھا ہے؟ اُس آدمی نے کہا ہاں میں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی پوچھا اور انہوں نے اس کا یہ جواب دیا تھا۔ جواب سُن کر حضرت عبداللہؓ نے اس کی مخالفت کی۔ اس پر حضرت ابوموسیٰؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا جب تک یہ بڑے عالم تم میں ہیں مجھ سے کچھ نہ پوچھا کرو[3] حضرت ابوعمرو شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تک یہ بڑے عالم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تم میں ہیں مجھ سے کچھ نہ پوچھا کرو[4]

حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں فتویٰ دینے والے حضرات تین مہاجرین میں سے تھے اور تین انصار میں سے تھے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم[5] حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے فتویٰ دینے والے حضرات یہ تھے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت زید، حضرت اُبی بن کعب اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم[6]

حضرت قبیصہ بن ذؤیب بن حلحلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانے میں اور جب تک حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ میں رہے اُس وقت تک وہ مدینہ میں قضاء، فتویٰ، قرأت اور فرائض و میراث میں امام تھے اور حضرت علیؓ کے مدینہ سے چلے جانے کے بعد بھی وہ پانچ سال مزید امام رہے

(۱) عند ابن سعد ایضاً (۲) عند ابن سعد ایضاً (ج ۲ ص ۱۵۰) واخرجہ ابن عساکر عن عبداللہ بن دینار الاسلمی عن ابیہ نحوہ کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۰۰) (۳) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۳۰) (۴) عند ابن سعد ایضاً واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۲۹) عن ابی عطیۃ و عامر عن ابی موسیٰ فذکر نحوہ (۵) اخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۳۶۷) (۶) عند ابن سعد ایضاً (ج ۸ ص ۱۶۸)

پھر سنہ چالیس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو تب بھی یہی امام تھے یہاں تک کہ سنہ پینتالیس میں حضرت زید کا انتقال ہوگیا۔

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بلایا کرتے تھے اور وہ بھی بدری صحابہؓ کے ساتھ مشورہ دیا کرتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتے تھے اور پھر انتقال تک حضرت ابن عباسؓ کا یہی مشغلہ رہا۔

حضرت زیاد بن مینا رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت رافع بن خدیج، حضرت سلمہ بن اکوع، حضرت ابو واقد لیثی اور حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہم اور ان جیسے اور صحابہؓ مدینہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حدیثیں بیان کیا کرتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انتقال پر یہ دونوں دینی خدمتیں ان حضرات کو میسر ہوئیں اور یہ سب اپنے انتقال تک ان میں ہی لگے رہے اور پھر ان میں سے فتویٰ میں زیادہ قابلِ اعتماد حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ تھے۔

حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں مستقل فتویٰ دیا کرتی تھیں اور پھر انتقال تک ان کا یہی مشغلہ رہا۔ اللہ اُن پر رحمت نازل فرمائے۔ میں ہر وقت اُن کے ساتھ رہا کرتا تھا اور وہ میرے ساتھ بہت اچھا سلوک فرمایا کرتی تھیں (حضرت قاسمؒ حضرت عائشہؓ کے بھتیجے تھے) آگے اور حدیث ذکر کی۔

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عُلُوم

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس حال میں چھوڑ کر گئے کہ آسمان میں جو بھی پرندہ اپنے دونوں پروں کو ہلاتا ہے اس سے ہمیں (حضورؐ کا سکھایا ہوا) کوئی نہ کوئی علم یاد آجاتا ہے۔ طبرانی کی روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چیز بھی جنت کے قریب کرنے والی اور دوزخ کی آگ سے دُور کرنے والی ہے

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۱۷۵) (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۱۸۱) (۳) اخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۱۸۶)
(۴) اخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۱۸۹)

وہ تمہارے لیئے بیان کر دی گئی ہے۔[1]

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہزار مثالیں (کہاوتیں) سیکھی ہیں۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک حدیث ذکر کی جس میں یہ بھی فرمایا کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر) جس چیز کے بارے میں صحابہ کرامؓ میں اختلاف ہو جاتا تو میرے والد (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) ایسی حدیث سناتے جسے سن کر سب مطمئن ہو جاتے اور فیصلہ کن بات سامنے آجاتی۔ صحابہؓ نے یہ سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں دفن کیا جائے؟ تو اس بارے میں ہمیں کسی کے پاس کوئی علم (قرآن یا حدیث کا) نہ مل سکا لیکن حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کی جس جگہ روح قبض کی جاتی ہے اسی جگہ اسے دفن کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی حضورؐ کی میراث کے بارے میں صحابہؓ میں اختلاف ہوا تو ہمیں اس بارے میں کسی کے پاس کوئی علم نہ مل سکا لیکن حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم انبیاء کی جماعت کسی کو وارث نہیں بناتے اور جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوا کرتا ہے۔[3]

حضرت ابووائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور تمام زمین والوں کے علم کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو حضرت عمرؓ کے علم والا پلڑا جھک جائے گا۔ حضرت اعمشؒ کہتے ہیں میرے دل نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ میں نے جا کر حضرت ابراہیمؒ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا تم اسے نہیں مان رہے ہو اور اللہ کی قسم! حضرت عبداللہؓ نے تو اس سے آگے کی بھی بات کہہ رکھی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ جس دن حضرت عمرؓ دنیا سے گئے اس دن علم کے دس حصوں میں سے نو حصے چلے گئے۔[4] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بارے میں ایک لمبی حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ حضرت عمرؓ ہم میں اللہ کو سب سے زیادہ جاننے والے، اللہ کی کتاب کو ہم سب سے زیادہ

---

(۱) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۶۳) رواہ احمد والطبرانی ورجال الطبرانی رجال الصحیح غیر محمد بن عبداللہ بن زید المقری وہو ثقۃ وفی اسناد احمد من لم یسم انتہی واخرجہ الطبرانی عن ابی الدرداء مثل حدیث ابی ذر عند احمد قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۶۴) ورجالہ رجال الصحیح۔ اھ واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۷۰) عن ابی ذر مثلہ (۲) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۶۳) واسنادہ حسن (۳) اخرجہ البغوی وابن عساکر وغیرہما کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۴۶) (۴) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۶۹) رواہ الطبرانی باسانید ورجال ہذا رجال الصحیح غیر اسد بن موسی وہو ثقۃ۔ انتہی واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۲ ۱۵) نحوہ

پڑھنے والے اور اللہ کے دین کی ہم سب سے زیادہ سمجھ رکھنے والے تھے۔[1]

حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم اتنا زیادہ تھا کہ اس کے سامنے تمام لوگوں کا علم اتنا کم لگتا تھا کہ جیسے وہ کسی سوراخ میں چھپا کر رکھا ہوا ہو۔[2] مدینہ کے ایک صاحب کہتے ہیں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو مجھے اُن کے سامنے فقہا بچوں کی طرح نظر آئے۔ وہ دینی سمجھ اور علم کی وجہ سے تمام فقہا پر حاوی تھے۔[3]

حضرت ابُو اسحٰق رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو حضرت فاطمہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے میری اُن سے شادی کردی ہے اُن کی آنکھیں کمزور ہیں پیٹ بڑا ہے (شکل و صورت اچھی نہیں) حضورؐ نے فرمایا میں نے تمہاری جن سے شادی کی ہے اُن کے فضائل یہ ہیں کہ یہ میرے صحابہ میں سب سے پہلے اسلام لائے اور ان کا علم اُن سب سے زیادہ ہے اور یہ اُن میں سب سے زیادہ بُردبار ہیں (اے فاطمہ! صورت نہ دیکھو سیرت دیکھو)۔[4]
حضرت مَعقل بن یَسار رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا (اے فاطمہ!) کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں نے تمہاری شادی ایسے آدمی سے کی ہے جو میری اُمت میں سب سے پرانے اسلام لانے والے، سب سے زیادہ علم والے اور سب سے زیادہ بُردبار ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جو آیت بھی نازل ہوئی اُس کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ کس معاملہ میں نازل ہوئی؟ اور کہاں نازل ہوئی؟ اور کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی؟ میرے رب نے مجھے سمجھدار دل اور خوب بولنے والی فصیح زبان دی ہے۔[5]
حضرت سعید بن مُسَیّب رحمۃُ اللہ علیہ نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُس مشکل مسئلہ سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے جس کے حل کے لئے حضرت ابُوالحسن یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوں۔[6]
حضرت مَسروق رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو سورت بھی نازل ہوئی مجھے معلوم ہے کہ وہ کس بارے میں نازل ہوئی؟ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کوئی آدمی مجھ سے زیادہ اللہ کی کتاب کو جاننے والا ہے اور اونٹ اور سواریاں مجھے اُس تک پہنچا سکتی ہیں تو میں اُس کے پاس ضرور جاؤں گا۔[7] حضرت مَسروق رحمۃُ اللہ علیہ کہتے

---

(۱) اخرجہ الطبرانی کذا فی مجمع الزوائد (ج ۹ ص ۶۹) (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۵۳) (۳) عند ابن سعد ایضا (۴) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۰۲) ہو مرسل صحیح الاسناد۔ اھ واخرجہ الطبرانی واحمد عن معقل بن یسار فذکر الحدیث قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۰۱) وفیہ خالد بن طہمان وثقہ ابوحاتم وغیرہ وبقیۃ رجالہ ثقات (۵) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۳۸)
(۶) عند ابن سعد ایضا (ج ۴ ص ۱۵۳) (۷) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۵۹)

ہیں کہ میں حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہؓ کی مجلسوں میں بہت بیٹھا ہُوں۔ میں نے اُنہیں (دینی فیضان میں) تالاب کی طرح پایا کسی تالاب سے ایک آدمی سیراب ہوتا ہے اور کسی تالاب سے دو اور کسی سے دس اور کسی سے سو آدمی سیراب ہوتے ہیں اور بعض تالاب اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ ساری زمین والے اُس سے سیراب ہو جائیں۔ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اُسی بڑے تالاب کی طرح پایا (اُن سے ساری دُنیا سیراب ہوتی تھی)[1]

حضرت زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہُوئے تھے کہ سامنے سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آئے۔ جب حضرت عمرؓ نے انہیں آتے ہُوئے دیکھا تو فرمایا یہ دین کی سمجھ اور علم سے بھری ہُوئی کوٹھی ہیں۔ حضرت اسد بن وداعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا اور فرمایا یہ تو علم سے بھری ہُوئی کوٹھی ہیں اور انہیں قادسیہ بھیج کر میں نے قادسیہ والوں کو اپنے پر ترجیح دی ہے[2]

حضرت ابُوالبختری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے اور ہم ان سے حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہؓ کے بارے میں پُوچھنے لگے۔ اُنہوں نے فرمایا کس صحابی کے بارے میں پُوچھتے ہو؟ ہم نے کہا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہمیں کچھ بتادیں۔ اُنہوں نے فرمایا انہوں نے قرآن و حدیث کا علم حاصل کیا اور علم کی اِنتہا کو پہنچ گئے اور یہی بات ان کے زیادہ علم والا ہونے کے لیے کافی ہے پھر ہم نے عرض کیا حضرت ابُوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ فرمادیں۔ فرمایا انہیں علم میں اچھی طرح رنگا گیا پھر اچھی طرح رنگ ہوکر باہر نکلے پھر ہم نے عرض کیا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے بارے میں کچھ بتادیں۔ فرمایا وہ ایسے مومن ہیں جو بھُول گئے تھے اور جب اُنہیں یاد دلایا گیا تو انہیں یاد آگیا تھا پھر ہم نے عرض کیا ہمیں حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ فرمادیں۔ فرمایا وہ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہؓ میں مُنافقوں کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ پھر ہم نے عرض کیا حضرت ابُوذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ بتادیں فرمایا اُنہوں نے علم تو خُوب اچھی طرح حاصل کیا تھا اور خُوب یاد تھا لیکن پھر اس کے پھیلانے میں کامیاب نہ ہو سکے (آخر میں طبیعت میں سختی زیادہ ہوگئی تھی) پھر ہم نے عرض کیا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ بتائیں فرمایا اُنہوں نے

(۱) عند ابن سعد ایضاً (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۶۱)

پہلا علم بھی حاصل کیا تھا (جو پہلے نبی لے کر آئے تھے) اور بعد والا علم بھی حاصل کیا (جو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لے کر آئے تھے) وہ علم کا ایسا سمندر ہیں جس کی گہرائی کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اور وہ ہمارے گھرانے میں سے ہیں۔ پھر ہم نے عرض کیا اے امیرُ المومنین! اب آپ اپنے بارے میں کچھ بتادیں فرمایا تم لوگ اصل میں یہ بات پوچھنا چاہتے تھے میں جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کچھ پوچھتا تو آپؐ اس کا جواب ارشاد فرما دیتے اور جب میں خاموش ہو جاتا تو آپؐ از خود گفتگو کی ابتداء فرماتے[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت مُعاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ مقتدا تھے اور اللہ کے فرمانبردار تھے اور سب طرف سے یکسُو ہو کر ایک اللہ کے ہو گئے تھے اور وہ مُشرکوں میں سے نہیں تھے (حضرت فرزہ بن نوفل اَشجعی کہتے ہیں) مَیں نے عرض کیا اَبُو عبدالرّحمٰن یعنی حضرت ابن مسعود سے غلطی ہو گئی ہے۔ یہ الفاظ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بارے میں استعمال فرمائے ہیں اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ کَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰہِ حَنِیْفًا وَّلَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (سُورت نحل آیت ۱۲۰) ترجمہ "بیشک ابراہیمؑ بڑے مقتدا تھے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔" حضرت ابن مسعودؓ نے دوبارہ ارشاد فرمایا حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ مقتدا تھے اور اللہ کے فرمانبردار تھے اور سب طرف سے یکسُو ہو کر ایک اللہ کے ہو گئے تھے اور وہ مُشرکوں میں سے نہیں تھے۔ اس پر مَیں سمجھا کہ وہ حضرت مُعاذؓ کے بارے میں یہ الفاظ جان بُوجھ کر استعمال کر رہے ہیں۔ اس پر مَیں خاموش ہو گیا۔ پھر اُنہوں نے فرمایا کیا تم جانتے ہو لفظ اُمّت کا کیا مطلب ہے؟ لفظ قَانِت کا کیا مطلب ہے؟ مَیں نے کہا اللہ ہی جانتے ہیں (مَیں نہیں جانتا) فرمایا اُمّت وہ انسان ہے جو لوگوں کو بھلائی اور خیر سکھائے اور قانِت وہ ہے جو اللہ و رسُولؐ کا فرمانبردار ہو تو حضرت مُعاذؓ لوگوں کو خیر سکھایا کرتے تھے اور اللہ و رسُولؐ کے فرمانبردار تھے[2]

حضرت مَسروق رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں مَیں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہؓ کو غور سے دیکھا تو مَیں نے دیکھا کہ صحابہؓ کا علم چھ حضرات پر پہنچ کر ختم ہو گیا حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ، حضرت مُعاذ، حضرت اَبُوالدَّرداء اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم پھر مَیں نے ان چھ حضرات کو غور سے دیکھا تو ان کا علم حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہؓ پر پہنچ کر ختم ہو گیا[3]

حضرت مَسروق رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں مَیں مدینہ گیا اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۶۲)

صحابہؓ کے بارے میں پوچھا تو مجھے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مضبوط علم والوں میں سے نظر آئے[1]

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما (چھوٹی عمر کے نہ ہوتے اور) ہماری عمر کو پالیتے تو ہم میں سے کوئی آدمی اُن کے (علم کے) دسویں حصے کو نہ پا سکتا۔ اس روایت میں حضرت نضر راوی نے یہ بھی بڑھایا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ قرآن کے بہترین ترجمان ہیں[2]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زیادہ علم کی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو سمندر کہا جاتا تھا[3]

حضرت لیث بن ابی سُلَیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے کہا اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اکابر صحابہؓ کو چھوڑ کر ان نو عمر (صحابی) یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں؟ انہوں نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر صحابہؓ کو دیکھا کہ جب اُن میں کسی چیز کے بارے میں اختلاف ہو جاتا تو وہ حضرت ابن عباسؓ کے قول کی طرف رجوع کرتے[4]

حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے اپنے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ حاضر دماغ، زیادہ سمجھدار، زیادہ علم والا اور زیادہ بُردبار کوئی نہیں دیکھا اور میں نے دیکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں مشکل مسائل کے لیے بلایا کرتے اور اُن سے فرماتے تیار ہو جاؤ یہ مشکل مسئلہ تمہارے پاس آیا ہے (اور ان کے سامنے وہ مشکل مسئلہ رکھتے)، پھر حضرت عمرؓ ان ہی کے قول پر فیصلہ کر دیتے حالانکہ ان کے اردگرد بہت سے بدری مہاجر اور انصاری صحابہ بیٹھے ہوئے ہوتے[5]

حضرت ابو زناد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بخار ہو گیا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اُن کے پاس عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا تمہاری بیماری کی وجہ سے ہمارا بڑا نقصان ہو رہا ہے اللہ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں[6]

حضرت طلحہ بن عُبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو (اللہ کی طرف سے) بڑی سمجھ، عقل اور بہت علم دیا گیا تھا۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کسی (کی رائے) کو ان (کی رائے) پر ترجیح دی ہو[7]

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۷۶) (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۱) (۳) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۱) (۴) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۱) (۵) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۲) (۶) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۵) (۷) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۵)

حضرت محمد بن اُبی بن کعب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے پھر حضرت ابن عباسؓ اُٹھ کر چلے گئے تو میں نے حضرت اُبی بن کعبؓ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ یہ اس اُمت کے بہت بڑے عالم بن جائیں گے کیونکہ انہیں (اللہ کی طرف سے) عقل اور سمجھ بھی خوب ملی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیئے یہ دُعا فرمائی ہے کہ اللہ انہیں دین کی سمجھ عطا فرمائے۔[1]

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تمام لوگوں میں علم کے اعتبار سے ایسے اُونچے تھے جیسے کھجور کے چھوٹے درختوں میں لمبا درخت ہوتا ہے۔[2]

حضرت ابُووائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اور میرا ایک ساتھی حج پر گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حج کے امیر تھے وہ سُورت نُور پڑھنے لگے اور ساتھ کے ساتھ اس کی تفسیر کرنے لگے جسے سُن کر میرے ساتھی نے کہا سُبحان اللہ! اس آدمی کے سر سے کیا کچھ نکل رہا ہے؟ اگر تُرک لوگ اسے سُن لیں مُسلمان ہو جائیں۔[3] دُوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابُووائل کہتے ہیں (تفسیر سُن کر) میں نے کہا ان جیسی باتیں نہ تو میں نے کسی آدمی سے سُنی ہیں اور نہ کہیں دیکھی ہیں۔ اگر فارس اور روم والے یہ سُن لیتے تو مُسلمان ہو جاتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دِن میں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اُنہوں نے مجھ سے ایک مسئلہ پُوچھا جو انہیں یمن سے حضرت یعلیٰ بن اُمیہ رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔ میں نے اُنہیں اس کا جواب دیا تو فرمایا میں اس بات کی گواہی دیتا ہُوں کہ تم نبوّت کے گھرانے سے بولتے ہو۔[4]

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کچھ لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس اشعار کے لیئے آتے کچھ لوگ نسب اور کچھ لوگ عرب کے واقعات معلوم کرنے آتے وہ ہر طرح کے لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور جس طرح چاہتے خوب گفتگو کرتے۔[5]

حضرت عُبَیدُاللہ بن عبداللہ بن عُتبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کئی عُمدہ صفات کی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تمام لوگوں پر فوقیت رکھتے تھے وہ گزشتہ عُلوم کو خُوب جانتے تھے اور جب اُن کے مشورے کی ضرورت ہوتی تو بہت سمجھداری کا مشورہ دیتے اور بُردباری اور جُود و سخا ان میں کُوٹ کُوٹ کر بھری ہُوئی تھی۔ میں نے کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا جو ان سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو اور حضرت ابُوبکر،

---

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۵) (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۵) (۳) اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۵۳۷) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ (۴) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۴) (۵) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۲)

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے فیصلوں کو جاننے والا ہو اور ان سے زیادہ سمجھداری کی رائے والا ہو اور اشعار کو، عربی لغت کو، قرآن کی تفسیر کو، حساب اور میراث کو اور گزشتہ واقعات کو ان سے زیادہ جاننے والا ہو اور ان سے زیادہ درست رائے والا ہو کسی دن وہ اپنی مجلس میں بیٹھتے تو صرف دین کی سمجھ کے بارے میں بات کرتے اور کسی دن صرف قرآن کی تفسیر کے بارے میں بات کرتے اور کسی دن صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کے بارے میں بات کرتے اور کسی دن اشعار کے بارے میں اور کسی دن عرب کی لڑائیوں کے بارے میں بات کرتے اور میں نے یہی دیکھا کہ جو عالم بھی ان کی مجلس میں آیا وہ آخر کار ان (کی علمی عظمت) کے سامنے ضرور جھک گیا اور جو بھی ان سے کچھ پوچھنے آیا اسے اپنے سوال کا جواب ضرور ملا[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجر اور انصاری بڑے بڑے صحابہؓ کے ساتھ ہر وقت رہا کرتا تھا اور میں ان سے حضورؐ کے غزوات کے بارے میں اور ان غزوات کے متعلق اترنے والے قرآن کے بارے میں خوب سوالات کرتا تھا اور میں ان میں سے جس کے پاس جاتا وہ میرے آنے سے بہت خوش ہوتا کیونکہ میں حضورؐ کا رشتہ دار (چچازاد بھائی) تھا۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ مضبوط اور پختہ علم والوں میں سے تھے۔ میں نے ان سے ایک دن مدینہ میں نازل ہونے والی سورتوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا مدینہ میں ستائیس سورتیں نازل ہوئیں اور باقی مکہ میں[2]

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما گزرے ہوئے علوم اور واقعات کو ہم سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور جو نیا مسئلہ پیش آجائے اور اس کے بارے میں قرآن و حدیث میں کچھ نہ آیا ہو اس کے متعلق وہ سب سے زیادہ دینی سمجھ رکھنے والے ہیں۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں میں نے یہ بات حضرت ابن عباسؓ کو بتائی تو انہوں نے فرمایا حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس بہت علم ہے کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حلال و حرام کے بارے میں خوب پوچھا کرتے تھے (یعنی حضرت ابن عباسؓ ان کے فضائل کا اعتراف فرما رہے ہیں)[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج کی راتوں میں دیکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اردگرد بہت سے حلقے ہیں اور ان سے مناسکِ حج کے بارے میں لوگ خوب پوچھ رہے ہیں تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا اب جتنے صحابہ باقی رہ گئے ہیں یہ ان میں سے سب سے زیادہ مناسکِ حج کو جاننے والے ہیں[4]

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۳) (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۶) (۳) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۶) (۴) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۳)

حضرت یعقوب بن زید رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے انتقال کی خبر ملی تو انہوں نے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا لوگوں میں سب سے زیادہ علم والے اور سب سے زیادہ بردبار انسان کا انتقال ہوگیا ہے اور ان کے انتقال سے اس اُمّت کا ایسا نقصان ہوا ہے جس کی تلافی کبھی نہیں ہوسکے گی۔[1]

حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا تو حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج اس شخصیت کا انتقال ہوگیا جس کے علم کے مشرق سے لے کر مغرب تک کے تمام لوگ محتاج تھے۔[2]

حضرت ابوکلثوم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما دفن ہوگئے تو حضرت ابن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس اُمّت کے عالم ربّانی کا انتقال ہوگیا۔[3]

حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نوعمر فقہاء میں شمار کیے جاتے تھے۔[4]

حضرت خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اب ملک شام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے کوئی صحابی حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہما سے زیادہ قابل اعتماد، زیادہ دینی سمجھ رکھنے والا اور ان سے زیادہ پسندیدہ باقی نہیں رہا۔[5]

حضرت حنظلہ بن ابی سفیان رحمۃ اللہ علیہ اپنے اساتذہ سے یہ نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نوعمر صحابہؓ میں سے کوئی صحابی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے زیادہ دین کی سمجھ رکھنے والا نہیں ہے۔[6]

مروان بن حکم کے منشی ابوزعیزعہ کہتے ہیں کہ مروان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور مجھے تخت کے پیچھے بٹھا دیا۔ مروان ان سے پوچھنے لگا اور میں ان کے جواب لکھنے لگا۔ جب ایک سال ہوگیا تو مروان نے انہیں بلاکر پردے کے پیچھے بٹھایا اور ان سے وہی پچھلے سال والے سوالات کیے۔ انہوں نے بعینہٖ وہی پچھلے سال والے جواب دیئے نہ کوئی حرف کم کیا اور نہ زیادہ اور نہ آگے کیا اور نہ پیچھے۔[7]

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو کسی

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۶) (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۶) (۳) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۴۳) (۴) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۷) (۵) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۸) (۶) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۸) (۷) اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۵۱۰) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح۔

چیز میں شک ہُوا اور انہوں نے اس کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پُوچھا تو انہیں ان کے پاس اس چیز کا علم ضرور ملا۔[1]

حضرت قبیصہ بن ذُؤیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اکابر صحابہؓ اُن سے مسائل پُوچھا کرتے تھے۔[2] حضرت ابُوسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَیں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ حضورؐ کی سُنتوں کو جاننے والا اور بوقتِ ضرورت اُن سے زیادہ سمجھداری کی رائے والا، آیت کے شانِ نزول کو اور میراث کو ان سے زیادہ جاننے والا نہیں دیکھا۔[3]

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے پُوچھا گیا کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علم میراث کو اچھی طرح جانتی تھیں؟ اُنہوں نے کہا جی ہاں۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! مَیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگ اکابر صحابہؓ کو دیکھا کہ وہ حضرت عائشہؓ سے میراث کے بارے میں پُوچھا کرتے تھے۔[4]

حضرت محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواجِ مطہرات کو حضورؐ کی بہت سی حدیثیں یاد تھیں لیکن حضرت عائشہ اور حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہما جیسی کوئی نہ تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتی تھیں اور پھر انتقال تک اُن کا یہ مشغلہ رہا۔ اللہ اُن پر رحمت نازل فرمائے اور حضورؐ کے اکابر صحابہؓ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما حضورؐ کے بعد ان کے پاس آدمی بھیج کر سُنتیں پُوچھا کرتے تھے۔[5]

حضرت مُعاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! مَیں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فصیح بلیغ اور ان سے زیادہ عقلمند کوئی خطیب نہیں دیکھا۔[6]

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَیں نے کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ طب، فقہ اور اشعار کو جاننے والی ہو۔[7]

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَیں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرض کیا مَیں آپ کے مُعاملہ میں جتنا سوچتا ہُوں اُتنا ہی مجھے تعجب ہوتا ہے۔ آپ مجھے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ دین کی سمجھ رکھنے والی نظر آتی ہیں تو مَیں کہتا ہُوں اس میں کیا بات ہے۔ آپ

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۹) (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۸) (۳) عند ابن سعد ایضا (۴) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۹) واخرجہ الطبرانی بلفظہ و اسنادہ حسن کما قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۴۲) (۵) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۹) (۶) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۴۳) رجالہ رجال الصحیح (۷) عند الطبرانی ایضا واسنادہ حسن کما ذکر الہیثمی (ج ۹ ص ۲۴۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں (آپ کو دین کی سب سے زیادہ سمجھ والا ہونا ہی چاہیئے) آپ مجھے عرب کی لڑائیوں کو، ان کے نسب ناموں کو اور ان کے اشعار کو جاننے والی نظر آتی ہیں تو میں کہتا ہوں اس میں کیا بات ہے؟ آپ کے والد (حضرت ابوبکرؓ) قریش کے بہت بڑے عالم تھے (لہٰذا ان کی بیٹی کو ایسا ہونا ہی چاہیئے) لیکن مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ آپ طب بھی جانتی ہیں یہ آپ نے کہاں سے سیکھ لی؟ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر (پیار سے نام بدل کر) کہا اے عُرَیّہ! جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماریاں زیادہ ہوگئیں تو عرب وعجم کے اطباء ان کے پاس دوائیاں بھیجنے لگے۔ اس طرح میں نے علمِ طب سیکھ لیا۔ احمد کی روایت میں یہ ہے کہ میں ان دوائیوں سے حضورؐ کا علاج کیا کرتی تھی یہاں سے میں نے طب سیکھی (حضرت عُروہ حضرت عائشہؓ کے بھانجے تھے)[1]

ربّانی عُلَماء اور بڑے عُلَماء

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم علم کے چشمے، ہدایت کے چراغ، اکثر گھروں میں رہنے والے، رات کے چراغ، نئے دل والے اور پرانے کپڑوں والے بنو۔ آسمان میں پہچانے جاؤ گے اور زمین والوں پر پوشیدہ رہو گے[2] ابونعیم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں زمین والوں پر پوشیدہ رہنے کے بجائے یہ الفاظ ہیں کہ ان صفات کی وجہ سے تمہارا زمین پر بھی ذکر خیر ہوگا۔

حضرت وَہب بن مُنَبِّہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خبر ملی کہ باب بنی سہم کے پاس کچھ لوگ تقدیر کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں وہ اٹھ کر ان کی طرف چلے اور اپنی چھڑی حضرت عِکرمہ کو دی اور اپنا ایک ہاتھ اس چھڑی پر رکھا اور دوسرا ہاتھ حضرت طاؤس پر رکھا۔ جب ان کے پاس پہنچے تو ان لوگوں نے خوش آمدید کہا اور اپنی مجلس میں ان کے بیٹھنے کے لیئے جگہ بنائی لیکن وہ بیٹھے نہیں بلکہ ان سے فرمایا تم اپنا نسب نامہ بیان کرو تاکہ میں تمہیں پہچان لوں۔ ان سب نے یا ان میں سے کچھ نے اپنا نسب نامہ بیان کیا تو فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو گونگے اور بولنے سے عاجز نہیں ہیں بلکہ اللہ کے ڈر سے خاموش رہتے ہیں۔ یہی لوگ فصاحت والے، فضیلت والے،

---

(۱) اخرجه البزار واللفظ له واحمد والطبرانی فی الاوسط والكبير قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۴۲) وفيه عبدالله بن معاوية الزبيری قال ابوحاتم مستقيم الحديث وفيه ضعف وبقية رجال احمد والطبرانی فی الكبير ثقات. انتهى (۲) اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۱۲۶) واخرجه ابونعيم فی الحلية (ج ۱ ص ۷۷) عن علی بمعناه.

اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے واقعات کو جاننے والے علماء ہیں۔ جب انہیں اللہ کی عظمت کا دھیان آتا ہے تو ان کی عقلیں اُڑ جاتی ہیں ان کے دِل شکستہ ہو جاتے ہیں اور ان کی زبانیں بند ہو جاتی ہیں۔ جب ان کو اس کیفیت سے افاقہ ہوتا ہے تو وہ پاکیزہ اعمال کے ذریعے سے اللہ کی طرف تیزی سے چلتے ہیں حالانکہ وہ عقلمند اور طاقتور ہوں گے لیکن پھر بھی وہ اپنے آپ کو کوتاہی کرنے والوں میں شمار کریں گے اور اسی طرح وہ نیک اور خطاؤں سے پاک ہوں گے لیکن اپنے آپ کو ظالم اور خطا کار لوگوں میں شمار کریں گے اور اللہ کے لئے زیادہ (اعمال اور قربانی) کو زیادہ نہیں سمجھیں گے اور اللہ کے لئے کم پر وہ راضی نہیں ہوں گے اور اعمال میں اللہ کے سامنے نخرے نہیں کریں گے۔ تم انہیں جہاں بھی ملو گے وہ اہتمام اور فکر سے چلنے والے، ڈرنے والے اور کپکپانے والے ہوں گے۔ حضرت وہب فرماتے ہیں یہ باتیں ارشاد فرما کر حضرت ابن عباسؓ وہاں سے اُٹھے اور اپنی مجلس میں واپس تشریف لے آئے[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر علم والے علم کی حفاظت کرتے اور جو علم کے اہل ہیں ان ہی کو علم دیتے تو اپنے زمانے والوں کے سردار ہو جاتے لیکن انہوں نے دنیا والوں کے سامنے اپنا علم رکھ دیا تاکہ ان کی دُنیا میں سے کچھ حاصل کرلیں اس وجہ سے علم والے دُنیا والوں کی نگاہ میں بے قیمت ہو گئے میں نے تمہارے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جو تمام فکروں کو ایک فکر یعنی آخرت کی فکر بنادے گا اللہ تعالیٰ اُس کی تمام فکروں کی کفایت فرمائیں گے اور جسے دُنیاوی افکار نے پراگندہ کر دیا تو اللہ کو بھی اِس بات کی پرواہ نہیں ہوگی کہ وہ دُنیا کی کس وادی میں ہلاک ہو گیا[2]

حضرت سُفیان بن عُیَینہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف سے ان کا یہ ارشاد پہنچا کہ اگر حاملین علم، علم کو اس کے حق کے ساتھ لیتے اور اس کے مناسب جو آداب ہیں انہیں اختیار کرتے تو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور نیک لوگ ان سے محبت کرتے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی ہیبت ہوتی لیکن انہوں نے علم کے ذریعے دُنیا حاصل کرنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے وہ اللہ کے ہاں مبغوض بن گئے اور لوگوں کی نگاہ میں بھی بے حیثیت ہو گئے[3]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارا اُس وقت کیا حال ہوگا جب تم میں ایک زبردست فتنہ اُٹھے گا جس میں کم عمر تو بڑھ جائے گا اور زیادہ عمر والا بوڑھا ہو جائے گا اور

---

(۱) اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۲۵) (۲) اخرجه ابن عساكر كذا في الكنز (ج ۵ ص ۲۲۳) واخرجه ابن عبد البر في جامع العلم (ج ۱ ص ۱۸۰) عن ابن مسعود نحوه (۳) اخرجه ابن عبد البر في العلم (ج ۱ ص ۱۸۸)

نئے طریقے ایجاد کر کے اختیار کر لیئے جائیں گے اور اگر کسی دن انہیں بدلنے (اور صحیح اور مسنون طریقہ لانے) کی کوشش کی جائے گی تو لوگ کہنے لگیں گے یہ تو بالکل اجنبی اور اوپرا طریقہ ہے۔ اس پر لوگوں نے پُوچھا ایسا فتنہ کب ہوگا؟ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا جب تمہارے امین لوگ کم ہو جائیں گے اور تمہارے اُمراء و حُکام زیادہ ہو جائیں گے اور تمہارے دین کی سمجھ رکھنے والے کم ہو جائیں گے اور تمہارے قرآن پڑھنے والے زیادہ ہو جائیں گے اور دین کے غیر یعنی دُنیا کے لیئے دینی علم حاصل کیا جائے گا اور آخرت والے عمل سے دُنیا طلب کی جائے گی[1] اور ایک روایت میں یہ ہے کہ نئے طریقے گھڑے جائیں گے جس پر لوگ چلنے لگیں گے اور جب اس میں کچھ تبدیلی کی جانے لگے گی تو وہ لوگ کہیں گے ہمارا معروف طریقہ بدلا جا رہا ہے اور یہ بھی ہے کہ تمہارے دین کی سمجھ رکھنے والے کم ہو جائیں گے اور تمہارے اُمراء و حُکام خزانے بھرنے لگیں گے[2]

حضرت اَبُوذَر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ بات اچھی طرح جان لو کہ یہ احادیث جن میں اصل یہ ہے کہ ان کے ذریعے سے اللہ کی رضامندی حاصل کی جائے اگر انہیں کوئی دُنیا کا سامان حاصل کرنے کے لیئے سیکھے گا تو وہ کبھی جنّت کی خوشبو نہیں پا سکے گا[3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ تورات کے بھی بڑے عالم تھے) سے پُوچھا جب علماء علم کو یاد کر لیں گے اور اچھی طرح سمجھ لیں گے تو پھر کونسی چیز اُن کے دِلوں سے علم کو لے جائے گی؟ حضرت کعب نے کہا دو چیزیں ایک تو دُنیا کی لالچ دوسرے لوگوں کے سامنے اپنی حاجتیں لے جانا[4]

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان فتنوں کا ذکر کیا جو آخری زمانہ میں ہوں گے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پُوچھا اے علی! یہ فتنے کب ہوں گے؟ فرمایا جب غیرِ دین یعنی دُنیا کے لیئے دینی علم حاصل کیا جائے گا اور عمل کے غیر یعنی عزت اور مال کے لیئے علم سیکھا جائے گا اور آخرت کے عمل سے دُنیا طلب کی جائے گی[5]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہارے بارے میں دو آدمیوں سے ڈرتا ہوں ایک تو وہ آدمی جو قرآن کی غلط تفسیر کرے گا اور دوسرا وہ آدمی جو مُلک کے بارے میں اپنے بھائی سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے گا[6]

(۱) اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۸۲) واخرجہ ابن عبدالبر فی العلم (ج ۱ ص ۱۸۸) (۲) اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۸۲) واخرجہ ابن عبدالبر فی العلم (ج ۱ ص ۱۸۸) (۳) اخرجہ ابن عبدالبر فی العلم (ج ۱ ص ۱۸۹) (۴) عند ابن عبدالبر ایضا (ج ۲ ص ۶) عن ابی سعد (۵) اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۸۳) (۶) اخرجہ ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۱۹۴) کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۳)

حضرت حَسَن رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں بَصرہ کا وفد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا ان میں اَحنَف بن قیس بھی تھے اور سب کو تو حضرت عمرؓ نے جانے دیا لیکن حضرت اَحنَف بن قیس کو روک لیا اور انہیں ایک سال روکے رکھا اس کے بعد فرمایا تمہیں معلوم ہے میں نے تمہیں کیوں روکا تھا؟ میں نے اس وجہ سے روکا تھا کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اُس منافق سے ڈرایا جو عالمانہ زبان والا ہو مجھے ڈر ہوا کہ شاید تم بھی ان میں سے ہو لیکن (میں نے ایک سال رکھ کر دیکھ لیا کہ) اِنْشَاءَ اللّٰہُ تم ان میں سے نہیں ہو[1]

حضرت ابوعثمان نہدی کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کو منبر پر فرماتے ہوئے سُنا کہ اس منافق سے بچو جو عالم ہو لوگوں نے پُوچھا منافق کیسے عالم ہو سکتا ہے؟ فرمایا بات تو حق کہے گا لیکن عمل مُنکرات پر کرے گا[2] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم یہ بات کہا کرتے تھے کہ اِس اُمت کو وہ مُنافق ہلاک کرے گا جو زبان کا عالم ہو گا[3]

حضرت اَبُوعثمان نہدی کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ فرماتے ہُوئے سُنا کہ اِس اُمت پر سب سے زیادہ ڈر اُس مُنافق سے ہے جو عالم ہو۔ لوگوں نے پُوچھا اے امیرُ المؤمنین! مُنافق کیسے عالم ہو سکتا ہے؟ فرمایا وہ زبان کا تو عالم ہو گا لیکن دل اور عمل کا جاہل ہو گا[4]

حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایسی جگہوں سے بچو جہاں کھڑے ہونے سے اِنسان فتنوں میں مُبتلا ہو جاتا ہے۔ کسی نے پُوچھا اے اَبُوعبداللہ! فتنوں کی یہ جگہیں کونسی ہیں؟ فرمایا اُمراء اور حُکام کے دروازے۔ آدمی کسی حاکم یا گورنر کے پاس جاتا ہے اور غلط بات میں اس کی تصدیق کرتا ہے اور اُس کی تعریف میں ایسی خوبیاں ذکر کرتا ہے جو اُس میں نہیں ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جیسے اُونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ میں اُونٹ ہوتے ہیں ایسے سلاطین کے دروازوں پر فتنے ہوتے ہیں۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تم اِن سلاطین سے جتنی دُنیا حاصل کرو گے وہ سلاطین تُمہارے دین میں اِتنی کمی کر دیں گے یا اِس سے دُگنی کمی کر دیں گے[5]

عِلم کا چلا جانا اور اُسے بھُول جانا

حضرت عوف بن مالک اَشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا اس وقت مجھے وہ وقت بتایا گیا ہے جس میں علم اُٹھا لیا

(۱) اخرجہ ابن سعد وابویعلی کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۲) (۲) اخرجہ البیہقی وابن النجار (۳) عند جعفر الفریابی وابی یعلی ونصر وابن عساکر (۴) عند مسدد وجعفر الفریابی کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۳) (۵) اخرجہما ابن عبدالبر فی العلم (ج ۱ ص ۱۶۷)

جائے گا۔ ابن لبیدؓ نامی ایک انصاری صحابی نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! جب علم کتابوں میں لکھ دیا جائے گا اور دل اسے سمجھ لیں گے اور محفوظ کرلیں گے تو علم کیسے اُٹھا لیا جائے گا؟ حضورؐ نے فرمایا میں تو تمہیں مدینہ والوں میں سب سے زیادہ سمجھدار آدمی سمجھتا تھا پھر حضورؐ نے اِس بات کا ذکر کیا کہ یہود و نصاریٰ کے پاس اللہ کی کتاب ہے لیکن پھر بھی گمراہ ہیں۔ راوی کہتے ہیں پھر میری حضرت شدّاد بن اَوس رضی اللہ عنہ سے مُلاقات ہُوئی تو مَیں نے حضرت عوف بن مالکؓ والی حدیث اُنہیں سُنائی۔ حضرت شدادؓ نے فرمایا حضرت عوفؓ نے ٹھیک کہا کیا مَیں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو علم میں سب سے پہلے اُٹھائی جائے گی؟ مَیں نے کہا ضرور فرمایا خشوع۔ یہاں تک کہ تمہیں کوئی خشوع والا نظر نہ آئے گا[1] ابن عبدالبر کی روایت میں یہ ہے کہ ایک انصاری صحابی نے عرض کیا جنہیں زیاد بن لَبید کہا جاتا تھا یا رسُولَ اللہ! علم ہم میں سے اُٹھا لیا جائے گا جبکہ ہم میں اللہ کی کتاب ہوگی اور ہم وہ اپنے بیٹوں اور عورتوں کو سکھائیں گے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت شدّاد نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ علم کے اُٹھائے جانے کی کیا صُورت ہوگی؟ مَیں نے کہا مَیں تو نہیں جانتا فرمایا علم کے برتن یعنی علماءٌ اُٹھ جائیں گے اور کیا تم جانتے ہو کہ علم کی کونسی صفت اُٹھالی جائے گی مَیں نے کہا نہیں جانتا۔ فرمایا خشوع۔ کوئی خشوع والا نظر نہیں آئے گا[1] حضرت اَبُو الدَّرداءِ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حُضورؐ نے فرمایا یہ تورات اور انجیل یہود و نصاریٰ کے پاس ہے لیکن ان کے کِس کام آرہی ہے؟ حضرت وَحشی رضؓ کی روایت میں ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ تورات و انجیل کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے ہیں اور حضرت ابن لَبیدؓ کی روایت میں ہے کہ ان یہود و نصاریٰ کو تورات و انجیل سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا۔

حضرت عبداللہ بن مسعُود رضی اللہ عنہ نے پُوچھا تم لوگ جانتے ہو کہ اِسلام کیسے کم ہوگا؟ لوگوں نے کہا جیسے کپڑے کا رنگ اور جانور کا موٹاپا کم ہوجاتا ہے اور زیادہ چھپائے اور دبائے رکھنے سے درہم کم ہوجاتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اسلام کے کم ہونے کی بھی یہی صُورت ہوگی لیکن اس کے کم ہونے کی اس سے زیادہ بڑی وجہ علماءٌ کا اِنتقال کر جانا اور دُنیا سے چلے جانا ہے[2] حضرت سعید بن مُسیّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مَیں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں شریک تھا۔ جب ان کو قبر میں دفن کر دیا گیا تو حضرت

(۱) اخرجہ الحاکم (ج ۱ ص ۹۹) قال الحاکم ہذا صحیح وقد احتج الشیخان بجمیع رواتہ وکذا قال الذہبی واخرجہ البزار والطبرانی فی الکبیر عن عوف نحوہ کما فی مجمع الزوائد (ج ۱ ص ۲۰۰) واخرجہ ابن عبدالبر فی العلم (ج ۱ ص ۱۵۲) بنحوہ۔ (۲) واخرجہ الحاکم ایضا من حدیث ابی الدرداء وابن لبید الانصاری رضی اللہ عنہما والطبرانی فی الکبیر عن صفوان بن عسال ووحشی بن حرب رضی اللہ عنہما کما فی المجمع بمعناہ (۳) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۱ ص ۲۰۲) ورجالہ موثقون۔ اھ

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اے لوگو! جو یہ جاننا چاہتا ہے کہ علم کیسے چلا جائے گا تو یہ علم اس طرح جائے گا اللہ کی قسم! آج بہت زیادہ علم چلا گیا۔[1] حضرت عمار بن ابی عمار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ہم جھونپڑی کے سائے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں جا کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے فرمایا اس طرح علم چلا جاتا ہے آج بہت زیادہ علم دفن ہو گیا۔[2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یوں علم چلا جاتا ہے ایک آدمی ایک چیز کو جانتا ہے اس چیز کو اور کوئی نہیں جانتا۔ جب یہ آدمی مر جاتا ہے تو جو علم اس کے پاس تھا وہ بھی چلا جاتا ہے۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم جانتے ہو علم کیسے جاتا ہے اس کے جانے کی صورت یہ ہے کہ علماء زمین سے چلے جائیں۔[4]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ آدمی علم سیکھ کر بھول جاتا ہے اس کی وجہ گناہوں میں مبتلا ہونا ہے۔[5]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا علم کی آفت، اُسے بھول جانا ہے۔[6]

ایسے علم کا دوسروں تک پہنچانا جس پر خود عمل نہ کر رہا ہو اور نفع نہ دینے والے علم سے پناہ مانگنا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمیں یہ علم دیا گیا ہے۔ اب ہم یہ علم تم تک پہنچا رہے ہیں اگرچہ ہم اس پر خود عمل نہ کر رہے ہوں۔[7]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْاَرْبَعِ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ وَقَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ وَنَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَدُعَاءٍ لَّا یُسْمَعُ اے اللہ! میں چار چیزوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں اُس علم سے جو نفع نہ دے اور اُس دل سے جس میں خشوع نہ ہو اور اُس نفس سے جو سیر نہ ہو اور اُس دعا سے جو سُنی نہ جائے۔[8]

---

(1) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۲۰۲) وفیہ علی بن زید جدعان وفیہ ضعف. اھ (2) عند ابن سعد (ج ۲ ص ۱۷۷) (3) عند ابی سعد ایضا (4) کذا فی المجمع (ج ۱ ص ۲۰۲) (5) اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی جامع العلم (ج ۱ ص ۱۹۵) (6) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۱) واخرجہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ موثقون الا ان القاسم لم یسمع من جدہ کما قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۹۹) والمنذری فی الترغیب (ج ۱ ص ۹۲) (7) اخرجہ البیہقی وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۳) (8) اخرجہ الحاکم (ج ۱ ص ۱۰۴) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح واخرجہ ایضا من حدیث انس رضی اللہ عنہ وصححہ علی شرط مسلم۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ کے ذِکر کا کتنا شوق تھا اور وہ کس طرح صُبح اور شام، دن اور رات، سفر اور حضر میں ذِکر کی پابندی کرتے تھے اور وہ کس طرح دُوسروں کو اس کی ترغیب دیتے تھے اور اس کا شوق دلاتے تھے اور ان کے اذکار کیسے تھے؟

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اللہ تعالیٰ کے ذِکر کی ترغیب دینا

حضرت ثَوبان رَضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک سفر میں حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ جا رہے تھے اتنے میں مُہاجرین نے کہا کہ جب سونے اور چاندی کے بارے میں قرآن نازل ہو چکا (جس میں بتایا گیا کہ جو لوگ مال و دولت اکٹھی کریں اور زکوٰۃ وغیرہ نہ دیں اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کریں اُنہیں دردناک عذاب ہوگا) تو اب ہمیں کس طرح پتہ چل جائے کہ کونسا مال بہتر ہے؟ اس پر حضرت عمر رَضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر کہو تو مَیں آپ لوگوں کو یہ بات حضورؐ سے پُوچھ دوں۔ اُنہوں نے کہا ضرور۔ حضرت عمرؓ حضورؐ کی طرف چل دیئے۔ مَیں بھی اپنے اُونٹ کو تیز دوڑاتا ہُوا اُن کے پیچھے چل پڑا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسولَ اللہ! ابھی سونے اور چاندی کے بارے میں قرآن کی آیتیں نازل ہُوئی ہیں اس پر مُہاجرین کہہ رہے ہیں جب سونے اور چاندی کے بارے میں قرآن نازل ہو چکا تو اب ہمیں کسی طرح پتہ چل جائے کہ کون سا مال بہتر ہے؟ حضورؐ نے فرمایا تم اپنی زبان کو ذکر کرنے والا اور دل کو شکر کرنے والا بنا لو اور ایسی مؤمن عورت سے شادی کرو جو ایمان (والے کاموں) میں تمہاری مدد کرے دوسری روایت میں یہ ہے کہ وہ آخرت (والے کاموں) میں تمہاری مدد کرے [1] اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ (سورت توبہ آیت ۳۴) ترجمہ "جو لوگ سونا چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ اُن کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے"۔ اس کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا ہلاکت ہو سونے کے لئے

[1] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۸۲) واخرجه احمد والترمذی وحسنه وابن ماجة عن ثوبان بمعناه

ہلاکت ہو چاندی کے لیئے ۔ یہ فرمان حضورؐ کے صحابہ پر بڑا گراں گزرا اور اُنہوں نے عرض کیا اب ہم کس چیز کو مال بنا کر اپنے پاس رکھیں ؟ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آگے پچھلی حدیث سے مختصر حدیث ذکر کی [1]

حضرت ابُوہُرَیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم مکہ کے راستہ میں تشریف لے جا رہے تھے ۔ آپؐ کا گزر ایک پہاڑ کے پاس سے ہوا جسے جُمدان کہا جاتا ہے ۔ آپ نے فرمایا چلتے رہو یہ جُمدان ہے مُفَرِّدُون آگے نکل گئے ۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارَسُولَ اللہ! مُفَرِّدُون کون لوگ ہیں ؟ آپؐ نے فرمایا اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں [2] ترمذی میں ہے کہ صحابہؓ نے عرض کیا یارَسُولَ اللہ! مُفَرِّدُون کون لوگ ہیں ؟ آپؐ نے فرمایا جو لوگ اللہ کے ذکر پر فریفتہ ہوں اور ذکر اُن کے سارے بوجھ اُتار دے گا اور وہ قیامت کے دن بالکل ہلکے پُھلکے ہو کر اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے [3]

حضرت مُعاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے ساتھ جا رہے تھے کہ اِتنے میں آپؐ نے اِرشاد فرمایا کہاں ہیں آگے نکل جانے والے ؟ صحابہؓ نے عرض کیا کچھ لوگ آگے جا چکے ہیں اور کچھ لوگ پیچھے رہ گئے ہیں ۔ حضورؐ نے فرمایا (سفر میں آگے نکل جانا مُراد نہیں ہے بلکہ) وہ آگے نکل جانے والے کہاں ہیں جو اللہ کے ذکر پر فریفتہ ہوں ؟ جو جنت کے باغوں میں چرنا چاہتا ہے اُسے چاہیئے کہ وہ اللہ کا ذکر زیادہ کرے [4]

حضرت ابُوسعید خُدرِی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے پُوچھا کہ قیامت کے دِن اللہ کے نزدیک کون سے بندے سب سے افضل درجہ والے ہوں گے ؟ آپؐ نے فرمایا جو اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے ہوں گے ۔ حضرت ابُوسعیدؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارَسُولَ اللہ! اللہ کے راستہ میں غزوہ کرنے والوں سے بھی زیادہ افضل ہوں گے ؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ۔ اگر غازی اپنی تلوار کُفّار اور مُشرکین پر اتنی زیادہ چلائے کہ وہ ٹوٹ جائے اور وہ خود خُون میں رنگا جائے تو بھی اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے اس سے درجے میں افضل ہوں گے [5]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا کسی آدمی نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا جو اللہ کے ذکر سے زیادہ عذاب سے نجات دینے والا ہو ۔ کسی نے عرض کیا کہ کیا اللہ کے راستہ میں جہاد بھی اللہ کے ذکر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ؟ آپؐ نے فرمایا نہیں سوائے

---

(1) اخرجہ عبدالرزاق کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۳۵۱) (۲) اخرجہ مسلم (۳) کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۵۹) واخرجہ الطبرانی عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ بسیاق الترمذی کما فی المجمع (ج ۱۰ ص ۷۵) (۴) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۷۵) وفیہ موسیٰ بن عبیدۃ وہو ضعیف اھ

(۵) اخرجہ الترمذی قال الترمذی حدیث غریب واخرجہ البیہقی مختصرا کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۵۶)

اس کے کہ مجاہد اپنی تلوار اتنی چلائے کہ وہ ٹوٹ جائے [1]

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے پوچھا کون سا مجاہد سب سے زیادہ اجر والا ہے؟ آپؐ نے فرمایا جو ان میں اللہ کا سب سے زیادہ ذکر کرنے والا ہے۔ پھر اس نے پوچھا کون سا نیک بندہ سب سے زیادہ اجر والا ہے؟ آپؐ نے فرمایا جو اللہ کا سب سے زیادہ ذکر کرنے والا ہے۔ پھر اس نے نماز، زکوٰۃ، حج اور صدقہ میں سے ہر ایک عمل کا ذکر کیا۔ حضورؐ ہر ایک کے جواب میں یہی فرماتے رہے کہ جو اللہ کا سب سے زیادہ ذکر کرنے والا ہے۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابو حفص! ذکر والے تو ساری خیر لے گئے۔ حضورؐ نے فرمایا بالکل [2]

حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا کہ اسلام کے نفلی اعمال بہت زیادہ ہیں آپؐ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جسے میں مضبوطی سے پکڑلوں۔ آپؐ نے فرمایا تمہاری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر رہے [3]

حضرت مالک بن یُخامِر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی کے وقت میری جو آخری گفتگو حضورؐ سے ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے عرض کیا کونسا عمل اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپؐ نے فرمایا تمہاری موت اس حال میں آئے کہ تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو [4] بزار کی روایت میں ہے کہ مجھے سب سے افضل اور اللہ کے سب سے زیادہ قریب عمل بتائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کا ذکر کی ترغیب دینا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے آپ کو انسانوں کے تذکرے میں مشغول نہ کرو کیونکہ یہ تو بلاء اور مصیبت ہے بلکہ اللہ کا ذکر اہتمام سے کرو [5] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کا ذکر

[1] اخرجہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط قال المنذری (ج ۳ ص ۵۶) والہیثمی (ج ۱۰ ص ۷۴) رجالہما رجال الصحیح واخرجہ الطبرانی عن معاذ بن جبل نحوہ کما فی المجمع (ج ۱۰ ص ۷۴) [2] واخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۷۴) رواہ احمد الطبرانی الا انہ قال سالہ فقال ای المجاہدین اعظم اجرا وفیہ زبان بن فائد وہو ضعیف وقد وثق وکذلک ابن لہیعۃ وبقیۃ رجال احمد ثقات ۔ انتہی [3] اخرجہ الترمذی قال الترمذی حدیث حسن غریب واخرجہ الحاکم وقال صحیح الاسناد وابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ کما فی الترغیب (ج ۳ ص ۴۵۴) [4] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۷۴) رواہ الطبرانی باسانید وفی ہذہ الطریق خالد بن یزید بن عبدالرحمن بن ابی مالک وضعفہ جماعۃ ووثقہ ابوزرعۃ الدمشقی وغیرہ وبقیۃ رجالہ ثقات ورواہ البزار من غیر طریقہ واسنادہ حسن ۔ انتہی واخرجہ ابن ابی الدنیا وابن حبان فی صحیحہ کما فی الترغیب (ج ۳ ص ۵۵) وابن النجار کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۰۸) [5] اخرجہ ابن ابی الدنیا

پابندی سے کرو کیونکہ یہ تو سراسر شفاء ہے اور انسانوں کے تذکرے سے بچو کیونکہ یہ سراسر بیماری ہے[1]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر ہمارے دل پاک ہوتے تو اللہ کے ذکر سے کبھی نہ اکتاتے[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ تم صرف ایسے آدمی کے ساتھ رہو جو اللہ کے ذکر میں تمہاری مدد کرے (اصل یہ ہے کہ انسان اصول و آداب کے ساتھ سب سے مل جل کر رہے اور یہی افضل ہے اور جو صبر نہ کر سکے تو مجبوری کی وجہ سے الگ تھلگ رہا کرے)[3]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر ایک آدمی رات بھر گوری چٹی باندیاں تقسیم کرتا رہے اور دوسرا آدمی رات بھر قرآن پڑھتا رہے اور اللہ کا ذکر کرتا رہے تو یہ ذکر والا افضل ہوگا[4]

حضرت حبیب بن عُبَید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرمادیں۔ حضرت ابو الدرداءؓ نے فرمایا تم خوشی میں اللہ کو یاد رکھو اللہ تکلیف میں تمہیں یاد رکھے گا اور جب تمہارا دل دنیا کی کسی چیز کی طرف جھانکے تو تم اس میں غور کرو کہ اس کا انجام کیا ہوگا؟[5]

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتادوں جو تمہارے اعمال میں سب سے بہتر ہے، تمہارے مالک یعنی اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے، تمہارے درجات کو سب سے زیادہ بڑھانے والا ہے اور اس سے بھی بہتر ہے کہ تم دشمن سے لڑائی کرو اور وہ تم کو قتل کریں اور تم ان کو قتل کرو اور درہم اور دینار تقسیم کرنے سے بھی بہتر ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اے ابو الدرداء! وہ عمل کونسا ہے؟ فرمایا اللہ کا ذکر اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی نیکی ہے[6]

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا جن لوگوں کی زبانیں ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر رہیں گی ان میں سے ہر آدمی جنت میں ہنستا ہوا داخل ہوگا[7]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کسی آدمی نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا جو اللہ کے ذکر سے زیادہ اللہ کے عذاب سے نجات دینے والا ہو۔ لوگوں نے عرض کیا اے ابو عبدالرحمٰن! کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی اس سے زیادہ نجات دینے والا نہیں؟ فرمایا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (سورت عنکبوت آیت ۴۵) ترجمہ اور اللہ کی یاد

---

(۱) عند ابن ابی الدنیا ایضا و احمد فی الزہد و ہناد کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۰۷) (۲) اخرجہ ابن المبارک کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۸) (۳) اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۰۸) (۴) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۰۴) (۵) اخرجہ احمد کذا فی الصفوۃ (ج ۱ ص ۱۵۸)
(۶) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۹) (۷) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۹)

بہت بڑی چیز ہے" ہاں اگر مجاہد اتنی تلوار چلائے کہ وہ ٹوٹ جائے (تو یہ اس سے زیادہ نجات دینے والا ہے)[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں صبح اور شام اللہ کا ذکر کرنا اللہ کے راستہ میں تلواریں توڑ دینے سے اور مال لٹا دینے سے زیادہ افضل ہے[2]

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ذکر کرنے کا شوق

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا میں ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو فجر کی نماز کے بعد سے لے کر سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتی رہے یہ مجھے اولادِ اسماعیلؑ میں سے ایسے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے جن میں سے ہر ایک کا خون بہا بارہ ہزار ہو اور میں ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے لے کر سورج غروب ہونے تک اللہ کا ذکر کرتی رہے یہ مجھے اولادِ اسماعیل میں سے ایسے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے جن میں سے ہر ایک کا خون بہا بارہ ہزار ہو[3]

احمد اور ابو یعلیٰ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا جو عصر پڑھ کر بیٹھ جائے اور شام ہونے تک خیر کی باتوں کا املا کرائے یہ اُس آدمی سے افضل ہے جو اولادِ اسماعیل میں سے آٹھ غلام آزاد کرے اور ابو یعلیٰ کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا میں ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھوں جو صبح سے لے کر سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتے رہیں یہ مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج نکلتا ہے[4]

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا میں صبح کی نماز میں شریک ہو کر سورج نکلنے تک بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا رہوں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں سورج نکلنے تک اللہ کے راستہ میں (مجاہدوں کو) عمدہ گھوڑے دیتا رہوں[5]

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا میں صبح کی نماز سے لے کر سورج نکلنے تک (اللہ کے ذکر کے لیے) بیٹھا رہوں یہ مجھے اولادِ اسمٰعیلؑ میں سے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے[6] بزار اور طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ

(۱) اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ص ۲۲۵) (۲) اخرجه ابن ابى شيبة كذا فى الكنز (ج ۱ص ۲۰۷) (۳) اخرجه ابو يعلى قال الهيثمى (ج ۱۰ص ۱۰۵) وفيه محتسب ابو عائذ وثقه ابن حبان وضعفه غيره (۴) قال الهيثمى (ج ۱۰ص ۱۰۵) وفى رواية ابى يعلى يزيد الرقاشى ضعفه الجمهور وقد وثق وفى رواية احمد لم يذكر يزيد الرقاشى اه (۵) اخرجه الطبرانى فى الكبير والاوسط باسانيد ضعيفة كذا فى مجمع الزوائد (ج ۱۰ص ۱۰۵) (۶) اخرجه البزار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں صبح کی نماز پڑھ کر سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتا رہوں یہ مجھے اللہ کے راستے میں سورج نکلنے تک گھوڑا دوڑانے سے زیادہ محبوب ہے[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا مجھے اُن تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج نکلتا ہے[2]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں (فجر کے بعد بیٹھ کر سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتا رہوں اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا رہوں یہ مجھے اولادِ اسماعیل میں سے دو غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے اور عصر کے بعد سورج ڈوبنے تک یہ کلمات کہتا رہوں یہ مجھے اولادِ اسماعیل میں سے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ میں سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتا رہوں اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ کہتا رہوں یہ مجھے اولادِ اسماعیل میں سے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے اور عصر کی نماز سے لے کر سورج ڈوبنے تک اللہ کا ذکر کرنا مجھے اولادِ اسماعیل میں سے اتنے اور اتنے غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے[3]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کرنے کا شوق

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں صبح سے لے کر شام تک سارا دن اللہ کا ذکر کرتا رہوں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں صبح سے لے کر شام تک سارا دن لوگوں کو سواری کے لیئے عمدہ گھوڑے دیتا رہوں[4] حضرت ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اللہ کے ذکر کے علاوہ کوئی اور بات کرنے سے بہت گرانی ہوتی تھی[5] طبرانی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صبح صادق سے لے کر فجر کی نماز تک کسی کو بات کرتے ہوئے سنتے تو اس سے اُن کو بہت گرانی ہوتی طبرانی کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ باہر آئے تو دیکھا کہ فجر کے بعد کچھ لوگ باتیں کر رہے ہیں انہوں نے ان لوگوں کو بات

(۱) قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۰۶) رواه البزار والطبراني وفي اسنادهما محمد بن ابي حميد وهو ضعيف. انتهى (۲) اخرجه مسلم والترمذي كذا في الترغيب (ج ۳ ص ۸۴) (۳) اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۰۴) رواه كله احمد والطبراني بنحو الرواية الثانية و اسانيده حسنة. انتهى (۴) اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۵) رواه الطبراني من طريق القاسم عن جده ابن مسعود ولم يسمع منه (۵) رواه الطبراني من طريق القاسم قال الهيثمي (ج ۲ ص ۱۱۹) وابو عبيدة لم يسمع من ابيه وبقية رجاله ثقات.

کرنے سے منع کیا اور فرمایا تم لوگ یہاں نماز کے لیئے آئے ہو، اس لیئے یا تو نماز پڑھو یا چپ رہو[1]

حضرت ابُوالدَّرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا سو دفعہ اَللّٰہُ اَکبر کہنا مجھے سُو دینار صدقہ کرنے سے زیادہ پسند ہے[2]

حضرت مُعاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ نے فرمایا صبح سے لے کر رات تک اللہ کا ذکر کرنا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں صُبح سے لے کر رات تک اللہ کے راستہ میں (مُجاہدوں کو) عُمدہ گھوڑے سواری کے لیئے دیتا رہوں[3]

حضرت اَنَس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ ایک سفر میں حضرت ابُو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہے تھے اُنہوں نے لوگوں کو فصیح اور بلیغ باتیں کرتے ہُوئے سُنا تو فرمایا اے اَنَس! مجھے ان لوگوں سے کیا تعلق؟ آؤ ہم اپنے رب کا ذکر کریں کیونکہ یہ لوگ تو اپنی زبان سے کھال ادھیڑ دیں گے۔ اِس کے بعد آگے ویسی حدیث ذکر کی جیسی آخرت پر ایمان لانے کے باب میں گزر چکی ہے[4]

حضرت مُعاذ بن عبدُاللہ بن رافع رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں میں ایک مجلس میں تھا جس میں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرت عبداللہ بن ابی عُمَیرہ رضی اللہ عنہم بھی تھے حضرت ابن ابی عُمَیرہؓ نے فرمایا میں نے حضرت مُعاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہُوئے سُنا کہ میں نے حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے ہُوئے سُنا کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک تو عرش تک پہنچ کر ہی رُکتا ہے اس سے پہلے اُسے کوئی روکنے والا نہیں اور دُوسرا زمین آسمان کے درمیان کے خَلا کو بھر دیتا ہے اور وہ ہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضرت ابن ابی عُمَیرہؓ سے کہا کیا آپ نے خود ان کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ اس پر حضرت ابن عمرؓ اتنا روئے کہ آنسوؤں سے اُن کی داڑھی تر ہوگئی (انہیں اس بات کا غم تھا کہ مجھے اب تک حضورؐ کی یہ بات معلوم کیوں نہیں تھی) پھر فرمایا ہمیں ان دونوں کلمات سے بہت تعلق اور محبت ہے[5]

حضرت جُریری رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت اَنَس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ذات عرق مقام سے احرام باندھا اور پھر احرام کھولنے تک ہم نے انہیں اللہ کے ذکر کے علاوہ اور کوئی بات کرتے ہُوئے نہیں سُنا۔ احرام کھول کر مجھ سے فرمایا اے بھتیجے! احرام اِس طرح ہُوا کرتا ہے[6]

---

(۱) قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲۱۹) وعطاء لم يسمع من ابن مسعود وبقية رجاله ثقات. اه (۲) اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۱۹) (۳) اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۳۵) (۴) اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۵۹) (۵) اخرجه الطبراني قال المنذري في الترغيب (ج ۳ ص ۹۲) رواته الى معاذ بن عبد الله ثقات سوى ابن لهيعة وللحديث شواهد وقال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۸۶) ومعاذ بن عبد الله لم اعرفه وابن لهيعة حديثه حسن وبقية رجاله ثقات (۶) اخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۲۲)

اللہ کے ذکر کی مجلسیں

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے عنقریب حشر والوں کو پتہ چل جائے گا کہ کرم والے کون ہیں؟ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! کرم والے کون ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا ذکر کی مجلسوں والے۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک لشکر بھیجا لشکر بہت سا مالِ غنیمت لے کر جلدی ہی واپس آگیا۔ ایک آدمی جو اس لشکر کے ساتھ نہیں گیا تھا اس نے کہا ہم نے اس جیسا کوئی لشکر نہیں دیکھا جو اتنا زیادہ مالِ غنیمت لے کر اتنی جلدی لوٹ آیا ہو۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسے لوگ نہ بتادوں جو ان سے زیادہ مالِ غنیمت لے کر ان سے بھی جلدی واپس آگئے ہوں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز میں شریک ہو کر پھر اپنی جگہوں میں بیٹھ کر سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتے رہیں۔ یہ ہیں وہ لوگ جو ان سے زیادہ مالِ غنیمت لے کر ان سے بھی زیادہ جلدی واپس آگئے ہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز پڑھیں پھر اپنی جگہوں میں بیٹھ کر سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتے رہیں پھر دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے گھر واپس جائیں یہ ہیں وہ لوگ جو ان سے زیادہ مالِ غنیمت لے کر ان سے زیادہ جلدی واپس آگئے ہیں۔[2]

حضرت عبدالرحمٰن بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک گھر میں تھے آپ پر یہ آیت نازل ہوئی وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ آخر تک (سورت کہف آیت ۲۸) ترجمہ "اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضاجوئی کے لئے کرتے ہیں" حضورؐ ان کو تلاش کرنے نکلے تو دیکھا کہ کچھ لوگ اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور ان میں سے کچھ لوگوں کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور کچھ لوگوں کی کھالیں خشک ہیں اور کچھ لوگوں کے پاس صرف ایک ہی کپڑا ہے۔ آپ ان کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے پاس بیٹھنے کا مجھے حکم دیا۔[3]

---

(۱) اخرجہ احمد وابو یعلی وابن حبان فی صحیحہ والبیہقی وغیرہم کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۹۳) قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۷۶) رواہ احمد باسنادین واحدہما حسن وابو یعلی کذلک (۲) اخرجہ ابن زنجویہ والترمذی قال الترمذی غریب لانعرفہ الا من ہذا الوجہ وفیہ حماد بن ابی حمید ضعیف کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۹) واخرجہ البزار عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ بمعناہ وفی روایتہ فقال ابو بکر رضی اللہ عنہ یا رسول اللہ ما رأینا بعثا قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۰۵) وفیہ حمید مولی ابن علقمۃ وہو ضعیف۔ اھ (۳) اخرجہ الطبرانی کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۸۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پر گزر ہوا وہ اپنے ساتھیوں میں بیان کر رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا غور سے سنو تم لوگ ہی وہ جماعت ہو جن کے پاس بیٹھنے کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ سے لے کر وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا تک غور سے سنو تم لوگ جتنے بیٹھے ہو اتنے ہی تمہارے ساتھ فرشتے بھی بیٹھے ہوئے ہیں اگر تم سُبْحَانَ اللّٰهِ کہو گے تو وہ بھی سُبْحَانَ اللّٰهِ کہیں گے اور اگر تم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہو گے تو وہ بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہیں گے اگر تم اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہو گے تو وہ بھی اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہیں گے پھر (مجلس ختم ہو جانے پر) وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے پاس اوپر چلے جائیں گے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ جانتے ہیں لیکن پھر بھی وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب! تیرے بندے سُبْحَانَ اللّٰهِ کہتے رہے تو ہم بھی سُبْحَانَ اللّٰهِ کہتے رہے اور وہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے رہے تو ہم بھی اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے رہے اور وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہتے رہے تو ہم بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہتے رہے پھر ہمارے ربّ فرمائیں گے اے میرے فرشتو! میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت کر دی ہے۔ وہ فرشتے عرض کریں گے کہ ان میں تو فلاں فلاں خطاکار بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔[1]

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے ذکر کرنا چھوڑ دیا۔ حضورؐ نے فرمایا آپ لوگ کیا کر رہے تھے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا ذکر کرتے رہو کیونکہ میں نے آپ لوگوں پر رحمت کو اترتے ہوئے دیکھا ہے، اس لئے میں نے چاہا کہ میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ اس رحمت میں شامل ہو جاؤں پھر فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ بنائے ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی بہت سی جماعتیں مقرر فرما رکھی ہیں جو کہ زمین پر اللہ کے ذکر کی مجلسوں میں اترتی ہیں اور ان کے پاس ٹھہرتی ہیں، لہٰذا تم جنت کے باغوں میں چرا کرو۔ صحابہؓ نے پوچھا جنت کے باغ کہاں ہیں حضورؐ نے فرمایا ذکر کی مجلسیں (جنت کے باغ ہیں) صبح شام اللہ کا ذکر کیا کرو بلکہ اپنے آپ کو ہمیشہ اللہ کے ذکر میں مشغول

[1] اخرجہ الطبرانی فی الصغیر قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۷۶) وفیہ محمد بن حماد الکوفی وہو ضعیف اھ [2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۴۲)

رکھو جو یہ جاننا چاہتا ہے کہ اللہ کے ہاں اُس کا کیا مرتبہ ہے تو اُس کو چاہیئے کہ وہ یہ دیکھ لے کہ اُس کے نزدیک اللہ کا کیا مرتبہ ہے؟ کیونکہ بندہ اللہ کو اپنے نزدیک جو درجہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اپنے ہاں اُس بندے کو وہی درجہ دیتے ہیں [1]

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو بیٹھ جاتے اور سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتے رہتے [2]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسُولَ اللہ! ذکر کی مجلسوں کا ثواب کیا ہے؟ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ذکر کی مجلسوں کا ثواب جنت ہے جنت [3]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ذکر کی مجلسیں علم کے زندہ ہونے کا ذریعہ ہیں اور یہ مجلسیں دلوں میں خشوع پیدا کرتی ہیں [4]

مجلس کا کفارہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ جب کسی مجلس میں بیٹھتے یا نماز پڑھ لیتے تو کچھ کلمات پڑھا کرتے۔ میں نے حضورؐ سے ان کلمات کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ ان کلمات کا فائدہ یہ ہے کہ آدمی نے اگر خیر کی بات کی ہو تو یہ کلمات اُس پر قیامت کے دن تک کے لیے مہر بن جائیں گے اور اگر بُری باتیں کی ہوں تو یہ کلمات ان کے لئے کفارہ بن جاتے ہیں اور وہ کلمات یہ ہیں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ ترجمہ" اے اللہ! میں تیری پاکی اور تیری تعریف بیان کرتا ہوں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں" [5]

حضرت ابُو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ جب مجلس سے اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو آخر میں یہ دُعا پڑھتے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ تو ایک آدمی نے پوچھا یارسُولَ اللہ! آپ کچھ کلمات پڑھتے ہیں پہلے تو آپ یہ کلمات نہیں پڑھا کرتے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا مجلس میں جو غلطیاں ہو جاتی ہیں یہ کلمات

(۱) اخرجہ ابن ابی الدنیا وابو یعلی والبزار والطبرانی والحاکم وصححہ والبیہقی قال المنذری فی الترغیب (ج ۳ ص ۶۵) فی اسانیدہم کلہا عمر مولی غفرۃ وباقی الکلام علیہ وبقیۃ اسانیدہم ثقات مشہورون یحتج بہم والحدیث حسن۔ اھ قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۷۷) وفیہ عمر بن عبداللہ مولی غفرۃ وقد وثقہ غیر واحد وضعفہ جماعۃ وبقیۃ رجالہم رجال الصحیح۔ اھ (۲) اخرجہ الطبرانی فی الصغیر قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۰۷) رجالہ ثقات وہو فی الصحیح غیر قولہ یذکر اللہ۔ اھ (۳) اخرجہ الطبرانی واسنادہ احمد اللہ کما قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۷۸) والمنذری (ج ۳ ص ۶۵) (۴) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۰۸) (۵) اخرجہ ابن ابی الدنیا والنسائی واللفظ لہما والحاکم والبیہقی

ان کے لئے کفارہ ہیں[1] طبرانی نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے اس جیسی حدیث ذکر کی ہے اس میں وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ کے بعد یہ کلمات بھی ہیں عَمِلْتُ سُوْءًا اَوْظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ترجمہ" اور میں نے جو بھی بُرا کام کیا یا اپنی جان پر ظلم کیا تو اسے معاف کر دے تیرے سوا اور کوئی بھی گناہوں کو معاف نہیں کرتا" ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کلمات آپ نے ابھی کہنے شروع کئے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا جی ہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں[1]

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں تو ہم زمانہ جاہلیت کی باتیں شروع کر دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ایسی مجلسوں میں بیٹھو جن میں تمہیں اپنے بارے میں ڈر ہو (کہ تم سے غلط باتیں ہوگئی ہوں گی) تو اٹھتے وقت یہ کلمات پڑھ لیا کرو سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ نَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ اس مجلس میں جو کچھ ہوا ہوگا یہ کلمات اس کے لئے کفارہ بن جائیں گے[2]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کچھ کلمات ایسے ہیں کہ جو شخص بھی کسی حق کی یا باطل کی مجلس سے اٹھتے وقت ان کلمات کو تین مرتبہ پڑھ لے گا تو یہ کلمات اس کی طرف سے (اس مجلس کی تمام غلطیوں کا) کفارہ ہو جائیں گے اور اگر (اس مجلس میں اس سے کوئی غلطی نہ ہوئی ہو بلکہ) وہ مجلس خیر کی اور ذکر کی تھی تو پھر اللہ تعالیٰ ان کلمات کے ذریعہ ایسے مہر لگا دیتے ہیں جیسے انگوٹھی سے لکھی ہوئی تحریر پر لگائی جاتی ہے پھر آگے حضرت عائشہؓ جیسی حدیث ذکر کی ہے[4]

قرآن مجید کی تلاوت

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کچھ وصیت فرمادیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے ڈرنے کو اپنے لئے ضروری سمجھو کیونکہ یہ تمام کاموں کی جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور وصیت فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا قرآن کی تلاوت کو ضروری سمجھو کیونکہ تلاوت زمین پر تمہارے لئے نور اور آسمان میں تمہارے لئے ثواب کا ذخیرہ ہے[5]

حضرت اوس بن حذیفہ ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم قبیلہ ثقیف کا وفد بن کر حضور صلی اللہ

(۱) عند ابی داؤد واخرجہ النسائی ایضا واللفظ لہ والحاکم وصححہ والطبرانی فی الثلاثۃ مختصرا باسناد جید عن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ وحدیث ابی برزۃ (۲) کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۲) (۳) اخرجہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲) وفیہ من لم اعرفہ (۴) اخرجہ ابوداؤد وابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۲) (۵) اخرجہ ابن حبان فی حدیث طویل کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۸)

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم میں سے جو احلافی تھے وہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرے اور مالکی حضرات کو حضورؐ نے اپنے خیمہ میں ٹھہرایا حضورؐ عشاء کے بعد ہمارے پاس تشریف لاتے اور ہم سے (کھڑے کھڑے) باتیں کرتے اور اتنی دیر کھڑے رہتے کہ آپؐ (تھک جاتے اور) باری باری دونوں پاؤں پر آرام فرماتے زیادہ تر آپؐ قریش کی شکایت کرتے اور فرماتے مکہ میں ہمیں کمزور سمجھا جاتا تھا۔ جب ہم مدینہ آگئے تو ہم نے اُن سے بدلہ لینا شروع کر دیا اور لڑائیوں میں کبھی وہ جیتتے اور کبھی ہم۔ حضورؐ روزانہ جس وقت ہمارے پاس تشریف لاتے ایک رات اس سے دیر سے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ روزانہ جس وقت ہمارے پاس تشریف لایا کرتے تھے آج اس سے دیر سے تشریف لائے ہیں (اس کی کیا وجہ ہے؟) آپؐ نے فرمایا میں نے قرآن کی ایک مقدار روزانہ پڑھنے کے لئے مقرر کر رکھی ہے وہ آج کسی وجہ سے پوری نہ ہو سکی اس لئے میں نے چاہا کہ اسے پورا کر کے پھر آپ لوگوں کے پاس آؤں۔ اگلے دن صبح کو ہم نے حضورؐ کے صحابہؓ سے پوچھا کہ انہوں نے قرآن ختم کرنے کے کتنے حصے بنا رکھے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ (قرآن ختم کرنے کے لئے سات حصے بنا رکھے ہیں) پہلے حصے میں سورت فاتحہ کے بعد والی تین سورتیں، دوسرے حصے میں اس کے بعد والی پانچ سورتیں تیسرے حصے میں اس کے بعد والی سات سورتیں، چوتھے حصے میں اس کے بعد والی نو سورتیں، پانچویں حصے میں اس کے بعد والی گیارہ سورتیں، چھٹے حصے میں اس کے بعد والی تیرہ سورتیں اور ساتویں حصے میں مفصل والی سورتیں[1] ابوداؤد کی روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اسے پورا کیئے بغیر میں آجاؤں اسے میں نے اچھا نہ سمجھا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ اور مدینہ کے درمیان ٹھہرے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی نے حضورؐ سے اندر آنے کی اجازت مانگی حضورؐ نے فرمایا روزانہ میں جتنا قرآن پڑھتا تھا آج رات وہ رہ گیا ہے اس پر میں کسی چیز کو ترجیح نہیں دے سکتا (میں وہ پڑھ رہا ہوں اس لئے ابھی اجازت نہیں ہے)۔[2]

حضرت ابوسلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کرتے ہمیں ہمارے رب کی یاد دلاؤ تو حضرت ابو موسیٰؓ قرآن پڑھ کر سنایا کرتے۔[3] حضرت حبیب بن ابی مرزوق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ بعض

(۱) اخرجہ الطیالسی واحمد وابن جریر والطبرانی وابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۴۲) واخرجہ ابوداؤد (ج ۲ ص ۲۰۱) عن اوس بن حذیفۃ بنحوہ مطولا (۲) اخرجہ ابن ابی داؤد فی المصاحف کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۶) (۳) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۵۸) واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۰۹) عن ابی سلمۃ نحوہ۔

دفعہ حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کرتے ہمیں ہمارے رب کی یاد دلاؤ تو حضرت ابوموسیٰؓ قرآن پڑھا کرتے۔ وہ بہت اچھی آواز سے قرآن پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ابونضرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰؓ سے فرمایا ہمیں ہمارے رب کا شوق دلاؤ وہ قرآن پڑھنے لگے۔ لوگوں نے کہا نماز۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا ہم نماز میں نہیں ہیں؟

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ جب گھر تشریف لے جاتے تو قرآن کھول کر اسے پڑھا کرتے۔[1]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں یہ چاہتا ہوں کہ جو دن یا رات آئے میں اس میں قرآن دیکھ کر پڑھا کروں۔[2] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تمہارے دل پاک ہوتے تو تم لوگ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے کلام سے سیر نہ ہوتے۔[3] حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امیرالمؤمنین حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر ہمارے دل پاک ہوتے تو ہم اپنے رب کے کلام سے کبھی بھی سیر نہ ہوتے اور مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میری زندگی میں کوئی دن ایسا آئے جس میں میں دیکھ کر قرآن نہ پڑھوں، چنانچہ حضرت عثمانؓ دیکھ کر اتنا زیادہ قرآن پڑھا کرتے تھے کہ ان کے انتقال سے پہلے ہی ان کا قرآن پھٹ گیا تھا۔[4]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمیشہ دیکھ کر قرآن پڑھا کرو۔[5] حضرت حبیب بن شہید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے انہوں نے کہا جو وہ کیا کرتے تھے لوگ اسے نہیں کر سکتے وہ ہر نماز کے لئے وضو کیا کرتے اور ہر دو نمازوں کے درمیان قرآن پڑھا کرتے۔[6] حضرت ابن ابی مُلَیکہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ قرآن لے کر اپنے چہرے پر رکھا کرتے اور رونے لگ جاتے اور فرماتے یہ میرے رب کا کلام ہے یہ میرے رب کی کتاب ہے۔[7]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی آدمی بازار سے اپنے گھر واپس آئے تو اسے چاہئے کہ وہ قرآن کھول کر پڑھا کرے کیونکہ اسے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی۔[8] دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ

(۱) اخرجہ ابن ابی داؤد کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۴) (۲) اخرجہ احمد فی الزہد وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۵) (۳) عند احمد وابن عساکر ایضا کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۹) (۴) عند البیہقی فی الاسماء والصفات (ص ۱۸۲) (۵) اخرجہ ابن ابی داؤد فی المصاحف کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۶) (۶) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۷۰) (۷) اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۴۳) قال الذہبی مرسل (۸) اخرجہ ابن ابی داؤد

اس کے لئے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں لکھیں گے میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ الٓمّٓ پر دس نیکیاں ملیں گی بلکہ الف پر دس نیکیاں ملیں گی اور لام پر دس اور میم پر دس ہے[1]

دن اور رات میں، سفر اور حضر میں قرآن کی سورتیں پڑھنا

حضرت عُقبہ بن عامر جُہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو حضورؐ نے مجھے فرمایا اے عُقبہ بن عامر! جو تم سے تعلق توڑے تم اُس سے تعلق جوڑو جو تمہیں محروم رکھے (اور تمہیں نہ دے) تم اُسے دو اور جو تم پر ظلم کرے تم اُسے معاف کر دو۔ اس کے بعد میری حضورؐ سے پھر ملاقات ہوئی تو مجھ سے فرمایا اے عقبہ بن عامر! کیا میں تمہیں چند ایسی سورتیں نہ سکھا دوں کہ اُن جیسی سورتیں اللہ نے تورات، زبور، انجیل اور قرآن کسی میں بھی نازل نہیں فرمائیں اور میں ہر رات انہیں ضرور پڑھتا ہوں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ. قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ. جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان سورتوں کے پڑھنے کا حکم دیا ہے اس وقت سے میں ہر رات ان کو ضرور پڑھتا ہوں اور جب حضورؐ نے مجھے ان کے پڑھنے کا حکم دیا ہے تو مجھ پر واجب ہو گیا ہے کہ انہیں نہ چھوڑوں[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اپنے بستر پر تشریف لاتے تو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ پڑھ کر دونوں ہاتھوں کو ملا کر اپنے اُوپر دَم کرتے اور جہاں تک ہو سکتا دونوں ہاتھ سارے جسم پر پھیرتے اپنے سر، چہرے اور جسم کے اگلے حصے سے اس کی ابتداء فرماتے اور اس طرح تین مرتبہ فرماتے[3] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر تشریف لاتے تو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور مُعوِّذَتَین (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ) پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر دَم کرتے اور انہیں چہرے، بازو، سینے اور جسم پر جہاں تک ہاتھ پہنچتے پھیرتے۔ جب حضورؐ کی بیماری بڑھ گئی تو آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپؐ کے ساتھ اِس طرح کروں[4]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تک الٓمّٓ تَنْزِیْلُ اور تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ دونوں سورتیں پڑھ نہ لیتے نہ سوتے۔ حضرت طاؤس کہتے ہیں یہ دونوں سورتیں قرآن کی ہر سورت پر ستر نیکیاں زیادہ فضیلت رکھتی ہیں[5] حضرت عِرباض

(۱) عند ابن ابی داؤد ایضا فی روایۃ اخری وفی اسانیدہا ثویر مولی جعدۃ ابن ہبیرۃ کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۹) (۲) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۳۳۳) (۳) اخرجہ النسائی (۴) عند ابن النجار کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۶۰) وعزاہ فی جمع الفوائد قرآن الی الستۃ الا النسائی بمعنی حدیث ابن النجار الا انہ قال المعوذات وقل ہو اللہ احد (۵) اخرجہ الترمذی کذا فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۶)

بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر لیٹتے تو سونے سے پہلے مُسَبِّحَات پڑھتے یعنی وہ سُورتیں پڑھتے جن کے شروع میں سَبَّحَ یا یُسَبِّحُ آتا ہے اور حضورؐ نے فرمایا ان سُورتوں میں ایک ایسی آیت ہے جو ہزار آیتوں سے افضل ہے۔[1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سُورت زُمر اور سُورت بنی اسرائیل پڑھ نہ لیتے سویا نہ کرتے تھے۔[2] حضرت فَروہ بن نوفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسُول اللہ! مجھے کوئی ایسی چیز بتائیں جسے میں لیٹتے وقت پڑھ لیا کروں۔ آپؐ نے فرمایا قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھا کرو کیونکہ اِس سُورت میں شرک سے بیزاری ہے۔[3]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آدمی کے پاس اُس کی قبر میں عذاب کے فرشتے آئیں گے وہ پاؤں کی طرف سے آئیں گے تو پاؤں کہیں گے تمہارے لئے ہماری طرف سے کوئی راستہ نہیں ہے کیونکہ یہ سُورت مُلک پڑھا کرتا تھا پھر وہ سینے کی طرف سے آئیں گے تو سینہ کہے گا تمہارے لئے میری طرف سے کوئی راستہ نہیں ہے کیونکہ یہ سُورت مُلک پڑھا کرتا تھا۔ پھر وہ سر کی طرف سے آئیں گے تو سر کہے گا تمہارے لئے میری طرف سے کوئی راستہ نہیں ہے کیونکہ یہ سُورت مُلک پڑھا کرتا تھا۔ یہ سُورت مانع ہے۔ یہ عذابِ قبر کو روکتی ہے۔ اور تورات میں ہے کہ جس نے کسی رات میں اس سُورت کو پڑھا اُس نے بہت زیادہ ثواب حاصل کیا اور بہت عُمدہ کام کیا۔[4] نسائی میں یہ حدیث مختصر ہے اور ان الفاظ کے ساتھ ہے کہ جو ہر رات تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُسے عذابِ قبر سے بچائے گا اور ہم لوگ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مانعہ کہا کرتے تھے یعنی عذابِ قبر کو روکنے والی۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یہ ہے کہ یہ ایسی سُورت ہے کہ جو اسے ہر رات پڑھے گا وہ بہت زیادہ ثواب کمانے والا اور بہت عمدہ کام کرنے والا ہوگا۔[5]

حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص سُورت بقرہ، سُورت آلِ عمران اور سورت نساء کسی رات میں پڑھے گا اُسے قانتین یعنی فرمانبرداروں میں لکھ دیا جائے گا۔[6]

حضرت جُبیر بن مُطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے جُبیر! کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ جب تم سفر میں جایا کرو تو تمہاری حالت سب سے اچھی اور تمہارا توشہ سب سے زیادہ ہو؟ میں نے کہا جی ہاں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تم یہ

(۱) اخرجہ الترمذی وابو داؤد (۲) عند الترمذی و ن. فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۶۰) (۳) عند الترمذی ایضاً (ج ۲ ص ۱۰۶) (۴) اخرجہ الحاکم قال الحاکم صحیح الاسناد (۵) کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۳۸) واخرجہ البیہقی فی کتاب عذاب القبر عن ابن مسعود بطولہ کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲)
(۶) اخرجہ ابو عبید وسعید بن منصور وعبد بن حمید والبیہقی فی شعب الایمان کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۲)

پانچ سورتیں پڑھا کرو قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ. اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ. قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ. قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ہر سورت کے شروع میں بھی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھو اور آخر میں بھی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھو (اس طرح سورتیں پانچ ہوں گی اور بسم اللہ چھ مرتبہ ہوگی) حضرت جبیرؓ فرماتے ہیں حالانکہ میں غنی اور مالدار تھا لیکن جب میں سفر میں جایا کرتا تھا تو میں سب سے زیادہ خستہ حالت والا اور سب سے کم توشہ والا ہوتا تھا تو جب مجھے حضورؐ نے یہ سورتیں سکھائیں اور میں نے انہیں پڑھنا شروع کیا تو میں سب سے اچھی حالت والا اور سب سے زیادہ توشہ والا ہوگیا اور پورے سفر میں واپسی تک میرا یہی حال رہتا ہے[1]

حضرت عبداللہ بن خُبیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک رات بہت زیادہ بارش ہوئی تھی اور سخت اندھیرا چھایا ہوا تھا ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے نکلے تاکہ آپ ہمیں نماز پڑھادیں آخر آپ ہمیں مل گئے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہو میں نے کچھ نہ کہا آپ نے دوبارہ فرمایا کہو میں نے کچھ نہ کہا آپ نے تیسری مرتبہ فرمایا کہو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا صبح اور شام تین مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اور مُعَوِّذَتَیْن پڑھا کرو ان کا پڑھنا ہر چیز سے کفایت کرے گا[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو صبح کی نماز کے بعد دس مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھے گا وہ سارا دن گناہوں سے محفوظ رہے گا چاہے شیطان کتنا ہی زور لگائے[3]

دن اور رات میں سفر اور حضر میں قرآنی آیات کا پڑھنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اس منبر کی لکڑیوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے گا اسے جنت میں جانے سے موت کے علاوہ اور کوئی چیز روکنے والی نہیں ہوگی اور جو اسے بستر پر لیٹتے وقت پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے اس کے گھر پر اس کے پڑوسی کے گھر پر اس کے اردگرد کے چند اور گھروں پر امن عطا فرمائیں گے[4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے ایسا کوئی آدمی نظر نہیں آتا جو پیدائشی مسلمان ہو یا بالغ ہو کر مسلمان ہوا ہو اور اس آیت اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ کو پڑھے بغیر رات گزارتا ہو کاش کہ آپ لوگ جان لیتے کہ اس آیت کا درجہ کتنا بڑا ہے۔ یہ آیت آپ لوگوں کے نبیؐ کو اس خزانے سے دی گئی ہے جو عرش کے نیچے ہے اور آپ لوگوں کے نبیؐ سے پہلے

(۱) اخرجہ ابو یعلی الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۴) وفیہ من لم اعرفھم۔ اھ (۲) اخرجہ ابو داؤد والترمذی والنسائی بالاسانید الصحیحۃ قال الترمذی حدیث حسن صحیح کذا فی الاذکار للنووی (ص ۹۶) (۳) اخرجہ سعید بن منصور وابن الضریس کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۳)
(۴) اخرجہ البیہقی فی شعب الایمان قال البیہقی اسنادہ ضعیف کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۱)

کسی نبی کو نہیں دی گئی اور میں اسے ہر رات تین مرتبہ پڑھ کر سوتا ہوں. عشاء کے بعد کی دو رکعتوں میں اور وتر میں بھی اسے پڑھتا ہوں اور بستر پر لیٹتے وقت بھی پڑھتا ہوں۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کوئی ایسا عاقل بالغ آدمی نہیں دیکھا جو سورت بقرہ کی آخری آیتوں کو پڑھے بغیر سو جاتا ہو کیونکہ یہ آیتیں اُس خزانے سے آئی ہیں جو عرش کے نیچے ہے۔[2]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو آدمی رات کو سورت آل عمران کی آخری آیتیں پڑھے گا اُس کے لئے رات بھر کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا۔[3]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو رات کو کسی گھر میں سورت بقرہ کی دس آیتیں پڑھے گا اس گھر میں صبح تک کوئی شیطان داخل نہیں ہوگا۔ وہ دس آیتیں یہ ہیں سورت بقرہ کی شروع کی چار آیتیں، آیت الکرسی، اس کے بعد کی دو آیتیں اور سورت بقرہ کی آخری تین آیتیں۔[4]

حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ کے کھلیان میں کھجوریں رکھی ہوئی تھیں اور وہ ان کی نگرانی کرتے تھے۔ اُنہیں محسوس ہوا کہ یہ کھجوریں کم ہو رہی ہیں تو اُنہوں نے ایک رات اُن کھجوروں کا پہرہ دیا تو اُنہوں نے ایک جانور دیکھا جو بالغ لڑکے جیسا تھا فرماتے ہیں میں نے اُسے سلام کیا اُس نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا تم کون ہو۔ جن ہو یا انسان؟ اُس نے کہا جن ہوں۔ میں نے کہا ذرا اپنا ہاتھ مجھے دو۔ اُس نے اپنا ہاتھ مجھے دیا تو اُس کا ہاتھ کُتّے کے ہاتھ جیسا تھا اور بال بھی کُتّے جیسے تھے۔ میں نے کہا جنات کی شکل و صورت ایسی ہوتی ہے؟ اُس نے کہا تمام جنات کو معلوم ہے کہ ان میں مجھ سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں ہے۔ میں نے کہا تم نے (کھلیان سے کھجوریں چرانے کا کام) کیوں کیا؟ اُس نے کہا ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ آپ کو صدقہ کرنا بہت پسند ہے تو ہم نے چاہا کہ ہمیں بھی آپ کی کچھ کھجوریں مل جائیں۔ میں نے کہا کونسی چیز ایسی ہے جس کی وجہ سے ہماری تم لوگوں سے حفاظت ہو جائے؟ اُس نے کہا یہ آیت الکرسی جو سورت بقرہ میں ہے جو اسے شام کو پڑھے گا وہ صبح تک ہم سے محفوظ رہے گا اور جو اسے صبح کو پڑھے گا وہ شام تک ہم سے محفوظ رہے گا۔ صبح کو حضرت اُبَیؓ نے جا کر یہ سارا واقعہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بتایا تو حضورؐ نے فرمایا اس خبیث نے سچ کہا۔[5]

(۱) اخرجہ ابو عبید فی فضائلہ و بن ابی شیبۃ والدارمی وغیرہم کذا فی الکنز (ج ۱ص ۲۲۱) (۲) اخرجہ الدارمی ومسدد و محمد بن نصر وابن الضریس وابن مردویہ کذا فی الکنز (ج ۱ص ۲۲۲) (۳) اخرجہ الدارمی کذا فی الکنز (ج ۱ص ۲۲۲) (۴) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ص ۱۱۸) رجالہ رجال الصحیح الا ان الشعبی لم یسمع من ابن مسعود۔ انتہی (۵) اخرجہ النسائی والحاکم والطبرانی وابو نعیم والبیہقی معا فی الدلائل وسعید بن منصور وغیرہم کذا فی الکنز (ج ۱ص ۲۳۱) وقال الہیثمی (ج ۱۰ص ۱۱۸) رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات

حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَیں حمص سے چلا اور رات کو زمین کے ایک خاص ٹکڑے میں پہنچا تو اُس علاقے کے جنّات میرے پاس آگئے اس پر مَیں نے سُورت اَعراف کی یہ آیت آخر تک پڑھی اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ آخر تک (سُورت اعراف آیت ۵۴) ترجمہ "بیشک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہُوا۔ چُھپا دیتا ہے شب سے دن کو ایسے طور پر کہ وہ شب اس دن کو جلدی سے آلیتی ہے اور سُورج اور چاند اور دُوسرے ستاروں کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔ بڑی خوبیوں کے بھرے ہُوئے ہیں اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کے پروردگار ہیں" اس پر ان جنّات نے ایک دُوسرے سے کہا اب تو صبح تک اس کا پہرہ دو (چُنانچہ اُنہوں نے ساری رات میرا پہرہ دیا) صبح کو مَیں سواری پر سوار ہو کر وہاں سے چل دیا[1]

حضرت علاء بن لجلاج رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹوں سے کہا جب تم مجھے قبر میں رکھنے لگو تو بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کہہ کر مجھے قبر میں رکھنا اور میری قبر پر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا اور میرے سرہانے سُورت بقرہ کی شروع کی اور آخر کی آیتیں پڑھنا کیونکہ مَیں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ ایسا کرنے کو بہت پسند کرتے تھے[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو یہ چاہتا ہے کہ اُس کا اجر و ثواب بہت بڑے اور مکمل پیمانے میں تولا جائے تو وہ یہ آیتیں تین مرتبہ پڑھے سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (سُورت صافات آیت ۱۸۰) ترجمہ "آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ (کافر) بیان کرتے ہیں"[3]

حضرت عبداللہ بن عُبید بن عُمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جب اپنے گھر میں داخل ہوتے تو اس کے تمام کونوں میں آیت الکرسی پڑھتے[4]

کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَیں نے عرض کیا یا رسُول اللہ! قیامت کے دن لوگوں میں سے کسے آپ کی شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ حاصل ہوگی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۲) وفیہ المسیب بن واضح وقد وثقہ غیر واحد وضعفہ جماعۃ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح انتہی (۲) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۱۱۹) (۳) اخرجہ ابن زنجویہ فی ترغیبہ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۲) (۴) ابو یعلی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۹) رجالہ ثقات الا ان عبداللہ لم یسمع من ابن عوف ۔اھ

نے فرمایا چونکہ مجھے معلوم تھا کہ تمہیں احادیث حاصل کرنے کا بہت زیادہ شوق ہے اس وجہ سے میرا خیال یہی تھا کہ تم سے پہلے یہ بات مجھ سے کوئی نہیں پوچھے گا۔ قیامت کے دن میری شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ اُسے حاصل ہوگی جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خالص دل سے کہے گا۔[1] حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اخلاص سے کہے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ کسی نے پوچھا اس کا اخلاص کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اس کا اخلاص یہ ہے کہ یہ کلمہ انسان کو اللہ کے حرام کردہ کاموں سے روک دے۔[2]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ مجھے کوئی وِرد سکھا دیں جس سے آپ کو یاد کیا کروں اور آپ کو پکارا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا کرو۔ انہوں نے عرض کیا اے میرے پروردگار! یہ تو ساری ہی دنیا کہتی ہے۔ ارشاد ہوا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا کرو۔ عرض کیا اے میرے رب! میں تو کوئی ایسی خاص چیز مانگتا ہوں جو مجھ ہی کو عطا ہو۔ ارشاد ہوا کہ اگر ساتوں آسمان ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رکھ دیا جائے تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والا پلڑا جھک جائے گا۔[3] اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر ساتوں آسمان اور میرے علاوہ انہیں آباد کرنے والے اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں ہوں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دوسرے پلڑے میں ہو تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والا پلڑا جھک جائے گا۔[4]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کیا وصیت کی تھی؟ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتائیں۔ ارشاد فرمایا حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے کو یہ وصیت کی تھی کہ اے میرے بیٹے! میں تمہیں دو باتوں کی وصیت کرتا ہوں اور دو باتوں سے روکتا ہوں میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اگر یہ کلمہ ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں سارے آسمان اور زمینیں رکھ دی جائیں تو کلمہ والا پلڑا جھک جائے گا اور اگر سارے آسمان ایک حلقہ بن جائیں تو بھی یہ کلمہ انہیں توڑ کر آگے چلا جائے گا اور اللہ تعالیٰ تک پہنچ کر رہے گا اور دوسری وصیت یہ کرتا ہوں کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَ بِحَمْدِہٖ کہا کرو کیونکہ یہ ساری مخلوق کی عبادت ہے اور اسی کی برکت سے ان کو رزق دیا جاتا ہے اور فرمایا تمہیں دو باتوں سے روکتا ہوں ایک شرک دوسرا تکبر کیونکہ یہ دونوں بری صفات اللہ سے روک دیتی ہیں۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ!

[1] اخرجہ البخاری کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۲۱) (۲) عند الطبرانی فی الاوسط کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۲۳) (۳) اخرجہ النسائی وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وصححہ کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۵۵) واخرجہ ابو یعلی عن ابی سعید نحوہ (۴) قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۸۲) ورجالہ وثقوا وفیہم ضعف۔

کیا یہ بات تکبر میں سے ہے کہ آدمی کھانا تیار کرے اور اس کھانے پر ایک جماعت کو بلائے اور انہیں کھلائے یا صاف ستھرے کپڑے پہنے؟ آپ نے فرمایا نہیں یہ دونوں باتیں تکبر میں سے نہیں ہیں۔ تکبر تو یہ ہے کہ تم مخلوق کو بیوقوف بناؤ اور دوسرے لوگوں کو حقیر سمجھو۔[1] ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر تمام آسمان اور زمینیں اور جو کچھ ان میں ہے یہ سب ایک حلقہ بن جائے اور ان پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رکھ دیا جائے تو یہ کلمہ ان سب کو توڑ دے گا۔

حضرت یَعلیٰ بن شَدّاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے والد حضرت شَدّاد بن اَوس رضی اللہ عنہ نے جب مجھے یہ واقعہ بیان کیا اُس وقت حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے اور وہ میرے والد کی تصدیق کر رہے تھے۔ میرے والد نے مجھے بتایا کہ ایک دن ہم لوگ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا کیا تم میں کوئی اجنبی آدمی اہل کتاب میں سے ہے؟ ہم نے عرض کیا کوئی نہیں۔ ارشاد فرمایا کواڑ بند کر دو۔ اس کے بعد فرمایا ہاتھ اُٹھاؤ اور کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہم نے تھوڑی دیر ہاتھ اُٹھائے رکھے (اور کلمہ طیبہ پڑھا) پھر فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اے اللہ! تو نے مجھے یہ کلمہ دے کر بھیجا ہے اور اس کے پڑھنے کا تو نے مجھے حکم دیا ہے اور اس پر تو نے مجھ سے جنت کا وعدہ کیا ہے اور تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا پھر فرمایا کہ خوش ہو جاؤ۔ اللہ نے تمہاری مغفرت فرما دی۔[2]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کچھ وصیت فرما دیں۔ ارشاد فرمایا جب تم سے کوئی برائی سرزد ہو جائے تو اس کے بعد فوراً کوئی نیکی کا کام کرو اس سے وہ برائی مٹ جائے گی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بھی نیکیوں میں سے ہے؟ آپ نے فرمایا یہ تو تمام نیکیوں سے افضل ہے۔[3]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا ربِّ کعبہ کی قسم! یہی ہے یہی ہے لوگوں نے پوچھا یہی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہی تقویٰ والا کلمہ ہے مسلمان ہی اس کے زیادہ مستحق ہیں اور اس کے اہل ہیں۔[4]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وَاَلْزَمَہُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی (سورت فتح آیت ۲۶) ترجمہ "اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا"۔ اس کے بارے میں حضرت علی

---

(۱) اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۸۴) وفیہ محمد بن اسحٰق وہو مدلس وہو ثقہ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔ انتہی واخرجہ الحاکم عن عبداللہ نحوہ وقال صحیح الاسناد کما فی الترغیب (ج ۳ ص ۵۶) (۲) اخرجہ احمد باسناد حسن والطبرانی وغیرہما کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۵) وقال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱) رواہ احمد وفیہ راشد بن داؤد وقد وثقہ غیر واحد وفیہ ضعف وبقیۃ رجالہ ثقات۔ انتہی (۳) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۸۱) رجالہ ثقات الا ان شمر بن عطیۃ حدث بہ عن اشیاخہ عن ابی ذر ولم یسم احدا منہم (۴) اخرجہ ابن خسرو وکذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۰۷)

رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تقویٰ والی بات لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔ ابن جریر وغیرہ میں اس کے بعد اَللّٰہُ اَکْبَرُ بھی ہے۔[1]

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کے اذکار

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باقیات صالحات کثرت سے پڑھا کرو۔ صحابہؓ نے پوچھا باقیات صالحات کیا چیزیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہنا۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ اپنی حفاظت کا سامان لے لو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا کوئی دشمن آگیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں آگ سے حفاظت کا سامان لے لو اور سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہا کرو کیونکہ یہ کلمات تم سے آگے جاکر آخرت میں کام آئیں گے اور تمہارے اچھے انجام کا سبب بنیں گے اور یہی وہ اعمال صالحہ ہیں جن کا ثواب باقی رہتا ہے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ نجات دینے والے کلمات ہیں اور اوسط میں طبرانی کی روایت میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کا اضافہ بھی ہے۔[3]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس بات کی طاقت رکھتے ہو کہ روزانہ اُحد پہاڑ کے برابر عمل کرلیا کرو؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون روزانہ اُحد پہاڑ کے برابر عمل کرسکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا تم سب کرسکتے ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیسے؟ آپؐ نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنا اُحد سے بڑا ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا اُحد سے بڑا ہے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا اُحد سے بڑا ہے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا اُحد سے بڑا ہے۔[4]

---

(۱) اخرجہ عبدالرزاق وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والحاکم والبیہقی فی الاسماء والصفات کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۶۵) (۲) اخرجہ احمد وابو یعلی والنسائی واللفظ لہ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وصححہ کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۹۱) وقال الہیثمی (ج ۱ ص ۹۰) رواہ احمد وابو یعلی باسناد ہما حسن (۳) اخرجہ النسائی واللفظ لہ والحاکم والبیہقی قال الحاکم صحیح علی شرط مسلم وفی روایۃ منجیات بتقدیم النون علی الجیم وکذا رواہ الطبرانی فی الاوسط ورواہ فی الصغیر من حدیث ابی ہریرۃ فجمع بین اللفظین فقال و مجنبات واسنادہ جید قوی کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۹۲) واخرجہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ عنہ وفی روایۃ فانہن مقدمات ومن منجیات ومن معقبات ومن الباقیات الصالحات فیہ کثیر بن سلیم وہو ضعیف کما قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۸۹) (۴) اخرجہ ابن ابی الدنیا والنسائی والطبرانی والبزار وقال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۹۱) رواہ الطبرانی والبزار ورجالہما رجال الصحیح وقال المنذری فی الترغیب (ج ۳ ص ۹۳) رواہ ابن ابی الدنیا والنسائی والطبرانی والبزار کلہم عن الحسن عن عمران ولم یسمع ورجالہم رجال الصحیح الا شیخ النسائی عمرو بن منصور وہو ثقۃ۔ انتہی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں پودا لگا رہا تھا کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور فرمایا اے ابوہریرہ! کیا لگا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا پودا لگا رہا ہوں، فرمایا کیا میں تمہیں اس سے بہتر پودا نہ بتادوں؟ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا ان میں سے ہر کلمہ کے بدلے جنت میں ایک درخت لگ جائے گا۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جنت کے باغوں پر گزرو تو خوب چرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جنت کے باغ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا مسجدیں۔ میں نے عرض کیا ان میں چرنے کی کیا صورت ہے؟ آپ نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹہنی پکڑ کر اسے ہلایا تاکہ اس کے پتے گریں لیکن کوئی پتہ نہ گرا۔ آپ نے اسے پھر ہلایا تو پھر بھی کوئی پتہ نہ گرا آپ نے تیسری مرتبہ ہلایا تو پھر پتے گرنے لگے اس پر حضورؐ نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہنے سے گناہ ایسے گرجاتے ہیں جیسے درخت سے پتے۔[3]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دیہاتی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ مجھے ایسا کلام بتادیں جسے میں پڑھتا رہوں۔ آپ نے فرمایا تم یہ پڑھا کرو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ اس نے کہا یہ تمام کلمات تو میرے رب کی تعریف کے ہو گئے میرے لیے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تم یہ دعا مانگا کرو اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ "اے اللہ! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت عطا فرما اور مجھے رزق نصیب فرما" حضرت ابو مالک اشجعی کی روایت میں وَعَافِنِيْ بھی ہے "مجھے عافیت نصیب فرما" ایک روایت میں یہ ہے کہ اس دعا میں تمہاری دنیا اور آخرت دونوں آگئیں۔[4] حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دیہاتی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے قرآن سیکھنے کی بہت کوشش کی لیکن سیکھ نہ سکا۔ اب آپ مجھے کوئی ایسی چیز سکھادیں جو قرآن کی جگہ بھی ہو جائے۔ آپ نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھا کرو اس نے انگلیوں پر گنتے ہوئے یہ

(۱) اخرجه ابن ماجة باسناد حسن واللفظ له والحاكم وقال صحيح الاسناد كذا في الترغيب (ج ۳ ص ۴۸۲) (۲) اخرجه الترمذي قال الترمذي حديث غريب قال المنذري في الترغيب (ج ۳ ص ۹۰) وهو مع غرابته حسن الاسناد (۳) اخرجه احمد قال في الترغيب (ج ۳ ص ۹۳) رجاله رجال الصحيح. اهـ واخرجه الترمذي بمعناه (۴) اخرجه مسلم۔

کلمات کہے اور پھر عرض کیا یا رسول اللہ! یہ سارے کلمات تو میرے ربّ کی تعریف کے ہوگئے خود میرے لیئے کیا ہوا؟ آپؐ نے فرمایا تم یہ دُعا مانگا کرو اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَاھْدِنِیْ یہ سُن کر وہ دیہاتی چل دیا۔ آپؐ نے فرمایا یہ دیہاتی دونوں ہاتھوں کو خیر سے بھر کر جا رہا ہے۔ بیہقی کی روایت میں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ بھی ہے۔[1]

حضرت ابُوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تجھے وہ کلام نہ بتاؤں جو اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ میں نے عرض کیا مجھے وہ کلام ضرور بتائیں جو اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے فرمایا اللہ کو سب سے زیادہ پسند کلام سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ہے۔[2] ترمذی کی روایت میں سُبْحَانَ رَبِّیْ وَبِحَمْدِہٖ ہے۔ مُسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا گیا کونسا کلام سب سے افضل ہے؟ فرمایا وہ کلام جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے لیئے یا اپنے بندوں کے لیئے چُنا اور وہ ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ۔

حضرت ابُوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے گا وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا یا فرمایا جنّت اُس کے لیئے واجب ہو جائے گی اور جو آدمی سَو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کہے گا اُس کے لیئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی۔ صحابہؓ نے عرض کیا پھر تو ہم میں سے کوئی بھی ہلاک نہ ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا ہاں لیکن بات یہ ہے کہ آدمی اتنی نیکیاں لے کر آئے گا کہ کسی پہاڑ پر رکھ دی جائیں تو وہ پہاڑ دب جائے لیکن پھر نعمتیں آئیں گی اور ان کے بدلہ میں وہ نیکیاں سب ختم ہو جائیں گی۔ اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ ہی اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔[3]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپؐ نے فرمایا کیا تم لوگ روزانہ ایک ہزار نیکیاں کمانے سے عاجز ہو؟ پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک صاحب نے پُوچھا کہ ہم کس طرح ایک ہزار نیکیاں کما سکتے ہیں؟ فرمایا آدمی سو دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے تو اُس کے لیئے ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی یا اُس کی ہزار خطائیں گرا دی جائیں گی۔ ترغیب میں ہے کہ مُسلم کی روایت میں تو اَوْ ہے جس کا ترجمہ یا لکھا گیا ہے لیکن ترمذی اور نسائی کی روایت میں واؤ ہے جس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ اور اُس کی

(1) عند ابن ابی الدنیا ورواہ البیہقی مختصر واسنادہ جید کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۹۰) واخرجہ ابوداؤد بتمامہ (۲) اخرجہ مسلم والنسائی ورواہ الترمذی الا انہ قال سُبحان ربی وبحمدہ وقال حدیث حسن صحیح (۳) اخرجہ الحاکم وصححہ من حدیث اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحۃ عن ابیہ کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۸)

ہزار خطائیں گرا دی جائیں گی وَاللّٰہُ اَعْلَمُ[1]

حضرت قیس بن سعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خدمت کرنے کے لئے پیش کیا ایک دن حضورؐ میرے پاس تشریف لائے میں دو رکعت نماز پڑھ کر بیٹھا ہوا تھا آپؐ نے مجھے پاؤں مبارک مار کر فرمایا کیا میں تمہیں جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ نہ بتادوں؟ میں نے کہا ضرور بتائیں فرمایا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (برائیوں سے بچنے کی طاقت اور نیکیاں کرنے کی قوت صرف اللہ ہی سے ملتی ہے)[2] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا کہ اتنے میں آپؐ نے مجھ سے فرمایا اے ابوذر! کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتاؤں؟ میں نے کہا ضرور بتائیں فرمایا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ[3]

حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مجھ سے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا کلمہ نہ سکھادوں جو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا تھا؟ میں نے کہا اے چچا جان! ضرور سکھائیں فرمایا جب حضورؐ میرے مہمان بنے تھے تو ایک دن آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتادوں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ضرور بتادیں۔ فرمایا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کثرت سے پڑھا کرو[4]

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں معراج کی رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر گزر ہوا تو انہوں نے پوچھا اے جبرائیل! یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ حضرت جبرائیل نے کہا یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو حضرت ابراہیمؑ نے حضورؐ سے فرمایا اے محمد! اپنی اُمت سے کہنا کہ وہ جنت کے پودے کثرت سے لگائیں کیونکہ جنت کی مٹی بہت عمدہ ہے اور وہاں بہت کشادہ زمین ہے۔ حضورؐ نے پوچھا جنت کے پودے کیا ہیں؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ طبرانی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے مجھے سلام کیا اور مجھے خوش آمدید کہا اور فرمایا اپنی اُمت سے کہنا۔[5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس نے بِسْمِ اللّٰہِ کہا اُس نے اللہ کا ذکر کیا اور جس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا اُس نے اللہ کا شکر ادا کیا اور جس نے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا اُس نے اللہ کی

---

(۱) اخرجہ مسلم والترمذی وصححہ والنسائی واخرجہ ایضا ابن ابی شیبۃ وعبد بن حمید وابن حبان وابو النعیم کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۱) (۲) اخرجہ الحاکم وصححہ کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۰۴) (۳) اخرجہ ابن ماجۃ وابن ابی الدنیا وابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۰۵) (۴) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۹۸) رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط باسنادین ورجال احدہما ثقات انتہی (۵) اخرجہ احمد باسناد حسن وابن ابی الدنیا وابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۰۰) قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۹۷) ورجال احمد رجال الصحیح غیر عبداللہ بن عبدالرحمان بن عبداللہ بن عمر وہو ثقۃ۔

عظمت بیان کی اور جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا اُس نے اللہ کی توحید بیان کی اور جس نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہا اُس نے فرمانبرداری کا اظہار کیا اور اُس نے خود کو اللہ کے سپرد کر دیا اور اُسے جنت میں اس کی وجہ سے رونق اور خزانہ ملے گا۔[1]

حضرت مُطرّف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ تمہیں بعد میں نفع دیں گے اور وہ یہ ہے کہ تم یہ بات جان لو کہ قیامت کے دِن اللہ کے سب سے بہترین بندے وہ ہوں گے جو (دُنیا میں) اللہ کی خُوب حمد و ثنا کرنے والے ہوں گے۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہِ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا تو ہمیں پتہ چل گیا لیکن اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ ایسا کلمہ ہے جسے اللہ نے اپنے لئے پسند فرمایا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ اسے کہا جائے۔[3]

حضرت ابوظبیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن کوّاء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سُبْحَانَ اللّٰہِ کے بارے میں پُوچھا تو حضرت علیؓ نے فرمایا یہ ایسا کلمہ ہے جسے اللہ نے اپنے لئے پسند فرمایا ہے اور اِس میں ہر بُری صفت سے اللہ کی پاکی بیان کرنا ہے۔[4]

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو مارنے کا حکم دیا تو ان میں سے ایک بِسْمِ اللّٰہِ اور دُوسرا سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنے لگا حضرت عمرؓ نے مارنے والے سے کہا تیرا بھلا ہو سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنے والے کی پٹائی ذرا ہلکی کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہر عیب سے پاک ہونا صرف مومن ہی کے دِل میں پختہ ہوتا ہے۔[5]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جب بھی مَیں تمہیں کوئی بات بتاتا ہوں تو اس کے ساتھ ہی اللہ کی کتاب میں سے وہ آیت ضرور لاتا ہوں جس سے میری اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ مسلمان بندہ جب سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَتَبَارَکَ اللّٰہُ کہتا ہے تو ایک فرشتہ ان کلمات کو لے کر اپنے پر کے نیچے رکھ لیتا ہے پھر انہیں لے کر اُوپر چڑھتا ہے تو وہ فرشتوں کی جس جماعت پر بھی گزرتا ہے وہ ان کلمات کے کہنے والے کے لیے اِستغفار کرتے ہیں آخر وہ ان کلمات کو لے کر اللہ تعالیٰ کی ذات عالی تک پہنچ جاتا ہے پھر حضرت عبداللہؓ نے یہ آیت پڑھی اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ (سُورت فاطر آیت ۱۰) ترجمہ "اچھا کلام اسی تک پہنچتا ہے اور اچھا

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۲) (۲) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۹۵) رواہ احمد موقوف وہو شبہ المرفوع ورجالہ رجال الصحیح (۳) اخرجہ ابن ابی حاتم (۴) عند العسکری فی الامثال واخرجہ ابوالحسن البکائی عنہ نحوہ کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲) (۵) اخرجہ البیہقی فی شعب الایمان کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۰)

کام اس کو پہنچا پاتا ہے۔"[1]

زیادہ اذکار کے بجائے اُن جامع اَذکار کو اختیار کرنا جن کے الفاظ کم اور معنی زیادہ ہوں

حضرت جُوَیرِیَہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم صبح کی نماز کے وقت میرے پاس سے نماز کے لیئے تشریف لے گئے (اور میں اپنے مُصلّے پر بیٹھی ہُوئی تھی) حُضورؐ چاشت کی نماز کے بعد (دوپہر کے قریب) تشریف لائے تو میں اسی حال میں بیٹھی ہُوئی تھی. حُضورؐ نے پُوچھا تم اسی حال پر ہو جس پر تمہیں میں نے چھوڑا تھا. میں نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا میں نے تم سے جُدا ہونے کے بعد چار کلمے تین مرتبہ پڑھے۔ اگر ان کو اس سب کے مقابلہ میں تولا جائے جو تم نے صُبح سے پڑھا ہے تو وہ غالب ہو جائیں وہ کلمے یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَاءَ نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ (اللہ کی پاکی بیان کرتا ہُوں اور اُس کی تعریف کرتا ہُوں اُس کی مخلُوقات کی تعداد کے بقدر اور اُس کی مرضی اور خوشنودی کے بقدر اور اُس کے عرش کے وزن کے بقدر اور اس کے کلمات کی مقدار کے بقدر۔) مُسلم کی روایت میں اِس طرح سے ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ رِضَاءَ نَفْسِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ مِدَادَ کَلِمَاتِہٖ نسائی میں اِس کے بعد یہ ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بھی اسی طرح چار مرتبہ۔ نسائی کی دُوسری روایت میں یہ کلمات اس طرح ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَاءَ نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ[2]

حضرت سعد بن ابی وَقّاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ ایک صحابی عورت کے پاس تشریف لے گئے اُس کے سامنے کھجُور کی گٹھلیاں یا کنکریاں رکھی ہُوئی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جو اِس گننے سے آسان ہو یا فرمایا جو اِس سے افضل ہو سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَآءِ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا بَیْنَ ذٰلِکَ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا ھُوَ خَالِقٌ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ مِثْلَ ذٰلِکَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ مِثْلَ ذٰلِکَ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِثْلَ ذٰلِکَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ مِثْلَ ذٰلِکَ ۔ اللہ کی تعریف اُس مخلوق کے بقدر کرتی ہُوں جو اُس نے آسمان میں پیدا کی اور اُس مخلوق کے بقدر جو اُس نے زمین میں پیدا کی اور اُس مخلوق کے بقدر جو ان دونوں زمین و

(۱) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۹۰) وفیہ المسعودی وہو ثقۃ ولکنہ اختلط وبقیۃ رجالہ ثقات ۔ انتہی واخرجہ الحاکم وقال صحیح الاسناد وفی روایۃ حتی یحیا بھن وجہ الرحمان قال المنذری فی ترغیب (ج ۳ ص ۹۳) کذا فی نسختی یحیا بالحاء المھلۃ وتشدید المثناۃ تحت ورواہ الطبرانی فقال حتی یجیٔ بالجیم ولعلہ الصواب (۲) اخرجہ الستۃ الا البخاری کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۹۴)

آسمان کے درمیان ہے اور اس مخلوق کے بقدر جسے وہ پیدا کرنے والا ہے اور اس سب کے برابر اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور اس سب کے برابر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور اس سب کے برابر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اس سب کے برابر لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ [1]

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میں اپنے ہونٹوں کو ہلا رہا ہوں آپؐ نے پوچھا اے ابو اُمامہ! تم ہونٹ ہلا کر کیا پڑھ رہے ہو؟ میں نے کہا یارسول اللہ! میں اللہ کا ذکر کر رہا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا ذکر نہ بتاؤں جو تمہارے دن رات ذکر کرنے سے زیادہ بھی ہے اور افضل بھی ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ضرور بتائیں۔ فرمایا تم یہ کلمات کہا کرو سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَاخَلَقَ سُبْحَانَ اللّٰہِ مِلْأَ مَاخَلَقَ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَافِی الْاَرْضِ سُبْحَانَ اللّٰہِ مِلْأَ مَافِی الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا اَحْصٰی کِتَابُہٗ سُبْحَانَ اللّٰہِ مِلْأَ مَا اَحْصٰی کِتَابُہٗ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ کُلِّ شَیْءٍ سُبْحَانَ اللّٰہِ مِلْأَ کُلِّ شَیْءٍ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَدَدَ مَاخَلَقَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ مِلْأَ مَاخَلَقَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَدَدَ مَافِی الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ مِلْأَ مَافِی الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَدَدَ مَا اَحْصٰی کِتَابُہٗ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ مِلْأَ مَا اَحْصٰی کِتَابُہٗ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَدَدَ کُلِّ شَیْءٍ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ مِلْأَ کُلِّ شَیْءٍ۔ میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں مخلوق کی تعداد کے برابر، اللہ کی پاکی مخلوق کے بھر دینے کے بقدر، اللہ کی پاکی ان تمام چیزوں کے برابر جو زمین میں ہیں، اللہ کی پاکی ان تمام چیزوں کے بھر دینے کے بقدر جو زمین و آسمان میں ہیں، اللہ کی پاکی ان تمام چیزوں کی تعداد کے برابر جن کو اس کی کتاب نے شمار کیا، اللہ کی پاکی اُن تمام چیزوں کے بھر دینے کے بقدر جن کو اس کی کتاب نے شمار کیا، اللہ کی پاکی ہر چیز کی تعداد کے برابر اور اللہ کی پاکی ہر چیز کو بھر دینے کے بقدر بیان کرتا ہوں۔ اسی طرح اللہ کی تعریف بیان کرتا ہوں (چاروں چیزوں کے شمار کرنے اور بھر دینے کے برابر) [2] طبرانی میں یہ مضمون ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی زبردست چیز نہ بتاؤں کہ اس کے کہنے پر تمہیں اتنا زیادہ ثواب ملے گا کہ اگر تم دن رات عبادت کر کے تھک جاؤ تو بھی اس کے ثواب تک نہ پہنچ سکو؟ میں نے کہا ضرور بتائیں آپؐ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ آخر تک لیکن یہ کلمات مختصر ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہِ اسی طرح سے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ اسی طرح سے [3] طبرانی کی دُوسری روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ان کلمات

---

(۱) اخرجہ ابو داؤد والترمذی وحسنہ والنسائی وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وکذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۹۹) (۲) اخرجہ احمد وابن ابی الدنیا واللفظ لہ والنسائی وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحہما باختصار والحاکم وصححہ علی شرط الشیخین (۳) اخرجہ الطبرانی باسنادین احدہما حسن کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۹۹) واخرجہا الطبرانی ایضا باسناد آخر قال افلا اولک علی ما ہو اکبر من ذکر اللیل علی النہار تقول الحمد للہ (فذکرہ مختصرا وفی روایۃ وتسبیح اللہ مثلہن وفیہ لیث بن ابی سلیم وہو مدلس کما قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۹۲)

کو سیکھ لو اور اپنے بعد اپنی اولاد کو سکھاؤ۔

حضرت اَبُو الدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجھے دیکھا کہ میرے ہونٹ ہل رہے ہیں فرمایا اے اَبُو الدَّرْدَاء! کیا پڑھ رہے ہو؟ میں نے کہا اللہ کا ذکر کر رہا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا ذکر نہ سکھاؤں جو رات کے شروع سے دن تک اور دن کے شروع سے رات تک مسلسل ذکر کرنے سے افضل ہے۔ میں نے کہا ضرور سکھائیں فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ کُلِّ شَیْءٍ سُبْحَانَ اللّٰہِ مِلْأَ مَا أَحْصٰی کِتَابُہٗ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ مِلْأَ مَا خَلَقَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ مِلْأَ مَا أَحْصٰی کِتَابُہٗ [1]

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک دن حلقہ میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اتنے میں ایک آدمی آیا اور اُس نے حضورؐ کو اور لوگوں کو سلام کیا اور کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ۔ حضورؐ نے جواب میں فرمایا وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ جب وہ آدمی بیٹھا تو اُس نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ کَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا اَنْ یُّحْمَدَ وَیَنْبَغِیْ لَہٗ میں اللہ کی ایسی تعریف کرتا ہوں جو بہت زیادہ ہو عمدہ اور بابرکت ہو اور ایسی ہو جیسی ہمارے رب کو پسند ہے اور جیسی اُس کی شان کے مناسب ہے۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا تم نے کیا کہا؟ اُس نے دوبارہ یہی کلمات دُہرا دیئے۔ آپؐ نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! دس فرشتے ان کلمات کی طرف جھپٹے تھے ان میں سے ہر ایک انہیں لکھنا چاہتا تھا لیکن اُنہیں سمجھ نہ آیا کہ انہیں کیسے لکھیں، اِس لیئے وہ کلمات لے کر اوپر اَللہ رَبُّ الْعِزَّت کے دربار میں پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے جیسے کہے ہیں ویسے ہی لکھ دو۔[2]

حضرت اَبُو اَیُّوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی مجلس میں ایک آدمی نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ تو حضورؐ نے پوچھا کہ یہ کلمات کس نے کہے؟ وہ آدمی خاموش رہا اور یوں سمجھا کہ یہ کلمات جو اچانک اُس کی زبان سے نکلے ہیں یہ حضورؐ کو ناگوار گزرے ہیں۔ حضورؐ نے پھر فرمایا وہ کون ہے؟ اُس نے ٹھیک بات ہی کہی ہے۔ اس پر اس آدمی نے کہا میں نے کہے ہیں اور مجھے ان سے خیر کی اُمید ہے۔ فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں نے تیرہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ تمہارے

[1] اخرجہ الطبرانی والبزار قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۹۴) وفیہ لیث بن ابی سلیم وہو ثقۃ ولکنہ اختلط والباسرائیل الملائی حسن الحدیث ولبقیۃ رجالہا رجال الصحیح انتہی وفی اسنادہ عن ابن حجر بل الاکثر علی تضعیفہ ولبعضہم وصفہ مع سوء الحفظ والاضطراب بالصدق [2] اخرجہ احمد قال المنذری فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۰۲) رواہ احمد ورواتہ ثقات والنسائی وابن حبان فی صحیحہ الا انہما قال کما یحب ربنا ویرضی انتہی۔

ان کلمات کو اللہ کے دربار میں پیش کرنے کے لئے جھپٹ رہے ہیں [1]

حضرت سعید بن جُبَیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک آدمی کے پاس تسبیح ہے جس پر وہ اللہ کا ذکر کر رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تسبیح پر لمبے چوڑے ذکر کرنے کے بجائے اسے یہ کلمات کہنا کافی ہیں (کہ ان میں الفاظ کم ہیں لیکن معنی بہت زیادہ ہیں) سُبْحَانَ اللّٰہِ مِلْأَ السَّمٰوٰتِ وَ مِلْأَ مَاشَاءَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ میں اللہ کی پاکی اتنی بیان کرتا ہوں جو آسمانوں کو بھر دے اور آسمانوں کے بعد اللہ جس چیز کو چاہے، اُسے بھر دے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ مِلْأَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمِلْأَ مَاشَاءَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ مِلْأَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمِلْأَ مَاشَاءَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ [2]

نمازوں کے بعد کے اذکار اور سونے کے وقت کے اذکار

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فقراء مہاجرین نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مالدار لوگ سارے بلند درجے لے اُڑے اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں اُن کے حصہ میں آ گئیں۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں؟ عرض کیا جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں ویسے یہ بھی پڑھتے ہیں۔ جیسے ہم روزہ رکھتے ہیں یہ بھی رکھتے ہیں لیکن یہ صدقہ خیرات کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے۔ یہ غلام آزاد کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتا دوں کہ تم اس پر عمل کر کے اپنے سے پہلوں کو پکڑ لو اور بعد والوں سے بھی آگے بڑھے رہو اور کوئی شخص تم سے اُس وقت تک افضل نہ ہو جب تک وہ بھی اس چیز کو نہ کر لے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتا دیجئے۔ ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳-۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو (ان حضرات نے شروع کر دیا مگر اُس زمانے کے مالدار بھی اسی نمونہ کے تھے۔ اُنہوں نے بھی معلوم ہونے پر شروع کر دیا) تو فقراء مہاجرین دوبارہ حاضر ہوئے کہ یَارَسُوْلَ اللّٰہ! ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی سُن لیا اور وہ بھی یہی کرنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ راوی حضرت سمی کہتے ہیں میں نے گھر والوں کو یہ حدیث سُنائی تو اُنہوں نے مجھے کہا آپ کو سمجھنے میں غلطی ہو گئی ہے۔ آپ کے اُستاد نے یوں کہا ہو گا سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳-۳۳ مرتبہ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھا کرو اس پر میں (اپنے اُستاد) حضرت ابُوصالح کے پاس گیا اور گھر والوں کی بات اُنہیں بتائی۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ ایک مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ

[1] عند الطبرانی باسناد حسن والحاکم والبیہقی وابن ابی الدنیا کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۰۲) [2] اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۰۳)

دو مرتبہ اس طرح انہوں نے ۳۳ مرتبہ ان کلمات کو گنا (کہ اللہُ اکبر بھی اس حدیث میں ۳۳ بار ہے ۳۴ بار نہیں) [1] ابُو داؤد میں یہ روایت اس طرح ہے کہ حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابُوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! مالدار تو سارا اجر و ثواب لے گئے آگے پچھلی حدیث جیسا مضمُون ذکر کیا اور اس روایت میں یُوں ہے کہ تم ہر نماز کے بعد اللہُ اکبرُ ۳۳ مرتبہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ مرتبہ کہا کرو اور ان کے آخیر میں یہ کہا کرد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ جب تم یہ سب کچھ کہہ لو گے تو تمہارے سارے گُناہ مُعاف ہو جائیں گے چاہے سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں [2] ترمذی اور نسائی میں یہ روایت حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور اس میں یہ ہے کہ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فقراء مُہاجرین سے فرمایا جب تم نماز پڑھ چکو تو سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۱۰ مرتبہ کہہ لیا کرو [3]

حضرت اُمِّ دَرداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت ابُوالدرداء رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک مہمان آیا۔ حضرت ابُوالدرداءؓ نے اس سے پُوچھا کہ تم نے ٹھہرنا ہے تو ہم تمہاری سواری چرنے کے لئے بھیج دیں؟ اور اگر ابھی جانا ہے تو چارہ ساتھ کر دیں اس نے کہا نہیں میں نے ابھی جانا ہے۔ فرمایا میں تمہیں ایسا عُمدہ توشہ دوں گا کہ اگر اس سے بہتر توشہ مجھے مِلتا تو میں تمہیں وہ دیتا۔ میں نے حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسُولَ اللہ! مالدار لوگ تو دُنیا اور آخرت دونوں لے اُڑے۔ ہم بھی نماز پڑھتے ہیں وہ بھی نماز پڑھتے ہیں ہم بھی روزہ رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں۔ وہ صدقہ دیتے ہیں ہم صدقہ نہیں دے سکتے۔ حُضورؐ نے فرمایا کیا میں ایسا کام نہ بتاؤں کہ جب تم اسے کرو گے تو پہلے والوں میں سے کوئی تم سے آگے نہ نکل سکے گا اور بعد والوں میں سے کوئی تم کو پا نہ سکے گا، البتہ جو یہ عمل کرلے گا وہ تمہیں پالے گا۔ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور ۳۴ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا کرو [4]

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ مُرسلاً روایت کرتے ہیں کہ کچھ مسلمان فُقراء نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! مالدار تو سارا اجر و ثواب لے گئے۔ وہ صدقہ کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے وہ خرچ کرتے ہیں ہم نہیں

---

(۱) اخرجہ البخاری ومسلم واللفظ لہ (۲) واخرجہ الترمذی وحسنہ والنسائی من حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما نحوہ (۳) کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۰۱) واخرجہ ابن عساکر عن ابی ہریرۃ نحو روایۃ ابی داؤد کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۶) والبخاری فی التاریخ والطیالسی وابن عساکر عن ابی ذر نحوہ وزاد وبعد ذلک ذکر الصدقات کما فی الکنز (ج ۳ ص ۳۱۵) وقال سندہ حسن واخرجہ البزار عن ابن عمر رضی اللہ عنہما مطولاً جداً کما فی المجمع (ج ۱۰ ص ۱۰۱) (۴) اخرجہ احمد والبزار والطبرانی باسانید قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۰۱) واحد اسانید الطبرانی رجالہ رجال الصحیح (۱ھ) واخرجہ عبدالرزاق کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۲) نحوہ وزاد ویجاہدون کما نجاہد وصلوٰۃ مکتوبۃ

نہ رکھتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذرا یہ بتاؤ اگر دنیا کا سارا مال ایک دوسرے پر رکھا جائے تو کیا یہ آسمان تک پہنچ جائے گا؟ انہوں نے کہا نہیں یا رسول اللہ! فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جس کی جڑ زمین میں ہے اور اس کی شاخ آسمان میں؟ تم ہر نماز کے بعد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ دس مرتبہ کہا کرو۔ اِن کلمات کی جڑ زمین میں اور شاخ آسمان میں ہے۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کی تو ان کے ساتھ ایک چادر، چمڑے کا ایک گدا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، دو چکیاں، ایک مشکیزہ اور دو گھڑے بھیجے۔ میں نے ایک دن حضرت فاطمہؓ سے کہا کنویں سے ڈول کھینچتے کھینچتے میرے سینے میں تکلیف شروع ہو گئی ہے اور تمہارے والد محترم کے پاس اللہ نے قیدی بھیجے ہیں جاؤ اور ان سے خادم مانگ لاؤ۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا اللہ کی قسم! میں نے بھی اتنی چکی پیسی ہے کہ میرے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے ہیں، چنانچہ وہ حضورؐ کی خدمت میں گئیں۔ حضورؐ نے فرمایا اے بٹیا! کیسے آئی ہو؟ حضرت فاطمہؓ نے کہا بس آپ کو سلام کرنے آئی ہوں اور شرم کی وجہ سے غلام نہ مانگ سکیں اور یوں ہی واپس آگئیں میں نے اُن سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ انہوں نے کہا میں تو شرم کی وجہ سے غلام نہ مانگ سکی پھر ہم دونوں اکٹھے حضور کی خدمت میں گئے اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کنویں سے پانی کھینچتے کھینچتے میرے سینے میں تکلیف ہو گئی ہے حضرت فاطمہؓ نے کہا چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے ہیں۔ اب اللہ نے آپ کے پاس قیدی بھیجے ہیں اور کچھ وسعت عطا فرمائی ہے، اس لئے ہمیں بھی ایک خادم دے دیں۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ کی قسم اصُفّہ والے سخت فقر و فاقہ میں ہیں اور بھوک کے مارے ان کا بُرا حال ہے ان پر خرچ کرنے کے لئے میرے پاس اور کچھ ہے نہیں، اس لئے یہ غلام بیچ کر میں ساری رقم ان پر خرچ کروں گا، اس لئے میں تمہیں کوئی خادم نہیں دے سکتا۔ ہم دونوں واپس آگئے۔ ہمارا ایک چھوٹا سا کمبل تھا جب اس سے سر ڈھانکتے تو پاؤں کھل جاتے اور جب پاؤں ڈھانکتے تو سر کھل جاتا۔ رات کو ہم دونوں اس میں لیٹے ہوئے تھے کہ اچانک حضورؐ ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ ہم دونوں اٹھنے لگے تو فرمایا اپنی جگہ لیٹے رہو پھر فرمایا تم نے مجھ سے جو خادم مانگا ہے کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتا دوں؟ ہم نے کہا ضرور بتا دیں۔ فرمایا یہ چند کلمات مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سکھائے ہیں تم دونوں ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ دس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ دس مرتبہ

(۱) اخرجہ عبد الرزاق وابن زنجویہ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۷)

اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا کرو اور جب بستر پر لیٹا کرو تو ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور ۳۴ مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا کرو۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! جب سے میں نے یہ تسبیحات حضورؐ سے سنی ہیں کبھی نہیں چھوڑیں۔ راوی کہتے ہیں ابن کواء نے حضرت علیؓ سے پوچھا کیا جنگ صفین کی رات کو بھی نہیں چھوڑیں؟ فرمایا اے عراق والو! اللہ تمہیں مارے، جنگ صفین کی رات کو بھی نہیں چھوڑیں[1] ابن ابی شیبہ میں حضرت علیؓ کی یہی حدیث اس طرح سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم دونوں کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمہارے لئے خادم سے بھی بہتر ہے؟ تم دونوں ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ، ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور ۳۴ مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا کرو۔ اس طرح یہ سو ہو جائیں گے اور جب رات کو بستر پر لیٹا کرو تو بھی یہی کلمات کہا کرو۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کے کام کاج کی شکایت کرنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! چکی پیسنے کی وجہ سے میرے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے خود ہی چکی پیستی ہوں خود ہی آٹا گوندھتی ہوں۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا اگر اللہ تمہیں کوئی چیز دینا چاہتے ہیں تو وہ تمہارے پاس خود ہی آجائے گی لیکن میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتاؤں گا جب تم بستر پر لیٹا کرو تو ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور ۳۴ مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا کرو اس طرح یہ کلمات سو ہو جائیں گے اور یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہیں۔ صبح کی نماز کے بعد اور مغرب کی نماز کے بعد دس دس مرتبہ یہ کلمات کہا کرو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ان میں سے ہر کلمہ کے بدلے میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور دس گناہ گرائے جائیں گے اور ان میں سے ہر کلمہ کا ثواب اتنا ہوگا جتنا اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے ایک غلام آزاد کرنے کا اور اس دن کا شرک کے علاوہ کا ہر گناہ معاف کر دیا جائے گا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ جب تم صبح کو ان کلمات کو کہہ لو گی تو شام کو کہنے تک ہر شیطان سے اور ہر بری حالت سے ان کلمات کی وجہ سے حفاظت ہوگی[2]

[1] اخرجہ احمد قال المنذری فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۱۲) رواہ احمد واللفظ لہ ورواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی وفی ہذا السیاق ما یتنزہ واسنادہ جید ورواتہ ثقات وعطاء بن السائب ثقۃ وقد سمع منہ حماد بن سلمۃ قبل اختلاط انتہی واخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۲۵) عن علی مثلہ واخرجہ ایضا الحمیدی وابن ابی شیبۃ وعبد الرزاق والعدنی وابن جریر والحاکم وغیرہم عن عطاء بن السائب عن ابیہ عن علی مطولا وروی النسائی وابن ماجۃ بعضہ کما فی الکنز (ج ۸ ص ۶۶) (۲) کذا فی الکنز وقد بسط فیہ فی طرق حدیث علی ہذا (۳) عند احمد قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۰۸) رواہ احمد والطبرانی بنحوہ اختصر منہ وقال ہی تمر ستک مکان وہو واسنادہما حسن۔ انتہی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ لیتے تو ان کلمات کو فرماتے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا رَادَّ لِمَا قَضَيْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں (سارا) مُلک اُسی کا ہے اور ساری تعریفیں اُسی کے لئے ہیں وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! جو نعمت تو دے اُسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تُو روک لے اُسے کوئی دینے والا نہیں اور جو فیصلہ تُو کر دے اُسے کوئی ٹالنے والا نہیں اور تیرے سامنے کسی مالدار کو اس کی دولت کام نہیں دیتی"[1]

صُبح اور شام کے اذکار

بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلام عبدالحمید کی والدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی کی خدمت کیا کرتی تھیں اُنہوں نے اپنے بیٹے کو بتایا کہ حضورؐ کی صاحبزادی نے مجھے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سکھایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے صُبح کو یہ کلمات کہو سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا "مَیں اللہ کی پاکی اور اس کی تعریف بیان کرتی ہُوں نیکیاں کرنے کی طاقت صرف اللہ ہی سے ملتی ہے۔ جو اللہ نے چاہا وہی ہُوا اور جو نہیں چاہا وہ نہیں ہُوا۔ مَیں جانتی ہُوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ کے علم نے ہر چیز کو گھیرا ہُوا ہے" جو ان کلمات کو صُبح کہے گا وہ شام تک محفوظ رہے گا اور جو شام کو کہے گا وہ صبح تک محفوظ رہے گا[2]

حضرت ابُوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو آدمی صبح و شام یہ کلمات سات مرتبہ کہے گا حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ "اللہ مجھے کافی ہے اس کے سِوا کوئی معبود نہیں اسی پر مَیں نے توکل کیا وہ عظیم عرش کا رب ہے" اللہ تعالیٰ ہر فکر و پریشانی سے اس کی کفایت کریں گے چاہے سچے دِل سے کہے یا جھُوٹے سے[3]

(1) اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۰۱) واسنادہ حسن واخرجہ البزار ایضا عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مثلہ الا ان فی روایۃ اذا انصرف من صلاۃ وزاد بیدہ الخیر ولم یذکر یحیی ویمیت ولا قولہ ولا راد لما قضیت قال الہیثمی رواہ البزار والطبرانی بنحوہ الا انہ زاد یحیی ویمیت ولم یقل بیدہ الخیر واسنادہا حسن واخرجہ الطبرانی عن المغیرۃ رضی اللہ عنہ مثل حدیث جابر رضی اللہ عنہ الا ان فی روایۃ فی دبر صلاۃ وزاد وہو حی لا یموت بیدہ الخیر ولم من قولہ اللہم لا مانع۔ الی آخرہ قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۰۲) رجالہ رجال الصحیح وہو فی الصحیح باختصار۔ اھ (2) اخرجہ ابوداؤد والنسائی قال المنذری فی مختصر السنن وفی اسنادہ امراۃ مجہولۃ واخرجہ ایضا ابن السنی کما فی تحفۃ الذاکرین (ص ۶۶) (3) اخرجہ ابوداؤد

بازاروں میں اور غفلت کی جگہوں میں اللہ کا ذکر کرنا

حضرت عِصمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ پسندیدہ عمل سُبحۃُ الحدیث ہے اور اللہ کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل تحریف ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! سُبحۃُ الحدیث کیا ہے؟ فرمایا سُبحۃُ الحدیث یہ ہے کہ لوگ باتیں کر رہے ہوں اور ایک آدمی تسبیح و تہلیل اور اللہ کا ذکر کر رہا ہو پھر ہم نے پوچھا یا رسول اللہ! تحریف کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا تحریف یہ ہے کہ لوگ خیریت سے ہوں اچھے حال پر ہوں اور کوئی پڑوسی یا ساتھی پوچھے تو یوں کہہ دیں کہ ہم بُرے حال میں ہیں۔[1]

حضرت ابُو ادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت مُعاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگوں کے ساتھ بیٹھتے ہو تو وہ لوگ لامحالہ باتیں شروع کر دیں گے جب تم دیکھو کہ وہ (اللہ سے) غافل ہو گئے ہیں تو تم اُس وقت اپنے ربّ کی طرف پورے ذوق شوق سے متوجہ ہو جانا۔ ولید راوی کہتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن یزید بن جابرؒ سے اِس حدیث کا ذکر کیا گیا تو اُنہوں نے کہا یہ بات ٹھیک ہے اور مجھے حضرت ابوطلحہ حکیم بن دینارؒ نے بتایا کہ صحابہ کرامؓ کہا کرتے تھے کہ مقبول دُعا کی نشانی یہ ہے کہ جب تم لوگوں کو غافل دیکھو تو اُس وقت تم اپنے ربّ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔[2]

حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بازار میں دو آدمیوں کی آپس میں ملاقات ہوئی۔ ایک نے دُوسرے سے کہا لوگ اس وقت (اللہ سے) غافل ہیں آؤ ہم اللہ سے اِستغفار کریں۔ چُنانچہ دونوں نے ایسا کیا پھر دونوں میں سے ایک کا اِنتقال ہو گیا۔ دُوسرے نے اُسے خواب میں دیکھا تو اُس نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ جب شام کو بازار میں ہماری ملاقات ہوئی تھی تو اللہ نے اُس وقت ہماری مغفرت کر دی تھی۔[3]

سفر کے اذکار

حضرت ابولاس خُزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سفر حج کے لیے صدقہ کے اُونٹ دیئے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ اونٹ ہمیں اُٹھا نہیں سکیں گے۔ فرمایا ہر اُونٹ کے کوہان پر ایک شیطان ہوتا ہے جب تم ان پر سوار ہونے

(۱) اخرجہ الطبرانی کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۹۳) قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۸۱) وفیہ الفضل بن المختار وہو ضعیف (۲) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۳۶) (۳) اخرجہ ابن ابی الدنیا وغیرہ کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۶۱)

لگو تو جیسے اللہ نے تمہیں حکم دے رکھا ہے تم اللہ کا نام لو پھر انہیں اپنے کام میں لاؤ ان سے اپنی خدمت لو یہ تمہیں اللہ کے حکم سے اُٹھالیں گے[1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجھے سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا۔ جب آپؐ سواری پر ٹھیک طرح سے بیٹھ گئے تو آپؐ نے ۳ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اور ایک مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا پھر میرے اُوپر لیٹ کر مسکرانے لگے پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا جو بھی آدمی اپنی سواری پر سوار ہو کر وہ کام کرے جو میں نے کئے ہیں تو اللہ اس کی طرف متوجہ ہو کر ایسے ہی مسکرائیں گے جیسے میں تمہیں دیکھ کر مسکرایا ہوں[2]

حضرت ابوملیح بن اُسامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں سواری پر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ہمارے اُونٹ کو ٹھوکر لگی میں نے کہا شیطان ہلاک ہو حضورؐ نے فرمایا یہ مت کہو کہ شیطان ہلاک ہو کیونکہ اس سے تو وہ پھول کر کمرے جتنا ہو جائے گا (یُوں کہے گا کہ یہ مجھے کچھ سمجھتا ہے تبھی تو مجھے بُرا کہا) اور کہے گا میری طاقت سے ایسا ہوا بلکہ یُوں کہو بِسْمِ اللّٰہِ اس سے وہ مکھی کی طرح چھوٹا ہو جائے گا[3]

حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب کسی اُونچی جگہ پر چڑھتے تو یہ دُعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ لَکَ الشَّرَفُ عَلٰی کُلِّ شَرَفٍ وَ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی کُلِّ حَالٍ "اے اللہ! ہر اُونچی جگہ پر تیرے لئے بُلندی ہے اور ہر حال میں تیرے لئے تمام تعریفیں ہیں"[4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم کسی منزل پر اُترتے تو کجاووں کے کھولنے تک سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھتے رہتے[5] سفر جہاد میں اللہ کے ذکر کرنے کے عنوان میں اس باب کے کچھ قصے گزر چکے ہیں۔

(۱) اخرجہ احمد والطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۱) رواہ احمد والطبرانی باسانید رجال احدہا رجال الصحیح غیر محمد بن اسحٰق وقد صرح بالسماع فی احدہا انتہی وذکر فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۱۴) فی ترجمۃ ابی لاس روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الحمل علی ابل الصدقۃ فی الحج وذکر البخاری حدیثہ فی الصحیح تعلیقا واخرج البغوی وغیرہ عن ابی سہل الخزاعی رضی اللہ عنہ قال حملنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ابل الصدقۃ (۲) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۱) وفیہ ابوبکر بن ابی مریم وہو ضعیف اھ (۳) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۲) رجالہ رجال الصحیح غیر محمد بن حمران وہو ثقۃ۔ واخرجہ احمد باسانید عن ابی تمیمۃ الہجیمی عمن کان ردف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کنت ردفہ علی الحمار فعثر الحمار فذکر نحوہ وفی روایۃ وقال صرعتہ بقوتی واذا قلت بسم اللہ تصاغرت الیہ نفسہ حتی یکون اصغر من ذباب ورجالہا کلہا رجال الصحیح (۴) اخرجہ احمد وابو یعلی قال الہیثمی وفیہ زیاد النمیری وقد وثق علی ضعفہ وبقیۃ رجالہ ثقات انتہی۔ (۵) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال شعبۃ تسبیحا باللسان واسنادہ جید کما قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۲)

حضرت عوف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے نکلتے تو یہ دُعا پڑھتے بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ "اللہ کے نام سے نکلتا ہوں، میں نے اللہ پر توکّل کیا گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت صرف اللہ سے ہی ملتی ہے"۔ حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ دُعا تو قرآن میں بھی ہے ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللّٰهِ (سورت ہود آیت ۴۱) ترجمہ "اس کشتی میں سوار ہو جاؤ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ ہی کے نام سے ہے" اور انہوں نے عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا کے الفاظ بیان کیئے [1]

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر درود بھیجنا

حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب رات کا دو تہائی حصہ گزر جاتا تو آپؐ کھڑے ہو جاتے اور فرماتے اے لوگو! اللہ کا ذکر کرو، اللہ کا ذکر کرو۔ ہلا دینے والی چیز آگئی (مراد پہلی مرتبہ صُور پھونکنا ہے) جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آئے گی (مراد دوسری مرتبہ صُور پھونکنا ہے) موت اپنے اندر لی ہوئی مصیبتوں کے ساتھ آگئی ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ پر درود شریف کثرت سے پڑھنا چاہتا ہوں تو میں نے ذکر و دُعا کے لیئے جتنا وقت مقرر کر رکھا ہے اس میں سے کتنا وقت آپؐ پر درود پڑھنے کے لیئے مقرر کر دوں؟ فرمایا جتنا تم چاہو۔ میں نے کہا چوتھائی وقت مقرر کر دوں؟ فرمایا جتنا تم چاہو لیکن اگر اس سے بڑھا دو تو بہتر ہے میں نے کہا آدھا وقت مقرر کر دوں؟ فرمایا جتنا تم چاہو لیکن اگر اس سے بڑھا دو تو بہتر ہے۔ میں نے کہا دو تہائی کر دوں؟ فرمایا جتنا تم چاہو لیکن اگر بڑھا دو تو بہتر ہے۔ میں نے کہا پھر تو میں سارا وقت ہی آپ کے لیئے کر دیتا ہوں فرمایا پھر تو تمہارے ہر فکر کی کفایت کی جائے گی اور تمہارا ہر گناہ معاف کر دیا جائے گا[2]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم میں سے یعنی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے صحابہؓ میں سے چار پانچ صحابیؓ دن رات حضورؐ کے ساتھ رہا کرتے تھے کبھی آپؐ سے جدا نہیں ہوتے تھے تاکہ آپؐ کو جو ضرورت پیش آئے اس میں کام آسکیں، چنانچہ ایک دن میں آپؐ کی خدمت میں آیا تو آپؐ کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ میں بھی آپؐ کے پیچھے

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۹) رواہ الطبرانی موقوفا واسنادہ منقطع وفیہ المسعودی وقد اختلط انتہی (۲) اخرجہ احمد و ابن منیع والرویانی والحاکم والبیہقی فی شعب الایمان وسعید بن منصور وعبد بن حمید کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۵) وقال لروایۃ ابن منیع حسن و اخرجہ الترمذی وقال حسن وصححہ الحاکم کما فی الترغیب (ج ۳ ص ۴۹۳) وابو نعیم کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۵) من حبان ابن منقذ مختصرا مقتصرا علی آخرہ۔

ہولیا آپؐ رؤساء انصار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے اور نماز شروع کر دی اور سجدہ فرمایا اور بہت لمبا سجدہ کیا میں رونے لگ پڑا میں یہ سمجھا اللہ نے آپؐ کی روح قبض کر لی ہے پھر آپؐ نے سر اٹھا کر مجھے بلایا اور فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے بہت لمبا سجدہ کیا جس کی وجہ سے مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید اللہ نے اپنے رسولؐ کی روح قبض کر لی ہے اور اب میں آپ کو کبھی بھی زندہ نہ دیکھ سکوں گا۔ آپؐ نے فرمایا میرے رب نے مجھ پر میری اُمت کے بارے میں ایک خاص فضل فرمایا ہے اس کے شکرانے میں میں نے اتنا لمبا سجدہ کیا اور وہ یہ ہے کہ میری اُمت میں سے جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اُس کے لئے دس نیکیاں لکھیں گے اور اس کی دس برائیاں مٹا دیں گے[1] احمد اور حاکم کی روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے کہا کیا میں آپ کو خوشخبری نہ سناؤں؟ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جو آپ پر درود بھیجے گا میں اُس پر رحمت نازل کروں گا اور جو آپ پر سلام بھیجے گا میں اُس پر سلام بھیجوں گا، اس لئے میں نے شکرانے میں اللہ کے لئے اتنا لمبا سجدہ کیا[2]

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش تھے اور خوشی کے آثار آپؐ کے چہرے پر نظر آ رہے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج تو آپ بہت ہی خوش ہیں اور خوشی کے آثار آپؐ کے چہرے پر نظر آ رہے ہیں۔ فرمایا جی ہاں! میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک فرشتہ آیا اور اُس نے کہا آپ کی اُمت میں سے جو آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اُس کے لئے دس نیکیاں لکھیں گے اور اُس کی دس برائیاں مٹا دیں گے اور اُس کے دس درجے بلند کر دیں گے اور جواب میں اُس پر اتنی ہی رحمت نازل کریں گے[3]

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منبر کے قریب ہو جاؤ ہم لوگ حاضر ہو گئے جب حضورؐ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین جب دوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین جب آپؐ فارغ ہو کر نیچے اُترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپؐ سے (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے (جب میں نے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو) اُنہوں نے

---

[1] اخرجہ ابویعلی واللفظ لہ وابن ابی الدنیا (۲) قال الحاکم صحیح کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۵۵) وقال فی روایتہما ای ابی یعلی وابن ابی الدنیا موسیٰ بن عبیدۃ الزبدی وقال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۶۱) وہو ضعیف (۳) اخرجہ احمد والنسائی واخرجہ ابن حبان فی صحیحہ والطبرانی بنحوہ کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۵۷) واخرجہ ایضا عبدالرزاق بنحوہ کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۶) وللحدیث طرق کثیرۃ والفاظ مختلفۃ۔

کہا ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی ہو۔ میں نے کہا آمین پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے میں نے کہا آمین جب میں تیسرے درجے پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پاویں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں میں نے کہا آمین[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں باہر آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں لوگوں میں سب سے زیادہ بخیل آدمی نہ بتاؤں؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور بتائیں فرمایا جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو یہ لوگوں میں سب سے زیادہ بخیل آدمی ہے[2]

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمارے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھ گئے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے تو یا رسول اللہ! آپ ہمیں بتائیں کہ ہم آپ پر کس طرح درود پڑھا کریں۔ حضورؐ نے سکوت فرمایا یہاں تک کہ ہم تمنا کرنے لگے کہ کاش وہ حضورؐ سے یہ بات نہ پوچھتے پھر حضورؐ نے کچھ دیر کے بعد فرمایا یوں کہا کرو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ "اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آل محمد پر ایسے درود بھیج جیسے تو نے ابراہیم (علیہ السلام) پر درود بھیجا اور محمدؐ پر اور آل محمدؐ پر ایسے برکت نازل فرما جیسے تو نے ابراہیمؑ پر تمام جہانوں میں برکت نازل فرمائی بیشک تو ہر تعریف کا مستحق اور بڑی شان والا ہے۔" اور مجھ پر سلام پڑھنے کا طریقہ تو تمہیں (التحیات میں) معلوم ہو چکا ہے[3]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے لگو تو اچھی طرح بھیجا کرو کیونکہ تمہیں پتہ نہیں ہے تمہارا درود تو حضورؐ پر (فرشتوں کے ذریعہ) پیش

(۱) اخرجہ الحاکم وصححہ واخرجہ ابن حبان فی صحیحہ عن مالک بن الحویرث والبزار والطبرانی عن عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ وابن خزیمۃ وابن حبان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ والطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما بنحوہ کما فی الترغیب (ج ۲ ص ۱۴۶) واخرج الطبرانی ایضاً حدیث کعب ورجالہ ثقات کما قال الہیثمی وحدیث مالک وفیہ عمران بن ابان وثقہ ابن حبان وضعفہ غیر واحد من ہذا الطریق اخرجہ ابن حبان کما قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۶۶) (۲) اخرجہ ابن ابی عاصم فی کتاب الصلاۃ کذا فی الترغیب (ج ۲ ص ۱۷۰) (۳) اخرجہ مالک وابن ابی شیبۃ ومسلم واللفظ لہ الا ابن ماجۃ وعبدالرزاق وعبد بن حمید کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۷)

کیا جاتا ہے لوگوں نے عرض کیا آپ ہمیں سکھا دیں فرمایا یوں کہا کرو اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِکَ وَرَحْمَتَکَ وَبَرَکَاتِکَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ اِمَامِ الْخَیْرِ وَقَائِدِ الْخَیْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَۃِ اَللّٰھُمَّ ابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یَّغْبِطُہٗ بِہِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ " اے اللہ! اپنی خاص رحمتیں، مہربانی اور اپنی برکتیں اس ذات کے حصے میں کر دے جو تمام رسولوں کے سردار، سب متقیوں کے امام اور آخری نبی ہیں جن کا نام محمدؐ ہے جو تیرے بندے اور رسول ہیں جو خیر کے امام اور پیشوا ہیں اور رحمت والے رسول ہیں۔ اے اللہ! ان کو اس مقامِ محمود میں اٹھا جس پر تمام اگلے پچھلے لوگ رشک کریں گے۔" اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ درود کے جو الفاظ سکھایا کرتے تھے وہ پہلے گزر چکے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جیسے پانی آگ کو مٹا دیتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا اس سے زیادہ خطاؤں کو مٹانے والا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنا غلام آزاد کرنے سے افضل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت غلام آزاد کرنے سے اور اللہ کے راستہ میں تلوار چلانے سے افضل ہے۔[2]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تک تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں بھیجتے اس وقت تک دعا آسمان اور زمین کے درمیان رکی رہتی ہے بالکل اوپر نہیں جاتی۔[3] حضرت عمرؓ نے فرمایا جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں پڑھ لیا جاتا اس وقت تک دعا ساری کی ساری آسمان سے پہلے رکی رہتی ہے جب درود آجاتا ہے پھر دعا اوپر جاتی ہے۔[4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں پڑھ لیا جاتا اس وقت تک ہر دعا رکی رہتی ہے۔[5]

(۱) اخرجہ ابن ماجۃ موقوفا باسناد حسن کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۲۶۵) (۲) اخرجہ الخطیب والاصبہانی کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۳) (۳) اخرجہ الترمذی وعندابن راہویہ بسند صحیح عن عمر قال ذکر لی ان الدعا یکون بین السماء والارض فذکر نحوہ (۴) عند الرہاوی واخرجہ الدیلمی وعبدالقادر الرہاوی فی الاربعین عن عمر مرفوعا موقوفا من قولہ وہو اصح من المرفوع وقال الحافظ العراقی وہو ان کان موقوفا علیہ فمثلہ لا یقال من قبل الرای وانما ہو امر توقیفی فحکمہ حکم المرفوع کما صرح بہ جماعۃ من الائمۃ اہل الحدیث والاصول کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۴) (۵) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط موقوفا قال المنذری فی ترغیبہ رواتہ ثقات ورفعہ بعضہم والموقوف اصح۔ اھ واخرجہ ایضا البیہقی فی شعب الایمان وعبیداللہ العیشی فی حدیثہ وعبدالقادر الرہاوی فی الاربعین کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو آدمی جمعہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سو دفعہ دُرُود پڑھے گا وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اُس کے چہرے پر خاص قسم کا نُور ہو گا جسے دیکھ کر لوگ کہیں گے یہ کونسا عمل کیا کرتا تھا؟ (جس کی وجہ سے اسے یہ نُور ملا ہے)[1]

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما نے فرمایا نبیوں کے علاوہ کسی اور پر دُرُود بھیجنا مُناسب نہیں[2]

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کسی کی طرف سے کسی پر دُرُود بھیجنا مناسب نہیں صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرُود بھیجنا چاہیئے[3]

اِستِغفار کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم شُمار کیا کرتے تھے کہ حُضُور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی مجلس میں سو دفعہ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ کہہ لیتے "اے میرے رب! میری مغفرت فرما میری توبہ قبول فرما بیشک تُو ہی توبہ قبول کرنے والا اور نہایت مہربان ہے"[4]

حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَیں نے حُضُور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی زبان کی تیزی کی شکایت کی آپؐ نے فرمایا تم اِستِغفار سے کہاں غفلت میں پڑے ہو؟ مَیں تو روزانہ اللہ سے سَو مرتبہ اِستغفار کرتا ہُوں[5] ابو نعیم کی دُوسری روایت میں حضرت حُذیفہؓ فرماتے ہیں مَیں نے حُضُور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میری زبان گھر والوں کے بارے میں تیزی کر جاتی ہے جس سے مجھے ڈر ہے کہ یہ تو مجھے آگ میں داخل کر دے گی۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمُون ذکر کیا ہے۔

حضرت اَنَس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حُضُور صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ سے اِستِغفار کرو۔ ہم نے اِستِغفار کیا فرمایا پُورے سَتّر مرتبہ کرو۔ ہم نے سَتّر مرتبہ کیا۔ فرمایا جو بندہ اور بندی ایک دن میں ستّر مرتبہ اللہ سے اِستغفار کرے گا اللہ اُس کے سات سو گُناہ معاف کر دیں گے اور وہ بندہ اور بندی نامُراد ہو گیا جو دن اور رات میں سات سو سے زیادہ گُناہ کرے[6]

(۱) اخرجه البیهقی فی شعب الایمان کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۴) (۲) اخرجه عبدالرزاق کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۶) (۳) عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۶۷) رواه الطبرانی موقوفا ورجاله رجال الصحیح - انتہی (۴) اخرجه ابوداؤد والترمذی (۵) اخرجه ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۷۶) واخرجه ابن ابی شیبۃ عن حذیفۃ مثله کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۳) (۶) اخرجه ابن ابی الدنیا والبیهقی والاصبہانی کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۳۱) واخرجه ابن النجار مثله کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۳)

حضرت علی بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے پیچھے بٹھایا اور حَرّہ کی طرف لے گئے پھر آسمان کی طرف سر اُٹھا کر فرمایا اے اللہ! میرے گناہوں کو مُعاف فرما کیونکہ تیرے علاوہ اور کوئی بھی گناہوں کو مُعاف نہیں کرتا پھر میری طرف متوجہ ہو کر مُسکرانے لگے۔ مَیں نے کہا اے امیرُالمؤمنین! پہلے آپ نے اپنے رب سے استغفار کیا پھر میری طرف متوجہ ہو کر مُسکرانے لگے یہ کیا بات ہے؟ اُنہوں نے فرمایا حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک دن مجھے اپنے پیچھے بٹھایا تھا پھر مجھے حَرّہ کی طرف لے گئے تھے پھر آسمان کی طرف سر اُٹھا کر فرمایا اے اللہ! میرے گُناہوں کو مُعاف فرما کیونکہ تیرے علاوہ اور کوئی بھی گناہوں کو مُعاف نہیں کرتا پھر میری طرف متوجہ ہو کر مُسکرانے لگے۔ مَیں نے کہا یارسُولَ اللہ! پہلے آپؐ نے اپنے رب سے اِستغفار کیا پھر میری طرف مُتوجہ ہو کر مُسکرانے لگے ہیں اِس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا مَیں اِس وجہ سے مُسکرا رہا ہُوں کہ میرا رب اپنے بندے پر تعجب کر کے مُسکراتا ہے، اس بندے کو معلوم ہے کہ میرے علاوہ اور کوئی بھی گناہوں کو مُعاف نہیں کرتا۔[1]

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَیں نے حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے بعد کسی کو آپ سے زیادہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ کہتے ہُوئے نہیں دیکھا "مَیں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہُوں اور توبہ کر کے اسی کی طرف متوجہ ہوتا ہوں"۔[2]

حضرت مُحَمّد بن عبداللہ بن مُحَمّد بن جابر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں وہ اپنے دادا حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر دو یا تین مرتبہ کہا ہائے میرے گُناہ! ہائے میرے گُناہ! حضورؐ نے فرمایا یہ کہو اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُکَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ" اے اللہ! تیری مغفرت میرے گُناہوں سے زیادہ وُسعت والی ہے اور مجھے اپنے عمل سے زیادہ تیری رحمت کی اُمید ہے"۔ اس نے یہ کہا حضورؐ نے کہا دوبارہ کہو اُس نے دوبارہ کہا حضورؐ نے کہا پھر کہو اُس نے پھر کہا حضورؐ نے کہا اُٹھ جا، اللہ نے تیری مغفرت کر دی ہے۔[3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہُوئے سُنا اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ "مَیں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہُوں اور اس کے سامنے توبہ کرتا ہُوں"۔ فرمایا تیرا بھلا ہو اس کے پیچھے اس کی بہن کو بھی لے آ اور وہ یہ ہے فَاغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ" تو تُو میری مغفرت کر دے

(۱) اخرجہ ابن ابی شیبۃ وابن منیع وصحح کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۸) (۲) اخرجہ ابویعلی وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۳) (۳) اخرجہ الحاکم قال الحاکم رواتہ مدنیون لا یعرف واحد منھم بجرح کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۳۱)

اور میری توبہ قبول فرما"۔[1]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اُس آدمی پر تعجب ہوتا ہے جو ہلاک ہو جائے حالانکہ نجات کا سامان اُس کے پاس تھا پُوچھا گیا نجات کا سامان کیا ہے؟ فرمایا اِستِغفار۔[2]

حضرت اَبُوالدّرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اُس آدمی کے لیئے خوشخبری ہے جس کے اعمالنامہ میں تھوڑا سا بھی اِستِغفار پایا جائے۔[3]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو آدمی بھی تین مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ "میں اس اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہُوں جس کے سوا کوئی معبُود نہیں جو سدا زندہ رہنے والا سب کو قائم رکھنے والا ہے اور میں اُس کے سامنے توبہ کرتا ہُوں" کہے گا اُس کی پُوری مغفرت کر دی جائے گی اگرچہ وہ میدانِ جنگ سے بھاگ کر آیا ہو"۔[4]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم لوگوں کو میرے گُناہ معلوم ہو جائیں تو میرے پیچھے دو آدمی بھی نہ چلیں اور تم لوگ میرے سر پر مٹی ڈالنے لگو اگر اللہ تعالیٰ میرے گناہوں میں سے ایک گناہ کو بھی معاف کر دے اور مجھے اِس کے بدلہ میں عبداللہ ابن روثہ (گوبر کا بیٹا عبداللہ کہہ) کر پکارا جائے تو بھی میں اس پر راضی ہُوں۔[5]

حضرت اَبُوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں روزانہ بارہ ہزار مرتبہ توبہ اور اِستِغفار کرتا ہُوں اور یہ مقدار میرے (گُناہوں کے) قرضے کے مطابق ہے یا فرمایا اس کے (یعنی اللہ کے مُجھ پر) قرضے کے مطابق ہے[6] ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ میرے گُناہوں کے برابر ہے۔[7]

ایک آدمی نے حضرت بَراء رضی اللہ عنہ سے پُوچھا کہ اے ابو عمارہ! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ (سُورت بقرہ آیت ۱۹۵) ترجمہ "اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو" کیا اس سے مُراد وہ آدمی ہے جو دُشمن سے اتنی جنگ کرتا ہے کہ خود شہید ہو جاتا ہے؟ آپؓ نے فرمایا نہیں بلکہ اس سے مُراد تو وہ آدمی ہے جو گناہ کرے اور یُوں کہے کہ اللہ اسے مُعاف نہیں کریں گے۔[8]

(۱) اخرجہ احمد فی الزہد وہناد کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱) (۲) اخرجہ الدینوری کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱) (۳) اخرجہ ابن شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۲) (۴) اخرجہ الطبرانی موقوفا قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۱۰) ورجالہ ولقوا (۵) اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۳۱۶) وصححہ الحاکم والذہبی (۶) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۸۳) (۷) کما ذکر فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۲۸۸) (۸) اخرجہ الحاکم صحیح علی شرطہما کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۳۲)

ذکر میں کونسی چیزیں شامل ہیں

حضرت ابُوالدرداءؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بعض قوموں کا حشر ایسی طرح فرمائیں گے کہ اُن کے چہروں میں نُور چمکتا ہُوا ہوگا، وہ موتیوں کے منبروں پر ہوں گے، لوگ اُن پر رشک کرتے ہوں گے وہ انبیاءؑ اور شہداء نہیں ہوں گے ایک دیہاتی نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کیا یا رسُول اللہ! ان کا حال بیان کر دیجئے تاکہ ہم انہیں پہچان لیں حضورؐ نے فرمایا یہ مختلف جگہوں کے اور مختلف خاندانوں کے وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی وجہ سے آپس میں محبت کریں اور ایک جگہ جمع ہو کر اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں [1]

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہُوئے سُنا کہ رحمان کے دائیں طرف ایسے لوگ ہوں گے جو انبیاءؑ اور شہداء نہیں ہوں گے۔ اور رحمان کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ اُن کے چہروں کی سفیدی دیکھنے والوں کی نگاہ کو چکا چوند کر دے گی۔ ان کو جو مقام اور اللہ کا قُرب نصیب ہوگا اُسے انبیاءؑ اور شہداء بہت اچھا سمجھیں گے کسی نے پُوچھا یا رسُول اللہ! یہ لوگ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا یہ مختلف قبیلوں کے لوگ ہیں جو اللہ کے ذکر کی وجہ سے آپس میں جمع ہوں اور اچھی اچھی باتوں کو ایسے چُن لیں جیسے کھجور کھانے والا اچھی کھجوریں چُنتا ہے [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے پاس تشریف لائے وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہم آپس میں زمانۂ جاہلیت کے بارے میں بات کر رہے تھے کہ کس طرح ہم گمراہ تھے پھر کیسے اللہ نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی حضورؐ کو ان کا یہ عمل بہت پسند آیا۔ آپؐ نے فرمایا تم نے بہت اچھا کام کیا اسی طرح رہا کرو اِسی طرح کیا کرو [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کثرت سے کیا کرو کیونکہ جب حضرت عمرؓ کا ذکر ہوگا تو عدل و انصاف کا ذکر بھی ہوگا اور جب عدل و انصاف کا ذکر ہوگا تو اللہ کا ذکر ہوگا [4] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر

(۱) اخرجہ الطبرانی باسناد حسن (۲) عند الطبرانی ایضاً واسنادہ مقارب لا باس بہ کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۶۶) وقال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۷۷) الحدیث عمرو بن عبسۃ رواہ الطبرانی ورجالہ موثقون۔ انتہی (۳) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۸۰) وفیہ مبارک بن فضالۃ وقد وثق وضعفہ غیر واحد وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح انتہی (۴) اخرجہ ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۳۹۱)

دُرود بھیج کر اور حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرکے اپنی مجلسوں کو آراستہ کیا کرو۔[1]

ذکر کے آثار اور اس کی حقیقت

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے پوچھا یا رسُول اللہ! اللہ کے ولی اور دوست کون لوگ ہیں؟ حضُور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنہیں دیکھنے سے اللہ یاد آجائے۔[2]

حضرت حنظلہ کاتب اُسیدی رضی اللہ عنہ حضُور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں سے تھے وہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضُورؐ کے پاس تھے حضُورؐ نے ہمارے سامنے جنّت اور جہنّم کا ذکر اس طرح فرمایا کہ گویا ہم دونوں کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں پھر میں اُٹھ کر بیوی بچوں کے پاس چلا گیا اور اُن کے ساتھ ہنسنے کھیلنے میں لگ گیا پھر مجھے وہ حالت یاد آگئی جو (حضُورؐ کے سامنے) ہماری تھی (کہ دُنیا بھُولے ہُوئے تھے اور جنّت اور جہنّم آنکھوں کے سامنے تھیں) تو میں گھر سے نکلا آگے پُوری حدیث ذکر کی جس طرح کہ جنّت اور جہنّم پر ایمان لانے کے عنوان میں گزر چکی ہے اس کے آخر میں یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا اے حنظلہ! تمہاری جو حالت میرے پاس ہوتی ہے وہی حالت اگر گھر والوں کے پاس جا کر بھی رہے تو فرشتے تم سے بستروں پر اور راستوں میں مُصافحہ کرنے لگیں لیکن حنظلہ! بات یہ ہے کہ گاہے گاہے۔ گاہے گاہے[3] ایک روایت میں ہے کہ جیسے تم میرے پاس ہوتے ہو ویسے ہی گھر جا کر بھی رہو تو فرشتے تم پر پَروں سے سایہ کریں۔[4]

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسُول اللہ! جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں تو ہمارے دِل نرم ہو جاتے ہیں اور دُنیا کی بے رغبتی اور آخرت کی رغبت کی کیفیت بن جاتی ہے (لیکن جب ہم چلے جاتے ہیں تو پھر یہ کیفیت نہیں رہتی) حضُور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس تمہاری جو کیفیت ہوتی ہے اگر میرے پاس سے جانے کے بعد بھی وہی رہے تو فرشتے تمہاری زیارت کرنے آئیں اور راستوں میں تم سے مصافحہ کریں اگر تم گناہ نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لے آئیں گے جو اِتنے گناہ کریں گے کہ وہ آسمان کے بادلوں تک پہنچ جائیں گے پھر وہ اللہ سے اِستغفار کریں گے تو اُن کے جتنے گناہ ہوں گے اللہ ان سب کو معاف کر دیں گے اور کوئی پرواہ نہیں کریں گے۔[5]

حضرت عُروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ طواف کر رہے تھے میں نے طواف

(۱) عند ابن عساکر ایضا کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۳۹۴) (۲) اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۷۸) رواہ البزار عن شیخہ علی بن حرب الرازی ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ وثقوا۔ انتہی (۳) اخرجہ الحسن بن سفیان وابو نعیم (۴) عند الطیالسی و ابی نعیم کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۱۰۰) (۵) اخرجہ ابن النجار کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۱۰۱)

کے دوران حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ان کی بیٹی سے شادی کا پیغام دیا تو وہ خاموش رہے اور میرے پیغام کا کوئی جواب نہ دیا میں نے کہا اگر یہ راضی ہوتے تو کوئی نہ کوئی جواب ضرور دیتے اب اللہ کی قسم! میں ان سے اِس بارے میں کوئی بات نہیں کروں گا۔ اللہ کی شان وہ مجھ سے پہلے مدینہ واپس پہنچ گئے میں بعد میں مدینہ آیا، چنانچہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں داخل ہوا اور جا کر حضورؐ کو سلام کیا اور آپؐ کی شان کے مطابق آپؐ کا حق ادا کرنے کی کوشش کی پھر حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے خوش آمدید کہا اور فرمایا کب آئے ہو؟ میں نے کہا ابھی پہنچا ہوں۔ انہوں نے فرمایا ہم لوگ طواف کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کے اپنی آنکھوں کے سامنے ہونے کا دھیان جما رہے تھے کیا اُس وقت تم نے مجھ سے (میری بیٹی) حضرت سودہ بنت عبداللہ کا ذکر کیا تھا حالانکہ تم مجھ سے اس بارے میں کسی اور جگہ بھی مل سکتے تھے؟ میں نے کہا ایسا ہونا مقدر تھا، اِس لئے ایسا ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا اب تمہارا اِس بارے میں کیا خیال ہے؟ میں نے کہا اب تو پہلے سے بھی زیادہ تقاضا ہے، چنانچہ انہوں نے دونوں بیٹوں حضرت سالم اور حضرت عبداللہ کو بُلا کر میری شادی کر دی[1]

آہستہ آواز سے ذکر کرنا اور بلند آواز سے ذکر کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے تھے کہ جس نماز کے لیے مسواک کی جاتی ہے اسے اس نماز پر ستر گنا فضیلت حاصل ہے جس کے لیے مسواک نہ کی جائے اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا ذکر خفی جسے کوئی نہ سُنے اُسے (بلند آواز والے ذکر پر) ستر گنا فضیلت حاصل ہے اور فرماتے تھے جب قیامت کا دن آئے گا اور اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو حساب کے لیے جمع کریں گے اور لکھنے والے فرشتے اپنے لکھے ہوئے دفتر لے کر آئیں گے تو اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے فرمائیں گے کیا اس بندے کا کوئی عمل لکھنے سے رہ گیا ہے؟ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں اس کے جس عمل کا پتہ چلا وہ ہم نے ضرور لکھا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس بندے سے کہیں گے تیرا ایک چھپا ہوا عمل میرے پاس ہے جسے تو بھی نہیں جانتا اور میں تجھے اس کا بدلہ دوں گا اور وہ ہے ذکر خفی یعنی آہستہ آواز سے ذکر کرنا[2]

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے جنت البقیع میں آگ کی روشنی دیکھی تو ہم وہاں گئے تو

---

(1) اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۰۹) واخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۲۸) عن نافع بمعناه مع زيادة (2) اخرجه ابو يعلى قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۸۱) وفيه معاوية بن يحيى الصدفي وهو ضعيف - انتهى -

دیکھا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قبر میں اُترے ہُوئے ہیں اور فرما رہے ہیں مجھے یہ آدمی دو چنانچہ اُنہوں نے قبر کے پاؤں کی طرف سے وہ جنازہ دیا میں نے دیکھا تو یہ وہ صحابی تھے جو اُونچی آواز سے ذکر کیا کرتے تھے [1]

حضرت ابنِ اِسحٰق رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے حضرت محمد بن ابراہیم تیمی رحمۃُ اللہ علیہ نے یہ قصہ سُنایا کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ قبیلہ مُزَینہ کے آدمی تھے اور وہ ذوالبجادَین یعنی دو چادر والے کہلاتے تھے۔ وہ یتیم تھے اور اپنے چچا کی تربیت میں تھے اور وہ چچا اُن کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتا تھا۔ اُن کے چچا کو یہ خبر ملی کہ حضرت عبد اللہ مُسلمان ہو گئے ہیں۔ اُس نے جو کچھ حضرت عبدُ اللہ کو دے رکھا تھا وہ سب ان سے چھین لیا اور انہیں بالکل ننگا کر کے نکال دیا۔ وہ اپنی والدہ کے پاس آئے تو اس نے اپنی ایک دھاری دار چادر کے دو ٹکڑے کر کے انہیں دیئے۔ اُنہوں نے ایک ٹکڑے کو لنگی بنا کر باندھ لیا اور دُوسرے کو اوڑھ لیا پھر وہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا آج سے تم عبدُ اللہ ذوالبجادَین ہو اور تم میرے دروازے پر پڑ جاؤ، چنانچہ وہ حضورؐ کے دروازے پر پڑ گئے اور وہ اُونچی آواز سے ذکر کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کیا یہ ریاکار ہے؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں یہ تو آہیں بھر کر رونے والوں میں سے ایک ہے۔ حضرت تیمی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ابنِ مسعُود رضی اللہ عنہ بیان کیا کرتے تھے کہ مَیں غزوۂ تبوک میں ایک دفعہ آدھی رات کو کھڑا ہُوا تو مَیں نے لشکر کے ایک کونے میں آگ جلتی ہُوئی دیکھی مَیں وہاں گیا تو دیکھا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور حضرت ابُوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تشریف فرما ہیں اور حضرت عبد اللہ ذُوالبجادَینؓ کا اِنتقال ہو چکا ہے اور لوگ اُن کی قبر کھود چکے ہیں اور حضورؐ اُن کی قبر میں اُترے ہُوئے ہیں۔ جب ہم انہیں دفن کر چُکے تو حضورؐ نے فرمایا اے اللہ! مَیں اِس سے راضی ہُوں تُو بھی اس سے راضی ہو جائیے [2] حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی جنہیں ذُوالبجادَین کہا جاتا تھا ان کے بارے میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا بے شک یہ آہیں بھر کر رونے والا ہے اور یہ اس وجہ سے فرمایا کہ وہ تلاوت قرآن، دُعا اور اللہ کا ذکر کثرت سے اُونچی آواز سے کیا کرتے تھے [3]

(۱) اخرجہ ابوداؤد کذا فی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۱۳۷) واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۳ ص ۲۵۱) عن جابر نحوہ مختصرا (۲) قال الحافظ فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۳۳۸) رواہ البغوی بطولہ من ہذا الوجہ ورجالہ ثقات الا ان فیہ انقطاعا واخرجہ ابن مندۃ من طریق سعد بن الصلت عن الاعمش عن ابی وائل عن عبد اللہ بن مسعود ومن طریق کثیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف عن ابیہ عن جدہ نحوہ (۳) اخرجہ احمد وجعفر بن محمد الفریابی فی کتاب الذکر۔ انتہی

ذکر اور تسبیحات کو گننا اور تسبیح کا ثبوت

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میرے پاس تشریف لائے میرے سامنے چار ہزار گٹھلیاں پڑی ہوئی تھیں جن پر میں سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھ رہی تھی حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس طرح سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھنا نہ بتاؤں جو تمہارے اب تک کے سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھنے کی مقدار سے زیادہ ہو میں نے کہا ضرور بتائیں فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ "اللہ کی مخلوق کی تعداد کے برابر سُبْحَانَ اللّٰہِ" حاکم کی روایت میں ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ مِنْ شَیْءٍ "اللہ نے جو کچھ پیدا کیا ہے اس کے برابر سُبْحَانَ اللّٰہِ"[1] جامع اذکار کے عنوان میں بھی کچھ اذکار گزر چکے ہیں۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو صفیہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے سامنے چمڑے کا ایک بچھونا رکھا جاتا اور ایک ٹوکرا لایا جاتا جس میں کنکریاں ہوتیں تو وہ ان پر زوال تک سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھتے رہتے پھر اسے اٹھا لیا جاتا پھر جب ظہر پڑھ لیتے تو پھر شام تک سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھتے رہتے۔[2]

حضرت یونس بن عُبَید رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ میں نے مہاجرین کے ایک آدمی حضرت ابو صفیہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ گٹھلیوں پر تسبیح پڑھ رہے تھے۔[3] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں دو ہزار گرہیں لگی ہوئی تھیں جب تک ان سب پر تسبیح نہ پڑھ لیتے اس وقت تک سویا نہ کرتے۔[4] حضرت ابو نضرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے قبیلہ طُفاوہ کے ایک بڑے میاں نے اپنا قصہ سنایا۔ کہتے ہیں میں مدینہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مہمان بنا میں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا کوئی صحابی ان سے زیادہ عبادت میں محنت کرنے والا اور ان سے زیادہ مہمان کی خیر خبر لینے والا نہیں دیکھا۔ ایک دن میں ان کے پاس تھا اور وہ اپنے تخت پر تھے اور ان کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کنکریاں یا گٹھلیاں تھیں اور ان کے تخت کے نیچے ان کی ایک کالی باندی بیٹھی ہوئی تھی اور وہ ان کنکریوں پر تسبیح پڑھ رہے تھے جب تھیلی کی تمام کنکریاں ختم ہو گئیں تو انہوں نے وہ تھیلی اس باندی کے سامنے ڈال دی۔ اس باندی نے وہ ساری کنکریاں اس

---

(1) اخرجہ الترمذی والحاکم قال الترمذی حدیث غریب لا نعرفہ من حدیث صفیۃ الا من ہذا الوجہ من حدیث ہاشم بن سعید الکوفی ولیس اسنادہ بمعروف کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۹۹) (2) اخرجہ البغوی کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۳۲۲) (3) اخرجہ البغوی ایضا وہکذا اخرجہ البخاری ای فی غیر الصحیح کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۱۰۲) وہکذا اخرجہ ابن سعد (ج ۷ ص ۶۰) (4) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۸۳)

تھیلی میں ڈال دیں اور تھیلی اُٹھا کر پھر اُن کے سامنے رکھ دی آگے لمبی حدیث ذکر کی[1]

حضرت حکیم بن دَیلَمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کنکریوں پر سُبْحَانَ اللہِ پڑھا کرتے تھے[2]

ذکر کے آداب اور نیکیوں کا بڑھنا

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم اس کی پُوری کوشش کرو کہ اللہ کا ذکر صرف طہارت کی حالت میں کیا کرو[3]

حضرت ابو عثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے حضرت اَبُوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ بات پہنچی کہ اُنہوں نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو ایک نیکی کے بدلے دس لاکھ نیکیاں دیتے ہیں۔ حضرت اَبُوہریرہؓ نے فرمایا بالکل نہیں۔ میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو فرماتے ہُوئے سُنا کہ اَللہ تعالیٰ اسے بیس لاکھ نیکیاں دیں گے پھر یہ آیت پڑھی یُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا (سُورت نِساء آیت ۴۰) ترجمہ "تو اس کو کئی گُنا کر دیں گے اور اپنے پاس سے اورِ اجرِ عظیم دیں گے"۔ پھر حضرت اَبُوہریرہؓ نے فرمایا جب اَللہ تعالیٰ اُسے اجرِ عظیم کہہ رہے ہیں تو اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابو عثمانؒ کہتے ہیں میں نے حضرت اَبُوہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ نیکی کو دس لاکھ گُنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ انہوں نے فرمایا تمہیں اسی بات پر حیرانی ہو رہی ہے، اَللہ کی قسم! میں نے تو حضورؐ کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا[4]

---

(۱) عند ابی داؤد (ج ۳ ص ۵۵) (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۴۳) (۳) اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۰۹)
(۴) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۴۵) رواہ احمد باسنادین والبزار بنحوہ واحد اسنادی احمد جید انتہی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح دُعا میں اللہ کے سامنے گڑگڑایا کرتے تھے اور کن کاموں کے لیئے دُعا کیا کرتے تھے اور کس وقت دُعا کیا کرتے تھے اور اُن کی دُعائیں کیسی ہُوا کرتی تھیں

دُعا کے آداب

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کے پاس سے گزرے وہ یہ دُعا کر رہا تھا اے اللہ! میں تجھ سے صبر کی توفیق مانگتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تُو نے تو اللہ سے مصیبت کو مانگ لیا (کیونکہ پہلے کوئی مصیبت آئے گی پھر اس کے بعد صبر ہوگا) تو اللہ سے عافیت کو مانگ (کوئی مصیبت آجائے تو پھر صبر مانگنا چاہیئے) اور آپؐ کا گزر ایک اور آدمی پر ہُوا جو یہ دُعا مانگ رہا تھا اے اللہ! میں تجھ سے پُوری نعمت مانگتا ہوں حضورؐ نے فرمایا او آدم کے بیٹے! تم جانتے ہو کہ پُوری نعمت کیا ہے؟ اُس نے کہا یا رسُول اللہ! یہ تو میں نے خیر کی اُمید میں دُعا مانگ لی ہے (مجھے نہیں پتہ کہ پُوری نعمت کیا ہوتی ہے) آپؐ نے فرمایا پُوری نعمت یہ ہے کہ آدمی جہنم کی آگ سے بچ جائے اور جنت میں چلا جائے حضورؐ ایک اور آدمی کے پاس سے گزرے وہ کہہ رہا تھا یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَام آپؐ نے فرمایا ان الفاظ سے پکارنے کی وجہ سے تیرے لیئے قبولیت کا دروازہ کھل گیا ہے اب تو مانگ لے[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کے پاس گئے وہ کمزوری اور بیماری کی وجہ سے پرندے کے اُس بچے کی طرح نظر آرہا تھا جس کے پَر کسی نے نوچ لیئے ہوں۔ حضورؐ نے اُس سے پُوچھا کیا تو کوئی خاص دُعا مانگا کرتا تھا؟ اُس نے کہا میں یہ دُعا مانگا کرتا تھا کہ اے اللہ! تو نے مجھے جو سزا آخرت میں دینی ہے وہ دُنیا ہی میں جلد دے دے۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے یہ دُعا کیوں نہیں مانگی اے اللہ! ہمیں دُنیا میں بھی خیر و خُوبی عطا فرما اور آخرت میں بھی خیر و خُوبی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے! چنانچہ اس نے اللہ سے یہ دُعا مانگی تو اللہ نے اسے شفا دے دی[2]

---

[1] اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۳) [2] اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۰) واخرجہ ابن النجار عنہ بنحوہ کما فی الکنز

حضرت بشیر بن خَصَاصِیَہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیئے ہیں جو تمہیں رَبِیعَۃُ الفَشْعَم قبیلہ سے یہاں لایا اور پھر تمہیں اللہ کے رَسُول کے ہاتھ پر مُسلمان ہونے کی توفیق دی میں نے عرض کیا یا رَسُولَ اللہ! آپ اللہ سے دُعا کریں کہ وہ مجھے آپ سے پہلے موت دے دے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ دُعا میں کسی کے لیئے نہیں کر سکتا۔[1]

حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے لیئے دُعا فرماتے تو دُعا کی ابتداء اپنے سے فرماتے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام کا ذکر فرمایا تو اِرشاد فرمایا اللہ کی رحمت ہم پر ہو اور حضرت موسیٰؑ پر ہو اگر وہ صبر کرتے تو وہ اپنے اُستاد (حضرت خضر علیہ السّلام) کی طرف سے اور بہت سی عجیب عجیب باتیں دیکھتے لیکن اُنہوں نے یہ کہہ دیا اِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّي عُذْرًا (سُورت کہف آیت ۷۶) ترجمہ "اگر اس مرتبہ کے بعد آپ سے کسی اَمر کے متعلق کچھ پُوچھوں تو آپ مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھیئے بیشک میری طرف سے آپ عُذر (کی انتہا) کو پہنچ چُکے ہیں۔"[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن اَبی السَّائب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا جو کہ مدینہ والوں کے واعظ تھے دُعا میں بتکلّف ایک جیسی عبارت لانے سے بچو کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کا زمانہ پایا ہے وہ ایسا نہیں کیا کرتے تھے۔[3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو سُنا کہ فتنہ سے پناہ مانگ رہا تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اللہ! اس کی دُعا کے الفاظ سے تیری پناہ چاہتا ہُوں پھر اس آدمی سے فرمایا کیا تم اللہ سے یہ مانگ رہے ہو کہ وہ تمہیں بیوی بچے اور مال نہ دے؟ (کیونکہ قرآن میں مال اور اولاد کو فتنہ کہا گیا ہے) تم میں سے جو بھی فتنہ سے پناہ مانگنا چاہتا ہے اُسے چاہیئے کہ وہ گمراہ کرنے والے فِتنوں سے پناہ مانگے۔[4]

حضرت محارب بن دثار کے چچا کہتے ہیں میں آخرِ شب میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس سے گزرا کرتا تھا تو انہیں میں یہ دُعا فرماتے ہُوئے سُنتا تھا اے اللہ! تُو نے مجھے بُلایا میں نے اس پر لبّیک کہا تو نے مجھے حکم دیا میں نے تیری اطاعت کی اور یہ سحری کا وقت ہے، لہٰذا تو میری مغفرت کر دے پھر میری حضرت ابن مسعودؓ سے ملاقات ہُوئی

(۱) اخرجہ ابو نعیم کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۴۷) (۲) اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد و ابوداؤد والنسائی وغیرہم واخرجہ الترمذی نحوہ ولم یذکر من قولہ فذکر ذات یوم الی آخرہ وقال حسن غریب صحیح کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۰) واخرجہ الطبرانی باسناد حسن عن ابی ایوب رضی اللہ عنہ بلفظ کان اذا دعا بدا بنفسہ کما فی المجمع (ج ۱۰ ص ۱۵۲) (۳) اخرجہ ابن ابی شیبۃ عن الشعبی کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۱۹۲) (۴) اخرجہ ابن ابی شیبۃ وابو عبید کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۰۹)

میں نے اُن سے کہا میں نے آپ کو آخر شب میں چند کلمات کہتے ہُوئے سُنا ہے پھر میں نے وہ کلمات اُنہیں بتائے تو اُنہوں نے فرمایا حضرت یعقوب عَلَیہِ السَّلام نے اپنے بیٹوں سے وعدہ فرمایا تھا کہ میں تمہارے لیئے اپنے رب سے استغفار کروں گا تو اُنہوں نے آخر شب میں ان کے لیئے دُعائے مغفرت کی تھی۔[1]

دعا میں دونوں ہاتھ اُٹھانا اور پھر چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم جب دُعا فرماتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے تھے اور جب دُعا سے فارغ ہوجاتے تو دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیر لیتے۔[2] حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم جب دُعا میں ہاتھ اُٹھا لیتے تھے تو جب تک انہیں اپنے چہرے پر نہ پھیر لیتے اُس وقت تک نیچے نہ کرتے۔[3] حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کو اَحجارُ الزّیت (مسجدِ نبوی کے مغرب میں ایک جگہ کا نام ہے) کے پاس دیکھا کہ آپؐ دُعا مانگ رہے تھے اور آپؐ کی ہتھیلیاں منہ کی طرف تھیں۔ جب آپؐ دُعا سے فارغ ہو گئے تو آپؐ نے ہتھیلیاں اپنے منہ پر پھیر لیں۔[4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم دُعا میں اتنی دیر ہاتھ اُٹھائے رکھتے تھے کہ میں تھک جاتی تھی۔[5] عبدالرزاق میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی جیسی روایت منقول ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے یہ دُعا مانگی اَللّٰھُمَّ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَلَا تُعَذِّبْنِیْ بِشَتْمِ رَجُلٍ شَتَمْتُہٗ اَوْ اَذَیْتُہٗ اے اللہ! میں بشر ہی تو ہُوں میں نے کسی کو بُرا بھلا کہا ہو یا کسی کو تکلیف پہنچائی ہو تو اس وجہ سے مجھے عذاب نہ دینا۔[6] ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم دونوں ہاتھ اُٹھا کر یہ دُعا کر رہے ہیں میں بشر ہی تو ہُوں اس لیئے مجھے سزا نہ دے کسی مومن کو میں نے تکلیف دی ہو یا اسے بُرا بھلا کہا ہو تو اس وجہ سے مجھے سزا نہ دینا۔[7]

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا دیہاتیوں کی ایک قوم کے پاس سے گزر ہُوا۔ یہ مُسلمان ہو چکے تھے اور کافروں کے لشکروں نے ان کے علاقے

(۱) اخرجہ الطبرانی عن محارب بن دثار قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۵۵) وفیہ عبدالرحمٰن بن اسحٰق الکوفی وھو ضعیف (۲) اخرجہ الحاکم (۳) عند الحاکم الضیاء والترمذی وصححہ (۴) عند عبدالغنی فی ایضاح الاشکال کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۸۹) (۵) اخرجہ احمد قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۶۸) رواہ احمد بثلاثۃ اسانید ورجالھا کلھا رجال الصحیح ۔ انتھیٰ (۶) کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۱) (۷) اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۹)

کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ حضورؐ نے ان کے لیئے دُعا کرنے کے لیئے ہاتھ اپنے چہرے کی طرف اُٹھائے تو ایک دیہاتی نے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہاتھ اور لمبے فرمادیں تو آپ نے اپنے چہرے کے آگے اور بڑھا دیئے آسمان کی طرف اُوپر اور نہ اُٹھائے[1]

حضرت اَبُونُعیم وَہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مَیں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہم دُعا کر رہے تھے اور دُعا کے بعد اُنہوں نے اپنی ہتھیلیاں اپنے چہرے پر پھیریں[2]

اِجتماعی دُعا کرنا اور اُونچی آواز سے دُعا کرنا اور آمین کہنا

حضرت قیس مدنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کسی چیز کے بارے میں پُوچھا انہوں نے فرمایا تم جا کر یہ بات حضرت اَبُوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پُوچھو کیونکہ ایک مرتبہ مَیں، حضرت اَبُوہریرہؓ اور فلاں آدمی ہم تینوں مسجد میں دُعا کر رہے تھے اور اپنے رب کا ذکر کر رہے تھے کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمارے پاس بیٹھ گئے تو ہم خاموش ہوگئے پھر فرمایا جو تم کر رہے تھے اسے کرتے رہو، چنانچہ مَیں نے اور میرے ساتھی نے حضرت اَبُوہریرہؓ سے پہلے دُعا کی اور حضورؐ ہماری دُعا پر آمین کہتے رہے پھر حضرت اَبُوہریرہؓ نے یہ دُعا کی اے اللہ! میرے ان دو ساتھیوں نے جو کچھ تجھ سے مانگا ہے مَیں وہ بھی تجھ سے مانگتا ہوں اور ایسا علم بھی مانگتا ہوں جو کبھی نہ بھولے۔ حضورؐ نے فرمایا آمین۔ ہم نے عرض کیا یا رسُول اللہ! ہم بھی اللہ سے وہ علم مانگتے ہیں جو کبھی نہ بھولے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ دَوسی نوجوان (یعنی حضرت اَبُوہریرہؓ) تم دونوں سے آگے نکل گئے[3]

حضرت جامع بن شدّاد رحمۃ اللہ علیہ کے ایک رشتہ دار کہتے ہیں کہ مَیں نے حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہُوئے سُنا کہ تین دُعائیں ایسی ہیں کہ جب میں وہ مانگوں تو تم ان پر آمین کہنا اے اللہ! مَیں کمزور ہُوں مجھے قُوّت عطا فرما، اے اللہ! مَیں سخت ہُوں مجھے نرم کر دے، اے اللہ! مَیں کنجُوس ہُوں مجھے سخی بنا دے[4]

حضرت سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مَیں نے زیادہ قحط سالی کے زمانے میں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ صُبح کے وقت عام سادہ سے کپڑے پہنے ہُوئے عاجز اور مسکین بن کر جا رہے ہیں اور اُن کے جسم پر ایک چھوٹی سی چادر پڑی ہُوئی ہے جو گھٹنوں

[1] اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۱۷۱) [2] اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۹۱) [3] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳) وقیس ہذا کان قاص عمر بن عبدالعزیز لم یروعنہ غیر ابنہ محمد وبقیۃ رجالہ ثقات۔ انتہی [4] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۷۸)

تک مشکل سے پہنچ رہی ہے۔ اونچی آواز سے اللہ سے معافی مانگ رہے ہیں اور ان کی آنکھوں سے رخسار پر آنسو بہہ رہے ہیں اور ان کے دائیں طرف حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس دن انہوں نے قبلہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر بہت گڑ گڑا کر دعا مانگی لوگ بھی ان کے ساتھ دعا مانگ رہے تھے پھر حضرت عباسؓ کے ہاتھ کو پکڑ کر کہا اے اللہ! ہم تیرے رسولؐ کے چچاؓ کو تیرے سامنے سفارشی بناتے ہیں پھر حضرت عباسؓ بہت دیر تک حضرت عمرؓ کے پہلو میں کھڑے ہو کر دعا مانگتے رہے۔ ان کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ رہے تھے[1]۔

حضرت ابو اُسید رحمۃ اللہ علیہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عشاء کے بعد مسجد کا چکر لگاتے اور اس میں جو آدمی بھی نظر آتا اسے مسجد سے نکال دیتے جسے کھڑا ہوا نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے اسے رہنے دیتے۔ ایک رات ان کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہؓ پر گزر ہوا جن میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ حضرت اُبیؓ نے کہا اے امیر المومنین! آپ کے گھر کے چند آدمی ہیں۔ فرمایا نماز کے بعد تم لوگ اب تک یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟ حضرت اُبیؓ نے فرمایا ہم بیٹھ کر اللہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ بھی ان کے پاس بیٹھ گئے اور ان میں سے جو ان کے سب سے قریب تھا اس سے فرمایا تم دعا کراؤ۔ اس نے دعا کرائی اس طرح ان سب سے ایک ایک سے دعا کروائی، چنانچہ سب نے دعا کرائی یہاں تک کہ میری باری آگئی۔ میں آپؓ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا فرمایا اب تم دعا کراؤ تو میری زبان بند ہو گئی اور مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی جس کا انہیں بھی اندازہ ہو گیا تو فرمایا اور کچھ نہیں تو اتنی ہی دعا کرادو اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنَا " اے اللہ! ہماری مغفرت فرما، اے اللہ! ہم پر رحم فرما" پھر حضرت عمرؓ نے دعا شروع کی تو ان لوگوں میں سب سے زیادہ آنسوؤں والا اور سب سے زیادہ رونے والا ان کے علاوہ کوئی نہیں تھا پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا اب آپ سب لوگ بھی خاموش ہو جائیں اور بکھر جائیں[2]۔

حضرت ابو ہبیرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات صحابی تھے انہیں ایک لشکر کا امیر بنایا گیا انہوں نے ملک روم جانے کے راستے تیار کرائے۔ جب دشمن کا سامنا ہوا تو انہوں نے لوگوں سے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو جماعت ایک جگہ جمع ہو اور ان میں سے ایک

(۱) اخرجہ ابن سعد ایضا (ج ۳ ص ۳۲۱) (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۹۴)

دُعا کرائے اور باقی سب آمین کہیں تو اللہ تعالیٰ اُن کی دُعا ضرور قبول فرمائیں گے پھر حضرت حبیبؓ نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور یہ دُعا مانگی اے اللہ! ہمارے خون کی حفاظت فرما اور شہداء والا اجر ہمیں عطا فرما۔ ابھی دُعا مانگی ہی تھی کہ اتنے میں دُشمن کا سپہ سالار جسے رومی زبان میں ہَبَنْباط کہا جاتا ہے وہ آگیا اور حضرت حبیبؓ کے پاس اُن کے خیمے کے اندر چلا گیا گویا اُس نے اپنی شکست مان لی[1] شہادت کی تمنّا اور شہادت کی دُعا کے باب میں حضرت مَعْقِل بن یَسار رضی اللہ عنہ کی لمبی حدیث گزر چکی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ حضرت نعمان بن مُقرِنؓ نے فرمایا کہ اب میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کروں گا تم میں سے ہر آدمی اس پر ضرور آمین کہے اس کی میری طرف سے پوری تاکید ہے پھر یہ دُعا مانگی اے اللہ! آج نعمان کو شہادت کی موت نصیب فرما اور مسلمانوں کی مدد فرما اور انہیں فتح نصیب فرما[2]

حضرت عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک صحابی کو ذُوالبِجادَین کہا جاتا تھا ان کے بارے میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ یہ آہیں بھر کر رونے والا ہے اور یہ اس وجہ سے فرمایا کہ یہ صحابی بہت زیادہ تلاوت اور اللہ کا ذکر کرنے والے تھے اور اُونچی آواز سے دُعا کیا کرتے تھے[3]

نیک لوگوں سے دعا کرانا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے عمرہ کی اجازت مانگی۔ آپؐ نے اجازت مرحمت فرمادی اور فرمایا اے میرے چھوٹے سے بھائی! اپنی دُعاؤں میں ہمیں نہ بھولنا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں حضورؐ نے یہ جو مجھے اپنا بھائی فرمایا یہ ایسا کلمہ ہے کہ اگر اس کے بدلے مجھے ساری دُنیا بھی مل جائے تو مجھے ہرگز خوشی نہ ہو[4]

حضرت ابُو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم باہر تشریف لائے آپؐ نے محسوس کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپؐ ہمارے لئے دُعا فرمائیں تو آپؐ نے یہ دُعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَارْضَ عَنَّا وَتَقَبَّلْ مِنَّا وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّۃَ وَ نَجِّنَا مِنَ النَّارِ وَاَصْلِحْ لَنَا شَأْنَنَا کُلَّہٗ۔ اے اللہ! ہماری مغفرت فرما ہم پر رحم فرما ہم سے راضی ہوجا اور ہمارے اعمال قبول فرما ہمیں جنّت میں داخل فرما اور ہمیں آگ سے نجات

(۱) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۷۰) رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح غیر ابن لہیعۃ وہو حسن الحدیث۔ انتہی (۲) اخرجہ الطبری وہکذا اخرجہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح وزاد فی روایۃ فاُمّن القوم کما فی المجمع (ج ۶ ص ۲۱۶) وہکذا اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۹۴) فی حدیث طویل (۳) اخرجہ احمد والطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۶۹) واسنادہما حسن واخرجہ ابن جریر ایضا عن عقبۃ نحوہ کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۳۹۵) (۴) اخرجہ ابوداؤد والترمذی واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۷۳) عن عمر بمعناہ

نصیب فرما اور ہمارے تمام احوال کو درست فرما پھر آپؐ نے محسوس فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپؐ ہمارے لیئے اور دُعا فرمائیں تو آپؐ نے فرمایا ان دُعاؤں میں مَیں نے تمہارے تمام کاموں کی دُعا کر دی ہے [1]

حضرت طلحہ بن عبیدُاللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی ایک دن باہر نکل گیا اور کپڑے اُتار کر گرم زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگا اور اپنے نفس سے کہنے لگا جہنّم کی آگ کا مزہ چکھ لے تُو رات کو مُردار پڑا رہتا ہے اور دن کو بیکار۔ اِتنے میں اُس نے دیکھا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک درخت کے سایہ میں تشریف فرما ہیں اس نے حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میرا نفس مجھ پر غالب آگیا حضورؐ نے اُس سے فرمایا غور سے سُنو (تمہاری تواضع کی اور اپنے نفس کو سزا دینے کی کیفیت اللہ کو بہت پسند آئی ہے) اِس وجہ سے تمہارے لیئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر فرما رہے ہیں پھر حضورؐ نے صحابہ سے فرمایا اپنے اس بھائی سے دُعا کا توشہ لے لو (اس کی اس کیفیت کی وجہ سے اس کی دُعا اللہ کے ہاں قبول ہو رہی ہے اس سے دُعا کرواؤ) چنانچہ ایک آدمی نے کہا اے فلانے! میرے لیئے دُعا کر دو۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا نہیں صرف ایک کے لیئے نہیں بلکہ سب کے لیئے دُعا کرو۔ اُس نے یہ دُعا کی اے اللہ! التقویٰ کو ان کا توشہ بنا دے اور تمام کاموں میں ان کی پُوری رہبری فرما۔ اس دوران حضورؐ نے اس کے لیئے یہ دُعا کی اے اللہ! اسے صحیح دُعا کرنے کی توفیق عطا فرما تو اس نے کہا اے اللہ! جنّت کو ان کا ٹھکانہ بنا دے [2] حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک سفر میں جا رہے تھے کہ اتنے میں آپؐ کا گزر ایک آدمی پر ہُوا جو گرم زمین پر لیٹ کر الٹ پلٹ ہو رہا تھا اور کہہ رہا تھا اے میرے نفس! رات بھر تو سوتا رہتا ہے اور دن کو بیکار رہتا ہے اور جنّت کی اُمید رکھتا ہے جب وہ اپنے نفس کی سزا پُوری کر چکا تو حضورؐ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم اپنے اِس بھائی کو پکڑ لو (یعنی اس سے دُعا کراؤ) ہم نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے اللہ سے ہمارے لیئے دُعا کریں اِس پر اُس نے یہ دُعا کی اے اللہ! تمام کاموں میں ان کی پُوری رہبری فرما ہم نے کہا ہمارے لیئے اور دُعا کریں اس نے کہا اے اللہ! التقویٰ کو ان کا توشہ بنا دے ہم نے کہا اور دُعا کر دیں حضورؐ نے بھی فرمایا ان کے لیئے اور دُعا کر دو اور حضورؐ نے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! اسے (جامع دُعا کرنے کی) توفیق عطا فرما چنانچہ اس نے کہا اے اللہ! جنّت کو ان کا ٹھکانہ بنا دے [3]

---

(۱) اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۱) (۲) اخرجہ ابن ابی الدنیا کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۱۹) (۳) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۸۵) رواہ الطبرانی من طریق ابی عبداللہ صاحب الصدقۃ عن علقمۃ بن مرثد ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات۔ انتہی واخرجہ ابونعیم عن بریدۃ نحوہ کما فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۸)

حضرت اُسیر بن جابر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اُویس سے فرمایا تم میرے لئے دُعائے مغفرت کرو۔ حضرت اُویس نے کہا میں آپ کے لئے دُعائے مغفرت کیسے کروں آپ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں؟ فرمایا میں نے حضورؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمام تابعین میں سب سے بہترین آدمی وہ ہے جسے اُویس کہا جائے گا۔[1] مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا لہٰذا تم میں سے جو بھی اُویس سے ملے وہ ان سے کہے کہ وہ اس کے لئے اِستغفار کریں۔

حضرت عبداللہ رومی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ زاویہ بستی میں ٹھہرے ہوئے تھے کسی نے ان سے کہا بصرہ سے آپ کے بھائی آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ آپ ان کے لئے دُعا کریں تو انہوں نے یہ دُعا کی اے اللہ! ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما اور ہمیں دُنیا میں بھی بہتری عطا فرما اور آخرت میں بھی خیر و بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کی آگ کے عذاب سے بچا۔ ان لوگوں نے مزید دُعا کی درخواست کی تو انہوں نے وہی دُعا پھر کر دی اور فرمایا اگر تمہیں یہ چیزیں دے دی گئیں تو دُنیا اور آخرت کی خیر تمہیں دے دی جائے گی۔[2]

گنہگاروں کے لئے دُعا کرنا

حضرت یزید بن اصم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں شام کا ایک آدمی بہت طاقتور اور خوب لڑائی کرنے والا تھا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا کرتا تھا وہ چند دن حضرت عمرؓ کو نظر نہ آیا تو فرمایا فلاں ابن فلاں کا کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین! اس نے تو شراب پینی شروع کر دی ہے اور مسلسل پی رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے منشی کو بلا کر فرمایا خط لکھو "یہ خط عمر بن خطاب کی طرف سے فلاں بن فلاں کے نام۔ سلام علیک۔ امّا بعد میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ کو قبول کرنے والا، سخت سزا دینے والا اور بڑا انعام و احسان کرنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔" پھر حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم لوگ اپنے بھائی کے لئے دُعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو اپنی طرف متوجہ فرما دے اور اسے توبہ کی توفیق عطا فرما دے۔ جب اس کے پاس حضرت عمرؓ کا خط پہنچا تو وہ اسے بار بار پڑھنے لگا اور کہنے لگا وہ گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ کو قبول کرنے والا

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۶ ص ۱۶۳) و فی المنتخب (ج ۵ ص...) و اخرجہ مسلم فی صحیحہ کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۱۱۵) (۲) اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۹۳)

اور سخت سزا دینے والا ہے (اِس آیت میں) اللہ نے مجھے اپنی سزا سے ڈرایا ہے اور معاف کرنے کا وعدہ بھی فرمایا ہے[1] ابُونُعیم کی روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ وہ اسے بار بار پڑھتا رہا پھر رونے لگ گیا پھر اُس نے شراب پینی چھوڑ دی اور مکمل طور سے چھوڑ دی۔ جب حضرت عمرؓ کو اس کی یہ خبر پہنچی تو فرمایا ایسے کیا کرو جب تم دیکھو کہ تمہارا بھائی پھسل گیا ہے اُسے راہِ راست پر لاؤ اور اسے اَللہ کی مُعافی کا یقین دلاؤ اور اللہ سے دُعا کرو کہ اسے توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور تم اس کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بنو (اور اسے اللہ کی رحمت سے نااُمید نہ کرو)[2]

وہ کلمات جن سے دُعا شُروع کی جاتی ہے

حضرت بُرَیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہُوئے سُنا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنِّیْ اَشْھَدُ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ "اے اللہ! میں تجھ سے اس وسیلہ سے مانگتا ہُوں کہ مَیں اِس بات کی گواہی دیتا ہُوں کہ بیشک تُو ہی اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبُود نہیں تُو اکیلا ہے، بے نیاز ہے جس سے نہ کوئی پیدا ہُوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہُوا اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے،" آپؐ نے فرمایا تم نے اللہ کے اُس اِسمِ اعظم کے ساتھ مانگا ہے کہ جب بھی اس کے ساتھ مانگا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور دیتے ہیں اور جب بھی اس کے ساتھ اُسے پُکارا جاتا ہے تو وہ ضرور قبُول کرتے ہیں[3]

حضرت مُعاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہُوئے سُنا یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ حضورؐ نے فرمایا تیرے لئے قبُولیت کا دروازہ کھُل گیا ہے اب تُو مانگ[4]

حضرت اَنَس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا حضرت اَبُو عیاش زید بن صامت زُرَقی رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہُوا وہ نماز پڑھ رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدَ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ یَاحَنَّانُ یَامَنَّانُ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ "اے اللہ! میں تجھ سے اس وسیلہ سے

(۱) اخرجہ ابن ابی حاتم ورواہ الحافظ ابونعیم من حدیث جعفر بن برقان (۲) کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۷۰) (۳) اخرجہ ابوداؤد والترمذی وحسنہ وابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ واخرجہ الحاکم الا انہ قال انہ سألت اللہ باسمہ الاعظم وقال صحیح علی شرطہما کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۲۵) واخرجہ النسائی ایضاً کما فی اذکار النووی (ص ۵۰۱) (۴) اخرجہ الترمذی وحسنہ کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۲۵)

مانگتا ہوں کہ تمام تعریفیں تیرے لیئے ہیں تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے بڑے مہربان! اے بہت دینے والے! اے آسمانوں اور زمین کو کسی نمونہ کے بغیر بنانے والے! اے بزرگی اور بخشش والے!" حضورؐ نے فرمایا تم نے اللہ سے اس کے اسمِ اعظم کے وسیلہ سے مانگا ہے کہ جب اس کے ذریعے سے دُعا کی جائے تو اللہ ضرور قبول فرماتے ہیں اور جب اس کے وسیلہ سے اس سے مانگا جائے تو ضرور عطا فرماتے ہیں۔[1] ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ " اے سدا زندہ رہنے والے! اے سب کو قائم رکھنے والے!" حاکم کی روایت میں اس کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ " میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور آگ سے تیری پناہ چاہتا ہوں "۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیہاتی کے پاس سے گزرے وہ اپنی نماز میں دُعا مانگ رہا تھا اور کہہ رہا تھا یَا مَنْ لَا تَرَاهُ الْعُيُوْنُ وَلَا تُخَالِطُهُ الظُّنُوْنُ وَلَا يَصِفُهُ الْوَاصِفُوْنَ وَلَا تُغَيِّرُهُ الْحَوَادِثُ وَلَا يَخْشَى الدَّوَائِرَ يَعْلَمُ مَثَاقِيْلَ الْجِبَالِ وَمَكَايِيْلَ الْبِحَارِ وَعَدَدَ قَطْرِ الْاَمْطَارِ وَعَدَدَ وَرَقِ الْاَشْجَارِ وَعَدَدَ مَا اَظْلَمَ عَلَيْهِ اللَّيْلُ وَاَشْرَقَ عَلَيْهِ النَّهَارُ وَمَا تُوَارِيْ مِنْهُ سَمَاءٌ سَمَاءً وَلَا اَرْضٌ اَرْضًا وَلَا بَحْرٌ مَا فِيْ قَعْرِهٖ وَلَا جَبَلٌ مَا فِيْ وَعْرِهٖ اِجْعَلْ خَيْرَ عُمْرِيْ آخِرَهٗ وَخَيْرَ عَمَلِيْ خَوَاتِيْمَهٗ وَخَيْرَ اَيَّامِيْ يَوْمَ اَلْقَاكَ فِيْهِ " اے وہ ذات جس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور کسی کا خیال وگمان اُس تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ اوصاف بیان کرنے والے اس کے اوصاف بیان کرسکتے ہیں اور نہ حوادثِ زمانہ اس پر اثر انداز ہو سکتے ہیں اور نہ اسے گردشِ زمانہ سے کوئی اندیشہ ہے جو پہاڑوں کے وزن اور سمندروں کے پیمانے اور بارش کے قطروں کی تعداد اور درختوں کے پتّوں کی تعداد کو جانتا ہے اور وہ اُن تمام چیزوں کو جانتا ہے جن پر رات کی تاریکی چھاتی ہے اور جن پر دن روشنی ڈالتا ہے اور نہ اس سے ایک آسمان دُوسرے آسمان کو چھپا سکتا ہے اور نہ ایک زمین دُوسری زمین کو اور نہ سمندر ان چیزوں کو چھپا سکتا ہے جو اس کی تہ میں ہیں اور نہ کوئی پہاڑ ان چیزوں کو چھپا سکتا ہے جو اس کی سخت چٹانوں میں ہیں تو میری عمر کے آخری حصّے کو سب سے بہترین حصہ بنادے اور میرے آخری عمل کو سب سے بہترین عمل بنادے اور میرا بہترین دن وہ بنا جس دن میری تجھ سے مُلاقات ہو" آپؐ نے ایک آدمی کے ذمہ لگایا کہ جب یہ دیہاتی نماز سے فارغ ہو جائے تو اسے میرے پاس

---

[1] اخرجہ احمد والالفاظ لہ وابن ماجہ ورواہ ابو داؤد والنسائی وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وزاد ہؤلاء الاربعۃ یا حی یاقیوم وقال الحاکم صحیح علی شرط مسلم کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۴۶)

لے آنا چنانچہ وہ نماز کے بعد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا حضورؐ کے پاس ایک کان سے کچھ سونا ہدیہ میں آیا ہوا تھا حضورؐ نے اسے وہ سونا ہدیہ میں دیا پھر اس سے پوچھا کہ اے اعرابی! تم کونسے قبیلہ میں سے ہو؟ اُس نے کہا یا رسُول اللہ! بنی عامر بن صعصعہ قبیلہ میں سے ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو میں نے تم کو یہ سونا کیوں ہدیہ کیا ہے؟ اُس نے کہا یا رسُول اللہ! ہماری آپ کی رشتہ داری ہے اس وجہ سے کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا رشتہ داری کا بھی حق ہوتا ہے لیکن میں نے تمہیں سونا اس وجہ سے ہدیہ کیا ہے کہ تم نے بہت عمدہ طریقہ سے اللہ کی ثنا بیان کی ہے[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دُعا مانگتے ہوئے سُنا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الطَّاھِرِ الطَّیِّبِ الْمُبَارَکِ الْاَحَبِّ اِلَیْکَ الَّذِیْ اِذَا دُعِیْتَ بِہٖ اَجَبْتَ وَاِذَا سُئِلْتَ بِہٖ اَعْطَیْتَ وَ اِذَا اسْتُرْحِمْتَ بِہٖ رَحِمْتَ وَ اِذَا اسْتُفْرِجْتَ بِہٖ فَرَّجْتَ" اے اللہ! میں تجھ سے تیرے اس نام کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جو پاک عمدہ، مُبارک اور تجھے سب سے زیادہ محبُوب ہے جب تجھے اس کے ذریعہ پکارا جاتا ہے تو تُو ضرور متوجہ ہوتا ہے اور جب تجھ سے اس کے وسیلے سے مانگا جاتا ہے تو تُو ضرور دیتا ہے اور جب تجھ سے اس کے ذریعہ رحم طلب کیا جاتا ہے تو تُو ضرور رحم فرماتا ہے اور جب اس کے وسیلہ سے تجھ سے کُشادگی مانگی جاتی ہے تو تُو ضرور کُشادگی دیتا ہے" حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک دن حضورؐ نے فرمایا اے عائشہ! کیا تمہیں پتہ چلا کہ اللہ نے مجھے وہ نام بتا دیا ہے کہ جب اس نام کے وسیلہ سے اُس سے دُعا کی جاتی ہے تو وہ ضرور قبُول فرماتا ہے میں نے عرض کیا یا رسُول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں وہ نام مجھے بھی سکھا دیں۔ آپؐ نے فرمایا اے عائشہ! تجھے سکھانا مُناسب نہیں۔ وہ فرماتی ہیں میں ایک طرف ہو کر بیٹھ گئی پھر میں کھڑی ہوئی اور حضورؐ کے سر کا بوسہ لیا پھر میں نے عرض کیا یا رسُول اللہ! مجھے وہ نام سکھا دیں۔ حضورؐ نے فرمایا اے عائشہ! تمہارے لیئے مُناسب نہیں کہ میں تمہیں سکھاؤں کیونکہ تمہارے لیئے مُناسب نہیں کہ تم اس کے ذریعہ دُنیا کی کوئی چیز مانگو۔ میں وہاں سے اُٹھی اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی پھر یہ دُعا مانگی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَدْعُوْکَ اللّٰہَ وَاَدْعُوْکَ الرَّحْمٰنَ وَ اَدْعُوْکَ الْبَرَّ الرَّحِیْمَ وَ اَدْعُوْکَ بِاَسْمَائِکَ الْحُسْنٰی کُلِّھَا مَا عَلِمْتُ مِنْھَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ وَ تَرْحَمَنِیْ" اے اللہ! میں تجھے اللہ کہہ کر پکارتی ہوں تجھے رحمٰن کہہ کر پُکارتی ہوں تجھے نیکوکار رحیم کہہ کر پکارتی ہوں اور تجھے تیرے اُن تمام اچھے ناموں سے پکارتی

[1] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۱۰ص ۱۵۸) رجالہ رجال الصحیح غیر عبداللہ بن محمد ابی عبدالرحمٰن الاذرمی وھو ثقۃ۔ انتہی

ہُوں جن کو مَیں جانتی ہُوں اور جن کو مَیں نہیں جانتی ہُوں اور یہ سوال کرتی ہُوں کہ تُو میری مغفرت فرما دے اور مجھ پر رحم فرما دے"۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضورؐ میری یہ دُعا سُن کر بہت ہنسے اور فرمایا تم نے جن ناموں سے اللہ کو پکارا ہے اُن میں وہ خاص نام بھی شامل ہے۔[1]

حضرت سلمہ بن اکوع اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کبھی ایسی دُعا مانگتے ہُوئے نہیں سُنا کہ جس کے شروع میں آپؐ نے یہ الفاظ نہ کہے ہوں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَلِیِّ الْاَعْلَی الْوَهَّابِ "میں اپنے رب کی پاکی بیان کرتا ہُوں جو کہ بلند بہت بلند اور بہت دینے والا ہے"۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سو دُعائیں بھی مانگتے تو ان کے شروع میں درمیان میں اور آخر میں یہ دُعا ضرور مانگتے رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ "اے ہمارے پروردگار! ہم کو دُنیا میں بھی بہتری عنایت کیجیے اور آخرت میں بھی بہتری دیجیے اور ہم کو عذابِ دوزخ سے بچائیے"۔[3]

حضرت فضالہ بن عُبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم تشریف فرما تھے اتنے میں ایک آدمی نے اندر آکر نماز پڑھی اور پھر اُس نے یہ دُعا مانگی اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ "اے اللہ! میری مغفرت فرما اور مُجھ پر رحم فرما"۔ حضورؐ نے فرمایا اے نمازی! تم نے دُعا مانگنے میں جلدی کی۔ جب تم نماز پڑھ کر بیٹھ جاؤ تو پہلے اللہ کی شایانِ شان تعریف کرو اور مُجھ پر دُرُود بھیجو پھر دُعا مانگو پھر ایک اور آدمی نے نماز پڑھی پھر اُس نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر درود بھیجا تو حضورؐ نے اُس سے فرمایا اے نمازی! اب تم دُعا کرو ضرور قبول کی جائے گی۔[4]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اللہ سے مانگنا چاہے تو اُسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی شایانِ شان حمد و ثنا سے ابتدا کرے پھر نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر دُرُود پڑھے پھر اللہ سے مانگے تو اس طرح مقصد میں کامیابی کی زیادہ اُمید ہے۔[5]

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اپنی اُمت کے لئے دُعائیں

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عرفات

(۱) اخرجہ ابن ماجۃ (ص ۲۹۸) (۲) اخرجہ احمد قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۵۶) رواہ احمد والطبرانی بنحوہ وفیہ عمر بن راشد الیمامی وثقہ غیر واحد وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔ انتهی واخرجہ ابن ابی شیبۃ عن سلمۃ بنحوہ کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۰) (۳) اخرجہ ابن النجار کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۰) (۴) اخرجہ احمد وابو داؤد والترمذی واللفظ لہ وحسنہ والنسائی وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحیهما کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۴۰) واخرجہ الطبرانی ایضا بنحوہ کما فی المجمع (ج ۱۰ ص ۱۵۵) (۵) اخرجہ الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۵۵) رجالہ رجال الصحیح الا ان ابا عبیدۃ لم یسمع من ابیہ۔ انتهی۔

(یعنی حج کے دن نو ذی الحجہ) کی شام کو اپنی اُمت کے لیۓ مغفرت اور رحمت کی دُعا مانگی اور بہت دیر تک یہ دُعا مانگتے رہے آخر اللہ نے وحی بھیجی کہ میں نے تمہاری دُعا منظور کر لی اور ان کے جن گناہوں کا تعلق مجھ سے تھا وہ میں نے معاف کر دیۓ لیکن انہوں نے ایک دوسرے پر جو ظلم کر رکھا ہے اس کی معافی نہیں ہو سکتی اس پر حضورؐ نے غایت شفقت کی وجہ سے عرض کیا اے رب! تو یہ کر سکتا ہے کہ مظلوم کو اس ظلم سے بہتر بدلہ اپنے پاس سے دے دے اور ظالم کو معاف فرما دے اس شام کو تو اللہ نے یہ دُعا قبول نہ فرمائی البتہ مُزدلفہ کی صبح کو حضورؐ نے یہ دُعا پھر مانگنی شروع کی تو اللہ نے قبول فرمالی اور فرمایا چلو ظالموں کو بھی معاف کر دیا۔ اس پر حضورؐ مسکرانے لگے تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! (یہ تہجد کا وقت ہے) آپ اس وقت تو مسکرایا نہیں کرتے تھے کیوں مسکرا رہے ہیں؟ فرمایا میں اس وجہ سے مسکرا رہا ہوں کہ جب اللہ کے دشمن ابلیس کو پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے ظالم اُمتیوں کے بارے میں بھی میری یہ دُعا قبول کر لی ہے تو وہ ہلاکت اور بربادی پکارنے لگا اور سر پر مٹی ڈالنے لگا (اسے دیکھ کر میں مسکرا رہا تھا)۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے اس قول کی تلاوت فرمائی رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ (سُورت ابراہیم آیت ۳۶) ترجمہ "اے میرے پروردگار! ان بُتوں نے بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کر دیا پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہے ہی اور جو شخص (اس باب میں) میرا کہنا نہ مانے سو آپ تو کثیرُ المغفرت (اور) کثیرُ الرّحمت ہیں" اور حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے اس قول کی تلاوت فرمائی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ (سُورت مائدہ آیت ۱۱۸) ترجمہ "اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔" پھر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اُمت کے لیۓ یہ دُعا شروع کر دی، اے اللہ! میری اُمت، اے اللہ! میری اُمت، اے اللہ! میری اُمت اور آپؐ رونے لگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے جبرائیل! تمہارا رب سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے لیکن تم محمدؐ کے پاس جاؤ اور اُن سے پوچھو کہ وہ کیوں رو رہے ہیں؟ چنانچہ حضرت جبرائیلؑ نے حاضر ہو کر پوچھا حضورؐ نے رونے کی وجہ بتائی (کہ اُمت کے غم میں رو رہا ہوں۔ حضرت جبرائیلؑ نے واپس آکر اللہ تعالیٰ کو وجہ بتائی) اللہ تعالیٰ نے فرمایا محمدؐ کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو ہم تم کو تمہاری اُمت کے بارے میں راضی کریں گے اور تمہیں رنجیدہ اور غمگین نہ ہونے دیں گے۔[2]

(۱) اخرجہ البیہقی　(۲) اخرجہ ابن وہب کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۵۰۰)

حضرت اَنَس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حُضورصَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اپنی اُمّت کے لیئے یہ دُعا مانگی اَللّٰھُمَّ اَقْبِلْ بِقُلُوْبِھِمْ عَلٰی طَاعَتِكَ وَحُطْ مِنْ وَّرَائِھِمْ بِرَحْمَتِكَ " اے اللہ! ان کے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف متوجہ فرما اور ان کے پیچھے سے اپنی رحمت سے ان کی حفاظت فرما۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دِن مَیں نے دیکھا کہ حُضورصَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بہت خوش ہیں مَیں نے عرض کیا یارسُولَ اللہ! میرے لیئے اللہ سے دُعا فرمادیں۔ آپؐ نے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! عائشہ کے اگلے پچھلے تمام گناہ مُعاف فرما اور جو اس نے چھپ کر کیئے اور عَلَی الْاِعْلَان کیئے وہ بھی سب مُعاف فرما۔ اِس دُعا سے خوش ہوکر میں خُوشی کے مارے لوٹ پوٹ ہوگئی جس سے میرا سَر میری گود میں چلاگیا۔ حُضورؐ نے فرمایا کیا تمہیں میری دُعا سے بہت خوشی ہورہی ہے؟ مَیں نے کہا مجھے آپؐ کی دُعا سے خوشی کیوں نہ ہو؟ آپؐ نے فرمایا اللہ کی قسم! یہ دُعا تو میں اپنی اُمّت کے لیئے ہر نماز میں مانگتا ہُوں۔[2]

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خُلَفَاءِ اربعہ کے لئے دُعائیں

حضرت اَنَس رَضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حُضورصَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے یہ دُعا مانگی اے اللہ! اَبُوبکرؓ کو قیامت کے دِن میرے ساتھ میرے درجہ میں رکھنا۔[3]

حضرت عُمر اور حضرت خَبّاب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حُضورصَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے یہ دُعا مانگی اے اللہ! عُمَرؓ بن خَطّاب اور اَبُوجہل بن ہشام میں سے جو تجھے زیادہ محبُوب ہے اُس کے ذریعہ اِسلام کو عِزّت عطا فرما۔[4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حُضورصَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے یہ دُعا مانگی اے اللہ! اسلام کو خاص طور سے عمرؓ بن خَطّاب کے ذریعہ عِزّت عطا فرما۔[5]

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حُضورصَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے یہ دُعا مانگی اے اللہ! اِسلام کو عمرؓ کے ذریعے قوّت عطا فرما۔[6]

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک بھُورے رنگ کی اُونٹنی حُضورصَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں بھیجی حُضورؐ نے ان کے لیئے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! انہیں پُل صراط (آسانی سے اور جلدی سے) پار کرادینا۔[7]

---

(۱) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۶۹) وفیہ ابو شیبہ وہو ضعیف۔ انتہی (۲) اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۴۳) رجالہ رجال الصحیح غیر احمد بن منصور الرمادی وہو ثقۃ۔ انتہی (۳) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۳۲۵) (۴) اخرجہ احمد والترمذی و صححہ وابن سعد وغیرہم عن عمر رضی اللہ عنہ والنسائی عن خباب رضی اللہ عنہ (۵) عند ابن ماجۃ والحاکم والبیہقی (۶) عند الطبرانی واحمد کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۷۰) (۷) اخرجہ ابن عساکر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تین مرتبہ فرمائی اے اللہ! میں عثمانؓ سے راضی ہوں تو بھی ان سے راضی ہو جا۔[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! عثمانؓ کے اگلے پچھلے گناہ اور جو گناہ چھپ کر کیئے اور جو علی الاعلان کیئے اور جو پوشیدہ طور سے کیئے اور جو سب کے سامنے کیئے سارے معاف فرما۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں بیمار ہوا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے مجھے اپنی جگہ بٹھایا اور خود کھڑے ہو کر نماز شروع فرمادی اور اپنے کپڑے کا ایک کنارہ مجھ پر ڈال دیا پھر نماز کے بعد فرمایا اے ابن ابی طالب! اب تم ٹھیک ہو گئے ہو کوئی فکر نہ کرو میں نے جو چیز اللہ سے اپنے لیئے مانگی اس جیسی میں نے اللہ سے تمہارے لیئے بھی مانگی اور میں نے جو چیز بھی اللہ سے مانگی وہ اللہ نے مجھے ضرور دی۔ بس اتنی بات ہے کہ مجھ سے یوں کہا گیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، چنانچہ میں وہاں سے اٹھا تو میں بالکل ٹھیک ہو چکا تھا اور ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے میں بیمار ہی نہیں ہوا تھا۔[3]

حضرت زید بن یُثیع، حضرت سعید بن وہب اور حضرت عمرو بن ذی مُر رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ہر اس آدمی کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (حجۃ الوداع سے واپسی پر) غدیر خم کے دن کچھ فرماتے ہوئے سنا کہ وہ ضرور کھڑا ہو جائے، چنانچہ تیرہ آدمی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اس بات کی گواہی دی کہ اس دن حضورؐ نے فرمایا تھا کیا میں مومنوں کے ساتھ خود ان کی جان سے بھی زیادہ تعلق نہیں رکھتا؟ صحابہؓ نے عرض کیا بالکل رکھتے ہیں یارسول اللہ! پھر حضورؐ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا میں جس کا دوست ہوں یہ (حضرت علیؓ) اس کے دوست ہیں اے اللہ! جو ان سے دوستی کرے تو اس سے دوستی کر اور جو ان سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر اور جو ان سے محبت کرے تو ان سے محبت کر اور جو ان سے بغض رکھے تو ان سے بغض رکھ اور جو ان کی مدد کرے تو اس کی مدد کر اور جو ان کی مدد چھوڑے تو اس کی مدد چھوڑ دے۔[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیئے یہ دعا نقل کی ہے اے اللہ! علیؓ کی اعانت فرما اور ان کے ذریعہ سے اعانت فرما اور ان پر

(۱) عند ابن عساکر ایضاً عن عائشۃ وابی سعید رضی اللہ عنہما وعند ابی نعیم عن ابی سعید (۲) عند الطبرانی فی الاوسط وابی نعیم فی الحلیۃ وابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۷) (۳) اخرجہ ابن ابی عاصم وابن جریر وصححہ والطبرانی فی الاوسط وابن شاہین فی السنۃ کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۴۳) (۴) اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۰۵) رجالہ رجال الصحیح غیر فطر بن خلیفۃ وہو ثقۃ۔ انتہی وفی ... البہ اخرجہ البخاری ایضا

رحم فرما اور ان کے ذریعہ سے دُوسروں پر رحم فرما اور ان کی مدد فرما اور ان کے ذریعہ سے مدد فرما اے اللہ! جو ان سے دوستی کرے تو اس سے دوستی کر اور جو ان سے دُشمنی کرے تو اس سے دُشمنی کر[1] حضرت علیؓ فرماتے ہیں حضورؐ نے میرے لیئے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! اس کی زبان کو (حق پر) جمادے اور اس کے دِل کو ہدایت نصیب فرما۔ حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما سے یہ الفاظ منقول ہیں۔ اے اللہ! اس کو فیصلہ کرنے کا صحیح راستہ دِکھلا[2]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت زُبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کے لئے دُعائیں

حضرت ابُوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیئے یہ دُعا کرتے ہُوئے سُنا اے اللہ! اس کے تیر کو سیدھا نشانہ پر لگا اور اس کی دُعا کو قبُول فرما اور اسے اپنا محبُوب بنا[3] حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیئے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! جب سعدؓ تجھ سے دُعا کرے تو اس کی دُعا قبُول فرما[4]

حضرت زبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیئے، میری اولاد کی اولاد کے لیئے دُعا فرمائی[5]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے گھر والوں کے لئے دُعائیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضورؐ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اپنے خاوند اور دونوں بیٹوں کو میرے پاس لے آؤ چنانچہ وہ ان تینوں کو لے آئیں تو آپؐ نے خیبر والی چادر جو ہمیں خیبر میں ملی تھی اور میں اپنے نیچے بچھاتی تھی ان پر ڈالی اور پھر ان کے لیئے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! یہ محمد (علیہ السّلام) کی آل ہے تو محمّدؐ کی آل پر اپنی رحمتیں اور برکتیں ایسے نازل فرما جیسے تُو نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی آل پر نازل فرمائی تھیں۔ بیشک تو بہت تعریف والا اور بزرگی والا ہے[6]

حضرت ابُو عمّار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہُوا تھا کہ اتنے میں کچھ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا اور انہیں کچھ بُرا بھلا

---

(۱) عند الطبرانی کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۳۲) (۲) عند الحاکم فی المنتخب (ج ۵ ص ۳۵) (۳) اخرجہ ابن عساکر وابن النجار (۴) عند الترمذی وابن حبان والحاکم کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۷۰) (۵) اخرجہ ابو یعلی وابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۷۰) (۶) اخرجہ ابو یعلی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۶۶) وفیہ عقبۃ بن عبد اللہ الرفاعی وہو ضعیف ورواہ الترمذی باختصار الصلوۃ۔

کہہ دیا جب وہ لوگ کھڑے ہو کر چلے گئے تو مجھ سے فرمایا تم ذرا بیٹھے رہو میں اس ہستی کے بارے میں بتاتا ہوں جسے انہوں نے بُرا بھلا کہا ہے۔ ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم آئے آپؐ نے اُن پر اپنی چادر ڈال کر یہ دُعا فرمائی اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں ان سے ناپاکی دُور کر اور انہیں اچھی طرح پاک فرما۔ میں نے عرض کیا۔ میں بھی۔ حضورؐ نے فرمایا تم بھی حضرت واثلہؓ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! میرے دِل کو حضورؐ کے اِس فرمان پر تمام اعمال سے زیادہ اعتماد ہے اور ایک روایت میں یہ ہے مجھے حضورؐ کے اس فرمان سے سب سے زیادہ اُمید ہے۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضورؐ نے ایک چادر بچھا رکھی تھی اس پر حضورؐ، میں، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سب بیٹھ گئے پھر حضورؐ نے چادر کے چاروں کونے پکڑ کر ہم پر گرہ لگا دی پھر یہ دُعا فرمائی اے اللہ! جیسے میں ان سے راضی ہوں تُو بھی ان سے راضی ہو جا۔[2]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے لئے دُعائیں

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لیئے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جس نے ان دونوں سے محبت کی اُس نے حقیقت میں مجھ سے محبت کی۔[3]

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس دُعا کے یہ الفاظ منقول ہیں اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت فرما۔[4] نسائی اور ابن حبان میں یہ دُعا حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس کے آخر میں یہ ہے کہ جو ان دونوں سے محبت کرے تو اس سے بھی محبت فرما اور اس کے شروع میں یہ ہے کہ یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔[5] ابن ابی شیبہ اور طیالسی میں یہ دُعا حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں مزید یہ بھی ہے کہ جو ان سے بُغض رکھے تو اُس سے بُغض رکھ۔[6]

---

(۱) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۶۷) رواہ الطبرانی باسنادین رجال السیاق رجال الصحیح غیر کلثوم بن زیاد ووثقہ ابن حبان وفیہ ضعف۔ انتہی (۲) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۶۹) رجالہ رجال الصحیح غیر جبیہ بن طفیل وہو ثقۃ کنیتہ ابو سیدان۔ اھ (۳) اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۸۰) واسنادہ جید (۴) عند البزار ایضا واسنادہ حسن کما قال الہیثمی (۵) کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۰۵) (۶) کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۰۶)

بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی میں حضرت سعید بن زید اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! مجھے حسن سے محبت ہے تو بھی اس سے محبت فرما اور جو اس سے محبت کرے اُس سے بھی محبت فرما۔(۱) ابن عساکر میں حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی منقول ہے کہ اے اللہ! اسے بچا اور اس کے ذریعہ سے (دوسروں کو) بچا۔(۲) حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھا رکھا ہے اور یہ دعا فرما رہے ہیں اے اللہ! مجھے اس سے محبت ہے تو بھی اس سے محبت فرما۔(۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور اُن کے بیٹوں کے لئے دعائیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! عباس کی اور اس کی اولاد کی ظاہری باطنی ہر طرح کی مغفرت فرما اور اُن کی اولاد میں تو ان کا خلیفہ بن جا۔(۴) ابن عساکر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! عباس کے وہ گناہ جو چھپ کر کیے یا علی الاعلان کئے یا سب کے سامنے کیے یا پردے میں کیے سب معاف فرما اور آئندہ ان سے یا ان کی اولاد سے قیامت تک جو گناہ ہوں وہ سب معاف فرما۔ ابن عساکر اور خطیب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ حضورؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! عباس کی، عباس کی اولاد کی اور جو ان سے محبت کرے اُس کی مغفرت فرما۔ ابن عساکر میں حضرت عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے والد کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عباس میرے چچا اور میرے والد جیسے ہیں اور میرے آباء واجداد میں سے اب یہی باقی ہیں۔ اے اللہ! ان کے گناہوں کو معاف فرما اور ان کے اچھے عملوں کو قبول فرما اور برے عملوں سے درگزر فرما اور ان کے فائدے کے لئے ان کی اولاد کی اصلاح فرما۔(۵)

حضرت ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تک میں کل آپ کے گھر نہ آجاؤں اُس وقت تک

(۱) کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۰۲) (۲) کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۰۴) (۳) اخرجه الستة الا اباداؤد کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۰۵) (۴) اخرجه الترمذی وحسنه وابو یعلی (۵) کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۰۷)

آپ اور آپ کے بیٹے گھر سے کہیں نہ جائیں مجھے آپ لوگوں سے ایک کام ہے، چنانچہ اگلے دن یہ سب لوگ گھر میں حضورؐ کا انتظار کرتے رہے۔ آپؐ چاشت کے بعد ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ جواب میں ان حضرات نے کہا وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ، پھر حضورؐ نے فرمایا آپ لوگوں نے کس حال میں صبح کی؟ اُن لوگوں نے کہا ہم اللہ کی تعریف کرتے ہیں (اچھے حال میں صبح کی) آپؐ نے فرمایا آپ لوگ سمٹ جائیں اور مل کر بیٹھیں، چنانچہ جب وہ اس طرح بیٹھ گئے تو آپؐ نے ان سب پر اپنی ایک چادر ڈال دی پھر یہ دُعا فرمائی اے میرے رب! یہ میرے چچا اور میرے والد جیسے ہیں اور یہ سب میرے گھر والے ہیں، لہٰذا جیسے میں نے اِن کو اپنی اس چادر میں چھپا رکھا ہے تو بھی ان کو ایسے ہی آگ سے چھپا لے اس پر دروازے کی چوکھٹ اور کمرے کی دیواروں نے تین دفعہ آمین کہا[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں (اپنی خالہ) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وضو کا پانی رکھا آپؐ نے پوچھا یہ پانی میرے لیے کس نے رکھا؟ حضرت میمونہؓ نے عرض کیا عبداللہ نے آپؐ نے خوش ہو کر فرمایا اے اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور اسے قرآن کی تفسیر سکھا[2] ابن نجار میں حضرت ابن عباسؓ سے یہ دُعا اس طرح منقول ہے اے اللہ! اسے کتاب سکھا دے اور اسے دین کی سمجھ عطا فرما دے[3] ابن ماجہ، ابن سعد اور طبرانی میں حضرت ابن عباسؓ سے ہی یہ دُعا اس طرح منقول ہے اے اللہ! اسے حکمت اور کتاب کی تفسیر سکھا دے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ دُعا اس طرح منقول ہے اے اللہ! اس میں برکت عطا فرما اس کے ذریعہ کتاب کو پھیلا[4]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت جعفر بن ابی طالب، ان کی اولاد، حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کے لئے دُعائیں

طبرانی اور ابن عساکر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور احمد و ابن عساکر میں حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! جعفر کی اولاد میں تو اس کا خلیفہ بن جا۔ طیالسی، ابن سعد اور احمد وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ دُعا

(۱) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۶۹) اسنادہ حسن واخرجہ ایضاً البیہقی عن ابی اسید بنحوہ وابن ماجۃ لہ مختصرا کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۴۳) وابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۵۴) عنہ بطولہ (۲) اخرجہ ابن ابی شیبۃ (۳) کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۳۱) (۴) عند ابی نعیم فی الحلیۃ کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۳۰)

فرمائی اے اللہ! تو جعفر کے اہل وعیال میں اس کا خلیفہ بن جا اور (ان کے بیٹے) عبداللہ کی خرید و فروخت میں برکت عطا فرما۔[1] ابن اَبی شَیبہ میں حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے بلقاء علاقہ کے غزوہ مؤتہ میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جب شہید ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! اب تک تو اپنے جتنے نیک بندوں کا خلیفہ بنا ہے اُن سب سے زیادہ اچھی طرح تو جعفر کے اہل وعیال میں اس کا خلیفہ بن جا۔[1]

حضرت ابومُیسرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر اور حضرت ابن رَواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر پہنچی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر ان تینوں کے حالات بیان کیے اور ابتداء حضرت زیدؓ سے فرمائی پھر یہ دُعا فرمائی اے اللہ! زید کی مغفرت فرما۔ اے اللہ زید کی مغفرت فرما، اے اللہ! زید کی مغفرت فرما، اے اللہ! جعفر اور عبداللہ بن رَواحہ کی مغفرت فرما۔[2]

حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کے خاندان، حضرت ابوسلمہ اور حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائیں

احمد اور ابن سعد میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! تو آلِ یاسر کی مغفرت فرما اور تو نے ان کی مغفرت فرما دی ہے اور ابن عساکر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! عمار میں برکت عطا فرما۔ آگے باقی حدیث ذکر کی ہے۔[3]

حضرت اُمِ سَلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! ابوسلمہ کی مغفرت فرما اور مقربین میں ان کے درجے کو بلند فرما اور ان کے پیچھے رہ جانے والوں میں تو ان کا خلیفہ بن جا اور اے رب العالمین! ہماری اور ان کی مغفرت فرما اور ان کی قبر کو کشادہ اور منوّر فرما۔[4]

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پکڑ کر اپنی ران پر بٹھالیا کرتے تھے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بائیں ران پر بٹھالیا کرتے پھر ہم دونوں کو اپنے ساتھ چمٹا کر یوں فرماتے اے اللہ! میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں تو بھی ان دونوں پر رحم فرما۔[5] ایک روایت میں یہ ہے کہ اے اللہ! مجھے ان دونوں سے محبت

---

(۱) کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۲۳) واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۲۶) عن الشعبی نحوہ (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۴۶) (۳) کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۲۵) (۴) اخرجہ احمد ومسلم وابوداود کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۲۶) (۵) اخرجہ احمد والبیہقی والنسائی وابن حبان واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۴۲) عن اسامۃ نحوہ۔

ہے تو بھی ان دونوں سے محبت فرما۔

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں (میں لشکر کی تیاری کے لیے مدینہ سے باہر جُرف میں ٹھہرا ہُوا تھا) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھ گئی تو میں مدینہ واپس آیا اور میرے ساتھ جو لوگ تھے وہ بھی مدینہ آگئے۔ میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ آپؐ خاموش تھے اور بالکل بات نہیں کر رہے تھے۔ حضورؐ میرے اُوپر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر پھر اُوپر کو اٹھاتے حضورؐ نے بار بار ایسا کیا جس سے میں سمجھا کہ آپؐ میرے لیے دُعا فرما رہے ہیں۔[1]

حضرت عمرو بن عاص، حضرت حکیم بن حزام، حضرت جریر اور آلِ بسر رضی اللہ عنہم کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دُعائیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا تین مرتبہ فرمائی اے اللہ! عمرو بن عاص کی مغفرت فرما کیونکہ جب بھی میں نے انہیں صدقہ دینے کے لیے بلایا وہ ہمیشہ میرے پاس صدقہ لے کر آئے۔[2]

حضرت حکیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! تُو اس کے ہاتھ کے کاروبار میں برکت عطا فرما۔[3] حضرت حکیمؓ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک دینار دے کر قربانی کا جانور خریدنے کے لیے بھیجا۔ میں نے ایک دینار میں جانور خرید کر دو دینار میں بیچ دیا اور پھر ایک دینار کی بکری خریدی اور ایک دینار لا کر حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضورؐ نے میرے لیے برکت کی دُعا فرمائی اور فرمایا جو دینار تم لائے ہو اُسے صدقہ کر دو۔[4]

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں گھوڑے پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا تھا نیچے گر جایا کرتا تھا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا آپؐ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر مارا اور آپؐ کے ہاتھ (کی برکت) کا اثر میں نے اپنے سینے میں محسوس کیا اور آپؐ نے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! اسے (گھوڑے پر) جما دے اور دُوسروں کو ہدایت پر لانے والا اور خود ہدایت یافتہ بنا دے چنانچہ میں اس دُعا کے بعد کبھی گھوڑے سے نہیں گرا۔[5] حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم ذُو الخَلَصہ بُت والا گھر گرا کر مجھے راحت نہیں پہنچاتے؟ یہ زمانہ جاہلیت میں قبیلہ خَشْعَم کا ایک گھر تھا جسے یمنی کعبہ کہا جاتا تھا میں

(۱) عند احمد والترمذی وحسنہ والطبرانی وغیرہم کذافی الکنز (ج ۷ص ۵۹) والمنتخب (ج ۵ص ۱۳۶) (۲) اخرجہ الطبرانی کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۲۵۰) (۳) اخرجہ الطبرانی (۴) عند عبدالرزاق وابن ابی شیبۃ کذافی المنتخب (ج ۵ص ۱۲۹) (۵) اخرجہ الطبرانی

نے عرض کیا یا رسُول اللہ! (میں گھوڑے سے) گر جاتا ہُوں پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[1]

حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں اور میرے والد ہم دونوں اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہُوئے تھے کہ اتنے میں سامنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر تشریف لائے۔ میرے والد نے عرض کیا یا رسُول اللہ! کیا آپ ہمارے گھر نہیں آتے اور کھانا کھا کر ہمارے لیئے برکت کی دُعا نہیں کر دیتے؟ چُنانچہ آپؐ ہمارے گھر تشریف لے گئے اور کھانا کھا کر یہ دُعا فرمائی اے اللہ! ان پر رحم فرما ان کی مغفرت فرما اور ان کے رزق میں برکت نصیب فرما۔ طبرانی کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ پھر ہم ہمیشہ اللہ کی طرف سے رزق میں وُسعت ہی دیکھتے رہے۔[2]

حضرت براءؓ بن مَعرُور، حضرت سَعدؓ بن عُبادہ اور حضرت ابُوقتادہ رضی اللہ عنہم کے لیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائیں

حضرت نضلہ بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قبیلہ غِفار کا ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا حضورؐ نے پُوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اُس نے کہا مُہان (جس کا لفظی ترجمہ قابلِ اہانت ہے) حضورؐ نے فرمایا نہیں بلکہ تم مکرم یعنی قابلِ اکرام ہو۔ حضورؐ نے مدینہ آنے کے بعد حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ کے لیئے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! براء بن معرور پر رحمت نازل فرما اور قیامت کے دن اسے اپنے سے پردہ میں نہ رکھ اور اسے جنّت میں داخل فرما اور تُو نے واقعی ایسے کر دیا۔[3] حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے سب سے پہلے حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ کے لیئے دُعائے رحمت فرمائی۔ حضورؐ صحابہ کو لے کر وہاں گئے صحابہؓ ان کے سامنے صف بنا کر کھڑے ہو گئے۔ حضورؐ نے ان کے لیئے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! ان کی مغفرت فرما، ان پر رحم فرما، ان سے راضی ہو جا اور تُو نے واقعی ایسے کر دیا۔[4]

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! اپنی خاص رحمت اور اپنی عام رحمت سعد بن عُبادہ کے خاندان پر نازل فرما۔[5]

حضرت ابُوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپؐ (نیند کی وجہ سے) سواری سے ایک طرف کو جُھک گئے۔ میں نے آپ کو سہارا

(۱) اخرجہ ابن ابی شیبۃ کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۵۲) (۲) اخرجہ ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۲۰) (۳) اخرجہ ابن مندۃ وابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۴۳) (۴) عند ابن سعد (ج ۳ ص ۶۲۰) (۵) اخرجہ ابوداؤد کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۹۰)

دیا یہاں تک کہ آپؐ کی آنکھ کھل گئی پھر آپؐ کو نیند آگئی اور ایک طرف کو جھک گئے۔ میں نے آپؐ کو پھر سہارا دیا یہاں تک کہ آپؐ کی آنکھ کھل گئی تو آپؐ نے مجھے یہ دعا دی اے اللہ! ابُو قتادہ کی ایسے حفاظت فرما جیسے اس نے آج رات میری حفاظت کی اور پھر مجھے فرمایا میرا خیال یہ ہے کہ ہماری وجہ سے تمہیں بڑی مشقت اُٹھانی پڑی[1]

حضرت اَنَس بن مالک اور دُوسرے صحابہ رَضِیَ اللہُ عنہم کے لئے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی دُعائیں

حضرت اَنَس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (میری والدہ) حضرت اُمّ سُلَیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! اَنَس کے لیئے دُعا فرما دیں آپؐ نے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ فرما دے اور اس کے مال اور اولاد میں برکت عطا فرما آگے اور حدیث ذکر کی[2]

حضرت اَبُوالدَرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی کو حَرمَلہ کہا جاتا تھا اُس نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسُولَ اللہ! ایمان تو بس یہاں ہے اور زبان کی طرف اِشارہ کیا اور نِفاق یہاں ہے اور دِل کی طرف اِشارہ کیا اور میں اللہ کا ذکر بس تھوڑا سا کرتا ہُوں۔ حضورؐ نے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! اسے ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دِل عطا فرما اور اسے اس بات کی توفیق عطا فرما کہ یہ اس سے محبت کرے جو مجھ سے محبت کرتا ہے اور ہر کام میں اس کے انجام کو خیر فرما[3]

حضرت تَلِب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسُولَ اللہ! میرے لیئے دُعائے مغفرت فرما دیں۔ حضورؐ نے فرمایا جب تمہارے لیئے دُعا کرنے کی اللہ کی طرف سے اجازت ملے گی تب کروں گا۔ حضورؐ کچھ دیر ٹھہرے پھر میرے لیئے یہ دُعا تین مرتبہ فرمائی اے اللہ! تَلِب کی مغفرت فرما اور اس پر رحم فرما پھر آپؐ نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا[4]

حضرت اَبُو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے یہ دُعا فرمائی اس چھوٹے سے بندے اَبُو عامر کو درجہ میں قیامت کے دن اکثر لوگوں سے اُوپر کر دینا[5]

(۱) اخرجہ ابونعیم واخرجہ الطبرانی مقتصرا علی الدعاء کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۲۱) (۲) اخرجہ ابونعیم کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۴۲) (۳) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۶۲) وفیہ راو لم یسم وبقیۃ رجالہ ثقات۔ انتہی (۴) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۴۰۲) و ملقام بن التلب روی عنہ اثنان وبقیۃ رجالہ وثقوا۔ انتہی واخرجہ ابن سعد (ج ۷ ص ۴۲) وفی روایۃ قال قلت یا رسول اللہ استغفر لی فقال لی اذا اذن فذکر مثلہ (۵) اخرجہ ابن سعد والطبرانی کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۳۹)

حضرت حسّان بن شدّاد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری والدہ نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یارَسُولَ اللہ! مَیں آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئی ہوں تاکہ آپ میرے اس بیٹے کے لئے دُعا کردیں اور اسے بڑا اور اچھا بنادیں۔ آپؐ نے وضو کیا اور وضو کے بچے ہُوئے پانی کو میرے چہرے پر پھیرا اور یہ دُعا مانگی اے اللہ! اس عورت کے لئے اس کے بیٹے میں برکت عطا فرما اور اسے بڑا اور عمدہ بنا[1]

حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اپنے کمزور صحابہؓ کے لئے دُعا

حضرت اَبُوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نماز سے سلام پھیرا اور ابھی آپؐ کا چہرہ قبلہ کی طرف تھا کہ آپؐ نے سر اُٹھا کر یہ دُعا مانگی اے اللہ! سَلَمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ، ولید بن ولید اور اُن تمام کمزور مسلمانوں کو (ظالم کافروں کے ہاتھ سے) چھُڑا دے جو کوئی تدبیر نہیں کرسکتے اور جنہیں کوئی راستہ سُجھائی نہیں دیتا[2] ابن سعد کی دُوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت اَبُوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فجر کے رُکوع سے سَر اُٹھایا تو یہ دُعا فرمائی اے اللہ! ولید بن ولید، سَلَمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور مکہ کے تمام کمزور مسلمانوں کو (کافروں سے) نجات نصیب فرما۔ اے اللہ! قبیلہ مُضَر کی سخت پکڑ فرما اور انہیں قحط سالی میں ایسے مُبتلا فرما جیسے تُو نے حضرت یُوسف عَلَیْہِ السَّلام کے زمانہ میں سات سال کا قحط بھیجا تھا۔

حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی نماز کے بعد کی دُعائیں

حضرت مُعاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے مُعاذ! اللہ کی قسم! مَیں تم سے محبت کرتا ہُوں مَیں نے عرض کیا یارَسُولَ اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اللہ کی قسم! مجھے بھی آپ سے محبت ہے حُضورؐ نے فرمایا اے مُعاذ! مَیں تمہیں یہ وصیت کرتا ہُوں کہ تم نماز کے بعد یہ دُعا کبھی نہ چھوڑنا ہمیشہ مانگنا اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ" اے اللہ! اپنے ذکر میں اپنے شکر ادا کرنے میں اور اپنی اچھی طرح عبادت کرنے میں میری مدد فرما" راوی کہتے ہیں حضرت مُعاذؓ نے اپنے شاگرد صُنَابِحی کو اور صُنَابِحی نے اَبُوعبدالرَّحمٰن کو اور ابوعبدالرَّحمٰن نے عقبہ بن

(۱) اخرجہ ابونعیم کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۶۷) (۲) اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۵۲) وفیہ علی بن زید وفیہ خلاف وبقیۃ رجالہ ثقات وفی الصحیح انہ قنت بہ۔ انتہی واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۳) عن ابی ہریرۃ نحوہ الا ان فی روایۃ اللہم انج

مُسلم کو اِس دُعا کی وصیت فرمائی۔[1]

حضرت عَون بن عبداللہ بن عُتبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے پہلو میں نماز پڑھی اُس نے سُنا کہ حضرت عبداللہؓ سلام کے بعد یہ دُعا پڑھ رہے ہیں اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ "اے اللہ! تو ہی سلامتی دینے والا ہے تیری ہی جانب سے سلامتی نصیب ہوتی ہے۔ تُو بہت برکت والا ہے اے عظمت وجلال والے اور اکرام واحسان والے!" پھر اُس آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں نماز پڑھی تو اُس نے اُنہیں بھی سلام کے بعد یہی دُعا پڑھتے ہُوئے سُنا تو وہ ہنس پڑا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اُس سے پُوچھا میاں کیوں ہنس رہے ہو؟ اُس نے کہا مَیں نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پہلو میں نماز پڑھی تھی تو اُن کو بھی یہ دُعا پڑھتے ہُوئے سُنا تھا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ دُعا پڑھتے تھے۔[2]

حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو دایاں ہاتھ اپنے سر پر پھیرتے اور فرماتے بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنِّی الْھَمَّ وَالْحُزْنَ "اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہُوں) جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ بڑا مہربان اور بہت رحم کرنے والا ہے اے اللہ! تُو ہر فکر اور پریشانی مجھ سے دُور فرما دے" ایک روایت میں یہ ہے کہ اپنا دایاں ہاتھ اپنی پیشانی پر پھیرتے اور فرماتے اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنِّی الْغَمَّ وَالْحُزْنَ "اے اللہ! تُو ہر غم اور پریشانی کو مجھ سے دُور فرما دے۔"[3]

حضرت اَبُو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب بھی مَیں نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو مَیں نے انہیں نماز سے فارغ ہوکر یہی کہتے ہُوئے سُنا: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ خَطَایَایَ وَذُنُوْبِیْ کُلَّھَا اَللّٰھُمَّ وَانْعَشْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَاھْدِنِیْ لِصَالِحِ الْاَعْمَالِ وَالْاَخْلَاقِ لَا یَھْدِیْ لِصَالِحِھَا وَلَا یَصْرِفُ سَیِّئَھَا اِلَّا اَنْتَ "اے اللہ! میری

---

(1) اخرجہ ابوداؤد والنسائی واللفظ لہ وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحیہما والحاکم وصححہ علی شرط الشیخین کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۱۱) (2) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۰۳) رجالہ رجال الصحیح۔ اھ واخرجہ ابن ابی شیبۃ عن صلۃ بن زفر قال سمعت ابن عمر یقول فی دبر الصلاۃ فذکر الحدیث نحوہ الا انہ جعل المرفوع من حدیث عبداللہ بن عمرو کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۵) وا خرجہ ابوداؤد (ج ۲ ص ۲۵۹) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا سلم قال فذکرہ (3) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۱۰) رواہ الطبرانی فی الاوسط والبزار نحوہ باسانید وفیہ زید العمی وقد وثقہ غیر واحد وضعفہ الجمہور وبقیۃ رجال احد اسنادی الطبرانی ثقات وفی بعضہم خلاف۔ انتہی۔

تمام خطائیں اور گناہ مُعاف فرما اے اللہ! مجھے بلندی عطا فرما اور میری کمیوں کو دُور فرما اور مجھے نیک اعمال اور اچھے اَخلاق کی ہدایت نصیب فرما (اس لئے کہ) اچھے کاموں اور اچھے اخلاق کی ہدایت تیرے سوا اور کوئی نہیں دے سکتا اور بُرے کاموں اور بُرے اَخلاق کو تیرے سوا اور کوئی ہم سے دُور نہیں کرسکتا"۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب بھی مَیں نے تمہارے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پیچھے نماز پڑھی تو نماز سے فارغ ہوتے ہی حضورؐ کو یہی کہتے ہُوئے سُنا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ خَطَایَ وَعَمَدِیَ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ لِصَالِحِ الْاَعْمَالِ وَالْاَخْلَاقِ اِنَّہٗ لَا یَھْدِیْ لِصَالِحِھَا وَلَا یَصْرِفُ سَیِّئَھَا اِلَّا اَنْتَ " اے اللہ! مَیں نے جو گناہ بھُولے سے کیے اور جو جان کر کیے وہ سب مُعاف فرما" (باقی ترجمہ گزرچکا)۔[2] حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فجر کی نماز کے بعد یہ دُعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِزْقًا طَیِّبًا وَّعِلْمًا نَافِعًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا " اے اللہ! مَیں تجھ سے پاکیزہ روزی، نفع دینے والا علم اور مقبُول عمل کی توفیق مانگتا ہُوں"۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہر نماز کے بعد یہ دُعا پڑھا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ رَبَّ جِبْرِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ اَعِذْنِیْ مِنْ حَرِّ النَّارِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ " اے اللہ! اے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے رب! مجھے جہنّم کی گرمی سے اور قبر کے عذاب سے پناہ عطا فرما"۔[4]

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نماز کے بعد یہ دُعا پڑھا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ " اے اللہ! مَیں کفر، فقر اور عذابِ قبر سے تیری پناہ چاہتا ہُوں"۔[5]

حضرت مُعاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَیں نے سُنا کہ جب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دُعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ " اے اللہ! جو تُو دے اُسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے تُو روکے اُسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی دولتمند کو اس کی دولت تیری پکڑ سے بچا نہیں سکتی"۔[6]

---

(۱) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۱۱) رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط واسنادہ جید۔ اھ (۲) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۴۲) رجالہ وثقوا۔ اھ (۳) اخرجہ الطبرانی فی الصغیر قال الہیثمی (ج ۱۰ ص) ورجالہ ثقات۔ انتہی (۴) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۱۰) رواہ الطبرانی فی الاوسط عن شیخہ علی بن سعید الرازی وفیہ کلام لایضر وبقیۃ رجالہ ثقات وروی النسائی غیر قولہا فی دبر کل صلوۃ۔ انتہی (۵) اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۶) (۶) اخرجہ النسائی کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۶)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وضو کا پانی لے کر آیا آپؐ نے وضو فرما کر نماز پڑھی پھر یہ دُعا پڑھی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ "اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما اور میرے گھر میں وُسعت عطا فرما اور میرے رزق میں برکت عطا فرما"[1]

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ کلمات کہا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَیْءٍ اَنَا شَهِیْدٌ اَنَّكَ اَنْتَ الرَّبُّ وَحْدَكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَیْءٍ اَنَا شَهِیْدٌ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَیْءٍ اَنَا شَهِیْدٌ اَنَّ الْعِبَادَ كُلَّهُمْ اِخْوَةٌ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَیْءٍ اِجْعَلْنِیْ مُخْلِصًا لَكَ وَاَهْلِیْ فِیْ كُلِّ سَاعَةٍ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اِسْمَعْ وَاسْتَجِبْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ الْاَكْبَرُ اَللّٰھُمَّ نُوْرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ الْاَكْبَرُ " اے اللہ! اے ہمارے اور ہر چیز کے رب! میں اس بات پر گواہ ہوں کہ تُو ہی رب ہے تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔ اے اللہ! اے ہمارے اور ہر چیز کے رب! میں اس بات پر گواہ ہوں کہ حضرت محمد (علیہ السلام) تیرے بندے اور رسُول ہیں اے اللہ! اے ہمارے اور ہر چیز کے رب! میں اس بات پر گواہ ہوں کہ تمام بندے بھائی ہیں اے اللہ! اے ہمارے اور ہر چیز کے رب! دُنیا اور آخرت کے تمام کاموں میں ہر گھڑی مجھے اور میرے گھر والوں کو مخلص بنا دے اے بزرگی اور عظمت والے اے اکرام و احسان والے! سُن لے اور قبول فرما لے اللہ سب سے بڑا سب سے ہی بڑا ہے۔ اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کے نُور! اللہ سب سے بڑا سب سے ہی بڑا ہے اللہ مجھے کافی ہے اور بہترین کارساز ہے اللہ سب سے بڑا سب سے ہی بڑا ہے"[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تو یہ دُعا فرماتے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَالْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ " اے اللہ! میرے اگلے پچھلے گناہ مُعاف فرما اور وہ گناہ بھی مُعاف فرما جو میں نے چُھپ کر کیے اور جو میں نے علی الاعلان کئے اور میں نے جو بے اعتدالیاں کی ہیں اور میرے جن گناہوں کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے ان سب کو معاف فرما تو ہی آگے اور پیچھے کرنے والا ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں"[3]

[1] اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۶) (۲) اخرجہ ابو داؤد (ج ۲ ص ۲۵۸) (۳) عند ابی داؤد ایضا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صبح اور شام کی دعائیں

حضرت عبداللہ بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پڑوسن نے مجھے بتایا کہ وہ حضورؐ کو فجر طلوع ہوتے وقت یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا کرتی تھی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ" اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے اور قبر کی آزمائش (منکر نکیر کے سوال) سے تیری پناہ چاہتا ہوں"۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب صبح ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھا کرتے اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ" ہم نے اور تمام ملک نے اللہ (کی عبادت اور اطاعت) کے لیے صبح کی اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کے پاس موت کے بعد اٹھایا جانا ہے" اور جب شام ہوتی تو یہ پڑھا کرتے اَمْسَیْنَا وَاَمْسَی الْمُلْکُ لِلّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَاِلَیْہِ الْمَصِیْرُ" ہم نے اور تمام دنیا نے اللہ (کی عبادت و طاعت) کے لئے شام کی" آگے ترجمہ صبح والی دعا کی طرح ہے۔[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب شام ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات کہتے اَمْسَیْنَا وَاَمْسَی الْمُلْکُ لِلّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ رَبِّ اَسْئَلُکَ خَیْرَ مَا فِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَةِ وَخَیْرَ مَا بَعْدَھَا وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا فِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَھَا رَبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکَسَلِ وَسُوْءِ الْکِبَرِ رَبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابٍ فِی النَّارِ وَعَذَابٍ فِی الْقَبْرِ" ہم نے اور تمام دنیا نے اللہ (کی عبادت و طاعت) کے لیے شام کی اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اُسی کے لئے ساری بادشاہت اور ساری تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے میرے رب! میں تجھ سے اس چیز کی خیر مانگتا ہوں جو اس رات میں ہے اور جو اس کے بعد ہے اور اس چیز کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو اس رات میں ہے اور جو اس کے بعد ہے۔ اے میرے رب! میں سستی سے اور بُرے بڑھاپے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے میرے رب! میں جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں" اور جب صبح ہوتی تو بھی یہ کلمات کہتے البتہ شروع میں اَمْسَیْنَا وَاَمْسَی الْمُلْکُ لِلّٰہِ کی جگہ اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰہِ کہتے۔[3]

[1] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۱۰ص ۱۱۵) رجالہ ثقات (۲) البزار قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۱۴) و اسنادہ جید (۳) عند مسلم والترمذی وابی داؤد کما فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۵۸)

حضرت عبدالرحمٰن بن اَبزٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم صبح وشام یہ پڑھا کرتے اَصْبَحْنَا عَلٰی مِلَّۃِ الْاِسْلَامِ اَوْاَمْسَیْنَا عَلٰی فِطْرَۃِ الْاِسْلَامِ وَعَلٰی کَلِمَۃِ الْاِخْلَاصِ وَعَلٰی دِیْنِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی مِلَّۃِ اَبِیْنَا اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَّمَاکَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ " ہم نے ملّتِ اِسلام پر، اِسلامی فطرت پر، کلمۂ اخلاص پر اور اپنے نبی حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دین پر اور اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی ملّت پر صبح کی اور شام کی، حضرت ابراہیمؑ سب سے یک سُو ہو کر ایک اللہ کے ہو گئے تھے اور وہ مُسلمان تھے اور مُشرکوں میں سے نہیں تھے۔[1]

حضرت ابو سلّام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک صاحب حمص کی مسجد میں سے گزرے لوگوں نے کہا انہوں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت کی ہے میں اُٹھ کر اُن کے پاس گیا اور اُن سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی حدیث بیان کریں جو حضورؐ سے آپ نے براہِ راست سُنی ہو اور آپ کے اور حضورؐ کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہو۔ اُنہوں نے فرمایا حضورؐ نے فرمایا کہ جو بھی صبح اور شام تین تین مرتبہ یہ کلمات کہے گا تو اُس کا اللہ پر یہ حق (اللہ کے فضل سے) ہوگا کہ اللہ اُسے قیامت کے دِن راضی کرے رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا " میں نے اللہ کو رب، اِسلام کو دین اور حضرت محمد صَلَّی اللہُ علیہ وسلم کو نبی مان لیا اور میں اس پر راضی ہوں۔"[2]

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو صبح اور شام کی دُعاؤں میں یہ دُعا ہمیشہ پڑھتے ہوئے سُنا اور آپؐ نے اپنے اِنتقال تک اس دُعا کو کبھی نہیں چھوڑا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَاَھْلِیْ وَمَالِیْ اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِیْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِیْ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنِیْ مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَمِنْ خَلْفِیْ وَعَنْ یَّمِیْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ وَمِنْ فَوْقِیْ وَاَعُوْذُ بِعَظَمَتِکَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِیْ " اے اللہ! میں تجھ سے دُنیا اور آخرت میں عافیت مانگتا ہوں اور میں تجھ سے مُعافی مانگتا ہوں اور اپنے دین اور دُنیا میں اور اپنے اہل وعیال اور مال میں عافیت و سلامتی چاہتا ہوں اے اللہ! میرے عُیوب کی پردہ پوشی فرما اور میرے خوف اور پریشانی کو امن وامان سے بدل دے اے اللہ! آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے اُوپر سے میری حفاظت فرما اور میں اِس بات سے تیری عظمت کی پناہ چاہتا ہوں کہ مجھے اچانک نیچے سے

[1] اخرجہ احمد والطبرانی ورجالہما رجال الصحیح کما قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۱۶) [2] اخرجہ احمد ورواہ الطبرانی بنحوہ ورجالہما ثقات کما قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۱۶) واخرجہ ابوداؤد والنسائی۔

(زمین میں دھنسا کر) ہلاک کر دیا جائے۔"[1]

حضرت ابُوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا حکم دیا کہ میں صبح اور شام اور رات کو بستر پر لیٹتے وقت یہ کلمات کہا کروں اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ وَمَلِیْکُہٗ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَشَرِّ الشَّیْطٰنِ وَشَرَکِہٖ وَاَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰی نَفْسِیْ سُوْءًا اَوْ اَجُرَّہٗ اِلٰی مُسْلِمٍ " اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کے پیدا فرمانے والے! ہر پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے! تو ہر چیز کا پروردگار اور مالک ہے۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد (علیہ السلام) تیرے بندے اور رسول ہیں اور میں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر اور پھندے سے اور اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے نفس پر کسی بُرائی کا ارتکاب کروں یا کسی مسلمان پر کسی بُرائی کی تہمت لگاؤں۔"[2]

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور اُس نے کہا یارسُول اللہ! اللہ کی قسم! مجھے اپنی جان، اپنے اہل و عیال اور مال کے بارے میں بہت ڈر رہتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا صبح اور شام یہ کلمات کہا کرو بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی دِیْنِیْ وَنَفْسِیْ وَوَلَدِیْ وَاَھْلِیْ وَمَالِیْ " میں اپنے دین پر، اپنی جان پر، اپنی اولاد پر اپنے گھر والوں پر اور اپنے مال پر اللہ کا نام لیتا ہوں۔" اُس آدمی نے یہ کلمات کہنے شروع کر دیئے اور پھر حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ حضورؐ نے اُس سے پُوچھا تمہیں جو ڈر لگتا تھا اُس کا کیا ہُوا؟ اُس نے کہا اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے وہ ڈر بالکل جا رہا ہے۔[3]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سونے کے وقت کی اور سو کر اُٹھنے کے وقت کی دُعائیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر تشریف لے جاتے تو یہ دُعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَکَفَانَا وَاٰوَانَا فَکَمْ مِمَّنْ لَّا کَافِیَ لَہٗ وَلَا مُؤْوِیَ " اُس اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور ہماری تمام ضرورتوں

(۱) اخرجہ ابن ابی شیبۃ قال جبیر بن سلیمان وہو (ای الاغتیال) الخسف ولا ادری قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم او قول جبیر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۶) (۲) اخرجہ احمد و ابن منیع و ابویعلی و ابن السنی فی عمل یوم ولیلۃ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۴) واخرجہ ابوداؤد والترمذی بفرق یسیر فی الالفاظ من حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ (۳) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۴)

کو پُورا کیا اور ہمیں (رات گزارنے کے لیے) ٹھکانہ دیا، اس لئے کہ کتنے لوگ ایسے ہیں جن کا نہ کوئی ضرورت پُوری کرنے والا ہے اور نہ کوئی ٹھکانہ دینے والا"۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب بستر پر لیٹتے تو یہ دُعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَفَانِیْ وَ آوَانِیْ وَ اَطْعَمَنِیْ وَسَقَانِیْ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ مَنَّ عَلَیَّ فَاَفْضَلَ وَ اَعْطَانِیْ فَاَجْزَلَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ اَللّٰھُمَّ رَبَّ کُلِّ شَیْءٍ وَمَلِیْکَہٗ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ النَّارِ" اُس اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے میری تمام ضرورتیں پُوری کیں اور مجھے ٹھکانہ دیا اور مجھے کھلایا پلایا اور جس نے مجھ پر خُوب احسانات کئے اور بہت زیادہ نعمتیں دیں ہر حال میں اللہ کا شکر ہے اے اللہ! اے ہر چیز کے رب اور مالک! میں آگ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہُوں"۔[2]

حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنا ہاتھ سر کے نیچے رکھ لیتے پھر یہ دُعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَجْمَعُ (یا تَبْعَثُ کہے) عِبَادَکَ" اے اللہ! جس دِن تو اپنے بندوں کو جمع کرے گا اس دن تو مجھے اپنے عذاب سے بچا"۔[3]

حضرت ابو الازہر انماری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب رات کو بستر پر لیٹتے تو یہ دُعا پڑھتے بِسْمِ اللّٰہِ وَضَعْتُ جَنْبِیْ لِلّٰہِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَاَخْسَأْ شَیْطَانِیْ وَ فُکَّ رِھَانِیْ وَاجْعَلْنِیْ فِی النَّدِیِّ الْاَعْلٰی" میں نے اللہ کے نام کے ساتھ اپنا پہلو (سونے کے لیے بستر پر) رکھا اے اللہ! تو میرے گناہ بخش دے اور میرے شیطان کو (مجھ سے) دُور کر دے اور میری گردن کو (ہر ذمہ داری سے) آزاد کر دے اور مجھے اعلیٰ مجلس والوں میں شامل کر دے"۔[4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بستر پر لیٹتے وقت یہ دُعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِوَجْھِکَ الْکَرِیْمِ وَبِکَلِمٰتِکَ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ کُلِّ دَابَّۃٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اَللّٰھُمَّ اَنْتَ تَکْشِفُ الْمَغْرَمَ وَالْمَأْثَمَ اَللّٰھُمَّ لَا یُھْزَمُ جُنْدُکَ وَلَا یُخْلَفُ وَعْدُکَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ سُبْحَانَکَ اَللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ" اے اللہ! میں ہر اُس جانور کے شر سے تیری کریم ذات کی اور تیرے پُورے کلمات کی پناہ چاہتا ہُوں جو تیرے قبضہ اور قدرت میں ہے اے اللہ! تو ہی (بندے کے) قرض اور گناہ کو دُور کرتا ہے (لہٰذا میرا قرضہ اُتار دے اور میرے گناہ مُعاف کر دے) اے اللہ! تیرے لشکر کو شکست نہیں

[1] اخرجہ مسلم والترمذی وابو داؤد (۲) عند ابی داؤد کذا فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۵۹) (۳) اخرجہ الترمذی کذا فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۶۰) واخرجہ البزار عن انس رضی اللہ عنہ مثلہ وجزم بلفظ یوم تبعث واسنادہ حسن کما قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۲) واخرجہ ابن ابی شیبۃ وابن جریر وصححہ باللفظین کما فی الکنز (ج ۸ ص ۶۰) (۴) اخرجہ ابو داؤد کذا فی الجمع (ج ۲ ص ۲۶۰)

ہوسکتی اور تیرے وعدے کے خلاف نہیں ہوسکتا اور کسی مالدار کو اُس کی مالداری تیرے قہر و غضب سے نہیں بچا سکتی اے اللہ! میں تیری پاکی اور تعریف بیان کرتا ہوں"۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ فرماتے تو یہ دُعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَّ اِلٰهَ كُلِّ شَيْءٍ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَ رَسُوْلُكَ وَالْمَلَائِكَةُ يَشْهَدُوْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ وَشِرْكِهٖ اَوْ اَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰى نَفْسِيْ سُوْءً اَوْ اَجُرَّهٗ اِلٰى مُسْلِمٍ" اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کے ایجاد کرنے والے! پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے! اے ہر چیز کے رب! ہر چیز کے معبود! میں اِس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے بندے اور رسول ہیں اور فرشتے بھی ان ہی دو باتوں کی گواہی دیتے ہیں اے اللہ! میں شیطان سے اور اس کے (فریب کے) جال سے اور اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں خود کوئی بُرا عمل کروں یا کسی مسلمان پر بُرائی کی تہمت لگاؤں"۔ حضرت ابُوعبدالرحمٰن کہتے ہیں حضورؐ نے یہ دُعا حضرت عبداللہ بن عمروؓ کو سکھائی تھی اور خود بھی جب سونے کا ارادہ فرماتے تو یہ دُعا پڑھا کرتے۔[2] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے حضرت عبداللہ بن یزید سے فرمایا کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھادوں جو حضورؐ نے حضرت ابُوبکر رضی اللہ عنہ کو سوتے وقت پڑھنے کے لئے سکھائے تھے پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[3]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کے لئے لیٹتے تو یہ دُعا پڑھتے بِاسْمِكَ رَبِّيْ فَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ" اے میرے رب! میں تیرے نام کے ساتھ لیٹتا ہوں میرے تمام گناہوں کو معاف فرما۔[4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک رات گزاری نماز سے فارغ ہوکر جب آپؐ بستر پر لیٹنے لگے تو میں نے آپؐ کو یہ دُعا پڑھتے

(۱) اخرجہ ابوداؤد فی الاذکار للنوی انہ للنسائی ایضا وعزاہ فی الکنز (ج ۸ ص ۶۷) الی النسائی وابن جریر وابن ابی الدنیا بنحوہ (۲) اخرجہ احمد واسنادہ حسن کما قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۲) وفی روایۃ اخری عندہ باسناد حسن واعوذبک ان اقترف بدل اوان اقترف واخرجہ الطبرانی بنحوہ الا ان فی روایۃ علی نفسی اثما (۳) فذکر نحوہ قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۲) رواہ الطبرانی باسنادین ورجال الروایۃ الاولی رجال الصحیح غیر حیی بن عبداللہ المعافری وقد وثقہ جماعۃ وضعفہ غیرہم۔ انتہی وقد تقدم حدیث ابی بکر فی ہذا۔ (۴) اخرجہ احمد باسناد حسن کذا فی المجمع (ج ۱۰ ص ۱۲۳)

ہوئے سنا اَللّٰھُمَّ اَعُوْذُ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ اَللّٰھُمَّ لَا اَسْتَطِيْعُ ثَنَاءً عَلَيْكَ وَلَوْ حَرَصْتُ وَلٰكِنْ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ " اے اللہ! میں تیری سزا سے تیرے عفو و درگزر کی پناہ چاہتا ہوں اور تیرے غصہ سے تیری رضا کی پناہ چاہتا ہوں اور تجھ سے تیری ہی پناہ چاہتا ہوں اور چاہے مجھے کتنا شوق ہو اور میں کتنا زور لگاؤں تیری تعریف کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ تو تو ویسا ہے جیسے تو نے اپنی تعریف کی ہے۔"[1]

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر لیٹتے تو یہ دُعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ اِلَيْكَ اَسْلَمْتُ نَفْسِيْ وَوَجَّھْتُ وَجْھِيْ وَاِلَيْكَ فَوَّضْتُ اَمْرِيْ وَاِلَيْكَ اَلْجَاْتُ ظَھْرِيْ رَغْبَةً وَّرَھْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ " اے اللہ! میں نے اپنی جان تیرے سپرد کر دی اور اپنا چہرہ تیری طرف کر دیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا اور میں نے تیری رحمت کے شوق میں اور تیرے عذاب کے ڈر سے تجھے اپنا پُشت پناہ بنا لیا اور تیری پکڑ سے بچنے کا تیری رحمت کے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور تیرے اس نبی پر ایمان لایا جو تو نے بھیجا۔"[2]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر لیٹتے تو یہ دُعا پڑھتے بِاسْمِكَ اللّٰھُمَّ اَحْيَا وَاَمُوْتُ " اے اللہ! میں تیرے نام پر جیتا ہوں اور اسی پر مروں گا" اور جب صبح ہوتی تو یہ دُعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ " اس اللہ کا بہت بہت شکر ہے جس نے ہمیں مارنے کے بعد پھر زندہ کیا اور اسی کے پاس مر کر جانا ہے۔"[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بیدار ہوتے تو یہ دُعا پڑھتے لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِيْ وَاَسْئَلُكَ رَحْمَتَكَ اَللّٰھُمَّ زِدْنِيْ عِلْمًا وَلَا تُزِغْ قَلْبِيْ بَعْدَ اِذْ ھَدَيْتَنِيْ وَھَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَھَّابُ " تیرے سوا کوئی معبود نہیں اے اللہ! میں تیری پاکی اور تیری تعریف

(۱) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۳) رجالہ رجال الصحیح غیر ابراہیم بن عبد اللہ بن عبد القادری وقد وثقہ ابن حبان۔ انتہی واخرجہ ایضا النسائی ولیوسف القاضی فی سننہ عن علی بنحوہ کما فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۲) (۲) اخرجہ ابن جریر وصححہ وابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۶۷) (۳) اخرجہ البخاری وابوداؤد والترمذی کذا فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۵۹) واخرجہ ابن جریر وصححہ عن ابی ذر نحوہ الا انہ قال اللھم باسمک نموت ونحیی کما فی الکنز (ج ۸ ص ۶۷)

بیان کرتا ہوں اور تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں اور تجھ سے تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں اے اللہ! مجھے اور علم عطا فرما اور ہدایت دینے کے بعد میرے دل کو (گمراہ کرکے) ٹیڑھا نہ کر اور تو مجھے اپنی بارگاہ سے خاص رحمت عطا فرما بیشک تو بہت بڑا عطا فرمانے والا ہے"[1]

مجلسوں میں اور مسجد اور گھر میں داخل ہونے اور دونوں سے نکلنے کے وقت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بہت کم ایسا ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اُٹھے ہوں اور اپنے ساتھیوں کے لئے یہ دعائیں نہ مانگی ہوں (بلکہ اکثر مانگا کرتے تھے) اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعْصِيَتِكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مُصِيْبَاتِ الدُّنْيَا وَمَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّا يَرْحَمُنَا" اے اللہ! تو ہمیں اپنا اتنا ڈر نصیب فرما جو ہمارے اور تیری نافرمانی کے درمیان حائل ہو جائے اور ہمیں اپنی ایسی فرمانبرداری نصیب فرما جس کے ذریعے تو ہمیں اپنی جنت میں پہنچا دے اور ایسا یقین نصیب فرما جس سے دنیا کی مصیبتوں کو جھیلنا ہمارے لیے آسان ہو جائے اور تو ہمیں جتنی زندگی نصیب فرمائے اُس میں ہمیں اپنے کانوں، آنکھوں اور اپنی قوت سے فائدہ اُٹھانے والا بنا اور ان تمام اعضاء کو ہماری زندگی تک باقی رکھ کر ہمارا وارث بنا اور ہمیں اس کی توفیق دے کہ ہم صرف ان لوگوں سے بدلہ لیں جو ہم پر ظلم کریں اور ان لوگوں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما جو ہم سے دشمنی رکھیں اور ہماری مصیبت ہمارے دین پر نہ ڈال اور دنیا کو ہمارا بڑا مقصد نہ بنا اور نہ اس کو ہمارے علم کی انتہا پرواز بنا اور جو ہمارے اُوپر رحم نہ کھائے اُس کو ہم پر مسلط نہ فرما"[2] اس باب سے متعلق کچھ دعائیں کفارہ مجلس کے باب میں گزر چکی ہیں۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ اَنْ نَّزِلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا" اللہ کے نام کے ساتھ میں گھر سے باہر نکل رہا ہوں اور میں نے اللہ پر بھروسہ کیا اے اللہ! ہم اس بات سے تیری

(۱) اخرجہ ابوداؤد کذا فی الجمع (ج ۲ ص ۲۶۰) (۲) اخرجہ الترمذی کذا فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۶۱)

پناہ چاہتے ہیں کہ ہم خود صحیح راستہ سے بھٹک جائیں یا ہم دوسروں کو گمراہ کردیں یا ہم کسی پر ظلم کریں یا کوئی ہم پر ظلم کرے یا ہم کسی کے ساتھ نادانی کا معاملہ کریں یا کوئی ہم سے نادانی کا معاملہ کرے۔"[1]

حضرت ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے تو یہ کلمات کہتے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَوَجْھِہِ الْکَرِیْمِ وَسُلْطَانِہِ الْقَدِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ "میں مردود شیطان سے عظمت والے اللہ، اس کی کریم ذات کی اور اس کی قدیم سلطنت کی پناہ چاہتا ہوں" آدمی جب یہ کلمات کہتا ہے تو شیطان کہتا ہے باقی سارے دن میں اس آدمی کی مجھ سے حفاظت ہوگئی۔[2]

حضرت فاطمہ بنت حسین رحمۃ اللہ علیہا اپنی دادی حضرت فاطمۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے تو پہلے اپنے اوپر درود و سلام بھیجتے پھر یہ دعا پڑھتے رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ "اے میرے رب! میرے تمام گناہ معاف فرما اور اپنی رحمت کے دروازے میرے لئے کھول دے" اور جب مسجد سے باہر نکلتے تو اپنے اوپر درود و سلام بھیجتے اور یہ دعا پڑھتے رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِکَ "اے میرے رب! میرے تمام گناہ معاف فرما اور اپنے فضل کے دروازے میرے لئے کھول دے۔"[3]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سفر میں دعائیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ بِکَ اَصُوْلُ وَبِکَ اَحُوْلُ وَبِکَ اَسِیْرُ "اے اللہ! میں تیری مدد سے حملہ کروں گا اور تیری مدد سے تدبیر کروں گا اور تیری ہی مدد سے چلوں گا۔"[4]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر سفر پر تشریف لے جانے کے لئے اپنے اونٹ پر بیٹھ جاتے تو تین تین مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے پھر یہ دعا پڑھتے سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا

(۱) اخرجہ ابو داؤد والترمذی والنسائی کذا فی الجمع (ج ۲ ص ۲۶۱) (۲) اخرجہ ابو داؤد (۳) اخرجہ الترمذی واخرجہ احمد و ابن ماجۃ کما فی المشکوۃ (ص ۶۷) وفی روایتھما قالت اذا دخل المسجد وکذا اذا خرج قال بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ بدل صلی علی محمد وسلم وقال الترمذی حدیث فاطمۃ حدیث حسن ولیس اسنادہ بمتصل فاطمۃ بنت الحسین لم تدرک فاطمۃ الکبریٰ (۴) اخرجہ احمد والبزار قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۰) ورجالہما ثقات۔

اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ فِیْ سَفَرِنَا ھٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا ھٰذَا وَاطْوِعَنَّا بُعْدَ الْاَرْضِ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَآبَۃِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ" پاک ہے وہ ذات جس نے اِس سواری کو ہمارے لئے مُسخر کیا اور ہم اُس کی مدد کے بغیر اس پر قابو پانے والے نہیں تھے اور بلاشبہ ہم کو اپنے رب کی طرف جانا ہے اے اللہ! ہم تجھ سے اس سفر میں نیکی اور پرہیزگاری کا اور ان اعمال کا سوال کرتے ہیں جن سے تو راضی ہوتا ہے اے اللہ! ہمارے اِس سفر کو ہمارے لئے آسان فرما اور اِس کی مسافت کو جلدی طے کرا دے۔ اے اللہ! تو سفر میں ہمارا ساتھی اور اہل وعیال میں ہمارا خلیفہ اور نائب ہے اے اللہ! میں سفر کی مشقت سے اور تکلیف دہ منظر اور اہل وعیال اور مال ودولت میں بُری واپسی سے تیری پناہ چاہتا ہُوں"۔ اور جب سفر سے واپس ہوتے تو بھی یہ دُعا پڑھتے اور مزید یہ کلمات بھی کہتے "اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا سَاجِدُوْنَ" "ہم واپس لوٹنے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں (اللہ کی) عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے رب کے سامنے سجدہ کرنے والے ہیں"۔[1] حضرت براءؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں تشریف لے جاتے تو یہ دُعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ بَلَاغًا یَبْلُغُ خَیْرًا مَغْفِرَۃً مِنْکَ وَرِضْوَانًا بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا السَّفَرَ وَاطْوِلَنَا الْاَرْضَ اَللّٰھُمَّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَآبَۃِ الْمُنْقَلَبِ" اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ذریعہ مانگتا ہُوں جو خیر تک پہنچے اور تیری مغفرت اور رضامندی کا سوال کرتا ہُوں۔ تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں۔ بیشک تُو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! تُو سفر میں ساتھی اور اہل وعیال میں خلیفہ ہے۔ اے اللہ! سفر ہمارے لئے آسان فرما اور ہمارے لئے زمین لپیٹ دے یعنی تھوڑے وقت میں زیادہ مسافت طے کرا دے اور سفر کی مشقت سے اور تکلیف دہ واپسی سے تیری پناہ چاہتا ہُوں"۔[2]

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے اور سحری کا وقت ہو جاتا تو یہ دُعا پڑھتے سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰہِ وَحُسْنِ بَلَائِہٖ عَلَیْنَا رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَاَفْضِلْ عَلَیْنَا عَائِذًا بِاللّٰہِ مِنَ النَّارِ" سُننے والے نے ہم سے اللہ کی حمد وثنا اور اللہ کے ہمیں اچھی طرح آزمانے کو سُنا اے ہمارے رب! تُو ہمارا ساتھی ہو جا اور ہم پر فضل

[1] اخرجہ مسلم وابوداؤد والترمذی کذا فی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۲۶۱) (۲) عند ابی یعلی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۰) رجالہ رجال الصحیح غیر فطر بن خلیفۃ وھو ثقۃ۔ انتہی۔

فرمائیں جہنّم کی آگ سے اللہ کی پناہ لیتے ہُوئے (یہ کہہ رہا ہُوں)"[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم لوگ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ جب آپؐ کی نگاہ اُس بستی پر پڑتی جس میں داخل ہونے کا ارادہ ہوتا تو اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْھَا" اے اللہ! تو ہمارے لیئے اِس بستی میں برکت نصیب فرما" تین دفعہ کہتے اور یہ دُعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حَیَاھَا وَحَبِّبْنَا اِلٰی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا اِلَیْنَا" اے اللہ! تو ہمیں اس بستی کی تروتازگی نصیب فرما۔ بستی والوں کے دِل میں ہماری محبت ڈال دے اور بستی کے نیک لوگوں کی محبت ہمیں نصیب فرما"[2]

حضرت صُہیب رضی اللہ عَنْہُ فرماتے ہیں حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جس بستی میں داخل ہونا چاہتے اسے دیکھتے ہی یہ دُعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّیَاحِ وَمَا ذَرَیْنَ اِنَّا نَسْئَلُكَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَخَیْرَ اَھْلِھَا وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ اَھْلِھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا" اے اللہ! ساتوں آسمانوں اور اس تمام مخلوق کے رب جس پر یہ آسمان سایہ کر رہے ہیں اور ہواؤں کے اور ان چیزوں کے رب جن کو ہوانے اُڑایا ہم تجھ سے اس بستی کی اور بستی والوں کی خیر مانگتے ہیں اور اس بستی کے شر سے اور بستی والوں کے اور جو کچھ اس بستی میں ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں"[3] جہاد فی سَبِیل اللہ کے دوران دُعاؤں کے اہتمام کے باب میں حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سفر کی دُعائیں گزر چکی ہیں۔

صحابہ کرامؓ کو رخصت کرتے وقت کی حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی دعائیں

حضرت قَزَعَہ رَحمۃُ اللہ عَلَیْہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا آؤ مَیں تمہیں اس طرح رُخصت کروں جس طرح حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجھے رُخصت کیا تھا اور پھر یہ کلمات کہے اَسْتَوْدِعُ اللہَ دِیْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِكَ" مَیں تُمہارے دین کو اور تمہاری صفت امانت داری کو اور تمہارے ہر عمل کے آخری حِصّہ کو اللہ کے سپُرد کرتا ہُوں"[4]

حضرت سالم رَحمۃُ اللہ عَلَیْہ کہتے ہیں جب کوئی آدمی سفر میں جانے کا ارادہ کرتا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس سے فرماتے میرے قریب آؤ مَیں تمہیں اس طرح رُخصت کروں جس طرح حضور

(۱) اخرجہ مسلم والبوداؤد کذا فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۶۲) (۲) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۴) اسنادہ جید
(۳) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۵) رجالہ رجال الصحیح غیر عطاء بن ابی مروان وابیہ وکلاہما ثقۃ۔ انتہی (۴) اخرجہ ابوداؤد (ج ۳ ص ۲۲۲)

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہمیں رخصت کیا کرتے تھے پھر پچھلی حدیث جیسی دعا ذکر کی۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میرا سفر میں جانے کا ارادہ ہے آپ کچھ توشہ عنایت فرما دیں یعنی میرے لئے دعا فرما دیں۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ تمہیں تقویٰ کا توشہ دے۔ اس نے عرض کیا کچھ اور دعا فرما دیں۔ حضورؐ نے فرمایا اور اللہ تمہارے گناہ معاف کرے اس نے پھر عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کچھ اور دعا فرما دیں۔ حضورؐ نے فرمایا جہاں بھی تم ہو وہاں بھلائی کو تمہارے لئے آسان کر دے۔[2]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجھے اپنی قوم کا امیر بنایا تو میں نے آپؐ کا ہاتھ پکڑ کر آپؐ کو رخصت کیا۔ آپؐ نے یہ دعا پڑھی جَعَلَ اللّٰہُ التَّقْوٰی زَادَکَ وَغَفَرَ ذَنْبَکَ وَوَجَّھَکَ لِلْخَیْرِ حَیْثُمَا تَوَجَّھْتَ "اللہ تقویٰ کو تمہارا توشہ بنائے اور تمہارے گناہ کو معاف کرے اور جہاں بھی تم جاؤ وہاں تمہیں خیر کی توفیق عطا فرمائے"۔[3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا سفر میں جانے کا ارادہ ہے آپ مجھے کچھ وصیت فرما دیں۔ آپؐ نے فرمایا اللہ کے ڈر کو اور ہر بلندی پر چڑھتے وقت تکبیر کہنے کو لازم پکڑے رکھو۔ جب وہ آدمی پشت پھیر کر چل دیا تو حضورؐ نے یہ دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اطْوِلَہُ الْبُعْدَ وَھَوِّنْ عَلَیْہِ السَّفَرَ "اے اللہ! اس کے سفر کی مسافت کو جلد طے کرا دے اور سفر اس پر آسان فرما دے"۔[4]

کھانے پینے اور کپڑے پہننے کے وقت حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی دعائیں

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے سامنے سے دستر خوان اٹھا لیا جاتا تو آپؐ یہ دعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ رَبَّنَا "تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں ایسی تعریف جو بہت زیادہ ہو اور پاکیزہ اور بابرکت ہو ہماری یہ تعریف کافی (اور تیری شان کے لائق) نہیں ہو سکتی اور نہ ہم اسے کبھی چھوڑ سکتے اور نہ کبھی اس سے مستغنی ہو سکتے ہیں اے ہمارے رب"۔[5]

---

(۱) اخرجہ الترمذی (ج ۲ ص ۱۸۲) قال الترمذی ہذا حدیث حسن صحیح غریب (۲) اخرجہ الترمذی (ج ۲ ص ۱۸۲) قال الترمذی ہذا حدیث حسن غریب (۳) اخرجہ الطبرانی والبزار عن ہشام بن قتادۃ الرہاوی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۱) رجالہ ثقات (۴) اخرجہ الترمذی (ج ۲ ص ۱۸۲) قال الترمذی ہذا حدیث حسن (۵) اخرجہ البخاری وابوداؤد والترمذی۔

حضرت ابُوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کھاتے یا پیتے تو فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ "تمام تعریفیں اُس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور ہمیں مسلمانوں میں سے بنایا"۔[1]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیا کپڑا پہنتے تو یہ دُعا فرماتے اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ كَسَوْتَنِیْ هٰذَا (اس کے بعد اُس کپڑے کا نام کرتا، عمامہ یا چادر وغیرہ لیتے) اَسْئَلُكَ خَیْرَهٗ وَخَیْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ "اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں تُو نے ہی مجھے یہ کپڑا پہنایا میں تجھ سے اِس کپڑے کی خیر اور جس مقصد کے لئے بنایا گیا ہے اُس کی خیر کو مانگتا ہُوں اور اس کے شر سے اور جس مقصد کے لئے اِسے بنایا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہُوں"۔[2]

چاند دیکھنے، کڑک سُننے، بادل آنے اور تیز ہوا چلنے وقت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائیں

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نیا چاند دیکھتے تو فرماتے اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ "اے اللہ! تو اس چاند کو ہم پر برکت اور ایمان کے ساتھ، سلامتی اور اسلام کے ساتھ نکال (اے چاند!) میرا اور تیرا رب اللہ ہے"۔[3] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ الفاظ روایت کئے ہیں اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاَمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی رَبُّنَا وَرَبُّكَ اللّٰهُ "اللہ سب سے بڑا ہے۔ اے اللہ! اِس چاند کو ہم پر امن و امان سلامتی اور اِسلام کے ساتھ اور اپنے محبُوب اور پسندیدہ اعمال کی توفیق کے ساتھ نکال (اے چاند!) ہمارا اور تیرا رب اللہ ہے"۔[4]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نیا چاند دیکھتے تو فرماتے هِلَالُ خَیْرٍ وَّرُشْدٍ "یہ خیر اور ہدایت کا چاند ہے"۔ پھر تین مرتبہ یہ کلمات کہتے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ هٰذَا الشَّهْرِ وَخَیْرِ الْقَدْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ "اے اللہ! میں تجھ سے اِس مہینے کی بھلائی اور تقدیر کی بھلائی مانگتا ہُوں اور اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہُوں"۔[5]

---

(۱) عند الترمذی وابی داؤد کذا فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۶۴) (۲) اخرجہ الترمذی وابو داؤد کذا فی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۱۳) (۳) اخرجہ الترمذی (ج ۲ ص ۱۸۳) (۴) اخرجہ ابن عساکر کما فی الکنز (ج ۴ ص ۳۲۶) واخرجہ الطبرانی ایضا عن ابن عمر مثلہ الا انہ لم یذکر اللہ اکبر وعندہ والایمان بدل الامان قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۹) وفیہ عثمان بن ابراہیم الحاطبی وفیہ ضعف (۵) اخرجہ الطبرانی واسنادہ حسن کما قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بادل گرجنے اور بجلی کڑکنے کی آواز سنتے تو فرماتے اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُھْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ" اے اللہ! ہمیں اپنے غضب سے قتل نہ فرما اور ہمیں اپنے عذاب سے ہلاک نہ فرما اور ہمیں اس سے پہلے ہی عافیت نصیب فرما۔"[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب تیز ہوا چلتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ " اے اللہ! میں تجھ سے اس ہوا کی خیر اور جو کچھ اس میں ہے اس کی خیر اور جو کچھ دے کر یہ ہوا بھیجی گئی اس کی خیر مانگتا ہوں اور تجھ سے اس ہوا کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے اور جو کچھ دے کر یہ ہوا بھیجی گئی ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔"[2] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب آسمان کے کنارے میں اٹھتا ہوا بادل دیکھتے تو کام چھوڑ دیتے اور اگر نماز میں ہوتے تو اسے مختصر کر دیتے پھر یہ کلمات فرماتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّھَا" اے اللہ! اس بادل کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں" اگر بارش ہو جاتی تو فرماتے اَللّٰھُمَّ صَیِّبًا ھَنِیْئًا " اے اللہ! اسے بہت برسنے والا لیکن بابرکت اور نفع بخش بنا دے۔"[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب آسمان کے کسی کنارے پر گہرے بادل دیکھتے تو جس کام میں بھی ہوتے اسے چھوڑ دیتے چاہے وہ نماز ہی کیوں نہ ہو اور اس بادل کی طرف متوجہ ہو جاتے اور فرماتے اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اُرْسِلَ بِهٖ " اے اللہ! ہم اس چیز کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں جسے دے کر اس بادل کو بھیجا گیا ہے۔" پھر اگر بارش ہو جاتی تو دو تین دفعہ فرماتے صَیِّبًا نَافِعًا " اسے بہت برسنے والا نفع دینے والا بنا دے" اگر اللہ تعالیٰ اس بادل کو ہٹا دیتے اور بارش نہ ہوتی تو اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتے۔"[4]

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہوا تیز چلتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے اَللّٰھُمَّ لَقَحًا لَا عَقِیْمًا " اے اللہ! اسے ایسی ہوا بنا جس سے درختوں پر خوب پھل لگیں اور اسے بانجھ نہ بنا (جس سے کوئی فائدہ نہ ہو)۔"[5]

(۱) اخرجہ الترمذی کذا فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۶۴) (۲) اخرجہ الشیخان والترمذی (۳) عند ابی داؤد کذا فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۶۵) (۴) اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۹۰) (۵) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۵) رجالہ رجال الصحیح غیر المغیرۃ بن عبدالرحمٰن وہو ثقۃ۔ انتہی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دُعائیں جن کا وقت مقرر نہیں تھا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا مانگا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی" اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاکدامنی اور دل کا غنا مانگتا ہوں"۔[1]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا مانگا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَھْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ جِدِّیْ وَھَزْلِیْ وَخَطَایَ وَعَمَدِیْ وَکُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَآ اَخَّرْتُ وَمَآ اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" اے اللہ! میری خطا اور میرے نادانی والے کام اور کاموں میں میرا حد سے بڑھ جانا اور وہ گناہ جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے سب مُعاف فرما اور میرے وہ گناہ جو سچ مچ ارادہ سے سرزد ہوئے یا ہنسی مذاق میں ہوگئے یا غلطی سے ہوگئے یا جان بوجھ کر قصداً کیئے وہ سب مُعاف فرما اور یہ سب طرح کے گناہ میرے پاس ہیں اے اللہ! میرے اگلے پچھلے تمام گناہ مُعاف فرما اور جو گناہ چھپ کر کیئے اور جو علی الاعلان کیئے وہ بھی مُعاف فرما اور جن گناہوں کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے وہ بھی مُعاف فرما۔ تو ہی آگے کرنے والا اور پیچھے کرنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے"۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا مانگا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ ھُوَ عِصْمَۃُ اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَاشِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ اٰخِرَتِیَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَیَاۃَ زِیَادَۃً لِّیْ فِیْ کُلِّ خَیْرٍ وَّاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَۃً لِّیْ مِنْ کُلِّ شَرٍّ" اے اللہ! میرا وہ دین سنوار دے جس سے میرے تمام کاموں کی حفاظت ہوتی ہے اور میری وہ دُنیا درست فرما دے جس سے میری مُعاش کا تعلق ہے اور میری آخرت کو بھی ٹھیک کر دے جہاں مجھے لوٹ کر جانا ہے اور زندگی کو میرے لیئے ہر خیر میں بڑھنے کا ذریعہ بنا اور موت کو میرے لیئے ہر شر سے راحت پانے کا ذریعہ بنا"۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا مانگا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ وَبِکَ خَاصَمْتُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِعِزَّتِکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِیْ اَنْتَ الْحَیُّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ۔

(۱) اخرجہ مسلم (۲) عند مسلم ایضا والبخاری (۳) عند مسلم

"اے اللہ! میں تیرا فرمانبردار ہو گیا اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر ہی بھروسہ کیا اور تیری طرف ہی متوجہ ہُوا اور تیری مدد سے ہی میں نے اہلِ باطل سے جھگڑا کیا اے اللہ! میں اس بات سے تیری عزت کی پناہ چاہتا ہُوں کہ تُو مجھے گمراہ کر دے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تُو ہی وہ ذات ہے جو ہمیشہ زندہ رہے گی اور اُسے موت نہیں آئے گی باقی تمام جنات اور انسان ایک دن مر جائیں گے۔" [1]

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دُعا مانگا کرتے تھے یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ! ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ "اے دلوں کو پلٹنے والے! میرے دِل کو اپنے دین پر جمائے رکھ۔" [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ جَسَدِیْ وَعَافِنِیْ فِیْ بَصَرِیْ وَاجْعَلْہُ الْوَارِثَ مِنِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ "اے اللہ! مجھے جسم میں اور نگاہ میں عافیت نصیب فرما اور اس نگاہ کو موت تک باقی رکھ۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو بُردبار اور کریم ہے میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہُوں جو عرشِ عظیم کا رب ہے اور تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔" [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دُعا میں یہ کہا کرتے تھے رَبِّ اَعِنِّیْ وَلَا تُعِنْ عَلَیَّ وَانْصُرْنِیْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَیَّ وَامْکُرْ لِیْ وَلَا تَمْکُرْ عَلَیَّ وَاھْدِنِیْ وَیَسِّرْ ھُدَایَ وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیَّ رَبِّ اجْعَلْنِیْ لَکَ شَاکِرًا لَکَ ذَاکِرًا لَکَ رَاھِبًا لَکَ مِطْوَاعًا اِلَیْکَ مُخْبِتًا اَوْ مُنِیْبًا تَقَبَّلْ تَوْبَتِیْ وَاغْسِلْ حَوْبَتِیْ وَاَجِبْ دَعْوَتِیْ وَثَبِّتْ حُجَّتِیْ وَاھْدِ قَلْبِیْ وَسَدِّدْ لِسَانِیْ وَاسْلُلْ سَخِیْمَۃَ قَلْبِیْ "اے میرے رب! میری اعانت فرما اور میرے خلاف کسی کی اعانت نہ فرما اور میری مدد فرما اور میرے خلاف کسی کی مدد نہ فرما اور میرے لیئے تدبیر فرما اور میرے خلاف کوئی تدبیر نہ فرما اور مجھے ہدایت نصیب فرما اور ہدایت پر قائم رہنے کو میرے لیئے آسان فرما اور جو مجھ پر زیادتی کرے اُس کے خلاف میری مدد فرما اے میرے رب! تو مجھے اپنا شکر کرنے والا، اپنا ذکر کرنے والا، اپنے سے ڈرنے والا، اپنا فرمانبردار، اور اپنی طرف متوجہ ہونے والا بنا دے میری توبہ قبول فرما میرے گناہ دھو دے اور میری دُعا قبول فرما اور میری دلیل کو مضبوط فرما اور میرے دل کو ہدایت نصیب فرما اور میری زبان کو ٹھیک رکھ اور میرے دِل کے کینہ اور کھوٹ کو نکال دے۔" [4]

---

(۱) عند مسلم ایضا والبخاری (۲) عند الترمذی وقال الترمذی حدیث حسن (۳) عند الترمذی ایضا (۴) عند الترمذی ایضا وابی داؤد وابن ماجۃ وفی روایۃ الترمذی اواہا منیبا قال الترمذی حدیث حسن صحیح

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا بھی مانگا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ " اے اللہ! ہم تجھ سے تیری رحمت کو واجب کرنے والے اعمال اور تیری مغفرت کو ضروری بنانے والے اسباب اور ہر گناہ سے حفاظت اور ہر نیکی کی توفیق اور جنت میں داخلہ کی کامیابی اور دوزخ سے نجات مانگتے ہیں۔"[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا مانگا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَظُلْمَنَا وَهَزْلَنَا وَجِدَّنَا وَعَمَدَنَا " اے اللہ! ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرما۔ ہمارے ظلم کو اور ہنسی مذاق کے گناہوں کو اور شعوری گناہوں کو اور جو گناہ جان بوجھ کر کیے ان سب کو معاف فرما۔"[2]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دُعا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا اَخْطَاْتُ وَمَا تَعَمَّدْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا جَهِلْتُ وَمَا تَعَمَّدْتُ " اے اللہ! میرے وہ تمام گناہ معاف فرما جو مجھ سے غلطی سے ہو گئے اور جو جان بوجھ کر ہو گئے اور جو میں نے چھپ کر کیے اور جو علی الاعلان کیے اور جو میں نے نادانی کے کام کیے اور جو گناہ جان بوجھ کر کیے وہ سب معاف فرما۔"[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اَحْسَنْتَ خَلْقِيْ فَاَحْسِنْ خُلُقِيْ " اے اللہ! تُو نے میری صورت اچھی بنائی اب سیرت بھی اچھی بنا دے۔"[4]

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاهْدِنِي السَّبِيْلَ الْاَقْوَمَ " اے میرے رب! مغفرت فرما اور رحم فرما اور مجھے سیدھے اور پختہ راستہ پر چلا۔"[5]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے يَا وَلِيَّ الْاِسْلَامِ وَاَهْلِهٖ ثَبِّتْنِيْ بِهٖ حَتّٰى اَلْقَاكَ " اے اسلام کے والی اور اسلام والوں کے مددگار! مجھے اپنی ملاقات کے وقت تک یعنی موت تک اسلام پر جمائے رکھ۔"[6]

(۱) عند الحاکم وصححہ علی شرط مسلم کذا فی کتاب الاذکار للنووی (ص ۴۹۸) (۲) اخرجہ احمد والطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۷۲) واسنادہما حسن (۳) عند احمد والطبرانی ایضا والبزار قال الہیثمی رجالہم رجال الصحیح غیر عون العقیلی وہو ثقۃ (۴) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۷۳) رجالہ رجال الصحیح واخرجہ ابو یعلیٰ عن ابن مسعود مثلہ باسناد صحیح (۵) اخرجہ احمد وابو یعلیٰ باسنادین حسنین (۶) عند الطبرانی فی الاوسط ورجالہ ثقات کما قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۷۶ و ۱۷۶)

حضرت بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ "اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام اچھا فرما اور ہمیں دنیا کی رسوائی سے اور آخرت کے عذاب سے محفوظ فرما" طبرانی کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جو یہ دعا مانگتا رہے گا وہ آزمائش میں مبتلا ہونے سے پہلے ہی مرجائے گا۔[1]

حضرت ابوصرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ غِنَايَ وَغِنٰى مَوْلَايَ "اے اللہ! میں تجھ سے اپنے غنا اور اپنے ہر تعلق والے کے غنا کا سوال کرتا ہوں"۔[2]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الطَّيِّبَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ وَاَنْ تَتُوْبَ عَلَيَّ وَاِنْ اَرَدْتَّ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً اَنْ تَقْبِضَنِيْ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ "اے اللہ! میں تجھ سے پاکیزہ چیزیں اور منکرات کے چھوڑنے کی ہمت اور مسکینوں کی محبت مانگتا ہوں اور یہ بھی مانگتا ہوں کہ تو میری توبہ قبول فرمالے اور یہ بھی کہ اگر کسی وقت تو اپنے بندوں کو آزمائش میں ڈالنا چاہے تو مجھے اس آزمائش میں ڈالے بغیر اپنے پاس بلالے۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلَيَّ عِنْدَ كِبَرِ سِنِّيْ وَانْقِطَاعِ عُمُرِيْ "اے اللہ! بڑھاپے میں اور اخیر عمر میں مجھے سب سے زیادہ فراخ روزی عطا فرما"۔[4]

جامع دعائیں جن کے الفاظ کم اور معنی زیادہ ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جامع دعائیں پسند فرماتے تھے اور دوسری دعائیں چھوڑ دیتے تھے۔[5]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے چھپا کر حضورؐ سے کوئی بات کرنی چاہی میں نماز پڑھ رہی تھی حضورؐ نے مجھ سے کہا اے عائشہ! کامل اور جامع دعائیں کیا کرو۔ نماز سے

---

(۱) اخرجہ احمد والطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۷۸) رجال احمد واحد اسانید الطبرانی ثقات (۲) عند احمد والطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۷۸) احد اسنادی احمد رجالہ رجال الصحیح (۳) عند البزار قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۸۱) اسنادہ حسن (۴) عند الطبرانی واسنادہ حسن کما قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۸۲) (۵) اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۱)

فارغ ہو کر میں نے ان دُعاؤں کے بارے میں پوچھا حضورؐ نے فرمایا یہ کہو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنَ الْخَیْرِ کُلِّہٖ عَاجِلِہٖ وَاٰجِلِہٖ وَمَا عَلِمْتُ مِنْہُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّرِّ کُلِّہٖ عَاجِلِہٖ وَاٰجِلِہٖ وَمَا عَلِمْتُ مِنْہُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَاَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ وَاَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَکَ مِنْہُ عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَسْتَعِیْذُکَ مِمَّا اسْتَعَاذَ لَکَ مِنْہُ عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَسْئَلُکَ مَا قَضَیْتَ لِیْ مِنْ اَمْرٍ اَنْ تَجْعَلَ عَاقِبَتَہٗ رُشْدًا" اے اللہ! میں تجھ سے ہر قسم کی خیر، جلد آنے والی بھی اور دیر سے آنے والی بھی، جو میں جانتا ہوں وہ بھی اور جو نہیں جانتا وہ بھی مانگتا ہوں اور ہر قسم کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں چاہے وہ شر جلد آنے والا ہو یا دیر سے آنے والا ہو چاہے میں اسے جانتا ہوں یا نہ جانتا ہوں اور میں تجھ سے جنت اور ہر اُس قول و فعل کی توفیق مانگتا ہوں جو جنت کے قریب کرے اور دوزخ کی آگ سے اور ہر اُس قول و فعل سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو دوزخ کے قریب کرے اور میں تجھ سے ہر وہ خیر مانگتا ہوں جو تجھ سے تیرے بندے اور رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہے اور ہر اُس چیز سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس سے تیرے بندے اور رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ چاہی اور میں تجھ سے اِس بات کا سوال کرتا ہوں کہ جس امر کا تو میرے لئے فیصلہ کرے اس کا انجام میرے لئے اچھا کر دے"[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے میں نماز پڑھ رہی تھی آپؐ کو کچھ کام تھا مجھے نماز میں دیر ہو گئی۔ آپؐ نے فرمایا اے عائشہ! مجمل اور جامع دُعا کیا کرو میں نے نماز سے فارغ ہو کر عرض کیا یا رسُولَ اللہ! مجمل اور جامع دُعا کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا تم یہ کہا کرو پھر پچھلی دُعا ذکر کی۔[2]

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ دُعا مانگی لیکن ہمیں اس میں سے کچھ یاد نہ رہا۔ ہم نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! آپ نے بہت زیادہ دُعا مانگی لیکن ہمیں اس میں سے کچھ یاد نہ رہا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں کوئی ایسی جامع دُعا نہ بتا دوں جس میں یہ سب کچھ آجائے؟ تم یہ دُعا مانگا کرو اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْہُ نَبِیُّکَ

(1) اخرجہ الحاکم کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۶) واخرجہ احمد وابن ماجۃ عن عائشۃ نحوہ قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد کما فی الاذکار للنووی (ص ۵۰۶) (2) اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۹۴)

مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ" اے اللہ! ہم تجھ سے وہ تمام بھلائیاں مانگتے ہیں جو تجھ سے تیرے نبی حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مانگی ہیں اور ان تمام چیزوں سے تیری پناہ مانگتے ہیں جن سے تیرے نبی حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے پناہ مانگی ہے اور تو ہی وہ ذات ہے جس سے مدد مانگی جاتی ہے اور (ہمیں مقصود تک) پہنچانا (تیرے فضل سے) تیرے ہی ذمہ ہے برائیوں سے بچنے کی طاقت اور نیکیاں کرنے کی قوت تیری توفیق سے ہی ملتی ہے۔"[1]

اللہ کی پناہ چاہنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ وَالْبُخْلِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَفِي رِوَايَةٍ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ" اے اللہ! میں عاجز ہو جانے سے، کاہلی سے، بزدلی سے، زیادہ بوڑھا ہو جانے سے اور کنجوسی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ قرض کے بوجھ سے اور لوگوں کے غلبہ اور دباؤ سے (تیری پناہ چاہتا ہوں)۔"[2]

مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دعا میں فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ أَعْمَلْ" اے اللہ! میں نے اب تک جو کیا اس کے شر سے بھی پناہ مانگتا ہوں اور جو نہیں کیا اس کے شر سے بھی پناہ مانگتا ہوں۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ایک دعا یہ بھی تھی اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيعِ سَخَطِكَ" اے اللہ! میں تیری نعمت کے چلے جانے سے، تیری دی ہوئی عافیت کے ہٹ جانے سے، اور تیری اچانک پکڑ سے اور تیری ہر طرح کی ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں۔"

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں تمہیں وہی دعا بتانے لگا ہوں جو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مانگا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اَللّٰهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا أَنْتَ وَلِيُّهَا

[1] اخرجہ الترمذی (ج ۲ ص ۱۹۰) قال الترمذی ہذا حدیث حسن غریب واخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۹۹) بمعناہ [2] اخرجہ الشیخان

وَمَوْلَاهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَّا يُسْتَجَابُ لَهَا "اے اللہ! عاجزی، کاہلی، بزدلی، کنجوسی، رنج و غم اور عذابِ قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اے اللہ! میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اور اسے پاک صاف کردے تو ہی اس کو بہترین پاک صاف کرنے والا ہے تو ہی اس کا مالک اور آقا ہے اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اُس علم سے جو (دین دُنیا میں) نفع نہ دے اور اس دل سے جس میں خشوع نہ ہو اور حریص نفس سے جو کبھی سیر نہ ہو اور اس دُعا سے جو قبول نہ ہو۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یہ دُعا فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ وَمِنْ شَرِّ الْغِنٰى وَالْفَقْرِ "اے اللہ! آگ کے فتنے سے، آگ کے عذاب سے اور مالداری اور فقیری کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"[1]

حضرت قُطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَهْوَاءِ "اے اللہ! میں بُرے اَخلاق واعمال سے اور بُری نفسانی خواہشات سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُنُوْنِ وَالْجُذَامِ وَسَيِّئِ الْاَسْقَامِ "اے اللہ! برص (پھلبہری) سے، دیوانگی سے، کوڑھ پن سے اور تمام بُری اور موذی بیماریوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"[3]

حضرت ابوالیسر صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یہ دُعا مانگا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَدْمِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ التَّرَدِّیْ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَالْهَرَمِ وَاَعُوْذُبِكَ اَنْ يَّتَخَبَّطَنِيَ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَاَعُوْذُبِكَ اَنْ اَمُوْتَ فِیْ سَبِيْلِكَ مُدْبِرًا وَاَعُوْذُبِكَ اَنْ اَمُوْتَ لَدِيْغًا "اے اللہ! کسی عمارت کے نیچے دب کر مرنے سے، کسی اونچی جگہ سے گر کر مرنے سے اور ڈوب کر یا جل کر مرنے سے اور حد سے زیادہ بوڑھا ہونے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اِس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ موت کے وقت شیطان مجھے خبطی بنادے یعنی عقل خراب کرکے گمراہ کردے اور تیرے راستہ میں میدانِ جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے مرنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور سانپ وغیرہ کے ڈسنے سے مرنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"[4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّهٗ بِئْسَ الضَّجِيْعُ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ فَاِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ "اے

(۱) عند الاربعة بالاسانيد الصحيحة (۲) عند الترمذي قال الترمذي حديث حسن (۳) عند ابي داؤد والنسائي باسانيد صحيحين (۴) عند ابي داؤد والنسائي ج ۲

اللہ! میں بھوک سے تیری پناہ چاہتا ہوں کیونکہ بھوک بہت بُرا ساتھی ہے اور خیانت سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اس لئے کہ یہ بدترین خصلت ہے۔"[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ " اے اللہ! میں آپس کے جھگڑے، فساد، نفاق اور بُرے اخلاق سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْقَسْوَةِ وَالْغَفْلَةِ وَالْعَیْلَةِ وَالذِّلَّةِ وَالْمَسْکَنَةِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْفُسُوْقِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَالسُّمْعَةِ وَالرِّیَاءِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الصَّمَمِ وَالْبَکَمِ وَالْجُنُوْنِ وَالْجُذَامِ وَسَیِّئِ الْاَسْقَامِ " اے اللہ! عاجز ہو جانے اور سستی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور دل کی سختی، غفلت، فقیری، ذلت و مسکنت سے تیری پناہ چاہتا ہوں، فسق و فجور، آپس کے لڑائی جھگڑے، نفاق اور شہرت و ریا سے تیری پناہ چاہتا ہوں بہرہ اور گونگا ہو جانے سے، پاگل پن، کوڑھ اور تمام بُری بیماریوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"[3] حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ یَوْمِ السُّوْءِ وَمِنْ لَیْلَةِ السُّوْءِ وَمِنْ سَاعَةِ السُّوْءِ وَمِنْ صَاحِبِ السُّوْءِ وَمِنْ جَارِ السُّوْءِ فِیْ دَارِ الْمُقَامَةِ " اے اللہ! بُرے دن سے، بُری رات سے، بُری گھڑی سے، بُرے ساتھی سے اور (مستقل رہائش والے) وطن کے بُرے پڑوسی سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔"[4]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانچ چیزوں سے اللہ کی پناہ اس طرح مانگا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَفِتْنَةِ الصَّدْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَسُوْءِ الْعُمُرِ " اے اللہ! کنجوسی سے، بزدلی سے، سینے کے فتنہ سے، عذاب قبر سے اور بُری عمر یعنی زیادہ بوڑھا ہو جانے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"[5] حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو ان کلمات سے اللہ کی پناہ میں دیا کرتے تھے اُعِیْذُکُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّةٍ " میں تم دونوں کو ہر شیطان سے، موذی زہریلے جانوروں سے اور ہر لگنے والی بُری نظر سے اللہ کے ان کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں جو پورے ہیں۔"[6]

---

(۱) عند ابی داؤد والنسائی بالاسناد الصحیح کذا فی کتاب الاذکار (ص ۳۳۹) (۲) عند ابی داؤد والنسائی کذا فی تیسیر الوصول (ج ۲ ص ۸۳) (۳) اخرجہ الطبرانی فی الصغیر قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۴۳) رجالہ رجال الصحیح (۴) عند الطبرانی ایضا قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۴۴) رجالہ رجال الصحیح غیر بشر بن ثابت البزار وہو ثقۃ (۵) اخرجہ احمد وابن ابی شیبۃ وابوداؤد والنسائی وغیرہم (۶) عند ابی نعیم فی الحلیۃ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۲)

جنات سے اللہ کی پناہ چاہنا

حضرت ابُوتیاح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن خنبش تمیمی رضی اللہ عنہ عُمر رسیدہ ہو چکے تھے میں نے اُن سے پُوچھا کیا آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے؟ اُنہوں نے کہا جی ہاں۔ میں نے کہا جس رات جنات نے حضورؐ کے ساتھ مکر و فریب کرنا چاہا تھا اُس رات حضورؐ نے کیا کیا تھا؟ اُنہوں نے کہا اُس رات شیاطین گھاٹیوں اور پہاڑی راستوں سے اُتر کر حضورؐ کے پاس آنے لگے۔ ان میں سے ایک شیطان کے ہاتھ میں آگ کا ایک شعلہ تھا جس سے وہ حضورؐ کا چہرہ انور جلانا چاہتا تھا اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان سے اُتر کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اے محمّد! پڑھئے حضورؐ نے فرمایا کیا پڑھوں؟ اُنہوں نے کہا یہ دُعا پڑھئے اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَاَ وَبَرَاَ وَمِنْ شَرِّ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمِنْ شَرِّ مَا یَعْرُجُ فِیْھَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ طَارِقٍ اِلَّا طَارِقًا یَّطْرُقُ بِخَیْرٍ یَا رَحْمٰنُ "میں اللہ کے کامل کلمات کی پناہ لیتا ہوں اُن تمام چیزوں کے شر سے جنہیں اُس نے پیدا فرما کر پھیلا دیا اور جنہیں اُس نے بےمثال بنایا اور ہر اُس چیز کے شر سے جو آسمان سے اُترتی ہے اور ہر اُس چیز کے شر سے جو آسمان میں چڑھتی ہے اور رات اور دن کے فتنوں سے اور رات کو پیش آنے والے ہر حادثہ کے شر سے سوائے اُس حادثہ کے جو خیر لے کر آئے۔ اے رحمٰن!" (چنانچہ حضورؐ نے یہ کلمات کہے جس سے) ان شیاطین کی آگ بجھ گئی اور اللہ نے اُنہیں شکست دے دی۔[1]

حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ اِتنے میں آپؐ کے پاس ایک دیہاتی آیا اور اُس نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! میرا ایک بھائی ہے جسے تکلیف ہے۔ حضورؐ نے پُوچھا اُسے کیا تکلیف ہے؟ اُس نے کہا اُس پر جنات کا اثر ہے۔ آپؐ نے فرمایا اُسے میرے پاس لاؤ۔ وہ دیہاتی اپنے بھائی کو لایا اور اُسے حضورؐ کے سامنے بٹھا دیا۔ حضورؐ نے سُورت فاتحہ اور مندرجہ ذیل آیتیں پڑھ کر اُسے اللہ کی پناہ میں دیا۔ سُورت بقرہ کی شروع کی چار آیتیں اور یہ دو آیتیں وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ اور آیت الکرسی اور سُورت بقرہ کی آخری تین اور آلِ عمران کی ایک آیت شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اور اعراف کی ایک آیت اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ اور سُورت مومنین کی آخری آیت فَتَعٰلَی اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ اور سُورت

---

[1] اخرجه احمد و ابویعلیٰ قال المنذری فی الترغیب (ج ۳ ص ۳) ولکل منهما اسناد جید محتج به وقد رواه مالک فی المؤطا عن یحیی بن سعید مرسلا رواه النسائی من حدیث ابن مسعود بنحوه۔ انتهی واخرجه ابن ابی شیبة عن مکحول بمعناه مختصرا مع فرق فی الفاظ التعوذ کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۳)

جن کی ایک آیت وَ اَنَّهٗ تَعَالٰی جَدُّ رَبِّنَا اور سورت صافات کی شروع کی دس آیتیں اور سورت حشر کی آخری تین آیتیں اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور معوذتین یعنی قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (حضورؐ کے اِس پڑھنے کی برکت سے) وہ آدمی وہاں سے اِس طرح ٹھیک ہو کر اُٹھا کہ جیسے اُسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی[1]

رات کو جب نیند نہ آئے یا گھبرا جائے تو کیا کہے؟

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ وہ رات کو کچھ ڈراونی چیزیں دیکھتے ہیں جن کی وجہ سے وہ رات کو تہجد کی نماز نہیں پڑھ سکتے۔ حضورؐ نے فرمایا اے خالد بن ولید! کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھا دوں کہ جب تم اِن کو تین مرتبہ پڑھ لو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری یہ تکلیف دُور کر دیں گے۔ حضرت خالدؓ نے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ضرور سکھائیں میں نے آپ کو اپنی یہ تکلیف اِسی لئے تو بتائی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ کلمات کہا کرو اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنَ "میں اللہ کے غصہ اور اُس کی سزا سے اور اُس کے بندوں کے شر سے اور شیاطین کے وساوس سے اور شیاطین کے میرے پاس آنے سے اُس کے کامل کلمات کی پناہ چاہتا ہوں"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں چند راتیں ہی گزری تھیں کہ حضرت خالدؓ نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! جو کلمات آپ نے مجھے سکھائے تھے وہ میں نے تین مرتبہ پورے ہی کیے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میری وہ تکلیف دُور کر دی اور اب تو میرا یہ حال ہے کہ شیر کے بن میں اس کے پاس رات کو بھی بلا خوف و خطر جا سکتا ہوں[2]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نیند میں گھبرا جائے تو یہ دُعا پڑھے اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ آگے پچھلی جیسی دُعا ذکر کی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو کا جو بچہ سمجھدار ہوتا اُسے تو یہ دُعا سکھاتے اور جو ابھی نا سمجھ ہوتا تو یہ دُعا کسی کاغذ پر لکھ کر اُس کے گلے میں ڈال دیتے[3] نسائی کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نیند میں گھبرا جایا کرتے تھے۔ اُنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

(۱) اخرجہ احمد والحاکم والترمذی فی الدعوات کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۴) (۲) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط کذا فی الترغیب (ج ۲ ص ۳۷۹) قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۷) وفیہ الحکم بن عبداللہ الایلی وہو متروک۔ اھ (۳) عند النسائی وابی داؤد والحاکم وصححہ والترمذی وحسنہ واللفظ من عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مرفوعا۔

اس کا ذکر کیا۔ حضورؐ نے فرمایا جب تم لیٹا کرو تو یہ دعا پڑھ لیا کرو۔ بسم اللہ آگے پچھلی جیسی دعا ذکر کی
امام مالکؒ نے مؤطا میں لکھا ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں سوتے میں ڈر جاتا ہوں حضورؐ نے فرمایا یہ دعا پڑھ لیا کرو اور پچھلی دعا ذکر کی حضرت ولید بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے گھبراہٹ اور وحشت محسوس ہوتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا جب تم بستر پر لیٹا کرو تو یہ دعا پڑھا کرو پھر پچھلی دعا ذکر کی۔[1]

بے چینی، پریشانی اور رنج وغم کے وقت کی دعائیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ کلمات سکھائے اور فرمایا جب تمہیں کوئی پریشانی یا سختی پیش آیا کرے تو انہیں پڑھا کرو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَتَبَارَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ " اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو حلیم اور کریم ہے۔ اللہ پاک اور بابرکت ہے جو کہ عظیم عرش کا رب ہے۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے "۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بات کی وجہ سے پریشان اور بے چین ہوتے تو فرماتے یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ " اے ہمیشہ زندہ رہنے والے! اے دوسروں کو قائم رکھنے والے! تیری رحمت کے واسطہ سے فریاد کرتا ہوں "۔[3]

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غم یا پریشانی پیش آتی تو فرمایا کرتے اَللّٰہُ اَللّٰہُ رَبِّیْ لَآ اُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا " اللہ۔ اللہ میرا رب ہے۔ میں اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتا "۔[4] ابن جریر اور ابن ابی شیبہ میں حضرت اسماءؓ کی روایت اس طرح سے ہے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پریشانی کے وقت پڑھنے کے لئے یہ کلمات سکھائے اور پچھلے کلمات ذکر کئے۔[5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم سب گھر میں تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے کی دونوں چوکھٹوں کو پکڑ کر فرمایا اے بنو عبدالمطلب! جب تم لوگوں کو کوئی پریشانی سختی یا تنگدستی پیش آئے تو یہ کلمات کہا کرو اَللّٰہُ اَللّٰہُ رَبُّنَا لَا نُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا۔[6]

(۱) کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۰۶) (۲) اخرجہ احمد والنسائی وابن جریر وصححہ وابن حبان وغیرہم کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۸) وصححہ ابن حبان و اخرجہ الحاکم وصححہ علی شرط مسلم کما فی تحفۃ الذاکرین (ص ۱۹۴) وقد تقدم الطریق فی تعلیم الاذکار (ج ۳ ص ۱۴۴) (۳) اخرجہ ابن النجار کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۹) (۴) اخرجہ ابن جریر (۵) کما فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۰) (۶) عند الطبرانی فی الاوسط والکبیر قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۷) وفیہ صالح بن عبداللہ الیحیی وہو ضعیف۔ اھ واخرجہ ابن جریر عنہ بنحوہ مع زیادۃ بلفظ اللہ اللہ لا شریک لہ کما فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پریشانی کے وقت یہ کلمات پڑھا کرتے تھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عظیم اور حلیم ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو کہ عرش عظیم کا رب ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور عرش کریم کا رب ہے۔"[1]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے خوف محسوس کرتے تو فرماتے اَللّٰہُ اَللّٰہُ رَبِّیْ لَآ اُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا۔[2]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو بندہ بھی سات مرتبہ یہ دُعا پڑھے گا چاہے وہ سچے دل سے پڑھے یا جھوٹے دل سے، اللہ تعالیٰ اُس کے غم اور پریشانی کو ضرور دُور کر دیں گے وہ دُعا یہ ہے حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ "اللہ مجھے کافی ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اُسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہ عظیم عرش کا رب ہے۔"[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جسے کوئی فکر یا غم یا پریشانی پیش آئے یا اسے کسی بادشاہ سے خوف ہو اور وہ ان کلمات کے ذریعہ سے دُعا کرے گا تو اُس کی دُعا ضرور قبول ہوگی اَسْئَلُکَ بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَاَسْئَلُکَ بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ وَاَسْئَلُکَ بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَالْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا فِیْھِنَّ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ "میں تجھ سے اِس بات کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اے ساتوں آسمانوں کے اور عظیم عرش کے رب! اور میں تجھ سے اس بات کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اے ساتوں آسمانوں کے اور کریم عرش کے رب! اور میں تجھ سے اِس بات کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اے ساتوں آسمانوں کے، ساتوں زمینوں کے اور ان تمام چیزوں کے رب! جو ان میں ہیں بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے" پھر تم اللہ سے اپنی ضرورت مانگو۔[4]

ظالم بادشاہ سے ڈر کے وقت کی دُعائیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ظالم بادشاہ کے پاس اور ہر طرح کے خوف کے وقت پڑھنے کے لئے یہ کلمات سکھائے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ

(۱) اخرجہ الشیخان کما فی تحفۃ الذاکرین (ص ۱۹۲) (۲) عند ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۰) (۳) اخرجہ الحاکم کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۰) (۴) اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۱۰۵)

اللهِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ عِبَادِكَ " اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو حلیم اور کریم ہے وہ اللہ پاک ہے جو ساتوں آسمانوں کا اور عظیم عرش کا رب ہے۔ تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ مَیں تیرے بندوں کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہُوں"۔[1]

حضرت ابورافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے (مجبور ہوکر) حجّاج بن یوسف سے اپنی بیٹی کی شادی کی اور بیٹی سے کہا جب وہ تمہارے پاس اندر آئے تو تم یہ دُعا پڑھنا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ " اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو حلیم اور کریم ہے اللہ پاک ہے جو عظیم عرش کا رب ہے اور تمام تعریفیں اللہ کے لیئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے"۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی سخت اَمر پیش آتا تو آپ یہ دُعا پڑھتے۔ راوی کہتے ہیں (حضرت عبداللہؓ کی بیٹی نے یہ دُعا پڑھی جس کی وجہ سے) حجّاج اُس کے قریب نہ آسکا۔[2]

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب تم کسی بارُعب بادشاہ کے پاس جاؤ اور تمہیں ڈر ہو کہ وہ تمہارے ساتھ زیادتی کرے گا تو تم تین مرتبہ یہ دُعا پڑھو اَللهُ اَكْبَرُ اَللهُ اَكْبَرُ اَللهُ اَعَزُّ مِنْ خَلْقِهٖ جَمِيْعًا اَللهُ اَعَزُّ مِمَّا اَخَافُ وَ اَحْذَرُ اَعُوْذُ بِاللهِ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ اَنْ يَّقَعْنَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ مِنْ شَرِّ عَبْدِكَ فُلَانٍ وَجُنُوْدِهٖ وَ اَتْبَاعِهٖ وَاَشْيَاعِهٖ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَللّٰهُمَّ كُنْ لِّيْ جَارًا مِنْ شَرِّهِمْ جَلَّ ثَنَاؤُكَ وَعَزَّ جَارُكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ " اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے اللہ اپنی ساری مخلوق سے زیادہ عزت و غلبہ والا ہے اللہ ان سب سے زیادہ عزت و غلبہ والا ہے جن سے مَیں بچنا چاہتا ہُوں۔ مَیں اُس اللہ کی پناہ چاہتا ہُوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے اپنے حُکم سے ساتوں آسمانوں کو زمین پر گرنے سے روک رکھا ہے تیرے فلاں بندے کے شر اور اس کے لشکروں اور اس کے پیچھے چلنے والوں اور اس کی بات ماننے والوں کے شر سے چاہے وہ جنّا ہوں یا انسان ہوں اے اللہ تُو میرے لیئے ان سب کے شر سے پناہ بن جا۔ تیری ثنا بہت بڑی ہے اور تیری پناہ لینے والا غالب ہوتا ہے اور تیرا نام بابرکت ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں"۔[3]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تمہیں کسی حاکم کے غیظ و غضب اور

---

(۱) اخرجه الخرائطی فی مکارم الاخلاق کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۹) (۲) عند ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۰) (۳) اخرجه ابن ابی شیبة کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۰) واخرجه الطبرانی عن ابن عباس بنحوه لبفرق یسیر فی الالفاظ ورجاله رجال الصحیح کما قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۷) واخرجه البخاری فی الادب المفرد (ص ۱۰۴) عن ابن عباس بنحوه

زیادتی کا خوف ہو تو یہ دُعا پڑھو اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ کُنْ لِّیْ جَارًا مِنْ فُلَانٍ وَ اَحْزَابِہٖ وَ اَشْیَاعِہٖ مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَنْ یَّفْرُطُوْا عَلَیَّ وَ اَنْ یَّطْغَوْا عَزَّ جَارُکَ وَ جَلَّ ثَنَاؤُکَ وَ لَا اِلٰہَ غَیْرُکَ "اے اللہ! جو ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا رب ہے تو میرے لیے فلاں کے شر سے اور اس کی مددگار جماعتوں اور اُس کی ماننے والے جنات اور انسانوں کے شر سے پناہ بن جا تاکہ وہ مجھ پر ظلم اور زیادتی نہ کر سکیں۔ تیری پناہ لینے والا باعزت ہوتا ہے اور تیری ثناء بہت بڑی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔" جب تم یہ دُعا پڑھو گے تو اُس ظالم حاکم کی طرف سے تمہیں کوئی ناگواری پیش نہیں آئے گی[1]۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو ظالم بادشاہ کا خوف ہو تو وہ یہ دُعا پڑھے اور پھر پچھلی دُعا ذکر کی، البتہ اس روایت میں یہ الفاظ ہیں کُنْ لِّیْ جَارًا مِنْ شَرِّ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ یَعْنِی الَّذِیْ یُرِیْدُ وَ شَرِّ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ وَ اَتْبَاعِھِمْ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیَّ اَحَدٌ مِّنْھُمْ عَزَّ جَارُکَ وَ جَلَّ ثَنَاؤُکَ وَ لَا اِلٰہَ غَیْرُکَ "تو میرے لئے فلاں بن فلاں کے شر سے (یہاں اس ظالم بادشاہ کا نام لے) اور جنات اور انسانوں اور ان کے پیچھے چلنے والوں کے شر سے پناہ بن جا تاکہ ان میں سے کوئی بھی مجھ پر زیادتی نہ کر سکے۔ تیری پناہ لینے والا غالب ہوتا ہے اور تیری ثناء بہت بڑی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں"[2]۔

اَدائیگی قرض کی دُعائیں

حضرت ابووائل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مکاتب غلام (مکاتب اُس غلام کو کہتے ہیں جسے اُس کے آقا نے کہا ہو کہ اگر تم اِتنا مال اِتنے عرصہ میں ادا کر دو گے تو تم آزاد ہو جاؤ گے) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں کتابت میں مقررہ شدہ مال ادا کرنے سے عاجز ہو گیا ہوں آپ اِس بارے میں میری مدد فرمائیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھاؤں جو حضورؐ نے مجھے سکھائے تھے؟ اگر تم پر (یمن کے) صبیر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو تو بھی اللہ تمہارا وہ قرض ادا کرا دے گا تم یہ دُعا پڑھا کرو اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَ اَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ "اے اللہ! مجھے اپنا حلال رزق دے کر حرام سے بچا دے اور اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنے ماسوا سے بے نیاز کر دے"[3]۔

---

(۱) اخرجہ ابن ابی شیبۃ وابن جریر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۰) واخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۱۰۳) عن ابن مسعود موقوفا بمعناہ اخصر منہ (۲) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۷) وفیہ جنادۃ بن سلم وثقہ ابن حبان وضعفہ غیرہ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔ انتہی (۳) اخرجہ الترمذی (ج ۲ ص ۱۹۵) قال الترمذی ہذا حدیث حسن غریب۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد میں تشریف لائے تو اچانک آپؐ کی نظر ایک انصاری شخص پر پڑی جنہیں ابوامامہ کہا جاتا تھا حضورؐ نے فرمایا اے ابوامامہ! کیا بات ہے تم آج مسجد میں نماز کے وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں بیٹھے ہوئے ہو۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! غموں اور قرضوں نے مجھے گھیر لیا ہے حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا کلام نہ سکھاؤں کہ جب تم اسے کہوگے تو اللہ تمہارا غم دور کر دیں گے اور قرض اتروا دیں گے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ضرور سکھا دیں۔ حضورؐ نے فرمایا صبح اور شام یہ دعا پڑھا کرو اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَ قَهْرِ الرِّجَالِ" اے اللہ! میں ہر فکر و غم سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور عاجز ہو جانے اور سستی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور بزدلی اور کنجوسی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور قرضہ کے غلبہ اور لوگوں کے میرے اوپر دباؤ سے تیری پناہ چاہتا ہوں" حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں میں نے ایسا کیا تو اللہ نے میرے غم بھی دور کر دیئے اور میرا قرضہ بھی سارا ادا کرا دیا۔[1]

ایک دفعہ جمعہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھا۔ حضورؐ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت معاذؓ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے معاذ! کیا بات ہے آج تم (جمعہ کی نماز میں) نظر نہیں آئے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ایک یہودی کا مجھ پر ایک اوقیہ سونا قرضہ ہے میں گھر سے آپ کی خدمت میں حاضری کے لئے چل پڑا لیکن راستہ میں وہ یہودی مل گیا جس کی وجہ سے دیر ہو گئی۔ حضورؐ نے فرمایا اے معاذ! کیا میں تمہیں ایسی دعا نہ سکھا دوں کہ اگر (یمن کے) صبیر پہاڑ جتنا بھی تم پر قرض ہو اور تم یہ دعا پڑھو تو اللہ تعالیٰ تمہارا وہ قرضہ ضرور ادا کرائیں گے؟ اے معاذ! تم یہ دعا کیا کرو اَللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ تُوْلِجُ اللَّيْلَ فِی النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِی اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا تُعْطِیْ مِنْهُمَا مَنْ تَشَاءُ وَتَمْنَعُ مَنْ تَشَاءُ اِرْحَمْنِیْ رَحْمَةً تُغْنِيْنِیْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ اے اللہ! اے تمام ملک کے مالک! تو جس کو چاہے ملک دے دیتا ہے اور جس سے چاہے ملک چھین لیتا ہے اور تو جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت دیتا ہے۔ ہر بھلائی تیرے ہی اختیار میں ہے بلاشبہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ تو رات کو دن میں داخل کرتا

[1] اخرجه ابوداؤد (ج ۲ ص ۲۲۰)

ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے (کبھی دن بڑا ہوتا ہے اور کبھی رات) اور تو زندہ کو مُردہ سے نکال لیتا ہے اور مُردے کو زندہ سے نکال لیتا ہے (پرندہ سے انڈا نکال لیتا ہے اور انڈے سے پرندہ) اور تُو جسے چاہتا ہے اُسے بے حساب روزی دیتا ہے۔ اے دنیا و آخرت کے رحمان! اے دُنیا و آخرت کے رحیم! تُو دُنیا اور آخرت جسے چاہے دے دیتا ہے اور جس سے چاہے روک لیتا ہے۔ تُو مجھ پر ایسی خاص رحمت نازل فرما جس کے بعد مجھے تیرے سوا کسی کی ضرورت نہ رہے۔" [۱]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو فرمایا کیا میں تمہیں ایسی دُعا نہ سکھا دوں کہ اگر اُحد پہاڑ جتنا بھی تم پر قرضہ ہو تو بھی اللہ تعالیٰ ضرور اُتروا دے گا۔ اے معاذ! تم یہ دُعا پڑھو اَللّٰھُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ پچھلی دُعا جیسی دُعا ذکر فرمائی، البتہ اس میں تُوْلِجُ اللَّيْلَ سے آخر تک کا ذکر نہیں ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تُعْطِيْهِمَا مَنْ تَشَاءُ وَتَمْنَعُ مِنْهُمَا مَنْ تَشَاءُ آگے پچھلی حدیث جیسی دُعا ذکر کی۔ [۲]

حفظِ قرآن کی دُعا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ قرآن تو میرے سینے سے نکل گیا۔ مجھے تو ایسے لگ رہا ہے کہ میں قرآن پر قابو نہیں پا سکتا اسے یاد نہیں رکھ سکتا۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا کیا میں تمہیں ایسے چند کلمات نہ سکھا دوں جن سے تمہیں بھی فائدہ ہو اور جسے تم یہ کلمات سکھاؤ گے اُسے بھی فائدہ ہو گا اور جو کچھ تم سیکھو گے وہ تمہارے سینے میں باقی رہے گا؟ حضرت علیؓ نے کہا یا رسول اللہ جی ہاں مجھے یہ کلمات ضرور سکھا دیں۔ حضورؐ نے فرمایا جب جمعہ کی رات آئے تو اگر تم رات کے آخری تہائی حصہ میں اُٹھ سکو (تو بہت اچھا ہے) کیونکہ یہ ایسا وقت ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اس میں دُعا قبول ہوتی ہے اور میرے بھائی حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ (سورت یوسف آیت ۹۸) "عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے دُعائے مغفرت کروں گا" تو عنقریب سے حضرت یعقوبؑ کی مُراد یہی جمعہ

[۱] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۸۶) وفیہ نصر بن مرزوق ولم اعرفہ ولقیۃ رجالہ ثقات الا ان سعید بن المسیب لم یسمع من معاذ [۲] عند الطبرانی فی الصغیر قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۸۶) ورجالہ ثقات۔

کی رات بھی اگر تم آخری تہائی رات میں نہ اُٹھ سکو تو پھر درمیان رات میں اُٹھو اگر تم یہ بھی نہ کر سکو تو پھر شروع رات میں اُٹھو اور چار رکعت نماز پڑھو پہلی رکعت میں سُورۃ فاتحہ اور سُورت یٰسین اور دُوسری رکعت میں سُورت فاتحہ اور سُورت حٰمٓ دُخان اور تیسری رکعت میں سُورت فاتحہ اور سُورۃ الٓمّ تنزیل سجدہ اور چوتھی رکعت میں سُورت فاتحہ اور سُورت تبارک الّذی پڑھو اور جب التحیات سے فارغ ہو جاؤ تو خُوب اچھی طرح سے حمد و ثنا بیان کرو اور پھر خُوب اچھی طرح مجھ پر اور سارے نبیوں پر درُود پڑھو پھر تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لئے اور جو بھائی تم سے پہلے ایمان کے ساتھ گزر چکے اُن کے لئے دُعائے مغفرت کرو پھر آخر میں یہ دُعا پڑھو

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِيْ اَبَدًا مَّا اَبْقَيْتَنِيْ وَارْحَمْنِيْ اَنْ اَتَكَلَّفَ مَالَا يَعْنِيْنِيْ وَارْزُقْنِيْ حُسْنَ النَّظَرِ فِيْمَا يُرْضِيْكَ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِيْ لَا تُرَامُ اَسْئَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ! بِجَلَالِكَ وَنُوْرِ وَجْهِكَ اَنْ تُلْزِمَ قَلْبِيْ حِفْظَ كِتَابِكَ كَمَا عَلَّمْتَنِيْ وَارْزُقْنِيْ اَنْ اَتْلُوَهٗ عَلَى النَّحْوِ الَّذِيْ يُرْضِيْكَ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِيْ لَا تُرَامُ اَسْئَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ! بِجَلَالِكَ وَنُوْرِ وَجْهِكَ اَنْ تُنَوِّرَ بِكِتَابِكَ بَصَرِيْ وَاَنْ تُطْلِقَ بِهٖ لِسَانِيْ وَاَنْ تُفَرِّجَ بِهٖ عَنْ قَلْبِيْ وَاَنْ تَشْرَحَ بِهٖ صَدْرِيْ وَاَنْ تَغْسِلَ بِهٖ بَدَنِيْ فَاِنَّهٗ لَا يُعِيْنُنِيْ عَلَى الْحَقِّ غَيْرُكَ وَلَا يُؤْتِيْهِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" اے اللہ! مجھ پر مہربانی فرما تاکہ جب تک زندہ رہوں گناہوں سے بچتا رہوں اور مجھ پر مہربانی فرما جو کام میرے مطلب اور فائدے کے نہ ہوں میں اُن میں نہ پڑوں اور مجھے اِس بات کی توفیق دے کہ میں ان کاموں کی اچھی طرح فکر کروں جن سے تو مجھ سے راضی ہو جائے اے اللہ! آسمانوں اور زمین کو بے نمونہ پیدا کرنے والے! اے عظمت وجلال والے! اے اکرام واحسان والے! اور ایسی عزت والے جس کے حاصل ہونے کا کسی کو وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا اے اللہ! اے رحمٰن! میں تیری عظمت وجلال کا اور تیری ذات کے نُور کا واسطہ دے کر تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ جیسے تُو نے مجھے اپنی کتاب کا علم عنایت فرمایا ہے ایسے ہی میرے دِل کو اس کا یاد رکھنا نصیب فرما اور مجھے اس کی اس طرح تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرما جس سے تُو مجھ سے راضی ہو جائے اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے بے نمونہ پیدا کرنے والے! اے عظمت وجلال والے! اے اکرام واحسان والے! اور ایسی عزت والے جس کے حاصل ہونے کا کسی کو وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا اے اللہ! اے رحمٰن! میں تیری عظمت وجلال کا اور تیری ذات کے نُور کا واسطہ دے کر تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تُو اپنی کتاب کی برکت سے میری نگاہ کو

روشن کر دے اور اس کو میری زبان پر جاری کر دے اور اس کی برکت سے میرے دل کے غم کو دُور کر دے اور میرا سینہ کھول دے اور اس کی برکت سے میرے بدن کو (گناہوں سے) دھودے کیونکہ حق بات پر تیرے سوا اور کوئی میری مدد نہیں کرسکتا اور تیرے سوا اور کوئی میری یہ آرزو پوری نہیں کرسکتا اور بُرائیوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت صرف اللہ سے ہی ملتی ہے جو کہ بزرگ و برتر ہے۔" اے ابُوالحسن! تم تین جمعے یا پانچ جمعے یا سات جمعے تک ایسا کرو اللہ کے حکم سے تمہاری دُعا ضرور قبول ہوگی۔ اُس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے! آج تک کبھی کسی مومن کی یہ دُعا رد نہیں ہوئی۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں حضرت علیؓ کو پانچ یا سات ہی جمعے گزرے ہوں گے کہ وہ حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسُولَ اللہ! پہلے میں تقریباً چار آیتیں پڑھتا تھا اور وہ بھی مجھے یاد نہ ہوتی تھیں اور اب تقریباً چالیس آیتیں پڑھتا ہوں اور ایسی ازبر ہوجاتی ہیں کہ جب پڑھتا ہوں تو ایسے لگتا ہے کہ گویا اللہ کی کتاب میری آنکھوں کے سامنے کھلی رکھی ہے اور پہلے میں حدیث سُنتا تھا اور جب اس کو دوبارہ کہتا تھا تو ذہن سے نکل جاتی تھی اور اب بہت سی حدیثیں سُنتا ہوں اور جب دُوسروں سے نقل کرتا ہوں تو ایک لفظ بھی نہیں چھوٹتا۔ اس پر حضورؐ نے اُن سے فرمایا اے ابُوالحسن! ربِّ کعبہ کی قسم! تم مومن ہو۔[1]

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے صَحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُم کی دُعائیں

حضرت حسن رَحمۃُ اللہِ عَلَیْہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت اَبُوبکر رضی اللہ عنہ اپنی دُعا میں فرمایا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ فِیْ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ مَاتُعْطِیْنِیْ مِنَ الْخَیْرِ رِضْوَانَکَ وَالدَّرَجَاتِ الْعُلٰی فِیْ جَنَّاتِ النَّعِیْمِ" اے اللہ! میں تجھ سے اپنے ہر کام کے انجام میں خیر کا سوال کرتا ہوں اے اللہ! تو مجھے جس خیر کی توفیق عطا فرمائے اسے اپنی رضا کا اور نعمتوں والی جنتوں میں اُونچے درجات کے حاصل ہونے کا ذریعہ بنا۔"[2]

حضرت معاویہ بن قُرّہ رَحمۃُ اللہِ عَلَیْہ کہتے ہیں حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی دُعا میں فرمایا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ خَیْرَ عُمُرِیْ اٰخِرَہٗ وَخَیْرَ عَمَلِیْ خَوَاتِمَہٗ وَخَیْرَ اَیَّامِیْ یَوْمَ اَلْقَاکَ" اے اللہ! میری عمر کا سب سے بہترین حصہ وہ بنا جو اس کا آخر ہو اور میرا سب سے بہترین عمل وہ بنا جو خاتمہ والا ہو اور میرا سب سے بہترین دن وہ بنا جو تیری مُلاقات کا دِن ہو۔"[3]

(۱) اخرجہ الترمذی (ج ۲ ص ۱۹۷) قال الترمذی ھذا حدیث حسن غریب (۲) اخرجہ احمد فی الزہد (۳) عند سعید بن منصور وغیرہ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۳)

حضرت عبدالعزیز بن سلمہ ماجشون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے ایک ایسے صاحب نے بیان کیا جنہیں میں سچا سمجھتا ہوں کہ حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی دُعامیں فرمایا کرتے تھے اَسْئَلُكَ تَمَامَ النِّعْمَةِ فِي الْاَشْيَاءِ كُلِّهَا وَالشُّكْرَ لَكَ عَلَيْهَا حَتّٰى تَرْضٰى وَ بَعْدَ الرِّضَا وَالْخِيَرَةَ فِيْ جَمِيْعِ مَا يَكُوْنُ فِيْهِ الْخِيَرَةُ بِجَمِيْعِ مَيْسُوْرِ الْاُمُوْرِ كُلِّهَا لَا بِمَعْسُوْرِهَا يَا كَرِيْمُ "میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تمام چیزوں میں تو نعمت پُوری فرما دے اور ان چیزوں پر اتنا شکر ادا کرنے کی توفیق مانگتا ہوں کہ جس سے تُو راضی ہو جائے اور اس کے بعد یہ درخواست کرتا ہوں کہ جتنی چیزوں میں کسی ایک جانب کے اختیار کرنے کی صُورت ہوتی ہے ان میں میں آسان صُورت اختیار کروں اور مشکل اختیار نہ کروں اے کریم"۔[1]

حضرت ابویزید مدائنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابُوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک دُعا یہ بھی تھی اَللّٰهُمَّ هَبْ لِيْ اِيْمَانًا وَّيَقِيْنًا وَّمُعَافَاةً وَّنِيَّةً " اے اللہ! مجھے ایمان و یقین، عافیت اور سچی نیت نصیب فرما"۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ تَاْخُذَنِيْ عَلٰى غِرَّةٍ اَوْتَذَرَنِيْ فِيْ غَفْلَةٍ اَوْتَجْعَلَنِيْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ " اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تو اچانک بے خبری میں میری پکڑ کرے یا مجھے غفلت میں پڑا رہنے دے یا مجھے غافل لوگوں میں سے بنا دے"۔[3]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ عَمَلِيْ صَالِحًا وَّاجْعَلْهُ لَكَ خَالِصًا وَّلَا تَجْعَلْ لِاَحَدٍ فِيْهِ شَيْئًا " اے اللہ! میرے عمل نیک بنا دے اور میرے عمل کو خالص اپنے لیے بنا دے اور میرے عمل میں اور کسی کا ذرّہ بھر بھی حصّہ نہ ہونے دے"۔[4]

حضرت عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی دُعامیں یہ بھی کہا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنِيْ مَعَ الْاَبْرَارِ وَلَا تُخَلِّفْنِيْ فِي الْاَشْرَارِ وَقِنِيْ عَذَابَ النَّارِ وَاَلْحِقْنِيْ بِالْاَخْيَارِ " اے اللہ! تو مجھے نیک لوگوں کے ساتھ موت دے اور مجھے بُرے لوگوں میں سے نہ بنا اور مجھے جہنّم کے عذاب سے بچا اور مجھے نیک اور بھلے لوگوں کے ساتھ شامل فرما"۔[5]

حضرت ابُوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں اکثر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہُوئے سُنتا اَللّٰهُمَّ عَافِنَا وَاعْفُ عَنَّا " اے اللہ! ہمیں عافیت نصیب فرما اور ہمیں معاف فرما"۔[6]

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے اپنے والد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کو یہ کہتے ہُوئے سُنا اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ قَتْلًا فِيْ سَبِيْلِكَ وَوَفَاةً فِيْ بَلَدِ نَبِيِّكَ " اے اللہ! مجھے اپنے راستہ کی شہادت

(۱) اخرجہ ابن ابی الدنیا (۲) عند ابن ابی الدنیا ایضا کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۳) (۳) اخرجہ ابن ابی شیبۃ وابونعیم فی الحلیۃ (۴) عند احمد فی الزہد (۵) عند ابن سعد والبخاری فی الادب (۶) عند احمد فی الزہد کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۳)

اور اپنے نبیؐ کے شہر کی موت نصیب فرما۔" میں نے کہا آپ کو یہ دونوں باتیں کیسے حاصل ہو سکتی ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ جہاں چاہے اپنے فیصلہ کو وجود دے سکتا ہے۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یُوں دُعا کی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ظُلْمِیْ وَکُفْرِیْ "اے اللہ! میرے ظُلم اور میرے کُفر کو مُعاف فرما۔" ایک آدمی نے کہا ظُلم کا لفظ تو ٹھیک ہے لیکن کفر کا کیا مطلب؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا (قرآن میں ہے) اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ "سچ یہ ہے کہ آدمی بہت ہی بے انصاف اور بڑا ہی ناشکرا ہے" (یعنی کفر سے ناشکری مُراد ہے)۔[2]

حضرت ابُوعثمان نہدی رحمۃُ اللہ عَلَیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے میں نے یہ کہتے ہُوئے سُنا اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ کَتَبْتَنِیْ فِی السَّعَادَۃِ فَاثْبِتْنِیْ فِیْھَا وَاِنْ کُنْتَ کَتَبْتَنِیْ فِی الشَّقَاوَۃِ فَامْحُنِیْ مِنْھَا وَاثْبِتْنِیْ فِی السَّعَادَۃِ فَاِنَّکَ تَمْحُوْ مَا تَشَآءُ وَتُثْبِتُ وَعِنْدَکَ اُمُّ الْکِتَابِ "اے اللہ! اگر تُو نے میرا نام خوش قسمت انسانوں میں لکھا ہے تو میرا نام ان میں لکھا رہنے دے اور اگر میرا نام بدقسمت لوگوں میں لکھا ہُوا ہے تو اس میں سے مِٹا کر خوش قسمت لوگوں میں لکھ دے کیونکہ تُو جو چاہے مِٹا سکتا ہے اور جو چاہے باقی رکھ سکتا ہے اور تیرے پاس لوحِ محفوظ ہے۔"[3]

حضرت یزید رحمۃُ اللہ عَلَیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کو آدھی رات کے وقت رمادہ قحط کے زمانہ میں حضور صلّی اللہُ عَلَیہِ وَسلّم کی مسجد میں نماز پڑھتے ہُوئے دیکھا وہ یہ دُعا کر رہے تھے اَللّٰھُمَّ لَا تُھْلِکْنَا بِالسِّنِیْنَ وَارْفَعْ عَنَّا ھٰذَا الْبَلَآءَ "اے اللہ! ہمیں قحط سے ہلاک نہ فرما اور ہم سے یہ مُصیبت دُور فرما" اور وہ یہ دُعا بار بار کرتے رہے۔[4]

حضرت یزید رحمۃُ اللہ عَلَیہ کہتے ہیں میں نے رمادہ قحط کے زمانہ میں حضرت عمر بن خطّاب رَضِیَ اللہُ عَنہُ پر چادر دیکھی جس پر سولہ پیوند لگے ہُوئے تھے اور آپ کی چادر پانچ ہاتھ اور ایک بالشت لمبی تھی اور یہ دُعا کر رہے تھے اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ ھَلَکَۃَ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ عَلٰی رِجْلَیَّ "اے اللہ! حضرت محمّد صلّی اللہُ عَلَیہِ وَسلّم کی اُمّت کی ہلاکت میرے زمانہ میں نہ کر۔"[5]

حضرت اسلم رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَتْلِیْ بِیَدِ رَجُلٍ صَلّٰی رَکْعَۃً اَوْ سَجْدَۃً وَّاحِدَۃً یُحَاجُّنِیْ بِھَا عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ "اے اللہ! میرا قتل ایسے شخص کے ہاتھوں نہ کر جس نے ایک رکعت ہی پڑھی ہو یا ایک سجدہ ہی کیا ہو اور وہ اس کی وجہ سے قیامت کے دِن مجھ سے جھگڑا کرے" (یعنی میری شہادت مسلمان کے ہاتھوں نہ ہو)۔[6]

(۱) عند ابن سعد وابی نعیم فی الحلیۃ (۲) عند ابی ابی حاتم (۳) عند اللالکائی کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۳) واخرجہ عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر اخصر منہ کما فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۳) (۴) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۳۱۹) عن السائب بن یزید (۵) عند ابن سعد (ج ۳ ص ۳۲۰) (۶) اخرجہ البخاری ومالک وابن راہویہ وابونعیم فی الحلیۃ ونحوہ عن زید بن اسلم کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۱۳)

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کنکریوں کی ایک ڈھیری بنائی پھر اس پر اپنے کپڑے کا کنارہ ڈال کر اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے پھر آسمان کی طرف اپنے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی اَللّٰھُمَّ کَبِرَتْ سِنِّیْ وَضَعُفَتْ قُوَّتِیْ وَانْتَشَرَتْ رَعِیَّتِیْ فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ غَیْرَ مُضَیِّعٍ وَّلَا مُفَرِّطٍ " اے اللہ! میری عمر زیادہ ہوگئی اور میرے قویٰ کمزور ہوگئے اور میری رعایا پھیل گئی۔ لٰہذا اب تو مجھے اپنی طرف اس طرح اٹھالے کہ نہ تو میں کسی کا حق ضائع کرنے والا ہوں اور نہ کسی کے حق میں کمی کرنے والا ہوں[1]

حضرت اسود بن ہلال محاربی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! غور سے سنو! میں دعا کروں گا تم سب اس پر آمین کہنا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ غَلِیْظٌ فَلَیِّنِّیْ وَشَحِیْحٌ فَسَخِّنِیْ وَضَعِیْفٌ فَقَوِّنِیْ " اے اللہ! میں سخت ہوں مجھے نرم کر دے کنجوس ہوں مجھے سخی بنادے کمزور ہوں مجھے قوی کر دے "[2]

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کی نماز جنازہ پڑھاتے تو فرماتے تیرا یہ بندہ دنیا سے رہائی پاگیا اور دنیا دنیا والوں کے لئے چھوڑ کر چلا گیا اور اب وہ تیرا محتاج ہے تجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں وہ اس بات کی گواہی دیا کرتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اس سے درگزر فرما اور اسے اس کے نبی کے پاس پہنچا دے[3]

حضرت کثیر بن مدرک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب قبر پر مٹی ڈال دی جاتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے اَللّٰھُمَّ اَسْلَمَہُ اِلَیْکَ الْاَھْلُ وَالْمَالُ وَالْعَشِیْرَۃُ وَذَنْبُہٗ عَظِیْمٌ فَاغْفِرْلَہٗ " اے اللہ! اہل و عیال، مال اور خاندان والوں نے اسے تیرے سپرد کر دیا ہے اور اس کے گناہ بھی بڑے بڑے ہیں اس کی مغفرت فرما "[4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اَعُوْذُبِکَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْکِ الشَّقَاءِ وَشَمَاتَۃِ الْاَعْدَاءِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ السِّجْنِ وَالْقَیْدِ وَالسَّوْطِ " (اے اللہ) بلا و مصیبت کی سختی سے اور بدقسمتی کے پکڑ لینے سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور جیل، بیڑی اور کوڑے سے تیری پناہ چاہتا ہوں "[5]

حضرت ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یہ دعا کیا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنَّ ذُنُوْبِیْ لَا تَضُرُّکَ وَاِنَّ رَحْمَتَکَ اِیَّایَ لَا

(۱) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۴) (۲) عند ابی نعیم فی الحلیۃ ایضا (۳) اخرجہ ابو یعلی باسناد صحیح کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۱۱۴) (۴) عند البیہقی کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۱۱۹) (۵) اخرجہ یوسف القاضی کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۴۴)

لَا تَنْقُصُكَ "اے اللہ! میرے گناہ تیرا کوئی نقصان نہیں کر سکتے اور تو مجھ پر رحم فرمائے تو اس سے تیرے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئے گی"[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نیا چاند دیکھا کرتے تو فرمایا کرتے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ خَيْرَ هٰذَا الشَّهْرِ وَفَتْحَهٗ وَنَصْرَهٗ وَبَرَكَتَهٗ وَرِزْقَهٗ وَنُوْرَهٗ وَطُهُوْرَهٗ وَهُدَاهُ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا فِيْهِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهٗ "اے اللہ! میں تجھ سے اس مہینے کی خیر اور اس کی فتح، نصرت، برکت، رزق، نور، طہارت اور ہدایت مانگتا ہوں اور اس کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے اور جو کچھ اس کے بعد ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں"[2]

حضرت عمر بن سعید نخعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے ابن مکنف کی نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت علیؓ نے چار تکبیریں کہیں اور ایک طرف سلام پھیرا پھر انہوں نے ابن مکنف کو قبر میں اتارا اور پھر فرمایا اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا بیٹا ہے تیرا مہمان بنا ہے اور تو بہترین میزبان ہے اے اللہ! جس قبر میں یہ داخل ہوا ہے اسے وسیع فرما دے اور اس کے گناہ معاف فرما دے ہم تو اس کے بارے میں خیر ہی جانتے ہیں لیکن تو ہم سے زیادہ جانتا ہے اور یہ کلمۂ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا کرتا تھا[3]

حضرت ابو ہیاج اسدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ اتنے میں میں نے ایک آدمی دیکھا جو صرف یہ دعا مانگ رہا تھا اَللّٰهُمَّ قِنِيْ شُحَّ نَفْسِيْ "اے اللہ! مجھے میرے نفس کے بخل سے بچا دے" اور کچھ نہیں مانگ رہا تھا میں نے اس سے صرف یہی دعا کرنے کی وجہ پوچھی اس نے کہا جب مجھے میرے نفس کے شر سے بچا دیا جائے گا تو میں نہ چوری کروں گا، نہ زنا کروں گا اور نہ کوئی اور برا کام کروں گا۔ میں نے ان کے بارے میں لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں[4]

حضرت ابو عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں (میرے والد) حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ جس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا تھا کہ مانگو جو مانگو گے تمہیں دیا جائے گا۔ اس رات آپ نے کیا دعا مانگی تھی؟ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا میں نے یہ دعا مانگی تھی اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ اِيْمَانًا لَّا يَرْتَدُّ وَنَعِيْمًا لَّا يَنْفَدُ وَمُرَافَقَةَ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَعْلٰى دَرَجَةِ الْجَنَّةِ جَنَّةِ الْخُلْدِ "اے اللہ! میں تجھ سے ایسا

(۱) عند الدینوری کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۰۵) (۲) اخرجہ ابن النجار کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۳۲۶) (۳) اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۱۱۹) (۴) اخرجہ ابن جریر کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۳۳۹)

ایمان مانگتا ہوں جو باقی رہے اور زائل نہ ہو اور ایسی نعمت مانگتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہو اور ہمیشہ رہنے کی جنت کے اعلیٰ درجے میں تیرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت مانگتا ہوں [1]

حضرت ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے والد صاحب نے فرمایا ایک رات میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما میرے پاس سے گزرے۔ حضورؐ نے فرمایا مانگو جو مانگو گے وہ تمہیں دیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے بعد میں جا کر حضرت عبداللہؓ سے پوچھا کہ کیا دُعا مانگی تھی؟ انہوں نے کہا میری ایک دُعا ہے جو میں کبھی نہیں چھوڑتا اور وہ یہ ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ اِیْمَانًا لَا یَبِیْدُ "اے اللہ! میں تجھ سے ہلاک نہ ہونے والا ایمان مانگتا ہوں" پھر آگے پیچھے جیسی دُعا ذکر کی ہے اور یہ الفاظ بھی ذکر کیے ہیں وَقُرَّۃَ عَیْنٍ لَا تَنْقَطِعُ "اور ختم نہ ہونے والی آنکھوں کی ٹھنڈک مانگتا ہوں" [2] ابو نعیم کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے واپس آکر حضرت عبداللہؓ سے کہا جو دُعا تم مانگ رہے تھے وہ ذرا مجھے بھی سناؤ۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا پہلے میں نے اللہ کی حمد و ثنا اور عظمت بیان کی پھر میں نے یہ کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ وَعْدُکَ حَقٌّ وَلِقَاؤُکَ حَقٌّ وَالْجَنَّۃُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَرُسُلُکَ حَقٌّ وَکِتَابُکَ حَقٌّ وَالنَّبِیُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَقٌّ "تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیرا وعدہ حق ہے تیری ملاقات حق ہے جنت حق ہے دوزخ حق ہے تیرے رسول برحق ہیں تیری کتاب برحق ہے سارے نبی برحق ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہیں" [3]

حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ دُعائیں کثرت سے کیا کرتے تھے رَبَّنَا اَصْلِحْ بَیْنَنَا وَاھْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ وَاصْرِفْ عَنَّا الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ وَبَارِکْ لَنَا فِیْ اَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُلُوْبِنَا وَاَزْوَاجِنَا وَذُرِّیَّاتِنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ وَاجْعَلْنَا شَاکِرِیْنَ لِنِعْمَتِکَ مُثْنِیْنَ بِھَا قَابِلِیْنَ بِھَا وَاَتْمِمْھَا عَلَیْنَا "اے ہمارے رب! ہمارے آپس کے تعلقات خوشگوار بنا دے اور ہمیں اسلام کے راستے دکھا اور ہمیں تاریکیوں سے نجات دے کر روشنی میں لا اور ہم کو ظاہری و باطنی بدکاریوں سے دور رکھ اور ہمارے کانوں کو، ہماری آنکھوں کو، ہمارے دلوں کو اور ہمارے بیوی بچوں کو ہمارے حق میں باعث برکت بنا دے اور

(۱) اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۰) واخرجہ ابن عساکر عن کمیل عن عمر رضی اللہ عنہ مع زیادۃ قصۃ صلاتہ ودعائہ کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۳۶) (۲) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۲۷) (۳) قال ابو نعیم (ج ۱ ص ۱۲۷) ورواہ سعید بن ابی الحسام عن شریک وادخل سعید بن المسیب بین عون وعبداللہ ثم اسندہ من طریقہ

ہماری توبہ قبول فرما. بیشک تو ہی بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے اور ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر گزار ان کا ثناخواں اور لوگوں کے سامنے انہیں بیان کرنے والا بنا دے اور ان (نعمتوں) کو ہم پر پورا فرما دے"۔[1]

حضرت ابو الاحوص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ دُعا مانگتے ہوئے سنا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِنِعْمَتِکَ السَّابِغَۃِ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ بِھَا وَ بَلَاۗئِکَ الَّذِیْ اِبْتَلَیْتَنِیْ وَ بِفَضْلِکَ الَّذِیْ اَفْضَلْتَ عَلَیَّ اَنْ تُدْخِلَنِی الْجَنَّۃَ اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْنِی الْجَنَّۃَ بِفَضْلِکَ وَمَنِّکَ وَرَحْمَتِکَ " اے اللہ! میں تجھ سے تیری اس نعمت کاملہ کے واسطہ سے جو تو نے مجھ پر کی اور اس آزمائش کے واسطہ سے جس میں تو نے مجھے مبتلا کیا اور تیرے اس فضل کے واسطہ سے جو تو نے مجھ پر کیا یہ سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ اے اللہ! تو اپنے فضل و احسان اور رحمت سے مجھے جنت میں داخل کر دے"۔[2]

حضرت ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ کَتَبْتَنِیْ فِیْ اَھْلِ الشَّقَاۗءِ فَامْحُنِیْ وَاثْبُتْنِیْ فِیْ اَھْلِ السَّعَادَۃِ " اے اللہ! اگر تو نے میرا نام بدبختی والوں میں لکھا ہوا ہے تو وہاں سے میرا نام مٹا کر خوش قسمت لوگوں میں لکھ دے"۔[3]

حضرت عبداللہ بن عُکیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ دُعا مانگا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ زِدْنِیْ اِیْمَانًا وَیَقِیْنًا وَ فَھْمًا وَعِلْمًا " اے اللہ! میرے ایمان و یقین سمجھ اور علم کو بڑھا دے"۔[4]

حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں ایک دن نماز فجر سے فارغ ہو کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا۔ ہم نے ان سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ انہوں نے فرمایا اندر آجاؤ۔ ہم نے اپنے دل میں کہا ہم کچھ دیر انتظار کر لیتے ہیں شاید گھر والوں میں سے کسی کو ان سے کوئی کام ہو (تو وہ اپنا کام پورا کر لیں) اتنے میں حضرت ابن مسعودؓ تسبیح پڑھتے ہوئے ہمارے پاس آئے اور فرمایا شاید تم لوگوں نے یہ گمان کیا ہو گا کہ عبداللہ کے (یعنی میرے) گھر والے اس وقت غفلت میں ہوں گے پھر فرمایا اے باندی! دیکھو کیا سورج نکل آیا ہے؟ اس نے کہا نہیں پھر جب اس کو تیسری مرتبہ کہا دیکھو کیا سورج نکل آیا ہے؟ تو اس نے کہا جی ہاں۔ اس پر انہوں نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَنَا ھٰذَا الْیَوْمَ وَاَقَالَنَا فِیْہِ عَثَرَاتِنَا اَحْسَبُہٗ قَالَ وَلَمْ یُعَذِّبْنَا بِالنَّارِ" تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے

(۱) اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۹۳) (۲) اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۸۵) و رجالہ رجال الصحیح (۳) عند الطبرانی ایضا قال الھیثمی رجالہ رجال الصحیح الا ان ابا قلابۃ لم یدرک ابن مسعود (۴) عند الطبرانی ایضا قال الھیثمی واسنادہ جید

ہمیں یہ دن عطا فرمایا اور اس نے اس دن میں ہماری تمام لغزشیں معاف فرمادیں (تبھی تو ہمیں لغزشوں کے باوجود زندہ رکھا ہوا ہے) راوی کہتے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اس نے ہمیں (لغزشوں کی وجہ سے) آگ سے عذاب نہیں دیا۔"[1]

حضرت سُلیم بن حنظلہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بازار کے دروازے کے پاس آئے اور یہ دُعا پڑھی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِھَا وَخَیْرِ اَھْلِھَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ اَھْلِھَا "اے اللہ! میں تجھ سے اس بازار کی خیر اور بازار والوں کی خیر مانگتا ہوں اور اس بازار کے شر اور بازار والوں کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں"۔[2]

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جب کسی بستی میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو یہ دُعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَمَا اَظَلَّتْ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَمَا اَضَلَّتْ وَرَبَّ الرِّیَاحِ وَمَا اَذْرَتْ اَسْئَلُكَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا "اے اللہ! جو کہ تمام آسمانوں کا اور جن پر آسمانوں نے سایہ ڈالا ہے اُن تمام چیزوں کا رب ہے جو کہ شیطانوں کا اور جن کو شیطانوں نے گمراہ کیا ہے ان سب کا رب ہے اور جو کہ ہواؤں کا اور ان تمام چیزوں کا رب ہے جنہیں ہواؤں نے اُڑایا ہے میں تجھ سے اس بستی کی خیر اور جو کچھ اس بستی میں ہے اس سب کی خیر مانگتا ہوں اور اس کے شر سے اور جو کچھ اس بستی میں ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں"۔[3]

حضرت ثور بن یزید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب رات کو تہجد کے لیئے اُٹھتے تو یہ دُعا کرتے اَللّٰھُمَّ قَدْ نَامَتِ الْعُیُوْنُ وَغَارَتِ النُّجُوْمُ وَاَنْتَ حَیٌّ قَیُّوْمٌ اَللّٰھُمَّ طَلَبِیْ لِلْجَنَّۃِ بَطِیْءٌ وَھَرَبِیْ مِنَ النَّارِ ضَعِیْفٌ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیْ عِنْدَكَ ھُدًی تَرُدُّہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ "اے اللہ! آنکھیں سو چکی ہیں اور ستارے غروب ہو گئے ہیں اور تو ہمیشہ زندہ رہنے والا اور ساری کائنات کو قائم رکھنے والا ہے۔ اے اللہ! میرے اندر جنت کی طلب بہت سُست ہے اور مجھ میں دوزخ کی آگ سے بھاگنے کا جذبہ بالکل کمزور ہے۔ اے اللہ! مجھے اپنے پاس سے ایسی ہدایت عطا فرما جو قیامت تک چلتی رہے بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا"۔[4]

بنو نجار کی ایک عورت کہتی ہیں مسجد کے اردگرد کے گھروں میں میرا گھر سب سے اُونچا تھا

---

(۱) عند الطبرانی ایضا قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۱۸) رجالہ رجال الصحیح (۲) عند الطبرانی ایضا قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۹) رواہ الطبرانی موقوفا ورجالہ رجال الصحیح غیر سلیم بن حنظلۃ وہو ثقۃ (۳) عند الطبرانی ایضا قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۵) رجالہ رجال الصحیح الا ان قتادۃ لم یدرک ابن مسعود۔ انتہی (۴) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۳۳) اخرجہ الطبرانی واسنادہ منقطع کما قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۸۵)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ روزانہ صبح کو فجر کی اذان میرے گھر کی چھت پر دیا کرتے تھے سحری کے وقت آکر چھت پر بیٹھ کر صبح صادق کا انتظار کرتے۔ جب صبح صادق نظر آتی تو انگڑائی لیتے پھر یہ دُعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ اَحْمَدُکَ وَاَسْتَعِیْنُکَ عَلٰی قُرَیْشٍ اَنْ یُّقِیْمُوْا دِیْنَکَ "اے اللہ! میں تیری تعریف کرتا ہوں اور قریش کے لیئے تجھ سے مدد مانگتا ہوں تاکہ وہ تیرے دین کو قائم کریں" پھر وہ اذان دیتے مجھے بالکل یاد نہیں کہ کسی رات حضرت بلالؓ نے یہ دُعائیہ کلمات (اذان سے پہلے) چھوڑے ہوں۔[1]

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت ہند کہتی ہیں حضرت بلالؓ جب بستر پر لیٹتے تو یہ دُعا کرتے اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ سَیِّاٰتِیْ وَاَعْذِرْنِیْ بِعِلَّاتِیْ "اے اللہ! میری بُرائیوں سے درگزر فرما اور میری بیماریوں کی وجہ سے مجھے معذور قرار دے"۔[2]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جب بستر پر لیٹتے تو یہ دُعا کرتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ غِنَی الْاَھْلِ وَالْمَوْلٰی وَاَعُوْذُبِکَ اَنْ تَدْعُوَ عَلَیَّ رَحِمٌ قَطَعْتُھَا "اے اللہ! میں تجھ سے اہل وعیال کے اور تمام متعلقین کے غنا کو مانگتا ہوں اور میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں رشتہ توڑوں اور وہ رشتہ میرے لیئے بد دُعا کرے"۔[3]

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ یہ دُعا کیا کرتے اَللّٰھُمَّ ھَبْ لِیْ حَمْدًا وَھَبْ لِیْ مَجْدًا لَامَجْدَ اِلَّا بِفِعَالٍ وَلَا فِعَالَ اِلَّا بِمَالٍ اَللّٰھُمَّ لَا یُصْلِحُنِی الْقَلِیْلُ وَلَا اَصْلُحُ عَلَیْہِ "اے اللہ! مجھے تعریف عطا فرما اور مجھے بزرگی عطا فرما اور بزرگی کسی بڑے کام کے ذریعہ سے ہی حاصل ہوسکتی ہے اور کوئی بڑا کام مال کے ذریعہ سے ہی ہوا کرتا ہے اے اللہ! تھوڑا مال میرے حالات درست نہیں کرسکتا اور نہ ہی تھوڑے مال سے میں درست رہ سکتا ہوں (لہٰذا تو اپنی شان کے مطابق اپنے خزانوں میں سے عطا فرما)"۔[4]

حضرت بلال بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ تَفْرِقَۃِ الْقَلْبِ "اے اللہ! میں دل کے بکھر جانے سے تیری پناہ چاہتا ہوں" کسی نے پوچھا دل کے بکھر جانے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے میرے لیئے ہر وادی میں کچھ مال رکھ دیا جائے (اور مجھے ہر وادی میں جاکر اپنے مقدر کا مال جمع کرنا پڑے)۔[5]

---

(1) اخرجہ ابن اسحٰق من طریق عروۃ ورواہ ابوداؤد من حدیثہ منفردا بہ کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۳۳) (2) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۵) بسند لم اعرفہا وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح (3) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۵) و اسنادہ جید (4) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۶۱۲) (5) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۹)

حضرت اسماعیل بن عُبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ تَوَفَّنِیْ مَعَ الْاَبْرَارِ وَلَا تُبْقِنِیْ مَعَ الْاَشْرَارِ" اے اللہ! مجھے نیک لوگوں کے ساتھ موت دے اور مجھے بُرے لوگوں کے ساتھ باقی نہ رکھ"۔ حضرت لُقمان بن عامر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ لَا تَبْتَلِنِیْ بِعَمَلِ سُوْءٍ فَاُدْعٰی بِہٖ رَجُلَ سُوْءٍ" اے اللہ! مجھے کسی بُرے عمل میں مُبتلا نہ فرما ورنہ مجھے بُرا آدمی کہہ کر پکارا جائے گا"۔[1]

حضرت حَسّان بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ تَلْعَنَنِیْ قُلُوْبُ الْعُلَمَاءِ" اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ عُلماء کے دِل مجھ پر لعنت کریں"۔ کسی نے پُوچھا اُن کے دِل آپ کو کیسے لعنت کریں گے؟ فرمایا اُن کے دِل مجھے ناپسند کرنے لگیں۔[2]

حضرت عبداللہ بن یزید بن ربیعہ دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مَیں شروع رات میں مسجد گیا وہاں میرا گزر ایک آدمی پر ہُوا جو سجدے میں یہ کہہ رہا تھا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ خَائِفٌ مُسْتَجِیْرٌ فَاَجِرْنِیْ مِنْ عَذَابِکَ وَسَائِلٌ فَقِیْرٌ فَارْزُقْنِیْ مِنْ فَضْلِکَ لَا مُذْنِبٌ فَاَعْتَذِرُ وَلَا ذُوْقُوَّۃٍ فَاَنْتَصِرُ وَلٰکِنْ مُذْنِبٌ مُسْتَغْفِرٌ۔" اے اللہ! میں ڈرنے والا اور پناہ مانگنے والا ہُوں لہٰذا مجھے اپنے عذاب سے پناہ دے اور مانگنے والا فقیر ہُوں لہٰذا اپنے فضل سے روزی عطا فرما اور جو گُناہ مجھ سے ہُوئے ہیں اُن کے بارے میں میرے پاس کوئی عُذر نہیں ہے جسے مَیں تیرے سامنے پیش کرسکوں اور نہ میں ایسا طاقتور ہُوں کہ تجھ سے خود کو بچاسکوں بلکہ مَیں تو سراپا گُناہگار ہُوں اور تجھ سے مغفرت کا طلبگار ہُوں"۔ راوی کہتے ہیں حضرت ابُوالدَّرْدَاء کو یہ دُعائیہ کلمات بہت پسند آئے اور وہ اپنے ساتھیوں کو یہ کلمات سکھانے لگے۔[3]

حضرت ثُمامہ بن حَزْن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مَیں نے ایک بڑے میاں کو بلند آواز سے یہ کہتے ہُوئے سُنا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّرِّ لَا یَخْلِطُہٗ شَیْءٌ" اے اللہ! میں اس شر سے تیری پناہ مانگتا ہُوں جس کے ساتھ کچھ بھی خیر ملا ہُوا نہ ہو یعنی خالص شر ہو"۔ مَیں نے پُوچھا یہ بڑے میاں کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا یہ حضرت ابُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ ہیں۔[4]

حضرت ابُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اے اللہ! مَیں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہُوں کہ تُو میرے بھائی عبداللہ بن رَوَاحہ کے سامنے میرا ایسا کوئی عمل پیش کرے جس سے وہ شرمندہ ہوں (حضرت ابن رَوَاحہ اُن کے جاہلیت میں بھائی تھے اور اُن کی دعوت

(1) عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۲۲۰) (2) عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۲۲۳) (3) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۲۲) (4) اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۹۹)

پر مسلمان ہوئے تھے)[1]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صفا پر یہ دُعا کیا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اعْصِمْنِیْ بِدِیْنِكَ وَطَوَاعِیَتِكَ وَطَوَاعِیَةِ رَسُوْلِكَ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنِیْ حُدُوْدَكَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِمَّنْ یُحِبُّكَ وَیُحِبُّ مَلَائِكَتَكَ وَیُحِبُّ رُسُلَكَ وَیُحِبُّ عِبَادَكَ الصَّالِحِیْنَ اَللّٰھُمَّ حَبِّبْنِیْ اِلَیْكَ وَاِلٰی مَلَائِكَتِكَ وَاِلٰی رُسُلِكَ وَاِلٰی عِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ اَللّٰھُمَّ یَسِّرْنِیْ لِلْیُسْرٰی وَجَنِّبْنِی الْعُسْرٰی وَاغْفِرْلِیْ فِی الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی وَاجْعَلْنِیْ مِنْ اَئِمَّةِ الْمُتَّقِیْنَ اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ وَاِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ اَللّٰھُمَّ اِذْ ھَدَیْتَنِیْ لِلْاِسْلَامِ فَلَا تَنْزِعْنِیْ مِنْهُ وَلَا تَنْزِعْهُ مِنِّیْ حَتّٰی تَقْبِضَنِیْ وَاَنَا عَلَیْهِ" اے اللہ! اپنے دین کے ذریعہ سے اور اپنی اور اپنے رسُول کی اطاعت کے ذریعہ سے میری حفاظت فرما اے اللہ! مجھے اپنے حرام کردہ کاموں سے بچا۔ اے اللہ! مجھ کو اُن لوگوں میں سے بنادے جو تجھ سے تیرے فرشتوں سے تیرے رسُولوں سے اور تیرے نیک بندوں سے محبت کرتے ہیں۔ اے اللہ! مجھے اپنا اور اپنے فرشتوں کا اپنے رسُولوں کا اور اپنے نیک بندوں کا محبُوب بنادے۔ اے اللہ! مجھے نیکی کی توفیق عطا فرما اور بُرائی سے محفوظ فرما اور دُنیا و آخرت میں میری مغفرت فرما اور مجھے مُتقیوں کا امام بنا۔ اے اللہ! تُونے (قرآن میں) فرمایا ہے مجھے پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا اور تو وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ اے اللہ! جب تونے مجھے اسلام کی ہدایت دے دی ہے تو مجھے اسلام سے نہ نکال اور نہ اسے مجھ سے چھین بلکہ جب تو میری رُوح قبض کرے تو میں اسلام پر ہوں " حضرت ابن عمرؓ صفا، مروہ پر اور عرفات و مزدلفہ میں اور منیٰ کے دو جمروں کے درمیان اور طواف میں اپنی لمبی دُعا کے ساتھ یہ دُعا بھی مانگتے تھے[2]

حضرت عبداللہ بن سَبرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صبح کے وقت یہ دُعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْ اَعْظَمِ عِبَادِكَ عِنْدَكَ نَصِیْبًا فِیْ كُلِّ خَیْرٍ تَقْسِمُهُ الْغَدَاةَ وَنُوْرًا تَھْدِیْ بِهٖ وَرَحْمَةً تَنْشُرُھَا وَرِزْقًا تَبْسُطُهُ وَضُرًّا تَكْشِفُهُ وَبَلَاءً تَرْفَعُهُ وَفِتْنَةً تَصْرِفُھَا" اے اللہ! مجھے اپنے ان بندوں میں سے بنا کہ آج صبح تو جتنی خیریں تقسیم کرے گا ان کا ان خیروں میں تیرے نزدیک سب سے زیادہ حصہ ہو اور جس نُور سے تو ہدایت دیتا ہے اور جس رحمت کو تو پھیلاتا ہے اور جس رزق کو تو وُسعت دیتا ہے اور جس تکلیف کو تو دُور کرتا ہے اور جس آزمائش کو تو ہٹاتا ہے اور جس فتنے کو تو پھیر دیتا ہے سب چیزیں انہیں سب سے زیادہ حاصل ہوں"[3]

---

(۱) اخرجہ الحاکم کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۶) (۲) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۸) (۳) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۴) اخرجہ الطبرانی عنہ نحوہ قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۸۲) ورجالہ رجال الصحیح

حضرت سعید بن جُبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ اَشْرَقَتْ لَهُ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اَنْ تَجْعَلَنِيْ فِيْ حِرْزِكَ وَحِفْظِكَ وَجِوَارِكَ وَتَحْتَ كَنَفِكَ "اے اللہ! میں تیری ذات کے اُس نور کے واسطہ سے جس کی وجہ سے سارے آسمان اور زمین روشن ہو گئے تجھ سے اس بات کا سوال کرتا ہُوں کہ تُو مجھے اپنے حفظ وامان میں اپنی پناہ میں اپنے سایہ کے نیچے لے لے۔"[1]

حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاخْلُفْ عَلٰى كُلِّ غَائِبَةٍ بِخَيْرٍ "اے اللہ! تُو نے مجھے جو کچھ دیا ہے اُس پر مجھے قناعت نصیب فرما اور اس میں برکت نصیب فرما اور میری جتنی چیزیں اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں بلکہ غائب ہیں ان سب چیزوں میں تُو خیر کے ساتھ میرا خلیفہ بن جا انہیں اچھی طرح سنبھال لے۔"[2] حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ شَفَاعَةَ مُحَمَّدٍ الْكُبْرٰى وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ الْعُلْيَا وَاَعْطِهٖ سُؤْلَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى كَمَا اٰتَيْتَ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ "اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شفاعتِ کبریٰ قبول فرما اور ان کے بلند درجے کو اور اُونچا فرما اور اُنہوں نے آپ سے جو کچھ مانگا ہے وہ سب کچھ انہیں دُنیا اور آخرت میں عطا فرما جیسے تُو نے حضرت ابراہیم اور حضرت مُوسیٰ علیہما السلام کو عطا فرمایا۔"[3]

حضرت اُمّ الدرداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت فضالہ بن عُبید رضی اللہ عنہ یہ دُعا کیا کرتے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الرِّضَا بِالْقَضَاءِ وَالْقَدْرِ وَبَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَلَذَّةَ النَّظَرِ اِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ اِلٰى لِقَائِكَ فِيْ غَيْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ "اے اللہ! میں تجھ سے اِس بات کا سوال کرتا ہُوں کہ میں تیری ہر تقدیر اور فیصلے پر راضی رہا کروں اور موت کے بعد مجھے عُمدہ زندگی نصیب ہو اور تیرے دیدار کی لذت حاصل ہو اور مجھے تیری مُلاقات کا شوق نصیب ہو اور تکلیف دہ مصیبت اور گمراہ کُن فتنہ سے میری حفاظت ہو۔" حضرت فضالہؓ کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ تمام دُعائیں مانگا کرتے تھے۔[4]

حضرت مقبُری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مروان حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ کے

---

(1) اخرجہ البزار قال الهیثمی ورجاله رجال الصحیح (2) اخرجه البخاری فی الادب المفرد ص ۱۰۰ (3) اخرجه اسمٰعیل القاضی قال ابن کثیر فی تفسیره (ج ۳ ص ۵۱۳) اسناده جید قوی صحیح۔ انتہی (4) اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۷۴) رواه الطبرانی فی الاوسط والکبیر ورجاله ثقات۔ انتہی۔

مرض الوفات میں ان کے پاس گیا اور اُس نے کہا اے ابُوہریرہ! اللہ آپ کو شفاء عطا فرمائے۔ انہوں نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّ لِقَاءَكَ فَاَحِبَّ لِقَائِیْ "اے اللہ! میں تیری ملاقات کو محبوب رکھتا ہُوں تو میرے سے ملاقات کو محبوب بنالے" چُنانچہ وہاں سے چل کر مروان ابھی اَصْحَابُ الْقَطَا مقام تک نہیں پہنچا تھا کہ پیچھے حضرت ابُوہریرہؓ کا انتقال ہوگیا۔[1]

حضرت عبداللہ بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سال یا مہینے کے شروع ہونے پر یہ دعا پڑھا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَرِضْوَانٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ وَجِوَارٍ مِّنَ الشَّيْطٰنِ "اے اللہ! اس سال اور مہینے کو امن، ایمان، سلامتی، اسلام، رحمان کی رضا اور شیطان سے پناہ کے ساتھ ہم پر داخل فرما"۔[2]

حضرت ابو اُمامہ بن سہل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پُوچھا صحابہؓ جب کسی بستی کے پاس پہنچتے یا اُس میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لَنَا فِيْهَا رِزْقًا "اے اللہ! اس بستی میں ہمارے لیئے رزق مقدر فرما" وہ یہ دعا کس ڈر سے پڑھا کرتے تھے؟ حضرت ابُوہریرہؓ نے فرمایا بستی کے والی کے ظلم کا اور بارش نہ ہونے کا ڈر ہوتا تھا۔[3]

حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ جب اپنے بھائی کیلئے دعا کرتے تو یہ کہتے اللہ اس پر ان نیک لوگوں والی رحمتیں نازل فرمائے جو ظالم اور بدکار نہیں جو رات بھر عبادت کرتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔[4]

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جب بادل گرجنے کی آواز سُنتے تو بات کرنا چھوڑ دیتے اور یہ پڑھتے سُبْحَانَ الَّذِیْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ "وہ ذات پاک ہے جس کے خوف سے رعد فرشتہ اور دُوسرے فرشتے اس کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرتے ہیں" پھر فرماتے یہ زمین والوں کے لیئے اللہ کی طرف سے دھمکی ہے۔[5]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک دُوسرے کے لیئے دعائیں

حضرت محمد، حضرت طلحہ، حضرت مہلب، حضرت عمرو اور حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں حضرت سماک بن مخرمہ، حضرت سماک بن عُبید اور حضرت سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس وفد بن کر آئے حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ آپ لوگوں میں برکت عطا فرمائے

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۳۳۹) (۲) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۹) واسنادہ حسن و فی ہاشم عن ابن حجر فیہ رشدین بن سعد وہو ضعیف (۳) اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۵) رجالہ رجال الصحیح غیر قیس بن سالم وہو ثقۃ. انتہی (۴) اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۹۳) (۵) اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۱۰۶) واخرجہ مالک ایضا عن ابن الزبیر مثلہ کما فی المشکوٰۃ الا انہ لم یذکر من قولہ ثم یقول الی آخرہ

اے اللہ! ان کے ذریعہ سے اسلام کو بلند فرما اور ان کے ذریعہ سے اسلام کو مضبوط فرما[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب میرے والد (حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ) کی بینائی چلی گئی تو میں اُن کا رہبر ہوا کرتا تھا۔ جب میں اُن کے ساتھ جمعہ کے لیئے جاتا اور وہ اذان سنتے تو حضرت ابواُمامہ اسعد بن زُرارہ رضی اللہ عنہ کے لیئے استغفار کرتے اور اُن کے لیئے دُعا کرتے میں نے ان سے پوچھا اے ابا جان! کیا بات ہے آپ جب اذان سنتے ہیں تو ابواُمامہؓ کے لیئے استغفار کرتے ہیں اور اُن کے لئے دعائے خیر اور دعائے رحمت کرتے ہیں؟ اُنہوں نے فرمایا اے میرے بیٹے! انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے ہمیں سب سے پہلے جمعہ پڑھایا تھا اور یہ جمعہ انہوں نے نقیع الخضمات بستی میں بنو بیاضہ قبیلہ کے پتھریلے میدان کے اس حصہ میں پڑھایا تھا جہاں نبیت قبیلہ کو شکست ہوئی تھی میں نے پوچھا اُس دن آپ لوگ کتنے تھے؟ فرمایا ہم چالیس آدمی تھے[2]

بنو بکر بن وائل کے ایک صاحب کہتے ہیں میں سجستان میں حضرت بُریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ میں حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کے بارے میں ان کی رائے معلوم کرنے کے لیئے ان سب حضرات کے کچھ عیب بیان کرنے لگا۔ اس پر حضرت بُریدہؓ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا کی اے اللہ! عثمان کی مغفرت فرما اور علی بن ابی طالب کی مغفرت فرما اور طلحہ بن عبیداللہ کی مغفرت فرما اور زبیر بن عوام کی مغفرت فرما۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا تمہارا باپ نہ رہے کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا اللہ کی قسم! میں آپ کو قتل کرنا نہیں چاہتا بلکہ ان حضرات کے بارے میں آپ کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ اُنہوں نے فرمایا ان لوگوں نے اللہ کے کرم سے شروع اسلام میں بڑے کارنامے سرانجام دیئے ہیں (اور ان سے کچھ لغزشیں اختلاف وغیرہ بھی ہوئے ہیں) اب اللہ کی مرضی ہے چاہے تو ان کے کارناموں کی وجہ سے اُن کی چھوٹی موٹی لغزشیں معاف فرمادے اور چاہے تو انہیں عذاب دے۔ ان کا حساب تو اللہ کے ذمہ ہے (ہمارے ذمہ نہیں ہے)[3]

---

(۱) اخرجہ ابن عساکر عن سیف بن عمر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۳۱) (۲) اخرجہ ابن ابی شیبۃ والطبرانی وابونعیم فی المعرفۃ کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۳۶) (۳) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۲۴۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کس طرح جمعوں میں، جماعتوں میں، حج اور غزوات میں اور تمام حالات میں بیان کیا کرتے تھے اور لوگوں کو اللہ کا حکم ماننے کی ترغیب دیا کرتے تھے چاہے اللہ کے حکم مشاہدہ اور تجربہ کے خلاف کیوں نہ ہوں اور کس طرح لوگوں کے دلوں میں دُنیا اور اس کی فانی لذّتوں کی بے رغبتی اور آخرت اور اس کی ہمیشہ رہنے والی لذّتوں کا شوق پیدا کیا کرتے تھے اور گویا کہ وہ پوری اُمّتِ مُسلمہ کو مالدار اور غریب کو خواص اور عوام کو اس بات پر کھڑا کرتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسُول کی طرف سے جو احکام ان کی طرف متوجہ ہیں وہ اپنی جان لگا کر اپنا مال خرچ کر کے ان احکام کو پورا کریں اور وہ اُمّتِ مُسلمہ کو فانی مال اور ختم ہو جانے والے سامان پر کھڑا نہیں کرتے تھے۔

حضرت محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا پہلا بیان

حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں سب سے پہلا بیان فرمایا اس کی صورت یہ ہوئی کہ آپ نے کھڑے ہو کر پہلے اللہ کی شان کے مطابق حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اَمّا بعد اے لوگو! اپنے لئے (آخرت میں کام آنے کے لئے نیک اعمال کا ذخیرہ) آگے بھیجو تم اچھی طرح جان لو تم میں سے ہر آدمی نے ضرور مرنا ہے اور اپنی بکریاں بغیر چرواہے کے چھوڑ کر چلے جانا ہے پھر اس کے اور اس کے رب

کے درمیان نہ کوئی ترجمان ہوگا اور نہ کوئی دربان۔ اور اس کا رب اس سے پوچھے گا کیا میرے رسول نے تیرے پاس آ کر میرا دین نہیں پہنچایا تھا؟ کیا میں نے تجھے مال نہیں دیا تھا؟ اور تجھ پر فضل و احسان نہیں کیا تھا؟ اب بتا تو نے اپنے لئے یہاں آگے کیا بھیجا ہے؟ چنانچہ وہ دائیں بائیں دیکھے گا تو اسے کوئی چیز نظر نہ آئے گی پھر وہ اپنے سامنے دیکھے گا تو اسے جہنم کے سوا اور کچھ نظر نہ آئے گا، لہٰذا تم میں سے جو اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی بچا سکتا ہے اُسے چاہیئے کہ وہ یہ ٹکڑا دے کر ہی خود کو بچالے اور جسے اور کچھ نہ ملے تو وہ اچھی بات بول کر ہی خود کو بچائے کیونکہ آخرت میں نیکی کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملے گا۔ وَالسَّلَامُ عَلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ، حضورؐ نے ایک مرتبہ پھر بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا بات یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں میں اس کی تعریف کرتا ہوں اور اس سے مدد طلب کرتا ہوں ہم اپنے نفس کے اور برے اعمال کے شرور سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے دے اُسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے گمراہ کرے اُسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں سب سے اچھا کلام اللہ کی کتاب ہے وہ آدمی کامیاب ہوگیا جس کے دل کو اللہ نے قرآن سے مزین کیا اور اسے کفر کے بعد اسلام میں داخل کیا اور اس آدمی نے باقی تمام لوگوں کے کلام کو چھوڑ کر اللہ کی کتاب کو اختیار کیا یہ اللہ کی کتاب سب سے عمدہ اور سب سے زیادہ بلیغ کلام ہے جو اللہ سے محبت کرے تم اُس سے محبت کرو اور تم اللہ سے محبت اس طرح کرو کہ سارے دل میں رچ جائے اور اللہ کے کلام اور اُس کے ذکر سے مت اکتاؤ اور قرآن سے اعراض نہ کرو ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ (اعمال میں سے) جو کچھ پیدا کرتے ہیں اس میں سے بعض (اعمال) کو چن لیتے ہیں پسند کر لیتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کا نام پسندیدہ عمل، پسندیدہ عبادت، نیک کلام اور لوگوں کو حلال و حرام والا جو دین دیا گیا ہے اُس میں سے نیک عمل رکھا ہے، لہٰذا تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور اس سے ایسے ڈرو جیسے اُس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم لوگ اپنے منہ سے جو نیک اور بھلی باتیں بولتے ہو ان میں تم اللہ سے سچ کہو اور اللہ کی رحمت کی وجہ سے تم ایک دوسرے سے محبت کرو اللہ تعالیٰ اس بات سے ناراض ہوتے ہیں کہ ان سے جو عہد کیا جائے اُسے توڑا جائے وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔[1]

---

[1] اخرجہ البیہقی وہذہ الطریق مرسلۃ کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۱۴) وقد اخرج ابن عساکر عن انس رضی اللہ عنہ اول خطبۃ خطبہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالفاظ اخری مختصر اکما تقدم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبۂ جمعہ

حضرت سعید بن عبدالرحمن جمحی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں بنو سالم بن عوف کے محلہ میں جو سب سے پہلا جمعہ پڑھایا تھا اس میں یہ خطبہ دیا تھا تمام تعریفیں اللہ کے لیئے ہیں میں اس کی تعریف کرتا ہوں اس سے مدد مانگتا ہوں اس سے مغفرت چاہتا ہوں اور اُس سے ہدایت طلب کرتا ہوں اور اس پر ایمان لاتا ہوں اور اس کا انکار نہیں کرتا بلکہ جو اس کا انکار کرتا ہے اُس سے دُشمنی رکھتا ہوں۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں اور (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس کے بندے اور رسول ہیں انہیں اللہ نے ہدایت، نور اور نصیحت دے کر اس وقت بھیجا جبکہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ رُکا ہوا تھا اور علم بہت کم ہو گیا تھا اور لوگ گمراہ ہو چکے تھے اور زمانے میں خیر و برکت نہیں رہی تھی اور قیامت قریب آچکی تھی اور دُنیا کا مُقررہ وقت پورا ہونے والا تھا اب جو اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا وہ ہدایت والا ہوگا اور جو ان دونوں کی نافرمانی کرے گا وہ بھٹکا ہُوا اور کوتاہی کا مرتکب ہوگا اور بڑی دُور کی گمراہی میں جا پڑے گا۔ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو جن باتوں کی تاکید کرتا ہے اُن میں سب سے بہتر بات یہ ہے کہ اُسے آخرت کی ترغیب دے اور اللہ سے ڈرنے کا حکم دے، لہٰذا تم اُن تمام کاموں سے بچو جن کے بارے میں تمہیں اللہ نے اپنی ذات سے ڈرایا ہے اس سے بہتر کوئی نصیحت نہیں اس سے بہتر کوئی یاد دہانی نہیں۔ اپنے رب سے ڈر کر تقویٰ پر عمل کرنا ان تمام چیزوں کے حاصل ہونے کے لیئے سچا مددگار ہے جنہیں تم آخرت میں چاہتے ہو اور جو محض اللہ کی رضا کی نیت سے لوگوں کے سامنے بھی اور اُن سے چُھپ کر بھی اپنے اور اپنے رب کے درمیان کے مُعاملے کو ٹھیک کرلے گا تو یہ اُس کے لیئے دُنیا میں ذکر خیر کا ذریعہ ہوگا اور موت کے بعد ذخیرۂ آخرت ہوگا جب کہ آدمی کو آگے بھیجے ہوئے اپنے اعمال کی بہت زیادہ ضرورت ہوگی اور جو اپنے اور اپنے رب کے درمیان کے معاملے کو ٹھیک نہیں کرے گا وہ تمنا کرے گا کاش میرے اور میرے آگے بھیجے ہوئے بُرے اعمال میں بہت زیادہ مسافت ہوتی اور اللہ تمہیں اپنی ذات (کے غصہ اور سزا) سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر بہت مہربان ہے۔ اللہ اپنی ہر بات کو سچ کر دکھلاتے ہیں اور اپنے وعدے کو پورا کرتے ہیں ان کے وعدے کے خلاف نہیں ہو سکتا کیونکہ خود اللہ تعالیٰ

نے فرمایا ہے مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ (سورت ق آیت ۲۹) "میرے ہاں (وہ) بات (وعید مذکور کی) نہیں بدلی جاوے گی اور میں (اس تجویز میں) بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں" لہٰذا دنیا و آخرت کے تمام معاملات میں خفیہ اور اعلانیہ طور سے اللہ سے ڈرو کیونکہ جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کی تمام برائیوں کو مٹا دے گا اور اسے اجر عظیم عطا فرمائے گا اور جو اللہ سے ڈرے گا اسے بہت بڑی کامیابی ملے گی اور اللہ کا ڈر ہی اس کے غصہ، اس کی سزا اور ناراضگی سے بچاتا ہے اور اللہ کے ڈر سے ہی چہرے (قیامت کے دن) سفید ہوں گے اور رب عظیم راضی ہوں گے اور درجے بلند ہوں گے لہٰذا تم تقویٰ میں پورا حصہ لو اور اللہ کی جناب میں کوتاہی نہ کرو اللہ نے تمہیں اپنی کتاب کا علم عطا فرمایا ہے اور اپنا راستہ تمہارے لئے واضح کیا تاکہ اللہ کو سچوں اور جھوٹوں کا پتہ چل جائے اور لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو جیسے اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے اور اللہ کے دشمنوں سے دشمنی رکھو اور اللہ کے دین کے لئے خوب محنت کرو جیسے کہ محنت کرنے کا حق ہے۔ اسی نے تمہیں چنا ہے اور اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ جسے گمراہ ہو کر برباد ہونا ہے وہ دلیل اور نشانی دیکھ کر پھر برباد ہو اور جسے ہدایت پاکر حقیقی زندگی حاصل کرنی ہے وہ دلیل اور نشانی دیکھ کر حاصل کرے اور نیکیاں کرنے کی طاقت صرف اللہ سے ہی ملتی ہے۔ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو اور آج کے بعد والی زندگی یعنی آخرت کے لئے عمل کرو جو اپنے اور اللہ کے تعلق کو ٹھیک کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان کے معاملات کو خود ٹھیک کر دیں گے کیونکہ اللہ کا فیصلہ لوگوں پر چلتا ہے اور لوگوں کا فیصلہ اللہ پر نہیں چلتا۔ اللہ لوگوں کی ہر چیز کے مالک ہیں اور لوگ اللہ کے ہاں کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ اللہ سب سے بڑے ہیں اور اللہ عظیم سے ہی نیکی کرنے کی طاقت ملتی ہے۔[1]

غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیانات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت جدار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضورؐ کے ساتھ ایک غزوے میں گئے۔ جب ہمارا دشمن سے سامنا ہوا تو آپؐ نے کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! تم سبز، زرد اور سرخ رنگ کی مختلف نعمتوں والے ہو گئے ہو اور تمہارے گھروں اور قیام گاہوں میں بہت قسم کی نعمتیں ہیں۔ جب

[1] اخرجہ ابن جریر (ج ۲ ص ۱۱۵) قال فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۱۳) ہکذا اوردہ ابن جریر فی السند ارسال۔ انتہی وذکرہ ایضا القرطبی فی تفسیرہ (ج ۱۸ ص ۹۸) بنحوہ مطولا بلا اسناد

تم دشمن سے لڑو تو قدم قدم آگے بڑھو کیونکہ جب بھی کوئی آدمی اللہ کے راستے میں دشمن پر حملہ کرتا ہے تو دو حوریں اُس کی طرف جھپٹتی ہیں اور جب وہ شہید ہوتا ہے تو خون کے پہلے قطرے کے زمین پر گرتے ہی اللہ تعالیٰ اُس کے ہر گناہ کو معاف کر دیتے ہیں اور یہ دونوں حوریں اُس کے منہ سے غبار کو صاف کرتی ہیں اور کہتی ہیں تمہارا وقت آ گیا ہے وہ ان سے کہتا ہے تم دونوں کا وقت بھی آ گیا ہے۔[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے سفر میں حجر مقام میں ٹھہرے وہاں آپؐ نے کھڑے ہو کر لوگوں میں بیان فرمایا اور فرمایا اے لوگو! تم اپنے نبی سے معجزوں کا مطالبہ نہ کرو یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کی جگہ ہے۔ اُنہوں نے اپنے نبی سے مطالبہ کیا کہ وہ اُن کے لیئے (معجزے کے طور پر) ایک اونٹنی بھیجیں۔ حضرت صالحؑ نے اُن کا یہ مطالبہ پورا کر دیا، چنانچہ وہ اونٹنی اس وسیع اور کشادہ راستہ سے پانی پینے آتی تھی اور اپنی باری کے دن وہ اُن کا سارا پانی پی جاتی تھی اور جتنا دودھ پانی کے ناغہ والے دن دیتی تھی اُتنا ہی پانی کی باری والے دن بھی دیتی تھی۔ پھر اسی وسیع راستے سے واپس چلی جاتی تھی۔ پھر اُنہوں نے اُس کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں۔ اللہ نے اُنہیں تین دن کی مہلت دی اور اللہ کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوتا۔ پھر اُن پر (ایک فرشتے کی) چیخ آئی اور اُس قوم کے جتنے آدمی آسمان اور زمین کے درمیان تھے اُن سب کو اللہ نے اُس چیخ سے ہلاک کر دیا صرف ایک آدمی بچا جو اُس وقت اللہ کے حرم میں تھا۔ وہ اللہ کے حرم کی وجہ سے اللہ کے عذاب سے بچ گیا۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون تھا؟ آپؐ نے فرمایا اُبو رغال۔[2]

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے دن منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! میں تمہیں اسی بات کا حکم دیتا ہوں جس کا اللہ تمہیں حکم دیتے ہیں اور اسی چیز سے تمہیں روکتا ہوں جس سے اللہ تمہیں روکتے ہیں، لہٰذا روزی کی تلاش میں درمیانہ راستہ اختیار کرو اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں ابوالقاسم کی جان ہے! تم میں سے ہر آدمی کو اس کی روزی ایسے ڈھونڈتی ہے جیسے اُسے اُس کی موت ڈھونڈتی ہے۔ اگر تمہیں روزی میں کچھ مشکل پیش آئے تو اللہ کی اطاعت والے اعمال (تلاوت دعا ذکر توبہ استغفار وغیرہ) کے ذریعہ آسانی طلب کرو۔[3]

---

(۱) اخرجہ الطبرانی والبزار قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۷۰) وفیہ العباس بن الفضل الانصاری وہو ضعیف (۲) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۳۸) رواہ الطبرانی فی الاوسط والبزار واحمد بنحوہ ورجال احمد رجال الصحیح۔ انتہی (۳) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۹۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مکہ فتح کر لیا تو آپؐ نے فرمایا اب تم ہر ایک سے اپنے ہتھیار روک لو اور کسی پر ہتھیار نہ چلاؤ، البتہ قبیلہ خزاعہ والے قبیلہ بنو بکر پر ہتھیار اُٹھا سکتے ہیں، چنانچہ آپؐ نے بنو خزاعہ کو ہتھیار اُٹھانے کی اجازت دے دی لیکن جب عصر کی نماز پڑھ لی تو قبیلہ خزاعہ سے فرمایا اب تم بھی ہتھیار روک لو۔ اگلے دِن مُزدلفہ میں خزاعہ کے ایک آدمی کو بنو بکر کا ایک آدمی مِلا۔ اُس نے بنو بکر کا وہ آدمی قتل کر دیا۔ حضورؐ کو جب یہ خبر مِلی تو آپؐ بیان کے لیئے کھڑے ہُوئے۔ راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضورؐ اپنی کمر سے بیتُ اللہ کے ساتھ سہارا لگائے کھڑے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا لوگوں میں سے اللہ کا سب سے زیادہ دُشمن وہ ہے جو حرم میں کسی کو قتل کرے یا اپنے قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل کرے یا زمانۂ جاہلیت کے قتل کے بدلے میں قتل کرے۔ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا بیشک فلاں آدمی میرا بیٹا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کسی کو اپنا بیٹا بنا لینا اِسلام میں (جائز) نہیں ہے۔ جاہلیت کی تمام باتیں اب ختم ہو چکی ہیں۔ اولاد عورت کے خاوند کی ہوگی (اگر وہ عورت باندی ہے تو اُس کی اولاد باندی کے آقا کی ہوگی) اور زنا کرنے والے مَرد کے لیئے اَثلَب ہے۔ صحابہؓ نے پُوچھا اَثلَب کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا پتھر (یعنی زنا کار کو پتھر مار مار کر مار دیا جائے گا) اور فرمایا فجر کی نماز کے بعد سُورج نکلنے تک کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیے اور ایسے ہی عصر کے بعد سُورج ڈُوبنے تک کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔ کسی عورت کی خالہ یا پھوپھی نکاح میں ہو تو اب اُس عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فتح مکہ کے دِن بیتُ اللہ کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیئے ہیں جس نے اپنا وعدہ پُورا کر دیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے ہی تمام لشکروں کو شکست دی۔ غور سے سُنو! خطاءً مقتول وہ ہوگا جو کوڑے یا لاٹھی سے قتل ہُوا ہو اُس کا خُون بہا سَو اُونٹ ہیں جن میں چالیس گابھن اُونٹنیاں بھی ہوں۔ توجہ سے سُنو! جاہلیت کی ہر فخر کی چیز اور جاہلیت کے زمانہ کا ہر خون میرے ان دو قدموں کے نیچے رکھا ہُوا ہے، البتہ بیتُ اللہ کی خدمت اور حاجیوں کو پانی پلانے کا کام جاہلیت میں جن کے پاس تھا میں نے اب بھی اُنہیں کے پاس باقی رہنے دیا ہے۔[2] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فتح مکہ کے دِن اپنی قصواء اُونٹنی پر بیتُ اللہ کا طواف کیا۔ آپؐ کے دستِ مبارک میں ایک چھڑی تھی جس کا سرا مُڑا ہُوا تھا۔ آپؐ اُس سے بیتُ اللہ کے

(۱) اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی (ج ۶ ص ۲۸۳) رجالہ ثقات وفی الصحیح منہ النھی عن الصلاۃ بعد الصبح وفی السنن بعضہ۔ انتہی (۲) اخرجہ ابن ماجہ۔

کونوں کا بوسہ لے رہے تھے۔ مسجد حرام میں اونٹنی کے لئے بیٹھنے کی جگہ آپؐ کو نہ ملی، اس لیے آپؐ اونٹنی سے اُترے تو لوگوں نے آپؐ کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا پھر آپؐ اونٹنی کو پانی بہنے کی جگہ کے درمیان لے گئے اور اُسے وہاں بٹھا دیا پھر اپنی سواری پر سوار ہو کر لوگوں میں بیان فرمایا۔ پہلے اللہ کی شان کے مطابق حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! جاہلیت کے زمانے میں لوگ کبر و نخوت میں مبتلا تھے اور اپنے آباء و اجداد کے کارناموں کی بنا پر خود کو بڑا سمجھتے تھے۔ اب اللہ نے یہ تمام باتیں ختم کر دی ہیں۔ لوگ دو طرح کے ہیں ایک نیک متقی اور پرہیزگار جو کہ اللہ کے ہاں عزت و شرافت والے ہوتے ہیں دوسرے بدکار بدبخت جن کی اللہ کے ہاں کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (سورت حجرات آیت ۱۳) ترجمہ " اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو اللہ خوب جاننے والا پورا خبردار ہے" اس کے بعد آپؐ نے فرمایا میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اور میں اپنے لئے اور تمہارے لیئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔[1]

رمضان کی آمد پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیانات

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی آخری تاریخ میں ہم لوگوں میں بیان فرمایا کہ اے لوگو! تمہارے اوپر ایک مہینہ آرہا ہے جو بہت بڑا اور مبارک مہینہ ہے۔ اس میں ایک رات (شب قدر) ہے جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے کو فرض فرمایا اور اس کے رات کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا ہے جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض ادا کیا اور جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے۔ اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اُس کے لیئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا اور روزہ دار کے ثواب کی مانند اُس کو ثواب ہوگا مگر اُس روزہ دار کے ثواب میں سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار

[1] اخرجہ ابن ابی حاتم وہکذا رواہ عبد بن حمید کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۲۱۸)

کو افطار کرائے تو آپؐ نے فرمایا کہ (پیٹ بھر کھلانے پر موقوف نہیں) یہ ثواب تو اللہ تعالیٰ ایک کھجور سے کوئی افطار کرا دے یا ایک گھونٹ پانی پلا دے یا ایک گھونٹ لسی پلا دے اس پر بھی مرحمت فرما دیتے ہیں یہ ایسا مہینہ ہے کہ اِس کا اوّل حصّہ اللہ کی رحمت ہے اور درمیانی حصّہ مغفرت ہے اور آخری حصّہ آگ سے آزادی ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں اپنے غُلام (و خادم) کے بوجھ کو ہلکا کر دے اللہ تعالیٰ اُس کی مغفرت فرماتے ہیں اور آگ سے آزادی عطا فرماتے ہیں۔ اور اِس میں چار چیزوں کی کثرت رکھا کرو جن میں سے دو چیزوں سے تم اللہ کو راضی کرو گے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارۂ کار نہیں۔ وہ دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو گے وہ کلمۂ شہادت اور اِستغفار کی کثرت ہے اور دُوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنّت کی طلب کرو اور آگ سے پناہ مانگو۔ جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے، اللہ تعالیٰ (قیامت کے دِن) میرے حوض سے اُس کو ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد جنّت میں داخل ہونے تک اُسے پیاس نہیں لگے گی۔[1]

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ماہِ رمضان قریب آگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کے وقت مختصر بیان فرمایا جس میں اِرشاد فرمایا رمضان تمہارے سامنے آگیا ہے اور تم اس کا استقبال کرنے والے ہو۔ غور سے سُنو! رمضان کی پہلی رات میں ہی اہلِ قبلہ (مسلمانوں) میں سے ہر ایک کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رمضانُ المبارک کی پہلی رات ہُوئی تو حضور صلی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم نے کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے دُشمن جنّات (شیاطین) سے خود ہی نمٹ لیا ہے (کیونکہ انہیں قید کر دیا ہے) اور تم سے دُعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے اور فرمایا ہے اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ "مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا" توجہ سے سُنو! اللہ تعالیٰ نے ہر سرکش شیطان پر سات فرشتے مقرر فرما دیئے ہیں اور وہ رمضان ختم ہونے تک چھوٹ نہیں سکتا۔ غور سے سُنو! رمضان کی پہلی رات سے لے کر آخری رات تک آسمان کے تمام دروازے کُھلے رہیں گے اور اس مہینہ میں ہر دُعا قبول ہوتی ہے۔ جب آخری عشرہ کی پہلی رات ہوتی تو حضورؐ لُنگی کس لیتے اور عورتوں کے بیچ میں سے نِکل جاتے اور اعتکاف فرماتے اور رات بھر عبادت فرماتے۔ کسی نے پُوچھا لُنگی کسنے کا مطلب کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا ان دنوں میں عورتوں سے جُدا رہتے تھے۔[3]

(۱) اخرجہ ابن خزیمۃ قال المنذری فی الترغیب (ج ۲ ص ۲۱۸) رواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ ثم قال صح الخبر ورواہ من طریق البیہقی ورواہ ابو الشیخ ابن حبان فی الثواب باختصار عنہما۔ انتہی واخرجہ ایضا ابن النجار بطولہ کما فی الکنز (ج ۴ ص ۳۲۳)
(۲) اخرجہ ابن النجار کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۳۲۵) (۳) اخرجہ الاصبہانی فی الترغیب کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۳۲۳)

نمازِ جمعہ کی تاکید کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! مرنے سے پہلے توبہ کرو مشغول ہونے سے پہلے اعمالِ صالحہ میں جلدی لگ جاؤ تمہارا اللہ سے جو تعلق ہے اُس کو اللہ کے زیادہ ذکر کرنے سے اور چھپ کر اور بَرملا خوب صدقہ دینے سے جوڑے رکھو اس طرح تمہیں رزق دیا جائے گا اور تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہاری کمی پُوری کی جاتی رہے گی۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اس کھڑے ہونے کی جگہ میرے اس مہینہ کے اس دن میں اس سال سے قیامت تک جمعہ کی نماز کو تم پر فرض کر دیا ہے، لہٰذا جس کا کوئی عادل یا ظالم امام ہو اور وہ میری زندگی میں یا میرے بعد جمعہ کو ہلکا سمجھ کر یا اس کا انکار کرکے اسے چھوڑ دے، اللہ اُس کے بکھرے ہُوئے کاموں کو جمع نہ فرمائے اور اس کے حالات ٹھیک نہ کرے اور اُس کے کسی کام میں برکت نہ فرمائے اور غور سے سُنو! اور جب تک وہ اپنے اس گناہ سے توبہ نہیں کرے گا اُس کی نہ نماز قبول ہوگی نہ زکوٰۃ، نہ حج، نہ روزہ اور نہ کوئی اور نیکی۔ جو توبہ کرے گا اللہ اُس کی توبہ قبول کرے گا۔ توجہ سے سُنو! کوئی عورت ہرگز کسی مرد کی امامت نہ کرے اور نہ کوئی بدوی کسی مُہاجر کا امام بنے اور نہ کوئی فاجر بدکار کسی مؤمن کا امام بنے۔ ہاں اگر وہ فاجر طاقت سے اُسے دبا کر مجبور کر دے اور اُسے اُس کی تلوار اور کوڑے کا ڈر ہو[1] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جمعہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا جو آدمی مدینہ سے ایک میل دُور رہتا ہے اور جمعہ کا دن آجاتا ہے اور وہ جمعہ پڑھنے نہیں آتا تو اللہ اُس کے دِل پر مُہر لگا دے گا پھر دُوسری مرتبہ میں ارشاد فرمایا جو آدمی مدینہ سے دو میل دُور رہتا ہے اور جُمعہ کا دِن آجاتا ہے اور وہ جمعہ پڑھنے نہیں آتا اللہ اُس کے دِل پر مُہر لگا دے گا پھر تیسری مرتبہ میں ارشاد فرمایا جو آدمی مدینہ سے تین میل دُور رہتا ہے اور جُمعہ کا دِن آجاتا ہے اور وہ جمعہ پڑھنے نہیں آتا اللہ اُس کے دِل پر مُہر لگا دے گا[2]

حج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیانات و خطبات

حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا شیطان اِس بات سے تو نا اُمید ہو گیا ہے کہ تمہاری زمین میں اس کی عبادت کی جائے (یعنی بُتوں کی پرستش ہونے لگے) لیکن وہ اِس بات پر راضی ہے کہ

[1] اخرجہ ابن ماجۃ (ص ۷۷) [2] قال المنذری فی الترغیب (ج ۱ ص ۲۹۳) ورواہ الطبرانی فی الاوسط من حدیث ابی سعید الخدری اخصر منہ (۱) ورواہ ابویعلی باسانید

کفر و شرک کے علاوہ دُوسرے ایسے گناہوں میں اس کی مانی جائے جن کو تم لوگ چھوٹا سمجھتے ہو (چونکہ کافر تو کفر و شرک کے بڑے گناہ میں مبتلا ہیں اس لیئے شیطان اُنہیں چھوٹے گناہوں میں لگانے پر زور نہیں لگاتا اور مُسلمان چونکہ بڑے گناہ سے بچے ہُوئے ہیں اس وجہ سے شیطان انہیں کفر و شرک سے کم درجہ کے گناہ قتل، جھوٹ، خیانت وغیرہ میں لگانے پر سارا زور لگاتا ہے) لہٰذا چوکنے ہوجاؤ اے لوگو! میں تمہارے پاس ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہُوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ اَللہ کی کتاب اور اس کے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سُنّت۔ ہر مُسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور کسی آدمی کے لیئے اپنے مسلمان بھائی کے مال کو اُس کی رضامندی کے بغیر لینا حلال نہیں اور ظلم نہ کرنا اور میرے بعد کافر نہ بن جانا (یا ناشکرے نہ بن جانا) کہ تم ایک دُوسرے کی گردن اُڑانے لگ جاؤ[1]

حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہم لوگوں میں مسجد خیف میں (جو کہ مِنیٰ میں ہے) بیان فرمایا اللہ کی شان کے مُطابق حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا جو آخرت کی فکر کرتا ہے اور اسے مقصد بناتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے بکھرے ہُوئے کاموں کو جمع کر دے گا اور غِنا کو اُس کی آنکھوں کے سامنے کر دے گا اور دُنیا ذلیل ہو کر اُس کے پاس آئے گی اور جو دُنیا کو مقصد بنا کر اس کی فِکر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے جمع شدہ کاموں کو بکھیر دے گا اور محتاجی کو اُس کی آنکھوں کے سامنے کر دے گا اور دُنیا تو اُسے اتنی ہی ملے گی جو مُقدر میں ہے[2]

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مِنیٰ کی مسجد خیف میں ہم لوگوں میں بیان فرمایا ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس بندے کو تر و تازہ رکھے جس نے میری بات کو سُنا اور کوشش کر کے وہ بات اپنے بھائی سے بیان کی۔ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں کسی مسلمان کا دل کمی اور خیانت نہیں کرے گا ایک عمل کو خالص اَللہ کے لیئے کرنا اور دُوسرے حاکم اور اُمراء کی خیر خواہی کرنا تیسرے مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ چمٹے رہنا کیونکہ مُسلمانوں کی دُعا اُن کو ہر طرف سے گھیر لیتی ہے (اور شیطان کے مکر و فریب سے ان کی حفاظت کرتی ہے)[3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے حج کے بارے میں ایک لمبی حدیث

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۱ ص ۹۳) قال الحاکم (ج ۱ ص ۹۳) قد احتج البخاری باحادیث عکرمۃ واحتج مسلم بابی اویس و سائر رواتہ متفق علیہم و ہذا الحدیث لخطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم متفق علی اخراجہ فی الصحیح یا ایہا الناس انی قد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہ ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ وانتم مسئولون عنی فما انتم قائلون و ذکر الاعتصام بالسنۃ فی ہذہ الخطبۃ غریب ویحتاج الیہا۔ انتہی ووافقہ الذہبی (۲) اخرجہ الطبرانی وابو بکر الخفاف فی معجمہ وابن النجار کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۳) (۳) اخرجہ ابن النجار کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۸)

ذکر کی ہے جس میں یہ ہے کہ حضورؐ منیٰ سے چلے اور مزدلفہ سے گزرتے ہوئے عرفات پہنچ گئے وہاں جاکر آپؐ نے دیکھا کہ آپؐ کا خیمہ وادی نمرہ میں لگا ہوا ہے۔ آپؐ اس میں ٹھہر گئے جب زوال کا وقت ہو گیا تو آپؐ نے حکم فرمایا تو قصواء اونٹنی پر کجاوہ رکھا گیا پھر آپؐ وادی کے درمیانی حصہ میں تشریف لے گئے اور لوگوں میں مشہور خطبہ بیان فرمایا جس میں آپؐ نے فرمایا تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر ایسے قابلِ احترام ہیں جیسے کہ تمہارا یہ دن تمہارا یہ مہینہ اور تمہارا یہ شہر قابلِ احترام ہے۔ غور سے سنو! جاہلیت کا ہر غلط کام اور طور طریقہ میرے ان دو قدموں کے نیچے رکھا ہوا ہے یعنی اسے ختم کر دیا گیا ہے۔ جاہلیت کے تمام خون بھی آج سے ختم ہیں اور میں اپنے خونوں میں سے سب سے پہلے ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون ختم کرتا ہوں جو کہ بنو سعد کے ہاں دودھ پی رہا تھا اور قبیلہ ہذیل نے اُسے قتل کر دیا تھا۔ جاہلیت کے سود بھی ختم کر دیئے گئے ہیں اور میں اپنے سودوں میں سے سب سے پہلے حضرت عباس بن عبدالمطلب کا سود معاف کرتا ہوں اب یہ سارا معاف کر دیا ہے اور عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تم نے اللہ کی امانت سے ان کو لیا ہے (تم ان کے مالک نہیں بلکہ امین ہو) اور اللہ کے مقرر کردہ طریقہ نکاح کے ذریعہ تمہارے لیئے وہ عورتیں حلال ہوئی ہیں تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ جس کا آنا تمہیں پسند نہ ہو تو اُسے وہ تمہارے گھر میں آنے نہ دیں اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں مارو لیکن یہ مار سخت نہ ہو اور اُن کا تم پر یہ حق ہے کہ دستور کے مطابق اُنہیں کھانا اور کپڑا دو اور میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب۔ تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو کیا کہو گے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ نے (اللہ کا دین سارا) پہنچا دیا اور اُمت کی خیر خواہی کی اور خدا کی امانت پہنچا دی۔ پھر آپؐ نے شہادت کی اُنگلی آسمان کی طرف اُٹھائی اور پھر لوگوں کی طرف نیچے جھکائی اور فرمایا اے اللہ! تو گواہ ہو جا، اے اللہ! تو گواہ ہو جا اور تین دفعہ ایسے فرمایا۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نحر کے دن یعنی دس ذی الحجہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں بیان فرمایا ارشاد فرمایا اے لوگو! یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے کہا یہ قابلِ احترام دن ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے کہا یہ قابلِ احترام شہر ہے۔ آپؐ نے پوچھا یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے کہا یہ قابلِ احترام مہینہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایسے ہی قابلِ احترام ہیں جیسے کہ تمہارا یہ دن، تمہارا یہ شہر اور تمہارا یہ مہینہ قابلِ احترام ہے اور اس بات کو کئی مرتبہ فرمایا پھر سر اُٹھا کر

[1] اخرجہ مسلم کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۱۴۸) واخرجہ ایضا ابو داؤد وابن ماجۃ کما فی الکنز (ج ۳ ص ۲۳)

فرمایا اے اللہ! میں نے پہنچا دیا ہے۔ اے اللہ! میں نے پہنچا دیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کے بعد حضورؐ نے اپنی اُمت کو زبردست وصیت فرمائی کہ حاضرین (میرا سارا دین تمام) غائب السائلوں تک پہنچائیں۔ میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دُوسرے کی گردن اُڑانے لگو۔[1]

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو چُپ کراؤ پھر آپؐ نے فرمایا اب تو مَیں تمہارے حالات اچھے دیکھ رہا ہُوں لیکن اس کے بعد میرے عِلم میں یہ بات نہ آئے کہ تم لوگ کافر بن کر ایک دُوسرے کی گردن اُڑانے لگے ہو۔ دُوسری روایت میں ہے کہ حضورؐ نے حجۃ الوداع میں فرمایا اے جریر! لوگوں کو چُپ کراؤ پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[2]

حضرت اُمّ الحُصین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مَیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حجۃ الوداع کیا۔ مَیں نے دیکھا کہ حضرت اُسامہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما میں سے ایک نے حضورؐ کی اُونٹنی کی نکیل پکڑ رکھی ہے اور دُوسرا حضورؐ کو گرمی سے بچانے کے لیئے آپؐ پر اپنے کپڑے سے سایہ کیئے ہُوئے ہے یہاں تک کہ حضورؐ نے جمرۃ العقبہ (بڑے شیطان) کو کنکریاں ماریں پھر حضورؐ نے بہت سی باتیں ارشاد فرمائیں پھر میں نے آپؐ کو فرماتے ہُوئے سُنا کہ اگر تم پر ناک کان کٹا ہُوا غلام امیر بنا دیا جائے جو کالا ہو لیکن وہ تمہیں اللہ کی کتاب کے مطابق لے کر چلے تو تم اُس کی ہر بات سُنو اور مانو۔[3]

حضرت ابُو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حجۃ الوداع کے سال میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خُطبہ میں یہ فرماتے ہُوئے سُنا اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اُس کا حق خود دے دیا ہے لہٰذا اب وارث کے لیئے وصیت نہیں ہو سکتی اور بچّہ بستر کے مالک کا ہوگا اور زانی کو پتھر ملے گا اور سب کا حساب اللہ کے ہاں ہوگا اور جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے بیٹے ہونے کی نسبت کی یا جس غلام نے اپنے آقاؤں کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے غلام ہونے کی نسبت کی اُس پر قیامت کے دِن تک مسلسل اللہ کی لعنت ہوگی۔ کوئی عورت اپنے گھر سے خاوند کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے۔ کسی نے پوچھا یا رسُول اللہ! کھانا بھی نہیں دے سکتی۔ آپؐ نے فرمایا کھانا تو ہمارے گھر کی چیزوں میں سے سب سے افضل چیز

(1) اخرجہ البخاری کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۱۹۴) واخرجہ ایضاً احمد و ابن ابی شیبۃ عنہ وابن ماجۃ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما والطبرانی عن عمار رضی اللہ عنہ واحمد والبغوی عن ابی غادیۃ رضی اللہ عنہ کما فی الکنز (ج ۳ ص ۲۵) (2) اخرجہ احمد کما فی البدایۃ (ج ۵ ص ۱۹۷) (3) اخرجہ مسلم کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۱۹۶) واخرجہ النسائی ایضاً بنحوہ کما فی الکنز (ج ۳ ص ۶۲) وابن سعد (ج ۲ ص ۱۸۴) نحوہ۔

ہے پھر آپؐ نے فرمایا عاریۃً مانگی ہوئی چیز واپس دینی ہوگی اور جو جانور دُودھ پینے کے لئے کسی کو دیا تھا وہ واپس کرنا ہوگا۔ قرض ادا کرنا ہوگا اور کفیل تاوان کا ذمّہ دار ہوگا [1] ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے منٰی میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا بیان سُنا۔

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم جدعاء نامی اونٹنی پر سوار تھے اور اُس کی رکاب میں پاؤں رکھ کر آپؐ بلند ہو رہے تھے تاکہ لوگ آپؐ کی آواز سُن لیں۔ میں نے سُنا کہ آپؐ نے اُونچی آواز میں فرمایا کیا تمہیں میری آواز سُنائی نہیں دے رہی؟ تو مجمع میں سے ایک آدمی نے کہا آپؐ ہمیں کیا نصیحت فرمانا چاہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اپنے رب کی عبادت کرو اور پانچ نمازیں پڑھو اور ایک ماہ کے روزے رکھو اور اپنے امیر کی اطاعت کرو اس طرح تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے [2]

حضرت عبدالرحمٰن بن مُعاذ تیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ منٰی میں تھے وہاں ہم میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بیان فرمایا اللہ نے ہمارے سُننے کی طاقت بہت بڑھا دی، یہاں تک کہ ہم میں سے جو لوگ اپنی قیام گاہوں میں تھے وہ بھی حضورؐ کا بیان سُن رہے تھے۔ چنانچہ حضورؐ اُنہیں حج کے احکام سکھانے لگے۔ جب آپؐ جمرے کے پاس پہنچے تو آپؐ نے دونوں کانوں میں شہادت کی اُنگلیاں ڈال کر اُونچی آواز سے فرمایا چھوٹی کنکریاں مارو پھر آپؐ نے حکم دیا تو مہاجرین مسجد (خیف) کے سامنے اور انصار مسجد کے پیچھے ٹھہرے۔ پھر باقی عام لوگ اپنی اپنی جگہوں میں ٹھہرے [3] حضرت رافع بن عَمرو مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب سُورج بلند ہو گیا تو میں نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو منٰی میں خاکستری رنگ کے خچر پر لوگوں میں بیان کرتے ہوئے سُنا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپؐ کی بات لوگوں کو آگے پہنچا رہے تھے اور لوگ کچھ کھڑے تھے اور کچھ بیٹھے [4]

حضرت اَبُو حُرَّہ رَقاشی رحمۃ اللہ علیہ اپنے چچا رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں ایام تشریق کے درمیانی دنوں میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اُونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے تھا اور لوگوں کو آپؐ سے ہٹا رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا اے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا مہینہ ہے؟ کون سا دن ہے؟ اور کون سا شہر ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا دن بھی قابلِ احترام ہے اور مہینہ بھی قابلِ احترام ہے اور شہر بھی۔ آپؐ نے فرمایا بیشک تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں

[1] اخرجہ احمد و رواہ اہل السنن الاربعۃ وقال الترمذی حسن (۲) عند احمد ایضاً واخرجہ الترمذی وقال حسن صحیح کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۱۹۸) (۳) اخرجہ ابوداؤد واخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۱۸۵) واحمد والنسائی کذلک (۴) عند ابی داؤد ایضاً کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۱۹۸)

تمہارے لئے ایسے ہی قابلِ احترام ہیں جیسے یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر قابلِ احترام ہے اور یہ حکم اللہ سے مُلاقات تک کے لئے ہے یعنی زندگی بھر کے لئے ہے پھر آپؐ نے فرمایا میری بات سُنو تو زندہ رہو گے۔ خبردار ظُلم نہ کرنا، خبردار ظُلم نہ کرنا۔ خبردار ظلم نہ کرنا۔ کسی مسلمان کا مال اُس کی رضامندی کے بغیر لینا جائز نہیں ہے۔ غور سے سُنو! زمانۂ جاہلیت کا ہر خُون، ہر مال اور ہر قابلِ فخر کام میرے اس قدم کے نیچے قیامت تک کے لئے رکھا ہُوا ہے یعنی ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا ہے اور سب سے پہلے ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون ختم کیا جاتا ہے جو بنو سعد میں دُودھ پی رہا تھا اور قبیلہ ہُذیل نے اُسے قتل کر دیا تھا۔ غور سے سُنو! زمانۂ جاہلیت کا ہر سُود ختم کیا جاتا ہے اور اللہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عبّاسؓ بن عبدالمطلب کا سُود ختم کیا جائے۔ تمہیں تمہارا اصل سرمایہ مِل جائے گا۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو گے اور نہ کوئی تم پر ظلم کرے گا۔ غور سے سُنو! جس دِن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا اُس دن والی حالت پر زمانہ گھُوم کر پھر آ گیا ہے پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ (سُورت توبہ آیت ۳۶) "یقیناً شمار مہینوں کا (جو کہ کتاب الٰہی میں) اللہ کے نزدیک (معتبر ہیں) بارہ مہینے (قمری) ہیں جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کئے تھے (اُسی روز سے اور) ان میں چار خاص مہینے ادب کے ہیں یہی (امرِ مذکور) دینِ مستقیم ہے سو تم ان سب مہینوں کے بارے میں (دین کے خلاف کر کے) اپنا نقصان مت کرنا۔" توجّہ سے سُنو! میرے بعد تم کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دُوسرے کی گردن اُڑانے لگو۔ غور سے سُنو! شیطان اس بات سے نااُمید ہو گیا ہے کہ نمازی لوگ یعنی مُسلمان اس کی عبادت کریں، البتہ وہ تمہیں آپس میں لڑانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ وہ عورتیں تمہارے پاس قیدی ہیں کیونکہ اُنہیں اپنی ذات کے بارے میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ اُن کے بھی تمہارے اُوپر حق ہیں اور تمہارے بھی ان کے اُوپر حق ہیں اور ان میں سے ایک حق یہ ہے کہ وہ تمہارے علاوہ کسی کو بھی تمہارے بستر پر آنے نہ دیں اور جس کا آنا تمہیں بُرا لگے اُسے گھر میں آنے کی اجازت نہ دیں۔ اگر تمہیں اُن کی نافرمانی کا ڈر ہو تو انہیں سمجھاؤ وعظ و نصیحت کرو اور بستروں پر اُنہیں تنہا چھوڑ دو اور اُنہیں اس طرح مارو کہ زیادہ تکلیف نہ ہو اور دستور کے مطابق کھانا کپڑا اُن کا حق ہے اَللہ کی اَمانت سے تم نے انہیں لیا ہے یعنی تم ان کے امین ہو مالک نہیں اور اللہ کے مقرر کردہ طریقہ سے یعنی نکاح کے ایجاب و قبول سے وہ تمہارے لئے حَلال ہُوئی ہیں۔ غور سے سُنو! جس کے پاس کوئی اَمانت ہے تو وہ اسے اُس آدمی کو واپس کر دے جس نے اس کے پاس امانت رکھوائی

تھی۔ پھر آپؐ نے ہاتھ پھیلا کر فرمایا غور سے سنو! میں نے (اللہ کا سارا دین) پہنچا دیا ہے۔ غور سے سنو! میں نے پہنچا دیا ہے۔ غور سے سنو! میں نے پہنچا دیا ہے اور حاضرین اب غیر حاضر لوگوں تک پہنچائیں کیونکہ بعض دفعہ جسے بات پہنچائی جاتی ہے وہ براہِ راست سننے والے سے زیادہ نیک بخت ہوتا ہے۔ حضرت حُمَید کہتے ہیں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جب حدیث کے اس مضمون پر پہنچے تو فرمایا اللہ کی قسم! صحابہ کرامؓ نے دین ایسے لوگوں کو پہنچایا جو دین کی وجہ سے بہت زیادہ نیک بخت ہو گئے۔[1]

بزار میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی کے ہم معنی حدیث منقول ہے۔ اس کے شروع میں یہ بھی ہے حجۃ الوداع کے سفر ایامِ تشریق کے درمیانی دِنوں میں منیٰ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورت نازل ہوئی اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ (سورت نصر) "(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جب خدا کی مدد اور (مکہ کی) فتح (مع اپنے آثار کے) آپہنچے" اس سورت سے آپؐ سمجھ گئے کہ اب آپؐ کے دنیا سے جانے کا وقت آگیا ہے، اس لئے آپؐ کے فرمانے پر آپؐ کی قصواء اونٹنی پر کجاوہ رکھا گیا۔ آپؐ اس پر سوار ہو کر گھاٹی پر آکر لوگوں کے لئے کھڑے ہو گئے جس پر بے شمار مسلمان وہاں جمع ہو گئے۔ آپؐ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا اَمَّا بعد! اے لوگو! جاہلیت کا ہر خون ختم کر دیا ہے۔ اس حدیث میں آگے یہ بھی ہے اے لوگو! شیطان اس بات سے تو نا اُمید ہو گیا ہے کہ تمہارے علاقے میں آخری وقت تک اس کی عبادت کی جائے لیکن وہ تم سے اس بات پر راضی ہو جائے گا کہ تم چھوٹے موٹے گناہ کرو، اس لئے تم شیطان سے چوکنے ہو کر رہو، اپنے دین پر پکے رہو اور چھوٹے موٹے گناہ کر کے اسے خوش نہ کرو اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ اے لوگو! میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب۔ لہٰذا تم اس پر عمل کرو اور اس روایت کے آخر میں یہ ہے کہ توجہ سے سنو! تمہارے حاضرین غائبین تک پہنچائیں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور تمہارے بعد کوئی اُمت نہیں ہے۔ پھر آپؐ نے ہاتھ اُٹھا کر فرمایا اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔[2]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایامِ تشریق کے درمیانی دِنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں میں الوداعی بیان فرمایا ارشاد فرمایا اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے یعنی حضرت آدم علیہ السلام۔ غور سے سنو! کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں اور کسی سرخ انسان کو کالے پر اور کسی کالے کو سرخ پر کوئی فضیلت

[1] اخرجہ احمد (2) قد ذکر حدیث ابن عمر ہذا بطولہ فی البدایۃ (ج ۵ ص ۲۰۲) واخرج حدیث ابی حرۃ الرقاشی عن عمہ البغوی والباوردی وابن مردویہ ایضا بطولہ کما فی الکنز (ج ۳ ص ۲۶)

نہیں۔ ایک انسان کو دوسرے انسان پر صرف تقویٰ سے فضیلت ہو سکتی ہے۔ تم میں سے اللہ کے ہاں سب سے زیادہ شرافت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔ توجہ سے سنو! کیا میں نے (اللہ کا دین سارا) پہنچا دیا ہے؟ صحابہؓ نے کہا بالکل یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا اب حاضرین غائبین تک پہنچائیں[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں اپنی کان کٹی ہوئی اونٹنی پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا تم لوگ جانتے ہو یہ کون سا دن ہے؟ یہ کون سا مہینہ ہے؟ یہ کون سا شہر ہے؟ صحابہؓ نے کہا یہ قابل احترام شہر اور قابل احترام مہینہ اور قابل احترام دن ہے۔ آپؐ نے فرمایا غور سے سنو! تمہارے مال اور تمہارے خون تمہارے لیے اسی طرح قابل احترام ہیں جیسے تمہارا یہ مہینہ، تمہارا یہ شہر اور تمہارا یہ دن قابل احترام ہے۔ میں تمہاری ضرورتوں کے لئے تم سے پہلے آگے جا رہا ہوں اور حوض (کوثر) پر تمہیں ملوں گا اور میں تمہاری تعداد کے زیادہ ہونے کی وجہ سے دوسری اُمتوں پر فخر کروں گا لہٰذا (برے اعمال کر کے کل قیامت کے دن) میرا منہ کالا نہ کرنا۔ غور سے سنو! (کل قیامت کے دن) میں بہت سے لوگوں کو (شفاعت کر کے دوزخ سے) چھڑاؤں گا لیکن کچھ لوگوں کو مجھ سے چھڑا لیا جائے گا (فرشتے چھڑا کر دور لے جائیں گے) میں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تمہیں معلوم نہیں انہوں نے تمہارے بعد کیا کرتوت کیے تھے (اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمان تھے لیکن حضورؐ کی وفات پر مرتد ہو گئے)۔[2]

دجّال، مسیلمہ کذّاب، یاجوج ماجوج اور زمین میں دھنسائے جانے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیانات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم لوگ حجۃ الوداع کے بارے میں (حج سے پہلے) باتیں تو کرتے تھے (کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کریں گے وغیرہ) لیکن ہمیں یہ خبر نہیں تھی کہ حضورؐ (اپنی اُمت کو) الوداع فرمانے کے لئے یہ حج کر رہے ہیں۔ چنانچہ اسی سفر حجۃ الوداع میں حضورؐ نے ایک بیان میں مسیح دجّال کا ذکر کیا اور بہت تفصیل سے اس کے بارے میں گفتگو فرمائی پھر فرمایا اللہ نے جس نبی کو بھیجا اُس نے اپنی اُمت کو دجّال سے ضرور ڈرایا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد کے سارے نبیوں نے اس سے ڈرایا ہے لیکن

(۱) اخرجہ البیہقی قال البیہقی فی اسنادہ بعض من یجہل کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۳۹۲) (۲) اخرجہ ابن ماجۃ (ص ۵۶۵) قال ابن ماجۃ ہذا الحدیث غریب واخرجہ احمد ایضاً نحوہ کما فی الکنز (ج ۳ ص ۲۵)

اُس کی ایک بات ابھی تک تم لوگوں سے مخفی ہے اور وہ تم لوگوں سے مخفی نہیں رہنی چاہئے (کہ وہ کانا ہوگا) اور تمہارا رَبّ تبارَکَ وتعَالیٰ کانا نہیں ہے [1]

حضرت سفینہ رضی اللّٰہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ہم میں بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا مجھ سے پہلے ہر نبی نے اپنی اُمّت کو دَجّال سے ڈرایا ہے۔ اُس کی بائیں آنکھ کانی ہے اور اُس کی دائیں آنکھ میں ناک کی طرف والے گوشہ میں گوشت کا ایک موٹا سا ٹکڑا ہوگا جو آنکھ کی سیاہی پر چڑھا ہُوا ہوگا۔ اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہُوا ہوگا۔ اُس کے ساتھ دو وادیاں بھی ہوں گی۔ ایک جنّت نظر آئے گی اور دُوسری دوزخ۔ لیکن اُس کی جنّت حقیقت میں دوزخ ہوگی اور اُس کی دوزخ جنّت ہوگی اور اس کے ساتھ دو فرشتے ہوں گے جو انبیاء علیہم السَّلام میں سے دو نبیوں کے مشابہ ہوں گے ایک فرشتہ دَجّال کے دائیں طرف ہوگا اور دُوسرا بائیں۔ اور اس میں لوگوں کی آزمائش ہوگی۔ دَجّال کہے گا کیا میں تمہارا رب نہیں ہُوں۔ مَیں مارتا ہُوں اور زندہ کرتا ہُوں؟ اس پر ایک فرشتہ کہے گا تُو غلط کہتا ہے۔ اِس جُملہ کو اُس کا ساتھی فرشتہ سُن سکے گا اور کوئی نہیں سُنے گا۔ دُوسرا فرشتہ پہلے فرشتے کو جواب میں کہے گا تم نے ٹھیک کہا اِس جُملہ کو تمام لوگ سُن لیں گے۔ اِس سے لوگ یہ سمجھیں گے کہ یہ فرشتہ اس دَجّال کی تصدیق کر رہا ہے۔ یہ بھی آزمائش کی ایک صُورت ہوگی۔ پھر وہ دَجّال چلے گا اور چلتے چلتے مدینہ پہنچ جائے گا لیکن اُسے مدینہ کے اندر جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ پھر وہ کہے گا یہ تو اس عظیم ہستی (یعنی حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم) کی بستی ہے۔ پھر وہ وہاں سے چل کر مُلک شام پہنچے گا اور اَفیق مقام کی گھاٹی کے پاس اَللّٰہ اُسے ہلاک کریں گے [2]

حضرت جُنادہ بن ابی اُمیَّہ اَزدی رحمۃ اللّٰہ علیہ کہتے ہیں مَیں اور ایک انصاری ہم دونوں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے ایک صحابی کی خدمت میں گئے اور اُن سے عرض کیا ہمیں آپ کوئی ایسی حدیث بیان کریں جو آپ نے حضورؐ سے سُنی ہو اور اس میں حضورؐ نے دَجّال کا ذکر کیا ہو۔ اُنہوں نے فرمایا ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا میں تمہیں دَجّال سے ڈراتا ہُوں۔ یہ جملہ تین دفعہ فرمایا، پھر فرمایا کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس نے دَجّال سے نہ ڈرایا ہو۔ اے اُمّت والو! وہ تم میں ہوگا وہ گھنگریلے بالوں والا اور گندمی رنگ والا ہوگا۔ اُس کی بائیں آنکھ پر ہاتھ پھرا ہُوا ہوگا اور وہ مٹی ہُوئی ہوگی۔ اُس کے ساتھ جنّت اور دوزخ ہوگی اور اُس کے ساتھ روٹی کے پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی وہ بارش

(1) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۷، ص ۳۳۸) رجالہ رجال الصحیح وفی الصحیح بعضہ۔ انتہی (2) اخرجہ احمد والطبرانی واللفظ لہ قال الہیثمی (ج ۷، ص ۳۴۰) رجالہ ثقات وفی بعضہم کلام لا یضر۔ انتہی۔

برسائے گا لیکن درخت نہیں اُگا سکے گا اور وہ ایک آدمی پر غالب آکر اُسے قتل کر دے گا اِس کے علاوہ اور کسی کو قتل نہیں کر سکے گا وہ زمین پر چالیس دن رہے گا اور پانی کے ہر گھاٹ پر پہنچے گا. چار مسجدوں کے قریب نہیں جا سکے گا مسجد حرام، مسجد مدینہ، مسجد طور، مسجد اقصٰی اور تم پر دجّال مشتبہ نہیں ہونا چاہیئے وہ (کانا ہوگا) اور تمہارا رَبّ کانا نہیں ہے[1]

حضرت ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دِن حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا. اُس بیان میں آپؐ نے زیادہ تر دجّال کے بارے میں گفتگو فرمائی اور جب دجّال کا ذکر شروع کیا تو پھر آخر تک اسی کے بارے میں گفتگو فرماتے رہے۔ اُس دن آپؐ نے جو کچھ ہم سے فرمایا اُس میں یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا اُس نے اپنی اُمّت کو دجّال سے ضرور ڈرایا اور مَیں آخری نبی ہُوں اور تم آخری اُمّت ہو اور وہ یقیناً تم میں ہی ظاہر ہو گا۔ اگر مَیں تم میں موجود ہُوا اور وہ ظاہر ہُوا تو مَیں ہر مُسلمان کی طرف سے دلائل سے اُس کا مقابلہ کروں گا اور اگر میرے بعد تم لوگوں میں ظاہر ہُوا تو پھر ہر آدمی خُود اپنی طرف سے اس کا مقابلہ کرے اور اللہ ہی ہر مسلمان کا میری طرف سے خلیفہ ہے اور دجّال عراق اور شام کے درمیان ایک راستہ میں ظاہر ہوگا اور دائیں بائیں لشکر بھیج کر فساد برپا کرے گا۔ اے اللہ کے بندو! جمے رہنا کیونکہ پہلے تو وہ کہے گا مَیں نبی ہُوں، حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ پھر وہ کہے گا مَیں تمہارا ربّ ہُوں، حالانکہ مرنے سے پہلے تُم اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتے۔ اور اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہُوا ہو گا جسے ہر مؤمن پڑھے گا، لہٰذا تم میں سے جو اس سے ملے وہ اُس کے چہرے پر تھوک دے اور سُورت کہف کی شروع کی آیتیں پڑھے۔ وہ ایک آدمی پر غلبہ پاکر پہلے اُسے قتل کرے گا پھر اُسے زندہ کرے گا لیکن اس کے بعد کسی اور کے ساتھ ایسا نہیں کر سکے گا۔ اُس کا ایک فِتنہ یہ ہوگا کہ اُس کے ساتھ جنّت اور دوزخ ہوگی۔ اُس کی دوزخ جنّت ہوگی اور اُس کی جنّت دوزخ ہوگی لہٰذا تم میں سے جو اُس کی دوزخ میں ڈالے جانے کی آزمائش میں مُبتلا ہو، اُسے چاہیئے کہ وہ اپنی آنکھیں بند کر لے اور اللہ سے مدد مانگے تو دوزخ کی آگ اُس کے لیئے ایسے ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے لیئے ہو گئی تھی۔ اُس کا ایک فِتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک قبیلہ کے پاس سے گزرے گا وہ سب اُس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کی تصدیق کریں گے تو وہ اُن کے لیئے دُعا کرے گا تو اُسی دن اُن کے لیئے آسمان سے بارش ہوگی اور اُسی دن اُن کی ساری زمین سرسبز و شاداب ہو جائے گی اور اُس دِن شام کو اُن کے جانور چَر کر واپس آئیں گے تو وہ بہت موٹے ہو چکے ہوں گے اور اُن کے پیٹ

[1] اخرجه احمد قال الهيثمي (ج۷ص ۳۴۳) رجاله رجال الصحيح ۔ انتهى

خُوب بھرے ہُوئے ہوں گے اور اُن کے تھنوں سے خُوب دُودھ بہہ رہا ہوگا اور وہ دُوسرے قبیلہ کے پاس سے گزرے گا وہ اس کا اِنکار کر دیں گے اور اُسے جُھٹلائیں گے تو وہ اُن کے خِلاف بَددُعا کرے گا جس سے اُن کے سارے جانور مر جائیں گے اور ایک بھی جانور اُن کے پاس نہیں رہے گا۔ اس دنیا میں وہ کل چالیس دِن رہے گا جن میں سے ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک مہینہ کے برابر ہوگا اور ایک دِن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور ایک دن عام دنوں جیسا ہوگا۔ اور اس کا آخری دِن سراب کی طرح بہت مختصر ہوگا، اتنا مختصر کہ آدمی صُبح مدینہ کے ایک دروازے پر ہوگا اور دُوسرے دروازے تک پہنچنے سے پہلے ہی شام ہو جائے گی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسُولَ اللہ! ان چھوٹے دِنوں میں ہم نمازیں کیسے پڑھیں گے؟ آپؐ نے فرمایا تم ان چھوٹے دِنوں میں وقت کا اندازہ لگا کر ایسے ہی نمازیں پڑھ لینا جیسے لمبے دِنوں میں اندازے سے پڑھو گے۔[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک دِن منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو! مَیں نے تم لوگوں کو آسمان سے آنے والی (نئی) خبر کی وجہ سے جمع نہیں کیا۔ اِس کے بعد آپؐ نے جَسّاسہ کا ذکر کیا یعنی دَجّال کے لئے جاسُوسی کرنے والی چیز کا اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ وہ مسیح ہے۔ چالیس دن میں اُس کے لئے ساری زمین لپیٹ دی جائے گی لیکن وہ طَیْبَہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ حضورؐ نے فرمایا طَیْبَہ سے مُراد مدینہ ہے۔ اس کے ہر دروازے پر تلوار سونتے ہُوئے ایک فرشتہ ہوگا جو دَجّال کو اس میں جانے سے روکے گا اور مکہ میں بھی اسی طرح ہوگا۔[2]

بَصرہ والوں میں سے حضرت ثعلبہ بن عباد عَبدی رحمۃُ اللہ عَلَیْہ کہتے ہیں مَیں ایک دن حضرت سُمرہ بن جُندُب رضی اللہ عَنْہُ کے بیان میں شریک ہُوا اُنہوں نے اپنے بیان میں حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی طرف سے ایک حدیث بیان کی اور سُورج گرہن والی حدیث بھی ذکر کی اس میں یہ بھی فرمایا کہ جب حضورؐ دُوسری رکعت میں بیٹھ گئے تو اُس وقت سُورج صاف ہُوا اور اُس کا گرہن ختم ہُوا۔ سلام پھیرنے کے بعد آپؐ نے اَللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور اس بات کی گواہی دی کہ آپ اَللہ کے بندے اور رَسُول ہیں پھر فرمایا اے لوگو! مَیں تمہیں اَللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہُوں اگر تمہیں معلوم ہے کہ مَیں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچانے میں کوئی کمی کی ہے تو مجھے ضرور بتاؤ۔ اس پر بہت سے آدمیوں نے کھڑے ہو کر کہا ہم اِس بات کی گواہی دیتے

(۱) اخرجہ الحاکم (ج ۴ ص ۵۳۶) قال الحاکم ہٰذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ بہٰذہ السیاقۃ ووافقہ الذہبی (۲) اخرجہ ابو یعلی قال الہیثمی (ج ۷، ص ۳۴۶) رواہ ابو یعلی باسنادین رجال احدہما رجال الصحیح۔ انتہی۔

ہیں کہ آپؐ نے اپنے رب کے تمام پیغام پہنچا دیئے ہیں اور اپنی اُمت کی پُوری خیر خواہی کی ہے اور جو کام آپؐ کے ذمہ تھا وہ پُورا کر دیا ہے پھر آپؐ نے فرمایا اَمّا بعد! بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ چاند سُورج کا گرہن ہونا اور ستاروں کا اپنے نکلنے کی جگہ سے ہٹ جانا زمین کے کسی بڑے آدمی کے مرنے کی وجہ سے ہوتا ہے یہ خیال بالکل غلط ہے۔ یہ گرہن تو اللہ کی قُدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جس کے ذریعہ اللہ اپنے بندوں کا امتحان لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کون اس نشانی کو دیکھ کر کُفر اور گُناہوں سے توبہ کر لیتا ہے اور مَیں نے جتنے وقت میں کھڑے ہو کر نماز گرہن پڑھائی ہے اس میں مَیں نے دُنیا اور آخرت میں تمہیں جو کچھ پیش آئے گا وہ سب دیکھ لیا ہے اللہ کی قسم! قیامت اُس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک تیس جُھوٹے ظاہر نہ ہو جائیں گے جن کا آخری کانا دجّال ہو گا، اُس کی بائیں آنکھ مِٹی ہُوئی ہو گی بالکل ایسی آنکھ ہو گی جیسی اَبُو تحییٰ کی آنکھ۔ حضرت ابُوتحییٰ رضی اللہ عنہ انصار کے ایک بڑے میاں تھے جو اُس وقت حضورؐ کے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حُجرے کے درمیان بیٹھے ہُوئے تھے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا جب وہ ظاہر ہو گا تو دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ ہے جو اُس پر ایمان لائے گا، اُس کی تصدیق کرے گا اور اُس کا اتباع کرے گا اُسے اُس کا گزشتہ کوئی نیک عمل فائدہ نہیں دے گا اور جو اس کا انکار کرے گا اور اُس کو جھٹلائے گا اُس کو اُس کے کسی عمل پر کوئی سزا نہیں دی جائے گی اور حرم اور بیتُ المقدس کے علاوہ باقی ساری زمین پر ہر جگہ جائے گا اور مُسلمان بیت المقدس میں محصُور ہو جائیں گے پھر اُن پر زبردست زلزلہ آئے گا پھر اللہ تعالیٰ دجّال کو ہلاک کریں گے یہاں تک کہ دیوار اور درخت کی جڑ آواز دے گی اے مومن! اے مُسلم! یہ یہُودی ہے یہ کافر ہے آ اِسے قتل کر اور ایسا اُس وقت تک نہیں ہو گا جب تک تم ایسی چیزیں نہ دیکھ لو جو تمہارے خیال میں بہت بڑی ہوں گی اور جن کے بارے میں تم ایک دُوسرے سے پُوچھو گے کہ کیا تمہارے نبی نے اس چیز کے بارے میں کچھ ذکر کیا ہے؟ اور (ایسا اُس وقت تک نہیں ہو گا) جب تک کہ کچھ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ نہ جائیں پھر اس کے فوراً بعد عام موت ہو گی یعنی قیامت قائم ہو گی۔ حضرت ثعلبہ کہتے ہیں اس کے بعد مَیں نے حضرت سَمُرہؓ کا ایک اور بیان سُنا اُس میں اُنہوں نے یہی حدیث ذکر کی اور ایک لفظ بھی آگے پیچھے نہیں کیا[1] احمد اور بزّار کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جو اللہ کو مضبُوطی سے پکڑے گا اور کہے گا میرا رب اللہ ہے جو زندہ ہے اُسے موت نہیں آسکتی اس پر (دجّال کے) عذاب کا کوئی اثر نہیں ہو گا اور جو (دجّال سے) کہے گا تُو میرا رب ہے وہ فتنہ میں مُبتلا ہو گیا۔

[1] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۷، ص ۳۴۱) ورجال احمد رجال الصحیح غیر ثعلبۃ بن عباد وثقہ ابن حبان۔ انتہی

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ فرمانے سے پہلے ہی لوگوں نے مُسیلمہ کے بارے میں بہت باتیں کیں پھر حضورؐ بیان کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا اَمّا بعد! اس آدمی کے بارے میں تم لوگ بہت باتیں کر چکے ہو یہ پکا جھوٹا اور اُن تیس[1] جھوٹوں میں سے ہے جو قیامت سے پہلے ظاہر ہوں گے اور ہر شہر میں مسیح (دجّال) کا رُعب پہنچ جائے گا۔ ایک روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ لیکن مدینہ میں دجّال مسیح کا رُعب داخل نہیں ہو سکے گا کیونکہ اس کے ہر راستہ پر دو فرشتے ہوں گے دجّال مسیح کے رعب کو مدینہ سے روک رہے ہوں گے۔[1]

حضرت خالد بن عبداللہ بن حرملہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی خالہ سے نقل کرتے ہیں اُن کی خالہ فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچھو کے ڈسنے کی وجہ سے سر پر پٹّی باندھ رکھی تھی اسی حالت میں آپؐ نے بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا تم لوگ کہتے ہو اب کوئی دشمن باقی نہیں بچا لیکن تم لوگ دشمنوں سے جنگ کرتے رہو گے یہاں تک کہ یاجوج ماجوج ظاہر ہوں گے جن کے چہرے چپٹے، آنکھیں چھوٹی، بال سفید مائل بسُرخی ہوں گے۔ وہ ہر اُونچی جگہ سے دوڑتے چلے آئیں گے۔ اُن کے چہرے ایسے ہوں گے جیسے وہ ڈھال جس پر کھال چڑھائی گئی ہو۔[2]

حضرت قَعقاع رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت بُقَیرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں عورتوں کے صُفّہ (چبوترہ) میں بیٹھی ہوئی تھی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان فرماتے ہوئے سُنا۔ آپؐ بائیں ہاتھ سے اِشارہ کرتے ہوئے فرما رہے تھے اے لوگو! جب تم سُنو کہ اس طرف یعنی مغرب کی طرف کچھ لوگ زمین میں دھنس گئے ہیں تو سمجھ لو کہ قیامت آگئی ہے۔[3]

غیبت کی برائی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی اُونچی آواز سے بیان فرمایا کہ گھروں میں پردے میں بیٹھی ہوئی جوان لڑکیوں نے بھی سُن لیا۔ آپؐ نے فرمایا اے وہ لوگو! جو زبان سے ایمان لائے ہیں اور ابھی ایمان اُن کے دل میں داخل نہیں ہوا مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو اور اُن کے چھپے عیوب تلاش نہ کیا کرو کیونکہ جو اپنے بھائی کے پوشیدہ عیب تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کے عیب تلاش کرے گا اور اللہ جس کے پوشیدہ عیب تلاش کرنے لگے گا اُسے اُس کے گھر کے بیچ میں بھی رُسوا کر کے چھوڑے گا۔[4] طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی جیسی روایت منقول ہے لیکن اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ایمان والوں کو تکلیف

---

(۱) اخرجہ احمد والطبرانی قال الہیثمی (ج ۷ ص ۳۳۲) احد اسانید احمد والطبرانی ورجالہ رجال الصحیح۔ انتہی (۲) اخرجہ الحاکم (ج ۴ ص ۴۸۵) (۳) اخرجہ احمد والطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۷) رجالہما رجال الصحیح۔ انتہی (۴) اخرجہ احمد والطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۹) وفیہ ابن اسحٰق وہو مدلس وبقیۃ رجال احمد اسنادی احمد رجال الصحیح۔ انتہی (۵) اخرجہ ابو یعلی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۹۳) ورجالہ ثقات

نہ پہنچاؤ اور اُن کی چھپی ہوئی خرابیاں تلاش نہ کرو کیونکہ جو اپنے مسلمان بھائی کی چھپی ہوئی خرابی تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کا پردہ پھاڑ دیں گے اور اُسے رُسوا کر دیں گے۔[1]

اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میرے پاس تشریف لائے تو مَیں نے چہرۂ انور پر خاص اثر دیکھ کر محسوس کیا کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے۔ حضورؐ نے کسی سے کوئی بات نہ فرمائی بلکہ وضو فرما کر مسجد میں تشریف لے گئے اور میں حُجرہ کی دیوار سے لگ کر سُننے کھڑی ہو گئی کہ کیا اِرشاد فرماتے ہیں؟ حضورؐ منبر پر بیٹھ گئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں فرماتے ہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو مُبادا وہ وقت آجائے کہ تم دُعا کرو اور مَیں قبول نہ کروں اور تم سوال کرو اور مَیں اُسے پُورا نہ کروں تم اپنے دُشمنوں کے خلاف مدد چاہو اور مَیں تمہاری مدد نہ کروں۔ بس اِتنا ہی بیان فرمایا اور منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔[2]

بُرے اَخلاق سے بچنے کے بارے میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا ظلم سے بچو کیونکہ قیامت کے دن یہ ظلم بہت سے اندھیرے ہوں گے اور بدکلامی اور بتکلف بدکلامی سے بچو اور لالچ سے بچو کیونکہ تم سے پہلے لوگ لالچ کی وجہ سے ہلاک ہوئے اور لالچ کی وجہ سے رشتے توڑ دیئے اور کنجوسی سے کام لیا اور لالچ میں آکر بدکاری کے مرتکب ہوئے۔ پھر ایک آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسُولَ اللہ! اِسلام کا کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ کہ مسلمان تمہاری زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں۔ اُسی آدمی نے یا دُوسرے نے پُوچھا یا رسُولَ اللہ! ہجرت کی کون سی صُورت سب سے افضل ہے؟ فرمایا یہ کہ تم اُن کاموں کو چھوڑ دو جو تمہارے رب کو ناپسند ہیں۔ ہجرت دو طرح کی ہے ایک شہر والوں کی ہجرت اور ایک دیہات والوں کی ہجرت۔ دیہات والوں کی ہجرت یہ ہے کہ (رہے تو اپنے دیہات میں لیکن) جب اُسے (تقاضے کے لئے) بُلایا جائے تو فوراً ہاں کہے اور جب اُسے حکم دیا جائے تو اُسے فوراً پُورا کرے۔ شہر والوں

(۱) قال الہیثمی (ج ۸ ص ۹۴) ورجالہ ثقات واخرجہ البیہقی عن البراء بنحوہ کما فی الکنز (ج ۸ ص ۳۰۰) (۲) اخرجہ ابن ماجۃ و ابن حبان کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۴) واخرجہ احمد والبزار بنحوہ کما فی المجمع (ج ۷، ص ۲۶۶)

کی ہجرت میں آزمائش بھی زیادہ ہے اور اجر بھی زیادہ (کیونکہ اپنا وطن ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر مدینہ آکر رہے گا اور دعوت کے تقاضوں میں ہر وقت چلے گا)[1] طبرانی میں حضرت ہرماس بن زیاد رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث مختصر طور سے منقول ہے لیکن اس کے شروع میں یہ ہے کہ خیانت سے بچو کیونکہ یہ بہت بُری اندرونی صفت ہے۔[2]

کبیرہ گناہوں سے بچانے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

حضرت ایمن بن خُرَیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اے لوگو! جھوٹی گواہی اللہ کے ہاں شرک کے برابر شمار ہوتی ہے۔ یہ بات تین دفعہ ارشاد فرمائی پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ "تو تم لوگ گندگی سے یعنی بُتوں سے (بالکل) کنارہ کش رہو اور جھوٹی بات سے کنارہ کش رہو"۔[3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں بیان فرمایا اور سُود کا ذکر فرمایا اور اسے بہت بڑا گناہ بتایا اور فرمایا آدمی سُود میں جو ایک درہم لیتا ہے اللہ کے ہاں اُس کا گناہ چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ ہے اور سب سے بدترین سُود مسلمان کی آبرو ریزی ہے۔[4]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا، ارشاد فرمایا اے لوگو! شرک سے بچو کیونکہ شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ بات سُن کر کوئی یوں کہے یا رسول اللہ! جب شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے تو ہم اس سے کیسے بچیں؟ فرمایا تم یہ دُعا پڑھا کرو اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ اَنْ نُّشْرِكَ بِكَ وَنَحْنُ نَعْلَمُهٗ وَنَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا نَعْلَمُهٗ "اے اللہ! ہم اس بات سے تیری پناہ چاہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہو کہ یہ شرک ہے اور ہم پھر تیرے ساتھ وہ شرک کریں اور جس شرک کا ہمیں پتہ ہی نہیں اُس کی ہم مُعافی چاہتے ہیں"۔[5]

شکر کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منبر کی لکڑیوں

(۱) اخرجه الحاكم وصححه على شرط مسلم باللفظ له وابوداؤد مختصرا كذا فى الترغيب (ج ۴ ص ۱۵۸) (۲) كذا فى الترغيب (ج ۴ ص ۳۶) (۳) اخرجه احمد والترمذى وقال غريب والبغوى وابن قانع وابو نعيم كذا فى الكنز (ج ۲ ص ۴) (۴) اخرجه ابن ابى الدنيا كذا فى الترغيب (ج ۳ ص ۲۸۲) (۵) اخرجه ابن ابى شيبة كذا فى الكنز (ج ۲ ص ۱۶۹)

پر ارشاد فرمایا جو تھوڑے پر شکر نہیں کرتا وہ زیادہ پر بھی نہیں کر سکتا اور جو انسانوں کا شکر نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر نہیں کر سکتا اور اللہ کی نعمتوں کو بیان کرنا بھی شکر ہے اور انہیں بیان نہ کرنا ناشکری ہے۔ آپس کا جوڑ سراسر رحمت ہے اور آپس کا توڑ عذاب ہے۔ راوی کہتے ہیں حضرت ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے کہا تم سوادِ اعظم کو چمٹے رہو یعنی عملاً حق سے جُڑے رہو۔ ایک آدمی نے پُوچھا سوادِ اعظم کیا ہوتا ہے؟ اس پر حضرت ابو اُمامہ نے پکار کر کہا سُورت نُور کی یہ آیت فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ (سُورت نور آیت ۵۴) "پھر اگر تم لوگ (اطاعت سے) رُوگردانی کرو گے تو سمجھ رکھو کہ رسُول کے ذمّہ وہی (تبلیغ) ہے جس کا ان پر بار رکھا گیا ہے اور تمہارے ذمّہ وہ ہے جس کا تم پر بار رکھا گیا ہے اور اگر تم نے ان کی اطاعت کر لی تو راہ پر جا لگو گے" یعنی نہ ماننے سے منافقوں کا اپنا ہی نقصان ہوگا رسُول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا نہیں ہوگا کیونکہ ہم نے اُن کے ذِمّہ جو کام لگایا تھا وہ اُنہوں نے پُورا کر دیا، اِس لئے یہ تو کامیاب ہیں، منافق مانیں یا نہ مانیں۔[1]

حضرت ابُوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضُور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو بیان فرماتے ہُوئے سُنا۔ بیان میں آپؐ نے یہ آیت پڑھی اِعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (سُورت سبا آیت ۱۳) "اے داوٗد کے خاندان والو! تم سب شکریہ میں نیک کام کیا کرو اور میرے بندوں میں شکرگزار کم ہی ہوتے ہیں" پھر آپؐ نے فرمایا جسے تین خوبیاں مِل گئیں اُسے اِتنا مِل گیا جتنا داوٗد علیہ السّلام کو مِلا تھا۔ لوگوں کے سامنے بھی اور چھپ کر بھی ہر حال میں اللہ سے ڈرنا، خوشی اور غصّہ دونوں حالتوں میں اِنصاف سے کام لینا، فقر اور غنا دونوں حالتوں میں میانہ روی۔[2]

بہترین زندگی کے بارے میں حضُور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا بیان

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضُور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا اُس میں ارشاد فرمایا صرف دو آدمیوں کی زندگی بہترین ہے ایک وہ جو سن کر محفوظ رکھے اور دُوسرے وہ عالم جو حق بات کہنے والا ہو۔ اے لوگو! آجکل تم لوگ کُفّار سے صلح کے زمانہ میں ہو اور تم بہت تیزی سے آگے کو جا رہے ہو اور تم نے دیکھ لیا کہ دن رات کے گزرنے سے ہر نئی چیز پُرانی ہو رہی ہے اور ہر دُور والی چیز نزدیک آ رہی ہے اور ہر چیز کے وعدہ کا وقت آ رہا ہے چونکہ جنّت میں مقابلہ میں ایک دُوسرے سے آگے نکلنے کا میدان بہت لمبا چوڑا ہے، اِس لئے

(۱) اخرجہ عبد اللہ بن احمد والبزار والطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۱۸) رجالہم ثقات (۲) اخرجہ ابن النجار کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۶)

وہاں کی تیاری اچھی طرح کر لو۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا نبی اللہ! صلح سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا (کفار سے صلح جس سے) آزمائش کا دور ختم ہو گیا اور جب اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح تم پر بہت سے کام گڈمڈ ہو جائیں (اور پتہ نہ چلے کہ ٹھیک کونسا ہے اور غلط کونسا؟) تو تم قرآن کو لازم پکڑ لو (جسے قرآن ٹھیک کہے اُسے تم اختیار کر لو) کیونکہ قرآن ایسا سفارشی ہے جس کی سفارش قبول کی جاتی ہے اور (انسان کی طرف سے ایسا جھگڑا کرنے والا ہے جس کی بات سچی مانی جاتی ہے۔ جو قرآن کو اپنے آگے رکھے گا (اور اس کے مطابق زندگی گزارے گا) قرآن اُسے جنت کی طرف لے جائے گا اور جو اسے پس پشت ڈال دے گا، اُسے دوزخ کی طرف لے جائے گا اور یہ سب سے بہتر راستہ دکھانے والا ہے۔ یہ دوٹوک فیصلہ کرنے والا کلام ہے۔ لغو اور بیکار چیز نہیں ہے۔ اس کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ ظاہر تو احکامِ شرعیہ ہیں اور باطن یقین ہے۔ اس کا سمندر بہت گہرا ہے اس کے عجائب بے شمار ہیں۔ علماء اس کے علوم سے کبھی سیر نہیں ہو سکتے۔ یہ اللہ کی مضبوط رسی ہے۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ یہی حق بیان کرنے والا کلام ہے جسے سنتے ہی جنات ایک دم بول اٹھے اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ (سورت جن آیت ۱-۲) "(پھر اپنی قوم میں واپس جاکر) اُنہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو راہِ راست بتلاتا ہے سو ہم تو اس پر ایمان لے آئے" جو قرآن کی بات کہتا ہے وہ سچ کہتا ہے جو اس پر عمل کرتا ہے اُسے اجر و ثواب ملتا ہے جو اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے وہ عدل کرتا ہے اور جو اس پر عمل کرتا ہے اُسے سیدھے راستہ کی ہدایت ملتی ہے۔ اس میں ہدایت کے چراغ ہیں اور یہ حکمت کا مینار ہے اور سیدھے راستہ کی رہنمائی کرتا ہے۔[1]

دُنیا کی بے رغبتی کے بارے میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا بیان

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنے صحابہؓ میں کھڑے ہو کر بیان فرما رہے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہمارے طرزِ عمل سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے موت ہمیں نہیں آئے گی بلکہ دوسروں کے مقدر میں موت لکھی ہوئی ہے اور حق کو قبول کر کے اس پر عمل کرنا ہمارے ذمہ نہیں ہے بلکہ دوسروں کے ذمہ ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جن مُردوں کو ہم رخصت کر رہے ہیں وہ چند دن کے لیے سفر میں گئے ہیں اور تھوڑے ہی دنوں میں ہمارے پاس واپس آجائیں گے اور مرنے والوں کی میراث ہم اس طرح کھاتے ہیں کہ جیسے ان کے بعد ہم نے یہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ ہم ہر

[1] اخرجہ العسکری کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۸)

نصیحت کر بھول گئے ہیں اور آنے والی مصیبتوں سے ہم اپنے آپ کو امن میں سمجھتے ہیں خوشخبری ہو اُس آدمی کے لیئے جو اپنے عیبوں کے دیکھنے میں اس طرح سے لگے کہ اُسے دُوسرے لوگوں کے عیب دیکھنے کی فرصت نہ ملے اور خوشخبری ہو اُس آدمی کے لیئے جس کی کمائی پاکیزہ ہو اور اُس کی اندرونی حالت بھی ٹھیک ہو اور ظاہری اعمال بھی اچھے ہوں اور اُس کا راستہ بھی سیدھا ہو۔ اور خوشخبری ہو اُس آدمی کے لیئے جس میں کوئی دینی اور اخلاقی کمی نہ ہو اور پھر وہ تواضع اختیار کرے اور اس مال میں سے خرچ کرے جو اُس نے بغیر کسی گناہ کے حلال طریقہ سے جمع کیا ہے اور دین کی سمجھ رکھنے والوں اور حکمت و دانائی والوں سے میل جول رکھے اور کمزور اور مسکین لوگوں پر ترس کھائے اور خوشخبری ہو اُس آدمی کے لیئے جو اپنا ضرورت سے زائد مال دُوسروں پر خرچ کرے اور ضرورت سے زائد بات نہ کرے اور ہر حال میں سُنّت پر عمل کرے اور سُنّت چھوڑ کر کسی بدعت کو اختیار نہ کرے۔ پھر آپؐ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔[1]

ابن عساکر کی روایت کے شروع میں یہ ہے کہ آپؐ نے اپنی جَدعاء نامی اونٹنی پر سوار ہو کر ہم میں بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا اے لوگو! اور اس روایت کے آخر میں یہ ہے کہ ہم مُردوں کو قبروں میں دفن کرتے ہیں اور پھر اُن کی میراث کھاتے ہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ اس نے سُنّت کا اِتباع کیا اور سُنّت کو چھوڑ کر بدعت کی طرف نہیں گیا اور بزار کی روایت میں یہ ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنی عضباء نامی اونٹنی پر تھے جو کہ جدعاء نہیں تھی اور اِس روایت میں یہ بھی ہے کہ ان مُردوں کے گھر اُن کی قبریں ہیں اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ اس نے دین کی سمجھ رکھنے والوں سے میل جول رکھا اور شک کرنے والوں اور بدعت اختیار کرنے والوں سے الگ رہا اور اس کے ظاہری اعمال ٹھیک ہوں اور لوگوں کو اپنے شر سے بچائے رکھے۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ منبر پر تشریف فرما تھے اور لوگ آپؐ کے اردگرد بیٹھے ہُوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے اِس طرح حیا کرو جس طرح اُس سے حیا کرنے کا حق ہے۔ ایک آدمی نے کہا یا رَسُولَ اللہ! ہم اللہ تعالیٰ سے حیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا تم میں سے جو آدمی حیا کرنے والا ہے اُسے چاہیئے کہ وہ رات اس طرح گزارے کہ اُس کی موت اُس کی آنکھوں کے سامنے ہو اور اپنے پیٹ کی اور پیٹ کے ساتھ جو اور اعضاء (دل، شرمگاہ وغیرہ) ہیں اُن کی حفاظت کرے اور سر کی اور

[1] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۳ ص ۲۰۲) قال ابو نعیم هذا حدیث غریب من حدیث العترة الطیبة لم نسمعه الا من القاضی الحافظ وروی هذا الحدیث من حدیث انس رضی اللہ عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم۔ انتهی وقد اخرج حدیث انس ابن عساکر کما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۴) [2] قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۲۲۹) رواه البزار وفیه النضر بن محرز وغیره من الضعفاء۔ انتهی۔

سر کے اندر جو اعضاء (کان، ناک، آنکھ اور مُنہ وغیرہ) ہیں اُن کی حفاظت کرے۔ موت کو اور قبر میں جاکر بوسیدہ ہوجانے کو یاد رکھے اور دُنیا کی زیب و زینت چھوڑ دے۔[1]

حشر کے بارے میں حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا بیان

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مَیں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو منبر پر بیان فرماتے ہُوئے سُنا۔ آپ فرما رہے تھے تم لوگ اللہ کی بارگاہ میں ننگے پاؤں، ننگے بدن بغیر ختنہ کے حاضر ہوگے۔ ایک روایت میں پیدل بھی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کھڑے ہوکر ہمیں نصیحت فرمائی۔ اِرشاد فرمایا اے لوگو! تمہیں اللہ کی بارگاہ میں ننگے پاؤں اور ننگے بدن بغیر ختنہ جمع کیا جائے گا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے) كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَا ۚ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ (سُورت انبیاء آیت ۱۰۴) "(اور) ہم نے جس طرح اوّل بار پیدا کرنے کے وقت (ہر چیز کی) ابتداء کی تھی اسی طرح (آسانی سے) اس کو دوبارہ پیدا کر دیں گے۔ یہ ہمارے ذمّہ وعدہ ہے اور ہم (ضرور اس کو پُورا) کریں گے" غور سے سُنو! (قیامت کے دن) تمام انسانوں میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔ غور سے سُنو! میری اُمّت کے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا پھر اُنہیں بائیں طرف لے جایا جائے گا تو مَیں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے آپ کو معلوم نہیں ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا گُل کِھلائے؟ اُس وقت مَیں وہی بات کہوں گا جو اللہ کے نیک بندے (حضرت عیسیٰ علیہ السّلام) کہیں گے وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ سے لے کر الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ تک (سُورت مائدہ آیت ۱۱۷ - ۱۱۸) "اور مَیں ان پر مُطّلع رہا جب تک ان میں رہا پھر جب آپ نے مجھے اُٹھالیا تو آپ ان پر مطّلع رہے اور آپ ہر چیز کی پُوری خبر رکھتے ہیں۔ اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو مُعاف فرمادیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں" پھر مجھے بتایا جائے گا کہ جب آپ ان سے جُدا ہُوئے تو اِنہوں نے ایڑیوں کے بل واپس لوٹنا شروع کر دیا تھا اور ہوتے ہوتے یہ مُرتد ہوگئے تھے (چُنانچہ حضورؐ کے اِنتقال کے بعد عرب کے کچھ لوگ مُرتد ہوگئے تھے) ایک روایت میں اِس کے بعد یہ ہے کہ مَیں کہوں گا دُور ہوجاؤ دُور ہوجاؤ۔[2]

---

(۱) اخرجه الطبرانی فی الاوسط ورواه الترمذی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ بنحوه وقال حدیث غریب کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۲۰۰) (۲) اخرجه الشیخان وغیرهما کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۲۲۵)

تقدیر کے بارے میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا بیان

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ایک مرتبہ منبر پر تشریف لے گئے۔ پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی۔ اس کے بعد فرمایا ایک رجسٹر ایسا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے جنت والوں کے نام اور نسب سب تفصیل سے لکھے ہوئے ہیں اور آخر میں ان سب کی مجموعی تعداد لکھی ہوئی ہے اب قیامت تک ان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی پھر فرمایا ایک رجسٹر اور ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے دوزخ والوں کے نام اور نسب سب تفصیل سے لکھے ہوئے ہیں اور آخر میں ان سب کی مجموعی تعداد لکھی ہوئی ہے۔ اب قیامت تک ان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی۔ جنت میں جانے والا زندگی بھر کیسے بھی عمل کرتا رہے لیکن اُس کا خاتمہ جنت والوں کے عمل پر ہوگا اور دوزخ میں جانے والا زندگی بھر کیسے ہی عمل کرتا رہے لیکن اُس کا خاتمہ دوزخ والوں کے عمل پر ہوگا۔ بعض دفعہ خوش قسمت لوگ یعنی جن کے مقدر میں جنت جانا لکھا ہوا ہے وہ بدقسمتی کے راستہ پر اس طرح چل رہے ہوتے ہیں کہ یُوں کہا جاتا ہے کہ یہ تو بدقسمتوں جیسے ہیں بلکہ ان ہی میں سے ہیں لیکن پھر خوش قسمتی اُنہیں آلیتی ہے اور انہیں (بدقسمتی کے راستہ سے) چھڑا لیتی ہے اور کبھی بدقسمت لوگ یعنی جن کے مقدر میں دوزخ میں جانا لکھا ہوا ہے وہ خوش قسمتی کے راستہ پر اس طرح چل رہے ہوتے ہیں کہ یُوں کہا جاتا ہے کہ یہ تو بالکل خوش قسمتوں جیسے ہیں بلکہ اِن ہی میں سے ہیں لیکن پھر بدقسمتی انہیں پکڑ لیتی ہے اور (خوش قسمتی کے راستہ سے) انہیں نکال کر (بدقسمتی کے راستہ پر) لے جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے جسے لوحِ محفوظ میں خوش قسمت (یعنی جنتی) لکھا ہوا ہے اُسے اُس وقت تک دُنیا سے نہیں نکالتے جب تک اس سے مرنے سے پہلے خوش قسمتی والا عمل نہیں کرا لیتے چاہے وہ عمل مرنے سے اتنی ہی دیر پہلے ہو جتنا کہ اونٹنی کے دُودھ نکالنے کے درمیان وقفہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جسے لوحِ محفوظ میں بدقسمت (یعنی دوزخی) لکھا ہوا ہے اُسے اُس وقت تک دُنیا سے نہیں نکالتے جب تک اُس سے مرنے سے پہلے بدقسمتی والا عمل نہیں کرا لیتے چاہے وہ عمل مرنے سے اِتنی ہی دیر پہلے ہو جتنا کہ اُونٹنی کے دُودھ نکالنے کے درمیان وقفہ ہوتا ہے۔ اعمال کا دارومدار آخری وقت کے عمل پر ہے[1]

---

(۱) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط والاسہل الجندیسابوری کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۸۰) قال الہیثمی (ج ۷ ص ۲۱۳) رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ حماد بن واقد الصفار وہو ضعیف۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی رشتہ داری کے فائدہ دینے کے بارے میں حضورؐ کا بیان

حضرت اَبُوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو منبر پر یہ فرماتے ہُوئے سُنا کہ لوگوں کو کیا ہوگیا کہ یُوں کہتے ہیں رَسُولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی رشتہ داری قیامت کے دِن کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ اللہ کی قسم! میری رشتہ داری دُنیا اور آخرت میں جُڑی ہُوئی ہے، دونوں جگہ فائدہ دے گی اور اے لوگو! میں تم سے پہلے (تمہاری ضروریات کا خیال کرنے کے لیئے) آگے جارہا ہوں اور قیامت کے دن حوضِ (کوثر) پر ملوں گا۔ کچھ لوگ (وہاں) کہیں گے یَارَسُولَ اللہ! میں فلاں بن فلاں یعنی آپ کا رشتہ دار ہُوں۔ میں کہوں گا نسب کو تو میں نے پہچان لیا لیکن تم نے میرے بعد بہت سے نئے کام ایجاد کیئے اور اُلٹے پاؤں کفر میں واپس چلے گئے (ایمان وعمل کے بغیر میری رشتہ داری کام نہیں دیتی اور ایمان وعمل کے ساتھ خوب کام دیتی ہے)۔[1]

حُکّام اور صدقات کی وصُولی کا کام کرنے والوں کے بارے میں حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا بیان

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا اور اس بیان میں یہ اِرشاد فرمایا غور سے سُنو! قریب ہے کہ مجھے (اس دُنیا سے) بُلا لیا جائے اور میں یہاں سے چلا جاؤں میرے بعد ایسے لوگ تمہارے حاکم بنیں گے جو ایسے عمل کریں گے جنہیں تم جانتے پہچانتے ہو اُن کی اطاعت صحیح اور اصل اطاعت ہے۔ کچھ عرصہ ایسا ہی ہوگا لیکن اس کے بعد ایسے لوگ تمہارے حاکم بن جائیں گے جو ایسے عمل کریں گے جنہیں تم جانتے پہچانتے نہیں ہو جو ان کی قیادت (غلط کاموں میں) کرے گا اور (دُنیاوی کاموں میں) ان کا فائدہ چاہے گا وہ خود بھی برباد ہوگا اور دُوسروں کو بھی برباد کرے گا جسمانی طور پر تو تم ان سے مِلے جُلے رہو لیکن غلط اعمال میں تم ان سے الگ رہو البتہ ان میں سے جو اَچھے عمل کرے تم اُس کے اَچھے عمل کرنے کی گواہی دو جو بُرے عمل کرے تم اُس کے بُرے عمل کرنے کی گواہی دو۔[2]

[1] اخرجہ ابن النجار کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۱۹۸) واخرجہ احمد ایضا عن ابی سعید نحوہ کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۲۵۶)
[2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۳۰) رواہ الطبرانی فی الاوسط من شیخہ محمد بن علی المروزی وہو ضعیف۔ انتہی۔

حضرت ابو حُمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو صدقات (عشر زکوٰۃ) وصول کرنے کے لئے بھیجا وہ اپنے کام سے فارغ ہو کر حضورؐ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا یا رسُول اللہ! یہ مال اور جانور تو آپ کے ہیں اور یہ مجھے ہدیہ میں ملا ہے۔ حضورؐ نے اُس سے فرمایا تم اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھ کر کیوں نہیں دیکھ لیتے کہ تمہیں ہدیئے ملتے ہیں یا نہیں پھر شام کو حضورؐ بیان کے لئے کھڑے ہُوئے پہلے کلمہ شہادت پڑھا پھر اللہ کے شایانِ شان تعریف کی پھر فرمایا اَمّا بعد! صدقات کی وصُولی کے لئے جانے والے کو کیا ہُوا؟ ہم اسے صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجتے ہیں وہ واپس آکر ہمیں کہتا ہے یہ تو آپ لوگوں کے کام کی وجہ سے ملا ہے اور یہ مجھے ہدیہ میں ملا ہے - وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھ کر کیوں نہیں دیکھ لیتا کہ اسے ہدیئے ملتے ہیں یا نہیں۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! تم میں سے جو آدمی بھی صدقات کے مال میں تھوڑی سی بھی خیانت کرے گا اور صدقات کے جانوروں میں سے کچھ بھی لے لے گا وہ اُسے اپنی گردن پر اُٹھائے ہُوئے قیامت کے دن لائے گا۔ اُونٹ، گائے اور بکری جو لیا ہو گا اُسے گردن پر اُٹھا کر لائے گا اور ہر جانور اپنی آواز نکال رہا ہو گا۔ مَیں نے (تمہیں اللہ کا پیغام) پہنچا دیا ہے۔ حضرت ابُوحمیدؓ فرماتے ہیں پھر حضورؐ نے اپنا ہاتھ اتنا اُوپر اٹھایا کہ ہمیں آپؐ کی بغلوں کی سُفیدی نظر آنے لگی یہ بیان میرے ساتھ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے، اِس لئے اُن سے بھی پُوچھ لو۔[1]

انصار کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَیں نے انصار کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہُوئے سُنا غور سے سُنو! اور لوگ تو میرا اُوپر کا کپڑا ہیں اور انصار میرا اندر کا کپڑا ہیں یعنی ان سے میرا خاص تعلق ہے اور لوگ اگر ایک وادی میں چلیں اور انصار کسی اور گھاٹی میں چلیں تو مَیں انصار کی گھاٹی میں چلوں گا اگر ہجرت کو فضیلت نہ ہوتی تو مَیں انصار میں سے ایک آدمی ہوتا، لہٰذا جو بھی انصار کا حاکم بنے اُسے چاہیئے کہ وہ اُن کے اچھے کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کے بُرے سے درگزر کرے۔ جس نے انہیں ڈرایا اُس نے اس چیز کو ڈرایا جو ان دو پہلوؤں کے درمیان ہے یعنی میرے دل کو۔ حضورؐ نے اپنے دل کی طرف اشارہ بھی فرمایا۔[2]

(۱) اخرجہ البخاری (ج ۲ ص ۹۸۲) واخرجہ ایضاً مسلم وابوداؤد واحمد کما فی الجامع الصغیر (۲) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۵) رجالہ رجال الصحیح غیر یحیی بن النضر الانصاری وہو ثقۃ۔

حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ اُن تین صحابہؓ میں سے ہیں جن کی توبہ قبول ہوئی تھی اُن کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابیؓ نے میرے والد محترم کو بتایا کہ ایک دن حضورؐ سر پر پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے اور بیان میں آپؐ نے یہ فرمایا اَمّا بعد! اے جماعت مہاجرین! تمہاری تعداد میں اضافہ ہوتا رہے گا (اور لوگ ہجرت کر کے آتے رہیں گے) لیکن انصار جتنے آج ہیں اُتنے ہی رہیں گے ان کی تعداد میں اضافہ نہ ہوگا۔ انصار تو میرے ذاتی کپڑوں کا صندوق ہیں یعنی یہ میرے خاص لوگ ہیں جن کے پاس آکر میں ٹھہرا ہوں، لہٰذا ان کے کریم آدمی کا اکرام کرو اور ان کے بُرے آدمی سے درگزر کرو[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف بیانات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے منبر کی لکڑیوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا دوزخ کی آگ سے بچو چاہے کھجور کے ایک ٹکڑے کے صدقہ کے ذریعہ سے ہی بچو کیونکہ یہ صدقہ ٹیڑھ پن کو سیدھا کر دیتا ہے اور بُری موت سے بچاتا ہے اور جیسے پیٹ بھرے آدمی کو فائدہ دیتا ہے ایسے ہی بھوکے کو بھی فائدہ دیتا ہے یعنی جو بھی صدقہ دے گا اُسے اجر و ثواب ملے گا چاہے بھوکا ہو یا پیٹ بھرا[2]

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان فرماتے ہوئے سُنا آپؐ فرما رہے تھے جو مجھ پر درود بھیجے گا تو جب تک وہ درود بھیجتا رہے گا فرشتے اُس کے لئے دُعائے رحمت کرتے رہیں گے اب چاہے بندہ اپنے لئے (فرشتوں سے) تھوڑی دُعا کروائے چاہے زیادہ[3]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں میں کھڑے ہو کر بیان فرمایا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا جس آدمی کو اس بات سے خوشی ہو کہ اُسے آگ سے دُور کر دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے اُسے چاہیئے کہ اُسے اس حال میں موت آئے کہ اس کے دل میں اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان موجود ہو اور لوگوں کے ساتھ وہ معاملہ کرے جو اپنے ساتھ چاہتا ہے[4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں میں

(۱) عند احمد ایضاً قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۳۶) رجالہ رجال الصحیح (۲) اخرجہ ابو یعلیٰ والبزار کذا فی الترغیب (ج ۲ ص ۱۳۴)
(۳) اخرجہ احمد وابن ابی شیبۃ وابن ماجۃ کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۶۰) (۴) اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۷)

ایسا زبردست بیان فرمایا کہ میں نے ویسا بیان کبھی نہیں سنا۔ پھر آپؐ نے فرمایا جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم لوگ بھی وہ جان لو تو تمہارا ہنسنا کم ہو جائے اور رونا زیادہ۔ اس پر تمام صحابہؓ اپنے چہروں پر کپڑے ڈال کر رونے لگے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو اپنے صحابہؓ کے بارے میں کوئی شکایت پہنچی تو آپؐ نے بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا میرے سامنے جنت اور جہنم پیش کی گئی اور آج میں نے (جنت اور جہنم دیکھ کر) جتنا خیر اور شر دیکھا ہے اُتنا خیر و شر کبھی نہیں دیکھا اور جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم بھی وہ جان لو تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ، چنانچہ حضورؐ کے صحابہ پر اس سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں آیا۔ تمام صحابہؓ سر ڈھانک کر رونے لگے [1]

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے بیان فرمایا اور بیان کرتے کرتے یہ آیت پڑھی اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى (سورت طٰہٰ آیت ۷۴) "جو شخص (بغاوت کا) مجرم ہو کر اپنے رب کے پاس حاضر ہوگا سو اُس کے لئے دوزخ (مقرر) ہے اس میں نہ مرے ہی گا اور نہ جئے ہی گا" تو حضورؐ نے فرمایا جو اصل دوزخ والے ہیں (اور ہمیشہ اس میں رہیں گے) وہ اس میں نہ مریں گے اور نہ ہی وہ زندوں میں شمار ہوں گے لیکن وہ لوگ جو اصل دوزخ والے نہیں ہیں (بلکہ گناہوں کی وجہ سے کچھ دن کے لئے دوزخ میں گئے ہیں) آگ اُن کو کچھ جلائے گی پھر سفارش کرنے والے کھڑے ہوں گے اور اُن دوزخیوں کی سفارش کریں گے پھر اُن کی جماعتیں بنا کر اُنہیں دوزخ سے نکال کر نہرِ حیات یا نہرِ حیوان پر لایا جائے گا یہ لوگ اُس نہر میں ایسے اُگیں گے جیسے سیلاب کے لائے ہوئے کوڑے کرکٹ میں گھاس اُگتا ہے [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک مرتبہ کھڑے ہو کر بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا اے لوگو! اَللّٰہُ رَبُّ العالمین کے ساتھ اچھا گمان رکھو۔ بندہ اپنے رب کے ساتھ جیسا گمان رکھے گا اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرے گا [3]

حضرت ابو زہیر ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو بیان میں یہ فرماتے ہوئے سنا اے لوگو! قریب ہے کہ تم جنت والوں اور دوزخ والوں کو پہچان لو گے یا فرمایا تم اپنے بھلوں اور بُروں کو پہچان لو گے۔ ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ! کیسے؟ آپؐ نے فرمایا پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ تم لوگ جس کی تعریف کرو گے وہ جنتی اور بھلا ہے ۔

(۱) اخرجہ الشیخان کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۲۲۶) (۲) اخرجہ ابن ابی حاتم کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۱۵۹)
(۳) اخرجہ ابن ابی الدنیا وابن النجار کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۳)

اور جس کو بُرا کہو گے وہ دوزخی اور بُرا ہے۔ تم لوگ آپس میں ایک دُوسرے کے بارے میں گواہ ہو (صحابہ کرامؓ اور کامل ایمان والے جسے اچھا کہیں گے وہ یقیناً اچھا ہوگا اور جسے بُرا کہیں گے وہ یقیناً بُرا ہوگا) [1]

حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا اور صدقہ فطر دینے کا حکم دیا اور فرمایا ہر آدمی کی طرف سے ایک صاع (ساڑھے تین سیر) کھجور یا ایک صاع جَو صدقہ فطر میں دیئے جائیں چاہے وہ آدمی چھوٹا ہو یا بڑا آزاد ہو یا غلام [2]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع بیانات جن کے الفاظ کم اور معنی زیادہ ہیں

حضرت عُقبہ بن عامر جُہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ غزوۂ تبوک میں جا رہے تھے ابھی پہنچنے میں ایک رات کا سفر باقی تھا کہ رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوتے رہ گئے اور فجر کی نماز کے لیئے آنکھ نہ کھُل سکی بلکہ سُورج نکل آیا اور ایک نیزہ کے برابر بلند ہو گیا آپؐ نے فرمایا اے بلال! کیا میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ (ہم تو سونے لگے ہیں) تم ہماری فجر کا خیال رکھنا؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسُول اللہ! (آپ نے تو فرمایا تھا لیکن) مجھے بھی اُس ذات نے سُلا دیا جس نے آپ کو سُلائے رکھا۔ اس کے بعد حضورؐ وہاں سے تھوڑا سا آگے گئے پھر فجر کی نماز قضا پڑھی اس کے بعد اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر آپؐ نے اِرشاد فرمایا اَمّا بعد! سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے مضبوط کڑا تقویٰ کا کلمہ یعنی کلمۂ شہادت ہے اور سب سے بہترین مِلّت حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی مِلّت ہے اور سب سے بہترین طریقہ حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور سب سے اعلیٰ بات اللہ کا ذکر ہے اور سب سے اچھا بیان یہ قرآن ہے۔ سب سے بہترین کام وہ ہیں جو عزیمت اور پختگی والے ہوں جن کا کرنا اللہ نے ضروری قرار دیا ہے اور سب سے بُرے کام وہ ہیں جو نئے ایجاد کیئے گئے ہوں اور سب سے اچھی سیرت انبیاء علیہم السّلام کی سیرت ہے اور سب سے زیادہ عزت والی موت شہید کی ہے اور سب سے زیادہ اندھاپن ہدایت کے بعد گمراہ ہونا ہے اور بہترین علم وہ ہے جو نفع دے اور بہترین سیرت وہ ہے جس پہ چلا جائے اور سب سے بُرا اندھاپن دِل کا اندھاپن ہے۔ اُوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۴ ص ۴۳۶) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح [2] اخرجہ الحسن بن سفیان وابونعیم عن عبد اللہ بن ثعلبۃ کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۳۳۸)

ہے یعنی دینے والا لینے والے سے بہتر ہے اور جو مال کم ہو اور انسان کی ضروریات کے لئے کافی ہو وہ اُس مال سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور انسان کو اللہ سے غافل کر دے اور اللہ سے معذرت چاہنے کا سب سے بُرا وقت موت کے آنے کا وقت ہے اور سب سے بُری ندامت وہ ہے جو قیامت کے دن ہوگی اور کچھ لوگ ہر نماز قضا کر کے پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ صرف زبان سے ذکر کرتے ہیں دل سے نہیں کرتے اور سب سے بڑا گناہ زبان کا جھوٹ بولنا ہے اور سب سے بہترین مالداری دل کا غنا ہے اور بہترین توشہ تقویٰ ہے۔ حکمت کی جڑ اللہ کا خوف ہے۔ جو باتیں دل میں جمتی ہیں اُن میں سب سے بہترین یقین ہے (اسلام میں) شک کرنا کفر ہے۔ مُردہ پر واویلا کرنا جاہلیت کے کاموں میں سے ہے اور مالِ غنیمت میں خیانت کرنا جہنم کے ڈھیر میں سے ہے اور جس خزانے کی زکوٰۃ نہ دی جائے اُس کی سزا یہ ہے کہ جہنم کی آگ سے داغ لگائے جائیں گے۔ شعر و شاعری ابلیس کی بانسری ہے۔ اکثر اشعار شیطانی کاموں کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہے۔ عورتیں شیطان کا جال ہیں۔ عورتوں کو ذریعہ بنا کر شیطان بہت سے بُرے کام کرا لیتا ہے۔ جوانی دیوانگی کا ایک حصہ ہے۔ اور سب سے بُری کمائی سُود کی ہے اور سب سے بُری کھانے کی چیز یتیم کا مال ہے اور خوش قسمت وہ ہے جو دُوسروں سے نصیحت حاصل کرے اور بدبخت وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ میں بدبخت ہُوا ہے۔ آخر کار تم میں سے ہر آدمی چار ہاتھ جگہ یعنی قبر میں جائے گا اور اعمال کا دار و مدار آخری وقت کے عمل پر ہے۔ سب سے بُری روایتیں وہ ہیں جو جھوٹی ہوں اور ہر آنے والی چیز قریب ہے۔ مؤمن کو بُرا بھلا کہنے سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے اور مؤمن کو قتل کرنا کفر جیسا گناہ ہے اور مؤمن کی غیبت کرنا خدا کی نافرمانی ہے۔ اس کے مال کا احترام ایسے ہی ضروری ہے جیسے اس کے خون کا احترام ضروری ہے۔ جو اللہ پر قسم کھاتا ہے (مثلاً کہتا ہے اللہ کی قسم فلاں جہنم میں ضرور داخل ہوگا) اللہ تعالیٰ اُس کا جھوٹا ہونا ضرور ثابت کر دیں گے (اور جس غلط بات کے ہونے کی قسم کھائی تھی اللہ تعالیٰ اُس کے خلاف کریں گے) جو دُوسروں سے درگزر کرے گا اللہ تعالیٰ اُس سے درگزر فرمائیں گے۔ جو اَوروں کو معاف کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے معاف فرمائیں گے۔ جو اپنا غصہ دبائے گا اللہ اُسے اجر دیں گے جو مصیبت پر صبر کرے گا اللہ اُسے بدلہ دیں گے جو اپنے نیک اعمال سے دُنیا میں شہرت چاہے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام انسانوں کو سُنائیں گے کہ یہ عمل اخلاص سے نہیں کرتا تھا بلکہ شہرت کے لئے کرتا تھا۔ جو صبر کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کا اجر بڑھائیں گے جو اللہ کی نافرمانی کرے گا اللہ اُسے عذاب دیں گے۔ اے اللہ! میری اور میری اُمت کی

مغفرت فرما۔ اے اللہ! میری اور میری اُمت کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! میری اور میری اُمت کی مغفرت فرما۔ میں اپنے لیئے اور تمہارے لیئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔[1]

حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور بیان میں ارشاد فرمایا مجھے میرے رب نے اِس بات کا حکم دیا ہے کہ آج میرے رب نے مجھے جو کچھ سکھایا ہے اور آپ لوگ اُسے نہیں جانتے ہو اُس میں سے میں آپ لوگوں کو بھی سکھاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میں نے جو مال اپنے بندوں کو دیا ہے وہ سارا اُن کے لیئے حلال ہے (لہٰذا کفارِ عرب نے سائبہ، وصیلہ بحیرہ وغیرہ نام رکھ کر جو کچھ اپنے اُوپر حرام کر لیا ہے وہ حرام نہیں ہوا بلکہ حلال ہے) میں نے اپنے تمام بندوں کو کفر و شرک اور گناہوں سے پاک صاف دین اسلام پر پیدا کیا ہے پھر شیطانوں نے آکر انہیں دین اسلام سے گمراہ کر دیا اور جو میں نے اُن کے لیئے حلال کیا تھا وہ اُن پر حرام کر دیا اور اُنہیں اِس بات کا حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک کریں جن کی میں نے کوئی دلیل نہیں اُتاری پھر (میری بعثت سے پہلے) اللہ تعالیٰ نے تمام زمین والوں پر نظر ڈالی تو تمام عرب و عجم کو دیکھ کر اللہ کو غصّہ آیا (کیونکہ سب کفر و شرک میں مبتلا تھے) لیکن کچھ اہلِ کتاب ایسے تھے جو اپنے سچے دین پر قائم تھے اور اُس میں انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے ہمارے نبی!) میں نے آپ کو اِس لیئے بھیجا ہے تاکہ میں آپ کا امتحان لوں (کہ آپ میری منشا پر چلتے ہیں یا نہیں) اور آپ کے ذریعے سے دُوسروں کا امتحان لوں (کہ وہ آپ کی دعوت کو مانتے ہیں یا نہیں) اور میں نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جسے پانی نہیں دھو سکتا (اُس کی لکھائی مٹنے والی نہیں یعنی آپ کے سینے میں محفوظ رہے گی آپ کو بھولے گی نہیں) اور آپ اِسے سوتے اور جاگتے میں پڑھا کریں گے یعنی دونوں حالتوں میں آپ کو پکا یاد رہے گا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اِس بات کا حکم دیا کہ میں قریش کو جلا دوں (یعنی انہیں اللہ کی دعوت دوں جو مانے گا وہ کامیاب ہو گا جو نہیں مانے گا وہ برباد ہو گا دوزخ کی آگ میں جلے گا) میں نے عرض کیا اے میرے رب! پھر تو وہ میرا سر کچل دیں گے اور روٹی کی طرح چپٹا کر کے چھوڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ انہیں (مکہ سے) ایسے نکالیں جیسے اُنہوں نے آپ کو

[1] اخرجه البیهقی فی الدلائل وابن عساکر فی تاریخه واخرجه ابونصر السجزی ایضا فی کتاب الابانة عن ابی الدرداء رضی اللہ عنه مرفوعا واخرجه ابن ابی شیبة وابونعیم فی الحلیة والقضاعی فی الشهاب عن ابن مسعود رضی اللہ عنه موقوفا قال بعض شراح الشهاب حسن غریب ورواه العسکری والدیلمی عن عقبة کذا فی الجامع الصغیر للسیوطی وشرحه فیض القدیر للمناوی (ج ۲ ص ۱۷۹) واخرجه الحاکم ایضا من حدیث عقبة کما فی زاد المعاد (ج ۲ ص ۷)

نکالا ہے آپ اُن سے جنگ کریں ہم آپ کی مدد کریں گے۔ آپ ان پر خرچ کریں ہم آپ پر خرچ کریں گے۔ آپ ان کی طرف ایک لشکر بھیجیں ہم اُس جیسے (فرشتوں کے) پانچ لشکر بھیجیں گے اور آپ اپنے فرمانبرداروں کو لے کر نافرمانوں سے جنگ کریں اور جنتی لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں ایک عادل بادشاہ جسے اللہ کی طرف سے نیک اعمال کی خوب توفیق ملی ہو اور وہ خوب صدقہ کرنے والا ہو۔ دُوسرے وہ آدمی جو رحم کرنے والا اور ہر رشتہ دار بلکہ ہر مُسلمان کے بارے میں نرم دِل ہو تیسرے وہ آدمی جو پاک دامن، فقیر، عیالدار اور (فقیری کے باوجود دوسروں پر) صدقہ کرنے والا ہو۔ دوزخی لوگ پانچ قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ کمزور آدمی جس میں عقل بالکل نہ ہو، ہر ایک کے پیچھے لگ جاتا ہو۔ دوسرے وہ لوگ جو تم لوگوں میں دُوسروں کے پیچھے چلنے والے اور ہاں میں ہاں مِلانے والے ہیں اور (بدکاری میں مبتلا رہنے کی وجہ سے) ان میں نہ اہل وعیال کی طلب ہے اور نہ مال کی۔ تیسرے وہ خیانت کرنے والا جس میں لالچ اتنی زیادہ ہو کہ وہ چُھپ نہ سکے اور وہ چھوٹی چھوٹی چیزوں میں بھی خیانت کرے چوتھے وہ آدمی جس کا صبح شام ہر وقت یہی کام ہے کہ وہ تمہیں، تمہارے اہل وعیال اور مال و دولت کے بارے میں دھوکہ دیتا ہے اور پانچویں آدمی کی خرابیوں میں آپؐ نے کنجوسی، جھوٹ، بداخلاقی اور بدگوئی کا ذکر کیا[1]

حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دِن حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے عصر کی نماز پڑھائی اور قیامت قائم ہونے تک پیش آنے والی ہر اہم دینی چیز کو ہمارے سامنے ذکر کر دیا جس نے ان تمام چیزوں کو یاد رکھنے کی کوشش کی اسے تو یاد رہیں اور جس نے انہیں بُھلا دیا اُسے بھُول گئیں۔ اس بیان میں آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا اَمّا بعد! دُنیا سرسبز اور میٹھی ہے۔ بڑی مزیدار اور اچھی لگتی ہے۔ بہت خوشنما نظر آتی ہے۔ اَللہ تعالیٰ تمہیں اپنا خلیفہ بنا کر اور دُنیا دے کر دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو اچھے یا بُرے (یعنی دُنیا کے اصل مالک تو اللہ تعالیٰ ہیں اور تم لوگوں کو اپنا نمائندہ بنایا ہے) اِس لئے دُنیا کے فتنے سے بچو (بقدر ضرورت حاصل کرو اور ضرورت سے زیادہ آجائے تو اُسے دوسروں پر خرچ کر دو) اور عورتوں کے فتنے سے بچو (ان کی باتوں میں آکر یا ان کی محبت سے مغلوب ہو کر اللہ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرو) بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں کے ذریعے پیش آیا تھا۔ غور سے سُنو! آدم کی اولاد کو مختلف قسم کا بنا کر پیدا کیا گیا ہے۔ کچھ تو ایسے ہیں جو مؤمن پیدا ہوتے ہیں مؤمن بن کر ساری زندگی گزارتے ہیں اور مؤمن ہونے کی حالت

[1] اخرجه احمد واخرجه ایضاً مسلم والنسائی کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۳۵)

میں مرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو کافر پیدا ہوتے ہیں کافر بن کر زندگی گزارتے ہیں اور کافر ہونے کی حالت میں مرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو مومن پیدا ہوتے اور مومن بن کر زندگی گزارتے ہیں، لیکن کافر بن کر مرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو کافر پیدا ہوتے ہیں اور کافر بن کر زندگی گزارتے ہیں لیکن مومن بن کر مرتے ہیں۔ توجہ سے سنو! غصہ ایک انگارہ ہے جو ابن آدم کے پیٹ میں دہکتا رہتا ہے کیا تم دیکھتے نہیں کہ غصہ میں انسان کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور اس کے گلے کی رگیں پھول جاتی ہیں لہٰذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اُسے زمین سے چمٹ جانا چاہیئے (کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہو تو لیٹ جائے زمین کی طرح عاجز اور مسکین بن جائے) غور سے سنو! بہترین مرد وہ ہے جسے غصہ دیر سے آئے اور جلدی چلا جائے اور سب سے برا مرد وہ ہے جسے غصہ جلدی آئے اور دیر سے جائے اور جسے غصہ دیر سے آئے اور دیر سے جائے اور جسے غصہ جلدی آئے اور جلدی جائے تو اس کا معاملہ برابر سرابر ہو گیا اس میں ایک اچھی صفت ہے اور ایک بری۔ غور سے سنو! سب سے بہترین تاجر وہ ہے جو عمدہ طریقہ سے دے اور عمدہ طریقہ سے مطالبہ کرے اور سب سے برا تاجر وہ ہے جو ادا کرنے میں بھی برا ہو اور مطالبہ کرنے میں بھی برا ہو اور جو ادا کرنے میں اچھا ہو لیکن مطالبہ کرنے میں برا ہو یا ادا کرنے میں برا ہو اور مطالبہ کرنے میں اچھا ہو تو اُس کا معاملہ برابر سرابر ہو گیا۔ اس میں ایک صفت اچھی ہے اور ایک بری۔ غور سے سنو! ہر بدعہد کو اُس کی بدعہدی کے مطابق قیامت کے دن جھنڈا ملے گا (جس سے اُس کے اس برے کام کے لوگوں میں شہرت ہو گی) غور سے سنو! سب سے بڑی بدعہدی عام مسلمانوں کے امیر کی بدعہدی ہے۔ غور سے سنو! جسے حق بات معلوم ہے اُسے لوگوں کی ہیبت اُس حق بات کے کہنے سے ہرگز نہ روکے۔ غور سے سنو! سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔ غور سے سنو! دنیا کی اتنی عمر گزر گئی ہے جتنا آج کا دن گزر گیا ہے اور اتنی باقی ہے جتنا آج کا دن باقی ہے۔[1]

حضرت سائب بن مہجان رحمۃ اللہ علیہ اہل شام میں سے ہیں اور اُنہوں نے صحابہ کرامؓ کا زمانہ بھی پایا ہے۔ وہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام تشریف لائے تو اُنہوں نے (کھڑے ہو کر بیان فرمایا اور پہلے) اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور خوب وعظ و نصیحت فرمائی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرمایا پھر فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں میں کھڑے ہو کر

[1] اخرجہ احمد والترمذی والحاکم والبیہقی کذا فی الجامع وشرحہ للمناوی وقال المناوی (ج ۲ ص ۱۸۱) وفیہ علی بن زید بن جدعان اوردہ الذہبی فی الضعفاء وقال احمد ویحیی لیس بشئ۔ انتہی

بیان فرمایا جیسے میں آپ لوگوں میں کھڑے ہو کر بیان کر رہا ہوں۔ آپؐ نے ہمیں اس بیان میں اللہ سے ڈرنے کا، صلہ رحمی کرنے کا اور آپس میں صلح صفائی سے رہنے کا حکم دیا اور فرمایا تم لوگ جماعت سے چمٹے رہو اور امیر کی سننے اور ماننے کو لازم پکڑے رکھو کیونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔ اکیلے آدمی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور دو آدمیوں سے شیطان بہت دور ہوتا ہے۔ کسی مرد کو کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہرگز نہیں ہونا چاہیئے ورنہ ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوگا جسے اپنی برائی سے رنج ہو اور اپنی نیکی سے خوشی ہو یہ اس کے مسلمان اور مومن ہونے کی نشانی ہے اور منافق کی نشانی یہ ہے کہ اسے اپنی برائی سے کوئی رنج نہیں ہوتا اور نیکی سے کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ اگر وہ کوئی خیر کا عمل کرے تو اسے اس عمل پر اللہ سے کسی ثواب کی امید نہیں ہوتی اور اگر کوئی برا کام کرے تو اسے اس عمل پر اللہ کی طرف سے کسی سزا کا ڈر نہیں ہوتا لہٰذا دنیا کی تلاش میں میانہ روی اختیار کرو کیونکہ اللہ نے تم سب کی روزی کا ذمہ لے رکھا ہے اور ہر انسان نے جو عمل کرنا ہے اس کا وہ عمل ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ اپنے نیک اعمال کے لیئے اللہ سے مدد مانگا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ جس عمل کو چاہیں مٹا دیں اور جس عمل کو چاہیں باقی رکھیں اور اسی کے پاس لوح محفوظ ہے (حضورؐ کا بیان ختم ہو گیا اور پھر حضرت عمرؓ نے بھی بیان ختم کر دیا اور ختم کرنے کے لیئے فرمایا) وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ " اور اللہ تعالیٰ ہمارے نبی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی آل پر درود بھیجے اور ان پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت " السلام علیکم[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری بیان

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ (مرض الوفات میں) فرمایا مختلف کنوؤں سے سات مشکوں میں (پانی بھر کر) میرے اوپر ڈالو تاکہ (مجھے کچھ افاقہ ہو جائے اور) میں لوگوں کے پاس باہر جا کر انہیں وصیت کروں۔ چنانچہ (پانی ڈالنے سے حضورؐ کو کچھ افاقہ ہوا تو) حضورؐ سر پر پٹی باندھے ہوئے باہر آئے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے پھر اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کو یہ اختیار دیا گیا کہ یا تو وہ دنیا میں رہ لے یا اللہ کے ہاں جو اجر و ثواب ہے اسے لے لے۔ اس بندے نے اللہ کے ہاں کے اجر و ثواب کو اختیار کر لیا (یہاں اس بندے سے مراد خود

---

[1] اخرجه ابن مردويه والبيهقي في شعب الايمان وابن عساكر قال البيهقي وابن عساكر هذه خطبة عمر بن الخطاب على اهل الشام اثرها عن رسول الله صلى الله عليه وسلم كذا في الكنز (ج ۸ ص ۲۰۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مطلب یہ ہے کہ آپ اس دُنیا سے جلد تشریف لے جانے والے ہیں) حضورؐ کے اس فرمان کا مطلب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی نہ سمجھ سکا اور اس پر وہ رونے لگے اور عرض کیا ہم اپنے مال باپ اور آل اولاد سب آپ پر قربان کرتے ہیں حضورؐ نے فرمایا (اے ابوبکرؓ!) ذرا آرام سے بیٹھے رہو (مت رو) میرے نزدیک ساتھ رہنے اور مال خرچ کرنے کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے افضل ابن اَبی قحافہ (یعنی حضرت ابوبکرؓ) ہیں۔ مسجد میں جتنے دروازے کھلے ہوئے ہیں سب بند کر دو صرف ابوبکرؓ کا دروازہ کھلا رہنے دو کیونکہ میں نے اس پر نور دیکھا ہے[1]

حضرت ایوب بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الوفات میں ارشاد فرمایا مجھ پر پانی ڈالو پھر آگے پچھلی جیسی حدیث ذکر کی اور مزید یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد سب سے پہلے شہداء اُحد کا ذکر فرمایا اور اُن کے لیے استغفار کیا اور دُعا کی پھر فرمایا اے جماعت مہاجرین! تمہاری تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور انصار اپنی اسی حالت پر ہیں اُن کی تعداد نہیں بڑھ رہی ہے اور یہ انصار تو میرے خاص تعلق والے ہیں جن کے پاس آکر مجھے ٹھکانہ ملا ہے، لہٰذا تم ان کے کریم آدمی کا اکرام کرو اور ان کے بُرے سے درگزر کرو۔ پھر حضورؐ نے فرمایا اے لوگو! اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کو اختیار دیا گیا پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور اس روایت میں ہے کہ حضورؐ کے اس فرمان کا مطلب لوگوں میں سے صرف ابوبکرؓ ہی سمجھ سکے اور اسی وجہ سے وہ رونے لگے[2]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں بیان فرمایا آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا کہ یا تو وہ دُنیا میں رہ لے یا اللہ کے ہاں جو کچھ ہے اُسے لے لے، چنانچہ اُس بندے نے اللہ کے ہاں جو کچھ ہے اُس کو اختیار کر لیا اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ ہم اس بات پر حیران ہوئے کہ حضورؐ نے تو کسی بندے کے بارے میں خبر دی ہے اس پر یہ حضرت ابوبکر کیوں رو رہے ہیں اس میں تو رونے کی کوئی بات نہیں لیکن ہمیں بعد میں پتہ چلا کہ جس بندے کو اختیار دیا گیا ہے اس سے مراد تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے (اور حضورؐ کے اس فرمان کا مطلب یہ تھا کہ حضورؐ یہ بتا رہے تھے کہ حضورؐ عنقریب اس دُنیا سے تشریف لے جانے والے ہیں) یہ بات حضرت ابوبکرؓ ہم میں سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے پھر حضورؐ نے فرمایا ابوبکر نے ساتھ رہ کر اور مال خرچ

(1) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۴۲) رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر باختصار الا انہ زاد وذکر قتلی احد فصلی علیہم فاکثر واسنادہ حسن۔ انتہی (2) اخرجہ البیہقی قال ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۵ ص ۲۲۹) ہٰذا مرسل لہ شواہد کثیرۃ۔ انتہی۔

کر کے لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ پر احسان کیا ہے اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی خلیل یعنی خالص دوست بناتا تو ابو بکر کو بناتا البتہ ان سے اسلامی دوستی و محبت ضرور ہے مسجد میں کھلنے والا ہر دروازہ بند کر دیا جائے صرف ابو بکرؓ کا دروازہ رہنے دیا جائے۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مرض الوفات میں باہر تشریف لائے۔ آپؐ نے سر پر کالی پٹی باندھ رکھی تھی کندھوں پر چادر اوڑھی ہوئی تھی آپؐ آکر منبر پر بیٹھ گئے۔ راوی نے آگے حضورؐ کا بیان اور انصار کے بارے میں حضورؐ کی وصیت کا ذکر کیا راوی کہتے ہیں کہ یہ انتقال سے پہلے حضورؐ کی آخری مجلس اور آخری بیان تھا۔[2]

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ان تین صحابہؓ میں سے تھے جن کی توبہ قبول کی گئی۔ وہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر جنگِ اُحد کے دن شہید ہونے والے صحابہؓ کے لئے دعائے مغفرت فرمائی پھر فرمایا اے جماعت مہاجرین! پھر اس کے بعد انصار کے بارے میں حضورؐ کی وصیت کا ذکر کیا جیسے کہ بیہقی کی حضرت ایوبؓ والی حدیث میں گزر چکا ہے۔

حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم لوگوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو آخری بیان میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو ان پانچ فرض نمازوں کو جماعت کے ساتھ پابندی سے ادا کرے گا وہ کوندتی ہوئی بجلی کی طرح سب سے پہلے پل صراط کو پار کرے گا اور (نبیؐ کا) اچھے طریقہ سے اتباع کرنے والوں کی پہلی جماعت میں اللہ اس کا حشر کرے گا اور جس دن اور رات میں وہ ان پانچ نمازوں کی پابندی کرے گا اس کے بدلے اللہ کے راستہ میں شہید ہونے والے ہزار شہیدوں جیسا اجر ملے گا۔[3]

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا فجر سے مغرب تک بیان

حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اس کے بعد آپؐ نے ہم میں ظہر تک مسلسل بیان فرمایا پھر منبر سے نیچے اتر کر ظہر کی نماز پڑھائی پھر عصر تک بیان فرمایا پھر اتر کر عصر کی نماز پڑھائی پھر مغرب تک بیان فرمایا

عند احمد وکذا اخرجہ البخاری ومسلم کما فی البدایۃ (ج ۵ ص ۲۲۹) (۲) اخرجہ البخاری کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۲) واخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۱۵۱) عن ابی سعید رضی اللہ عنہ بمعناہ (۳) اخرجہ الطبرانی عن عبد الرحمن بن کعب بن مالک عن ابیہ قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۷) رجالہ رجال الصحیح واخرج الطبرانی ایضاً عن عبد اللہ بن کعب بن مالک عن ابیہ قال آخر خطبۃ خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر نحوہ باختصار قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۷) رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح۔ انتہی واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۴) عن عبد اللہ بن کعب عن ابیہ فذکر نحوہ وقال ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح (۴) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۱ ص ۳۹) وفیہ بقیۃ بن الولید وہو مدلس وقد عنعنہ۔ انتہی۔

اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب ہم سے بیان فرما دیا اب جسے حضورؐ کی بتائی ہوئی یہ باتیں جتنی زیادہ یاد رہ گئیں وہ ہم میں اتنا زیادہ جاننے والا ہے[1]

بیان کے وقت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی حالت

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب لوگوں میں بیان فرماتے تو آپؐ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور آواز بلند ہو جاتی اور غصہ تیز ہو جاتا جیسے کہ آپؐ لوگوں کو دشمن کے لشکر سے ڈرا رہے ہوں اور فرما رہے ہوں کہ دشمن کا لشکر تم پر صبح حملہ کرنے والا ہے شام کو حملہ کرنے والا ہے پھر شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا کر ارشاد فرماتے مجھے اور قیامت کو اس طرح ملا کر بھیجا گیا ہے۔ پھر فرماتے سب سے بہترین سیرت محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کی سیرت ہے اور سب سے بُرے کام وہ ہیں جو نئے ایجاد کیے گئے ہوں اور ہر بدعت گمراہی ہے اور جو مر جائے اور مال چھوڑ کر جائے تو وہ مال اُس کے گھر والوں کا ہے اور جو قرضہ یا چھوٹے بچے چھوڑ کر جائے جنہیں سنبھالنے والا کوئی نہ ہو تو وہ میرے ذمہ ہیں وہ قرضہ میں ادا کروں گا اور ان بچوں کو میں سنبھالوں گا[2]

امیر المؤمنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیانات

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا امّا بعد! اے لوگو! مجھے آپ لوگوں کا ذمہ دار بنایا گیا ہے، حالانکہ میں آپ لوگوں سے بہتر نہیں ہوں اور اب قرآن نازل ہو چکا ہے اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سنتیں بیان فرما چکے ہیں اور آپؐ نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ سب سے بڑی عقلمندی تقویٰ ہے اور سب سے بڑی حماقت فسق و فجور ہے اور جو تم لوگوں میں سب سے زیادہ طاقتور ہے (اور وہ طاقت کے زور سے کمزوروں کے حق دبا لیتا ہے) وہ میرے نزدیک کمزور ہے میں کمزور کو اُس طاقتور سے اُس کا حق دلوا کر رہوں گا اور جو تم میں سب سے زیادہ کمزور ہے (جس کے حق طاقتوروں نے دبا رکھے ہیں) وہ میرے نزدیک طاقتور ہے میں اُس کے حق طاقتوروں سے ضرور لے کر دوں گا۔ اے لوگو! میں تو (حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا) اتباع کرنے والا ہوں اور اپنی طرف سے گھڑ کر نئی باتیں لانے

(1) اخرجہ الحاکم (ج ۴ ص ۴۸۷) قال الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وکذا قال الذہبی (2) اخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۳۷۶) و اخرجہ البیہقی فی الاسماء والصفات (ص ۱۴۲) عن جابر نحوہ وفی روایۃ علا صوتہ وقال ورواہ مسلم فی الصحیح

والا نہیں ہوں۔ اگر میں اچھے کام کروں تو آپ لوگ ان میں میری مدد کریں اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر دیں۔ میں اپنی بات اسی پر ختم کرتا ہوں اور اپنے لیئے اور آپ لوگوں کے لیئے اَللہ سے اِستغفار کرتا ہوں۔[1] حضرت عبداللہ بن عکیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت اَبُوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت ہوگئی تو وہ منبر پر تشریف لے گئے اور منبر پر جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھا کرتے تھے اُس سے ایک سیڑھی نیچے بیٹھے۔ پہلے اَللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! اچھی طرح سے سمجھ لو کہ سب سے بڑی عقلمندی۔ اس کے بعد پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور آخر میں اس مضمون کا اضافہ کیا کہ اپنے نفس کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ (اَللہ کی طرف سے) کیا جائے اور جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دے گی اُن پر اللہ تعالیٰ فقر مُسلّط کر دیں گے اور جس قوم میں بے حیائی عام ہو جائے گی اللہ تعالیٰ اُن سب پر مُصیبت بھیجیں گے لہٰذا جب تک میں اَللہ کی اطاعت کروں تم لوگ میری اطاعت کرو اور جب میں اَللہ اور اُس کے رسولؐ کی نافرمانی کروں تو پھر میری اطاعت تمہارے ذمہ نہیں ہے۔ میں اپنی بات اِس پر ختم کرتا ہوں اور اپنے لیئے اور آپ لوگوں کے لئے اَللہ سے اِستغفار کرتا ہوں۔[2] حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ پچھلی حدیث کا کچھ مضمون ذکر کرتے ہیں اور یہ جو حضرت ابوبکرؓ کا ارشاد ہے کہ سب سے بڑی حماقت فسق وفجور ہے اس کے بعد یہ اضافہ کرتے ہیں غور سے سُنو! میرے نزدیک سچ بولنا امانتداری ہے اور جھوٹ بولنا خیانت ہے اور اسی طرح حضرت حسنؒ نے حضرت ابوبکرؓ کے فرمان کہ میں آپ لوگوں سے بہتر نہیں ہوں کے بعد یہ کہا کہ اَللہ کی قسم! حضرت ابوبکرؓ ان سب سے بہتر تھے اور اس بات میں کوئی ان سے مزاحمت کرنے والا نہیں تھا لیکن مؤمن آدمی یُوں ہی کسرِ نفسی کیا کرتا ہے۔ اس کے بعد حضرت حسنؒ نے یہ بھی نقل کیا کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میری تو دلی تمنا ہے کہ آپ لوگوں میں سے کوئی آدمی اِس خلافت کا بوجھ اُٹھا لیتا اور میں اس ذمہ داری سے بچ جاتا۔ حضرت حسنؒ کہتے ہیں اَللہ کی قسم! حضرت ابوبکرؓ نے یہ تمنا والی بات سچے دِل سے کہی تھی (وہ واقعی خلیفہ نہیں بننا چاہتے تھے) پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اگر تم لوگ یوں چاہو کہ جس طرح اَللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے سے اپنے نبیؐ کو سیدھے راستے پر لے آیا کرتے تھے اسی طرح مجھے بھی لے آیا کریں یہ بات تو مجھے حاصل نہیں ہے میں تو عام اِنسان ہی ہوں، اس لیئے تم لوگ میری نگرانی رکھو۔[3]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت اَبُوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بیان

[1] اخرجہ ابن سعد والمحاملی وغیرہما کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۰) [2] اخرجہ الدینوری کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۵) [3] اخرجہ البیہقی (ج ۶ ص ۳۵۳)

فرمایا اور ارشاد فرمایا غور سے سُنو! اللہ کی قسم! میں آپ لوگوں میں سب سے بہتر نہیں ہوں اور میں اپنے لیے اس مقامِ خلافت کو پسند نہیں کرتا تھا مجھے اس کی خواہش نہیں تھی بلکہ میری خواہش تھی کہ آپ لوگوں میں سے کوئی میرے بجائے خلیفہ بن جاتا کیا آپ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ میں آپ لوگوں میں بعینہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ والے طریقہ پر عمل کر لوں گا؟ تو یہ خیال بالکل غلط ہے میں ایسا نہیں کر سکوں گا کیونکہ حضورؐ کی تو وحی کے ذریعہ ہر غلط بات سے حفاظت ہو جاتی تھی اور اُنہیں تو عصمتِ خداوندی حاصل تھی اور ان کے ساتھ خاص فرشتہ ہر وقت رہتا تھا۔ میرے ساتھ تو شیطان لگا ہوا ہے جو میرے پاس آتا رہتا ہے۔ جب مجھے غصہ آجائے تو مجھ سے بچ کر رہنا کہیں میں آپ لوگوں کی کھالوں اور بالوں پر اثر انداز نہ ہو جاؤں۔ غور سے سُنو! آپ لوگ میری نگرانی رکھو اگر میں سیدھا چلوں تو میری مدد کرنا اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ حضرت حسنؒ کہتے ہیں ایسا زبردست بیان کیا تھا کہ اللہ کی قسم! اس کے بعد ویسا بیان تو کبھی ہوا ہی نہیں[1] ایک روایت میں یہ ہے کہ میں تو ایک عام انسان ہوں کام ٹھیک بھی کر لیتا ہوں اور غلط بھی ہو جاتے ہیں جب میں ٹھیک کام کروں تو آپ لوگ اللہ کی تعریف کریں (کیونکہ اسی کے کرم سے کام ٹھیک ہوا) اور جب غلط ہو جائے تو مجھے سیدھا کر دینا[2]

حضرت قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی وفات کے ایک مہینہ بعد میں حضورؐ کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس کے بعد حضرت قیس نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا قصہ ذکر کیا اس کے بعد کہتے ہیں تمام لوگوں کو مسجدِ نبویؐ میں جمع کرنے کے لیے یہ اعلان کیا گیا اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ یعنی سب لوگ نماز مسجدِ نبویؐ میں اکٹھے پڑھیں (مدینہ کی باقی نو مسجدوں میں سے کسی اور میں نہ پڑھیں) اور پھر جب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ اس منبر پر تشریف فرما ہوئے جو اُن کے بیان اور خطبے کے لیے بنایا گیا تھا یہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی وفات کے بعد اسلام میں حضرت ابوبکرؓ کا پہلا بیان تھا۔ اُنہوں نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور پھر فرمایا اے لوگو! میری آرزو تو یہ ہے کہ کوئی اور میری جگہ خلیفہ بن جائے اگر تم لوگ مجھ سے یہ مطالبہ کرو کہ میں عین تمہارے نبیؐ کی سُنت کے مطابق چلوں تو یہ میرے بس میں نہیں ہے کیونکہ حضورؐ تو معصوم تھے۔ اللہ نے اُن کی شیطان سے مکمل حفاظت فرما رکھی تھی اور اُن پر آسمان سے وحی اُترتی تھی (اور یہ دونوں باتیں مجھے حاصل نہیں ہیں، اس لیے میں بالکل اُن جیسا نہیں ہو سکتا)[3] اور جلد دوم صفحہ ۱۶ پر

---

(۱) اخرجہ ابو ذر الہروی وابن راہویہ کما فی الکنز (ج ۳ ص ۱۲۶) (۲) واخرجہ ابو ذر الہروی فی الجامع عن قیس بن ابی حازم مختصراً کما فی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۶) (۳) اخرجہ احمد ایضاً قال الہیثمی (ج ۵ ص ۱۸۳) وفیہ عیسیٰ بن المسیب البجلی وہو ضعیف۔ اھ

طبرانی کی روایت عیسیٰ بن عطیہ کے حوالے سے گزر چکی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان میں فرمایا اے لوگو! لوگ اسلام میں خوشی اور ناخوشی دونوں طرح داخل ہوئے ہیں لیکن اب وہ سب اللہ کی پناہ اور اس کے پڑوس میں ہیں، اس لئے تم اس کی پوری کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ تم سے اپنی ذمہ داری کا کچھ بھی مطالبہ نہ کرے (یعنی کسی مسلمان کو کسی طرح تکلیف نہ پہنچاؤ) میرے ساتھ بھی ایک شیطان رہتا ہے جب تم دیکھو کہ مجھے غصہ آگیا ہے تو پھر تم مجھ سے الگ ہو جاؤ کہ کہیں میں تمہارے بالوں اور کھالوں کو تکلیف نہ پہنچا دوں۔ اے لوگو! اپنے غلاموں کی آمدنی کی تحقیق کر لیا کرو کہ حلال ہے یا حرام، اس لیئے کہ جس گوشت کی پرورش حرام مال سے ہو وہ جنت میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔

حضرت عاصم بن عدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے اگلے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک آدمی نے اعلان کیا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی روانگی کا کام مکمل ہو جانا چاہیئے۔ غور سے سنو! اب حضرت اسامہؓ کے لشکر کا کوئی آدمی مدینہ میں باقی نہیں رہنا چاہیئے بلکہ جُرف میں جہاں ان کے لشکر کا پڑاؤ ہے وہاں پہنچ جانا چاہیئے اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ لوگوں میں بیان کے لیئے کھڑے ہوئے پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان فرمائی پھر فرمایا اے لوگو! میں تو تمہارے جیسا ہی ہوں مجھے معلوم تو نہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ تم لوگ مجھے اس چیز کا مکلف بناؤ جو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بس میں تھی (اور میرے بس میں نہیں) اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمام جہانوں پر فوقیت عطا فرمائی تھی اور انہیں چنا تھا اور انہیں تمام آفات سے حفاظت عطا فرمائی تھی اور میں (ان ہی کے) پیچھے چلنے والا ہوں اپنی طرف سے نئی چیزیں گھڑنے والا نہیں ہوں۔ اگر میں سیدھا چلوں تو تم میرے پیچھے چلو اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو تم لوگ مجھے سیدھا کر دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو یہ تھی کہ جب آپؐ کا انتقال ہوا تو اس وقت امت میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں تھا جو کوڑے کی مار یا اس سے بھی کم ظلم کا مطالبہ کر رہا ہو۔ غور سے سنو! میرے ساتھ بھی ایک شیطان لگا ہوا ہے جو میرے پاس آتا رہتا ہے جب وہ میرے پاس آئے تو مجھ سے تم لوگ الگ ہو جاؤ کہیں میں تمہاری کھالوں اور بالوں کو تکلیف نہ پہنچا دوں۔ تم لوگ صبح اور شام اس موت کے منہ میں ہو جس کا تمہیں علم نہیں کہ کب آجائے گی۔ تم اس کی پوری کوشش کرو کہ جب بھی تمہاری موت آئے تو تم اس وقت نیک عمل میں لگے ہوئے ہو اور تم ایسا صرف اللہ کی مدد سے ہی کر سکتے ہو لہٰذا جب تک موت نے مہلت دے رکھی ہے اس وقت تک تم لوگ نیک اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش

کرو اس سے پہلے کہ موت آجائے اور عمل کرنے کا موقع نہ رہے کیونکہ بہت سے لوگوں نے موت کو بھلا رکھا ہے اور اپنے اعمال دوسروں کے لیئے کر دیئے ہیں، لہٰذا تم ان جیسے نہ بنو خوب کوشش کرو اور مسلسل کوشش کرو اور (سستی سے کام نہ لو بلکہ) جلدی کرو اور جلدی کرو کیونکہ موت تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہے جو تمہیں تلاش کر رہی ہے اور اس کی رفتار بہت تیز ہے لہٰذا موت سے چوکنے رہو اور آباؤ اجداد، بیٹوں اور بھائیوں (کی موت) سے عبرت حاصل کرو اور زندہ لوگوں کے ان نیک اعمال پر رشک کرو جن پر تم مُردوں کے بارے میں رشک کرتے ہو یعنی دُنیاوی چیزوں میں زندہ لوگوں پر رشک نہ کرو۔[1]

حضرت سعید بن ابی مریم رحمۃ اللہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب حضرت ابُوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو آپؓ منبر پر تشریف فرما ہوئے پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا اللہ کی قسم! اگر ہمارے ہوتے ہوئے تمہارے اجتماعی کاموں کے خراب ہو جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو (میں خود خلیفہ نہ بنتا بلکہ) میں یہ چاہتا کہ جو تم میں سے مجھے سب سے زیادہ مغبوض ہے اُس کی گردن میں اس امر خلافت کی ذمہ داری ڈال دی جاتی پھر اس کے لیئے اس میں کوئی خیر نہ ہوتی۔ غور سے سُنو! دُنیا اور آخرت میں سب سے زیادہ بدبخت لوگ بادشاہ ہیں۔ اِس پر تمام لوگوں نے گردنیں بلند کیں اور سر اُٹھا کر حضرت ابوبکرؓ کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تم لوگ اپنی جگہ آرام سے بیٹھے رہو تم لوگ جلد باز ہو جو بھی کسی مُلک کا بادشاہ بنتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے بادشاہ بنانے سے پہلے اُس کے ملک کو جانتے ہیں اور بادشاہ بن جانے پر اُس کی آدھی عمر کم کر دیتے ہیں اور اُس پر خوف اور غم مُسلط کر دیتے ہیں اور جو کچھ خود اس کے اپنے پاس ہے اُس سے اُس کا دِل ہٹا دیتے ہیں اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس کا لالچ اس میں پیدا کر دیتے ہیں وہ چاہے کتنے اچھے کھانے کھائے اور عمدہ کپڑے پہنے لیکن اس کی زندگی تنگ ہوگی سُکھ چین اُسے نصیب نہ ہوگا پھر جب اس کا سایہ ختم ہوتا ہے اور اُس کی جان نکل جاتی ہے اور اپنے رب کے پاس پہنچ جاتا ہے تو وہ اس سے سختی سے حساب لیتا ہے اور اُس کی بخشش کا امکان بہت کم ہوتا ہے بلکہ اُس کی بخشش ہی نہیں ہوتی۔ غور سے سُنو! مسکین لوگوں کی ہی مغفرت ہوتی ہے۔ غور سے سُنو! مسکین لوگوں کی ہی مغفرت ہوتی ہے۔ غور سے سُنو! مسکین لوگوں کی ہی مغفرت ہوتی ہے۔[2]

حضرت عبداللہ بن عُکیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابُوبکر رضی اللہ عنہ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا تو اس میں اِرشاد فرمایا اَمّا بعد! میں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ

(۱) اخرجہ الطبرانی فی تاریخ (ج ۱ ص ۳۶۰) (۲) اخرجہ ابن زنجویہ فی کتاب الاموال کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۲)

تم اللہ سے ڈرو اور اللہ کی شایانِ شان تعریف کرو اور اللہ کے عذاب کا خوف تو ہونا چاہیئے لیکن ساتھ کے ساتھ اُس کی رحمت کی اُمید بھی رکھو اور اللہ سے خوب گڑگڑا کر مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کی قرآن میں تعریف فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے اِنَّھُمْ کَانُوْا یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرَاتِ وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَھَبًا وَکَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ۔ (سورت انبیاء آیت ۹۰) "یہ سب نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور اُمید و بیم کے ساتھ ہماری عبادت کیا کرتے تھے اور ہمارے سامنے دب کر رہتے تھے۔" پھر اے اللہ کے بندو! تم یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے بدلہ میں تمہاری جانوں کو گروی رکھا ہُوا ہے اور اس پر اللہ نے تم سب سے پختہ عہد لیا ہُوا ہے اور اس نے تم سے (دُنیا کے) تھوڑے اور ختم ہو جانے والے مال اور سامان کو (آخرت کے) زیادہ اور ہمیشہ رہنے والے اجر کے بدلہ میں خرید لیا ہے اور یہ تم میں اللہ کی کتاب ہے جس کے عجائب ختم نہیں ہو سکتے اور اس کا نور کبھی بجھ نہیں سکتا، لہٰذا اس کتاب کے ہر قول کی تصدیق کرو اور اس سے نصیحت حاصل کرو اور اندھیرے والے دن کے لیئے اس میں سے روشنی حاصل کرو اللہ نے تمہیں صرف عبادت کے لیئے پیدا کیا ہے اور لکھنے والے کریم فرشتوں کو تم پر مقرر کیا ہے جو تمہارے ہر فعل کو جانتے ہیں پھر اے اللہ کے بندو! یہ بھی جان لو کہ تم صبح اور شام اُس موت کی طرف بڑھ رہے ہو جس کا وقت مُقرر ہے لیکن تمہیں وہ بتایا نہیں گیا تم اس کی پُوری کوشش کرو کہ جب تمہاری عُمر کا آخری وقت آئے تو تم اُس وقت اللہ کے کسی عمل میں لگے ہُوئے ہو اور ایسا تو تم صرف اللہ کی مدد سے ہی کر سکتے ہو لہٰذا عُمر کے پُورے ہونے سے پہلے تمہیں جو مُہلت ملی ہُوئی ہے اس میں نیک اعمال میں ایک دُوسرے سے آگے بڑھو ورنہ تمہیں اپنے بُرے اعمال کی طرف جانا پڑے گا کیونکہ بہت سے لوگوں نے اپنے آپ کو بُھلا رکھا ہے اور اپنی عُمر دُوسروں کو دے دی ہے یعنی اپنے ایمان و عمل کی انہیں کوئی فکر نہیں ہے مَیں تمہیں اُن جیسا بننے سے سختی سے روکتا ہُوں جلدی کرو کیونکہ تمہارے پیچھے موت کا فرشتہ لگا ہُوا ہے جو تمہیں تیزی سے تلاش کر رہا ہے اُس کی رفتار بہت تیز ہے۔[1]

حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا تمہارے فقر و فاقہ کی وجہ سے مَیں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ سے ڈرو اور اُس کی شان کے مُطابق اُس کی تعریف کرو اور اس سے مغفرت طلب کرو

(۱) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۵) واخرجہ ایضا ابن ابی شیبۃ وہناد والحاکم والبیہقی بسند وروی بعضہ ابن ابی الدنیا فی قصر الامل کما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۶)

کیونکہ وہ بہت زیادہ مغفرت کرنے والا ہے اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عُکَیم والی پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور مزید یہ مضمون ذکر کیا کہ تم اس بات کو بھی جان لو کہ جو عمل تم خالص اللہ کے لیئے کرو گے تو اس طرح تم اپنے رب کی اطاعت کرو گے اور اپنے حق کو محفوظ کر لو گے لہٰذا تم اپنے قرضہ دینے کے زمانہ میں یعنی دُنیاوی زندگی میں جو تم نے کمایا ہے وہ سب (اللہ کو) دے دو اور اپنے سامنے ان کو بطور نوافل کے رکھو (یعنی جتنا مال خرچ کرنا فرض ہے وہ تو خرچ کرنا ہی ہے مزید اور بھی خرچ کرو) اس طرح تمہیں شدید ضرورت کے وقت اور عین محتاجی کے زمانے میں اپنی اُن کمائیوں کا اور دیئے ہُوئے اپنے قرضوں کا پُورا پُورا بدلہ ملے گا پھر اے اللہ کے بندو! ان لوگوں کے بارے میں سوچو جو تم سے پہلے دُنیا میں تھے وہ کل کہاں تھے اور آج کہاں ہیں؟ وہ بادشاہ کہاں ہیں جنہوں نے زمین کو خوب لوٹا اور جوتا تھا خوب کھیتی باڑی کی تھی اور سامان اور تعمیرات سے زمین کو خوب آباد کیا تھا؟ آج سب لوگ انہیں بھُول چکے ہیں اور اُن کا تذکرہ تک بھلایا جا چکا ہے، لہٰذا آج وہ ایسے ہیں جیسے کہ وہ کچھ بھی نہ تھے اور اُن کے کفر وظلم کی وجہ سے اُن کے گھر اور شہر ویران پڑے ہیں اور وہ بادشاہ خود اس وقت قبر کی تاریکیوں میں ہیں کیا تم ان ہلاک ہونے والوں میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا ان میں سے کسی کی ہلکی سی بھی آواز سُنتے ہو؟ تمہارے وہ ساتھی اور بھائی آج کہاں ہیں جن کو تم پہچانتے تھے؟ وہ ان اعمال کے بدلے کی جگہ پر پہنچ گئے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجے تھے اور بدبختی یا نیک بختی دونوں میں سے کسی ایک کی جگہ میں پہنچ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اور اُس کی کسی مخلوق کے درمیان کوئی ایسا نسب کا رشتہ نہیں ہے جس کی وجہ سے اللہ اُسے خیر دے اور اس سے بُرائی کو دُور کرے۔ اللہ سے یہ باتیں تو صرف اُس کی اِطاعت اور اس کے حکم کے پیچھے چلنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہیں۔ وہ راحت راحت نہیں ہے جس کے بعد جہنّم ہو اور وہ تکلیف تکلیف نہیں جس کے بعد جنّت ہو میں اسی پر بات ختم کرتا ہُوں اور اپنے لیئے اور تمہارے لیئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہُوں[1]

حضرت نُعَیم بن نمحہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عُکَیم جیسی حدیث میں حضرت ابُوبکر رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کرتے ہیں اور مزید یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اُس قول میں کوئی خیر نہیں جس سے اللہ کی رضا مقصُود نہ ہو اور اُس مال میں کوئی خیر نہیں جسے اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کیا جائے اور اُس آدمی میں کوئی خیر نہیں جس کی نادانی اُس کی بربادی پر غالب ہو اور اُس آدمی میں کوئی خیر نہیں جو اللہ کے مُعاملے میں

(۱) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۵)

ملامت کرنے والوں کی ملامت سے ڈرے۔[1]

حضرت عاصم بن عَدِی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے دُوسرا بیان نقل کیا جیسے ہم نے ابھی ذکر کیا پھر حضرت عاصم کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کے لیئے کھڑے ہُوئے پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول کرتے ہیں جس سے مقصود صرف اُن کی ذاتِ عالی ہو، لہٰذا تم اپنے اعمال سے صرف اُسی کی ذات کو مقصود بناؤ اور اس کا یقین رکھو کہ تم جو عمل خالص اللہ کے لیئے کروگے تو یہ ایک نیکی ہے جو تم نے کی ہے اور بڑا حصہ ہے جسے حاصل کرنے میں تم کامیاب ہوگئے ہو اور یہ تمہاری ایسی آمدنی ہے جو تم نے (اللہ کو) دے دی ہے اور یہ قرض ہے جو تم نے فانی دُنیا کے دِنوں سے لے کر ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت کے لیئے آگے بھیج دیا ہے اور یہ قرض تمہیں اس وقت کام آئے گا جب تمہیں اس کی سخت ضرورت ہوگی اے اللہ کے بندو! جو تم میں سے مرگئے ہیں اُن سے عبرت حاصل کرو اور جو تم سے پہلے تھے اُن کے بارے میں غور کرو کہ وہ کل کہاں تھے اور آج کہاں ہیں؟ ظالم اور جابر لوگ کہاں ہیں؟ اور وہ لوگ کہاں ہیں جن کے میدان جنگ میں لڑنے اور غلبہ پالینے کے تذکرے ہوتے تھے؟ زمانے نے اُن کو ذلیل کردیا آج اُن کی ہڈیاں بوسیدہ ہوچکی ہیں اور اب تو اُن کے تذکرے بھی ختم ہوگئے ہیں۔ خبیث عورتیں خبیث مَردوں کے لیئے ہیں اور خبیث مَرد خبیث عورتوں کے لیئے ہیں اور وہ بادشاہ کہاں ہیں جنہوں نے زمین کو خُوب بویا اور جوتا تھا اور اُسے ہر طرح آباد کیا تھا؟ اب وہ ہلاک ہوچکے ہیں اور اُن کا تذکرہ بھی لوگ بھُول چکے ہیں اور ایسے ہوگئے ہیں جیسے کہ وہ کچھ نہیں تھے۔ غور سے سنو! اللہ نے اُن کی خواہشات کا سلسلہ تو (موت کے ذریعہ سے) ختم کردیا ہے لیکن گناہوں کی سزا کا سلسلہ باقی رکھا ہُوا ہے وہ دُنیا سے جاچکے اور انہوں نے جو عمل کیئے تھے وہ تو اب ان کے ہیں لیکن جو دُنیا اُن کے پاس تھی اب وہ دُوسروں کی ہوگئی ہے اب ہم ان کے بعد آئے ہیں اگر ہم ان سے عبرت حاصل کریں گے تو نجات پالیں گے اور اگر ہم دھوکے میں پڑے رہے تو ہم بھی اُن جیسے ہوجائیں گے۔ کہاں ہیں وہ حسین و جمیل لوگ جن کے چہرے خوبصورت تھے اور وہ اپنی جوانی پر اکڑتے تھے؟ اب وہ مٹی ہوچکے ہیں اور جن اعمال کے بارے میں اُنہوں نے کمی بیشی کی تھی اب وہ اعمال ان کے لیئے حسرت کا باعث بنے ہُوئے ہیں۔ کہاں ہیں وہ

---

(1) عند ابی نعیم ایضا فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۶) واخرجہ الطبرانی ایضا بطولہ من طریق نعیم بنؓ مع الزیادۃ التی ذکرہا ابونعیم کما ذکر الحافظ ابن کثیر فی تفسیرہ (ج ۴ ص ۳۴۲) وقال سنادہ ہذا اسناد جید ورجالہ کلہم ثقات وشیخ جریر بن عثمان وہو نعیم بن نمحۃ لا اعرفہ بنفی ولا اثبات غیر ان ابا داؤد السجستانی قد حکم بان شیوخ جریر کلہم ثقات وقد روی لہذہ الخطبۃ شواہد من وجوہ اخر انتہی

لوگ جنہوں نے بہت سے شہر بنائے تھے اور شہروں کے اِردگرد بڑی مضبوط دیواریں بنائی تھیں اور ان میں عجیب و غریب چیزیں بنائی تھیں؟ اور بعد میں آنے والوں کے لیئے وہ ان شہروں کو چھوڑ کر چلے گئے اور اب اُن کے رہنے کی جگہیں ویران پڑی ہوئی ہیں اور وہ خود قبر کی اندھیریوں میں ہیں کیا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا اُن کی ہلکی سی بھی آواز سُنتے ہو؟ تمہارے وہ بیٹے اور بھائی کہاں ہیں جنہیں تم پہچانتے ہو؟ اُن کی عمریں ختم ہوگئیں اور جو اعمال اُنہوں نے آگے بھیجے تھے اب وہ اُن اعمال کے پاس پہنچ گئے ہیں اور وہاں ٹھہر گئے ہیں اور موت کے بعد بدبختی یا نیک بختی والی جگہ ان کو مل گئی ہے۔ غور سے سُنو! اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ کے اور اُس کی کسی مخلوق کے درمیان کوئی ایسا خاص تعلق نہیں ہے جس کی وجہ سے اللہ اُسے خیر دے اور اُس سے بُرائی کو ہٹا دے۔ اللہ سے تعلق تو صرف اطاعت سے اور اس کے حکم کے پیچھے چلنے سے بنتا ہے اور اِس بات کو جان لو کہ تم ایسے بندے ہو جنہیں اُن کے اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ صرف اُس کی اِطاعت سے حاصل ہو سکتا ہے غور سے سُنو! وہ راحت راحت نہیں جس کے بعد جہنم ہو اور وہ تکلیف تکلیف نہیں جس کے بعد جنت ہو۔[1]

حضرت موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان میں اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ مَیں اللہ کی تعریف کرتا ہوں اور ہم اس سے مدد مانگتے ہیں اور موت کے بعد کے اِکرام کا اس سے سوال کرتے ہیں کیونکہ میری اور تمہاری موت کا وقت قریب آگیا ہے اور مَیں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) اس کے بندے اور رسُول ہیں جنہیں اللہ نے حق دے کر خوشخبری سُنانے والا اور ڈرانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا تاکہ جو شخص زندہ ہے وہ اُسے ڈرائیں اور کافروں پر (عذاب کی) حُجت ثابت ہو جائے جس نے اللہ اور اُس کے رسُولؐ کی اطاعت کی وہ ہدایت یافتہ ہو گیا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہ کھُلی گمراہی میں پڑ گیا مَیں آپ لوگوں کو اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور اللہ کے اس دین کو مضبوطی سے پکڑو جو اس نے تمہارے لیئے شریعت بنایا اور جس کی اس نے تمہیں ہدایت دی اور کلمۂ اخلاص (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ) کے بعد ہدایتِ اِسلام کی جامع بات یہ ہے کہ اس آدمی کی بات سُنی اور مانی جائے جس کو اللہ نے تمہارے تمام کاموں کا والی اور ذمّہ دار

[1] قد اخرج ہذہ الخطبۃ الطبری فی تاریخہ (ج ۲ ص ۴۶۰) باسناد فیہ سیف

بنایا ہے جس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے والی اور ذمہ دار کی اطاعت کی وہ کامیاب ہوگیا جو حق اُس کے ذمہ تھا وہ اس نے ادا کر دیا اور اپنی خواہش کے پیچھے چلنے سے بچو اور جو آدمی خواہش کے پیچھے چلنے سے، لالچ میں پڑنے سے اور غصہ میں آنے سے محفوظ رہا وہ کامیاب ہوگیا اور اترانے سے بچو اور اُس اِنسان کا کیا اترانا جو مٹی سے بنا ہے اور عنقریب مٹی میں چلا جائے گا پھر اُسے کیڑے کھا جائیں گے۔ آج وہ زندہ ہے اور کل وہ مرا ہُوا ہوگا۔ ہر روز اور ہر گھڑی عمل کرتے رہو اور مظلوم کی بددُعا سے بچو اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو اور صبر کرو کیونکہ ہر عمل صبر کے ذریعہ ہی ہوتا ہے اور چوکنے رہو کیونکہ چوکنا رہنے سے فائدہ ہوتا ہے اور عمل کرتے رہو کیونکہ عمل ہی قبول ہوتے ہیں اور اللہ نے اپنے جس عذاب سے ڈرایا ہے اُس سے ڈرتے رہو اور اللہ نے اپنی جس رحمت کا وعدہ کیا ہے اُسے حاصل کرنے میں جلدی کرو سمجھنے کی کوشش کرو اللہ تمہیں سمجھا دے گا اور بچنے کی کوشش کرو اللہ تمہیں بچا دے گا کیونکہ اللہ نے وہ اعمال بھی تمہارے سامنے بیان کر دیئے ہیں جن کی وجہ سے تم سے پہلے لوگوں کو اللہ نے ہلاک کیا ہے اور وہ اعمال بھی بیان کر دیئے ہیں جن کی وجہ سے نجات پانے والوں کو نجات ملی اور اللہ نے اپنی کتاب میں اپنا حلال اور حرام اور اپنے پسندیدہ اور ناپسند اعمال سب بیان کر دیئے ہیں اور میں تمہارے بارے میں اور اپنے بارے میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا اور اللہ ہی سے مدد مانگی جاتی ہے اور بُرائی سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ ہی سے ملتی ہے اور تم اِس بات کو جان لو کہ تم عمل خالص اللہ کے لیئے کرو گے تو اس طرح تم اپنے رب کی اطاعت کرو گے اور (آخرت میں اجر و ثواب کے) اپنے بڑے حصے کو محفوظ کر لو گے اور قابلِ رشک بن جاؤ گے اور جو اعمال تم نے فرائض کے علاوہ کیئے ہیں اُنہیں اپنے آگے کے لیئے نفل بنا لو اس طرح تم جو اللہ کو اعمال کا قرضہ دو گے اس قرضہ کا تمہیں آخرت میں پُورا پُورا بدلہ ملے گا جبکہ تمہیں اس کی شدید ضرورت ہوگی پھر اے اللہ کے بندو! اپنے ان بھائیوں اور ساتھیوں کے بارے میں سوچو جو دُنیا سے جا چکے ہیں جو اعمال اُنہوں نے آگے بھیجے تھے اب وہ اُن اعمال کے پاس پہنچ گئے ہیں اور وہاں ٹھہر گئے ہیں اور موت کے بعد بدبختی اور خوش قسمتی کی جگہ میں پہنچ گئے ہیں۔ اللہ کا کوئی شریک نہیں اللہ کے اور اس کی کسی مخلوق کے درمیان کوئی نسب کا رشتہ نہیں جس کی وجہ سے اللہ اُسے کوئی خیر دے یا اس سے کوئی بُرائی ہٹا دے بلکہ یہ باتیں تو صرف اللہ کی اطاعت سے اور اُس کے حکم کے پیچھے چلنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہیں اور وہ راحت راحت نہیں جس کے بعد جہنم کی آگ ہو اور وہ تکلیف تکلیف نہیں جس کے بعد جنت ہو۔ میں اسی پر بات ختم کرتا ہوں اور میں تمہارے لیئے اور اپنے لیئے اللہ سے مغفرت طلب

کرتا ہوں اور اپنے نبی پر درود بھیجو صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَالسَّلَامُ عَلَیْہِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔[1]

حضرت یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا اور اُس میں ارشاد فرمایا کہ ایک ایسے بندے کو قیامت کے دن لایا جائے گا جسے اللہ نے دُنیا میں بہت نعمتیں دی تھیں اور اسے رزق میں خُوب وُسعت دی تھی اور اسے جسمانی صحت کی نعمت بھی دی تھی لیکن اُس نے اپنے رب کی ناشکری کی تھی اُسے اللہ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور کہا جائے گا تم نے آج کے دن کے لیئے کیا کیا اور اپنے لیئے کونسے عمل آگے بھیجے؟ وہ کوئی نیک عمل آگے بھیجا ہُوا نہیں پائے گا اس پر وہ رونے لگے گا اور اِتنا روئے گا کہ آنسو ختم ہو جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ کے احکام ضائع کرنے کی وجہ سے اُسے شرم دلائی جائے گی اور رُسوا کیا جائے گا اس پر وہ خُون کے آنسو رونے لگے گا پھر اُسے شرم دِلائی جائے گی اور رُسوا کیا جائے گا جس پر وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت کھا جائے گا پھر اللہ کے احکام ضائع کرنے پر اُسے شرم دِلائی جائے گی اور رُسوا کیا جائے گا جس پر وہ اُونچی آواز سے روئے گا اور اُس کی آنکھیں نکل کر اُس کے رُخساروں پر آگریں گی اور دونوں آنکھوں میں سے ہر آنکھ تین میل لمبی اور تین میل چوڑی ہوگی پھر اُسے شرم دِلائی جائے گی اور رُسوا کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ پریشان ہو کر کہے گا اے میرے رب! مجھے دوزخ میں بھیج دے اور مجھ پر رحم فرما کر مجھے یہاں سے نکال دے اور اِسے اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں بیان کیا ہے اَنَّہٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاَنَّ لَہٗ نَارَ جَہَنَّمَ خَالِدًا فِیْہَا ذٰلِکَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ (سُورت توبہ آیت ۶۳) "جو شخص اللہ کی اور اس کے رسُول کی مخالفت کرے گا (جیسا یہ لوگ کر رہے ہیں) تو یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کی آگ اِس طور پر نصیب ہو گی کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا یہ بڑی رُسوائی ہے"۔[2]

حضرت محمد بن ابراہیم بن حارث رحمۃ اللہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر تم تقویٰ اور پاکدامنی اختیار کرو تو تھوڑا عرصہ ہی گزرے گا کہ تمہیں پیٹ بھر روٹی اور گھی ملنے لگے گا۔[3]

حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابُوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ لوگوں میں بیان فرمایا اس میں اِرشاد فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حیاء کرو۔ اُس ذات

(۱) اخرجہ ابن ابی الدنیا فی کتاب الحذر وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۶) (۲) اخرجہ ابو الشیخ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۴۶) (۳) اخرجہ ابن ابی الدنیا والدینوری کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۶)

کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! جب میں قضائے حاجت کے لئے جنگل جاتا ہوں تو میں اپنے رب سے حیاء کی وجہ سے اپنے اُوپر کپڑا اوڑھے رہتا ہوں[1] حضرت ابن شہاب رحمۃُ اللہ عَلَیْہ کہتے ہیں حضرت ابوبکرؓ نے ایک دن بیان کرتے ہُوئے فرمایا اللہ سے حیاء کرو کیونکہ اللہ کی قسم! جب سے میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے بیعت ہُوا ہُوں اس وقت سے جب بھی قضائے حاجت کے لئے باہر جاتا ہُوں تو اپنے رب سے حیاء کی وجہ سے میں اپنا سر کپڑے سے ڈھانکے رکھتا ہُوں[1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک دن منبر پر کھڑے ہُوئے تو رونے لگے پھر فرمایا پہلے سال حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہم میں بیان کرنے کے لئے منبر پر کھڑے ہُوئے تو رونے لگے اور ارشاد فرمایا اللہ سے مُعافی بھی مانگو اور عافیت بھی۔ کیونکہ کسی آدمی کو ایمان ویقین کے بعد عافیت سے بہتر کوئی نعمت نہیں دی گئی یعنی سب سے بڑی نعمت تو ایمان ویقین ہے اور اس کے بعد عافیت ہے[2]

حضرت اُوس رحمۃُ اللہ عَلَیْہ کہتے ہیں ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا ارشاد فرمایا پچھلے سال حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے میری اسی جگہ کھڑے ہوکر بیان فرمایا تھا اس میں ارشاد فرمایا تھا اللہ سے عافیت مانگو کیونکہ کسی کو یقین کے بعد عافیت سے افضل نعمت نہیں دی گئی اور سچ کو لازم پکڑے رہو کیونکہ سچ بولنے سے آدمی نیک اعمال تک پہنچ جاتا ہے۔ سچ اور نیک اعمال جنت میں لے جاتے ہیں اور جھُوٹ سے بچو کیونکہ جھُوٹ بولنے سے آدمی فسق وفجُور تک پہنچ جاتا ہے اور جھُوٹ اور فسق وفجُور دوزخ میں لے جاتے ہیں آپس میں حسد نہ کرو ایک دُوسرے سے بُغض نہ رکھو قطع تعلق نہ کرو۔ ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو اور جیسے تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے اَللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو[3]

حضرت ابوبکر بن محمد بن عَمرو بن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا اور اس میں ارشاد فرمایا حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا نفاق والے خشوع سے اَللہ کی پناہ مانگو۔ صحابہؓ نے پُوچھا یارسُولَ اللہ! نِفَاق والا خُشوع کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا دِل میں تو نفاق ہو لیکن ظاہر بدن میں خشوع ہو[4]

حضرت ابوالعالیہ رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہم میں بیان

---

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الحلیہ (ج ۱ ص ۳۴) عن عروۃ بن الزبیر واخرجہ ابن المبارک کما ورد وابن ابی شیبۃ والخرائطی فی مکارم الاخلاق عن ابن الزبیر نحوہ کما فی الکنز (ج ۸ ص ۴۹) (۲) اخرجہ ابن حبان فی روضۃ العقلاء کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۳۴) وقال ہو منقطع (۳) اخرجہ الترمذی وحسنہ والنسائی کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۳۳) (۴) عند احمد والنسائی وابن حبان والحاکم کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹) (۵) اخرجہ الحکیم والعسکری والبیہقی کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۱۲۹)

فرمایا اور اس میں ارشاد فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسافر (چار رکعت والی نماز کو) دو رکعت پڑھے گا اور مقیم چار رکعت پڑھے گا میری پیدائش کی جگہ مکہ ہے اور میری ہجرت کی جگہ مدینہ ہے اور جب میں ذوالحلیفہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوتا ہوں تو دو رکعت نماز پڑھتا ہوں [1]

حضرت ابوضمرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا عنقریب تمہارے لئے ملک شام فتح کر دیا جائے گا پھر تم وہاں نرم زمین میں جاؤ گے اور روٹی اور تیل سے اپنا پیٹ بھرو گے اور وہاں تمہارے لئے مسجدیں بنائی جائیں گی اور اس بات سے بچنا کہ اللہ کے علم میں یہ بات آئے کہ تم لوگ کھیل کود کے لئے ان مسجدوں میں جاتے ہو کیونکہ مسجدیں تو صرف ذکر کے لئے بنائی گئی ہیں [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم میں بیان فرماتے تو انسان کی پیدائش کی ابتدا کا تذکرہ کرتے اور فرماتے انسان پیشاب کی نالی سے دو دفعہ گزر کر پیدا ہوا ہے اور اس کا اس طرح تذکرہ کرتے کہ ہم اپنے آپ کو ناپاک سمجھنے لگے [3]

جہاد کے باب میں مرتدین سے جنگ کی ترغیب کے بارے میں اور جہاد کی ترغیب کے بارے میں اور روم سے غزوہ کرنے کے لئے جانے کے بارے میں اور صحابہ کرامؓ کے ملک شام جانے کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیانات گزر چکے ہیں اور صحابہ کرامؓ کے باہمی اتحاد اور اتفاق رائے کے اہتمام کے باب میں آپس کے انتشار سے ڈرانے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے واقع ہو جانے اور حضورؐ کے دین کو مضبوطی سے پکڑنے اور خلافت میں قریش کو ترجیح دینے اور خلافت قبول کرنے سے عذر پیش کرنے اور بیعت مسلمانوں کو واپس کرنے اور خلیفہ کی صفات کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ کے بیانات گزر چکے ہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے باب میں آیت لَا یَضُرُّکُمۡ مَّنۡ ضَلَّ اِذَا اهۡتَدَیۡتُمۡ کی تفسیر کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ کا بیان گزر چکا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بیانات

حضرت حُمَید بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک صاحب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے موقع پر موجود تھے۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکرؓ کے دفن سے فارغ ہو کر قبر کی مٹی ہاتھوں سے جھاڑی پھر اسی جگہ کھڑے ہو کر بیان کیا اور اس میں فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ سے مجھے اور میرے ذریعہ سے تمہیں آزمائیں گے اور اللہ نے مجھے

(۱) ابو نعیم فی الحلیۃ وابن جریر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۳۹) (۲) اخرجہ احمد فی الزہد کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۲۵۹) (۳) اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۵)

میرے دو حضرات (رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ) کے بعد آپ لوگوں میں باقی رکھا ہے اللہ کی قسم! ایسے نہیں ہو سکے گا کہ میرے پاس تمہارا کوئی کام پیش ہو اور میرے علاوہ کوئی اور اس کام کو کرے اور نہ ہی ایسے ہو سکے گا کہ تمہارا کوئی کام میری غیر موجودگی سے تعلق رکھتا ہو اور میں اس کی کفایت کرنے اور اس کے بارے میں امانتداری اختیار کرنے میں کوتاہی کروں اگر لوگ اچھے عمل کریں گے تو میں اُن کے ساتھ اچھا سلوک کروں گا اور اگر بُرے عمل کریں گے تو میں اُنہیں عبرت ناک سزا دوں گا۔ وہ بتانے والے صاحب کہتے ہیں اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ نے دُنیا سے جانے تک پہلے دن کے بیان کردہ اپنے اس اصول کے خلاف نہ کیا ہمیشہ اسی پر قائم رہے[1]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو وہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ مجھے ایسا نہیں دیکھنا چاہتے کہ میں اپنے آپ کو منبر کی اس جگہ بیٹھنے کا اہل سمجھوں جہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھا کرتے تھے یہ کہہ کر حضرت عمرؓ ایک سیڑھی نیچے ہو گئے پھر اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا قرآن پڑھو اس کے ذریعہ تم پہچانے جاؤ گے اور قرآن پر عمل کرو اس سے تم قرآن والوں میں سے ہو جاؤ گے اور اعمالنامے کے تولے جانے سے پہلے پہلے تم خود اپنا موازنہ کر لو اور اُس دن کی بڑی پیشی کے لئے اپنے آپ کو (نیک اعمال) سے آراستہ کر لو جس دن تم اللہ کے سامنے پیش کیئے جاؤ گے اور تمہاری کوئی پوشیدہ سے پوشیدہ بات چھپی نہیں رہ سکے گی اور کسی حق والے کا حق اتنا نہیں بنتا کہ اُس کی بات مان کر اللہ کی نافرمانی کی جائے۔ غور سے سُنو! میں اللہ کے مال یعنی بیت المال میں سے اتنا لوں گا جتنا یتیم کے والی کو یتیم کے مال میں سے ملتا ہے اگر مجھے اس کی بھی ضرورت نہ ہوئی تو میں یہ بھی نہیں لوں گا اور اگر ضرورت ہوئی تو کام کرنے والے کو عام طور سے جتنا ملتا ہے اس کے مطابق لوں گا[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بیان میں فرمایا اللہ تعالیٰ کے تم سے حساب لینے سے پہلے پہلے تم اپنا محاسبہ کر لو اس سے اللہ کا حساب آسان ہو جائے گا اور اعمالنامے کے تولے جانے سے پہلے پہلے تم اپنا موازنہ کر لو اور اس دن کی بڑی پیشی کے لیئے اپنے آپ کو (نیک اعمال سے) آراستہ کر لو جس دن تم اللہ کے سامنے پیش کیئے جاؤ گے اور تمہاری کوئی پوشیدہ سے پوشیدہ بات چھپی نہیں رہ سکے گی[3]

---

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۷۵) (۲) اخرجہ الدینوری کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۱۰) واخرجہ الفضائلی عن الشعبی نحوہ کما فی ریاض النضرۃ (ج ۲ ص ۸۹) (۳) اخرجہ ابن المبارک وسعید بن منصور واحمد فی الزہد وابن ابی شیبۃ وغیرہم کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۸)

حضرت ابو فراس رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا اے لوگو! غور سے سنو! پہلے ہمیں آپ لوگوں کے اندرونی حالات اس طرح معلوم ہو جاتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے اور وحی نازل ہوا کرتی تھی اور اللہ تعالیٰ ہمیں آپ لوگوں کے حالات بتا دیا کرتے تھے (کہ کون مومن ہے کون منافق اور کس مؤمن کا درجہ بڑا ہے اور کس کا چھوٹا؟) غور سے سنو! حضورؐ اب تشریف لے جاچکے اور وحی کا سلسلہ بھی بند ہو چکا، اس لئے اب ہمارے لئے آپ لوگوں کے حالات و درجات معلوم کرنے کا طریقہ وہ ہوگا جو اب ہم بتانے لگے ہیں آپ میں سے جو خیر کو ظاہر کرے گا ہم اُس کے بارے میں اچھا گمان رکھیں گے اور اسی وجہ سے اس سے محبت کریں گے اور جو ہمارے سامنے شر ظاہر کرے گا ہم اُس کے بارے میں بُرا گمان رکھیں گے اور اسی وجہ سے اُس سے بغض رکھیں گے اور آپ لوگوں کے پوشیدہ اور اندرونی حالات آپ کے اور آپ کے رب کے درمیان ہوں گے یعنی ہم تو ہر ایک کے ظاہر کے مطابق اس کے متعلق فیصلہ کریں گے۔ غور سے سنو! ایک وقت تو ایسا تھا کہ مجھے اس بات کا یقین تھا کہ ہر قرآن پڑھنے والا صرف اللہ کے لئے اور اللہ کے ہاں کی نعمتوں کے لینے کے ارادے سے پڑھ رہا ہے لیکن اب آخر میں آکر کچھ ایسا اندازہ ہو رہا ہے کہ کچھ لوگ جو کچھ انسانوں کے پاس ہے اُسے لینے کے ارادے سے قرآن پڑھتے ہیں۔ تم قرآن کے پڑھنے سے اور اپنے اعمال سے اللہ کی رضامندی کا ہی ارادہ کرو۔ توجہ سے سنو! اللہ کی قسم! میں اپنے گورنر آپ لوگوں کے پاس اس لئے نہیں بھیجتا کہ وہ آپ لوگوں کی کھالوں کی پٹائی کریں یا آپ لوگوں کے مال لے لیں بلکہ اس لئے بھیجتا ہوں تاکہ وہ آپ لوگوں کو دین اور سنت سکھائیں۔ جو گورنر کسی کے ساتھ اس کے علاوہ کچھ اور کرے وہ اس گورنر کی بات میرے پاس لے کر آئے۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں اُسے اُس گورنر سے ضرور بدلہ لے کر دوں گا۔ غور سے سنو! مسلمانوں کی پٹائی نہ کرو ورنہ تم انہیں ذلیل کر دو گے اور اسلامی سرحد سے اُنہیں گھر واپس جانے سے نہ روکو ورنہ تم انہیں فتنہ میں ڈال دو گے اور اُن کے حقوق ان سے نہ روکو (بلکہ ادا کرو) ورنہ تم انہیں ناشکری میں مبتلا کر دو گے اور گھنے درختوں والے جنگل میں انہیں لے کر مت پڑاؤ ڈالنا ورنہ (بکھر جانے کی وجہ سے دشمن کا داؤ چل جائے گا اور) وہ ضائع ہو جائیں گے۔[1]

حضرت ابو العجفاء رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان میں

---

(۱) اخرجہ احمد وابن سعد ومسدد وابن خزیمۃ والحاکم والبیہقی وغیرہم کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۹) قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۱۱) ابو فراس لم ار من جرحہ ولا وثقہ وبقیۃ رجالہ ثقات۔ انتہی وقال الحاکم (ج ۴ ص ۴۳۹) ہذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ ووافقہ الذہبی۔

فرمایا غور سے سُنو! عورتوں کے مہر بہت زیادہ مقرر نہ کرو کیونکہ اگر مہر کا زیادہ ہونا دُنیا میں عزت کی چیز ہوتی یا اللہ کے ہاں تقویٰ والا کام شمار ہوتا تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تم سے زیادہ اس کے حقدار ہوتے۔ حضورؐ نے اپنی کسی بیوی یا بیٹی کا مہر بارہ اوقیہ یعنی چار سو اسی درہم سے زیادہ مُقرر نہیں فرمایا تم لوگ مہر بہت زیادہ مقرر کر لیتے ہو لیکن جب دینا پڑتا ہے تو پھر دِل میں اس عورت کی دُشمنی محسوس کرتے ہو تم مہر دیتے بھی ہو لیکن اُس عورت سے کہتے ہو کہ مجھے تیرے مہر کی وجہ سے مَشک بھی اُٹھانی پڑی اور بہت مشقت بھی اور دُوسری بات یہ ہے کہ تمہارے غزوات میں جو آدمی قتل ہو جاتا ہے تم اس کے بارے میں کہتے ہو فلاں شہید ہو کر قتل ہُوا یا فلاں نے شہید ہو کر وفات پائی (بغیر تحقیق کے کسی کے شہید ہونے کا حتمی فیصلہ نہ کیا کرو) کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ تجارت کے ارادے سے ساتھ آیا ہو اور اُس نے اپنی سواری کے آخری حصّے پر اور کجاوے کی ایک جانب سونا چاندی لاد رکھا ہو (یہ تجارت والا اللہ کے راستے میں نہیں ہے) اِس لیئے یہ بات نہ کہا کرو بلکہ جیسے حضورؐ نے فرمایا ویسے کہا کرو کہ جو آدمی اللہ کے راستہ میں قتل ہُوا یا فوت ہُوا وہ جنت میں جائے گا۔[1]

حضرت مسروق رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہُوئے اور فرمایا اے لوگو! عورتوں کے مہر زیادہ کیوں مقرر کرتے ہو؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کے زمانے میں مہر چار سو درہم یا اس سے کم ہُوا کرتا تھا۔ اگر مہر بہت زیادہ مقرر کرنا اللہ کے ہاں تقویٰ کا یا عزت کا کام ہوتا تو آپ لوگ اس میں حضورؐ اور صحابہؓ سے آگے نہ نکل سکتے۔[2] نکاح کے باب میں اِس بیان کی چند روایات ہم ذکر کر چکے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جَابِیَہ شہر میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا جسے اللہ ہدایت دے اُسے کوئی گُمراہ نہیں کر سکتا اور جسے گُمراہ کر دے اُسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک پادری بیٹھا ہُوا تھا اُس نے فارسی میں کچھ کہا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ترجمان سے پُوچھا یہ کیا کہہ رہا ہے؟ ترجمان نے بتایا یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گُمراہ نہیں کرتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا او اللہ کے دُشمن! تم غلط کہتے ہو بلکہ اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور اُسی نے تمہیں گمراہ کیا اور اِنشاءَ اللہ وہ تمہیں دوزخ کی آگ میں داخل کرے گا۔ اگر تمہارے (ذِمّی ہونے کے) عہد کا پاس نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن اُڑا دیتا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلام کو پیدا فرمایا تو ان کی ساری

---

[1] اخرجہ عبدالرزاق والطیالسی واحمد والدارمی والترمذی وصححہ وابو داؤد والنسائی وابن ماجۃ وغیرہم [2] عند سعید بن منصور وابی یعلی کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۹۷)

اولاد اُن کے سامنے بکھیر دی اور جنت والوں کے نام اور ان کے اعمال (لوحِ محفوظ میں) اُسی وقت لکھ دیئے اور اسی طرح دوزخ والوں کے نام اور ان کے اعمال بھی اسی وقت لکھ دیئے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ لوگ اس (جنت) کے لئے ہیں اور یہ لوگ اس (دوزخ) کے لئے ہیں۔ راوی کہتے ہیں پھر لوگ بکھر گئے اور تقدیر کے بارے میں اختلاف کرنے لگے[1]۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کسی آدمی نے آکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ کچھ لوگ تقدیر کے بارے میں غلط باتیں کرتے ہیں اس پر حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا، ارشاد فرمایا اے لوگو! تم سے پہلی اُمتیں تقدیر کے بارے میں غلط باتیں کر کے ہی ہلاک ہوئی ہیں۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں عمر کی جان ہے! آئندہ جن دو آدمیوں کے بارے میں مَیں نے یہ سُنا کہ یہ تقدیر کے بارے میں (اپنی عقل سے) باتیں کر رہے ہیں تو مَیں دونوں کی گردن اُڑا دوں گا۔ راوی کہتے ہیں حضرت عمرؓ کا یہ اعلان سُن کر تمام لوگوں نے تقدیر کے بارے میں بات کرنی چھوڑ دی پھر حجاج کے زمانے میں شام میں ایک جماعت ظاہر ہوئی جس نے سب سے پہلے تقدیر کے بارے میں بات کرنی شروع کی[2]۔

حضرت باہلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام میں داخل ہوئے تو اُنہوں نے جابیہ شہر میں کھڑے ہو کر بیان فرمایا ارشاد فرمایا قرآن سیکھو اس سے تمہارا تعارف ہوگا اور قرآن پر عمل کرو اس سے تم قرآن والوں میں سے ہو جاؤ گے اور کسی حقدار کا درجہ اتنا بڑا نہیں ہو سکتا کہ اُس کی بات مان کر اللہ کی نافرمانی کی جائے اور اس بات کا یقین رکھو کہ حق بات کہنے سے اور کسی بڑے کو نصیحت کرنے سے نہ تو موت قریب آتی ہے اور نہ اللہ کا رزق دور ہوتا ہے۔ اور اس بات کو جان لو کہ بندے اور اس کی روزی کے درمیان ایک پردہ پڑا ہوا ہے۔ اگر بندہ صبر سے کام لیتا ہے تو اُس کی روزی خود اُس کے پاس آجاتی ہے اور اگر بے سوچے سمجھے روزی کمانے میں گھُس جاتا ہے (حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتا) تو وہ اس پردے کو تو پھاڑ لیتا ہے لیکن اپنے مقدر کی روزی سے زیادہ نہیں پاسکتا۔ گھوڑوں کو سدھاؤ اور تیر چلانا سیکھو اور جوتی پہنا کرو اور مسواک کیا کرو۔ اور موٹا جھوٹا استعمال کرو اور عجمیوں کی عادتیں اختیار کرنے سے اور ظالم جابر لوگوں کے پڑوس سے بچو اور اس سے بھی بچو کہ تمہارے درمیان صلیب بلند کی جائے یا تم اُس دستر خوان پر بیٹھو جس پر شراب پی جائے اور بغیر لنگی کے حمام میں داخل ہونے سے بھی بچو اور اس سے بھی بچو کہ تم عورتوں کو ایسے ہی چھوڑ دو کہ وہ حمام میں داخل ہوں کیونکہ حمام میں داخل ہونا عورتوں کے لئے جائز نہیں۔ تم جب عجمیوں کے علاقہ میں پہنچ جاؤ اور ان سے معاہدہ کر لو تو پھر کمائی کے ایسے

(1) اخرجہ ابوداؤد فی کتاب القدریۃ وابن جریر وابن ابی حاتم وغیرہم (2) عند اللالکائی وابن عساکر وغیرہما کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۸۶)

کام اختیار کرنے سے بچو جن کی وجہ سے تمہیں وہاں ہی رہنا پڑ جائے اور ملک عرب میں واپس نہ آسکو کیونکہ تمہیں اپنے علاقہ میں عنقریب واپس آنا ہے اور ذلت اور خواری کو اپنی گردن میں ڈالنے سے بچو۔ عرب کے مال مولیشی کو لازم پکڑو جہاں بھی جاؤ انہیں ساتھ لے جاؤ اور یہ بات جان لو کہ شراب تین چیزوں سے بنائی جاتی ہے کشمش، شہد اور کھجور جو اس میں سے پرانی ہو جائے (اور اس میں نشہ پیدا ہو جائے) تو وہ شراب ہے جو کہ حلال نہیں ہے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین آدمیوں کو پاک نہیں کریں گے اور انہیں (رحمت کی نگاہ سے) نہیں دیکھیں گے اور انہیں اپنے قریب نہیں کریں گے اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔ ایک وہ آدمی جو دُنیا لینے کے ارادے سے امام سے بیعت ہو پھر اگر اُسے دُنیا ملے تو وہ اس بیعت کو پورا کرے ورنہ نہ کرے۔ دوسرا وہ آدمی جو عصر کے بعد (بیچنے کیلئے) سامان لے کر جائے اور اللہ کی جھوٹی قسم کھا کر کہے اس کی اتنی اور اتنی قیمت لگ چکی ہے اور اُس کی اس جھوٹی قسم کی وجہ سے وہ سامان بک جائے۔ مؤمن کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے اور تمہارے لیئے یہ حلال نہیں کہ تم اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھو اور جو شخص کسی جادوگر، کاہن یا نجومی کے پاس جائے اور جو وہ کہے اُسے سچا مانے تو اُس نے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر نازل ہونے والے دین کا انکار کر دیا۔[1]

حضرت موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جابیہ میں یہ بیان فرمایا تھا، اما بعد! میں تمہیں اُس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو ہمیشہ رہے گا اور اس کے علاوہ ہر ایک فنا ہو جائے گا جو فرمانبرداری کی وجہ سے اپنے دوستوں کا اکرام کرتا ہے اور نافرمانی کی وجہ سے اپنے دُشمنوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اب جو کسی گمراہی والے کام کو ہدایت والا سمجھ کر کرتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے یا کسی حق والے کام کو گمراہی والا سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے تو اس ہلاک ہونے میں اس کے پاس کوئی عذر نہیں ہے اور بادشاہ کو اپنی رعایا کے بارے میں سب سے زیادہ نگرانی اور دیکھ بھال اس بات کی کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جس دین کی ان کو ہدایت نصیب فرمائی اُس دین والے احکامات ان لوگوں پر لازم ہیں۔ یہ لوگ ان احکامات کو صحیح طرح سے ادا کریں اور ہم ذمہ داران خلافت کے ذمہ یہ بھی ہے کہ ہم آپ لوگوں کو اللہ کی اس اطاعت کا حکم دیں جس کا اللہ نے آپ لوگوں کو حکم دیا اور اللہ کی اس نافرمانی سے روکیں جس سے اللہ نے آپ لوگوں کو روکا اور قریب اور دُور کے آپ تمام لوگوں میں اللہ کے احکام کو قائم کریں اور جو حق کو جھکانا چاہتا ہے ہمیں اس کی کوئی پروا

(۱) اخرجہ العدنی کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۸)

نہیں اور مجھے معلوم ہے کہ بہت سے لوگ اپنے دین کے بارے میں بہت سی تمنائیں کرتے ہیں کہتے ہیں ہم نمازیوں کے ساتھ نماز پڑھیں گے اور مجاہدوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے اور ہم ہجرت کی نسبت حاصل کریں گے وہ ان کاموں کو کرتے تو ہیں لیکن ان کا حق ادا نہیں کرتے اور ایمان صرف صورت بنا لینے سے نہیں ملتا اور ہر نماز کا ایک وقت ہے جو اللہ نے اس کے لئے مقرر فرمایا ہے اس کے بغیر نماز ٹھیک نہیں ہو سکتی فجر کا وقت اُس وقت شروع ہوتا ہے جب رات ختم ہو جاتی ہے اور روزے دار کے لئے کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ فجر میں خوب زیادہ قرآن پڑھا کرو اور ظہر کا وقت سورج کے زوال سے شروع ہو جاتا ہے لیکن گرمیوں میں اس وقت پڑھو جب تمہارا سایہ تمہارے جتنا لمبا ہو جائے۔ اس وقت تک انسان کا دوپہر کا آرام پورا ہو جاتا ہے اور سردیوں میں اُس وقت پڑھو جب کہ سورج تمہارے دائیں ابرو پر آجائے یعنی زوال کے تھوڑی دیر بعد پڑھ لو اور وضو، رکوع اور سجدے میں اللہ نے جو پابندیاں لگا رکھی ہیں وہ سب پوری کرو اور یہ سب اس لئے ہے تاکہ سوتا نہ رہ جائے اور نماز قضا ہو جائے اور عصر کا وقت یہ ہے کہ سورج زرد ہونے سے پہلے ایسے وقت میں پڑھی جائے کہ ابھی سورج سفید اور صاف ہو اور نماز کے بعد آدمی سست رفتار اونٹ پر چھ میل کا فاصلہ غروب سے پہلے طے کر سکے اور مغرب کی نماز سورج ڈوبتے ہی روزہ کھولنے کا وقت ہوتے ہی پڑھی جائے اور عشاء کی نماز سرخی غائب ہو کر رات کا اندھیرا چھانے سے لے کر تہائی رات تک پڑھی جائے جو اس سے پہلے سو جائے اللہ اُسے آرام و سکون والی نیند نہ دے۔ یہ نمازوں کے اوقات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ○ (سورت نساء آیت ۱۰۳) "یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے" اور ایک آدمی کہتا ہے میں نے ہجرت کی ہے حالانکہ اس کی ہجرت کامل نہیں ہے۔ کامل ہجرت والے تو وہ لوگ ہیں جو تمام برائیاں چھوڑ دیں اور بہت سے لوگ کہتے ہیں ہم جہاد کر رہے ہیں حالانکہ جہاد فی سبیل اللہ یہ ہے کہ آدمی دشمن کا مقابلہ بھی کرے اور حرام سے بھی بچے۔ بہت سے لوگ خوب اچھی طرح دشمن سے جنگ کرتے ہیں لیکن نہ ان کا ارادہ اجر لینے کا ہوتا ہے اور نہ اللہ کو یاد کرنے کا۔ اور قتل ہو جانا بھی موت کی ایک صورت ہے یعنی قتل ہونا شہادت اُس وقت شمار ہوگا جب کہ صرف اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کی نیت سے جنگ کر رہا ہو اور ہر آدمی اسی نیت پر شمار کیا جائے گا جس نیت سے اُس نے جنگ کی ہے۔ ایک آدمی اس لیے جنگ کرتا ہے کہ اُس کی طبیعت میں بہادری ہے اور جسے جانتا ہے اور جسے نہیں جانتا ہر ایک کو جنگ کر کے دشمن سے بچاتا ہے ایک آدمی طبعاً بزدل ہوتا ہے

وہ تو اپنے ماں باپ کی مدد نہیں کر سکتا بلکہ انہیں دشمن کے حوالے کر دیتا ہے حالانکہ کتا بھی اپنے گھر والوں کے پیچھے سے بھونکتا ہے یعنی بزدل آدمی کتے سے بھی گیا گزرا ہوتا ہے اور جان لو کہ روزہ قابلِ احترام عمل ہے۔ آدمی روزہ رکھ کر جیسے کھانے، پینے اور عورتوں کی لذت سے بچتا ہے ایسے ہی اگر مسلمانوں کو تکلیف دینے سے بھی بچے تو پھر اس کا روزہ کامل درجہ کا ہوگا اور زکوٰۃ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے (اللہ کے فرمانے سے) فرض کی ہے اسے خوشی خوشی ادا کیا جائے اور زکوٰۃ لینے والے پر اپنا احسان نہ سمجھا جائے۔ تمہیں جو نصیحتیں کی جا رہی ہیں انہیں اچھی طرح سمجھ لو جس کا دین لٹ گیا اس کا سب کچھ لٹ گیا خوش قسمت وہ ہے جو دوسرے کے حالات سے عبرت اور نصیحت حاصل کرلے۔ بدبخت وہ ہے جو کہ ماں کے پیٹ میں یعنی ازل سے بدبخت ہوا ہو اور سب سے بُرے کام وہ ہیں جو نئے گھڑے جائیں اور سنت میں میانہ روی اختیار کرنا بدعت میں بہت زیادہ کوشش کرنے سے بہتر ہے اور لوگوں کے دلوں میں اپنے بادشاہ سے نفرت ہوا کرتی ہے میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ مجھ میں اور تم میں طبعی کینہ پیدا ہو جائے یا میں اور تم خواہشات کے پیچھے چلنے لگ جائیں یا دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے لگ جائیں اور مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ تم لوگ کہیں ظالموں کی طرف مائل نہ ہو جاؤ اور مالداروں پر تمہیں مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔ تم اس قرآن کو لازم پکڑو کیونکہ اس میں نور اور شفاء ہے باقی سب کچھ تو بدبختی کا سامان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے جن کاموں کا والی بنایا ہے اُن میں جو حق میرے ذمہ تھا وہ میں نے ادا کر دیا ہے اور تمہاری خیر خواہی کے جذبہ سے تمہیں وعظ و نصیحت بھی کر چکا ہوں۔ ہم نے اس بات کا حکم دے دیا ہے کہ تمہیں تمہارے حصے (بیت المال میں سے) دے دیئے جائیں اور تمہارے لشکروں کو ہم جمع کر چکے ہیں اور جہاں جا کر تم نے غزوہ کرنا ہے وہ جگہیں ہم مقرر کر چکے ہیں اور تمہارے پڑاؤ کی جگہیں بھی مقرر کر دی ہیں اور تلواروں سے لڑ کر جو تم نے مالِ غنیمت حاصل کیا ہے اس میں ہم نے تمہارے لیئے پوری طرح وسعت کی ہے لہٰذا اب تمہارے پاس اللہ کے حکم کے مقابلہ میں کوئی عذر نہیں ہے بلکہ سارے وہ دلائل ہیں جن سے اللہ کا ہر حکم ماننا تم پر لازم آتا ہے۔ میں اسی پر بات ختم کرتا ہوں اور اپنے لیئے اور سب کے لیئے اللہ سے استغفار کرتا ہوں [1]

سیف راوی نے اسی روایت کے ضمن میں بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنی جگہ خلیفہ بنایا پھر گھوڑے پر سوار ہو کر چلے تاکہ

[1] ذکرہ فی الکنز (ج ۸ ص ۲۱۰)

سفر تیزی سے پورا ہو۔ چلتے چلتے جابیہ شہر پہنچ گئے۔ وہاں قیام فرمایا وہاں ایک زبردست مؤثر بیان فرمایا اس میں فرمایا اے لوگو! اپنے باطن کی اصلاح کرلو تمہارا ظاہر خودبخود ٹھیک ہو جائے گا۔ تم اپنی آخرت کے لیئے عمل کرو تمہاری دُنیا کے کام منجانب اللہ خود ہی ہو جائیں گے اور کسی آدمی کے اور حضرت آدم علیہ السّلام کے درمیان ایسا کوئی زندہ باپ نہیں ہے جو موت کے وقت اُس کے کام آسکے اور نہ کسی آدمی کے اور اللہ کے درمیان نرمی کا کوئی معاہدہ ہے اور جو آدمی اپنے لیئے جنّت کا راستہ واضح کرنا چاہتا ہے اُسے چاہیئے کہ وہ جماعت کو لازم پکڑے رکھے کیونکہ شیطان اکیلے آدمی کے ساتھ ہوتا ہے اور دو آدمیوں سے بہت دُور ہوتا ہے۔ اور کوئی آدمی ہرگز کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے ورنہ شیطان ان دو کے ساتھ تیسرا ہو گا۔ جسے اپنی نیکی سے خوشی ہو اور اپنی بُرائی سے رنج وصدمہ ہو وہ کامل ایمان والا ہے۔ راوی کہتے ہیں یہ بیان بہت لمبا ہے جسے ہم نے اختصار سے ذکر کیا ہے[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ میں بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا جیسے میں تم میں کھڑے ہو کر بیان کر رہا ہوں ایسے ہی ایک مرتبہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہم میں کھڑے ہو کر بیان فرمایا تھا جس میں آپؐ نے فرمایا تھا کہ تم لوگ میرے صحابہؓ کے بارے میں اچھا معاملہ کرنے کی وصیت قبول کرو اور جو ان کے بعد والے ہیں ان کے بارے میں بھی وصیت قبول کرو اور پھر جو ان کے بعد والے ہیں اُن کے بارے میں بھی یہی وصیت قبول کرو یعنی تابعین اور تبع تابعین کے بارے میں۔ ان تین طبقات کے بعد پھر جھوٹ پھیل جائے گا یہاں تک کہ آدمی سے گواہی دینے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا اور خود ہی (جھوٹی) گواہی دینی شروع کر دے گا۔ تم میں سے جو آدمی جنّت کے عین بیچ میں جانا چاہتا ہے اُسے چاہیئے کہ وہ جماعت کو لازم پکڑے رکھے کیونکہ شیطان اکیلے کے ساتھ ہوتا ہے اور دو آدمیوں سے بہت دُور ہوتا ہے اور تم میں سے کوئی آدمی کسی اجنبی عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی اختیار نہ کرے ورنہ شیطان ان دو کے ساتھ تیسرا ہو گا جسے اپنی نیکی سے خوشی ہو اور اپنی بُرائی سے رنج و صدمہ ہو وہ ایمان والا ہے[2]

حضرت سُوید بن غفلہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ شہر میں لوگوں میں بیان فرمایا ارشاد فرمایا حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (مردوں کو) ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے صرف دو تین یا چار اُنگلی کے برابر ریشم پہننے کی اجازت دی ہے۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے سمجھانے کے لیئے ہاتھ سے اشارہ بھی فرمایا[3] سیف راوی نے بیان کیا کہ طاعون

[1] قال ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۷ ص ۵۶) [2] عند احمد (ج ۱ ص ۱۸) [3] عند احمد ایضاً ج ۱ ص ۵۱)

عمواس کے بعد ۱۸ھ کے آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملکِ شام آئے جب ذی الحجہ میں وہاں سے مدینہ واپس جانے کا ارادہ فرمالیا تو لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا غور سے سنو! مجھے تمہارا امیر بنایا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارا والی بنایا ہے اس کی وجہ سے جو ذمہ داریاں آتی ہیں میں نے ماشاء اللہ وہ سب ادا کردی ہیں اور تمہارے حصہ کا مالِ غنیمت تم میں پھیلا دیا ہے اور پڑاؤ ڈالنے کی جگہیں اور غزوہ کرنے کی جگہیں سب تفصیل سے تمہیں بتا دی ہیں جو کچھ ہمارے پاس تھا وہ سب تمہیں پہنچا دیا ہے۔ تمہارے لشکر جمع کر دیئے ہیں اور تمہارے لیئے ترقی کی راہیں مہیا کردی ہیں اور تمہیں ٹھکانے دے دیئے ہیں اور ملکِ شام میں جنگ کر کے تم نے جو مالِ غنیمت حاصل کیا تھا وہ سب تم لوگوں میں وسعت سے تقسیم کر دیا ہے تمہاری خوراک مقرر کردی ہے اور تمہیں عطایا، روزینہ اور مالِ غنیمت دینے کا ہم نے حکم دے دیا ہے۔ کوئی آدمی ایسی چیز جانتا ہو جس پر عمل کرنا مناسب ہو وہ ہمیں بتائے ہم اس پر انشاء اللہ ضرور عمل کریں گے اور نیکی کرنے کی طاقت صرف اللہ سے ہی ملتی ہے۔[1]

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثناء اس کی شان کے مناسب بیان کی پھر لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کے بارے میں یاد دہانی کرائی پھر فرمایا اے لوگو! مجھے تمہارا والی اور امیر بنایا گیا ہے اگر مجھے یہ امید نہ ہوتی کہ میں تم میں سے تمہارے لیئے سب سے بہتر، سب سے زیادہ قوی اور پیش آنے والے اہم امور میں سب سے زیادہ مضبوط رہوں گا تو ہرگز میں آپ لوگوں کا امیر بنتا اور عمر کے فکرمند اور غمگین ہونے کے لیئے یہ بات کافی ہے کہ اسے حساب کے ٹھیک نکلنے کا انتظار ہے اور حساب اس بات کا کہ تم سے حقوق لے کر کہاں رکھوں اور تم لوگوں کے ساتھ کیسے چلوں میں اپنے رب سے ہی مدد چاہتا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت، مدد اور تائید سے عمر کا تدارک نہ فرمادیں تو عمر کو کسی طاقت اور تدبیر پر کوئی اعتماد نہیں۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارا امیر بنادیا ہے جتنی چیزیں تمہارے سامنے ہیں ان میں سے جو چیز تمہیں سب سے زیادہ نفع دینے والی ہے میں اسے خوب اچھی طرح جانتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اس سب سے زیادہ نفع دینے والی چیز میں میری مدد کرے اور جیسے اور چیزوں میں میری حفاظت کر رہا ہے ایسے ہی اس میں میری حفاظت فرمائے اور جیسے کہ اللہ نے عدل کرنے کا حکم دیا ہے وہ مجھے تم لوگوں کی تقسیم میں عدل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں ایک مسلمان آدمی اور

(۱) ذکرہ فی البدایۃ (ج ۷ص ۹۰) (۲) اخرجہ ابن جریر الطبری فی تاریخہ (ج ۴ص ۲۱۸)

کمزور بندہ ہوں لیکن اگر اللہ میری مدد فرمائے تو پھر کوئی کمزوری نہیں ہے یہ امارت وخلافت جو مجھے دی گئی ہے یہ اِنشاءَ اللہ میرے اچھے اخلاق کو نہیں بدل سکے گی اور عظمت اور بڑائی تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیئے ہے اور بندوں کے لیئے اس میں سے کچھ بھی نہیں لہٰذا تم میں سے کوئی آدمی ہرگز یہ نہ کہے کہ جب سے عمر امیر بنا ہے بدل گیا ہے۔ میں اپنے نفس کے حق کو خوب سمجھتا ہوں (یا میں اپنے بارے میں حق بات کو خوب سمجھتا ہوں) میں خود آگے بڑھ کر اپنی بات بیان کرتا ہوں لہٰذا جس آدمی کو کوئی ضرورت ہے یا اُس پر کسی نے ظلم کیا ہے اور یا ہماری بدخلقی کی وجہ سے اُسے ہم پر غصہ آیا ہوا ہے تو وہ مجھے بتادے کیونکہ میں بھی تم میں کا ایک آدمی ہوں اور تم لوگ اپنے ظاہر اور باطن میں اور اپنی قابلِ احترام چیزوں اور آبرو میں اللہ سے ڈرتے رہو اور جو حقوق تمہارے اُوپر ہیں تم انہیں ادا کرو اور تم ایک دوسرے کو اپنے مقدمات میرے پاس لے کر آنے پر آمادہ نہ کرو کیونکہ میرے اور لوگوں میں سے کسی کے درمیان نرمی یا طرفداری کا کوئی مُعاہدہ نہیں۔ تم لوگوں کی درستگی مجھے محبوب ہے اور تمہاری ناراضگی مجھ پر بہت گراں ہے۔ تم میں سے اکثر لوگ شہروں میں مقیم ہیں اور تمہارے علاقہ میں نہ کوئی خاص کھیتی باڑی ہے اور نہ دودھ والے جانور زیادہ ہیں بس وہی غلّے اور جانور یہاں ملتے ہیں جو اللہ تعالیٰ باہر سے لے آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت زیادہ اکرام کا وعدہ کیا ہوا ہے اور میں اپنی امانت کا ذمّہ دار ہوں۔ امانت کے بارے میں مجھ سے پُوچھا جائے گا لیکن امانت کا جو حصّہ میرے سامنے ہے اُس کی دیکھ بھال تو میں خود کروں گا یہ کسی کے سپُرد نہیں کروں گا لیکن امانت کا جو حصّہ مجھ سے دُور ہے میں اُس کی دیکھ بھال خود نہیں کرسکتا اُسے سنبھالنے کے لیئے میں تم میں سے ایسے لوگ استعمال کروں گا جو امانتدار ہیں اور عام لوگوں کے لیئے خیر خواہی کا جذبہ رکھنے والے ہیں اور اِنشاءُ اللہ اپنی امانت ایسے لوگوں کے علاوہ اور کسی کے سپُرد نہیں کروں گا۔[1]

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ پر درود بھیجا پھر فرمایا اے لوگو! لالچ کی بعض صُورتیں ایسی ہیں جن سے اِنسان فقیر اور محتاج ہو جاتا ہے اور (لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے) نا اُمیدی کی بعض صُورتیں ایسی ہیں جن سے اِنسان غنی اور بے نیاز ہو جاتا ہے۔ تم وہ چیز جمع کرتے ہو جس کو کھا نہیں سکتے اور اُن باتوں کی اُمید لگاتے ہو جنہیں پا نہیں سکتے۔ تم دھوکے والے گھر یعنی دُنیا میں ہو اور تمہیں موت تک کی مہلت ملی ہوئی ہے۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کے زمانے میں تو تم لوگ

[1] عند ابن جریر الطبری بہذا الاسناد

وحی کے ذریعہ سے پکڑے جاتے تھے جو اپنے باطن میں کوئی چیز چھپاتا تھا اُس کی اس چیز پر پکڑ ہوجاتی تھی (اُس کے اندر کی اُس چیز کا پتہ وحی سے چل جاتا تھا) اور جو کسی چیز کو ظاہر کرتا تھا اُس کی اس چیز پر گرفت ہوجاتی تھی۔ لہٰذا اب تم لوگ ہمارے سامنے اپنے سب سے اچھے اخلاق ظاہر کرو باقی رہے تمہارے اندرونی حالات اور باطن کی نیتیں تو انہیں اللہ خوب جانتا ہے۔ اب جو ہمارے سامنے کسی بُری چیز کو ظاہر کرے گا اور یہ دعویٰ کرے گا کہ اس کی اندرونی حالت بہت اچھی ہے ہم اس کی تصدیق نہیں کریں گے اور جو ہمارے سامنے کسی اچھی چیز کو ظاہر کرے گا ہم اُس کے بارے میں اچھا گمان رکھیں گے اور یہ بات جان لو کہ کنجوسی کی بعض صورتیں نفاق کا شعبہ ہیں لہٰذا تم خرچ کرو جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں خَيْرًا لِّأَنفُسِكُمْ ۗ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (سورت تغابن آیت ۱۶) "اور (بالخصوص مواقع حکم میں) خرچ (بھی) کیا کرو یہ تمہارے لیئے بہتر ہوگا اور جو شخص نفسانی حرص سے محفوظ رہا ایسے ہی لوگ (آخرت میں) فلاح پانے والے ہیں" اے لوگو! اپنے ٹھکانے پاک صاف رکھو اور اپنے تمام اُمور کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔ اور اپنی عورتوں کو قبطی (مصری) کپڑے نہ پہناؤ کیونکہ ان سے اندر جسم نظر تو نہیں آتا لیکن اس کی نوعیت معلوم ہوجاتی ہے۔ اے لوگو! میری تمنا یہ ہے کہ میں برابر سرابر نجات پاجاؤں نہ مجھے انعام ملے اور نہ سزا اور مجھے اِس بات کی اُمید ہے کہ آئندہ مجھے تھوڑی یا زیادہ جتنی عمر ملے گی میں اُس میں اِنشاءَ اللہ حق پر عمل کروں گا اور ہر مسلمان کا اللہ کے مال میں جتنا حصّہ ہے وہ حصّہ خود اُس کے پاس اُس کے گھر پہنچے گا اور اُسے اِس حصّہ کے لینے کے لیئے نہ کچھ کرنا پڑے گا اور نہ کبھی تھکنا پڑے گا اور جو مال اللہ نے تمہیں دے رکھے ہیں اُنہیں درست کرتے رہو اور سہولت کی تھوڑی کمائی اُس زیادہ کمائی سے بہتر ہے جس کے لیئے بڑی مشقت اُٹھانی پڑے اور قتل ہوجانا مرنے کی ایک صورت ہے جو نیک اور بد ہر آدمی کو حاصل ہوجاتی ہے لیکن ہر قتل ہونے والا اللہ کے ہاں شہید نہیں ہوتا بلکہ شہید وہ ہے جس کی نیت اجر و ثواب لینے کی ہو اور جب تم کوئی اُونٹ خریدنا چاہو تو لمبا اور بڑا اُونٹ دیکھو اور اُسے اپنی لاٹھی مارو اگر تم اُسے چوکنے دِل والا پاؤ تو اُسے خرید لو۔[1]

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ اور دُوسرے حضرات فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا اُس میں اِرشاد فرمایا اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ نے تم لوگوں پر شکر واجب کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بغیر مانگے اور بغیر طلب کے جو دُنیا اور آخرت کی شرافت تمہیں عطا فرمائی ہے

[1] ذکرہ ابن جریر ایضاً فی تاریخہ (ج ۳ ص ۲۸۲)

اس کے بارے میں تمہارے اُوپر کئی دلیلیں بنا دی ہیں تم لوگ کچھ نہیں تھے لیکن اُس نے تمہیں پیدا کیا اور پیدا بھی اپنے لیئے اور اپنی عبادت کے لیئے کیا حالانکہ وہ تمہیں (انسان نہ بناتا بلکہ) اپنی سب سے بے قیمت مخلوق بنا سکتا تھا اور اپنی ساری مخلوق تمہارے فائدہ اور خدمت کے لیئے بنائی اور تمہیں اپنے علاوہ اور کسی مخلوق کے لیئے نہیں بنایا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً (سُورت لُقمان آیت ۲۰) " اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور اُس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی پُوری کر رکھی ہیں" اور اُس نے تمہیں خشکی اور سمندر کی سواریاں دیں اور پاکیزہ نعمتیں عطا فرمائیں تاکہ تم شکر گزار بنو پھر تمہارے کان اور آنکھیں بنائیں پھر اللہ کی کچھ نعمتیں ایسی ہیں جو تمام بنی آدم کو ملی ہیں اور کچھ نعمتیں ایسی ہیں جو صرف تم دین اسلام والوں کو ملی ہیں پھر یہ تمام خاص اور عام نعمتیں تمہاری حکومت میں تمہارے زمانہ میں تمہارے طبقہ میں خُوب فراوانی سے ہیں اور ان نعمتوں میں سے ہر نعمت تم میں سے ہر آدمی کو اتنی زیادہ مقدار میں ملی ہے کہ اگر وہ نعمت تمام لوگوں میں تقسیم کر دی جائے تو وہ اس کا شکر ادا کرتے کرتے تھک جائیں اور اس کا حق ادا کرنا ان پر بھاری ہو جائے۔ ہاں اگر وہ اللہ اور اُس کے رسُول پر ایمان لائیں اور اللہ ان کی مدد کرے تو پھر وہ اس نعمت کا شکر اور اس کا حق ادا کر سکتے ہیں اور اللہ نے تمام رُوئے زمین پر تمہیں اپنا خلیفہ بنایا ہُوا ہے اور زمین والوں پر تم غالب آئے ہُوئے ہو اور اللہ نے تمہارے دین کی خُوب مدد کی ہے اور جن لوگوں نے تمہارا دین اختیار نہیں کیا اُن کے دو حصے ہو گئے ہیں۔ کچھ لوگ تو اسلام اور اسلام والوں کے غُلام بن گئے ہیں (اِس سے مُراد ذمّی لوگ ہیں) جو تمہیں جزیہ دیتے ہیں خُون پسینہ ایک کر کے کماتے ہیں اور طلبِ معاش میں ہر طرح کی مشقت اُٹھاتے ہیں مشقت ساری ان کے ذمہ ہے اور اُن کی کمائی سے جزیہ کا فائدہ آپ لوگوں کو ملتا ہے اور کچھ لوگ وہ ہیں جو دِن رات ہر وقت اللہ کے لشکروں کے حملوں کے مُنتظر ہیں (اس سے مُراد وہ کافر ہیں جن کے پاس صحابہ کرامؓ کے لشکر جانے والے تھے) اللہ نے اُن کے دِلوں کو رُعب سے بھر دیا ہے۔ اب ان کے پاس کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں اُنہیں پناہ مِل جائے یا بھاگ کر وہاں چلے جائیں اور اسلامی لشکروں سے کسی طرح بچ جائیں اللہ کے لشکران پر چھا گئے ہیں اور ان کے علاقے میں داخل ہو گئے ہیں اور اللہ کے حکم سے ان لشکروں کو زندگی کی وُسعت، مال کی بُہتات، لشکروں کا تسلسل اور اِسلامی سرحدوں کی حفاظت جیسی نعمتوں کے ساتھ عافیت و امن و امان جیسی بڑی نعمت بھی حاصل ہے اور جب سے اِسلام شروع ہُوا ہے کبھی اس اُمت کے ظاہری حالات

اس سے زیادہ اچھے نہیں رہے اور ہر شہر میں مسلمانوں کو جو بڑی بڑی فتوحات ہو رہی ہیں ان پر اللہ ہی کی تعریف ہونی چاہیئے اور یہ جو بے حساب نعمتیں حاصل ہیں جن کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ان کے مقابلہ میں مسلمان کتنا ہی اللہ کا شکر اور ذکر کرلیں اور دین کے لیئے کتنی ہی محنت کرلیں وہ ان نعمتوں کے شکر کا حق ادا نہیں کر سکتے ہاں اللہ اگر ان کی مدد فرمائے اور ان کے ساتھ رحم اور مہربانی کا معاملہ فرمائے تو اور بات ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اسی نے ہم پر یہ اتنے انعام واحسان فرمائے ہیں ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی اطاعت والے عمل کرنے کی اور اپنی رضا کی طرف جلدی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اے اللہ کے بندو! اللہ کی جو نعمتیں تمہارے پاس ہیں اُنہیں اپنی مجلسوں میں دو دو ایک ایک ہو کر یاد کرو اور اپنے اُوپر اللہ کی نعمت کو پُورا کرلو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا ہے اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ (سورت ابراہیم آیت ۵) "اپنی قوم کو (کفر کی) تاریکیوں سے (ایمان کی) روشنی کی طرف لاؤ اور ان کو اللہ کے معاملات (نعمت اور نقمت کے) یاد دلاؤ" اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ (سورت انفال آیت ۲۶) "اور اُس حالت کو یاد کرو جبکہ تم قلیل تھے سرزمین میں کمزور شمار کیئے جاتے تھے" جب تم لوگ اسلام سے پہلے کمزور شمار کیئے جاتے تھے اور دُنیا کی خیر سے محروم تھے اگر اُس وقت تم حق کے کسی شعبہ پر ہوتے اس شعبہ پر ایمان لاتے اور اس سے آرام پاتے اور اللہ اور اس کے دین کی معرفت تمہیں حاصل ہوتی اور اس شعبہ سے مرنے کے بعد کی زندگی میں تم لوگ خیر کی اُمید رکھتے تو یہ تو کوئی بات ہوتی لیکن تم تو زمانۂ جاہلیت میں لوگوں میں سب سے زیادہ سخت زندگی والے اور اللہ کی ذات وصفات سے سب سے زیادہ جاہل تھے پھر اللہ نے اسلام کے ذریعہ تمہیں ہلاکت سے بچایا اب اچھا یہ تھا کہ صرف اسلام ہوتا اس کے ساتھ تمہاری دُنیا کا کوئی حصہ نہ ہوتا اور آخرت میں جہاں تم نے لوٹ کر جانا ہے وہاں یہ اسلام تمہارے لیئے بھروسہ کی چیز ہوتی اور تم جس مشقت والی زندگی پر تھے اس زندگی میں تم اس بات کے قابل تھے کہ اسلام میں سے اپنے حصہ پر کنجوسی کرو اسی سے چمٹے رہو اور اسے دُوسروں پر ظاہر کرو لہٰذا تم میں سے جو آدمی یہ چاہتا ہے کہ اُسے دُنیا کی فضیلت اور آخرت کی شرافت دونوں باتیں حاصل ہوجائیں تو اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دو جو وہ چاہتا ہے اُسے چاہیئے دونیں تمہیں اُس اللہ کی یاد دہانی کراتا ہوں جو تمہارے اور تمہارے دِلوں کے درمیان حائل ہے تم اللہ کا حق پہچانو اور اس حق والے عمل کرو اور اپنے نفسوں کو اللہ کی اطاعت پر مجبور کرو تمہیں نعمتوں پر خوش بھی ہونا چاہیئے لیکن یہ ڈر بھی ہونا چاہیئے کہ نہ معلوم کب یہ نعمتیں تم

سے چھن جائیں اور دوسروں کو مل جائیں کیونکہ کوئی چیز ناشکری سے زیادہ نعمت سے محروم کرانے والی نہیں ہے اور شکر کرنے سے نعمت بدل جانے سے محفوظ ہو جاتی ہے اور اس سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ کام اللہ کی طرف سے میرے ذمہ واجب ہے کہ میں تمہیں مفید کاموں کا حکم دوں اور نقصان دہ کاموں سے روکوں [1]

حضرت کُلَیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن بیان کیا اور اس میں سورت آلِ عمران کی آیتیں پڑھیں جب اس آیت پر پہنچے اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعَانِ (سورت آلِ عمران آیت ۱۵۵) "یقیناً تم میں جن لوگوں نے پشت پھیر دی تھی جس روز کہ دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئیں" حضرت عمرؓ نے فرمایا جنگِ اُحد میں ہمیں شکست ہوگئی۔ میں بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا میں نے دیکھا کہ میں پہاڑی بکرے کی طرح چھلانگیں لگا کر بھاگ رہا ہوں اور لوگ کہہ رہے تھے کہ حضرت محمدؐ قتل کر دیئے گئے۔ میں نے کہا جو یہ کہے گا حضرت محمدؐ قتل کر دیئے گئے ہیں میں اُسے قتل کر دوں گا۔ پھر ہم سب پہاڑ پر جمع ہو گئے اس پر یہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعَانِ نازل ہوئی [2]

حضرت کُلَیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا اور منبر پر سورت آلِ عمران پڑھی پھر فرمایا اس سورت کا جنگ اُحد سے بہت تعلق ہے ہم جنگِ اُحد کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر بکھر گئے تھے میں ایک پہاڑ پر چڑھ گیا۔ میں نے ایک یہودی کو سنا وہ کہہ رہا تھا حضرت محمدؐ قتل کر دیئے گئے۔ میں نے کہا میں جسے بھی یہ کہتے ہوئے سنوں گا کہ حضرت محمدؐ قتل کر دیئے گئے میں اُس کی گردن اڑا دوں گا۔ پھر میں نے دیکھا تو مجھے ایک جگہ حضورؐ نظر آئے اور لوگ آپؐ کے پاس لوٹ کر آرہے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (سورت آلِ عمران آیت ۱۴۴) "اور محمدؐ نرے رسول ہی تو ہیں۔ آپؐ سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپؐ کا انتقال ہو جائے یا آپؐ شہید ہی ہو جاویں تو کیا تم لوگ اُلٹے پھر جاؤ گے" [2]

حضرت عبداللہ بن عدی بن خیار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے منبر پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا جب بندہ اللہ کی وجہ سے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قدر و منزلت بڑھا دیتے ہیں اور فرماتے ہیں بلند ہو جا اللہ تجھے بلند کرے۔ یہ اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہے لیکن لوگوں کی نگاہ میں بڑا ہوتا ہے اور جب بندہ تکبر کرتا ہے اور اپنی حد سے آگے بڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے توڑ کر نیچے زمین پر گرا دیتے ہیں اور فرماتے ہیں دُور ہو جا اللہ تجھے

(۱) اخرجہ ابن جریر الطبرانی فی تاریخہ (ج ۳ ص ۲۸۳) (۲) اخرجہ ابن جریر (۳) عند ابن المنذر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۸)

دُور کرے اور یہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے لیکن لوگوں کی نگاہ میں حقیر ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ ان کے نزدیک سُؤر سے بھی زیادہ حقیر ہو جاتا ہے۔[1]

حضرت اَبُوسعید خُدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے ہم میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا ہو سکتا ہے کہ میں آپ لوگوں کو ایسی چیزوں سے روک دیتا ہوں جن میں آپ لوگوں کا فائدہ ہو اور ایسی چیزوں کا حکم دے دیتا ہوں جن میں آپ لوگوں کا فائدہ نہ ہو اور قرآن میں سب سے آخر میں سُود کے حرام ہونے کی آیت نازل ہوئی اور حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہمارے لیئے ابھی سُود کی اس آیت کی (موٹی موٹی اور بُنیادی باتیں تو بیان فرما پائے تھے لیکن اس کی تفصیلی اور باریک باریک باتیں بیان نہ کر پائے تھے کہ آپؐ کی وفات ہو گئی (کیونکہ حضورؐ اس سے زیادہ اہم کاموں میں مشغول تھے) اس لیئے جس صُورت میں تمہیں سُود کا کچھ کھٹکا ہو اُسے چھوڑ دیا کرو اور جس میں کوئی کھٹکا نہ ہو وہ اختیار کر لیا کرو۔[2]

حضرت اَسوَد بن یزید رحمۃُ اللہِ عَلَیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا تم میں سے جو بھی حج کا ارادہ کرے تو وہ صرف میقات سے ہی احرام باندھے اور احرام باندھنے کے لیئے حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جو میقات مقرّر فرمائے ہیں وہ یہ ہیں مدینہ والوں کے لیئے اور دُوسری جگہ کے رہنے والے مدینہ سے گُزریں تو اُن کے لیئے ذُوالحُلَیفہ میقات ہے اور شام والوں کے لیئے اور دُوسری جگہ کے رہنے والے شام سے گُزریں تو اُن کے لیئے جُحفہ میقات ہے اور نجد والوں کے لیئے اور دُوسری جگہ کے رہنے والے نجد سے گُزریں تو اُن کے لیئے قرن میقات ہے اور یمن والوں کے لیئے یَلَملَم اور عراق والوں اور باقی تمام لوگوں کے لیئے ذاتِ عرق میقات ہے۔[3]

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا اور اس میں رَجم کا یعنی زنا کرنے والے کو سنگسار کرنے کی سزا کا ذکر کیا اور فرمایا رجم کے بارے میں دھوکہ نہ کھا لینا کیونکہ (اگرچہ اس کا قرآن میں ذکر نہیں ہے لیکن) یہ بھی اللہ کی مقرّر کردہ سزاؤں میں سے ایک سزا ہے۔ غور سے سُنو! حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے خود رجم کیا ہے اور آپؐ کے بعد ہم نے رجم کیا ہے۔ اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ لوگ یُوں کہیں گے کہ عمرؓ نے اللہ کی کتاب میں وہ چیز بڑھا دی جو اس میں نہیں تھی تو میں قرآن کے کنارے پر یہ لکھ دیتا کہ عمر بن خطّابؓ، حضرت عبدالرّحمٰن بن عوف، فلاں اور فلاں صحابی اس بات کے گواہ ہیں کہ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے رجم

(۱) اخرجہ اَبُوعبید والخرائطی والصابونی وعبدالرزاق کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۳) (۲) اخرجہ الخطیب کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۲۳۲)
(۳) اخرجہ ابن الضیاء کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۳۰)

کیا ہے اور آپؐ کے بعد ہم نے رجم کیا ہے۔ غور سے سُنو! تمہارے بعد عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو رجم کو، دجّال کو، شفاعت کو، عذابِ قبر کو اور اُن لوگوں کو جو جل جانے کے بعد جہنم سے نکلیں گے ان سب چیزوں کو جھٹلائیں گے۔[1]

حضرت سعید بن مُسَیّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مِنٰی سے واپس ہُوئے تو اُنہوں نے پتھریلے میدان میں اپنی سواری بٹھائی پھر کنکریوں کی ایک ڈھیری بنا کر اپنے کپڑے کا ایک کنارا اس ڈھیری پر ڈالا اور اس پر لیٹ گئے اور آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اُٹھا کر یہ دُعا کی اے اللہ! میری عمر زیادہ ہو گئی ہے اور میری قوت کمزور ہو گئی ہے اور میری رعایا بہت پھیل گئی ہے۔ اِس لیئے اب مجھے اپنی طرف اِس طرح اُٹھا لے کہ میں تیرے احکام کو نہ ضائع کرنے والا بنوں اور نہ ان میں کمی کرنے والا پھر جب حضرت عمرؓ مدینہ پہنچے تو لوگوں میں بیان فرمایا جس میں اِرشاد فرمایا اے لوگو! کچھ اعمال تم پر فرض کیئے گئے ہیں اور سُنتیں تمہارے لئے صاف بیان کر دی گئی ہیں اور تمہیں ایک واضح اور صاف ملت پر چھوڑا گیا ہے پھر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر مار کر فرمایا اس کے بعد بھی تم دائیں بائیں ہو کر لوگوں کو گمراہ کرتے پھرو تو یہ الگ بات ہے پھر تم اِس بات سے بچو کہ رجم کی آیت کی وجہ سے ہلاک ہو جاؤ اور تم میں سے کوئی یوں کہے کہ ہمیں کتابُ اللہ میں زنا کے بارے میں دو سزائیں نہیں ملتیں (ایک رجم کی اور دوسری کوڑے مارنے کی بلکہ ہمیں تو صرف ایک سزا ملتی ہے یعنی کوڑے مارنے کی) میں نے خود دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے اور آپؐ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے عمرؓ نے اللہ کی کتاب میں نئی چیز بڑھا دی تو میں یہ عبارت قرآن میں لکھ دیتا اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْھُمَا اَلْبَتَّۃَ شادی شُدہ مرد اور عورت جب زنا کریں تو دونوں کو ضرور رجم کرو کیونکہ (پہلے یہ آیت قرآن میں نازل ہُوئی تھی اور) ہم قرآن میں اس کی تلاوت کیا کرتے تھے (بعد میں یہ الفاظ منسُوخ ہو گئے لیکن ان کا حکم اب بھی باقی ہے) حضرت سعید کہتے ہیں ابھی ذوالحجہ کا مہینہ ختم نہیں ہُوا تھا کہ حضرت عمرؓ کو نیزہ مار کر زخمی کر دیا گیا (اور اسی میں ان کا اِنتقال ہو گیا)۔[2]

حضرت مَعدان بن ابی طلحہ لَعمُری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ جمعہ کے دِن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہُوئے پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا پھر فرمایا میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس سے میں یہی سمجھا ہوں کہ میرے دُنیا سے جانے کا وقت قریب آ گیا ہے میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سُرخ مُرغے

(1) اخرجہ احمد و ابو یعلی و ابو عبید (2) عند مالک و ابن سعد و مسدد و الحاکم کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۹۰)

نے مجھے دو دفعہ چونچ ماری ہے۔ میں نے اس خواب کا ذکر (اپنی بیوی) اسماء بنت عمیسؓ سے کیا اُس نے کہا اِس کی تعبیر یہ ہے کہ عجم کا ایک آدمی آپ کو قتل کرے گا لوگ مجھے کہہ رہے ہیں کہ میں کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دوں (خلیفہ مقرر کرنا ٹھیک تو ہے لیکن ضروری نہیں ہے) مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنا دین اور خلافت دے کر اپنے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو بھیجا ہے اُسے ہرگز ضائع نہیں ہونے دیں گے اگر (دُنیا سے جانے کا) میرا معاملہ جلدی ہو گیا تو یہ چھ آدمی جن سے دُنیا سے جاتے وقت حضورؐ راضی تھے آپس کے مشورے سے اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنا لیں حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللّٰہ عنہم۔ تم ان میں سے جس سے بھی بیعت کرو اس کی بات سُنو اور مانو اور مجھے معلوم ہے کہ کچھ لوگ اِس امرِ خلافت میں اعتراض کریں گے، حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جن سے میں نے اپنے اس ہاتھ سے اِسلام پر جنگ کی ہے اگر وہ لوگ ایسا کریں تو وہ اَللہ کے دُشمن کافر اور گمراہ ہوں گے (اگر وہ اس اعتراض کو جائز سمجھتے ہیں پھر تو واقعی وہ کافر ہو جائیں گے ورنہ ان کا یہ عمل کافروں کے عمل کے مشابہ ہو جائے گا) میں کوئی ایسی چیز چھوڑ کر نہیں جا رہا ہوں جو میرے نزدیک کَلَالَہ کے مُعاملہ سے زیادہ اہم ہو (کلالہ وہ آدمی ہے جس کے نہ اولاد ہو اور نہ ماں باپ ہوں) اللہ کی قسم! جب سے میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے ساتھ رہا ہوں حضورؐ نے کسی بھی چیز کے بارے میں میرے ساتھ اتنی سختی نہیں کی جتنی سختی میرے ساتھ اس کَلَالَہ کے بارے میں کی ہے یہاں تک کہ آپؐ نے اپنی اُنگلی میرے سینہ پر مار کر فرمایا سُورت نِسَاء کے آخر میں گرمیوں میں جو آیت (یَسْتَفْتُوْنَکَ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلٰلَۃِ) نازل ہُوئی ہے وہ تمہارے لئے کافی ہے اگر میں زندہ رہا تو کلالہ کے بارے میں ایسا فیصلہ کروں گا کہ ہر پڑھے لکھے اور اَن پڑھ کو اس کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو جائے گا اور میں اَللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہُوں کہ میں شہروں کے گورنروں کو اِس لئے بھیجتا ہُوں تاکہ وہ لوگوں کو دِین اور ان کے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی سُنّت سکھائیں اور جو کوئی نیا یا پیچیدہ مُعاملہ ایسا پیش آ جائے جس کا انہیں حل سمجھ میں نہ آئے تو وہ اُسے میرے پاس بھیج دیں پھر اے لوگو! تم یہ دو سبزیاں کھاتے ہو میں تو انہیں بُرا ہی سمجھتا ہُوں وہ لہسن اور پیاز ہیں۔ اللہ کی قسم! میں نے اَللہ کے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو دیکھا ہے کہ انہیں (مسجد میں) جس آدمی سے لہسن یا پیاز کی بُو آ جاتی تھی تو اُسے حضورؐ کے فرمانے پر ہاتھ سے پکڑ کر مسجد سے باہر نکال کر جَنَّۃُ الْبَقِیْع پہنچا دیا جاتا تھا لہٰذا جو شخص لہسن یا پیاز ضرور ہی کھانا چاہتا ہے وہ انہیں پکا کر (ان کی بُو) مار دے۔ حضرت عمرؓ نے یہ بیان جُمعہ کے دِن فرمایا اور اس کے بعد بُدھ کے

دن انہیں حملہ کر کے زخمی کر دیا گیا جبکہ ذی الحجہ کے ختم ہونے میں چار دن باقی تھے[1]

حضرت یسار بن مَعرُور رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مسجد بنائی اور مسجد بنانے میں ہم مہاجرین اور انصار بھی آپؐ کے ساتھ تھے. جب مسجد میں مجمع زیادہ ہو جائے تو تم میں سے ہر آدمی کو چاہیئے کہ وہ اپنے آگے والے بھائی کی پُشت پر سجدہ کرلے اور حضرت عمرؓ نے کچھ لوگوں کو راستہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا مسجد میں نماز پڑھو[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مُتعہ کی تین دن کے لیے اجازت دی تھی پھر اس کے بعد آپؐ نے ہمیشہ کے لئے مُتعہ کو حرام فرما دیا تھا (مُتعہ یہ ہے کہ آدمی ایک مقرر وقت تک کے لیے شادی کرے. خیبر سے پہلے مُتعہ والا نکاح حلال تھا خیبر کے بعد حضورؐ نے حرام قرار دے دیا تھا پھر فتح مکہ کے موقع پر حضورؐ نے مُتعہ کی صحابہؓ کو اجازت دی تھی پھر تین دن کے بعد اسے ہمیشہ کے لئے حرام قرار دے دیا تھا) اللہ کی قسم! اب مجھے جس کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ شادی شدہ ہے اور اس نے مُتعہ والا نکاح کیا ہے تو میں اُسے سنگسار کر دوں گا یا وہ میرے پاس چار ایسے گواہ لے کر آئے جو اس بات کی گواہی دیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مُتعہ کو حرام کرنے کے بعد پھر حلال کر دیا تھا اور جو غیر شادی شدہ آدمی مجھے ایسا ملا جو مُتعہ والا نکاح کرے تو میں اُسے سو کوڑے ماروں گا یا وہ میرے پاس ایسے چار گواہ لے کر آئے جو اس بات کی گواہی دیں کہ حضورؐ نے مُتعہ حرام کرنے کے بعد پھر حلال کر دیا تھا[2]

حضرت عبداللہ بن سعید کے دادا کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو منبر پر فرماتے ہوئے سُنا اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو عجمی ملکوں میں سے ان کی عورتیں اور بچے مالِ غنیمت میں (باندی اور غلام بنا کر) اتنے دے دیئے ہیں کہ نہ تو اتنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے تھے اور نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو. اور مجھے پتہ چلا ہے کہ بہت سے مَرد ان عورتوں سے صحبت کرتے ہیں (کیونکہ یہ باندیاں ہیں اور باندیوں سے صحبت کرنا مالک کے لئے جائز ہے) اب جس عجمی باندی سے تمہارا بچہ پیدا ہو جائے تو تم اُسے نہ بیچنا کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو ہو سکتا ہے کہ آدمی کو پتہ بھی نہ چلے اور وہ اپنی کسی محرم عورت سے صحبت کرے (ہو سکتا ہے کہ آدمی باندی کو بیچ دے اور باندی سے جو لڑکا پیدا ہوا تھا وہ اُسی آدمی کا بیٹا تھا وہ اُسی کے

(۱) اخرجہ الطیالسی وابن سعد وابن ابی شیبۃ واحمد وابن حبان ومسلم والنسائی وابو عوانۃ وابو یعلیٰ کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۳) (۲) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط واحمد والشاشی والبیہقی وسعید بن منصور کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۵۹) (۳) اخرجہ ابن عساکر وسعید ابن منصور وتمام کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۹۳)

پاس رہ گیا بعد میں اُس لڑکے نے اُسی باندی کو خرید لیا اور اُسے پتہ نہیں ہے کہ یہ اُس کی ماں ہے)۔[1]

حضرت مَعْرُور یا ابن مَعْرُور تمیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم والی جگہ سے دو سیڑھی نیچے بیٹھ گئے وہاں میں نے اُن کو یہ فرماتے ہوئے سُنا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور جسے اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کا والی و حاکم بنا دیں اُس کی بات سنو اور مانو۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے بیان میں فرمایا کرتے تھے تم میں سے وہ آدمی کامیاب رہا جو خواہش پر چلنے سے، غصہ میں آنے اور لالچ میں پڑنے سے محفوظ رہا اور جسے گفتگو میں سچ بولنے کی توفیق دی گئی کیونکہ سچ اُسے خیر کی طرف لے جائے گا اور جو شخص جھوٹ بولے گا وہ گناہ کے کام کرے گا اور جو گناہ کے کام کرے گا وہ ہلاک ہوگا اور گناہ کے کاموں سے بچو اور اُس شخص کا کیا گناہ کرنا جو مٹی سے پیدا ہوا اور مٹی کی طرف لوٹ جائے گا۔ آج وہ زندہ ہے کل مُردہ ہوگا۔ روزانہ کا کام روزانہ کرو اور مظلوم کی بددعا سے بچو اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو۔[3]

حضرت قَبِیصہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منبر پر فرماتے ہوئے سُنا جو رحم نہیں کرتا اُس پر رحم نہیں کیا جاتا جو معاف نہیں کرتا اُسے معاف نہیں کیا جاتا جو توبہ نہیں کرتا اُس کی توبہ قبول نہیں کی جاتی جو (بُرے کاموں سے) نہیں بچتا اُسے (عذاب سے) نہیں بچایا جاتا۔[4]

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیان میں فرمایا یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ لالچ فقر کی نشانی ہے اور ناامیدی سے اِنسان غنی ہو جاتا ہے۔ آدمی جب کسی چیز سے ناامید ہو جاتا ہے تو آدمی کو اس کی ضرورت نہیں رہتی۔[5]

حضرت عبداللہ بن خِراش رحمۃ اللہ علیہ کے چچا کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بیان میں یہ فرماتے ہوئے سُنا اے اللہ! اپنی امان کے ذریعہ ہماری حفاظت فرما اور ہمیں اپنے دین پر ثابت قدم رکھ اپنے فضل سے ہمیں رزق عطا فرما۔[6]

حضرت ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں بیان فرمایا جس میں اِرشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس چیز کی چاہی اجازت دے دی (چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے صرف حج کا احرام باندھا تھا بعد میں اللہ تعالیٰ کی اجازت

(۱) اخرجہ البیہقی عن عبداللہ بن سعید کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۹۲) (۲) اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۸) (۳) اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۸) (۴) اخرجہ البخاری فی الادب وابن خزیمۃ وجعفر الفریابی کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۷) (۵) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۰) کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۵) (۶) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۳) (۷) اخرجہ احمد فی الزہد والرویانی واللالکائی وابن عساکر کما فی الکنز (ج ۱۰ ص ۲۰۳)

سے اُسی احرام میں عمرہ کی نیت بھی کر لی اب ایسا کرنے کی اُمت کو اجازت نہیں ہے) اور اب اللہ کے نبی اپنے راستہ پر (دُنیا سے) تشریف لے جا چکے ہیں لہٰذا حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے ایسے پُورا کرو جیسے تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے اور ان عورتوں کی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔[1]

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بیان میں فرماتے ہوئے سُنا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جو مرد دُنیا میں ریشم پہنے گا اُسے آخرت میں ریشم نہیں پہنایا جائے گا۔[2]

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت ابو عُبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ عید کی نماز پڑھی۔ اُنہوں نے اذان اور اقامت کے بغیر خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو دنوں کے روزے سے منع فرمایا ہے۔ ایک تو عید الفطر کا دن جس دن تم رمضان کے روزوں سے افطار کرتے ہو اور عید مناتے ہو اور دُوسرا وہ دن جس دن تم لوگ اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو۔[3]

حضرت علقمہ بن وقاص لیثی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لوگوں میں بیان کرتے ہوئے سُنا وہ فرما رہے تھے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ عمل کا دارو مدار نیت پر ہے اور آدمی کو عمل پر وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے گا لہٰذا جس کی ہجرت اللہ و رسُول کی طرف ہوگی تو اُس کی ہجرت اللہ و رسُول کی طرف ہی شُمار ہوگی اور جس کی ہجرت دُنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے ہوگی تو اُس کی ہجرت اُسی چیز کے لئے شُمار ہوگی جس کی نیت سے اُس نے ہجرت کی ہوگی۔[4]

حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رمادہ کی قحط سالی کے زمانے میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! اپنے بارے میں اللہ سے ڈرو اور تمہارے جو کام لوگوں سے چھپے ہوئے ہیں اُن میں بھی اللہ سے ڈرو مجھے تمہارے ذریعہ سے آزمایا جا رہا ہے اور تمہیں میرے ذریعہ سے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ اللہ نے ناراض ہو کر جو یہ قحط سالی بھیجی ہے وہ کس سے ناراض ہے؟) وہ مجھ سے ناراض ہے اور تم سے نہیں یا تم سے ناراض ہے مجھ سے نہیں یا مجھ سے اور تم سے دونوں سے ہی ناراض ہے۔ آؤ ہم اللہ سے دُعا کریں کہ وہ ہمارے دلوں کو ٹھیک کر دے اور ہم پر رحم فرمائے اور یہ قحط ہم سے دُور کر دے۔ راوی کہتے ہیں اُس دن دیکھا گیا کہ حضرت عمرؓ دونوں ہاتھ اُٹھا کر اللہ سے دُعا کر رہے ہیں اور لوگ بھی دُعا کر رہے ہیں پھر حضرت عمرؓ اور لوگ تھوڑی دیر روتے رہے پھر حضرت عمرؓ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔[5]

(۱) اخرجہ احمد (ج ۱ ص ۵۰) (۲) اخرجہ احمد (ج ۱ ص ۲۰) (۳) اخرجہ احمد (ج ۱ ص ۳۴) (۴) اخرجہ احمد (ج ۱ ص ۴۳) (۵) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۳۲۲)

حضرت ابوعثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں میں بیان کر رہے تھے میں اُن کے منبر کے نیچے بیٹھا ہُوا تھا آپ نے بیان میں فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہُوئے سُنا مجھے اس اُمت پر سب سے زیادہ ڈر اُس مُنافق کا ہے جو زبان کا خُوب جاننے والا ہو یعنی جسے باتیں بنانی خُوب آتی ہوں۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیانات صحابہ کرامؓ کے باہمی اِتحاد اور اِتفاق رائے کے باب میں گزر چکے ہیں۔

امیرُالمؤمنین حضرت عُثمان بن عَفّان رضی اللہ عنہ کے بیانات

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن مخزومی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کر چکے تو آپ نے باہر آکر لوگوں میں بیان فرمایا۔ پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! پہلی مرتبہ سوار ہونا مشکل ہوتا ہے آج کے بعد اور بھی دن ہیں۔ اگر میں زندہ رہا تو تم ایسا بیان سُنو گے جو صحیح ترتیب سے ہوگا۔ ہم تو بیان کرنے والے نہیں ہیں اللہ ہمیں بیان کا صحیح طریقہ سکھا دیں گے۔[2]

حضرت بدر بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے چچا بیان کرتے ہیں جب اہل شوریٰ حضرت عُثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت ہو گئے تو اُس وقت وہ بہت غمگین تھے اُن کی طبیعت پر بڑا بوجھ تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر تشریف لائے اور لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اس کے بعد فرمایا تم ایسے گھر میں ہو جہاں سے تمہیں کُوچ کر جانا ہے اور تمہاری عمر تھوڑی باقی رہ گئی ہے لہٰذا تم جو خیر کے کام کر سکتے ہو موت سے پہلے کر لو۔ صُبح اور شام موت تمہیں آنے ہی والی ہے۔ غور سے سُنو! دُنیا سراسر دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے) فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ (سُورت لقمان آیت ۳۳) "سو تم کو دُنیوی زندگانی دھوکہ میں نہ ڈالے اور نہ وہ دھوکہ باز (شیطان) اللہ سے دھوکہ میں ڈالے" اور جو لوگ جا چکے اُن سے عبرت حاصل کرو اور خُوب محنت کرو اور غفلت سے کام نہ لو کیونکہ موت کا فرشتہ تم سے کبھی غافل نہیں ہوتا کہاں ہیں دُنیا کے وہ بھائی اور بیٹے جنہوں نے دُنیا میں کھیتی باڑی کی اور اسے خُوب آباد کیا اور لمبی مُدت تک اس سے فائدہ اُٹھایا؟ کیا دُنیا نے انہیں پھینک نہیں دیا؟ چُونکہ اللہ نے دُنیا کو پھینکا ہُوا ہے، اس لئے تم بھی اسے پھینک دو اور آخرت کو طلب کرو کیونکہ اللہ نے دُنیا کی اور آخرت کی جو کہ دُنیا سے بہتر

(۱) اخرجہ احمد (ج ۱ ص ۴۴) (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۶۲)

ہے دونوں کی مثال اس آیت میں بیان کی وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَآءِ سے لے کر اَمَلًا تک (سورت کہف آیت ۴۵-۴۶) "اور آپ ان لوگوں سے دُنیاوی زندگی کی حالت بیان فرمایئے کہ وہ ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا ہو پھر اس کے ذریعہ سے زمین کی نباتات خوب گنجان ہوگئی ہوں پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاوے کہ اس کو ہوا اُڑائے لئے پھرتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں مال اور اولاد حیات دُنیا کی ایک رونق ہے اور جو اعمالِ صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں اور اُمید کے اعتبار سے بھی" بیان کے بعد لوگ حضرت عثمانؓ سے بیعت ہونے لگے۔[1]

حضرت عُتبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیعت کرنے کے بعد لوگوں میں بیان کیا جس میں ارشاد فرمایا اما بعد! مجھ پر خلافت کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے جسے میں نے قبول کرلیا ہے۔ غور سے سنو! میں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے) پیچھے چلوں گا اور اپنے پاس سے گھڑ کر نئی باتیں نہیں لاؤں گا۔ توجہ سے سنو! اللہ کی کتاب اور اُس کے نبی کی سنت کے بعد میرے اُوپر تمہارے تین حق ہیں پہلا حق یہ ہے کہ جس چیز میں آپ لوگ متفق ہیں اور اس کا ایک راستہ مقرر کرلیا ہے اس میں میں اپنے سے پہلوں کے طریقہ پر چلوں اور دُوسرا حق یہ ہے کہ جس چیز میں آپ سب لوگوں نے مِل کر کوئی راستہ مقرر نہیں کیا ہے اُس میں میں خیر والوں کے راستے پر چلوں اور تیسرا حق یہ ہے کہ میں آپ لوگوں سے اپنے ہاتھ روکے رکھوں آپ لوگوں کو کسی قسم کی سزا نہ دوں۔ ہاں آپ لوگ ہی خود کوئی ایسا کام کر بیٹھیں جس پر سزا دینا میرے ذمہ واجب ہو تو یہ الگ بات ہے۔ غور سے سنو! دُنیا سرسبز و شاداب ہے اور تمام لوگوں کے دِلوں میں اس کی رغبت رکھی ہوئی ہے اور بہت لوگ اس کی طرف مائل ہو چکے ہیں، لہٰذا تم دُنیا کی طرف مت جھکو اور اس پر بھروسہ نہ کرو یہ بھروسے کے قابل نہیں اور یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ دُنیا صرف اُسے چھوڑتی ہے جو اسے چھوڑ دے۔[2]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا اے ابن آدم! یہ بات جان لو کہ موت کا فرشتہ تمہارے لئے مقرر کیا گیا ہے جب سے تم دُنیا میں آئے ہو وہ تمہیں چھوڑ کر دُوسروں کے پاس جا رہا تھا لیکن اب اس نے دُوسروں کو چھوڑ کر تمہارے پاس آنے کا ارادہ کرلیا ہے اِس لئے اپنے بچاؤ کا سامان لے لو اور موت کی تیاری کرلو اور غفلت سے کام نہ لو کیونکہ موت کا فرشتہ تم سے بالکل غافل نہیں

---

(۱) اخرجہ ابن جریر الطبری فی تاریخہ (ج ۳ ص ۳۰۵) من طریق سیف (۲) اخرجہ ابن جریر ایضا فی تاریخہ (ج ۳ ص ۴۴۶) باسناد فیہ سیف

ہے اور اے ابن آدم! جان لو کہ اگر تم اپنے بارے میں غفلت میں پڑ گئے اور تم نے موت کی تیاری نہ کی تو تمہارے علاوہ کوئی اور یہ تیاری نہیں کرے گا اور اللہ سے ملاقات ضرور ہونی ہے، اس لیئے اپنے لیئے نیک اعمال لے لو اور یہ کام دوسروں پر نہ چھوڑو۔ فقط والسّلام۔[1]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اللہ کا تقویٰ اختیار کرو کیونکہ اللہ کا تقویٰ غنیمت ہے۔ سب سے زیادہ عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو پالے اور موت کے بعد والی زندگی کے لیئے عمل کرے اور قبر کے اندھیرے کے لیئے اللہ کے نور میں سے نور حاصل کرے اور بندے کو اس بات سے ڈرنا چاہیئے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اسے حشر کے دن اندھا بنا کر نہ اٹھائیں حالانکہ وہ دنیا میں آنکھوں والا تھا اور سمجھدار آدمی کو تو چند جامع کلمات کافی ہو جاتے ہیں جن کے الفاظ کم اور معنی زیادہ ہوں اور بہرے آدمی کو تو دور سے پکارنا پڑتا ہے اور یقین رکھو کہ جس کے ساتھ اللہ ہوگا وہ کسی چیز سے نہیں ڈرے گا اور اللہ جس کے خلاف ہوگا وہ اللہ کے علاوہ اور کس سے مدد کی امید کر سکتا ہے؟[2]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منبر پر دیکھا وہ فرما رہے تھے اے لوگو! تم چھپ کر جو عمل کرتے ہو ان میں اللہ سے ڈرو کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! جو بھی کوئی عمل چھپ کر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس عمل کی چادر علی الاعلان ضرور پہنائیں گے۔ اگر خیر کا عمل کیا ہوگا تو اسے خیر کی چادر پہنائیں گے اور برا عمل کیا ہوگا تو اسے بری چادر پہنائیں گے پھر حضرت عثمانؓ نے یہ آیت پڑھی وَرِيَاشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ (سورت اعراف آیت ۲۶) اس میں حضرت عثمانؓ نے وَرِيَاشًا پڑھا اور وَرِيشًا نہ پڑھا (جو کہ مشہور قراءت ہے) "اور زینت اور تقویٰ کا لباس یہ اس سے بڑھ کر ہے" راوی کہتے ہیں زینت اور تقویٰ والے لباس سے مراد اچھی عادتیں ہیں۔[3]

حضرت عباد بن زاہر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! ہم لوگ سفر و حضر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے آپ ہمارے بیماروں کی عیادت فرماتے تھے اور ہمارے جنازوں کے ساتھ تشریف لے جاتے تھے اور ہمارے ساتھ غزوہ میں جاتے تھے اور آپ کے پاس کم یا زیادہ جتنا ہوتا اسی سے ہم سے غمخواری

---

(۱) اخرجہ الدینوری فی المجالسۃ وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۱۰۹) (۲) اخرجہ الدینوری ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۴)
(۳) اخرجہ ابن جریر وابن ابی حاتم کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۲۷)

فرماتے اور اب کچھ لوگ مجھے حضورؐ کے بارے میں کچھ بتا رہے ہیں حالانکہ ان لوگوں نے تو شاید حضورؐ کو دیکھا بھی نہیں ہوگا۔[1] احمد اور اَبُویَعْلیٰ کی روایت میں اس کے بعد یہ ہے اس پر اَعْیَن بن اِمْرَأَۃُ الفَرَزْدَق نے حضرت عثمانؓ کو مخاطب کرتے ہُوئے کہا اے نَعْثَل! (مصر کے ایک آدمی کا نام نَعْثَل تھا اس کی داڑھی لمبی تھی حضرت عثمانؓ کی داڑھی بھی لمبی تھی معترضین کو حضرت عثمانؓ میں اس کے علاوہ اور کوئی کمی ملتی نہیں تھی، اس لیئے اس سے تشبیہ دیتے ہُوئے اس کے نام سے پکارا کرتے تھے) آپ نے تو سب کچھ بدل دیا ہے حضرت عثمانؓ نے پُوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ اَعْیَن ہے تو فرمایا نہیں اے غلام! تُونے بدلا ہے اس پر لوگ اَعْیَن پر جھپٹے۔ بَنُولَیْث کا ایک آدمی لوگوں کو اَعْیَن سے ہٹانے لگا اور وہاں سے بچاکر اَعْیَن کو اپنے گھر لے گیا۔[2]

حضرت مالک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کہتے ہیں میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بیان میں فرماتے ہُوئے سُنا کہ چھوٹی عمر کے غلام کو کما کر لانے کا مُکلّف نہ بناؤ کیونکہ اگر تم اسے کمانے کا مکلف بناؤ گے تو وہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے کما نہیں سکے گا اس لیئے چوری شروع کر دے گا۔ ایسے ہی جو باندی کوئی کام یا ہُنر نہ جانتی ہو اُسے بھی کما کر لانے کا مکلّف نہ بناؤ کیونکہ اگر تم اُسے کما کر لانے کا مُکلّف بناؤ گے تو اُسے کوئی کام اور ہنر تو آتا نہیں اس لیئے وہ اپنی شرم گاہ کے ذریعہ یعنی زنا کے ذریعہ کمانے لگ جائے گی اور پاکدامنی اختیار کیئے رہو کیونکہ اللہ نے تمہیں پاکدامنی عطا فرما رکھی ہے اور کھانے کی صرف وہ چیزیں استعمال کرو جو حلال اور پاکیزہ ہیں۔[3]

حضرت زُبَیْد بن صلت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منبر پر فرماتے ہُوئے سُنا اے لوگو! جُوا کھیلنے سے بچو یعنی نَرد نہ کھیلا کرو کیونکہ مجھے بتایا گیا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگوں کے گھروں میں نَرد کھیل کے آلات ہیں، اس لیئے جس کے گھر میں یہ آلات موجود ہیں وہ یا تو انہیں جلادے یا توڑ دے اور دُوسری مرتبہ حضرت عثمانؓ نے منبر پر فرمایا اے لوگو! میں نے اس نرد کھیل کے بارے میں بات کی تھی لیکن ایسا نظر آرہا ہے کہ تم لوگوں نے اس کھیل کے آلات کو گھروں سے ابھی نہیں نکالا ہے اس لیئے میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ حکم دے کر لکڑیوں کے گھٹڑ جمع کراؤں اور جن گھروں میں یہ آلات ہیں اُن سب کو آگ لگا دوں۔[4]

حضرت عبدالرحمٰن بن حُمَیْد کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کہتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مِنیٰ میں نماز پُوری پڑھائی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت

(۱) اخرجہ احمد والبزار والمروزی والشاشی وابویعلی وسعید بن منصور کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۴۴) (۲) قال الھیثمی (ج ۷ ص ۲۲۸) رواہ احمد وابویعلی فی الکبیر ورجالہما رجال الصحیح غیر عباد بن زاہر وہو ثقۃ۔ انتہی (۳) اخرجہ الشافعی والبیہقی (ج ۸ ص۹) عن مالک عن عمہ ابی سہیل بن مالک قال البیہقی ورفعہ بعضہم عن عثمان عن عث الثوری ورفعہ ضعیف کذا فی الکنز (ج ۵ ص۴) (۴) اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۳۳۴)

عمر رضی اللہ عنہما حج کے موقع پر منیٰ کے دِنوں میں ظہر، عصر، عشاء تینوں نمازوں میں دو رکعت نماز پڑھاتے رہے۔ شروع میں حضرت عثمانؓ بھی دو رکعت پڑھاتے رہے لیکن پھر چار رکعت پڑھانے لگے تھے) پھر لوگوں میں بیان کیا جس میں فرمایا اے لوگو! اصل سُنّت تو وہ ہے جو حضور صَلَّی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے دو ساتھیوں (حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ) نے کیا لیکن اِس سال لوگ حج پر بہت آئے ہیں، اِس لیئے مجھے ڈر ہُوا کہ لوگ دو رکعت پڑھنے کو مستقل سُنّت نہ بنالیں (اِس لیئے مَیں نے چار پڑھائیں)[1]

حضرت قُتَیبہ بن مُسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حَجّاج بن یُوسف نے ہم میں بیان کیا اور اُس نے قبر کا تذکرہ کیا اور مسلسل کہتا رہا کہ یہ قبر تنہائی کا گھر ہے اور اجنبیت اور بیگانگی کا گھر ہے۔ یہاں تک کہ خود بھی رونے لگا اور آس پاس والوں کو بھی رُلا دیا پھر کہا مَیں نے امیرالمؤمنین عبدالملک بن مروان کو کہتے ہُوئے سُنا کہ مَیں نے مروان کو بیان میں کہتے ہُوئے سُنا کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ نے ہم میں بیان کیا جس میں فرمایا حضور صَلَّی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی کسی قبر کو دیکھا یا اس کا تذکرہ کیا تو آپؐ ضرور روئے۔[2]

حضرت سعید بن مُسَیِّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مَیں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منبر پر بیان میں فرماتے ہُوئے سُنا کہ مَیں بنُو قَینُقاع کے ایک یہُودی خاندان سے کھجوریں خریدتا تھا اور آگے نفع پر بیچتا تھا۔ حُضور صَلَّی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو فرمایا اے عثمان! جب خریدا کرو تو پیمانہ سے ناپ کر لیا کرو اور جب بیچا کرو تو دوبارہ پھر پیمانہ سے ناپ کر دیا کرو۔[3]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مَیں ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا آپؓ بیان میں تکلیف دہ کُتّوں کو مارنے کا اور کھیل کے طور پر اُڑائے جانے والے کبُوتروں کو ذبح کر دینے کا حکم دے رہے تھے (جو دُوسرے کبُوتروں کو لے آتے ہوں)۔[4]

حضرت بدر بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے چچا کہتے ہیں کہ مجمع میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آخری بیان میں یہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں دُنیا اِس لیئے دی ہے تاکہ تم اس کے ذریعہ سے آخرت حاصل کرو اور اِس لیئے نہیں دی کہ تم اسی کے ہو جاؤ۔ دُنیا فنا ہونے والی ہے اور آخرت ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ نہ تو فانی دُنیا کی وجہ سے اترانے لگو اور نہ اس کی وجہ سے آخرت سے غافل ہو جاؤ۔ فانی دُنیا پر ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت کو ترجیح دو کیونکہ دُنیا ختم ہو جائے گی اور ہم سب نے لوٹ کر اللہ ہی کے پاس جانا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ اللہ سے ڈرنا ہی اُس کے عذاب سے ڈھال اور اُس کی بارگاہ میں پہنچنے کا وسیلہ ہے اور احتیاط

(۱) اخرجہ البیہقی وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۳۹) (۲) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۱۰۹) (۳) اخرجہ احمد (ج ۱ ص ۶۲) (۴) اخرجہ احمد (ج ۱ ص ۷۲)

سے چلو کہیں اللہ تمہارے حالات نہ بدل دے اور اپنی جماعت سے چمٹے رہو اور مختلف گروہ نہ بن جاؤ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا (سورت آل عمران آیت ۱۰۳) "اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اُس کو یاد کرو جبکہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں اُلفت ڈال دی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے"۔[1] اور جہاد کے باب میں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں پہرہ دینے کی فضیلت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان گزر چکا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیانات

حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں امیر المؤمنین بننے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو سب سے پہلا بیان فرمایا اُس میں پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اللہ نے ہدایت دینے والی کتاب نازل فرمائی اور اس میں خیر و شر سب بیان کر دیا، لہٰذا تم خیر کو لو اور شر کو چھوڑو اور تمام فرائض ادا کر کے اللہ کے ہاں بھیج دو اللہ ان کے بدلے میں تمہیں جنت میں پہنچا دیں گے۔ اللہ نے بہت سی چیزوں کو قابلِ احترام بنایا ہے جو سب کو معلوم ہے لیکن ان تمام چیزوں پر مسلمان کی حرمت کو فوقیت عطا فرمائی ہے اور اللہ نے اخلاص اور وحدانیت کے یقین کے ذریعہ مسلمانوں کو مضبوط کیا ہے اور کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی ناحق تکلیف سے تمام لوگ محفوظ رہیں۔ کسی مسلمان کو ایذاء پہنچانا حلال نہیں ہے، البتہ قصاص اور بدلہ میں جو تکلیف دینا شرعاً واجب ہو جائے اس کی اور بات ہے۔ قیامت اور موت کے آنے سے پہلے پہلے اعمالِ صالحہ کر لو کیونکہ بہت سے لوگ تم سے آگے جا چکے ہیں اور تمہارے پیچھے قیامت آرہی ہے جو تمہیں ہانک رہی ہے۔ ہلکے پھلکے رہو یعنی گناہ نہ کرو اگلوں سے جا ملو گے کیونکہ اگلے لوگ پچھلوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ اللہ کے بندو! اللہ کے بندوں اور شہروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو تم سے ہر چیز کے بارے میں پوچھا جائے گا حتیٰ کہ زمین کے ٹکڑوں اور جانوروں کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔ اللہ کی اطاعت کرو اس کی نافرمانی نہ کرو۔ جب تمہیں خیر کی کوئی چیز نظر آئے تو اُسے لے لو اور جب شر نظر آئے تو اُسے چھوڑ دو اور اُس وقت کو یاد رکھو جب تم تھوڑے تھے اور سرزمین مکہ میں تم کمزور سمجھے جاتے تھے۔[2]

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا آدمی سے اس کے کنبہ کو اتنے فائدے حاصل نہیں ہوتے جتنے کنبہ سے آدمی کو حاصل ہوتے ہیں کیونکہ اگر آدمی کنبہ کی

---

(۱) اخرجہ ابن جریر الطبری فی تاریخہ (ج ۳ ص ۴۲۶) من طریق سیف (۲) اخرجہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۳ ص ۴۵۷) باسناد فیہ سیف

مدد سے اپنا ہاتھ روکتا ہے تو صرف ایک ہاتھ رُکتا ہے اور کُنبہ والے اپنے ہاتھ روک لیں تو پھر کئی ہاتھ رُک جاتے ہیں اور کُنبہ کی طرف سے آدمی کو محبت، حفاظت اور نصرت ملتی ہے بعض دفعہ ایک آدمی دُوسرے آدمی کی خاطر ناراض ہوتا ہے حالانکہ وہ اس دُوسرے آدمی کو صرف اس کے خاندانی نسب کی وجہ سے ہی جانتا ہے مَیں تمہیں اس بارے میں اللہ کی کتاب میں بہت سی آیتیں پڑھ کر سناؤں گا پھر حضرت علیؓ نے یہ آیت پڑھی لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ (سُورت ہُود آیت ۸۰) "کیا خُوب ہوتا اگر میرا تم پر کچھ زور چلتا یا کسی مضبُوط پایہ کی پناہ پکڑتا" اس کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا یہ جو حضرت لُوط علیہ السّلام نے رُکن شدید یعنی مضبُوط پایہ فرمایا ہے اس سے مُراد کُنبہ ہے کیونکہ حضرت لُوطؑ کا کوئی کُنبہ نہیں تھا۔ اُس ذات کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبُود نہیں! حضرت لُوط علیہ السّلام کے بعد اللہ نے جو نبی بھی بھیجا وہ اپنی قوم کے بڑے کُنبہ میں سے ہوتا تھا پھر حضرت علیؓ نے حضرت شعیب علیہ السّلام کے بارے میں یہ آیت پڑھی وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا (سُورت ہُود آیت ۹۱) اور ہم تم کو اپنے میں کمزور دیکھ رہے ہیں۔" حضرت علیؓ نے فرمایا حضرت شعیبؑ چونکہ نابینا تھے، اس لیئے ان لوگوں نے آپ کو کمزوری کی طرف منسُوب کیا وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ (سُورت ہود آیت ۹۱) "اور اگر تمہارے خاندان کا پاس نہ ہوتا تو ہم تم کو سنگسار کر چکے ہوتے" حضرت علیؓ نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبُود نہیں! انہیں اپنے ربّ کے جلال کا ڈر تو تھا نہیں البتہ حضرت شعیبؑ کے خاندان کا ڈر تھا۔[1]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب رمضان شریف آتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے اور اس میں یہ ارشاد فرماتے یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کے روزے کو اللہ نے فرض کیا اور اس کی تراویح کو (ثواب کی چیز بنایا لیکن) فرض نہیں کیا اور آدمی کو یہ بات کہنے سے بچنا چاہیئے کہ جب فلاں روزہ رکھے گا تو مَیں بھی رکھوں گا اور جب فلاں روزہ رکھنا چھوڑ دے گا تو مَیں بھی چھوڑ دوں گا۔ غور سے سُنو! روزہ صرف کھانے، پینے کے چھوڑنے کا نام نہیں ہے بلکہ انہیں تو چھوڑنا ہے ہی لیکن اصل روزہ یہ ہے کہ آدمی جھوٹ، غلط اور بیہودہ باتوں کو بھی چھوڑ دے۔ توجہ سے سُنو! رمضان کے مہینہ کو اس کی جگہ سے آگے نہ لے جاؤ وہیں رہنے دو، اس لیئے جب تمہیں رمضان کا چاند نظر آجائے تو روزے شروع کر دو اور جب عید کا چاند نظر آئے تو روزے رکھنے چھوڑ دو اور اگر رمضان کی ۲۹ کو غروب کے وقت اَبر ہو تو پھر مہینہ کی ۳۰ کی گنتی پُوری کرو۔ حضرت شعبی کہتے ہیں حضرت علیؓ یہ تمام باتیں فجر اور عصر کے بعد کہا کرتے تھے۔[2]

---

(۱) اخرجہ ابوالشیخ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۵۰) (۲) اخرجہ الحسین بن یحیی القطان والبیہقی کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۳۲۲)

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر موت کا تذکرہ فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا اللہ کے بندو! اللہ کی قسم! موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے اگر تم (تیاری کر کے) اس کے لئے ٹھہر جاؤ گے تو بھی وہ تمہیں پکڑ لے گی اور اگر (اس کے لئے تیاری نہیں کرو گے بلکہ) اس سے بھاگو گے تو بھی وہ تمہیں آپکڑے گی، اس لئے اپنی نجات کی فکر کرو، نجات کی فکر کرو اور جلدی کرو، جلدی کرو اور ایک چیز تلاش میں تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہے جو بہت تیز ہے اور وہ ہے قبر۔ لہٰذا قبر کے بھینچنے سے، اس کی اندھیری سے اور اس کی دحشت سے بچو۔ غور سے سنو! قبر یا تو جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ غور سے سنو! قبر روزانہ تین مرتبہ یہ اعلان کرتی ہے میں تاریکی کا گھر ہوں میں کیڑوں کا گھر ہوں میں تنہائی کا گھر ہوں۔ غور سے سنو! قبر کے بعد وہ جگہ ہے جو قبر سے بھی زیادہ سخت ہے وہ جہنم کی آگ ہے جو بہت گرم اور بہت گہری ہے۔ جس کے زیور (یعنی سزا دینے کے آلات) لوہے کے ہیں جس کے نگران فرشتے کا نام مالک ہے جس میں اللہ کی طرف سے کسی طرح کی نرمی یا رحم کا ظہور نہیں ہوگا اور توجہ سے سنو! اس کے بعد ایسی جنت ہے جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اللہ ہمیں اور آپ کو متقیوں میں سے بنائے اور دردناک عذاب سے بچائے۔[1] حضرت اَصبغ بن نُباتہ بھی اسی بیان کو اس طرح نقل کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پہلے انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور موت کا ذکر کیا اور پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور قبر جو یہ اعلان کرتی ہے کہ میں تنہائی کا گھر ہوں اس کے بعد اس روایت میں یہ ہے کہ غور سے سنو! قبر کے بعد (قیامت کا) ایک ایسا دن ہے جس میں بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور بوڑھے مدہوش۔ اور تمام حمل والیاں (دن پورے ہونے سے پہلے ہی) اپنا حمل ڈال دیں گی اور (اے مخاطب!) تمہیں لوگ نشہ کی حالت میں نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے لیکن اس دن اللہ کا عذاب بہت سخت ہوگا اور ایک روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ پھر حضرت علیؓ رونے لگے اور ان کے اردگرد کے تمام مسلمان بھی رونے لگے۔[2]

حضرت صالح عجلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا پھر فرمایا اللہ کے بندو! دنیاوی زندگی تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے کیونکہ یہ ایسا گھر ہے جو بلاؤں سے گھرا ہوا ہے اور جس کا ایک دن فنا ہو جانا مشہور ہے اور جس کی خاص صفت بدعہدی کرنا ہے اور اس

(۱) اخرجہ الصابونی فی المئتین وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۱۱۰) (۲) ذکرہ ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۸ ص ۱

میں جو کچھ ہے وہ زوال پذیر ہے اور دُنیا اپنی جگہ بدلتی رہتی ہے، کبھی کسی کے پاس اور کبھی کسی کے پاس۔ اور اس میں اُترنے والے اس کے شر سے ہرگز نہیں بچ سکتے اور دُنیا والے خوب فراوانی اور خوشیوں میں ہوتے ہیں اور اچانک آزمائش اور دھوکہ میں آجاتے ہیں۔ دُنیا کے عیش وعشرت میں لگنا قابل مذمت کام ہے اور اس کی فراوانی ہمیشہ نہیں رہتی اور دُنیا والے خود دُنیا کے لیئے نشانہ ہیں ان پر دُنیا اپنے تیر چلاتی رہتی ہے اور موت کے ذریعہ انہیں توڑتی رہتی ہے۔

اللہ کے بندو! تمہارا دُنیا کا راستہ ان لوگوں سے الگ نہیں ہے جو دُنیا سے جاچکے ہیں جن کی عمریں تم سے زیادہ لمبی تھیں اور جن کی پکڑ تم سے زیادہ سخت تھی اور جنہوں نے تم سے زیادہ شہر آباد کیئے تھے اور جن کی آبادی کے نشانات بہت زیادہ عرصے تک رہے تھے اور انکی آوازوں کا شور بہت زمانے تک رہا تھا لیکن اب اُن کی یہ آوازیں بالکل خاموش اور بجھ چکی ہیں اور اب اُن کے جسم بوسیدہ اور ان کے شہر خالی ہوچکے ہیں اور اُن کے تمام نشانات مِٹ چکے ہیں اور قلعی اور چُونے والے محلات، مُزیّن تختوں اور بچھے ہوئے گاؤ تکیوں کے بجائے اب اُنہیں چٹانیں اور پتھر مل گئے ہیں جو ان کی لغلی قبروں میں رکھے ہوئے ہیں اور گارے سے بنے ہوئے ہیں اور اُن کی قبروں کے سامنے کی جگہ ویران اور بے آباد پڑی ہوئی ہے اور مٹی کے گارے سے ان قبروں پر لپائی کی گئی ہے۔ ان قبروں کی جگہ آبادی کے قریب ہے لیکن ان میں رہنے والے بہت دُور چلے جانے والے مسافر ہیں۔ ان کی قبریں آبادی کے درمیان ہیں لیکن ان قبروں والے وحشت اور تنہائی محسوس کرتے ہیں۔ ان کی قبریں کسی محلہ میں ہیں لیکن یہ قبروں والے اپنے ہی میں مشغول ہیں اور انہیں آبادی سے کوئی اُنس نہیں ہے حالانکہ یہ قبروں والے ایک دُوسرے کے پڑوسی ہیں اور ان کی قبریں پاس پاس ہیں لیکن ان میں پڑوسیوں والا کوئی جوڑ نہیں ہے اور ان میں آپس میں جوڑ ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ بوسیدگی نے انہیں پیس رکھا ہے اور چٹانوں اور گیلی مٹی نے انہیں کھا رکھا ہے۔ پہلے یہ لوگ زندہ تھے اب مرچکے ہیں اور عیش ولذت والی زندگی گزار کر اب ریزہ ریزہ ہوچکے ہیں ان کے مرنے پر ان کے دوستوں کو بہت دُکھ ہوا اور مٹی میں انہوں نے بسیرا اختیار کرلیا اور ایسے سفر پر گئے ہیں جہاں سے واپسی نہیں۔ ہائے افسوس، ہائے افسوس، ہرگز ایسا نہیں ہوگا یہ اس کی صرف ایک بات ہی بات ہے جس کو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے آگے آڑ یعنی عالم برزخ ہے اس دن تک کے لیئے جس دن لوگ دوبارہ زندہ کیئے جائیں گے اور تم بھی ایک دن ان کی طرح قبرستان میں اکیلے رہو گے اور بوسیدہ ہوجاؤ گے اور تمہیں بھی اس لیٹنے کی جگہ کے سپرد کردیا جائے گا اور یہ قبر کا امانت خانہ تمہیں اپنے میں سمیٹ لے گا تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تمام کام ختم ہوجائیں گے

اور قبروں کے مُردے زندہ کر کے کھڑے کر دیئے جائیں گے اور جو کچھ دلوں میں ہے وہ سب کھول کر رکھ دیا جائے گا اور تمہیں جلال و دبدبہ والے بادشاہ کے سامنے اندر کی ساری باتیں ظاہر کرنے کے لئے کھڑا کر دیا جائے گا پھر گزشتہ گناہوں کے ڈر سے دِل اُڑنے لگ جائیں گے اور تمہارے اُوپر سے تمام رُکاوٹیں اور پردے ہٹا دیئے جائیں گے اور تمہارے تمام عیب اور راز ظاہر ہو جائیں گے اور ہر اِنسان کو اپنے کیئے کا بدلہ ملے گا بُرے کام کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بُرا بدلہ اور اچھے کام کرنے والوں کو اچھا بدلہ دیں گے اور اعمالنامہ سامنے رکھ دیا جائے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس اعمالنامہ میں جو کچھ لکھا ہُوا ہے اُس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے ہائے ہماری بدقسمتی! اس اعمالنامہ کی عجیب حالت ہے کہ اس نے لکھے بغیر نہ چھوٹا گناہ چھوڑا اور نہ بڑا۔ اور جو کچھ انہوں نے دُنیا میں کیا تھا اُسے وہاں سب لکھا ہُوا موجُود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اپنی کتاب پر عمل کرنے والا اور اپنے دوستوں کے پیچھے چلنے والا بنائے تاکہ ہمیں اور آپ کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے گھر یعنی جنّت میں جگہ عطا فرمائے بیشک وہ تعریف کے قابل بزرگی والا ہے [1] ابن جوزی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اِسی بیان کو تفصیل سے ذکر کیا ہے لیکن شروع میں اس مضمُون کا اضافہ کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا اور اِرشاد فرمایا تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں میں اسی ذات کی تعریف کرتا ہُوں اور اُسی سے مدد طلب کرتا ہُوں اور اسی پر ایمان لاتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہُوں اور اس بات کی گواہی دیتا ہُوں کہ اللہ کے سِوا کوئی معبُود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) اُس کے بندے اور رسُول ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت اور دِینِ حق دے کر بھیجا تاکہ ان کے ذریعہ سے اللہ تمہاری تمام بیماریوں کو دُور کر دے اور تمہیں غفلت سے بیدار کر دے اور یہ بات جان لو کہ ایک دن تم لوگوں نے مرنا ہے اور مرنے کے بعد قیامت کے دِن تم لوگوں کو اُٹھایا جائے گا اور اعمال پر لاکر کھڑا کر دیا جائے گا اور پھر ان اعمال کا بدلہ تمہیں دیا جائے گا، لہٰذا دُنیاوی زندگی تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمُون ذکر کیا [2]

حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کے دادا کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے۔ جب اُس میّت کو قبر میں رکھا جانے لگا تو اُس کے گھر والے

(۱) اخرجہ الدینوری وابن عساکر عن عبداللہ بن صالح العجلی عن ابیہ کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۱۹) والمنتخب (ج ۶ ص ۳۲۴)

(۲) ذکرہ ابن الجوزی فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۱۲۴)

اور رشتہ دار سب اُونچی آواز سے رونے لگے حضرت علیؓ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ غور سے سُنو! اللہ کی قسم! ان لوگوں کے مرنے والے نے اب قبر میں جاکر جو منظر دیکھ لیا ہے اگر یہ لوگ بھی وہ منظر دیکھ لیں تو یہ اپنے مُردے کو بھول جائیں موت کے فرشتے نے بار بار ان لوگوں کے پاس آنا ہے یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہیں رہے گا پھر (بیان کے لیے) کھڑے ہُوئے اور فرمایا اللہ کے بندو! میں تمہیں اُس اللہ سے ڈرنے کی وصیّت کرتا ہُوں جس نے تمہارے لیے مثالیں بیان کیں، تمہاری موت کا وقت مقرّر کیا اور تمہارے ایسے کان بنائے کہ ان میں جو بات پہنچتی ہے اُسے سمجھ کر محفوظ کر لیتے ہیں اور ایسی آنکھیں عطا فرمائیں کہ جو کچھ پردے میں ہے اسے وہ ظاہر کر دیتی ہیں اور ایسے دِل دیئے جو ان مصائب اور مشکلات کو سمجھتے ہیں جو ان کی صُورتوں کی ترکیب میں ان کو پیش آتے ہیں اور اس چیز کو بھی سمجھتے ہیں جس نے ان دلوں کو آباد کیا یعنی ذکرِ الٰہی کو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بیکار پیدا نہیں کیا اور تم سے نصیحت والی کتاب یعنی قرآن کو ہٹایا بھی نہیں (بلکہ تمہیں نصیحت والی کتاب عطا فرمائی) بلکہ پُوری نعمتوں سے تمہیں نوازا اور مکمل عطیات دیئے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارا پُوری طرح احاطہ اور شمار کیا ہُوا ہے اور خوشی اور نفع کی حالت میں اور نقصان اور رنج کی حالت میں آپ لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کا بدلہ تیار کیا ہُوا ہے۔ اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور دین کی طلب میں مزید کوشش کرو اور خواہشات کے ٹکڑے کر دینے والی اور لذّتوں کو توڑ دینے والی چیز یعنی موت سے پہلے پہلے نیک عمل کرلو کیونکہ دُنیا کی نعمتیں ہمیشہ نہیں رہیں گی اور اس کے دردناک حادثات سے امن نہیں ہے دُنیا ایک دھوکہ ہے جس کی شکل بدلتی رہتی ہے اور کمزور سا سایہ ہے اور ایسا سہارا ہے جو جھک جاتا ہے یعنی بوقت ضرورت کام نہیں آتا شروع میں یہ دھوکہ نیا نظر آتا ہے لیکن جلد ہی پُرانا ہو کر گزر جاتا ہے اور اپنے پیچھے چلنے والے کو اپنی شہوتوں میں تھکا کر اور دھوکہ کا دُودھ پلا کر ہلاک کر دیتا ہے۔ اللہ کے بندو! عبرت کی چیزوں سے نصیحت پکڑو اور قرآنی آیتوں اور نبویؐ حدیثوں سے عبرت حاصل کرو اور ڈرانے والی چیزوں سے ڈر جاؤ اور وعظ و نصیحت کی باتوں سے نفع حاصل کرو یُوں سمجھو کہ موت نے اپنے پنجے تم میں گاڑ دیئے ہیں اور مٹی کے گھر نے تمہیں اپنے اندر سمیٹ لیا ہے اور بڑے سخت اور ہولناک مناظر تم پر اچانک آگئے ہیں (ان مناظر کی تفصیل یہ ہے کہ) صُور پھونک دیا گیا ہے اور قبروں میں سے تمام انسانوں کو اُٹھایا جا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی زبردست قُدرت سے تمام انسانوں کو ہانک کر محشر میں لا رہے ہیں اور حساب کے لیے کھڑا کر رہے ہیں اور ہر انسان کے ساتھ اللہ نے ایک فرشتہ لگا رکھا ہے جو اسے محشر کی طرف ہانک رہا ہے اور ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ ہے جو اس کے خلاف اس کے بُرے اعمال کی گواہی دے

رہا ہے اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھی ہے اور اعمال کے حساب کا دفتر لا کر رکھ دیا گیا ہے اور انبیاءؑ اور گواہ سب حاضر کر دیئے گئے ہیں اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جا رہا ہے اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہیں کیا جا رہا ہے اس دن کی وجہ سے تمام شہر تھرا رہے ہیں اور ایک اعلان کرنے والا اعلان کر رہا ہے اور یہ اوّلین اور آخرین کی باہمی ملاقات کا دن ہے اور اللہ کی طرف سے خاص تجلّی ظاہر ہو رہی ہے اور سورج بے نور ہو رہا ہے جگہ جگہ وحشی جانور گھبرا کر اکٹھے ہو گئے ہیں اور چھپے ہوئے تمام راز کھل گئے ہیں اور شریر لوگ ہلاک ہو رہے ہیں اور انسانوں کے دل کانپ رہے ہیں اور جہنم والوں پر اللہ کی طرف سے ہلاک کر دینے والا رُعب اور رُلانے والی سزا اُتر رہی ہے۔ جہنم کو ظاہر کر دیا گیا ہے اسے دیکھنے میں اب کوئی آڑ نہیں ہے۔ اس میں آنکڑے اور شور ہے اور کڑک جیسی بھیانک آواز ہے۔ جہنم سخت غصہ میں ہے اور دھمکیاں دے رہی ہے اور اس کی آگ بھڑک رہی ہے اور اس کا گرم پانی اُبل رہا ہے اور اس کی گرم ہوائیں اور تیزی آ رہی ہے اور اس میں ہمیشہ رہنے والے کا کوئی غم اور پریشانی دُور نہیں کی جائے گی اور اس جہنم میں رہنے والوں کی حسرتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی اور اس جہنم کی بیڑیاں کبھی توڑی نہیں جائیں گی اور ان جہنمیوں کے ساتھ فرشتے ہیں جو انہیں گرم پانی کی اور آگ میں داخل ہونے کی خوشخبری دے رہے ہیں اور انہیں اللہ کے دیدار سے روک دیا گیا ہے اور انہیں دوستوں سے جُدا کر دیا گیا ہے اور سب جہنم کی آگ کی طرف چلے جا رہے ہیں۔ اللہ کے بندو! اللہ سے اُس آدمی کی طرح ڈرو جس نے دَب کر عاجزی اختیار کر لی ہو اور (دشمن سے) ڈر کر کوچ کر گیا ہو اور جسے بُرے کاموں سے ڈرایا گیا ہو اور وہ دیکھ بھال کر ان سے رُک گیا ہو اور جلدی جلدی تلاش کرنے لگا ہو اور بھاگ کر نجات حاصل کر لی ہو اور آخرت کے لیئے اُس نے نیک اعمال آگے بھیج دیئے ہوں جہاں لوٹ کر جانا ہے اور نیک اعمال کے توشہ سے اُس نے مدد حاصل کی ہو اور بدلہ لینے اور دیکھنے میں اللہ کافی ہے اور جھگڑنے اور حجت کرنے میں اللہ کی کتاب کافی ہے اور جنت ثواب کے لیئے اور جہنم وبال اور سزا کے لیئے کافی ہے اور میں اپنے لیئے اور آپ لوگوں کے لیئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں[1]۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا أمّا بعد! دُنیا نے پُشت پھیر لی ہے اور جُدائی کا اعلان کر دیا ہے اور آخرت سامنے سے آ رہی ہے اور بلندی سے جھانک رہی ہے۔ آج گھوڑے دوڑانے کا یعنی عمل کا میدان ہے کل تو

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۷۷) عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ

ایک دُوسرے سے آگے نکلنا ہوگا۔ غور سے سُنو! تم آجکل دُنیاوی اُمیدوں کے دِنوں میں ہو لیکن ان کے پیچھے مَوت آرہی ہے اور جس نے اُمید کے دِنوں میں موت کے آنے سے پہلے نیک اعمال میں کوتاہی کی وہ ناکام و نامُراد ہوگیا۔ توجہ سے سُنو! جیسے تم خوف کے وقت عمل کرتے ہو ایسے ہی دُوسرے اوقات میں بھی شوق اور رغبت سے عمل کیا کرو۔ غور سے سُنو! میں نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی جو جنّت جیسی ہو اور پھر بھی اُس کا طالب سویا ہُوا ہو اور نہ ہی ایسی کوئی چیز دیکھی جو جہنّم جیسی ہو اور پھر بھی اس سے بھاگنے والا سوتا رہے۔ غور سے سُنو! جو حق سے نفع نہیں اُٹھاتا اُسے باطل ضرور نقصان پہنچاتا ہے۔ جسے ہدایت سیدھے راستے پر نہ چلا سکی، اُسے گمراہی سیدھے راستہ سے ضرور ہٹادے گی۔ غور سے سُنو! آپ لوگوں کو یہاں سے کُوچ کرنے کا اور سفرِ آخرت کا حکم مِل چکا ہے اور اس سفر کا توشہ بھی آپ لوگوں کو بتادیا گیا ہے۔ اے لوگو غور سے سُنو! یہ دُنیا تو ایسا سامان ہے جو سامنے موجُود ہے اور اس میں سے اچھا بُرا ہر ایک کھا رہا ہے اور اللہ نے آخرت کا جو وعدہ فرما رکھا ہے وہ بالکل سچا ہے اور وہاں وہ بادشاہ فیصلہ کرے گا جو بڑی قُدرت والا ہے۔ غور سے سُنو! شیطان تمہیں فقیر اور محتاج ہونے سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کے کاموں کا حُکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے مغفرت اور فضل کا وعدہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت وُسعت والے اور خُوب جاننے والے ہیں۔ اے لوگو! اپنی موجُودہ زندگی میں اچھے عمل کرلو انجام کار محفوظ رہوگے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمانبردار سے جنّت کا اور نافرمان سے جہنّم کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ جہنّم کی آگ میں جہنّمیوں کا چیخنا کبھی ختم نہ ہوگا۔ اس کے قیدی کو کبھی چُھڑایا نہیں جا سکے گا اور اس میں جس کی ہڈی ٹوٹے گی تو کبھی جُڑ نہ سکے گی اس کی گرمی بہت سخت ہے وہ بہت گہری ہے اور اس کا پانی خُون اور پیپ ہے اور مجھے تم پر سب سے زیادہ خطرہ دو باتوں کا ہے۔ ایک خواہشات کے پیچھے چلنے کا دوسرے اُمیدیں لمبی رکھنے کا[1] اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ خواہشات کے پیچھے چلنے سے اِنسان حق سے ہٹ جاتا ہے اور لمبی اُمیدوں کی وجہ سے آخرت بھُول جاتا ہے۔

حضرت زیاد اَعرابی رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں (خَوارج کے) فتنہ کے بعد اور نَہروان شہر سے فارغ ہونے کے بعد امیرُ المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کُوفہ کے منبر پر تشریف فرما ہُوئے پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر آنسوؤں کی وجہ سے ان کے گلے میں پھندا لگ گیا اور اتنا روئے کہ آنسوؤں سے داڑھی تر ہوگئی اور آنسو نیچے گرنے لگے پھر انہوں نے اپنی داڑھی

(1) اخرجہ الدینوری وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۰) والمنتخب (ج ۶ ص ۳۴۴) وذکر ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۸ ص ۶) ہذہ الخطبۃ بطولہا عن وکیع عن عمرو بن منبہ عن اوفی بن دلہم

جھاڑی تو اس کے قطرے کچھ لوگوں پر جاگرے تو ہم یہ کہا کرتے تھے حضرت علیؓ کے آنسو جس پر گرے ہیں اسے اللہ تعالیٰ جہنم پر حرام کر دیں گے پھر حضرت علیؓ نے فرمایا اے لوگو! ان میں سے نہ بنو جو بغیر کچھ کیئے آخرت کی اُمید رکھتے ہیں اور لمبی اُمیدوں کی وجہ سے توبہ کو ٹالتے رہتے ہیں۔ دُنیا کے بارے میں باتیں تو زاہدوں جیسی کرتے ہیں لیکن دُنیا کا کام اُن لوگوں کی طرح کرتے ہیں جن میں دُنیا کی رغبت اور شوق ہو۔ اگر انہیں دُنیا ملے تو وہ سیر نہیں ہوتے اور اگر نہ ملے تو ان میں قناعت بالکل نہیں ہے۔ جو نعمتیں انہیں اللہ دے رہا ہے ان کا شکر کر نہیں سکتے اور پھر چاہتے ہیں کہ نعمتیں اور بڑھ جائیں۔ دُوسروں کو نیک کاموں کا حکم کرتے ہیں لیکن خود نہیں کرتے اور دوسروں کو بُرے کاموں سے روکتے ہیں لیکن خود نہیں رُکتے۔ محبت تو نیک لوگوں سے کرتے ہیں لیکن ان کے والے عمل نہیں کرتے اور ظالموں سے بغض رکھتے ہیں لیکن خود ظالم ہیں اور (دُنیا کے) جن کاموں پر کچھ ملنے کا صرف گمان ہی ہے اُن کا نفس اُن سے وہ کام تو کروا لیتا ہے اور (آخرت کے) جن کاموں پر ملنا یقینی ہے وہ کام ان سے نہیں کروا سکتا۔ اگر انہیں مال مل جائے تو فتنہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اگر بیمار ہو جائیں تو غمگین ہو جاتے ہیں اگر فقیر ہو جائیں تو نا اُمید ہو کر کمزور پڑ جاتے ہیں۔ وہ گناہ بھی کرتے ہیں اور نعمتیں بھی استعمال کرتے ہیں عافیت ملتی ہے تو شکر نہیں کرتے اور جب کوئی آزمائش آتی ہے تو صبر نہیں کرتے ایسے نظر آتا ہے کہ جیسے دُوسروں کو موت سے ڈرایا گیا ہے انہیں نہیں اور آخرت کے سارے وعدے اور وعید دُوسروں کے لیئے ہیں۔ اے موت کا نشانہ بننے والو! اور موت کے پاس گروی رکھے جانے والو! اے بیماریوں کے برتنو! اے زمانے کے لوٹے ہُوئے لوگو! اے زمانہ پر بوجھ بننے والو! اے زمانہ کے پھلو! اے حادثات کی کلیو! اے دلائل کے سامنے گونگے بن جانے والو! اے فتنہ میں ڈوبے ہُوئے لوگو! اے وہ لوگو جن کے اور عبرت کی چیزوں کے درمیان رکاوٹیں ہیں! میں حق بات کہہ رہا ہُوں آدمی صرف اپنے آپ کو پہچان کر ہی نجات پا سکتا ہے اور آدمی اپنے ہاتھوں ہی ہلاک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِیۡكُمۡ نَارًا (سُورت تحریم آیت ۶)۔ "اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) اس آگ سے بچاؤ" اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان لوگوں میں سے بنائے جو وعظ و نصیحت سُن کر قبول کر لیتے ہیں اور جب ان کو عمل کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ اسے قبول کر کے عمل کر لیتے ہیں[1]۔

حضرت یحییٰ بن یعمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! تم سے پہلے لوگ صرف گناہوں

[1] اخرجہ ابن النجار کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۰) والمنتخب (ج ۶ ص ۳۲۵)

کے ارتکاب کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے ان کے علماء اور فقہاء نے انہیں روکا نہیں اللہ نے ان پر سزائیں نازل کیں۔ غور سے سنو! نیکی کا حکم کرو اور برائی سے روکو اس سے پہلے کہ تم پر بھی وہ عذاب اُترے جو ان پر اُترا تھا اور یہ سمجھ لو کہ نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے سے نہ رزق کم ہوتا ہے اور نہ موت جلدی آتی ہے۔ آسمان سے تقدیر کے فیصلے بارشوں کے قطروں کی طرح اُترتے ہیں، چنانچہ ہر انسان کے اہل وعیال مال وجان کے بارے میں کم ہو جانے یا بڑھ جانے کا جو فیصلہ اللہ نے مقدر میں لکھا ہوا ہے وہ آسمان سے اترتا ہے۔ اب جب تمہارے اہل و عیال مال وجان میں کسی قسم کا نقصان ہو اور تمہیں دوسروں کے اہل وعیال مال وجان میں نقصان کے بجائے اور اضافہ نظر آئے تو اس سے تم فتنہ میں نہ پڑ جانا۔ مسلمان آدمی اگر دنایت وکمینگی کا ارتکاب کرنے والا نہ ہو تو اُسے جب بھی یہ نقصان یاد آئے گا وہ عاجزی، انکساری، دعا اور التجاء کا مظاہرہ کرے گا (اور یوں اسے باطنی نفع ہوگا) اور کمینے لوگوں کو اس پر بہت غصہ آئے گا۔ جیسے کہ کامیاب ہونے والا جوئے باز، تیروں سے جوا کھیلنے میں پہلی دفعہ ہی ایسی کامیابی کا انتظار کرتا ہے جس سے خوب مال ملے اور تاوان وغیرہ اسے نہ دینا پڑے ایسے ہی خیانت سے پاک مسلمان آدمی جب اللہ سے دعا کرتا ہے تو دو اچھائیوں میں سے ایک کی اسے اُمید ہوتی ہے (کہ یا تو جو مانگا ہے وہ دنیا میں مل جائے گا اور اگر وہ نہ ملا تو پھر اس دعا کے دنیا میں قبول نہ ہونے کے بدلہ میں آخرت میں اسے ثواب ملے گا) جو اللہ کے پاس ہے وہ اس کے لئے بہتر ہے یا پھر اللہ اُسے مال دیں گے اور اس کے اہل وعیال میں خوب کثرت ہوگی اور وہ خوب مالدار ہوگا۔ کھیتی دو طرح کی ہے (ایک دنیا کی دوسری آخرت کی) دنیا کی کھیتی مال اور بیٹے ہیں اور آخرت کی کھیتی نیک اعمال ہیں اور کبھی اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو دونوں قسم کی کھیتیاں عطا فرماتے ہیں حضرت سفیان بن عُیَیْنَہ کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کون ایسا ہے جو یہ بات اتنے اچھے طریقہ سے کہہ سکے[1] البدایۃ کی روایت اسی جیسی ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے یا تو اللہ اُس کی دعا دنیا میں پوری کر دیں گے اور وہ بہت زیادہ مال اور اولاد والا ہو جائے گا خاندانی شرافت اور دین کی نعمت بھی اسے حاصل ہوگی یا پھر اسے اس دعا کا بدلہ آخرت میں دیں گے۔ اور آخرت (دنیا سے ہزار درجہ) بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ کھیتیاں دو ہیں دنیا کی کھیتی مال اور تقویٰ ہے (بظاہر مال اور اولاد ہے) اور آخرت کی کھیتی باقی رہنے والے اعمال صالحہ ہیں[2]

حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں لوگوں میں

(۱) اخرجہ ابن ابی الدنیا وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۰) ومنتخب (ج ۶ ص ۳۲۶) (۲) ذکرہ فی البدایۃ (ج ۸ ص ۸) عن ابن ابی الدنیا باسنادہ عن یحیی فذکر من قولہ ان الامر ینزل من السماء الی آخرہ نحوہ

بیان فرمایا میں نے انہیں اس بیان میں یہ کہتے ہُوئے سُنا اے لوگو! جو جان بُوجھ کر محتاج بنتا ہے وہ محتاج ہو ہی جاتا ہے اور جس کی عمر بہت زیادہ ہو جاتی ہے وہ مختلف بیماریوں اور کمزوریوں میں مُبتلا ہو جاتا ہے جو بلا اور آزمائش کے لیئے تیاری نہیں کرتا جب اُس پر آزمائش آتی ہے تو وہ صبر نہیں کر سکتا۔ جو کسی چیز پر قابو پالیتا ہے وہ اپنے کو دُوسروں پر ترجیح دیتا ہے۔ جو کسی سے مشورہ نہیں کرتا اُسے ندامت اُٹھانی پڑتی ہے اور اس گفتگو کے بعد یہ فرمایا تھا عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ اِسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف ظاہری نشان باقی رہ جائے گا اور یہ بھی فرمایا تھا غور سے سُنو! آدمی کو سیکھنے میں حیا نہیں کرنی چاہیئے اور جس آدمی سے ایسی بات پُوچھی جائے جسے وہ نہیں جانتا تو اُسے یہ کہنے میں حیا نہیں کرنی چاہیئے کہ مَیں نہیں جانتا۔ تمہاری مسجدیں ویسے تو اُس دن آباد ہوں گی لیکن تمہارے دل اور جسم اُجڑے ہُوئے اور ہدایت سے خالی ہوں گے۔ آسمان کے سایہ تلے رہنے والے تمام اِنسانوں میں سب سے بُرے تمہارے فُقہاء ہوں گے ان میں سے ہی فتنہ ظاہر ہوگا اور ان ہی میں لوٹ کر واپس آئے گا اس پر ایک آدمی نے کھڑے ہوکر کہا اے امیر المؤمنین! ایسا کب ہوگا؟ حضرت علیؓ نے فرمایا جب عِلم تمہارے گھٹیا لوگوں میں ہوگا اور تمہارے سرداروں میں زنا اور بے حیائی عام ہوگی اور بادشاہت تمہارے چھوٹے لوگوں میں ہوگی (جنہیں نہ تجربہ ہوگا نہ سمجھ ہوگی) اُس وقت قیامت قائم ہوگی۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دِن لوگوں میں بیان کے لیئے کھڑے ہُوئے اور اِرشاد فرمایا تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیئے ہیں جو مخلوق کو پیدا کرنے والا، (رات میں سے) پھاڑ کر صُبح کو نکالنے والا، مُردوں کو زندہ کرنے والا اور قبروں میں جو مدفون ہیں اُنہیں قیامت کے دِن اُٹھانے والا ہے اور مَیں اِس بات کی گواہی دیتا ہُوں کہ اللہ کے سِوا کوئی معبُود نہیں اور اس بات کی گواہی دیتا ہُوں کہ حضرت محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) اُس کے بندے اور رَسُول ہیں اور مَیں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیّت کرتا ہُوں۔ بندہ جن اعمال کو اللہ کے قُرب کے لیئے وسیلہ بنا سکتا ہے ان میں سب سے افضل ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ ہے اور کلمہ اخلاص ہے، اس لیئے کہ وہ عین انسانی فطرت کے مطابق ہے اور نماز قائم کرنا ہے کیونکہ وہ ہی اصل مذہب ہے اور زکوٰۃ دینا ہے کیونکہ وہ اللہ کے دینی فرائض میں سے ہے اور رمضان کے روزے رکھنا ہے کیونکہ یہ اللہ کے عذاب سے ڈھال ہے اور بیت اللہ کا حج ہے کیونکہ یہ فقر کے دُور کرنے اور گناہوں کے ہٹانے کا سبب ہے اور صلہ رحمی کرنا ہے کیونکہ اس سے مال بڑھتا ہے اور عمر لمبی ہوتی ہے

[1] اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۸ص ۲۱۸)

اور گھر والوں کی محبت (دُوسروں کے دِلوں میں) بڑھتی ہے اور چھپ کر صدقہ کرنا ہے کیونکہ اس سے خطائیں مٹ جاتی ہیں اور رب کا غصّہ ٹھنڈا پڑجاتا ہے اور لوگوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنا ہے کیونکہ یہ بُری موت اور ہولناک جگہوں سے بچاتا ہے اور اللہ کا ذکر خوب کرو کیونکہ اللہ کا ذکر سب سے اچھا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے متقی لوگوں سے جن چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے اُن چیزوں کا اپنے اندر شوق پیدا کرو کیونکہ اللہ کا وعدہ سب سے سچا وعدہ ہے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی اقتداء کرو کیونکہ ان کی سیرت سب سے افضل سیرت ہے اور ان کی سُنتوں پر چلو کیونکہ ان کی سُنتیں سب سے افضل طریقۂ زندگی ہیں اور اللہ کی کتاب سیکھو کیونکہ وہ سب سے افضل کلام ہے اور دین کی سمجھ حاصل کرو کیونکہ یہی دِلوں کی بہار ہے اور اللہ کے نُور سے شِفاء حاصل کرو کیونکہ یہ دلوں کی تمام بیماریوں کی شِفاء ہے۔ اِس کی تلاوت اچھی طرح کرو کیونکہ (اس کے اندر) سب سے عُمدہ قصّے ہیں۔ جب اِسے تمہارے سامنے پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سُنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر اللہ کی رحمت ہو اور جب تمہیں اس کے عِلم کے حاصل کرنے کی توفیق مِل گئی ہے تو اس پر عمل کرو تاکہ تمہیں ھدایت کامل درجہ کی مِل جائے کیونکہ جو عالم اپنے عِلم کے خِلاف عمل کرتا ہے وہ راہِ حق سے ہٹے ہُوئے اُس جاہل جیسا ہے جو اپنی جہالت کی وجہ سے درست نہیں ہوسکا بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ جو عالم اپنے علم کو چھوڑ بیٹھا ہے اُس کے خِلاف حُجّت زیادہ بڑی ہوگی اور اس پر حسرت زیادہ عرصہ تک رہے گی اور اس کے مقابلہ میں جہالت میں حیران وپریشان رہنے والے جاہل کے خلاف حُجّت چھوٹی اور اُس پر حسرت کم ہوگی۔ ویسے تو دونوں گمراہ ہیں اور دونوں ہلاک ہوں گے اور تردّد میں نہ پڑو ورنہ تم شک میں پڑجاؤ گے اور اگر تم شک میں پڑ گئے تو ایک دن کافر بن جاؤ گے اور اپنے لئے آسانی اور رُخصت والا راستہ اختیار نہ کرو ورنہ تم غفلت میں پڑجاؤ گے اور اگر تم حق سے غفلت برتنے لگ گئے تو پھر خسارہ والے ہوجاؤ گے۔ غور سے سُنو! یہ سمجھداری کی بات ہے کہ تم بھروسہ کرو لیکن اِتنا بھروسہ نہ کرو کہ دھوکہ کھالو اور تم میں سے اپنے آپ کا سب سے زیادہ خیر خواہ وہ ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ اِطاعت کرنے والا ہے اور تم میں سے اپنے آپ کو سب سے زیادہ دھوکہ دینے والا وہ ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ نافرمانی کرنے والا ہے۔ جو اللہ کی اِطاعت کرے گا وہ امن میں رہے گا اور خوش رہے گا اور جو اللہ کی نافرمانی کرے گا وہ ڈرتا رہے گا اور اُسے ندامت اٹھانی پڑے گی پھر تم اللہ سے یقین مانگو اور اس کے سامنے عافیت کا شوق ظاہر کرو۔ دِل کی سب سے بہتر دائمی کیفیت یقین ہے۔ فرائض سب سے افضل عمل ہیں اور جو نئے کام اپنے پاس سے گھڑے جاتے ہیں وہ سب سے بُرے ہیں۔ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر نئی بات گھڑنے والا بدعتی ہے جس نے کوئی نئی بات گھڑی اُس نے (دین) ضائع

کر دیا۔ جب کوئی بدعتی نئی بدعت نکالتا ہے تو وہ اس کی وجہ سے کوئی نہ کوئی سُنّت ضرور چھوڑتا ہے اصل نقصان والا وہ ہے جس کا دینی نقصان ہُوا ہو اور نقصان والا وہ ہے جو اپنے آپ کو خسارے میں ڈال دے۔ ریاکاری شرک میں سے ہے اور اخلاص عمل و ایمان کا حِصّہ ہے کھیل کُود کی مجلسیں قرآن بُھلا دیتی ہیں اور ان میں شیطان شریک ہوتا ہے اور یہ مجلسیں ہر گمراہی کی دعوت دیتی ہیں اور عورتوں کے ساتھ زیادہ بیٹھنے سے دل ٹیڑھے ہو جاتے ہیں اور ایسے آدمی کی طرف سب کی نگاہیں اُٹھتی ہیں۔ عورتیں شیطان کے جال ہیں۔ اللہ کے ساتھ سچائی کا معاملہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ سچے کے ساتھ ہے اور جھُوٹ سے اجتناب کرو کیونکہ جھُوٹ ایمان کا مخالف عمل ہے۔ غور سے سُنو! سچ نجات اور عزت کی بلند جگہ پر ہے اور جھُوٹ ہلاکت اور بربادی کی بلند جگہ پر ہے۔ غور سے سُنو! حق بات کہو اس سے تم پہچانے جاؤ گے اور حق پر عمل کرو اس سے تم حق والوں میں سے ہو جاؤ گے جس نے تمہارے پاس امانت رکھوائی ہے اُسے اُس کی امانت واپس کرو۔ جو رشتہ دار تم سے قطع رحمی کرے تم اُس کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور جو تمہیں نہ دے بلکہ محروم کرے تم اُس کے ساتھ احسان کرو جب تم کسی سے مُعاہدہ کرو تو اُسے پُورا کرو۔ جب فیصلہ کرو تو عدل و انصاف والا کرو۔ آباؤ اجداد کے کارناموں پر ایک دُوسرے پر فخر نہ کرو۔ اور ایک دُوسرے کو بُرے لقب سے نہ پکارو۔ آپس میں حد سے زیادہ مذاق نہ کرو اور ایک دُوسرے کو غصّہ نہ دِلاؤ۔ اور کمزور، مظلوم، مقروض مُجاہد فی سبیل اللہ مسافر اور سائل کی مدد کرو اور غلاموں کو آزادی دِلوانے میں مدد کرو اور بیوہ اور یتیم پر رحم کرو اور سلام پھیلاؤ اور جو تمہیں سلام کرے تم اسے ویسا ہی جواب دو یا اس سے اچھا جواب دو۔ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دُوسرے کی مدد کرو گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دُوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ سخت سزا والا ہے اور مہمان کا اِکرام کرو پڑوسی سے اچھا سلوک کرو۔ بیماروں کی عیادت کرو اور جنازے کے ساتھ جاؤ۔ اَللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔ اَمّابعد! دُنیا مُنہ پھیر کر جا رہی ہے اور اپنے رُخصت ہونے کا اعلان کر رہی ہے اور آخرت سایہ ڈال چکی ہے اور جھانک رہی ہے۔ آج دوڑانے کے لیے گھوڑے تیار کرنے کا دِن ہے کل قیامت کو ایک دُوسرے سے آگے بڑھنا ہو گا اور آگے بڑھ کر جنّت میں جانا ہو گا اگر آگے بڑھ کر جنّت میں نہ جا سکا تو پھر اس کا انجام جہنّم کی آگ ہے۔ توجہ سے سُنو! تمہیں ان دِنوں عمل کرنے کی مُہلت ملی ہوئی ہے۔ اِس کے بعد موت ہے جو بہت تیزی سے آ رہی ہے جو مُہلت کے دِنوں میں موت کے آنے سے پہلے اپنے ہر عمل کو اللہ کے لیے خالص کرے گا وہ اپنے عمل کو اچھا اور خوبصورت بنائے گا اور اپنی اُمید کو پائے گا اور جس نے اس میں کوتاہی کی اُس کے عمل خسارے والے ہو جائیں گے اُس کی اُمید پُوری نہ ہو گی بلکہ اُمید کی وجہ سے اُس کا نقصان ہو گا، لہٰذا اللہ کے ثواب کے شوق میں اُس کے

عذاب سے ڈر کر عمل کرو اگر کبھی نیک اعمال کی رغبت اور شوق کا تم پر غلبہ ہو تو اللہ کا شکر کرو اور اس شوق کے ساتھ خوف پیدا کرنے کی کوشش کرو اور اگر کبھی اللہ کے خوف کا غلبہ ہو تو اللہ کا ذکر کرو اور اس خوف کے ساتھ کچھ شوق ملانے کی کوشش کرو کیونکہ اللہ نے مسلمانوں کو بتایا ہے کہ اچھے عمل پر اچھا بدلہ ملے گا اور جو شکر کرے گا اللہ اُس کی نعمت بڑھائے گا۔ مَیں نے جنت جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی کہ جس کا طالب سو رہا ہو اور جہنم کی آگ جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی کہ جس سے بھاگنے والا سو رہا ہو اور مَیں نے اُس سے زیادہ کمانے والا نہیں دیکھا جو اس دِن کے لیئے نیک اعمال کماتا ہے جس دِن کے لیئے اعمال کے ذخیرے جمع کیئے جاتے ہیں اور جس دِن دلوں کے تمام بھید کُھل جائیں گے اور تمام بُری چیزیں اُس دن جمع ہو جائیں گی جسے حق سے کوئی فائدہ نہ ہُوا اُسے باطل نقصان پہنچائے گا جسے ہدایت سیدھے راستہ پر نہ چلا سکی اسے گمراہی سیدھے راستہ سے ہٹا دے گی۔ جسے یقین سے کوئی فائدہ نہ ہُوا اُسے شک نقصان پہنچائے گا اور جسے اس کی موجودہ چیز نفع نہ پہنچا سکی اُسے اُس کی دُور والی غیر حاضر چیز بالکل نفع نہیں پہنچا سکے گی یعنی جو براہِ راست مُجھ سے بیان سُن کر فائدہ نہ اُٹھا سکے وہ میرے نہ سُنے ہُوئے بیانات سے تو بالکل فائدہ نہیں اُٹھا سکے گا تمہیں کُوچ کر کے سفر میں جانے کا حکم دیا جا چُکا ہے اور سفر میں کام آنے والا توشہ بھی تمہیں بتایا جا چُکا ہے۔ توجہ سے سُنو! مجھے آپ لوگوں پر سب سے زیادہ دو چیزوں کا ڈر ہے ایک لمبی اُمیدیں دُوسرے خواہشات پر چلنا لمبی اُمیدوں کی وجہ سے اِنسان آخرت بھُول جاتا ہے اور خواہشات پر چلنے کی وجہ سے حق سے دُور ہو جاتا ہے توجہ سے سُنو! دُنیا پیٹھ پھیر کر جا رہی ہے اور آخرت سامنے سے آ رہی ہے اور دونوں کے طالب اور چاہنے والے ہیں اگر تم سے ہو سکے تو آخرت والوں میں سے بنو اور دُنیا والوں میں سے نہ بنو کیونکہ آج عمل کرنے کا موقع ہے لیکن حساب نہیں ہے. کل حساب ہو گا لیکن عمل کا موقع نہیں ہو گا[1]

حضرت ابو خیرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مَیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا یہاں تک کہ وہ کوفہ پہنچ گئے اور منبر پر تشریف فرما ہُوئے۔ پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا تم اُس وقت کیا کرو گے جب تُمہارے نبیؐ کی آل پر تمہارے سامنے فوج حملہ آور ہو گی؟ کوفہ والوں نے کہا ہم اَللہ کو ان کے بارے میں زبردست بہادری دکھائیں گے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تُمہارے سامنے ان پر فوج حملہ آور ہو گی اور تم مقابلہ پر آ کر ان کو خود قتل کرو گے پھر یہ شعر پڑھنے لگے:

---

[1] ذکرہ ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۷، ص ۳۰۷) قال الحافظ ابن کثیر وہذہ خطبۃ بلیغۃ نافعۃ جامعۃ للخیر ناہیۃ عن الشر وقد روی لہا شواہد من وجوہ اخر متصلۃ وللہ الحمد والمنۃ۔ انتہی

هُمْ اَوْرَدُوْهُ بِالْغُرُوْرِ وَغَرَّدُوْا   اَجِيْبُوْا دُعَاهُ لَا نَجَاةَ وَلَا عُذْرًا

وہ اسے دھوکے سے لے آئیں گے اور پھر اُونچی آواز سے یہ گائیں گے کہ اس (کے مخالف یعنی یزید) کی دعوت (بیعت) قبول کرلو اسے قبول کیئے بغیر تمہیں نجات نہیں ملے گی اور اس میں تمہارا کوئی عُذر قبول نہیں کیا جائے گا۔[1]

حضرت ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کے والد (حضرت یزید بن شریک رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں ہم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا کہ ہمارے پاس اللہ کی کتاب اور اس صحیفے کے علاوہ کچھ اور لکھا ہُوا ہے جسے ہم پڑھتے رہتے ہیں تو وہ بالکل غلط کہتا ہے اور اس صحیفے میں زکوٰۃ اور دیت کے اُونٹوں کی عمر اور زخموں کے مختلف احکام کے بارے میں لکھا ہُوا ہے اور اس صحیفے میں یہ بھی ہے کہ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا مدینہ کا حرم عَیر پہاڑ سے ثَوْر پہاڑ تک ہے۔ یہ سارا علاقہ قابلِ احترام ہے، لہٰذا جو اس علاقہ میں خود کوئی نئی چیز ایجاد کرے یا نئی چیز ایجاد کرنے والے کو ٹھکانہ دے تو اُس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن اس کے کسی فرض اور نفل عمل کو قبول نہیں فرمائیں گے اور جو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے نَسَب کی نِسبَت کرے گا اور جو غلام اپنے آقا کے عِلاوہ کسی اور کے غُلام ہونے کا دعوٰی کرے گا تو ان دونوں پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے کسی فرض اور نفل عمل کو قبول نہیں فرمائیں گے تمام مسلمانوں کی ذِمّہ داری ایک ہے جس کے لیئے کم درجے کا مسلمان بھی سعی کرے گا (یعنی ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی کسی کافر یا دُشمن کے آدمی کو امان دے دے تو اب اسے تمام مُسلمانوں کی طرف سے اَمان مِل جائے گی)۔[2]

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ عَلَیْہِ نے اس منبر پر ہاتھ مار کر کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس منبر پر ہم میں بیان کیا۔ پہلے اُنہوں نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور کچھ دیر اللہ کی ذات وصفات کا تذکرہ کیا پھر فرمایا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے بعد تمام لوگوں میں سب سے بہتر حضرت اَبُوبکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں پھر ہم نے ان کے بعد بہت سے نئے کام کیئے ہیں جن کا اللہ ہی فیصلہ کرے گا۔[3] حضرت اَبُو جُحَیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہُوئے۔ پہلے اَللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر درُود بھیجا پھر فرمایا حضورؐ کے بعد اُس

---

(۱) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۹۱) وفیہ سعید بن وہب متاخر ولم اعرفہ ولقیۃ رجالہ ثقات۔ انتہی (۲) اخرجہ احمد فی مسندہ (ج ۱ ص ۸۱) عن ابراہیم التیمی عن ابیہ (۳) اخرجہ احمد (ج ۱ ص ۱۲۷)

اُمت میں سب سے بہترین آدمی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر دوسرے نمبر پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور اللہ تعالیٰ جہاں چاہتے ہیں خیر رکھ دیتے ہیں۔[1] مُسندِ احمد میں حضرت وَہب سُوائی رضی اللہ عنہ سے اسی کے ہم معنی روایت مذکور ہے، البتہ اس میں یہ مضمون نہیں ہے کہ پھر ہم نے بہت سے نئے کام کئے اور اس میں حضرت علیؓ کا یہ فرمان ہے کہ ہم اس بات کو بعید نہیں سمجھتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر فرشتہ بولتا ہے۔

حضرت عَلقمہ رحمۃُ اللہ عَلَیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتے ہیں اگر میں اس کام سے لوگوں کو منع کر چکا ہوتا تو آج میں اس پر ضرور سزا دیتا اور روکنے سے پہلے سزا دینا مجھے پسند نہیں بہرحال اب سب سن لیں کہ آئندہ میرے اس بیان کے بعد جو بھی اس بارے میں ذرا سی بھی بات کرے گا وہ میرے نزدیک بُہتان باندھنے والا ہوگا اُسے وہی سزا ملے گی جو بُہتان باندھنے والے کی ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہترین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں پھر ہم نے ان حضرات کے بعد بہت سے نئے کام کئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں جو چاہیں گے فیصلہ فرمائیں گے۔[2] حضرت زَید بن وَہب رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سُوَید بن غَفلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے امیرالمؤمنین! میں چند لوگوں کے پاس سے گزرا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں نامناسب کلمات کہہ رہے تھے یہ سُن کر حضرت علیؓ اُٹھے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اُس ذات کی قسم جس نے دانے کو (زمین میں جانے کے بعد) پھاڑا اور جان کو پیدا کیا! ان دونوں حضرات سے وہی محبت کرے گا جو مومن اور صاحبِ فضل و کمال ہوگا اور ان سے بُغض صرف بدبخت اور بے دین ہی رکھے گا۔ حضرات شیخین کی محبت اللہ کے قرب حاصل ہونے کا ذریعہ ہے اور ان حضرات سے بُغض و نفرت بے دینی ہے۔ لوگوں کو کیا ہُوا کہ وہ حضور صلی اللہ عَلَیہ وَسَلَّمَ کے دو بھائیوں، دو وزیروں، دو خاص ساتھیوں، قریش کے دو سرداروں اور مسلمانوں کے دو رُوحانی باپوں کا نامناسب کلمات سے ذکر کرتے ہیں۔ جو بھی ان حضرات کا ذکر بُرائی سے کرے گا میں اُس سے بَری ہُوں اور میں اُسے اِس وجہ سے سزا دوں گا۔[3] حضرت علیؓ کا یہ بیان اکابر کی وجہ سے ناراض ہونے کے باب میں پُوری تفصیل سے گزر چکا ہے۔

(۱) عند احمد ایضاً (ج ۱ ص ۱۰۶) (۲) اخرجہ ابن ابی عاصم وابن شاہین واللالکائی فی السنۃ والاصبہانی فی الحجۃ وابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۴۶) (۳) عند ابی نعیم فی الحلیۃ کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۴۳)

حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جنگِ صفین سے واپس آئے تو اُن سے بنو ہاشم کے ایک نوجوان نے کہا اے امیر المؤمنین! میں نے آپ کو جمعہ کے خطبہ میں یہ کہتے ہوئے سُنا اے اللہ! تُو نے جس عمل کے ذریعہ سے خلفاءِ راشدین کی اصلاح فرمائی اُسی کے ذریعہ سے ہماری بھی اصلاح فرما تو یہ خلفاءِ راشدین کون ہیں؟ اس پر حضرت علیؓ کی دونوں آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور فرمایا خُلفاءِ راشدین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں جو کہ ہدایت کے امام اور اسلام کے بڑے زبردست عالم ہیں جن سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے بعد ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔ جو ان دونوں کا اِتباع کرے گا اُسے صراطِ مستقیم کی ہدایت ملے گی اور جو ان دونوں کی اقتداء کرے گا وہ رُشد والا ہو جائے گا۔ جو ان دونوں کو مضبُوطی سے پکڑے گا وہ اللہ کی جماعت میں شامل ہو جائے گا اور اللہ کی جماعت والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔[1]

بنو تمیم کے ایک بڑے میاں کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ہم میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں لوگ ایک دُوسرے کو کاٹ کھائیں گے اور مالدار اپنے مال کو روک کر رکھے گا بالکل خرچ نہیں کرے گا حالانکہ اُسے اس کا حکم نہیں دیا گیا تھا (بلکہ اُسے تو ضرورت سے زائد سارا مال دُوسروں پر خرچ کرنے کا حکم دیا گیا تھا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَکُمْ (سُورت بقرہ آیت ۲۳۷) "اور آپس میں احسان کرنے سے غفلت مت کرو" بُرے لوگ زور پر ہوں گے غالب آجائیں گے۔ نیک لوگ بالکل دَب جائیں گے اور مجبُور لوگوں سے خرید و فروخت کی جائے گی (یا تو انہیں خرید و فروخت پر کسی طرح مجبُور کیا جائے گا یا وہ قرضے وغیرہ کی وجہ سے مجبُور ہو کر اپنا سامان وغیرہ سستے داموں بیچیں گے) حالانکہ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجبُور انسان سے اس طرح خریدنے سے اور دھوکہ کی خرید و فروخت سے اور پکنے سے پہلے پھل بیچ دینے سے منع فرمایا ہے۔[2]

حضرت عبدالرحمٰن بن عَوف رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غُلام حضرت اَبُوعُبَید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ عیدالضحیٰ کی نماز میں شریک ہُوا حضرت علیؓ نے خطبہ سے پہلے اذان اور اقامت کے بغیر عید کی نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا اس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے تمہیں تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے لہٰذا تم لوگ تین دِن (تو گوشت کھاؤ اِس) کے بعد نہ کھاؤ (حضورؐ نے پہلے

(۱) اخرجہ اللالکائی وابو طالب العشاری ونصر فی الحجۃ کذا فی المنتخب (ج ۴ ص ۴۴۴) (۲) اخرجہ احمد (ج ۱ ص ۱۱۶)

تو منع فرمایا تھا لیکن بعد میں تین دن کے بعد بھی کھانے کی اجازت دے دی تھی[1]

حضرت ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بیان میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بارے میں جھوٹ نہ بولو کیونکہ جو میرے بارے میں جھوٹ بولے گا وہ جہنم کی آگ میں داخل ہوگا[2]

حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! اپنے غلام اور باندیوں پر شرعی حدود قائم کرو چاہے وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک باندی سے زنا صادر ہوگیا تھا تو حضورؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں اس پر حد شرعی قائم کروں۔ میں اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے ہاں کچھ دیر پہلے بچہ پیدا ہوا ہے تو مجھے ڈر ہوا کہ اگر میں اسے کوڑے ماروں گا تو وہ مرجائے گی۔ میں نے حضورؐ کی خدمت میں آکر یہ بات عرض کی۔ آپؐ نے فرمایا تم نے اچھا کیا[3]

حضرت عبداللہ بن سبع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا! میری یہ داڑھی سر کے خون سے ضرور رنگین ہوگی یعنی مجھے قتل کیا جائے گا اس پر لوگوں نے کہا آپ ہمیں بتائیں کہ وہ (آپ کو قتل کرنے والا) آدمی کون ہے؟ اللہ کی قسم! ہم اس کے سارے خاندان کو تباہ کر دیں گے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ میرے قاتل کے علاوہ کوئی اور ہرگز قتل نہ ہو۔ لوگوں نے کہا اگر آپ کو یقین ہے کہ عنقریب آپ کو قتل کر دیا جائے گا تو آپ کسی کو اپنا خلیفہ مقرر فرمادیں فرمایا نہیں بلکہ میں تو تمہیں اسی کے سپرد کرتا ہوں جس کے سپرد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کرکے گئے تھے (یعنی حضورؐ نے اپنے بعد کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا بلکہ اللہ کے حوالے کیا تھا میں بھی ایسے ہی کرتا ہوں)[4]

حضرت علاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! میں نے تمہارے مال میں سے اس شیشی کے علاوہ اور کچھ نہیں لیا اور اپنے کرتے کی آستین سے خوشبو کی ایک شیشی نکال کر فرمایا یہ ایک گاؤں کے چودھری نے مجھے ہدیہ کی ہے[5]

حضرت عمیر بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے منبر

---

(۱) اخرجہ احمد (ج ۱ ص ۱۴۱) (۲) اخرجہ احمد (ج ۱ ص ۱۵۰) واخرجہ الطیالسی (ص ۱۷) عن ربعی نحوہ (۳) اخرجہ احمد (ج ۱ ص ۱۵۶) (۴) اخرجہ احمد (ج ۱ ص ۱۵۶) (۵) اخرجہ عبدالرزاق وابو عبید فی الاموال والحاکم فی الکنیٰ وابو نعیم فی الحلیۃ عن ابی عمرو بن العلاء عن ابیہ کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۵۴)

پر ہم لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اگر میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھتا تو آپؐ مجھے خود بتا دیتے اور اگر میں آپؐ سے خیر کے بارے میں پوچھتا تو آپؐ اس کے بارے میں بتاتے۔ آپؐ نے اپنے رب کی طرف سے مجھے یہ حدیث سنائی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے اپنے عرش کے اوپر بلند ہونے کی قسم! جس بستی والے اور جس گھر والے اور جنگل میں اکیلے رہنے والے سب میری نافرمانی پر ہوں جو کہ مجھے ناپسند ہے پھر یہ اسے چھوڑ کر میری اطاعت اختیار کر لیں جو مجھے پسند ہے تو میرا عذاب جو انہیں ناپسند ہے ان سے ہٹا کر اپنی رحمت کو ان کی طرف متوجہ کر دوں گا جو انہیں پسند ہے اور جس بستی والے اور جس گھر والے اور جنگل میں اکیلے رہنے والے سب میری اطاعت پر ہوں جو مجھے پسند ہے وہ اسے چھوڑ کر میری نافرمانی اختیار کر لیں جو مجھے ناپسند ہے، تو میری رحمت جو انہیں پسند ہے وہ ان سے ہٹا کر اپنا غصہ ان کی طرف متوجہ کر دوں گا جو انہیں ناپسند ہے۔[1]

امیر المؤمنین حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے بیانات

حضرت ہُبَیرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کھڑے ہو کر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اے لوگو! آج رات ایسی ہستی دنیا سے اٹھائی گئی ہے جن سے پہلے لوگ آگے نہیں جا سکے اور جنہیں پچھلے لوگ پا نہیں سکیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کسی جگہ بھیجتے تو انہیں دائیں طرف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور بائیں طرف سے حضرت میکائیل علیہ السلام اپنے گھیرے میں لے لیتے اور جب تک اللہ انہیں فتح نہ دیتے یہ واپس نہ آتے یہ صرف سات سو درہم چھوڑ کر گئے ہیں۔ آپ اس سے ایک خادم خریدنا چاہتے تھے آج ستائیس[2] رمضان کی رات میں اُن کی روح قبض کی گئی ہے اسی رات میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا۔ ایک روایت میں ہے وہ سونا چاندی کچھ نہیں چھوڑ کر گئے صرف سات سو درہم چھوڑ کر گئے ہیں جو ان کے بیت المال میں سے ملنے والے وظیفہ میں سے بچے ہیں۔ اس روایت میں اس سے آگے نہیں ہے۔[2]

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اما بعد! آج رات تم نے ایک آدمی کو قتل کر دیا

(۱) اخرجہ ابن مردویہ کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۴۳) (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۳۸) وعند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۶۵) عن ہبیرۃ بالسیاق الثانی بمعناہ واخرجہ احمد (ج ۱ ص ۱۹۹) عنہ مختصراً

ہے اسی رات میں قرآن پاک نازل ہوا۔ اسی میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو اُٹھایا گیا اور اسی رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم حضرت یُوشع بن نُون رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کیا گیا اور اسی میں بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی[1] طبرانی کی روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ پھر حضرت حسنؓ نے فرمایا جو مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہے اور جو مجھے نہیں جانتا میں اُسے اپنا تعارف کرا دیتا ہُوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا حسن ہُوں (میں حضورؐ کو اپنا باپ اس وجہ سے کہہ رہا ہُوں کہ حضرت یُوسف علیہ السلام نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق علیہما السلام کو اپنا باپ کہا ہے، حالانکہ یہ دونوں ان کے دادا پڑدادا تھے) پھر اُنہوں نے یہ آیت پڑھی جس میں حضرت یُوسفؑ کا قول ہے وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ (سُورت یُوسف آیت ۳۸) " اور میں نے اپنے ان باپ دادوں کا مذہب اختیار کر رکھا ہے ابراہیمؑ کا، اسحاقؑ کا اور یعقُوبؑ کا۔" پھر اللہ کی کتاب میں سے کچھ اور پڑھنے لگے پھر (حضورؐ کے مختلف نام لے کر) فرمایا میں بشارت دینے والے کا بیٹا ہُوں۔ میں ڈرانے والے کا بیٹا ہوں میں نبیؐ کا بیٹا ہُوں میں اللہ کے حکم سے اللہ کی دعوت دینے والے کا بیٹا ہُوں میں روشن چراغ کا بیٹا ہُوں۔ میں اُس ذات کا بیٹا ہُوں جنہیں رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا میں اس گھرانے کا فرد ہُوں جن سے اللہ نے گندگی دُور کر دی اور جنہیں خُوب اچھی طرح پاک کیا میں اس گھرانے کا فرد ہُوں جن کی محبت اور دوستی کو اللہ نے فرض قرار دیا، چنانچہ جو قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ نے نازل کیا اس میں اللہ نے فرمایا ہے قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی (سُورت شوریٰ آیت ۲۳) " آپ (ان سے) یوں کہیئے کہ میں تم سے کچھ مطلب نہیں چاہتا بجز رشتہ داری کی محبت کے"[2] طبرانی کی دُوسری روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں جھنڈا دیا کرتے اور جب جنگ میں گھمسان کا رَن پڑتا تو جبرائیل علیہ السلام ان کے دائیں جانب آکر لڑتے۔ راوی کہتے ہیں یہ رمضان کی اکیسویں رات تھی[3] حاکم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ میں نبویؐ گھرانہ میں سے ہُوں حضرت جبرائیل علیہ السلام (آسمان سے) اُتر کر ہمارے پاس آیا کرتے تھے اور ہمارے پاس سے (آسمان کو) اُوپر جایا کرتے تھے۔ اس روایت میں اسی آیت کا یہ حصہ بھی ہے وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًا (سُورت شوریٰ آیت ۲۳)" اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس میں اور خوبی زیادہ کر دیں گے۔"

(۱) عند ابی لیعلی وابن جریر وابن عساکر عن الحسن کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۶۱) (۲) اخرجہ الطبرانی عن ابی الطفیل فذکر معنی روایتی ابن سعد و روایۃ ابی لیعلی وغیرہ (۳) قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۴۶) رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر باختصار و ابو لیعلی باختصار والبزار بنحوہ و رواہ احمد باختصار کثیر واسناد احمد وبعض طرق البزار والطبرانی فی الکبیر حسان۔ انتہی۔

یہاں نیکی کرنے سے مُراد ہمارے سارے گھرانے سے محبّت کرنا ہے۔[1]

حضرت ابوجمیلہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما خلیفہ بنے ایک دفعہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی نے آگے بڑھ کر اُن کی سُرین پر خنجر مارا جس سے وہ زخمی ہوگئے اور چند ماہ بیمار رہے پھر کھڑے ہوکر اُنہوں نے بیان فرمایا تو اس میں فرمایا اے عراق والو! ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ ہم تمہارے اُمراء بھی ہیں اور مہمان بھی اور ہم اس گھرانے کے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا (سُورت احزاب آیت ۳۳) "اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو دُور رکھے اور تم کو (ہر طرح ظاہراً و باطناً) پاک صاف رکھے" حضرت حسنؓ اس موضوع پر کافی دیر گفتگو فرماتے رہے یہاں تک کہ مسجد کا ہر آدمی روتا ہُوا نظر آنے لگا۔[2] ابن ابی حاتم کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت حسنؓ ان باتوں کو بار بار کہتے رہے یہاں تک کہ مسجد کا ہر آدمی آواز سے رونے لگا۔[3]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت مُعاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے نُخَیلہ مقام پر صلح کی تو حضرت مُعاویہؓ نے ان سے کہا جب یہ (صُلح کی) بات طے ہوگئی ہے تو آپ کھڑے ہوکر گفتگو کریں اور لوگوں کو بتادیں کہ آپ نے خلافت چھوڑ دی ہے اور اسے میرے حوالے کر دیا ہے، چُنانچہ حضرت حسنؓ اُٹھے اور منبر پر بیان کیا۔ حضرت شعبی کہتے ہیں میں اس بیان کو سُن رہا تھا حضرت حسنؓ نے پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا امّا بعد! سب سے زیادہ سمجھداری تقویٰ اختیار کرنا ہے اور سب سے بڑی حماقت گناہوں میں مُبتلا ہونا ہے میرا اور حضرت مُعاویہؓ کا خلافت کے بارے میں آپس میں اختلاف تھا یا تو یہ میرا حق تھا جسے میں نے حضرت مُعاویہؓ کے لئے اس لئے چھوڑ دیا تاکہ اس اُمّت کا آپس کا مُعاملہ ٹھیک رہے اور ان کے خُون محفوظ رہیں یا کوئی اور اس خلافت کا مُجھ سے زیادہ حقدار ہے تو اب میں نے یہ خلافت اُس کے حوالے کر دی ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی وَاِنۡ اَدۡرِیۡ لَعَلَّہٗ فِتۡنَۃٌ لَّکُمۡ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ (سُورت انبیاء آیت ۱۱۱) "اور میں (بالتّعیین) نہیں جانتا (کہ کیا مصلحت ہے) شاید وہ (تاخیرِ عذاب) تمہارے لئے (صُورتاً) امتحان ہو اور ایک وقت (یعنی مَوت) تک (زندگی سے) فائدہ پہنچانا ہو"۔[4]

(۱) اخرجہ الحاکم فی المستدرک (ج ۳ ص ۲۰۱) عن علی بن الحسین رضی اللہ عنہما بمعنی روایۃ ابی الطفیل قال الذہبی لیس بصحیح و سکت الحاکم (۲) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۷۲) رجالہ ثقات۔ انتہی (۳) اخرجہ ابن ابی حاتم عن ابی جمیلۃ نحوہ کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۴۸۶) (۴) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۴ ص ۲۰۸) وفیہ مجالد بن سعید وفیہ کلام وقد وثق وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔ انتہی۔

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی تو انہوں نے نُخَیلہ مقام میں ہم میں بیان کیا اور کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور پچھلی حدیث جیسا مضمون بیان کیا اور آخر میں مزید یہ بھی ہے میں اسی پر اپنی بات ختم کرتا ہوں اور میں اپنے لیئے اور تمہارے لیئے اللہ سے استغفار کرتا ہوں [1]

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنے اس بیان میں یہ بھی فرمایا اَمّابعد! اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے پہلوں کے ذریعہ سے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے) تمہیں ہدایت دی اور ہمارے پچھلوں کے ذریعہ (یعنی میرے ذریعہ) تمہارے خون کی حفاظت کی۔ اس خلافت کی تو ایک خاص مدت ہے اور دنیا تو آنے جانے والی چیز ہے کبھی کسی کے پاس ہوتی ہے کبھی کسی کے پاس۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ (سورت انبیاء آیت ۱۱۱) ترجمہ گزر چکا ہے [2]

امیر المؤمنین حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا بیان

حضرت محمد بن کعب قُرظی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما ایک دن مدینہ میں بیان فرما رہے تھے اس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ جو چیز دینا چاہے اُسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے وہ روک لے اُسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی مالدار کو اُس کی مالداری اللہ کے ہاں کوئی کام نہیں دے سکتی۔ اللہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اُسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔ میں نے یہ ساری باتیں (منبر کی) ان لکڑیوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہیں۔ [3]

حضرت حُمید بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہم میں بیان فرمایا میں نے انہیں بیان میں یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اُسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں اور میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہی ہوں اور دیتے تو صرف اللہ ہی ہیں اور یہ اُمت ہمیشہ حق پر اور اللہ کے دین پر قائم رہے گی اور جو ان کی مخالفت کرے گا وہ انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور یہ صورت حال اللہ کے حکم کے آنے تک یعنی قیامت کے قائم ہونے تک ایسے ہی رہے گی [4]

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۱۷۵) من طریق مجالد و اخرجہ البیہقی (ج ۸ ص ۱۷۳) من طریقہ عنہ نحوہ (۲) ذکرہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۶ ص ۹۳)
[3] اخرجہ ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۲۰) (۴) عند ابن عبدالبر ایضاً۔

حضرت عُمیر بن ہانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت مُعاویہ بن ابی سُفیان رضی اللہ عنہما نے لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا میری اُمّت میں سے ہمیشہ ایک جماعت اللہ کے دین کو لے کر کھڑی رہے گی ان کی مخالفت کرنے والے اور ان کی مدد چھوڑنے والے کوئی بھی ان کا نقصان نہ کر سکیں گے اور اللہ کے حکم کے آنے تک یعنی قیامت کے قائم ہونے تک وہ ایسے ہی رہیں گے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ لوگوں پر غالب رہیں گے۔ حضرت عمیر بن ہانی کہتے ہیں اس پر حضرت مالک بن یُخامِر رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑے ہو کر کہا میں نے حضرت مُعاذ بن جَبل رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ (میرے خیال میں) یہ جماعت آج کل شام میں ہے[1] حضرت یونس بن حَلبَس جُبلانی سے اسی جیسی حدیث مروی ہے اور اس میں مزید یہ بھی ہے پھر حضرت مُعاویہؓ نے اس آیت کو بطور دلیل کے ذکر کیا یَاعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (سُورت آلِ عمران آیت ۵۵) اے عیسیٰ (کچھ غم نہ کرو) بیشک میں تم کو وفات دینے والا ہوں اور (فی الحال) میں تم کو اپنی طرف اُٹھائے لیتا ہوں اور تم کو ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو منکر ہیں اور جو لوگ تمہارا کہنا ماننے والے ہیں ان کو غالب رکھنے والا ہوں ان لوگوں پر جو کہ (تمہارے) منکر ہیں روزِ قیامت تک"[2] حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت مُعاویہ رضی اللہ عنہ نے منبر پر بیان کرتے ہوئے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا اے لوگو! علم تو سیکھنے سے آتا ہے اور دین کی سمجھ تو حاصل کرنے سے آتی ہے اور جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اللہ سے صرف وہی ڈرتے ہیں (جو اس کی قدرت کا) علم رکھتے ہیں اور میری اُمّت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی جو لوگوں پر غالب رہے گی اور مخالفین اور دشمنوں کی انہیں کوئی پرواہ نہیں ہوگی اور یہ لوگ قیامت تک یونہی غالب رہیں گے[3]

امیر المؤمنین حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے بیانات

حضرت محمد بن عبداللہ ثقفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ حج کے موقع پر میں حضرت ابن زُبیر رضی اللہ عنہما کے خُطبہ میں شریک ہُوا۔ ہمیں ان کے بارے میں اسی وقت پتہ چلا جب وہ یومُ التَّروِیَہ (آٹھویں ذی الحجہ) سے ایک دن پہلے احرام باندھ کر ہمارے پاس باہر آئے وہ ادھیڑ عمر کے خوبصورت آدمی تھے وہ سامنے سے آرہے تھے۔ لوگوں نے کہا یہ

(۱) عند احمد وابی یعلی ولیعقوب بن سفیان وغیرہم (۲) عند ابن عساکر (۳) عند ابن عساکر ایضا کذا فی الکنز (ج ۶ ص ۱۳۰)

امیر المؤمنین ہیں پھر وہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اس وقت ان پر احرام کی دو سفید چادریں تھیں پھر انہوں نے لوگوں کو سلام کیا لوگوں نے انہیں سلام کا جواب دیا پھر انہوں نے بڑی اچھی آواز سے لبیک پڑھا ایسی اچھی آواز میں نے کبھی ہی سنی ہوگی پھر اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اس کے بعد فرمایا اما بعد! تم لوگ مختلف علاقوں سے وفد بن کر اللہ کے پاس آئے ہو، لہٰذا اللہ پر بھی اس کے فضل سے یہ لازم ہے کہ وہ اپنے پاس وفد بن کر آنے والوں کا اکرام کرے۔ اب جو ان اُخروی نعمتوں کا طالب بن کر آیا ہے جو اللہ کے پاس ہیں تو اللہ سے طلب کرنے والا محروم نہیں رہتا، لہٰذا اپنے قول کی عمل سے تصدیق کرو کیونکہ قول کا سہارا عمل ہے اور اصل نیت دل کی ہوتی ہے ان دِلوں میں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو کیونکہ ان دنوں میں اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ آپ لوگ مختلف علاقوں سے آئے ہیں آپ لوگوں کا مقصد نہ تجارت ہے اور نہ مال حاصل کرنا اور نہ ہی دُنیا لینے کی اُمید میں آپ لوگ یہاں آئے ہیں پھر حضرت ابن زبیرؓ نے لبیک پڑھا اور لوگوں نے بھی پڑھا۔ پھر انہوں نے بڑی لمبی گفتگو فرمائی پھر فرمایا اما بعد! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ (سورت بقرہ آیت ۱۹۷) " (زمانہ) حج چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں " فرمایا وہ تین مہینے ہیں شوال ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ " سو جو شخص ان میں حج مقرر کرے تو پھر (اس کو) نہ کوئی فحش بات (جائز) ہے " یعنی بیوی سے صحبت کرنا وَلَا فُسُوْقَ " اور نہ کوئی بے حکمی (درست) ہے " یعنی مسلمانوں کو برا بھلا کہنا وَلَا جِدَالَ " اور نہ کسی قسم کا نزاع زیبا ہے " یعنی لڑائی جھگڑا کرنا وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى " اور جو نیک کام کرو گے خدائے تعالیٰ کو اس کی اطلاع ہوتی ہے اور (جب حج کو جانے لگو) خرچ ضرور لے لیا کرو کیونکہ سب سے بڑی بات خرچ میں (گداگری سے) بچا رہنا ہے " اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ " تم کو اس میں ذرا بھی گناہ نہیں کہ (حج میں) معاش کی تلاش کرو " چنانچہ اللہ نے حاجیوں کو تجارت کی اجازت دے دی پھر اللہ نے فرمایا فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ " پھر جب تم لوگ عرفات سے واپس آنے لگو " اور عرفات ٹھہرنے کی وہ جگہ ہے جہاں حاجی لوگ سورج کے غروب تک وقوف کرتے ہیں پھر وہاں سے واپس آتے ہیں فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ " تو مشعر حرام کے پاس (مزدلفہ میں شب کو قیام کرکے) خدائے تعالیٰ کو یاد کرو " یہ مزدلفہ کے وہ پہاڑ ہیں جہاں حاجی رات کو ٹھہرتے ہیں وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ " اور اس طرح یاد کرو جس طرح تم کو بتلا رکھا ہے " حضرت ابن زبیرؓ نے فرمایا یہ حکم عام نہیں ہے بلکہ صرف مکہ شہر والوں کے لیئے ہے کیونکہ مکہ والے

مُزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور عرفات نہیں جاتے تھے، اس لئے وہ مُزدلفہ سے واپس آتے تھے۔ جبکہ باقی لوگ عرفات جاتے تھے اور وہاں سے واپس آتے تھے تو اللہ نے اُن کے فعل پر انکار کرتے ہُوئے فرمایا ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ "پھر تم سب کو ضرور ہے کہ اسی جگہ ہو کر واپس آؤ جہاں اور لوگ جا کر وہاں سے واپس آتے ہیں"، یعنی وہاں سے واپس آکر اپنے مناسکِ حج پُورے کرو۔ زمانۂ جاہلیت کے حاجیوں کا دستور یہ تھا کہ وہ حج سے فارغ ہوکر اپنے آباؤاجداد کے کارناموں کا ذکر کرکے ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (سُورت بقرہ آیت ۲۰۰، ۲۰۱) "تو حق تعالیٰ کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے آباؤاجداد کا ذکر کیا کرتے ہو بلکہ یہ ذکر اس سے (بدرجہا) بڑھ کر ہے سو بعضے آدمی (جو کہ کافر ہیں) ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو (جو کچھ دینا ہو) دُنیا میں دے دیجئے اور ایسے شخص کو آخرت میں (بوجہ انکار آخرت کے) کوئی حصہ نہ ملے گا اور بعضے آدمی (جو کہ مؤمن ہیں) ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دُنیا میں بھی بہتری عنایت کیجئے اور آخرت میں بھی بہتری دیجئے اور ہم کو عذابِ دوزخ سے بچائیے" یعنی دُنیا میں رہ کر دُنیا کے لئے بھی محنت کرتے ہیں اور آخرت کے لئے بھی۔ پھر حضرت ابن زبیرؓ نے اس آیت تک تلاوت فرمائی وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ (سُورت بقرہ آیت ۲۰۳) "اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کئی روز تک" اور فرمایا اس سے ایامِ تشریق مُراد ہیں اور ان دِلوں کے ذکر میں سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا، اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا اور اللہ کی عظمت والے کلمات کہنا سب شامل ہے پھر حضرت ابن زبیرؓ نے میقات یعنی لوگوں کے احرام باندھنے کی جگہوں کا ذکر کیا، چنانچہ فرمایا مدینہ والوں کے لئے احرام باندھنے کی جگہ ذُوالحُلَیفہ ہے اور عراق والوں کے لئے عقیق ہے اور نجد والوں اور طائف والوں کے لئے قَرن ہے اور یمن والوں کے لئے یلملم ہے۔ اس کے بعد اہل کتاب کے کافروں کے لئے یہ بد دُعا کی اے اللہ! اہل کتاب کے ان کافروں کو عذاب دے جو تیری آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور تیرے رسُولوں کو جھٹلاتے ہیں اور تیرے راستہ سے روکتے ہیں۔ اے اللہ! انہیں عذاب بھی دے اور ان کے دِل بدکار عورتوں جیسے بنا دے۔ اس طرح بہت لمبی دُعا کی پھر فرمایا یہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے دِلوں کو اللہ نے ایسے اندھا کر دیا جیسے ان کی آنکھوں کو اندھا کیا وہ حجِ تمتع کا یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ ایک آدمی مثلاً خراسان سے حج کا احرام باندھ کر آیا تو یہ اُس سے کہتے ہیں

عُمرہ کر کے حج کا احرام کھول دو پھر یہاں سے حج کا احرام باندھ لینا (حالانکہ جب وہ حج کا احرام باندھ کر آیا ہے تو وہ حج کر کے ہی احرام کھول سکتا ہے اس سے پہلے نہیں) اللہ کی قسم! حج کا احرام باندھ کر آنے والے کو صرف ایک صورت میں تمتّع کی یعنی عُمرہ کر کے احرام کھول دینے کی اجازت ہے جبکہ اسے حج سے روک دیا جائے پھر حضرت ابن زبیرؓ نے لبّیک پڑھا اور تمام لوگوں نے پڑھا راوی کہتے ہیں مَیں نے لوگوں کو اس دن سے زیادہ روتے ہُوئے کسی دن نہیں دیکھا[1]

حضرت ہشام بن عُروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیان میں فرمایا اچھی طرح سمجھ لو کہ بطنِ عُرَنَہ کے علاوہ سارا عرفات ٹھہرنے کی جگہ ہے اور خوب جان لو کہ بطنِ مُحَسّر کے علاوہ سارا مُزدَلِفَہ ٹھہرنے کی جگہ ہے[2]

حضرت عبّاس بن سہل بن سعد ساعدی انصاری رحمۃ اللہ عَلَیہ کہتے ہیں مَیں نے مکہ کے منبر پر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو بیان میں یہ فرماتے ہُوئے سُنا اے لوگو! حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم فرمایا کرتے تھے اگر ابنِ آدم کو سونے کی ایک وادی دے دی جائے تو وہ دُوسری وادی کی تمنّا کرنے لگے گا اور اگر اُسے دُوسری وادی دے دی جائے تو تیسری کی تمنّا کرنے لگے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو (قبر کی) مٹّی کے سوا اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور جو اللہ کے سامنے توبہ کرتا ہے اللہ اُس کی توبہ قبُول فرما لیتے ہیں[3]

حضرت عطاءؒ بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عَنہما نے ہم لوگوں میں بیان کرتے ہُوئے فرمایا حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا میری اس مسجد میں ایک نماز مسجد حرام کے علاوہ دُوسری مساجد کی ہزار نماز سے افضل ہے اور مسجد حرام کی ایک نماز (میری مسجد کی نماز پر) سو گُنا فضیلت رکھتی ہے۔ حضرت عطاءؒ کہتے ہیں اس طرح مسجد حرام کی نماز کو (دوسری مسجد کی نماز پر) لاکھ گُنا فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ حضرت عطاءؒ کہتے ہیں مَیں نے حضرت ابن زبیرؓ سے پُوچھا اے ابو محمّد! یہ لاکھ گُنا فضیلت صرف مسجدِ حرام میں ہے یا سارے حرم میں ہے؟ اُنہوں نے فرمایا نہیں سارے حرم میں ہے کیونکہ سارا حرم مسجد (کے حکم میں) ہے[4]

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام حضرت وَہب بن کَیسان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن زبیرؓ نے عید کے دن عید کی نماز پڑھائی پھر کھڑے ہو کر خُطبہ پڑھا۔ مَیں نے اُنہیں خطبہ میں یہ کہتے ہُوئے سُنا اے لوگو! عید کی نماز سے پہلے خُطبہ پڑھنا ہرگز درست نہیں

(۱) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۳ ص ۲۵۰) وفیہ سعید بن المرزبان وقد وثق وفیہ کلام کثیر وفیہ غیرہ ممن لم اعرفہ۔ انتہی واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۳۶) عن محمد بن عبداللہ الثقفی نحوہ الا انہ لم یذکر من قولہ تکلم بکلام کثیر الی قولہ الا لمحصر وفی اسنادہ سعید بن المرزبان (۲) اخرجہ ابن جریر فی تفسیرہ (ج ۲ ص ۱۶۸) (۳) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۳۰) (۴) اخرجہ ابو داؤد الطیالسی (ص ۱۹۵)

عید کے بعد خطبہ پڑھنا اللہ اور رسولؐ کی طرف سے مقرر کردہ طریقہ ہے۔[1]

حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو بیان میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو مرد دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت میں نہیں پہن سکے گا۔[2]

حضرت ابو الزبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو اس منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے بعد سلام پھیرتے تو یہ کلمات پڑھتے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَانَعْبُدُ اِلَّآ اِیَّاہُ اَھْلُ النِّعْمَۃِ وَالْفَضْلِ وَالثَّنَاءِ الْحَسَنِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْکَرِہَ الْکَافِرُوْنَ" اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں، ساری بادشاہت اُسی کے لیئے ہے تمام تعریفیں اسی کے لیئے ہیں وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ برائی سے بچنے اور نیکی کے کرنے کی طاقت صرف اسی سے ملتی ہے۔ ہم صرف اُسی کی عبادت کرتے ہیں وہ نعمت فضل اور اچھی تعریف والا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہم پورے اخلاص کے ساتھ دین پر چل رہے ہیں چاہے یہ کافروں کو برا لگے۔"[3]

حضرت زُبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ عاشوراء (دس محرم) کا دن ہے اس میں روزہ رکھو کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کے روزے کا حکم دیا ہے۔[4]

حضرت کلثوم بن جبر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما دینی اُمور میں بڑی مشکل سے رعایت کرتے تھے انہوں نے ایک مرتبہ ہم میں بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا اے مکہ والو! مجھے قریش کے کچھ لوگوں کے بارے میں یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ نردشیر کھیل کھیلتے ہیں (یہ شطرنج جیسا کھیل ہے) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ (سورت مائدہ آیت ۹۰) "بات یہی ہے کہ شراب اور جُوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں سو ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم کو فلاح ہو" اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے پاس جو آدمی ایسا لایا گیا جو یہ کھیل کھیلتا ہوگا تو میں اس کے بال اور کھال اُدھیڑ دوں گا اور سخت سزا دوں گا اور اس کا سامان اسے دے دوں گا جو اسے میرے پاس لائے گا۔[5]

(۱) اخرجہ احمد فی مسندہ (ج ۴ ص ۴) (۲) اخرجہ احمد (ج ۴ ص ۵) (۳) اخرجہ احمد (ج ۴ ص ۵) (۴) اخرجہ احمد (ج ۴ ص ۶)
(۵) اخرجہ البخاری فی الادب (ص ۱۸۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیانات

حضرت ابُوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر بیان فرمایا بیان سے فارغ ہو کر آپؐ نے فرمایا اے ابوبکر! تم کھڑے ہو کر بیان کرو چنانچہ انہوں نے حضورؐ سے کم بیان کیا جب وہ بیان سے فارغ ہو گئے تو حضورؐ نے فرمایا اے عمر! اب تم اٹھو اور بیان کرو چنانچہ وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے حضورؐ سے بھی اور حضرت ابوبکرؓ سے بھی کم بیان کیا۔ جب وہ بیان سے فارغ ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا اے فلانے! اب تم کھڑے ہو کر بیان کرو اس نے کھڑے ہو کر خوب منہ بھر کر باتیں کیں حضورؐ نے اُسے فرمایا خاموش ہو جاؤ اور بیٹھ جاؤ کیونکہ خوب منہ بھر کر باتیں کرنا شیطان کی طرف سے ہے اور بعض بیان جادو کی طرح اثر انداز ہوتے ہیں پھر آپؐ نے (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے) فرمایا اے ابن اُمِّ عبد! اب تم کھڑے ہو کر بیان کرو۔ انہوں نے کھڑے ہو کر پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر کہا اے لوگو! اللہ تعالیٰ ہمارے رب ہیں اور اسلام ہمارا دین ہے اور قرآن ہمارا امام ہے اور بیت اللہ ہمارا قبلہ ہے اور ہاتھ سے حضورؐ کی طرف اشارہ کر کے کہا اور یہ ہمارے نبی ہیں اور اللہ اور اُس کے رسولؐ نے جو کچھ ہمارے لیئے پسند کیا ہم نے بھی اسے اپنے لیئے پسند کیا اور جو کچھ اللہ اور اُس کے رسولؐ نے ہمارے لیئے ناپسند کیا ہم نے بھی اسے اپنے لئے ناپسند کیا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا ابن اُمِّ عبد نے ٹھیک کہا، ابن اُمِّ عبد نے ٹھیک اور سچ کہا اللہ تعالیٰ نے جو کچھ میرے لیئے اور میری اُمت کے لیئے پسند کیا وہ مجھے بھی پسند ہے اور جو کچھ ابن اُمِّ عبد نے پسند کیا وہ بھی مجھے پسند ہے [1] ابن عساکر کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ جو کچھ اللہ نے میرے لیئے اور میری اُمت کے لیئے ناپسند کیا وہ مجھے بھی ناپسند ہے اور جو کچھ ابن اُمِّ عبد نے ناپسند کیا وہ مجھے بھی ناپسند ہے [2] ابن عساکر کی دُوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعودؓ سے فرمایا اب تم بات کرو، چنانچہ شروع میں انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور حضورؐ پر درود سلام بھیجا پھر کلمۂ شہادت پڑھا پھر یہ کہا ہم اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہیں اور میں نے بھی آپ لوگوں کے لیئے وہی پسند کیا جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے پسند کیا اس پر حضورؐ نے فرمایا میں بھی تمہارے لیئے وہی پسند کرتا ہوں جو تمہارے لئے ابن اُمِّ عبد یعنی حضرت ابن مسعودؓ نے پسند کیا [3]

---

(1) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۹۰) رجالہ ثقات الا ان عبیداللہ بن عثمان بن خثیم لم یسمع من ابی الدرداءؓ واللہ اعلم انتہی (۲) اخرجہ ابن عساکر عن سعید بن جبیر عن ابی الدرداءؓ مسنداً قال ابن عساکر سعید بن جبیر لم یدرک اباالدرداءؓ (۳) اخرجہ ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۳۷)

حضرت ابو الاحوص جُشمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں اُنہیں دیوار پر سانپ چلتا ہُوا نظر آیا اُنہوں نے بیان چھوڑ کر چھڑی سے اُسے اتنا مارا کہ وہ مر گیا پھر فرمایا میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا کہ جس نے کسی سانپ کو مارا تو گویا اُس نے ایسے مشرک آدمی کو مارا ہے جس کا خُون بہانا حلال ہو گیا ہو۔[1]

حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مدینہ سے کُوفہ کو روانہ ہُوئے آٹھ دن سفر کرنے کے بعد اُنہوں نے ایک جگہ بیان کیا پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اما بعد! امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہُوا تو ہم نے لوگوں کو اس دن سے زیادہ روتے ہُوئے کسی دن نہیں دیکھا پھر ہم حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے صحابہ جمع ہُوئے اور ایسے آدمی کے تلاش کرنے میں کوئی کمی نہیں کی جو ہم میں سب سے بہتر ہو اور ہر لحاظ سے ہم پر فوقیت رکھنے والا ہو، چُنانچہ ہم نے امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی ہے۔ آپ لوگ بھی ان سے بیعت ہو جائیں۔[2]

حضرت عُتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کے بیانات

حضرت خالد بن عمیر عدوی رحمۃ اللہ عَلَیْہِ کہتے ہیں حضرت عُتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ بصرہ کے گورنر تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ہم لوگوں میں بیان کیا تو پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اما بعد! دُنیا نے اپنے ختم ہو جانے کا اعلان کر دیا ہے اور پیٹھ پھیر کر تیزی سے جا رہی ہے اور دنیا میں سے بس تھوڑا سا حصّہ باقی رہ گیا ہے جیسے برتن میں اخیر میں تھوڑا سا رہ جاتا ہے اور آدمی اسے چُوس لیتا ہے اور تم یہاں سے منتقل ہو کر ایسے جہان میں چلے جاؤ گے جو کبھی ختم نہیں ہوگا لہٰذا جو اچھے اعمال تمہارے پاس موجود ہیں ان کو لے کر اگلے جہان میں جاؤ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جہنّم کے کنارے سے ایک پتھر پھینکا جائے گا جو ستّر سال تک جہنّم میں گرتا رہے گا لیکن پھر بھی اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اللہ کی قسم! یہ جہنّم بھی ایک دن انسانوں سے بھر جائے گی کیا تمہیں اس پر تعجب ہو رہا ہے؟ اور ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنّت کے دروازے کے دو پٹوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے لیکن ایک دن ایسا آئے گا کہ جنّتیوں کے ہجُوم کی وجہ سے اتنا چوڑا دروازہ بھی بھرا ہُوا ہوگا اور مَیں نے وہ زمانہ بھی دیکھا ہے کہ ہم حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ صرف سات آدمی تھے اور

(۱) اخرجه احمد (ج ۱ ص ۴۲۱) (۲) اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۶۳)

میں بھی ان میں شامل تھا اور ہمیں کھانے کو صرف درختوں کے پتے ملتے تھے جنہیں مسلسل کھانے کی وجہ سے ہمارے جبڑے بھی زخمی ہو گئے تھے اور مجھے ایک گری پڑی چادر ملی تھی میں نے اُس کے دو ٹکڑے کیے ایک ٹکڑے کو میں نے لنگی بنا لیا اور ایک کو حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے۔ ایک زمانہ میں تو ہمارے فقر و فاقہ کا یہ حال تھا اور آج ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا گورنر بنا ہُوا ہے اور میں اِس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہُوں کہ میں اپنی نگاہ میں تو بڑا ہُوں اور اللہ کے ہاں چھوٹا ہُوں[1] حاکم کی روایت کے آخر میں یہ مضمون بھی ہے کہ ہر نبوّت کی لائن دن بدن کم ہوتی چلی گئی ہے اور بالآخر اس کی جگہ بادشاہت نے لے لی ہے اور میرے بعد تم اور گورنروں کا تجربہ کر لو گے[2] ابن سعد میں اِس روایت کے شروع میں یہ مضمون ہے کہ حضرت عُتبہ رضی اللہ عنہ نے بَصرہ میں سب سے پہلا یہ بیان کیا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیئے ہیں میں اس کی تعریف بیان کرتا ہُوں اور اس سے مدد مانگتا ہُوں اور اس پر ایمان لاتا ہُوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہُوں اور اِس بات کی گواہی دیتا ہُوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اَمَّابعد! اے لوگو! آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے[3]

حضرت حُذَیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے بیانات

حضرت اَبُوعبدالرّحمٰن سُلَمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حُذَیفہ بن یَمان رضی اللہ عنہ مدائن شہر کے گورنر تھے۔ ہمارے اور مدائن کے درمیان ایک فرسخ یعنی تین میل کا فاصلہ تھا۔ میں اپنے والد کے ساتھ مدائن جمعہ پڑھنے گیا، چُنانچہ وہ منبر پر تشریف فرما ہُوئے۔ پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا قیامت قریب آ گئی اور چاند کے ٹکڑے ہو گئے غور سے سُنو! چاند کے تو ٹکڑے ہو چُکے ہیں۔ توجہ سے سُنو! دُنیا نے جُدائی کا اعلان کر دیا ہے۔ غور سے سُنو! آج تو تیاری کا دن ہے کل کو ایک دُوسرے سے آگے نکلنے کا مقابلہ ہے میں نے اپنے والد سے کہا ان کے نزدیک آگے نکلنے کا کیا مطلب ہے؟ اُنہوں نے کہا اِس کا مطلب یہ ہے کون جنّت کی طرف آگے بڑھتا ہے[1] ابن جریر کی روایت کے شروع میں یہ مضمون ہے غور سے سُنو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (سُورت قمر آیت ۱) "قیامت

(۱) اخرجہ مسلم کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۹۳) (۲) واخرجہ الحاکم فی المستدرک (ج ۳ ص ۲۶۱) عن خالد نحوہ قال الحاکم صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ وذکرہ ابن الجوزی فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۱۵۲) عن مسلم فقال انفرد بہ مسلم ولیس لعتبۃ فی الصحیح غیرہ وہٰکذا ذکرہ النابلسی فی ذخائر المواریث (ج ۳ ص ۲۲۹) وعزاہ الی مسلم وابن ماجہ فی الزہد والترمذی فی صفۃ جہنم واخرجہ احمد فی مسندہ (ج ۴ ص ۱۷۴) عن خالد نحوہ بزیادۃ زادھا الحاکم واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۷۱) بمعناہ (۳) اخرجہ ابن سعد (ج ۷ ص ۶) عن مصعب بن محمد بن شرحبیل بطولہ مع زیادۃ الحاکم (۴) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۸۱)

نزدیک آپہنچی اور چاند شق ہوگیا" غور سے سُنو! بیشک قیامت قریب آچکی ہے۔ اس روایت کے آخر میں یہ ہے کہ میں نے اپنے والد سے پُوچھا کیا سچ مچ کل لوگوں کا آگے نکلنے میں مقابلہ ہوگا؟ میرے والد نے کہا اے میرے بیٹے! تم تو بالکل نادان ہو اس سے تو اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا مُراد ہے پھر اگلا جُمعہ آیا ہم جُمعہ میں آئے حضرت حُذیفہؓ نے پھر بیان کیا اور فرمایا غور سے سُنو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ ترجمہ سُنو! دُنیا نے جُدائی کا اعلان کردیا ہے۔ غور سے سُنو! آج تیاری کا دن ہے کل ایک دُوسرے سے آگے نکلنے کا مقابلہ ہوگا اور (تیاری نہ کرنے والے کا) انجام جہنّم کی آگ ہے اور آگے نکل جانے والا وہ ہے جو جنّت کی طرف سبقت لے جائے گا۔[1]

حضرت کُردُوس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ نے مدائن شہر میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! تم نے اپنے غلاموں کے ذمّہ لگایا ہے کہ وہ مال کما کر تمہیں دیں وہ اپنی کمائی لاکر تمہیں دیتے ہیں ان کی کمائیوں کا خیال رکھو اگر وہ حلال کی ہوں تو کھالو ورنہ چھوڑ دو کیونکہ میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جو گوشت حرام سے پرورش پائے گا وہ جنّت میں نہیں جا سکے گا۔[2]

حضرت اَبُوداؤد احمدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ نے مدائن شہر میں ہم لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! اپنے غُلاموں کی کمائی کی تحقیق کرتے رہو اور یہ معلوم کرو کہ وہ کہاں سے کما کر تمہارے پاس لاتے ہیں کیونکہ حرام سے پرورش پانے والا گوشت کبھی بھی جنّت میں داخل نہیں ہوسکے گا اور یہ بات جان لو کہ شراب کا بیچنے والا، خریدنے والا اور اپنے لیئے بنانے والا یہ سب شراب پینے والے کی طرح ہیں۔[3]

حضرت اَبُوموسیٰ اَشعَری رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت قسامہ بن زُہَیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت اَبُوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بَصرہ میں لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! رویا کرو اگر رونا نہ آئے تو رونے جیسی شکل ہی بنا لیا کرو کیونکہ جہنّم والے اِتنا روئیں گے کہ ان کے آنسو ختم ہوجائیں گے پھر وہ خُون کے اتنے آنسو روئیں گے کہ اگر ان آنسوؤں میں کشتیاں چلائی جائیں تو وہ بھی چل جائیں۔[4]

(۱) اخرجہ ابن جریر عن ابی عبدالرحمٰن السلمی بنحوہ کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۲۶۱) واخرجہ الحاکم فی المستدرک (ج ۴ ص ۶۰۹) عن ابی عبدالرحمٰن بنحوہ وقال ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح (۲) عند ابی نعیم الضا (ج ۱ ص ۲۸۱) (۳) عند عبدالرزاق کما فی الکنز (ج ۳ ص ۲۴۸) (۴) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۱۰) واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۶۱) عن قسامۃ بنحوہ واحمد فی مسندہ عنہ بنحوہ

حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما کا بیان

حضرت شقیق رحمۃُ اللہ عَلَیہ کہتے ہیں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ موسم حج کے امیر تھے اُنہوں نے ہم میں بیان فرمایا انہوں نے سُورت بقرہ شروع کردی آیتیں پڑھتے جاتے تھے اور اُن کی تفسیر کرتے جاتے تھے۔ مَیں اپنے دِل میں کہنے لگا نہ تو مَیں نے ان جیسا آدمی دیکھا اور نہ اِن جیسا کلام کبھی سُنا اگر فارس اور روم والے ان کا کلام سُن لیں تو سب مُسلمان ہو جائیں[1]

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت ابویزید مدنیؒ کہتے ہیں حضرت ابوہریرہؓ نے مدینہ میں حُضورصلّی اللہُ عَلَیہِ وسلَّم کے منبر پر کھڑے ہوکر بیان فرمایا اور حضورؐ کے کھڑے ہونے کی جگہ سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہُوئے اور اِرشاد فرمایا تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے ابُوہریرہؓ کو اسلام کی ہدایت دی اور تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے ابوہریرہ کو قرآن سکھایا اور تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے حضرت محمد صلّی اللہُ عَلَیہِ وسلَّم کی صُحبت میں رہنے کا موقع عنایت فرما کر ابُوہریرہ پر بڑا احسان فرمایا تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیئے ہیں جس نے مجھے خمیری روٹی کھلائی اور اچھا کپڑا پہنایا تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیئے ہیں جس نے بنتِ غزوان سے میری شادی کرادی، حالانکہ پہلے مَیں پیٹ بھر کھانے کے بدلے اُس کے پاس مزدوری پر کام کرتا تھا اور وہ مجھے سواری دیا کرتی تھی اور اب مَیں اُسے سواری دیتا ہُوں جیسے وہ دیا کرتی تھی پھر فرمایا عربوں کے لیئے ہلاکت ہو کہ ایک بہت بڑا شر قریب آگیا ہے اور اُن کے لیئے ہلاکت ہو کہ عنقریب بچے حاکم بن جائیں گے اور لوگوں میں اپنی مرضی اور خواہش کے فیصلے کریں گے اور غصہ میں آکر لوگوں کو ناحق قتل کریں گے۔ اے (حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے) فَرُّوخ کے بیٹو! یعنی عجم کے رہنے والو! (حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے اس بیٹے کی اولاد عجم کہلاتی ہے) تمہیں خوشخبری ہو اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر دین ثریّا ستارے کے پاس لٹکا ہُوا ہوتا تو بھی تمہارے کچھ آدمی اُسے ضرور حاصل کر لیتے[2]

حضرت ابوحبیبہ رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں جن دِنوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں محصور تھے مَیں اُن کی خدمت میں ان کے گھر گیا وہاں مَیں نے دیکھا کہ حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمانؓ سے لوگوں سے بات کرنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے انہیں اجازت دے دی، چنانچہ وہ بیان کے لیئے کھڑے ہُوئے پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا مَیں نے

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۲۴) (۲) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۸۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد تم پر ایک بڑا فتنہ اور بڑا اختلاف ظاہر ہوگا ایک صحابیؓ نے حضورؐ سے پوچھا یا رسول اللہ! ان حالات میں آپ ہمیں کیا کرنے کا حکم کرتے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا امیر اور اس کے ساتھیوں کو مضبوطی سے پکڑے رہنا یہ فرماتے ہوئے حضرت ابوہریرہؓ حضرت عثمانؓ کی طرف اشارہ فرما رہے تھے [1]

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حجاج بن یوسف سے اندر آنے کی اجازت مانگی اس نے مجھے اجازت دے دی۔ میں نے اندر جا کر سلام کیا۔ حجاج کے تخت کے قریب دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے حجاج نے ان سے کہا انہیں جگہ دے دو۔ انہوں نے مجھے جگہ دے دی۔ میں وہاں بیٹھ گیا حجاج نے مجھ سے کہا اللہ نے آپ کے والد کو بہت خوبیاں عطا فرمائی تھیں کیا آپ وہ حدیث جانتے ہیں جو آپ کے والد نے عبدالملک بن مروان کو آپ کے دادا حضرت عبداللہ بن سلام کی طرف سے سنائی تھی؟ میں نے کہا آپ پر اللہ رحم فرمائے کونسی حدیث؟ حدیثیں تو بہت ہیں حجاج نے کہا مصریوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا تھا ان کے بارے میں حدیث۔ میں نے کہا ہاں وہ حدیث مجھے معلوم ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ محصور تھے حضرت عبداللہ بن سلامؓ تشریف لائے اور حضرت عثمانؓ کے گھر میں داخل ہونا چاہا تو اندر موجود لوگوں نے ان کے لیئے راستہ بنا دیا جس سے وہ اندر داخل ہو گئے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا السلام علیک اے امیر المومنین! حضرت عثمانؓ نے فرمایا وعلیک السلام اے عبداللہ بن سلام! کیسے آنا ہوا؟ حضرت ابن سلامؓ نے کہا میں تو یہ پختہ عزم کر کے آیا ہوں کہ یہاں سے ایسے ہی نہیں جاؤں گا (بلکہ آپ کی طرف سے ان مصریوں سے لڑوں گا) پھر یا تو شہید ہو جاؤں گا یا اللہ آپ کو فتح نصیب فرما دیں گے۔ مجھے تو یہی نظر آرہا ہے کہ یہ لوگ آپ کو قتل کر دیں گے۔ اگر ان لوگوں نے آپ کو قتل کر دیا تو یہ آپ کے لیئے تو بہتر ہوگا لیکن ان کے لیئے بہت برا ہوگا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا آپ کے اوپر میرا جو حق ہے اس کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ ان کے پاس ضرور جائیں اور انہیں سمجھائیں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ سے خیر کو لے آئیں اور شر کو ختم کر دیں حضرت ابن سلامؓ نے اپنا ارادہ چھوڑ دیا اور حضرت عثمانؓ کی بات مان لی اور ان مصریوں کے پاس باہر آئے جب مصریوں نے ان کو دیکھا تو وہ سب ان کے پاس اکٹھے ہو گئے وہ یہ سمجھے کہ حضرت

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۹۹) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح۔

ابن سلامؓ کوئی خوشی کی بات لائے ہیں چنانچہ حضرت ابن سلامؓ بیان کے لیے کھڑے ہوئے پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اما بعد! اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری سُنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تھا جوان کی اطاعت کرتا تھا اسے جنت کی بشارت دیتے تھے اور جو نافرمانی کرتا تھا اُسے جہنم سے ڈراتے تھے آخر اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کا اتباع کرنے والوں کو تمام دین والوں پر غالب کر دیا اگرچہ یہ بات مشرکوں کو بہت ناگوار گزری اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے لیے بہت سی رہنے کی جگہیں پسند فرمائیں اور ان میں سے مدینہ منورہ کو منتخب فرمایا اور اسے ہجرت کا گھر اور ایمان کا گھر قرار دیا (ہر جگہ سے مسلمان ہجرت کر کے وہاں آتے رہے اور ایمان سیکھتے رہے) اللہ کی قسم! جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے ہیں اُس وقت سے لے کر آج تک ہر وقت فرشتے اسے ہر طرف سے گھیرے رہتے ہیں اور جب سے حضورؐ مدینہ تشریف لائے ہیں اُس وقت سے لے کر آج تک اللہ کی تلوار آپ لوگوں سے نیام میں ہے (یعنی مسلمان قتل نہیں ہو رہے ہیں) پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا لہٰذا جسے ہدایت ملی اُسے اللہ کے دینے سے ملی اور جو گمراہ ہوا وہ واضح اور کھلی دلیل کے آنے کے بعد گمراہ ہوا۔ پہلے زمانے میں جو بھی نبیؑ شہید کیا گیا اُس کے بدلے میں ستر ہزار جنگجو جوان قتل کیے گئے ان میں سے ہر ایک اس نبی کے بدلے میں قتل ہوا اور جو بھی خلیفہ شہید کیا گیا اُس کے بدلے میں ۳۵ ہزار جنگجو جوان قتل کیے گئے ان میں سے ہر ایک اس خلیفہ کے بدلے میں قتل ہوا لہٰذا تم جلد بازی میں کہیں ان بڑے میاں کو قتل نہ کر دو۔ اللہ کی قسم! تم میں سے جو آدمی بھی انہیں قتل کرے گا وہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں اس حال میں پیش ہوگا کہ اُس کا ہاتھ کٹا ہوا اور شل ہوگا۔ اور یہ بات اچھی طرح جان لو کہ ایک باپ کا اپنے بیٹے پر جتنا حق ہوتا ہے اُتنا ہی ان بڑے میاں کا تمہارے اُوپر ہے۔ راوی کہتے ہیں یہ سُن کر وہ سارے باغی کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے یہودی جھوٹے ہیں، یہودی جھوٹے ہیں (چونکہ حضرت عبداللہ بن سلام پہلے یہودی تھے اور بعد میں مسلمان ہوئے، اس لیے بطور طعنے کے انہوں نے ایسا کہا) حضرت عبداللہؓ نے فرمایا تم غلط کہتے ہو اللہ کی قسم! یہ بات کہہ کر تم گنہگار ہو گئے ہو میں یہودی نہیں ہوں میں تو مسلمان ہوں۔ یہ بات اللہ اور اس کے رسولؐ اور سارے مؤمن جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے میرے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل فرمائی ہے قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (سورت رعد آیت ۴۳) "آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری نبوت پر) اللہ تعالیٰ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب (آسمانی) کا علم ہے کافی گواہ ہیں"۔ (جس کے پاس گزشتہ

آسمانی کتاب کا علم ہے اس سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام اور ان جیسے دوسرے یہودی علماء ہیں جو تورات کی بتائی ہوئی نشانیاں دیکھ کر مسلمان ہو گئے تھے) اور میرے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی نازل فرمائی ہے قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ (سورت احقاف آیت ۱۰) "آپ کہہ دیجئے کہ تم مجھ کو یہ بتاؤ کہ اگر یہ قرآن منجانب اللہ ہو اور تم اس کے منکر ہو اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ اس جیسی کتاب پر گواہی دے کر ایمان لے آوے اور تم تکبر ہی میں رہو" پھر راوی نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بارے میں حدیث ذکر کی[۱]

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا بیان

حضرت محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب عمر بن سعد نے (لشکر لے کر) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پڑاؤ کیا اور حضرت حسینؓ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ انہیں قتل کر دیں گے تو انہوں نے اپنے ساتھیوں میں کھڑے ہو کر بیان کیا۔ پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا جو معاملہ تم دیکھ رہے ہو وہ سر پر آن پڑا ہے (ہمیں قتل کرنے کے لئے لشکر آگیا ہے) دنیا بدل گئی ہے اور اوپری ہو گئی ہے۔ اس کی نیکی پیٹھ پھیر کر چلی گئی ہے اور دنیا کی نیکی میں سے صرف اتنارہ گیا جتنا برتن کے نچلے حصہ میں رہ جایا کرتا ہے بس گھٹیا زندگی رہ گئی ہے جیسے مضر صحت چراگاہ ہوا کرتی ہے جس کا گھاس کھانے سے ہر جانور بیمار ہو جاتا ہے۔ کیا آپ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ حق پر عمل نہیں کیا جارہا اور باطل سے رکا نہیں جارہا (ان حالات میں) مؤمن کو اللہ سے ملاقات کا شوق ہونا چاہئے۔ میں تو اس وقت موت کو بڑی سعادت کی چیز اور ظالموں کے ساتھ زندگی کو پریشانی اور بے چینی کی چیز سمجھتا ہوں[۲] حضرت عقبہ بن ابی العیزار کی روایت تاریخ ابن جریر میں اس طرح ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ذی حُسُم مقام میں کھڑے ہو کر بیان کیا اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا[۳] حضرت عقبہ بن ابی العیزار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بَیضہ مقام میں اپنے ساتھیوں میں اور حُر بن یزید کے ساتھیوں میں بیان کیا پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو آدمی ایسے ظالم سلطان کو دیکھے جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں

(۱) اخرجہ الطبرانی عن عبدالملک بن عمیر قال الہیثمی (ج ۹ ص ۹۲) رجالہ ثقات (۲) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۹۲) محمد بن الحسن ہذا ہو ابن زبالۃ متروک ولم یدرک القصۃ۔ انتہی (۳) ذکرہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۴ ص ۳۰۵) ہذہ الخطبۃ عن عقبۃ بن ابی العیزار

کو حلال سمجھے اور اللہ سے کئے ہوئے معاہدے کو توڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مخالف ہو اور اللہ کے بندوں کے بارے میں گناہ اور زیادتی کے کام کرتا ہو اور پھر وہ آدمی اس بادشاہ کو اپنے قول اور فعل سے نہ بدلے تو اللہ پر حق ہوگا کہ وہ اسے اس جرم کے لائق جگہ یعنی جہنم میں داخل کرے۔ غور سے سنو! ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کو لازم پکڑلیا ہے اور رحمان کی اطاعت چھوڑ دی ہے اور فساد کو غالب کر دیا ہے اور اللہ کی مقرر کردہ حدود کو چھوڑ دیا ہے اور مال غنیمت پر خود قبضہ کر لیا ہے اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دے دیا ہے۔ ان لوگوں کو بدلنے کا سب سے زیادہ حق مجھ پر ہے۔ تمہارے خط میرے پاس آئے تھے اور تمہارے قاصد بھی مسلسل آتے رہے کہ تم مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہو اور مجھے بے یار و مددگار نہیں چھوڑو گے اب اگر تم اپنی بیعت پر پورے اترتے ہو تو تمہیں پوری ہدایت ملے گی اور پھر میں بھی علی کا بیٹا حسین ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ کا بیٹا ہوں۔ میری جان تمہاری جان کے ساتھ ہے اور میرے گھر والے تمہارے گھر والوں کے ساتھ ہیں۔ تم لوگوں کے لئے میں بہترین نمونہ ہوں اور اگر تم نے ایسا نہ کیا اور عہد توڑ دیا اور میری بیعت کو اپنی گردن سے اتار پھینکا تو میری جان کی قسم! ایسا کرنا تم لوگوں کے لئے کوئی اجنبی اور اوپری چیز نہیں ہے بلکہ تم لوگ تو ایسا میرے والد میرے بھائی اور میرے چچازاد بھائی (مسلم بن عقیل) کے ساتھ بھی کر چکے ہو۔ جو تم لوگوں سے دھوکہ کھائے وہ اصل دھوکہ میں پڑا ہوا ہے تم اپنے حصے سے چوک گئے اور تم نے (خوش قسمتی میں سے) اپنا حصہ ضائع کر دیا اور جو عہد توڑے گا تو اس کا نقصان خود اسی کو ہوگا اور عنقریب اللہ تعالیٰ تم لوگوں سے مستغنی کر دے گا تم لوگوں کی مجھے ضرورت نہ رہے گی والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔[1]

حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جن کا عمل ان کے قول کی تصدیق کرتا تھا انہوں نے ایک مرتبہ ہم میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! اللہ نے جو نعمتیں تمہیں دی ہیں انہیں یاد رکھو اور اللہ کی یہ نعمتیں کتنی اچھی ہیں ہم سرخ، سبز اور زرد رنگ برنگے کپڑے دیکھ رہے ہیں اور گھروں میں جو سامان ہے وہ اس کے علاوہ ہے حضرت یزیدؓ یہ بھی فرماتے تھے کہ جب لوگ نماز کے لئے صفیں بنا لیتے ہیں اور لڑائی

[1] ذکرہ ایضا ابن جریر عن عقبۃ بن ابی العیزار

کے لیئے صفیں بنا لیتے ہیں تو آسمان کے، جنت کے اور دوزخ کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور موٹی آنکھوں والی حوریں سجائی جاتی ہیں اور وہ جھانک کر دیکھنے لگ جاتی ہیں۔ جب آدمی آگے بڑھتا ہے تو وہ کہتی ہیں اے اللہ! اس کی مدد فرما اور جب آدمی پیٹھ پھیرتا ہے اور پیچھے ہٹتا ہے تو وہ اس سے پردہ کر لیتی ہیں اور کہتی ہیں اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، لہٰذا تم پورے زور سے جنگ کرو۔ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں اور موٹی آنکھوں والی حوروں کو رُسوا نہ کرو۔ کیونکہ جب خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے تو اُس نے جتنے گناہ کیئے ہوتے ہیں وہ سب معاف ہو جاتے ہیں اور دو حوریں آسمان سے اُترتی ہیں اور اُس کے چہرے کو صاف کرتی ہیں اور کہتی ہیں ہم سے مُلاقات کا وقت آگیا ہے وہ شہید کہتا ہے تمہارے لیئے بھی مُلاقات کا وقت قریب آگیا ہے پھر اسے سو جوڑے پہنائے جاتے ہیں جو بنی آدم کی بُنائی کے نہیں ہوتے بلکہ جنت کی پیداوار کے ہوتے ہیں اور وہ اتنے باریک اور لطیف ہوتے ہیں کہ وہ سو جوڑے دو انگلیوں کے درمیان رکھ دیئے جائیں تو سارے دونوں کے درمیان آجائیں اور حضرت یزیدؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ تلواریں جنت کی چابیاں ہیں [1]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت یزید بن شجرہ رہاوی رضی اللہ عنہ شام کے گورنروں میں سے ایک گورنر تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ انہیں لشکروں کا امیر بنایا کرتے تھے۔ ایک دِن اُنہوں نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں تمہیں عطا فرمائی ہیں اُنہیں یاد رکھو۔ اگر تم غور سے دیکھو تو تمہیں بھی وہ سیاہ، سُرخ، سبز اور سفید رنگ برنگی نعمتیں نظر آجائیں گی جو مجھے نظر آرہی ہیں اور گھروں میں بھی کتنی نعمتیں ہیں اور جب نماز کھڑی ہوتی ہے تو آسمان کے، جنت کے اور جہنم کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور حوروں کو سجایا جاتا ہے اور وہ زمین کی طرف جھانکتی ہیں (اور جب میدانِ جنگ میں مسلمان صفیں بناتے ہیں تو اُس وقت بھی یہ سب کچھ ہوتا ہے) اور جب مسلمان جنگ کی طرف متوجہ ہو کر آگے بڑھتا ہے تو وہ حوریں کہتی ہیں اے اللہ! اس کو جما دے۔ اے اللہ! اس کی مدد فرما اور جب کوئی پُشت پھیر کر میدان سے بھاگتا ہے تو وہ حوریں اس سے پردہ کر لیتی ہیں اور کہتی ہیں اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اے اللہ! اس پر رحم فرما لہٰذا تم دُشمن کے چہروں پر پُورے زور سے حملہ کرو۔ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں جب کوئی آگے بڑھتے ہُوئے زخمی ہو کر گرتا ہے تو خون کے پہلے قطرے کے گرتے ہی اُس کے گناہ ایسے

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۹۴) رواہ الطبرانی من طریقین رجال احدہما رجال الصحیح۔ انتہی

گر جاتے ہیں جیسے خزاں میں درختوں کے پتے گرتے ہیں اور موٹی آنکھوں والی دو حُوریں اُتر کر اس کے پاس آتی ہیں اور اُس کے چہرے سے گرد وغبار صاف کرتی ہیں۔ وہ ان دونوں سے کہتا ہے میں تم دونوں کے لئے ہُوں۔ وہ کہتی ہیں نہیں ہم دونوں آپ کے لئے ہیں اور اُسے ایسے سو جوڑے پہنائے جاتے ہیں کہ اگر انہیں اکٹھا کر کے میری ان دو انگلیوں (درمیانی اور شہادت کی انگلیوں) کے درمیان رکھا جائے تو وہ باریکی اور لطافت کی وجہ سے سارے ان کے درمیان آجائیں اور وہ بنی آدمؑ کے بنے ہُوئے نہیں ہیں بلکہ جنّت کے کپڑوں میں سے ہیں۔ تم لوگوں کے نام، نشانیاں، حُلیئے، تنہائی کی باتیں اور مجلسیں سب چیزیں اللہ کے پاس لکھی ہُوئی ہیں۔ جب قیامت کا دن آئے گا تو کسی سے کہا جائے گا اے فلانے! یہ تیرا نُور ہے اور کسی سے کہا جائے گا اے فلانے! تیرے لیئے کوئی نُور نہیں ہے اور جیسے سمندر کا ساحل ہوتا ہے ایسے ہی جہنّم کا بھی ساحل ہے وہاں کیڑے مکوڑے، حشرات الارض اور کھجور کے درخت جتنے لمبے سانپ اور خچر کے برابر بچھو ہیں۔ جب جہنّم والے اللہ سے فریاد کریں گے کہ ہمارا جہنّم کا عذاب ہلکا کر دیا جائے تو اُن سے کہا جائے گا کہ جہنّم سے نکل کر ساحل پر چلے جاؤ وہ نکل کر وہاں آئیں گے تو وہ کیڑے مکوڑے حشرات الارض اُن کے ہونٹوں، چہروں اور دُوسرے اعضا کو پکڑ لیں گے اور انہیں نوچ کھائیں گے تو اب وہ یہ فریاد کرنے لگیں گے کہ ہمیں ان سے چُھڑایا جائے اور جہنّم میں واپس جانے دیا جائے اور جہنّم والوں پر خارش کا عذاب بھی مُسلّط کیا جائے گا اور جہنّمی اتنا کھجائے گا کہ اُس کی ہڈی ننگی ہو جائے گی۔ فرشتہ کہے گا اے فلانے! کیا تجھے اس خارش سے تکلیف ہو رہی ہے؟ وہ کہے گا ہاں فرشتہ کہے گا تو جو مسلمانوں کو تکلیف دیا کرتا تھا یہ اس کے بدلہ میں ہے [1]

حضرت عُمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت سعید بن سُوید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عُمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہؓ میں سے تھے اور حمص کے گورنر تھے وہ منبر پر فرمایا کرتے تھے غور سے سنو! اسلام کی ایک مضبوط دیوار ہے اور اس کا ایک مضبوط دروازہ ہے۔ اسلام کی دیوار عدل وانصاف ہے اور اس کا دروازہ حق ہے لہٰذا جب دیوار توڑ دی جائے گی اور دروازے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے تو اسلام مفتوح ہو جائے گا اور جب تک سلطان قوی ہوگا اسلام مضبوط رہے گا اور سلطان کی قوت تلوار سے قتل کرنے یا کوڑے مارنے سے نہیں ہے بلکہ حق کے فیصلے کرنے اور عدل وانصاف

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۴ ص ۴۹۴) واخرجہ ایضا ابن المبارک فی الزہد وابن منبۃ والبیہقی من طریق مجاہد موقوفا مطولا کما فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۲۵۸)

کرنے سے ہے۔[1]

حضرت عُمیر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت سَعد بن عُبَید القاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان

حضرت سَعد بن عبید رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں بیان فرمایا تو ارشاد فرمایا کل دُشمن سے ہماری مُڈبھیڑ ہوگی اور کل ہم شہید ہو جائیں گے، لہٰذا ہمارے جسم پر جو خون لگا ہُوا ہوگا اُسے مت دھونا اور ہمارے جسم پر جو کپڑے ہوں گے وہی ہمارا کفن ہوں گے۔[2]

حضرت مُعاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت سَلَمہ بن سَبرہ رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں مُلک شام میں حضرت مُعاذ بن جَبل رضی اللہ عنہ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا تو ارشاد فرمایا تم لوگ ایمان والے ہو تم لوگ جنتی ہو اللہ کی قسم! مجھے اُمید ہے کہ تم لوگوں نے روم و فارس کے جن لوگوں کو قیدی بنالیا ہے اللہ اُنہیں بھی جنت میں داخل کرے گا اور اِس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے کوئی جب تمہارا کوئی کام کردیتا ہے تو تم شکریہ میں اُسے یہ تعریفی اور دُعائیہ کلمات کہتے ہو تم نے اچھا کیا ۔ تم پر اللہ رحم فرمائے ۔ تم نے اچھا کیا تم کو اللہ برکت عطا فرمائے (تمہاری اِن دُعاؤں کی برکت سے اللہ اُنہیں ایمان دے کر جنت میں داخل کردے گا) پھر حضرت مُعاذؓ نے یہ آیت پڑھی وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ (سُورت شوریٰ آیت ۲۶)" اور (اللہ تعالیٰ) ان لوگوں کی عبادت قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ (ثواب) دیتا ہے"۔[3]

حضرت اَبُوالدَّرداء رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت حوشب فَزاری رحمۃُ اللہ عَلَیہ کہتے ہیں مَیں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو منبر پر بیان میں یہ فرماتے ہُوئے سُنا کہ مَیں اس دن سے بہت ڈرتا ہُوں جس دن میرا رَب مجھے پکار کر کہے گا اے عویمر! مَیں کہوں گا لبیک پھر میرا رب کہے گا تو نے اپنے علم پر کیا عمل کیا؟ اللہ کی کتاب کی وہ آیت بھی آئے گی جو کسی بُرے عمل سے روکنے والی ہے

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۴۷۵) (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۴۵۸) (۳) اخرجہ ابن جریر و ابن ابی حاتم کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۱۱۵)

اور وہ آیت بھی آئے گی جو کسی نیک عمل کا حکم دینے والی ہے اور ہر آیت مجھ سے اپنے حق کا مطالبہ کرے گی۔ اب اگر میں نے اس نیک عمل کو نہیں کیا ہوگا تو وہ حکم دینے والی آیت میرے خلاف گواہی دے گی اور اگر میں نے اس بُرے کام کو نہیں چھوڑ ہوگا تو وہ روکنے والی آیت میرے خلاف گواہی دے گی۔ اب بتاؤ میں کیسے چھوٹ سکتا ہوں۔[1]



[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸، ص ۸۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح سفر اور حضر میں لوگوں کو وعظ اور نصیحت کیا کرتے تھے اور دوسروں کی نصیحت قبول کیا کرتے تھے اور کس طرح دنیا کی ظاہری چیزوں اور اس کی لذتوں سے نگاہ ہٹا کر آخرت کی نعمتوں اور لذتوں کی طرف پھیر لیتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈراتے تھے کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور دل ڈرنے لگ جاتے گویا کہ آخرت اُن کے سامنے ایک نمایاں اور کھلی ہوئی حقیقت تھی اور محشر کے حالات اُن کی آنکھوں کے سامنے ہر وقت رہتے تھے اور وہ کس طرح اپنے وعظ و نصیحت کے ذریعے اُمتِ محمدیہؐ کے ہاتھوں کو پکڑ کر اُنہیں آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے کی طرف متوجہ کرتے اور اِس طرح اپنے وعظ و نصیحت کے ذریعہ شرکِ جلی اور خفی کی تمام باریک رگوں کو کاٹ دیتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے کیا تھے؟ آپ نے فرمایا ان صحیفوں میں صرف مثالیں اور نصیحتیں تھیں (مثلاً ان میں یہ

مضمون بھی تھا) اے مسلط ہونے والے بادشاہ! جسے آزمائش میں ڈالا جا چکا ہے اور جو دھوکہ میں پڑا ہوا ہے میں نے تجھے اس لیئے نہیں بھیجا تھا کہ تو جمع کر کے دنیا کے ڈھیر لگالے میں نے تو تجھے اس لیئے بھیجا تھا کہ کسی مظلوم کی بددعا کو میرے پاس آنے نہ دے کیونکہ جب کسی مظلوم کی بددعا میرے پاس پہنچ جاتی ہے تو پھر میں اسے رد نہیں کرتا چاہے وہ مظلوم کافر ہی کیوں نہ ہو اور جب تک عقل مند آدمی کی عقل مغلوب نہ ہو جائے اس وقت تک اسے چاہیئے کہ وہ اپنے اوقات کی تقسیم کرے۔ کچھ وقت اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کرنے کے لیئے ہونا چاہیئے کچھ وقت اپنے نفس کے محاسبے کے لیئے ہونا چاہیئے کچھ وقت اللہ تعالیٰ کی کاریگری اور اس کی مخلوقات میں غور و فکر کرنے کے لیئے ہونا چاہیئے اور کچھ وقت کھانے پینے کی ضروریات کے لیئے فارغ ہونا چاہیئے اور عقل مند کو چاہیئے کہ صرف تین کاموں کے لیئے سفر کرے یا تو آخرت کا توشہ بنانے کے لیئے یا اپنی معاش ٹھیک کرنے کے لیئے یا کسی حلال لذت اور راحت کو حاصل کرنے کے لیئے اور عقلمند کو چاہیئے کہ وہ اپنے زمانہ (کے حالات) پر نگاہ رکھے اور اپنی حالت کی طرف متوجہ رہے اور اپنی زبان کی حفاظت کرے اور جو بھی اپنی گفتگو کا اپنے عمل سے محاسبہ کرے گا وہ کوئی بیکار بات نہیں کرے گا بلکہ صرف مقصد کی بات کرے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے کیا تھے؟ آپؐ نے فرمایا ان میں سب عبرت کی باتیں تھیں (مثلاً ان میں یہ مضمون بھی تھا کہ) مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے موت کا یقین ہے اور وہ پھر خوش ہوتا ہے۔ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے جہنم کا یقین ہے اور وہ پھر ہنستا ہے۔ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے تقدیر کا یقین ہے اور وہ پھر اپنے آپ کو بلا ضرورت تھکاتا ہے۔ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جس نے دنیا کو دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ دنیا آنی جانی چیز ہے ایک جگہ رہتی نہیں اور پھر مطمئن ہو کر اس سے دل لگاتا ہے۔ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے کل قیامت کے حساب کتاب کا یقین ہے اور پھر عمل نہیں کرتا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ مجھے کچھ وصیت فرما دیں۔ آپؐ نے فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمام کاموں کی جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرما دیں۔ آپؐ نے فرمایا تلاوت قرآن اور اللہ کے ذکر کی پابندی کرو کیونکہ یہ زمین پر تمہارے لیئے نور ہے اور آسمان میں تمہارے لیئے ذخیرہ ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرما دیں۔ آپؐ نے فرمایا زیادہ ہنسنے سے بچو کیونکہ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور چہرے کا نور جاتا رہتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرما دیں۔ آپؐ نے فرمایا جہاد کو لازم پکڑ لو کیونکہ یہی میری امت کی رہبانیت ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرما دیں۔ آپؐ نے فرمایا زیادہ دیر خاموش رہا کرو۔

کیونکہ اس سے شیطان دفع ہو جاتا ہے اور اس سے تمہیں دین کے کاموں میں مدد ملے گی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کچھ اور فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا مسکینوں سے محبت رکھو اور ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا رکھو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا (دنیاوی مال و دولت اور ساز و سامان میں) ہمیشہ اپنے سے نیچے والے کو دیکھا کرو اوپر والے کو مت دیکھا کرو کیونکہ اس طرح کرنے سے تم اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو حقیر نہیں سمجھو گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرمادیں آپؐ نے فرمایا حق بات کہو چاہے وہ کڑوی کیوں نہ ہو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا جب تمہیں اپنے عیب معلوم ہیں تو دوسروں (کے عیب دیکھنے) سے رک جاؤ اور جو برے کام تم خود کرتے ہو ان کی وجہ سے دوسروں پر ناراض مت ہو۔ تمہیں عیب لگانے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ تم اپنے عیبوں کو تو جانتے نہیں اور دوسروں میں عیب تلاش کر رہے ہو اور جن حرکتوں کو خود کرتے ہو ان کی وجہ سے دوسروں پر ناراض ہوتے ہو۔ پھر حضورؐ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا اے ابوذر! حسن تدبیر کے برابر کوئی عقلمندی نہیں اور ناجائز، مشتبہ اور نامناسب کاموں سے رکنے کے برابر کوئی تقویٰ نہیں اور حسن اخلاق جیسی کوئی خاندانی شرافت نہیں۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے پوچھا تمہاری اور تمہارے اہل و عیال، مال اور عمل کی کیا مثال ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تمہاری اور تمہارے اہل و عیال، مال اور عمل کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس کے تین بھائی ہوں۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے بھائیوں کو بلا کر ایک بھائی سے کہا تم دیکھ ہی رہے ہو میرے مرنے کا وقت قریب آگیا ہے۔ اب تم میرے کیا کام آسکتے ہو؟ اس نے کہا میں تمہارے یہ کام کر سکتا ہوں کہ میں تمہاری تیمارداری کروں گا اور تمہاری خدمت سے اکتاؤں گا نہیں اور تمہارا ہر کام کروں گا اور جب تم مر جاؤ گے تمہیں غسل دوں گا اور تمہیں کفن پہناؤں گا اور دوسروں کے ساتھ تمہارے جنازے کو اٹھاؤں گا کبھی تمہیں اٹھاؤں گا اور کبھی راستہ کی تکلیف دہ چیز تم سے ہٹاؤں گا اور جب دفنا کر واپس آؤں گا تو پوچھنے والوں کے سامنے تمہاری خوبیاں بیان کر کے تمہاری تعریف کروں گا۔ اس کا یہ بھائی تو اس کے اہل و عیال اور رشتہ دار ہیں۔ اس بھائی کے بارے میں تم لوگوں کا کیا خیال

(1) اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ واللفظ لہ والحاکم وصححہ قال المنذری فی الترغیب (ج ۳ ص ۲۰۲) انفرد بہ ابراہیم بن ہشام بن یحیی الغسانی عن ابیہ وہو حدیث طویل فی اولہ ذکر الانبیاء علیہم السلام ذکرت منہ القطعۃ لما فیہا من الحکم العظیمۃ والمواعظ الجسیمۃ۔ انتہی وقد اخرج الحدیث بتمامہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۶۶) من طریق ابراہیم بن ہشام واخرجہ ایضا بتمامہ الحسن بن سفیان وابن عساکر کما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰)

ہے ؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ ! اس کے کوئی خاص فائدے کی بات تو ہم نے سُنی نہیں آپؐ نے فرمایا پھر اُس نے اپنے دُوسرے بھائی سے کہا کیا تم دیکھ رہے ہو کہ موت کی مصیبت میرے سر پر آگئی ہے تو اب تم میرے کیا کام آسکتے ہو ؟ اُس نے کہا جب تک آپ زندہ ہیں میں تو اُسی وقت تک آپ کے کام آسکوں گا جب آپ مرجائیں گے تو آپ کا راستہ الگ اور میرا راستہ الگ ۔ یہ بھائی اُس کا مال ہے ۔ یہ تمہیں کیسا لگا ؟ صحابہؓ نے کہا یا رسُولَ اللہ ! اس کے فائدے کی کوئی بات ہمارے سُننے میں تو نہیں آئی ۔ آپؐ نے فرمایا پھر اس نے تیسرے بھائی سے کہا تم دیکھ ہی رہے ہو موت میرے سر پر آگئی ہے اور تم نے میرے اہل و عیال اور مال کا جواب بھی سُن لیا ہے تو اب تم میرے کیا کام آسکتے ہو ؟ اس نے کہا میں قبر میں تمہارا ساتھی ہوں گا اور وحشت میں تمہارا جی بہلاؤں گا اور اعمال تلنے کے دِن ترازو میں بیٹھ کر اُسے بھاری کروں گا ۔ یہ بھائی اُس کا عمل ہے ۔ اس کے بارے میں تم لوگوں کا کیا خیال ہے ؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ ! یہ بہترین بھائی اور بہترین ساتھی ہے ۔ حضورؐ نے فرمایا بات بھی اِسی طرح ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضرت عبداللہ بن کرز رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسُولَ اللہ ! کیا آپ مجھے اِس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ میں اِس مثال کے بارے میں کچھ اشعار کہوں ؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اجازت ہے ۔ حضرت عبداللہؓ چلے گئے اور ایک ہی رات کے بعد اشعار تیار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے انہیں دیکھ کر لوگ بھی جمع ہو گئے اُنہوں نے حضورؐ کے سامنے کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے ،

فَاِنِّیْ وَاَهْلِیْ وَالَّذِیْ قَدَّمَتْ یَدِیْ   كَدَاعٍ اِلَیْهِ صَحْبَهٗ ثُمَّ قَائِلِ

لِاِخْوَتِهٖ اِذْ هُمْ ثَلَاثَةُ اِخْوَةٍ   اَعِیْنُوْا عَلٰی اَمْرٍ بِیَ الْیَوْمَ نَازِلِ

میں اور میرے اہل و عیال اور میرے وہ عمل جو میرے ہاتھوں نے آگے بھیج دیئے ہیں ان سب کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک آدمی کے تین بھائی تھے اُس نے ساتھیوں اور بھائیوں کو بُلا کر اُن سے کہا آج مجھ پر موت کی مصیبت آنے والی ہے اس بارے میں میری مدد کرو

فِرَاقٌ طَوِیْلٌ غَیْرُ مُتَّقٍ بِهٖ   فَمَاذَا لَدَیْكُمْ فِی الَّذِیْ هُوَ غَائِلِ

بہت لمبی جُدائی ہے جس کا کوئی بھروسہ نہیں اب بتاؤ اس ہلاک کرنے والی موت کے بارے میں تم لوگ میری کیا مدد کر سکتے ہو ؟

فَقَالَ امْرُؤٌ مِّنْهُمْ اَنَا الصَّاحِبُ الَّذِیْ   اُطِیْعُكَ فِیْمَا شِئْتَ قَبْلَ التَّزَایُلِ

ان تینوں میں سے ایک بولا کہ میں تمہارا ساتھی ہُوں لیکن جُدا ہونے سے پہلے تم جو کہو گے تمہاری وہ بات مانوں گا ۔

فَاَمَّا اِذَا جَدَّ الْفِرَاقُ فَاِنَّنِیْ لِمَا بَیْنَنَا مِنْ خُلَّۃٍ غَیْرُ وَاصِلٖ

اور جب جُدائی ہو جائے گی تو پھر میں آپس کی دوستی کو باقی نہیں رکھ سکتا اسے نہیں نباہ سکتا۔

فَخُذْ مَا اَرَدْتَّ الْاٰنَ مِنِّیْ فَاِنَّنِیْ سَیُسْلَکُ بِیْ فِیْ مَھْیَلٍ مِّنْ مَّھَایِلٖ

اب تو تم مجھ سے جو چاہے لے لو لیکن جُدائی کے بعد مجھے کسی ہولناک راستہ پر چلا دیا جائے گا پھر کچھ نہیں لے سکو گے۔

فَاِنْ تُبْقِنِیْ لَا تُبْقِ فَاسْتَنْفِدَنَّنِیْ وَ عَجِّلْ صَلَاحًا قَبْلَ حَتْفٍ مُعَاجِلٖ

پھر اگر تم مجھے باقی رکھنا چاہو گے تو باقی نہیں رکھ سکو گے لہٰذا مجھے خرچ کرکے ختم کر دو اور جلد آنے والی موت سے پہلے جلدی سے اپنے عمل ٹھیک کر لو۔

وَقَالَ امْرُؤٌ قَدْ کُنْتُ جِدًّا اُحِبُّہٗ وَاُوْثِرُہٗ مِنْ بَیْنِھِمْ فِی التَّفَاضُلِ

پھر وہ آدمی بولا جس سے مجھے بہت محبت تھی اور زیادہ دینے اور بڑھانے میں میں اسے باقی تمام لوگوں پر ترجیح دیتا تھا۔

غَنَائِیْ اَنِّیْ جَاھِدٌ لَکَ نَاصِحٌ اِذَا جَدَّ جِدُّ الْکَرْبِ غَیْرُ مُقَاتِلٖ

اُس نے کہا میں آپ کا اتنا کام کر سکتا ہوں کہ جب پریشان کُن موت واقعی آجائے گی تو آپ کو بچانے کی کوشش کروں گا آپ کا بھلا چاہوں گا لیکن میں آپ کی طرف سے لڑ نہیں سکوں گا۔

وَلٰکِنَّنِیْ بَاکٍ عَلَیْکَ وَ مُعْوِلٌ وَمُثْنٍ بِخَیْرٍ عِنْدَ مَنْ ھُوَ سَائِلٖ

البتہ آپ کے مرنے پر روؤں گا اور خوب اُونچی آواز سے روؤں گا اور آپ کے بارے میں جو بھی پُوچھے گا میں اُس کے سامنے آپ کی خوبیاں بیان کرکے آپ کی تعریف کروں گا۔

وَمُتَّبِعُ الْمَاشِیْنَ اَمْشِیْ مُشَیِّعًا اُعِیْنُ بِرِفْقٍ عُقْبَۃً کُلَّ حَامِلٖ

اور آپ کے جنازے کو لے کر جو لوگ چلیں گے میں بھی رُخصت کرنے کے لئے اُن کے پیچھے چلوں گا اور ہر اُٹھانے والے کی باری میں نرمی سے اُٹھا کر اُس کی مدد کروں گا۔

اِلٰی بَیْتِ مَثْوَاکَ الَّذِیْ اَنْتَ مُدْخَلٌ اُرَجِّعُ مَقْرُوْنًا بِمَا ھُوَ شَاغِلٖ

میں جنازے کے ساتھ اُس گھر تک جاؤں گا جو آپ کا ٹھکانہ ہے جس میں لوگ آپ کو داخل کر دیں گے پھر واپس آکر میں اُن کاموں میں لگ جاؤں گا جن میں میں مشغول تھا۔

کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ خُلَّۃٌ وَلَا حُسْنُ وُدٍّ مَرَّۃً فِی التَّبَاذُلِ

اور چند ہی دنوں کے بعد ایسی حالت ہو جائے گی کہ گویا میرے اور آپ کے درمیان کوئی دوستی ہی نہیں تھی اور نہ ہی کوئی عمدہ محبت تھی جس کی وجہ سے ہم ایک دوسرے پر خرچ کرتے تھے۔

فَذٰلِکَ اَھْلُ الْمَرْءِ ذَاکَ غَنَاءُھُمْ وَلَیْسَ وَاِنْ کَانُوْا حِرَاصًا بِطَائِلٖ

یہ مرنے والے کے اہل وعیال اور رشتہ دار ہیں یہ بس اتنا ہی کام آسکتے ہیں اگرچہ انہیں مرنے والے کو فائدہ پہنچانے کا بہت تقاضا ہے لیکن یہ اس سے زیادہ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

وَقَالَ امْرُءٌ مِنْهُمْ اَنَا الْاَخُ لَا تَرٰی　　　اَخَالَکَ مِثْلِیْ عِنْدَ کَرْبِ الزَّلَازِلِ

ان میں سے تیسرے بھائی نے کہا میں آپ کا اصلی بھائی ہوں اور ہلا دینے والی پریشانی یعنی موت کے آنے پر آپ کو میرے جیسا کوئی بھائی نظر نہیں آئے گا۔

لَدَی الْقَبْرِ تَلْقَانِیْ هُنَالِکَ قَاعِدًا　　　اُجَادِلُ عَنْکَ الْقَوْلَ رَجْعَ التَّجَادُلِ

آپ مجھے قبر کے پاس ملیں گے میں وہاں بیٹھا ہوا ہوں گا اور باتوں میں آپ کی طرف سے جھگڑا کروں گا اور ہر سوال کا جواب دوں گا۔

وَاَقْعُدُ یَوْمَ الْوَزْنِ فِی الْکِفَّةِ الَّتِیْ　　　تَکُوْنَ عَلَیْهَا جَاهِدًا فِی التَّثَاقُلِ

اور اعمال تولے جانے کے دن یعنی قیامت کے دن میں اس پلڑے میں بیٹھوں گا جس کو بھاری کرنے کی آپ پوری کوشش کر رہے ہوں گے۔

فَلَا تَنْسَنِیْ وَاعْلَمْ مَکَانِیْ فَاِنَّنِیْ　　　عَلَیْکَ شَفِیْقٌ نَاصِحٌ غَیْرُ خَاذِلِ

لہٰذا آپ مجھے بھلا نہ دینا اور میرے مرتبہ کو جان لو کیونکہ میں آپ کا بڑا شفیق اور بہت خیر خواہ ہوں اور کبھی آپ کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑوں گا۔

فَذٰلِکَ مَا قَدَّمْتَ مِنْ کُلِّ صَالِحٍ　　　تُلَاقِیْهِ اِنْ اَحْسَنْتَ یَوْمَ التَّوَاصُلِ

یہ آپ کے وہ نیک اعمال ہیں جو آپ نے آگے بھیجے ہیں اگر آپ ان کو اچھی طرح کریں گے تو ایک دوسرے سے ملاقات کے دن یعنی قیامت کے دن آپ کی ان اعمال سے ملاقات ہو جائے گی۔

یہ اشعار سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی رونے لگے اور سارے مسلمان بھی۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن کرزؓ مسلمانوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے وہ انہیں بلا کر ان سے ان اشعار کی فرمائش کرتے اور جب حضرت عبداللہؓ انہیں یہ اشعار سناتے تو وہ سب رونے لگ جاتے۔[1]

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو یہ نصیحت فرمائی لوگوں میں لگ کر اپنے سے غافل نہ ہو جاؤ کیونکہ تم سے اپنے بارے میں پوچھا جائے گا لوگوں کے بارے میں نہیں پوچھا

(۱) اخرجہ الرامہرمزی فی الامثال کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۱۲۴) واخرجہ ایضا جعفر الفریابی فی کتاب الکنی لہ وابن ابی عاصم فی الواحدان وابن شاہین وابن مندۃ فی الصحابۃ وابن ابی الدنیا فی الکفالۃ کلہم من طریق محمد بن عبدالعزیز الزہری عن ابن شہاب عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا نحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۳۶)

جائے گا۔ اِدھر اُدھر پھر کر دن نہ گزار دیا کرو کیونکہ تم جو بھی عمل کرو گے وہ محفوظ کر لیا جائے گا جب تم سے کوئی بُرا کام ہو جایا کرے تو اس کے بعد فوراً کوئی نیکی کا کام کر لیا کرو کیونکہ جس طرح نئی نیکی پرانے گناہ کو بہت زیادہ تلاش کرتی ہے اور اسے جلدی سے پالیتی ہے اس طرح اس سے زیادہ تلاش کرنے والی میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو چیز تمہیں تکلیف دیتی ہے اُس سے تم کنارہ کشی اختیار کر لو اور نیک آدمی کو دوست بناؤ لیکن ایسا آدمی مشکل سے ملے گا اور اپنے معاملات میں اُن لوگوں سے مشورہ لو جو اللہ سے ڈرتے ہیں[2]

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے لئے اٹھارہ باتیں مقرر کیں جو سب کی سب حکمت و دانائی کی باتیں تھیں۔ اُنہوں نے فرمایا (۱) جو تمہارے بارے میں اللہ کی نافرمانی کرے تم اسے اُس جیسی اور کوئی سزا نہیں دے سکتے کہ تم اُس کے بارے میں اللہ کی اطاعت کرو (۲) اور اپنے بھائی کی بات کو کسی اچھے رُخ کی طرف لے جانے کی پُوری کوشش کرو۔ ہاں اگر وہ بات ہی ایسی ہو کہ اسے اچھے رُخ کی طرف لے جانے کی تم کوئی صورت نہ بنا سکو تو اور بات ہے (۳) اور مسلمان کی زبان سے جو بول بھی نکلا ہے اور تم اس کا کوئی بھی خیر کا مطلب نکال سکتے ہو تو اس سے بُرے مطلب کا گمان مت کرو (۴) جو آدمی خود ایسے کام کرتا ہے جس سے دوسروں کو بدگمانی کا موقع ملے تو وہ اپنے سے بدگمانی کرنے والے کو ہرگز ملامت نہ کرے (۵) جو اپنے راز کو چھپائے گا اختیار اُس کے ہاتھ میں رہے گا (۶) اور سچے بھائیوں کے ساتھ رہنے کو لازم پکڑو۔ ان کے سایۂ خیر میں زندگی گزارو کیونکہ وسعت اور اچھے حالات میں وہ لوگ تمہارے لئے زینت کا ذریعہ اور مصیبت میں حفاظت کا سامان ہوں گے (۷) اور ہمیشہ سچ بولو چاہے سچ بولنے سے جان ہی چلی جائے (۸) بے فائدہ اور بیکار کاموں میں نہ لگو (۹) جو بات ابھی پیش نہیں آئی اُس کے بارے میں مت پوچھو کیونکہ جو پیش آچکا ہے اُس کے تقاضوں سے ہی کہاں فرصت مل سکتی ہے (۱۰) اپنی حاجت اُس کے پاس نہ لے جاؤ جو یہ نہیں چاہتا کہ تم اس میں کامیاب ہو جاؤ (۱۱) جھوٹی قسم کو ہلکا نہ سمجھو ورنہ اللہ تمہیں ہلاک کر دیں گے (۱۲) بدکاروں کے ساتھ نہ رہو ورنہ تم ان سے بدکاری سیکھ لو گے (۱۳) اپنے دُشمن سے الگ رہو (۱۴) اپنے دوست سے بھی چوکنے رہو لیکن اگر وہ امانتدار ہے تو پھر اس کی ضرورت نہیں اور امانتدار صرف وہی ہو سکتا ہے جو اللہ سے ڈرنے والا ہو (۱۵) اور قبرستان میں جا کر خشوع اختیار کرو (۱۶) اور جب اللہ کی فرمانبرداری کا کام کرو تو عاجزی اور تواضع اختیار کرو (۱۷) اور

(۱) اخرجه الدینوری کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۸) (۲) اخرجه البیهقی کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۸)

جب اللہ کی نافرمانی ہو جائے تو اللہ کی پناہ چاہو (۱۸) اور اپنے تمام اُمور میں اُن لوگوں سے مشورہ کیا کرو جو اللہ سے ڈرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (سورت فاطر آیت ۲۸) "خدا سے اُس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں"۔[1]

حضرت محمد بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا لا یعنی کاموں میں نہ لگو اور اپنے دُشمن سے کنارہ کشی اختیار کرو اور اپنے دوست سے اپنی حفاظت کرو لیکن اگر وہ امانت دار ہے تو پھر ضرورت نہیں کیونکہ امانت دار انسان کے برابر کوئی چیز نہیں ہو سکتی اور کسی بدکار کی صُحبت میں نہ رہو ورنہ وہ تمہیں بھی بدکاری سکھا دے گا اور کسی بدکار کو اپنا راز نہ بتاؤ اور اپنے تمام کاموں میں ان لوگوں سے مشورہ لو جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔[2]

حضرت سمُرہ بن جُندب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مرد بھی تین قسم کے ہوتے ہیں اور عورتیں بھی تین قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک عورت تو وہ ہے جو پاکدامن، مسلمان نرم طبیعت، محبت کرنے والی، زیادہ بچے دینے والی ہو اور زمانہ کے فیشن کے خلاف اپنے گھر والوں کی مدد کرتی ہو (سادہ رہتی ہو) اور گھر والوں کو چھوڑ کر زمانہ کے فیشن پر نہ چلتی ہو۔ لیکن تمہیں ایسی عورتیں بہت کم ملیں گی۔ دُوسری وہ عورت ہے جو خاوند سے بہت زیادہ مطالبے کرتی ہو اور بچے جننے کے علاوہ اُس کا اور کوئی کام نہ ہو۔ تیسری وہ عورت ہے جو خاوند کے گلے کا طوق ہو اور جُوں کی طرح سے چمٹی ہُوئی ہو (یعنی بداخلاق بھی ہو اور اُس کا مہر بھی زیادہ ہو جس کی وجہ سے اُس کا خاوند اُسے چھوڑ نہ سکتا ہو) ایسی عورت کو اللہ تعالیٰ جس کی گردن میں چاہتے ہیں ڈال دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں اُس کی گردن سے اُتار لیتے ہیں۔ اور مرد بھی تین قسم کے ہوتے ہیں ایک پاکدامن، مُنکسرُ المزاج، نرم طبیعت، درست رائے والا، اچھے مشورے دینے والا۔ جب اُسے کوئی کام پیش آتا ہے تو خود سوچ کر فیصلہ کرتا ہے اور ہر کام کو اُس کی جگہ رکھتا ہے۔ دُوسرا وہ مرد ہے جو سمجھدار نہیں اُس کی اپنی کوئی رائے نہیں ہے لیکن جب اُسے کوئی کام پیش آتا ہے تو وہ سمجھدار درست رائے والے لوگوں سے جا کر مشورہ کرتا ہے اور ان کے مشورے پر عمل کرتا ہے۔ تیسرا وہ مرد جو حیران و پریشان ہو اُسے صحیح اور غلط کا پتہ نہیں چلتا یُوں ہی ہلاک ہو جاتا ہے کیونکہ اپنی سمجھ پُوری نہیں اور سمجھدار اور صحیح مشورہ دینے والوں کی مانتا نہیں۔[3] حضرت اَحنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا اے اَحنف! جو آدمی زیادہ ہنستا ہے اُس کا رُعب کم ہو جاتا ہے۔ جو مذاق زیادہ کرتا ہے لوگ اُسے ہلکا اور بے حیثیت سمجھتے ہیں جو باتیں زیادہ کرتا ہے اُس کی لغزشیں زیادہ ہو جاتی ہیں جس کی لغزشیں

(۱) اخرجہ الخطیب وابن عساکر وابن النجار کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۵) (۲) عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۵) (۳) اخرجہ ابن ابی شیبۃ وابن ابی الدنیا والخرائطی والبیہقی وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۵)

زیادہ ہوجاتی ہیں اس کی حیا کم ہوجاتی ہے اور جس کی حیا کم ہوجاتی ہے اُس کی پرہیزگاری کم ہو جاتی ہے اور جس کی پرہیزگاری کم ہوجاتی ہے اُس کا دِل مُردہ ہوجاتا ہے[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو زیادہ ہنستا ہے اُس کا رُعب کم ہوجاتا ہے اور جو مذاق زیادہ کرتا ہے لوگوں کی نگاہ میں وہ بے حیثیت ہوجاتا ہے اور جو کسی کام کو زیادہ کرتا ہے وہ اُسی کام کے ساتھ مشہور ہوجاتا ہے اس کے بعد پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو باطل کو کلیۃً چھوڑ کر اسے مٹا دیتے ہیں اور حق کا بار بار تذکرہ کر کے اسے زندہ کرتے ہیں۔ جب انہیں کسی عمل کی ترغیب دی جاتی ہے تو وہ اس کا اثر لیتے ہیں اور اس عمل کا ان میں شوق پیدا ہوجاتا ہے اور جب اُنہیں اللہ کے غصہ اور عذاب سے ڈرایا جاتا ہے تو وہ ڈر جاتے ہیں اور ڈر کی وجہ سے کبھی بے خوف نہیں ہوتے۔ جن چیزوں کو اُنہوں نے آنکھ سے نہیں دیکھا اُنہیں یقین کی طاقت سے دیکھ لیتے ہیں اور یقین کو اُن غیبی اُمور کے ساتھ ملاتے ہیں جن سے کبھی جُدا نہیں ہوتے۔ خوفِ خُداوندی نے ان کو عیوب سے بالکل پاک صاف کر دیا۔ ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتوں کی وجہ سے دُنیا کی فانی لذتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ دُنیا کی زندگی اُن کے لیئے نعمت ہے اور موت اُن کے لیئے باعثِ عزت ہے۔ اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے اُن کی شادی کر دی جائے گی اور ہمیشہ نو عمر رہنے والے لڑکے اُن کی خدمت کریں گے[3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم کتاب اللہ کے برتن اور علم کے چشمے بن جاؤ یعنی قرآن اپنے اندر اُتار لو پھر علم اندر سے پھُوٹ کر نکلے گا اور اللہ تعالیٰ سے ایک دِن میں ایک دن کی روزی مانگو اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ کثرت سے توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو کیونکہ اُن کے دِل سب سے زیادہ نرم ہوتے ہیں[4]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو اللہ سے ڈرے گا وہ کبھی کسی پر اپنا غُصہ نہیں نکالے گا یعنی کسی سے اِنتقام نہیں لے گا بلکہ اپنا غصہ پیئے گا اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اپنی مرضی کا ہر کام نہیں کر سکے گا اور اگر قیامت کا دِن نہ ہوتا تو جو تمہیں نظر آرہا ہے وہ نہ ہوتا بلکہ اور ہی کچھ عالم ہوتا[5]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو لوگوں کے ساتھ انصاف کرتا ہے اور اس کے لیئے

---

(1) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۰۲) وفیہ دوید بن مجاشع ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات۔ اھ (2) اخرجہ ابن ابی الدنیا والعسکری والبیہقی وغیرہم کما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۵) (3) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۵) (4) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۱) (5) اخرجہ ابن ابی الدنیا والدینوری فی المجالسۃ والحاکم فی الکنیٰ کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۵)

اپنی جان پر جو مشقت جھیلنی پڑے اُسے جھیلتا ہے۔ اُسے اپنے تمام کاموں میں کامیابی ملے گی اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی وجہ سے ذلت اُٹھانا نافرمانی کی عزت کی بنسبت نیکی کے زیادہ قریب ہے[1]

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا آدمی تقویٰ سے عزت پاتا ہے اور اُسے دین سے شرافت ملتی ہے۔ آدمی کی مروت اور مردانگی عمدہ اخلاق ہیں۔ بہادری اور بزدلی خداداد صفات ہیں۔ بہادر آدمی تو اُن لوگوں کی طرف سے بھی لڑتا ہے جنہیں جانتا ہے اور اُن کی طرف سے بھی لڑتا ہے جنہیں نہیں جانتا اور بزدل آدمی تو اپنے ماں باپ کو بھی چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ دُنیا والوں کی نگاہ میں عزت مال سے ملتی ہے لیکن اللہ کے ہاں تقویٰ سے ملتی ہے۔ تم کسی فارسی عجمی اور نبطی سے صرف تقویٰ کی وجہ سے بہتر ہو سکتے ہو عربی ہونے کی وجہ سے نہیں ہو سکتے[2]

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط میں یہ لکھا کہ حکمت و دانائی عمر بڑی ہونے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ تو اللہ کی دین ہے جسے اللہ چاہتے ہیں عطا فرما دیتے ہیں اور کمینے کاموں اور گھٹیا اخلاق سے بچو[3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو خط میں یہ لکھا اما بعد! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اُسے ہر شر اور فتنے سے بچاتے ہیں اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے تمام کاموں کی کفایت کرتے ہیں اور جو اللہ کو قرض دیتا ہے یعنی دُوسروں پر اپنا مال اللہ کے لیئے خرچ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے بہترین بدلہ عطا فرماتے ہیں اور جو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی نعمت کو بڑھاتے ہیں اور تقویٰ ہر وقت تمہارا نصب العین، تمہارے اعمال کا سہارا اور ستون اور تمہارے دِل کی صفائی کرنے والا ہونا چاہیئے۔ جس کی کوئی نیت نہیں ہوگی اُس کا کوئی عمل معتبر نہیں ہوگا۔ جس نے ثواب لینے کی نیت سے عمل نہ کیا اُسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔ جس میں نرمی نہیں ہوگی اُسے اپنے مال سے بھی فائدہ نہیں ہوگا۔ جب تک پہلا کپڑا پرانا نہ ہو جائے نیا نہیں پہننا چاہیئے[4]

حضرت جعفر بن برقان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک گورنر کو خط لکھا خط کے آخر میں یہ مضمون تھا فراخی اور وسعت والے

(۱) اخرجہ الخرائطی وغیرہ کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۵) (۲) اخرجہ ابن ابی شیبۃ والعسکری وابن جریر والدارقطنی وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۵) (۳) اخرجہ ابن ابی الدنیا والدینوری کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۵) (۴) اخرجہ ابن ابی الدنیا وابوبکر الصولی وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۰)

حالات میں سختی والے حساب سے پہلے (جو قیامت کے دن ہوگا) اپنے نفس کا خود محاسبہ کرو کیونکہ جو فراخی اور وُسعت والے حالات میں سختی کے حساب سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کرے گا وہ انجام کار خوش ہوگا بلکہ اُس کے حالات قابلِ رشک ہوں گے اور جس کو دُنیا کی زندگی نے (اللہ سے، آخرت سے اور دین سے) غافل رکھا اور وہ بُرائیوں میں مشغول رہا تو انجام کار وہ ندامت اُٹھائے گا اور حسرت و افسوس کرتا رہے گا۔ جو نصیحت تمہیں کی جارہی ہے اُسے یاد رکھو تاکہ تمہیں جن کاموں سے روکا جارہا ہے تم ان سے رُک سکو۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت مُعاویہ بن ابی سُفیان رضی اللہ عنہما کو خط میں یہ مضمون لکھا اَمّا بعد! حق کو ہر حال میں لازم پکڑو اس طرح حق تمہارے لیئے اہلِ حق کے مراتب کھول دے گا اور ہمیشہ حق کے مطابق فیصلہ کیا کرو۔[2]

امیرُ المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابوالحسن! مجھے کچھ نصیحت کرو۔ حضرت علیؓ نے کہا آپ اپنے یقین کو شک نہ بنائیں (یعنی روزی کا ملنا یقینی ہے اس کی تلاش میں اس طرح اور اتنا نہ لگیں کہ گویا آپ کو اس میں کچھ شک ہے) اور اپنے علم کو جہالت نہ بنائیں (جو علم پر عمل نہیں کرتا وہ اور جاہل دونوں برابر ہوتے ہیں) اور اپنے گمان کو حق نہ سمجھیں (یعنی آپ اپنی رائے کو وحی کی طرح حق نہ سمجھیں) اور یہ بات آپ جان لیں کہ آپ کی دُنیا تو صرف اتنی ہے کہ جو آپ کو ملی اور آپ نے اُسے آگے چلادیا یا تقسیم کر کے برابر کر دیا یا پہن کر پُرانا کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابوالحسن! آپ نے سچ کہا ہے۔[3]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المؤمنین! اگر آپ کی خوشی یہ ہے کہ آپ اپنے دونوں ساتھیوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جاملیں تو آپ اپنی اُمیدیں مختصر کریں اور کھانا کھائیں لیکن پیٹ نہ بھریں اور لنگی بھی چھوٹی پہنیں اور کرتے پر پیوند لگائیں اور اپنے ہاتھ سے جُوتی گانٹھیں اس طرح کریں گے تو ان دونوں سے جاملیں گے۔[4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا خیر یہ نہیں ہے کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد زیادہ ہوجائے

---

(۱) اخرجہ البیہقی فی الزہد وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۸) (۲) اخرجہ ابوالحسن بن رزقویہ فی جزئہ کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۸) (۳) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۱) (۴) اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۱۹)

بلکہ خیر یہ ہے کہ تمہارا علم زیادہ ہو اور تمہاری بُردباری کی صفت بڑی ہو اور اپنے رب کی عبادت میں تم لوگوں سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔ اگر تم سے نیکی کا کام ہو جائے تو اللہ کی تعریف کرو اور اگر بُرائی کا کام ہو جائے تو اللہ سے استغفار کرو اور دُنیا میں صرف دو آدمیوں میں سے ایک کے لیے خیر ہے ایک تو وہ آدمی جس سے کوئی گناہ ہو گیا اور پھر اُس نے توبہ کر کے اس کی تلافی کر لی دُوسرا وہ آدمی جو نیک کاموں میں جلدی کرتا ہو اور جو عمل تقویٰ کے ساتھ ہو وہ کم شمار نہیں ہو سکتا کیونکہ جو عمل اللہ کے ہاں قبول ہو وہ کیسے کم شمار ہو سکتا ہے (کیونکہ قرآن میں ہے کہ اللہ متقیوں کے عمل کو قبول فرماتے ہیں)۔[1]

حضرت عُقبہ بن ابُوالصّہباء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب ابن مُلجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خنجر مارا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ اُن کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔ حضرت حسنؓ رو رہے تھے حضرت علیؓ نے فرمایا اے میرے بیٹے! کیوں رو رہے ہو؟ عرض کیا میں کیوں نہ روؤں جبکہ آج آپ کا آخرت کا پہلا دن اور دُنیا کا آخری دن ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا چار اور چار (کُل آٹھ) چیزوں کو پلّے باندھ لو۔ ان آٹھ چیزوں کو تم اختیار کرو گے تو پھر تمہارا کوئی عمل تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ حضرت حسنؓ نے عرض کیا ابّا جان! وہ چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا سب سے بڑی مالداری عقلمندی ہے یعنی مال سے بھی زیادہ کام آنے والی چیز عقل اور سمجھ ہے اور سب سے بڑی فقیری حماقت اور بے وقوفی ہے۔ سب سے زیادہ وحشت کی چیز اور سب سے بڑی تنہائی عُجب اور خود پسندی ہے اور سب سے زیادہ بڑائی اچھے اَخلاق ہیں۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں میں نے کہا اے ابّا جان! یہ چار چیزیں تو ہو گئیں، مجھے باقی چار چیزیں بھی بتا دیں۔ فرمایا بے وقوف کی دوستی سے بچنا کیونکہ وہ فائدہ پہنچاتے پہنچاتے تمہارا نقصان کر دے گا اور جھُوٹے کی دوستی سے بچنا کیونکہ جو تم سے دُور ہے یعنی تمہارا دُشمن ہے اُسے تمہارے قریب کر دے گا اور جو تمہارے قریب ہے یعنی تمہارا دوست ہے اُسے تم سے دُور کر دے گا (یا وہ دُور والی چیز کو نزدیک اور نزدیک والی چیز کو دُور بتائے گا اور تمہارا نقصان کر دے گا) اور کنجُوس کی دوستی سے بھی بچنا کیونکہ جب تمہیں اس کی سخت ضرورت ہو گی وہ اُس وقت تم سے دُور ہو جائے گا اور بدکار کی دوستی سے بچنا کیونکہ وہ تمہیں معمُولی سی چیز کے بدلے میں بیچ دے گا۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا توفیقِ خداوندی سب سے بہترین قائد ہے اور اچھے اخلاق بہترین ساتھی ہیں عقلمندی بہترین مصاحب ہے حسنِ ادب بہترین میراث ہے اور عُجب و خود پسندی سے زیادہ سخت تنہائی اور وحشت والی کوئی چیز نہیں۔[3]

(۱) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۷۵) واخرجہ ابن عساکر فی امالیہ عن علی رضی اللہ عنہ نحوہ کما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۱) (۲) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۶) (۳) عند البیہقی و ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے مت دیکھو کہ کون بات کر رہا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ کیا بات کہہ رہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر بھائی چارہ ختم ہو جاتا ہے صرف وہی بھائی چارہ باقی رہتا ہے جو لالچ کے بغیر ہو۔[1]

حضرت ابوعُبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت نمران بن مخمر ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوعُبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ لشکر میں چلے جا رہے تھے فرمانے لگے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنے کپڑوں کو تو خوب اُجلا اور سفید کر رہے ہیں لیکن اپنے دین کو میلا کر رہے ہیں یعنی دین کا نقصان کر کے دُنیا اور ظاہری شان و شوکت حاصل کر رہے ہیں۔ غور سے سُنو! بہت سے لوگ دیکھنے میں تو اپنے نفس کا اکرام کرنے والے ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اپنے نفس کی بے عزّتی کرنے والے ہوتے ہیں۔ پُرانے گُناہوں کو نئی نیکیوں کے ذریعے سے ختم کرو۔ اگر تم میں سے کوئی اِتنے گناہ کرلے جس سے زمین آسمان کے درمیان کا خلاء بھر جائے اور پھر وہ ایک نیکی کرلے تو یہ نیکی ان سب گُناہوں پر غالب آجائے گی۔[2]

حضرت سعید بن ابی سعید مَقبُری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت اَبُوعُبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ کی قبر اُردن میں ہے۔ جب وہ طاعون میں مُبتلا ہُوئے تو وہاں جتنے مُسلمان تھے اُن سب کو بُلا کر فرمایا میں تمہیں وصیت کرنے لگا ہُوں اگر تم اسے قبُول کرو گے تو ہمیشہ خیر پر رہو گے، نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، صدقہ خیرات دو، حج اور عُمرہ کرتے رہو، ایک دُوسرے کو وصیت کرو، اپنے امیروں کی خیر خواہی کرو، اُن کو دھوکہ نہ دو اور دُنیا تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائے۔ اگر کسی آدمی کو ہزار برس کی زندگی بھی مل جائے تو آخر اسے اسی جگہ جانا ہو گا جہاں آج تم مجھے جاتا ہُوا دیکھ رہے ہو اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم پر موت کو لکھ دیا ہے، لہٰذا ان سب کو مرنا ہے اور ان میں سب سے زیادہ عقلمند وہ ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والا اور اپنی آخرت کے لیئے سب سے زیادہ عمل کرنے والا ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اے مُعاذ بن جَبَل! آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور پھر حضرت اَبُوعُبیدہؓ کا اِنتقال ہو گیا پھر حضرت مُعاذؓ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو! تم اللہ کے سامنے اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرو کیونکہ جو بندہ بھی گُناہوں سے توبہ کر کے اللہ کے سامنے حاضر ہو گا تو اُس کا اللہ پر یہ حق ہو گا کہ اللہ

(۱) اخرجہ ابن السمعانی فی الدلائل (۲) عند ابن السمعانی کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۶) (۳) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۰۲)

اُس کے سارے گناہ مُعاف کردے لیکن اُس توبہ سے قرض مُعاف نہیں ہوگا وہ تو ادا ہی کرنا ہوگا کیونکہ بندہ اپنے قرضہ کے بدلے میں گروی رکھ دیا جائے گا تم میں سے جس نے اپنے بھائی کو چھوڑا ہُوا ہے اُسے چاہئے کہ وہ خود جاکر اپنے بھائی سے مُلاقات کرے اور اس سے مصافحہ کرے کسی مسلمان کو اپنا بھائی تین دن سے زیادہ نہیں چھوڑنا چاہئے کیونکہ یہ بہت بڑا گُناہ ہے۔[1]

حضرت ابو عُبَیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مؤمن کے دِل کی مثال چڑیا جیسی ہے جو ہر دن نامعلوم کتنی مرتبہ اِدھر اُدھر پلٹتا رہتا ہے (اِس لیئے آدمی مشورہ کے تابع ہوکر چلے)۔[2]

حضرت مُعاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت محمّد بن سیرین رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت مُعاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے ساتھی بیٹھے ہُوئے تھے جو انہیں سلام کرنے اور رُخصت کرنے آئے ہُوئے تھے۔ اتنے میں حضرت مُعاذؓ کے پاس ایک آدمی آیا۔ حضرت معاذؓ نے اُس سے فرمایا میں تمہیں دو باتوں کی وصیت کرتا ہُوں اگر تم نے ان دونوں کی پابندی کی تو تم ہر شر اور فتنہ سے محفُوظ رہو گے۔ دُنیا کا جو تمہارا حِصّہ ہے اُس کی بھی تمہیں ضرورت ہے اس کے بغیر بھی گزارہ نہیں لیکن تمہیں آخرت کے حصّہ کی اس سے زیادہ ضرورت ہے، اس لیئے دُنیا کے حصّے پر آخرت کے حصّے کو ترجیح دو اور آخرت کا ایسا اِنتظام کرو کہ تم جہاں بھی جاؤ وہ تمہارے ساتھ جائے۔[3]

حضرت عَمرو بن مَیمُون اَودی رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت مُعاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ نے ہم لوگوں میں کھڑے ہوکر فرمایا اے بنی اَود! میں اللہ کے رَسُول صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کا قاصد ہُوں۔ اچھی طرح جان لو کہ ہم سب کو لَوٹ کر اَللہ کے ہاں جانا ہے پھر جنّت میں جانا ہوگا یا جہنّم میں اور وہاں جاکر ہمیشہ رہنا ہوگا وہاں سے آگے کہیں جانا نہیں ہوگا اور ایسے جسموں میں ہم ہمیشہ رہیں گے جنہیں موت نہیں آئے گی۔[4]

حضرت مُعاویہ بن قُرّہ رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت مُعاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو دُنیا سے جانے والے کی طرح نماز پڑھا کرو اور یُوں سمجھا کرو کہ اب دوبارہ نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملے گا اور اے میرے بیٹے! یہ بات جان لو کہ مؤمن جب مرتا ہے تو اُس کے پاس دو قسم کی نیکیاں ہوتی ہیں ایک تو وہ نیکی جو اُس نے آگے بھیج دی دُوسری وہ جسے وہ دُنیا میں چھوڑ کر جارہا ہے یعنی صدقہ جاریہ۔[5]

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۲۲۲) (۲) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۰۲) (۳) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۳۴) (۴) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۳۶) (۵) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۳۴)

حضرت عبداللہ بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا مجھے کچھ سکھا دیں فرمایا تم میری بات مانو گے؟ اُس نے کہا مجھے تو آپ کی بات ماننے کا بہت شوق ہے فرمایا کبھی روزہ رکھا کرو کبھی افطار کیا کرو اور رات کو کبھی نماز پڑھا کرو اور کبھی سو جایا کرو اور کمائی کرو اور گناہ نہ کرو اور تم پوری کوشش کرو کہ تمہاری موت مسلمان ہونے کی حالت میں آئے اور مظلوم کی بددعا سے بچو۔(1)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین کام ایسے ہیں جو انہیں کرے گا وہ اپنے آپ کو بیزاری اور نفرت کے لئے پیش کرے گا یعنی لوگ اُس سے بیزار ہو کر نفرت کریں گے بغیر تعجب کی بات کے ہنسنا اور بغیر جاگے رات بھر سونا اور بغیر بھوک کے کھانا۔(2)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا تنگدستی کی آزمائش سے تم لوگوں کا امتحان لیا گیا اس میں تو تم کامیاب ہو گئے تم نے صبر سے کام لیا اب خوشحالی کی آزمائش میں ڈال کر تمہارا امتحان لیا جائے گا اور مجھے تم پر سب سے زیادہ ڈر عورتوں کی آزمائش کا ہے جب وہ سونے چاندی کے کنگن پہن لیں گی اور شام کی باریک اور یمن کی پھولدار چادریں پہن لیں گی تو وہ مالدار مرد کو تھکا دیں گی اور فقیر مرد کے ذمہ ایسی چیزیں لگا دیں گی جو اُسے میسّر نہیں ہوں گی۔(3)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اُس آدمی پر بہت غصہ آتا ہے جو مجھے فارغ نظر آتا ہے نہ آخرت کے کسی عمل میں لگا ہوا ہے اور نہ دُنیا کے کسی کام میں۔(4) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے تم میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں ملنا چاہئے جو رات کو مُردہ پڑا رہے اور دن کو قطرب کیڑے کی طرح پھدکتا پھرے۔ یعنی رات بھر تو پڑا سوتا رہے اور دن بھر دُنیا کے کاموں میں خُوب بھاگ دَوڑ کرے۔(5)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا دُنیا کا صاف حصّہ تو چلا گیا اور گدلا حصّہ رہ گیا ہے لہٰذا آج تو موت ہر مسلمان کے لئے تحفہ ہے۔(6) ایک روایت میں یہ ہے کہ دنیا تو پہاڑ کی چوٹی کے تالاب کی طرح ہے جس کا صاف حصّہ جا چکا ہو اور گدلا حصّہ رہ گیا ہو۔(7)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا غور سے سُنو! دو ناگوار اور ناپسندیدہ چیزیں کیا ہی

(1) اخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ١ ص ٢٣٣) (٢) اخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ١ ص ٢٢٧) (٣) اخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ١ ص ٢٣٦)
(٤) اخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ١ ص ١٣٠) واخرجه عبدالرزاق عنه نحوه كما فى الكنز (ج ٨ ص ٢٣٢) (٥) عند ابى نعيم فى الحلية
(٦) اخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ١ ص ١٣١) (٧) عنده ايضا (ج ١ ص ١٣٢)

اچھی ہیں ایک موت اور دوسری فقیری۔ اور اللہ کی قسم! انسان کی دو ہی حالتیں ہوتی ہیں یا مالداری یا فقیری۔ اور مجھے اِس کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ ان دونوں میں سے کونسی حالت میں مجھے مُبتلا کیا جائے۔ اگر مالداری کی حالت ہوگی تو مَیں اپنے مال کے ذریعہ سے لوگوں کے ساتھ غمخواری اور مہربانی کا معاملہ کروں گا (اور یوں اللہ کا حکم پُورا کروں گا) اور اگر فقیری کی حالت ہوگی تو صبر کروں گا (اور یوں اللہ کا حکم پُورا کروں گا)[1]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی بندہ اُس وقت تک ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ایمان کی چوٹی تک نہ پہنچ جائے اور اس وقت تک ایمان کی چوٹی تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اُس کے نزدیک فقیری مالداری سے اور چھوٹا بننا بڑا بننے سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے اور اس کی تعریف کرنے والا اور اس کی بُرائی کرنے والا دونوں اس کے نزدیک برابر نہ ہو جائیں (نہ تعریف سے اثر لے اور نہ بُرائی سے) حضرت عبداللہؓ کے شاگردوں نے اس کی وضاحت کرتے ہُوئے بتایا کہ اِس کا مطلب یہ ہے کہ حلال کمائی کے ساتھ فقیری حرام کمائی کی مالداری سے اور اللہ کی اطاعت کرتے ہُوئے چھوٹا بننا اللہ کی نافرمانی کے ساتھ بڑا بننے سے زیادہ محبُوب ہو اور حق بات میں تعریف کرنے والا اور بُرائی کرنے والا برابر ہو۔[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اُس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبُود نہیں! جو بندہ اِسلام کی حالت پر صبح اور شام کرتا ہے کوئی دُنیاوی مصیبت اُس کا نقصان نہیں کر سکتی۔[3]

حضرت مجیرۃ رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب بیان کے لئے بیٹھتے تو فرماتے تم سب دن اور رات کی گزرگاہ میں ہو تمہاری عمریں کم ہو رہی ہیں اور سارے اعمال حفاظت سے رکھے جا رہے ہیں اور موت اچانک آجائے گی جو خیر بوئے گا وہ اپنی پسند کی چیز کاٹے گا اور جو شر بوئے گا وہ ندامت و حسرت کاٹے گا۔ انسان جیسا بوئے گا ویسا اُسے ملے گا (اور ہر انسان کو اُس کے مقدر کا ضرور مِل کر رہے گا لہٰذا) سُست آدمی کے مقدر میں جو لکھا ہُوا ہے وہ اُسے مِل کر رہے گا اور کوئی تیز آدمی اس سے آگے بڑھ کر اُس کے مقدر کا نہیں لے سکتا اور خوب زیادہ کوشش کرنے والا انسان وہ چیز حاصل نہیں کر سکتا جو اُس کے مقدر میں نہیں ہے اور جسے کوئی خیر ملتی ہے وہ اللہ کے دینے سے ہی ملتی ہے اور جس کی کسی شر سے حفاظت ہوتی ہے وہ اللہ ہی کے کرانے سے ہوتی ہے متقی لوگ ہی سردار ہوتے ہیں اور فقہاء لوگ اُمت کے قائد ہیں ان کے ساتھ بیٹھنے سے دین

(۱) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۲) (۲) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۲) واخرجہ احمد عنہ نحوہ کما فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۱۶۲) (۳) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۲)

کی سمجھ بڑھتی ہے[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک مہمان ہے اور اُس کے پاس جتنا مال ہے وہ سب اُسے عاریت پر ملا ہے اور مہمان نے ہر حال میں آگے جانا ہی ہوتا ہے اور عاریت پر مانگی ہوئی چیز اُس کے مالک کو واپس کرنی ہی پڑتی ہے[2]

حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے میرے والد (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ مجھے ایسے کارآمد کلمات سکھا دیں جو مختصر ہوں لیکن اُن کے معنی زیادہ ہوں فرمایا اللہ کی عبادت کرو اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور قرآن کے تابع بنو وہ جدھر چلے تم بھی اُدھر کو اس کے ساتھ چلو اور جو بھی تمہارے پاس حق لے کر آئے تم اسے قبول کرو چاہے وہ لے کر آنے والا دُور کا یعنی دشمن ہو اور تمہیں ناپسند ہو اور جو بھی تمہارے پاس باطل اور غلط بات لے کر آئے اُسے رَد کر دو چاہے وہ لے کر آنے والا تمہارا محبوب اور رشتہ دار یا دوست ہو[3]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا حق (نفس پر) بھاری ہوتا ہے لیکن اُس کا انجام اچھا ہوتا ہے اور باطل ہلکا لگتا ہے لیکن اس کا انجام بُرا ہوتا ہے اور انسان کی بہت سی خواہشیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کے نتیجے میں انسان کو بڑے لمبے غم اٹھانے پڑتے ہیں[4]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کبھی دلوں میں نیک اعمال کا بڑا شوق اور جذبہ ہوتا ہے اور کبھی شوق اور جذبہ بالکل نہیں رہتا تو جب دل میں شوق اور جذبہ ہو تو اسے تم لوگ غنیمت سمجھو اور جب شوق اور جذبہ بالکل نہ ہو تو دل کو اس کے حال پر چھوڑ دو[5]

حضرت مُنذر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کچھ چودھری صاحبان حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اُن کی موٹی موٹی گردنیں اور جسمانی صحت دیکھ کر لوگ تعجب کرنے لگے۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا تمہیں بعض ایسے کافر نظر آئیں گے جن کی جسمانی صحت سب سے زیادہ اچھی ہوگی لیکن اُن کے دِل سب سے زیادہ بیمار ہوں گے اور تمہیں بعض ایسے مؤمن ملیں گے جن کے دِل سب سے زیادہ تندرست ہوں گے لیکن اُن کے جسم سب سے زیادہ بیمار ہوں گے۔ اللہ کی قسم! اگر تمہارے دِل تو بیمار ہوں (ان میں کفر و شرک کی بیماریاں ہوں) لیکن تمہارے جسم خوب صحتمند ہوں تو اللہ کی نگاہ میں تمہارا درجہ گندگی کے کیڑے سے بھی کم ہوگا[6]

(۱) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۳) عن عبدالرحمٰن بن حجیرۃ عن ابیہ اخرجہ الامام احمد عن عبدالرحمٰن بن حجیرۃ عن ابیہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہ کان یقول انکم فی زمان ... انکم فذکر مثلہ کما فی صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۱۶۱) (۲) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۴) (۳) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۴) (۴) اخرجہ ابو نعیم (ج ۱ ص ۱۳۴) (۵) اخرجہ ابو نعیم (ج ۱ ص ۱۳۴) (۶) اخرجہ ابو نعیم (ج ۱ ص ۱۳۵)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی ملاقات کے بغیر مؤمن کو چین نہیں آسکتا اور جس کا چین اور راحت اللہ کی ملاقات میں ہے تو سمجھ لو اُس کی اللہ سے ملاقات ہو گئی۔[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میں سے کوئی آدمی دین میں کسی زندہ اِنسان کے پیچھے ہرگز نہ چلے کیونکہ زندہ آدمی کا کیا اعتبار نہ معلوم کب تک ایمان کی حالت میں رہے اور کب کافر ہو جائے (خود براہِ راست قرآن وحدیث سے تم اپنے لئے دینی رہنمائی حاصل کرو اور کسی کے پیچھے نہ چلو لیکن اگر ایسا نہ کر سکو) اور تم ضرور ہی کسی دُوسرے کی اقتداء کرنا چاہو تو پھر اُن لوگوں کی اقتداء کرو جو دُنیا سے جا چکے ہیں کیونکہ زندہ آدمی کے بارے میں کوئی اطمینان نہیں کہ کب کسی فتنہ میں مُبتلا ہو جائے۔[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میں سے کوئی آدمی ہرگز اِمَّعَہ نہ بنے لوگوں نے پُوچھا اے ابو عبدالرحمٰن! اِمَّعَہ کون ہوتا ہے؟ فرمایا اِمَّعَہ وہ ہوتا ہے (جس کی اپنی عقل سمجھ کچھ نہ ہو اور) یُوں کہے کہ مَیں تو لوگوں کے ساتھ ہُوں۔ اگر یہ ہدایت والے راستہ پر چلیں گے تو مَیں بھی ہدایت والے راستہ پر چلوں گا اور اگر یہ گمراہی والے راستہ پر چلیں گے تو مَیں بھی گمراہی والے راستہ پر چلوں گا۔ غور سے سُنو! تم میں سے ہر آدمی اپنے دِل کو اس پر ضرور پکا رکھے کہ اگر ساری دُنیا کے لوگ بھی کافر ہو جائیں تو بھی وہ کُفر اختیار نہیں کرے گا۔[3]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین باتوں پر مَیں قسم کھاتا ہُوں بلکہ چوتھی بات پر بھی قسم کھالوں تو مَیں اس قسم میں سچا ہوں گا۔ جس آدمی کا اسلام میں حصہ ہے اُسے اللہ تعالیٰ اُس آدمی جیسا نہیں بنائیں گے جس کا اِسلام میں کوئی حصہ نہ ہو اور یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے سے دُنیا میں محبت کریں اور قیامت کے دِن اُسے کسی دُوسرے کے سپُرد کر دیں اور آدمی دُنیا میں جن لوگوں سے محبت کرے گا قیامت کے دن انہی کے ساتھ آئے گا اور چوتھی بات جس پر مَیں قسم کھاؤں تو مَیں سچا ہوں گا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دُنیا میں جس کی پردہ پوشی کریں گے آخرت میں بھی اس کی پردہ پوشی ضرور کریں گے۔[4]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو دُنیا کو چاہے گا وہ آخرت کا نقصان کرے گا اور جو آخرت کو چاہے گا وہ دُنیا کا نقصان کرے گا، لہٰذا ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت کی وجہ سے فانی دُنیا کا نقصان کر لو (لیکن آخرت کا نہ کرو)۔[5]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے

(۱) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۶) (۲) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۶) (۳) عند ابی نعیم ایضاً (۴) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۷) (۵) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۸)

مضبوط حلقہ تقویٰ کا کلمہ ہے اور سب سے بہترین ملت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے اور سب سے عمدہ طریقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور سب سے بہترین سیرت انبیاء علیہم السلام والی سیرت ہے اور سب سے اعلیٰ بات اللہ کا ذکر ہے اور بہترین قصے قرآن میں ہیں اور بہترین کام وہ ہیں جن کا انجام بہترین ہو اور سب سے بُرے کام وہ ہیں جو نئے گھڑے جائیں اور جو مال کم ہو لیکن انسان کی ضروریات کے لئے کافی ہو وہ اس مال سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور انسان کو اللہ سے اور آخرت سے غافل کردے تم کسی جان کو (بُرے کاموں سے اور ظلم سے) بچالو یہ تمہارے لئے اس امارت سے بہتر ہے جس میں تم عدل و انصاف سے کام نہ لے سکو اور موت کے وقت کی ملامت سب سے بڑی ملامت ہے اور قیامت کے دن کی شرمندگی سب سے بڑی شرمندگی ہے اور ہدایت ملنے کے بعد گمراہ ہو جانا سب سے بُری گمراہی ہے اور دل کا غنا سب سے بہترین غنا ہے (پیسہ پاس نہ ہو لیکن دل غنی ہو) اور سب سے بہترین توشہ تقویٰ ہے اور اللہ تعالیٰ دل میں جتنی باتیں ڈالتے ہیں اُن میں سب سے بہترین بات یقین ہے اور شک کرنا کفر میں شامل ہے اور دل کا اندھا پن سب سے بُرا اندھا پن ہے اور شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہے اور عورتیں شیطان کا جال ہیں اور جوانی پاگل پن کی ایک قسم ہے اور میت پر نوحہ کرنا جاہلیت کے کاموں میں سے ہے اور بعض لوگ جمعہ میں سب سے آخر میں آتے ہیں اور صرف زبان سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں دل بالکل متوجہ نہیں ہوتا اور سب سے بڑی خطا جھوٹ بولنا ہے اور مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے اور اس کے مال کا احترام کرنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح اس کے خون کا احترام کرنا۔ جو لوگوں کو معاف کرے گا اللہ اُسے معاف کرے گا جو غصہ پی جائے۔ اللہ اُسے اجر دے گا اور جو اوروں سے درگزر کرے گا اللہ اُس سے درگزر کرے گا اور جو مصیبت پر صبر کرے گا اللہ اُسے بہت عمدہ بدلہ دیں گے اور سب سے بُری کمائی سُود کی ہے اور سب سے بُرا کھانا یتیم کا مال ہے اور خوش قسمت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے اور بدقسمت وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں ازل سے بدبخت ہوگیا ہو اور تم میں سے ہر ایک کو اتنا کافی ہے جس سے اُس کے دل میں قناعت پیدا ہو جائے۔ تم میں سے ہر ایک کو بالآخر چار ہاتھ جگہ یعنی قبر میں جانا ہے اور اصل معاملہ آخرت کا ہے اور عمل کا دارو مدار اس کے انجام پر ہے اور سب سے بُری روایتیں جھوٹی روایتیں ہیں اور سب سے اعلیٰ موت شہادت والی موت ہے اور جو اللہ کی آزمائش کو پہچانتا ہے وہ اس پر صبر کرتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ اس کا انکار کرتا ہے اور جو بڑا بنتا ہے

اللہ اُسے نیچا کرتے ہیں۔ جو دُنیا سے دوستی کرتا ہے دُنیا اُس کے قابو میں نہیں آتی۔ جو شیطان کی بات مانے گا وہ اللہ کی نافرمانی کرے گا جو اللہ کی نافرمانی کرے گا اللہ اُسے عذاب دیں گے۔[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو دُنیا میں دکھاوے کی وجہ سے عمل کرے گا اللہ قیامت کے دِن اُس کے گناہ اور عیوب لوگوں کو دکھائیں گے اور جو دُنیا میں شہرت کے لیئے عمل کرے گا اللہ اُس کے گناہ قیامت کے دِن لوگوں کو سُنائیں گے اور جو بڑا بننے کے لیئے خود کو اُونچا کرے گا اللہ اُسے نیچا کریں گے اور جو عاجزی کی وجہ سے خود کو نیچا کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے بلند کریں گے۔[2]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت جعفر بن بُرقان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تین آدمیوں پر ہنسی آتی ہے اور تین چیزوں سے رونا آتا ہے ایک تو اُس آدمی پر ہنسی آتی ہے جو دُنیا کی اُمیدیں لگا رہا ہے، حالانکہ موت اُسے تلاش کر رہی ہے۔ دُوسرے اُس آدمی پر جو غفلت میں پڑا ہُوا ہے اور اُس سے غفلت نہیں برتی جا رہی یعنی فرشتے اُس کا ہر بُرا عمل لکھ رہے ہیں اور اُسے ہر عمل کا بدلہ ملے گا تیسرے مُنہ بھر کر ہنسنے والے پر جسے معلُوم نہیں ہے کہ اُس نے اپنے رب کو خوش کر رکھا ہے یا ناراض۔ اور مجھے تین چیزوں سے رونا آتا ہے پہلی چیز محبُوب دوستوں یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت کی جدائی دُوسری موت کی سختی کے وقت آخرت کے نظر آنے والے مناظر کی ہولناکی تیسری اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑا ہونا جبکہ مجھے یہ معلُوم نہیں ہوگا کہ مَیں جہنّم میں جاؤں گا یا جنّت میں۔[3]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بُرائی اور ہلاکت کا ارادہ فرماتے ہیں تو اُس سے حیا نکال لیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تم دیکھو گے کہ لوگ بھی اس سے بُغض رکھتے ہیں اور وہ بھی لوگوں سے بُغض رکھتا ہے۔ جب وہ ایسا ہو جاتا ہے تو پھر اس سے رحم کرنے اور ترس کھانے کی صفت نکال دی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تم دیکھو گے کہ وہ بداخلاق، اکھڑ طبیعت اور سخت دل ہو گیا ہے جب وہ ایسا ہو جاتا ہے تو پھر اس سے امانتداری کی صفت چھین لی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تم دیکھو گے وہ لوگوں سے خیانت کرتا ہے اور لوگ بھی اُس سے خیانت کرتے ہیں جب

(۱) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۸) (۲) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۸) (۳) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۰۷)

وہ ایسا ہوجاتا ہے تو پھر اسلام کا پٹہ اُس کی گردن سے اُتار لیا جاتا ہے اور پھر اللہ اور اس کی مخلوق بھی اُس پر لعنت کرتی ہے اور وہ بھی دُوسروں پر لعنت کرتا ہے۔[1]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس دُنیا میں مؤمن کی مثال اُس بیمار جیسی ہے جس کا طبیب اور معالج اُس کے ساتھ ہو جو اس کی بیماری اور اس کے علاج دونوں کو جانتا ہو۔ جب اُس کا دِل کسی ایسی چیز کو چاہتا ہے جس میں اُس کی صحت کا نقصان ہو تو وہ معالج اُسے اس سے منع کر دیتا ہے اور کہہ دیتا ہے اس کے قریب بھی نہ جاؤ کیونکہ اگر تم نے اسے کھایا تو یہ تمہیں ہلاک کر دے گی اسی طرح وہ معالج اُسے نقصان دہ چیزوں سے روکتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ بالکل تندرست ہو جاتا ہے اور اُس کی بیماری ختم ہو جاتی ہے اسی طرح مؤمن کا دِل بہت سی ایسی دُنیاوی چیزوں کو چاہتا رہتا ہے جو دُوسروں کو اس سے زیادہ دی گئی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ موت تک اسے ان سے منع کرتے رہتے ہیں اور ان چیزوں کو اس سے دُور کرتے رہتے ہیں اور مرنے کے بعد اُسے جنت میں داخل کر دیتے ہیں۔[2]

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ (دمشق میں رہتے تھے اُنہوں) نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا کہ آپ (دمشق کی) پاک سرزمین میں تشریف لے آئیں حضرت سلمانؓ نے اُنہیں جواب میں لکھا کہ زمین کسی کو پاک نہیں بناتی اِنسان تو اپنے عمل سے پاک اور مقدس بنتا ہے اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ کو وہاں طبیب (یعنی قاضی) بنا دیا گیا ہے۔ اگر آپ کے ذریعہ سے بیماروں کو صحت مل رہی ہے یعنی آپ عدل وانصاف والے فیصلے کر رہے ہیں تو پھر تو بہت اچھی بات ہے شاباش ہو آپ کو اور اگر آپ کو طب نہیں آتی اور زبردستی حکیم و طبیب بنے ہُوئے ہیں تو پھر آپ کسی اِنسان کو (غلط فیصلہ کر کے) مار ڈالنے سے بچیں ورنہ آپ کو جہنم میں جانا ہوگا، چنانچہ حضرت ابُوالدرداءؓ جب بھی دو آدمیوں میں فیصلہ کرتے اور وہ دونوں پشت پھیر کر جانے لگتے تو انہیں دیکھ کر فرماتے میں تو اللہ کی قسم! اناڑی حکیم ہُوں تم دونوں میرے واپس آ کر اپنا سارا قصہ دوبارہ سُناؤ (یعنی بار بار تحقیق کر کے فیصلہ کرتے)۔[3]

حضرت ابُوالدرداء رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت حسان بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابُوالدرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے تم لوگ اُس وقت تک خیر پر رہو گے جب تک کہ تم اپنے بھلے لوگوں سے محبت کرتے رہو گے

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۰۳) (۲) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۰۷) (۳) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۰۵)

اور تم میں حق بات کہی جائے اور تم اسے پہنچاتے رہو گے کیونکہ حق بات کو پہنچانے والا حق پر عمل کرنے والے کی طرح شمار ہوتا ہے۔[1]

حضرت اَبُوالدَّرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگوں کو اُن چیزوں کا مکلف نہ بناؤ جن کے وہ (اللہ کی طرف سے) مکلف نہیں ہیں لوگوں کا ربّ تو اُن کا محاسبہ نہ کرے اور تم اُن کا محاسبہ کرو، یہ ٹھیک نہیں۔ اے ابن آدم! تو اپنی فکر کر کیونکہ جو لوگوں میں نظر آنے والے عیوب تلاش کرے گا اُس کا غم لمبا ہوگا اور اُس کا غصّہ ٹھنڈا نہیں ہو سکے گا۔[2]

حضرت اَبُوالدَّرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی عبادت اِس طرح کرو کہ گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو اور جان لو کہ تھوڑا مال جو تمہاری ضروریات کے لئے کافی ہو وہ اُس زیادہ مال سے بہتر ہے جو تمہیں اللہ سے غافل کر دے اور یہ بھی جان لو کہ نیکی کبھی پُرانی نہیں ہوتی اور گناہ بُھلایا نہیں جاتا۔[3]

حضرت اَبُوالدَّرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا خیر یہ نہیں ہے کہ تمہارا مال یا تمہاری اولاد زیادہ ہو جائے بلکہ خیر یہ ہے کہ تمہاری بُردباری بڑھ جائے اور تمہارا علم زیادہ ہو اور تم اللہ کی عبادت میں لوگوں سے آگے نکلنے میں مقابلہ کرو اگر تم نیکی کرو تو اللہ کی تعریف کرو اور اگر کوئی بُرا کام ہو جائے تو اللہ سے استغفار کرو۔[4]

حضرت سالم بن اَبی الجعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت اَبُوالدَّرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا آدمی کو اس سے بچتے رہنا چاہئے کہ مومنوں کے دِل اس سے نفرت کرنے لگ جائیں اور اُسے پتہ بھی نہ چلے پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو ایسا کیوں ہوتا ہے؟ مَیں نے کہا نہیں۔ فرمایا بندہ خلوت میں اللہ کی نافرمانیاں کرتا ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اُس کی نفرت مؤمنوں کے دِل میں ڈال دیتے ہیں اور اُسے پتہ بھی نہیں چلتا۔[5]

حضرت ابوالدَّرداء رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ایمان کی چوٹی اللہ کے فیصلے کی وجہ سے پیش آنے والی تکلیفوں پر صبر کرنا اور تقدیر پر راضی ہونا اور توکل میں مخلص ہونا اور اللہ تعالیٰ کی ہر بات کو بے چوں وچرا مان لینا اور اللہ کے سامنے گردن جُھکا لینا ہے۔[6]

حضرت ابوالدَّرداء رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ہلاکت ہو اُس شخص کے لئے جو بہت زیادہ مال جمع کرنے والا ہو اور مال کے لالچ میں اِس طرح مُنہ پھاڑے ہُوئے ہو کہ گویا

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۱) واخرجہ البیہقی فی شعب الایمان وابن عساکر عن ابی الدرداء مثلہ کما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۴) (۲) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۱) (۳) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۲) (۴) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۲) (۵) اخرجہ ابونعیم (ج ۱ ص ۲۱۵) (۶) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۶)

پاگل ہوگیا ہے اور لوگوں کے پاس جو دُنیا ہے بس اُسے دیکھتا رہتا ہے کہ کسی طرح مجھے مِل جائے اور جو اپنے پاس ہے نہ اُسے دیکھتا ہے اور نہ اُس پر شکر کرتا ہے اگر اس کے بس میں ہو تو رات کو بھی دِن سے مِلا دے یعنی دن کو تو کماتا ہے اُس کا بس چلے تو وہ رات کو بھی کمایا کرے۔ اس کے لیئے ہلاکت ہو اس کا حساب بھی سخت ہوگا اور اُس پر عذاب بھی سخت ہوگا۔[1]

حضرت اَبُوالدَّرداء رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اے دمشق والو! کیا تمہیں شرم نہیں آتی؟ اِتنا مال جمع کر رہے ہو جسے تم کھا نہیں سکتے اور اتنے گھر بنا رہے ہو جن میں تم رہ نہیں سکتے اور اتنی بڑی اُمیدیں لگا رہے ہو جن تک تم پہنچ نہیں سکتے اور تم سے پہلے قوموں کی قومیں مال جمع کر کے محفوظ کر لیتی تھیں اور اُنہوں نے بڑی لمبی اُمیدیں لگا رکھی تھیں اور بڑی مضبُوط عمارتیں بنائی تھیں لیکن اب وہ سب ہلاک ہو چکی ہیں اور ان کی اُمیدیں دھوکہ ثابت ہُوئیں اور اُن کے گھر قبر بن چکے ہیں یہ قومِ عاد ہے جن کے مال اور اولاد سے عدن سے عُمان تک کا سارا علاقہ بھرا ہُوا تھا لیکن اب مجھ سے عاد کا سارا ترکہ دو درہم میں خریدنے کے لیئے کون تیار ہے؟[2]

حضرت عَون بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت اَبُوالدَّرداء رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مُسلمانوں نے غوطہ میں نئی عمارتیں بنائی ہیں اور نئے نئے باغات لگا لیئے ہیں تو اُن کی مسجد میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے اعلان فرمایا اے دمشق والو! تو تمام دمشق والے اُن کے پاس جمع ہو گئے۔ اُنہوں نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا کیا تمہیں شرم نہیں آتی پھر پچھلی حدیث جیسا مضمُون ذکر کیا۔[3]

حضرت صَفوان بن عَمرو رحمۃ اللہ عَلَیہ کہتے ہیں حضرت اَبُوالدَّرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اے مال والو! اپنے مال کو صدقہ وغیرہ میں خرچ کر کے اپنی کھالوں کے لیئے آخرت کی ٹھنڈک کا اِنتظام کر لو (صدقہ وغیرہ کرنے سے تم لوگ جہنّم کی گرمی سے بچ جاؤ گے) مُبادا کہ تمہاری موت کا وقت قریب آجائے اور تمہارے مال میں ہم اور تم برابر ہو جائیں تم اپنے مال کو دیکھ رہے ہو اور ہم بھی تمہارے ساتھ اسے دیکھ رہے ہیں (اس وقت تم اپنے مال کو صرف دیکھ سکو گے خرچ نہیں کر سکو گے) حضرت اَبُوالدَّرداءؓ نے فرمایا مجھے تم پر اِس بات کا ڈر ہے کہ تم چھپی ہُوئی خواہش کی وجہ سے نعمت اِستعمال کرو گے تو وہ نعمت تمہیں غفلت میں ڈال دے گی اور یہ اُس وقت ہوگا جب تم کھانا پیٹ بھر کر کھاؤ گے لیکن علم سے بھُوکے رہو گے اسے کچھ بھی حاصل نہیں کرو گے۔ یہ بھی فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے ساتھی سے یہ کہے آؤ مرنے سے پہلے ہم روزے رکھ لیں اور تم میں سب سے بُرا وہ ہے جو اپنے ساتھی سے یہ کہے

(۱) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۰) (۲) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۷) (۳) اخرجہ ابن ابی حاتم کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۳۴۱)

آؤ مرنے سے پہلے ہم کھاپی لیں اور کھیل تماشہ کرلیں۔ ایک دفعہ حضرت اَبُوالدَّرْدَاءؓ کا چند لوگوں پر گزر ہوا جو مکان بنا رہے تھے تو ان سے فرمایا تم دُنیا میں نئی نئی عمارتیں کھڑی کر رہے ہو حالانکہ اللہ تو اس کے اُجاڑنے کا ارادہ کئے ہُوئے ہیں اور اللہ جس چیز کا ارادہ کر لیتے ہیں اُسے وجُود میں ضرور لے آتے ہیں اس میں کوئی رُکاوٹ نہیں بن سکتا حضرت مکحُول رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت اَبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ اجاڑ جگہیں تلاش کیا کرتے تھے اور جب کوئی اُجاڑ جگہ مل جاتی تو فرماتے اے رہنے والوں کو اجاڑنے والی اجاڑ جگہ! تجھ میں بسنے والے پہلے لوگ کہاں ہیں؟[1]

حضرت اَبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین چیزیں مجھے بہت پسند ہیں لیکن عام لوگوں کو پسند نہیں ہیں فقر، بیماری اور موت[2] اور یہ بھی فرمایا اپنے رب کی مُلاقات کے شوق کی وجہ سے مجھے مَوت سے محبت ہے اور اپنے رب کے سامنے عاجزی ظاہر کرنے کی وجہ سے مجھے فقر سے محبت ہے اور گناہوں کے لیئے کفّارہ ہونے کی وجہ سے مجھے بیماری سے محبت ہے[3]

حضرت شُرَحْبِیل رحمۃُ اللہ عَلَیْہ کہتے ہیں حضرت اَبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ جب کوئی جنازہ دیکھتے تو فرماتے تم صبح کو جارہے ہو شام کو ہم بھی تمہارے پاس آجائیں گے یا تم شام کو جارہے ہو، صبح کو ہم بھی آجائیں گے۔ جنازہ ایک زبردست اور مُؤثّر نصیحت ہے لیکن لوگ کتنی جلدی غافل ہوجاتے ہیں نصیحت حاصل کرنے کے لیئے مَوت کافی ہے ایک ایک کر کے لوگ جا رہے ہیں اور آخر میں ایسے لوگ رہتے جارہے ہیں جنہیں کچھ سمجھ نہیں ہے (جنازہ دیکھ کر پھر اپنے دُنیاوی کاموں میں لگے رہتے ہیں)[4]

حضرت عَوْن بن عبداللہ رحمۃُ اللہ عَلَیْہ کہتے ہیں حضرت اَبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو دُوسروں کے حالات معلوم کرے گا اُسے اپنی پسند کے حالات نظر نہیں آئیں گے (کیونکہ خیر والے آدمی کم ہُوا کرتے ہیں) اور جو پیش آنے والے دردناک حالات کے لیئے صبر تیار نہیں کرے گا وہ آخر کار بے بس و عاجز ہو جائے گا۔ اگر تم لوگوں کو بُرا بھلا کہو گے تو لوگ بھی تمہیں بُرا بھلا کہیں گے اگر تم انہیں کہنا چھوڑ دو گے تو وہ تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ حضرت عَوْن نے پُوچھا تو اس صُورت میں آپ میرے لیئے کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا لوگ تمہیں بُرا بھلا کہیں تو تم ان سے بدلہ آج نہ لو بلکہ یہ اُن کے ذمہ اُدھار رہنے دو اور جس دن تمہیں اس بدلہ کی شدید ضرورت ہوگی اس دن ان سے اس کا بدلہ لے لینا یعنی قیامت کے دن[5]

حضرت اَبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو موت کو کثرت سے یاد کرے گا اُس کا اِترانا اور

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ص ۲۱۸) (۲) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ص ۲۱۷) (۳) عند ابی نعیم ایضا (۴) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ص ۲۱۰) (۵) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ص ۲۱۸)

حسد دونوں ختم ہو جائیں گے [1]

حضرت اَبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا بات ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ جس روزی کی اَللہ نے ذمہ داری لے رکھی ہے اُس کے لیئے تو تم بہت فکر اور کوشش کرتے ہو اور اللہ نے جو عمل تمہارے ذمہ لگائے ہیں اُنہیں تم ضائع کر رہے ہو۔ جانوروں کا علاج کرنے والا گھوڑوں کو جتنا جانتا ہے میں اس سے زیادہ تمہارے بُروں کو جانتا ہوں یہ وہ لوگ ہیں جو نماز وقت گزرنے کے بعد پڑھتے ہیں اور قرآن سنتے تو ہیں لیکن دِل سے نہیں اور غلاموں کو آزاد تو کر دیتے ہیں لیکن وہ پھر بھی آزاد نہیں ہوتے ان سے غلاموں کی طرح خدمت لیتے رہتے ہیں [2]

حضرت اَبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا زندگی بھر خیر کو تلاش کرتے رہو اور اللہ کی رحمت کے جھونکوں کے سامنے خود کو لاتے رہو کیونکہ اللہ کی رحمت کے جھونکے چلتے رہتے ہیں جنہیں اَللہ اپنے جن بندوں پر چاہتے ہیں بھیج دیتے ہیں اور اَللہ سے یہ سوال کرو کہ وہ تمہارے عیبوں پر پردہ ڈالے اور تمہاری خوف کی جگہوں کو امن والا بنائے [3]

حضرت عبدالرَّحمٰن بن جُبَیر بن نُفَیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت اَبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا آپ مجھے کوئی ایسی بات سکھا دیں جس سے اَللہ مجھے نفع دے فرمایا ایک نہیں دو، تین، چار بلکہ پانچ باتیں سکھانے کو تیار ہوں جن پر عمل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بلند درجے عطا فرمائیں گے پھر فرمایا صرف پاکیزہ روزی کھاؤ اور صرف پاکیزہ مال کماؤ اور صرف پاکیزہ روزی گھر میں لاؤ اور اللہ سے یہ مانگو کہ وہ تمہیں ایک دِن میں ایک دِن کی روزی عطا فرمائے اور جب تم صبح اُٹھو تو اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو گویا کہ تم ان میں جا ملے ہو، اپنی آبرو کو اللہ کی خاطر قربان کر دو لہٰذا جو تمہیں بُرا بھلا کہے یا گالی دے یا تم سے لڑے تم اُسے اللہ کے لیئے چھوڑ دو اور جب تم سے کوئی بُرا کام ہو جائے تو فوراً اللہ سے اِستغفار کرو [4]

حضرت اَبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اِنسان کا دِل دُنیا کی محبت میں جوان رہتا ہے اگرچہ بڑھاپے کی وجہ سے اُس کی ہنسلی کی دونوں ہڈیاں آپس میں مِل جائیں لیکن جن کے دِلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیئے آزما لیا ہے اُن کے دِل دُنیا کی محبت میں جوان نہیں رہتے اور ایسے کامل متقی لوگ بہت کم ہوتے ہیں [5]

حضرت اَبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین کام ایسے ہیں جن کو کرنے سے ابن آدم کے سارے کام قابو میں آجائیں گے تم اپنی مصیبت کا کسی سے شکوہ نہ کرو اور اپنی بیماری کسی کو مت

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۲۰) (۲) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۲۱) (۳) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۲۱) (۴) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۲۲) (۵) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۲۳) واخرجہ ابن عساکر عن ابی الدرداء مثلہ کما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۴)

بتاؤ اور اپنی زبان سے اپنی خوبیاں بیان نہ کرو اور اپنے آپ کو مقدس اور پاکیزہ نہ سمجھو۔[1]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا مظلوم کی اور یتیم کی بددعا سے بچو کیونکہ ان دونوں کی بددعا رات کو اللہ کی طرف چلتی ہے جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ مجھے لوگوں میں اس پر ظلم کرنا سب سے زیادہ مبغوض ہے جو بالکل بے بس اور بے کس ہو اور اللہ کے علاوہ کسی اور سے میرے خلاف مدد نہ لے سکے۔[2]

حضرت معمر رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک ساتھی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان کو خط میں یہ لکھا کہ اے میرے بھائی! اپنی صحت اور فراغت کو اس بلاء کے آنے سے پہلے غنیمت سمجھو جس کو تمام بندے مل کر ٹال نہیں سکتے (اس بلاء سے مراد موت ہے) اور مصیبت زدہ کی دعا کو غنیمت سمجھو اور اے میرے بھائی! مسجد تمہارا گھر ہونا چاہئے یعنی مسجد میں زیادہ وقت اعمال میں گزرے کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور مسجد جن لوگوں کا گھر ہوگی اُن کے لئے اللہ نے یہ ذمہ داری لے رکھی ہے کہ انہیں خوشی اور راحت نصیب ہوگی اور وہ پلصراط کو پار کر کے اللہ کی رضامندی حاصل کریں گے اور اے میرے بھائی! یتیم پر رحم کرو اسے اپنے قریب کرو اور اسے اپنے کھانے میں سے کھلاؤ کیونکہ ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو حضورؐ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے اُس نے کہا جی ہاں حضورؐ نے فرمایا یتیم کو اپنے سے قریب کرو اس کے سر پر ہاتھ پھیرو اور اسے اپنے کھانے میں سے کھلاؤ اس سے تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور تمہاری ضرورت پوری ہوگی اور اے میرے بھائی! اتنا جمع نہ کرو جس کا تم شکر ادا نہ کر سکو کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ دنیا والا انسان جس نے اس دنیا کے خرچ کرنے میں اللہ کی اطاعت کی تھی اسے قیامت کے دن اس حال میں لایا جائے گا کہ وہ آگے آگے ہوگا اور اُس کا مال پیچھے ہوگا وہ جب بھی پلصراط پر لڑکھڑائے گا تو اُس کا مال اُسے کہے گا تم بے فکر ہو کر چلتے رہو (تم جہنم میں نہیں گر سکتے کیونکہ) مال کا جو حق تمہارے ذمہ تھا وہ تم نے ادا کیا تھا پھر حضورؐ نے فرمایا جس آدمی نے اس دنیا کے بارے میں اللہ کی اطاعت نہیں کی تھی اُسے اس حال میں لایا جائے گا کہ اُس کا مال اُس کے کندھوں کے درمیان ہوگا اور اس کا مال اُسے ٹھوکر مار کر کہے گا تیرا ناس ہو تو نے میرے بارے میں اللہ کے حکم پر عمل کیوں نہیں کیا؟ یہ مال اُس کے ساتھ بار بار ایسے ہی کرتا رہے گا یہاں تک کہ وہ ہلاکت کو پکارنے لگے گا اور اے

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۴) (۲) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۲۱)

میرے بھائی! مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ تم نے ایک خادم خریدا ہے حالانکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بندہ کا اللہ سے اور اللہ کا بندے سے تعلق اُس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ اس کی خدمت نہ کی جائے اپنے کام وہ خود کرے اور جب اُس کی خدمت ہونے لگتی ہے تو اُس پر حساب واجب ہو جاتا ہے۔ اُمِّ دَرداء نے مجھ سے ایک خادم مانگا اور میں اُن دِنوں مالدار بھی تھا لیکن میں نے چونکہ حساب والی حدیث سُن رکھی تھی اس وجہ سے مجھے خادم خریدنا پسند نہ آیا اور اے میرے بھائی! میرے لیئے اور تمہارے لیئے کون اس بات کی ضمانت دے سکتا ہے کہ ہم قیامت کے دِن ایک دُوسرے سے مِل سکیں گے اور ہمیں حساب کا کوئی ڈر نہ ہوگا؟ اور اے میرے بھائی! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کی وجہ سے دھوکے میں مت آجانا کیونکہ ہم نے حضورؐ کے بعد بہت لمبا عرصہ گزار لیا ہے اور اللہ ہی خُوب جانتا ہے کہ ہم نے حضورؐ کے بعد کیا کیا ہے[1]۔

حضرت عبدالرحمٰن بن محمد مُحاربی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک بھائی کو خط میں یہ لکھا اَمّا بعد! تمہارے پاس جتنی دُنیا ہے وہ تم سے پہلے دُوسروں کے پاس تھی اور تمہارے بعد پھر دُوسروں کے پاس چلی جائے گی اس میں سے تمہاری صرف اتنی ہے جو تم نے اپنے لیئے آگے بھیج دی یعنی اللہ کے نام پر دُوسروں پر خرچ کر دی لہٰذا اپنے آپ کو اپنی نیک اولاد پر ترجیح دو یعنی دُوسروں پر خرچ کر جاؤ گے تو تمہارے کام آئے گی ورنہ تمہارے بعد تمہاری اولاد کو مِل جائے گی کیونکہ تم ایسی ذات کے پاس جاؤ گے جو تمہارا کوئی عُذر قبول نہیں کرے گی اور تم اُن لوگوں کے لیئے جمع کر رہے ہو جو تمہاری کبھی تعریف نہیں کریں گے اور تم دو طرح کے آدمیوں کے لیئے جمع کر رہے ہو یا تو وہ تمہارے مال میں اللہ کے حکم پر عمل کرے گا اور تم تو اس مال کو دُوسروں پر خرچ کرنے کی سعادت حاصل نہ کر سکے لیکن یہ سعادت اُسے مِل جائے گی یا وہ اس مال میں اللہ کی نافرمانی پر عمل کرے گا اور چونکہ یہ مال تم نے اس کو جمع کر کے دیا ہے، اس لیئے اس کے غلط خرچ کرنے کا ذریعہ بننے کی وجہ سے تم خود بدبخت بن جاؤ گے بہرحال اللہ کی قسم! ان دونوں میں سے کوئی بھی اس بات کا حقدار نہیں ہے کہ تم اس کی وجہ سے اپنی کمر پر بوجھ لاد کر اس کی سزا کو کم کر دو لہٰذا تم اسے اپنی ذات پر ترجیح مت دو اور جو جا چکے ہیں اُن کے لیئے اللہ کی رحمت کی اُمید رکھو اور جو باقی رہ گئے ہیں اُن کے بارے میں اللہ کی عطا پر اعتماد کرو والسلام[2]۔

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ص ۲۱۴) واخرجہ ایضا ابن عساکر عن محمد بن واسع قال کتب ابوالدرداء الی سلمان فذکر نحوہ الاانہ لم یذکر ولان ام الدرداء سالتنی الی اخرہ کمافی الکنز (ج ۸ص ۲۲۴) (۲) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ص ۲۱۶)

حضرت ابُوالدَّرداء رضی اللہ عنہ نے حضرت مَسلمہ بن مُخلَّد رضی اللہ عنہ کو خط میں یہ لکھا امّا بعد! بندہ جب اللہ کے حکم پر عمل کرتا ہے تو اللہ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب اللہ اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں تو اس کی محبت اپنی مخلوق میں ڈال دیتے ہیں اور جب بندہ اللہ کی نافرمانی والا عمل کرتا ہے تو اللہ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور جب اللہ اُس سے نفرت کرنے لگتے ہیں تو اُس کی نفرت اپنی مخلوق میں ڈال دیتے ہیں۔[1]

حضرت ابُوالدَّرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اِسلام صرف بے چُون وچرا حکم ماننے کا نام ہے۔ خیر صرف جماعت میں ہے اور اِنسان اللہ اور خلیفہ اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کرے۔[2]

حضرت ابُوذر رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ کی نصیحتیں

حضرت سُفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابُوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو! میں جندب غفاری ہُوں اس بھائی کے پاس آجاؤ جو تمہارا خیر خواہ اور بڑا شفیق ہے اس پر لوگوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا تو فرمایا ذرا یہ بتاؤ کہ جب تم میں سے کسی کا سفر کا اِرادہ ہوتا ہے تو کیا وہ اتنا مناسب زادِ راہ نہیں لیتا جس سے وہ منزلِ مقصُود تک پہنچ جائے؟ لوگوں نے کہا لیتا ہے۔ فرمایا قیامت کے راستہ کا سفر تو سب سے لمبا سفر ہے لہٰذا اتنا زادِ راہ لے لو جس سے یہ سفر ٹھیک طرح ہو جائے لوگوں نے کہا وہ زادِ راہ کیا ہے جس سے ہمارا یہ سفر ٹھیک طرح ہو جائے؟ فرمایا حج کرو اس سے تمہارے بڑے بڑے کام ہو جائیں گے اور سخت گرم دِن میں روزے رکھو کیونکہ قیامت کا دِن بہت لمبا ہے اور رات کے اندھیرے میں دو رکعت نماز پڑھو یہ دو رکعتیں قبر کی تنہائی میں کام آئیں گی یا تو خیر کی بات کہو یا پھر چُپ رہو شر کی بات مت کرو کیونکہ ایک بہت بڑے دِن میں اللہ کے سامنے کھڑے ہونا ہے اپنا مال صدقہ کرو تاکہ قیامت کی مشکلات سے نجات پاسکو اس دنیا میں دو باتوں کے لیئے کسی مجلس میں بیٹھو یا تو آخرت کی تیاری کے لیئے یا حلال روزی حاصل کرنے کے لیئے۔ ان دو کاموں کے علاوہ کسی اور کام کے لیئے مجلس میں بیٹھنے سے تمہارا نقصان ہو گا فائدہ نہیں ہو گا ایسی مجلس کا اِرادہ بھی نہ کرو مال کے دو حصّے کرو ایک حصّہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کر دو اور دُوسرا حصّہ اپنی آخرت کے لیئے آگے بھیج دو ان دو جگہوں کے علاوہ کہیں اور خرچ کرو گے تو اس سے تمہارا نقصان ہو گا فائدہ نہیں ہو گا لہٰذا اس کا اِرادہ بھی نہ کرو پھر حضرت ابُوذرؓ نے بلند آواز

(۱) اخرجه ابن عساكر كذا في الكنز (ج ۸ص ۲۲۵) (۲) اخرجه ابن عساكر كذا في الكنز (ج ۸ص ۲۲۴)

سے فرمایا اے لوگو! دُنیا کے لالچ نے تمہیں مار ڈالا اور تم جتنا لالچ کرتے ہو اُس کو تم کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔[1]

حضرت عبداللہ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ایک قابلِ اعتماد انسان کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابُوذر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اے لوگو! میں تمہارا خیر خواہ اور بڑا شفیق ہوں۔ رات کے اندھیرے میں نماز پڑھا کرو۔ یہ نماز قبر کی تنہائی میں کام آئے گی۔ دن میں روزے رکھو قبروں سے اُٹھائے جانے کے دِن کی گرمی میں کام آئیں گے اور دُشوار دن سے ڈر کر صدقہ دیا کرو اے لوگو! میں تمہارا خیر خواہ اور بڑا شفیق ہوں۔[2]

حضرت ابُوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں کے ہاں بچے پیدا ہوتے ہیں جو ایک دن مر جائیں گے اور لوگ عمارتیں بناتے ہیں جو ایک دِن گر جائیں گی۔ لوگوں کو فانی دُنیا کا بڑا شوق ہے اور ہمیشہ رہنے والی آخرت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ غور سے سُنو! دو چیزیں عام لوگوں کو ناپسند ہیں لیکن ہیں وہ بہت اچھی۔ ایک موت اور دُوسرا فقر۔[3] حضرت حبّان بن ابی جبلہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابُوذرؓ اور حضرت ابُوالدرداء رضی اللہ عنہما نے فرمایا تمہارے بچے پیدا ہو رہے ہیں جو ایک دِن مر جائیں گے اور تم عمارتیں بنا رہے ہو جو ایک دِن اُجڑ جائیں گی۔ فانی دُنیا کے تم حریص ہو لیکن باقی رہنے والی آخرت کو چھوڑ دیتے ہو غور سے سُنو! تین چیزیں لوگوں کو پسند نہیں ہیں لیکن ہیں بہت اچھی ایک موت دُوسرے بیماری تیسرے فقر۔[4]

حضرت حُذیفہ بن یمان رَضِیَ اللہُ عَنہُ کی نصیحتیں

حضرت ابُوالطفیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اے لوگو! اور لوگ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے بارے میں پُوچھا کرتے تھے لیکن میں شر کے بارے میں پُوچھا کرتا تھا تو کیا تم لوگ زندوں میں سے مُردہ کے بارے میں نہیں پُوچھتے؟ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعُوث فرمایا انہوں نے لوگوں کو گمراہی سے ہدایت کی طرف اور کُفر سے ایمان کی طرف بلایا پھر جس کا مقدر اچھا تھا اُس نے حضورؐ کی دعوت کو قبول کر لیا اور جو لوگ مُردہ تھے وہ حق کو قبول کر کے زندہ ہو گئے اور جو زندہ تھے وہ باطل پر چلتے رہنے کی وجہ سے مُردہ ہو گئے پھر (حضورؐ کے انتقال سے) نبوّت چلی گئی پھر نبوّت کے نہج پر خلافت آگئی اب اس کے بعد ظلم والی بادشاہت ہو گی

(1) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۶۵) (۲) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۶۵) (۳) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۶۳)
(۴) عنہ ابن عساکر کما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۲)

جو ان کے ظلم پر دل، زبان اور ہاتھ سے انکار کرے گا تو وہ پورے حق پر عمل کرنے والا ہو گا اور جو ہاتھ کو روک لے گا اور صرف دل اور زبان سے انکار کرے گا وہ حق کے ایک حصّہ کو چھوڑنے والا ہو گا اور جو ہاتھ اور زبان کو روک لے گا اور صرف دل سے انکار کرے گا وہ حق کے دو حصّوں کو چھوڑنے والا ہو گا اور جو دل سے بھی انکار نہیں کرے گا وہ انسان زندوں میں سے مُردہ ہے۔[1]

حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا دل چار قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ دل جس پر پردہ پڑا ہوا ہے یہ تو کافر کا دِل ہے دُوسرا دو منہ والا دل یہ منافق کا دِل ہے تیسرا وہ صاف ستھرا دِل جس میں چراغ روشن ہے یہ مومن کا دِل ہے چوتھا وہ دِل جس میں نفاق بھی ہے اور ایمان بھی۔ ایمان کی مثال درخت جیسی ہے جو عمدہ پانی سے بڑھتا ہے اور نفاق کی مثال پھوڑے جیسی ہے جو پیپ اور خُون سے بڑھتا ہے۔ ایمان اور نفاق میں سے جس کی صفات غالب آجائیں گی وہی غالب آجائے گا۔[2]

حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا فتنہ دِلوں پر ڈالا جاتا ہے تو جس دِل میں وہ فِتنہ پُوری طرح داخل ہو جاتا ہے اُس میں ایک کالا نقطہ لگ جاتا ہے اور جو دِل اس فتنہ سے انکار کرتا ہے اُس میں سفید نقطہ لگ جاتا ہے اب تم میں سے جو یہ جاننا چاہتا ہے کہ اس پر فتنہ کا اثر پڑا ہے یا نہیں وہ یہ دیکھے کہ جس چیز کو پہلے وہ حلال سمجھتا تھا اب اسے حرام سمجھنے لگ گیا ہے یا جس چیز کو وہ پہلے حرام سمجھتا تھا اب اسے حلال سمجھنے لگ گیا ہے تو بس سمجھ لے کہ اُس پر فتنہ کا پُورا اثر ہو گیا ہے۔[3]

حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا فتنوں سے بچ کر رہو اور کوئی آدمی خود اُٹھ کر فتنے کی طرف نہ جائے کیونکہ اللہ کی قسم! جو بھی از خود اُٹھ کر فتنوں کی طرف جائے گا اُسے فتنے ایسے بہا کر لے جائیں گے جیسے سیلاب کوڑے کے ڈھیروں کو بہا کر لے جاتا ہے۔ فتنہ جب آتا ہے تو بالکل حق جیسا لگتا ہے یہاں تک کہ جاہل کہتا ہے کہ یہ تو حق جیسا ہے (اس وجہ سے لوگ فتنہ میں مُبتلا ہو جاتے ہیں) لیکن جب جاتا ہے تو اُس وقت صاف پتہ چل جاتا ہے کہ یہ تو فتنہ تھا، لہٰذا جب تم فتنہ کو دیکھو تو اُس سے بچ کر رہو اور گھروں میں بیٹھ جاؤ اور تلواریں توڑ ڈالو اور کمان کی تانت کے ٹکڑے کر دو۔[4]

حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا فتنے رُک جاتے ہیں اور پھر اچانک شروع ہو جاتے ہیں اِس لیئے اس کی پُوری کوشش کرو کہ تمہیں ان دنوں میں موت آجائے جن دِنوں فتنہ رُکا ہُوا

---

(1) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۷۵) (2) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۷۶) (3) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۷۲) (4) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۷۳)

ہو (مرنے کی کوشش سے مراد مرنے کی تمنا اور اس کی دُعا ہے)[1]

حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا فتنہ تین آدمیوں کے ذریعہ سے آتا ہے ایک تو اُس ماہر اور طاقتور عالم کے مُلحِد ہو جانے کے ذریعے سے جو اُٹھنے والی ہر چیز کا تلوار کے ذریعہ سے قلع قمع کر دیتا ہے دُوسرے اس بیان والے کے ذریعہ سے جو فتنہ کی دعوت دیتا ہے تیسرے سردار اور حاکم کے ذریعہ سے۔ عالم اور بیان کرنے والے کو تو فتنہ مُنہ کے بل گرا دیتا ہے، البتہ سردار کو فتنہ خُوب کریدتا ہے اور پھر جو کچھ اُس کے پاس ہوتا ہے اس سب کو فتنہ میں مُبتلا کر دیتا ہے[2]

حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا فتنہ، خالص شراب سے زیادہ عقل کو لے جاتا ہے[3]

حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں پر ایسا زمانہ ضرور آئے گا کہ اس زمانہ میں فتنوں سے صرف وہی آدمی نجات حاصل کر سکے گا جو ڈوبنے والے کی طرح دُعا کرے گا[4]

حضرت اَعمَش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے تم میں وہ لوگ سب سے بہترین نہیں ہیں جو دُنیا کو آخرت کی وجہ سے یا آخرت کو دُنیا کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں بلکہ سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو دُنیا اور آخرت دونوں کے لئے محنت کرتے ہیں[5]

حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت اَبُوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا مجھے کچھ وصیت فرما دیں۔ فرمایا اللہ کی کتاب کو امام بنالو اور اِس کے قاضی اور فیصلہ کرنے والا، حُکم ہونے پر راضی رہو کیونکہ اسی کو تمہارے رسُول صَلَّی اللہ عَلَیہ وَسَلَّم تمہارے لئے پیچھے چھوڑ کر گئے ہیں۔ یہ ایسا سفارشی ہے جس کی سفارش مانی جاتی ہے اور ایسا گواہ ہے جس پر کوئی تہمت نہیں لگائی جا سکتی۔ اس میں تمہارا اور تم سے پہلے لوگوں کا تذکرہ ہے اور اس میں تمہارے آپس کے جھگڑوں کا فیصلہ ہے اور اس میں تمہارے اور تمہارے بعد والوں کے حالات ہیں[6]

حضرت اُبَیّ بن کعب رَضی اللہ عنہ نے فرمایا جو بندہ بھی کسی چیز کو اللہ کے لئے چھوڑ دیتا ہے اللہ اُس کے بدلے میں اس سے بہتر چیز اُس کو وہاں سے دیتے ہیں جہاں سے ملنے کا

---

(۱) اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۷۴) (۲) اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۷۴) (۳) اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۷۴)
(۴) اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۷۴) (۵) اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۸۰) (۶) اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۵۳)

اُسے گمان نہیں ہوتا اور جو بندہ کسی چیز کو ہلکا سمجھ کر اُسے وہاں سے لے لیتا ہے جہاں سے لینا ٹھیک نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اسے اس سے زیادہ سخت چیز وہاں سے دیتے ہیں جہاں سے ملنے کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا[1]

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا مؤمن چار حالتوں کے درمیان رہتا ہے۔ اگر کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے اور اگر کوئی نعمت ملتی ہے تو شکر کرتا ہے اور اگر بات کرتا ہے تو سچ بولتا ہے اور اگر کوئی فیصلہ کرتا ہے تو انصاف والا فیصلہ کرتا ہے۔ اور ایسے مؤمن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ (سُورت نور آیت ۳۵) یہ مؤمن پانچ قسم کے نُوروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کا کلام نُور ہے اور اس کا علم نُور ہے۔ یہ اندر جاتا ہے تو نُور میں جاتا ہے۔ یہ باہر نکلتا ہے تو نُور سے باہر نکلتا ہے اور قیامت کے دن یہ نُور کی طرف لوٹ کر جائے گا اور کافر پانچ قسم کی ظلمتوں (اندھیروں) میں چلتا پھرتا ہے اس کا کلام ظلمت ہے اس کا عمل ظلمت ہے اندر جاتا ہے تو ظلمت میں اور باہر آتا ہے تو ظلمت سے اور قیامت کے دن یہ بے شمار ظلمتوں کی طرف لوٹ کر جائے گا[2]

حضرت ابو نضرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی کو جُبَر یا جُوَیبِر کہا جاتا تھا اُنہوں نے کہا میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ان سے ایک باندی لینے کا ارادہ کیا۔ میں سفر کر کے رات کے وقت مدینہ پہنچا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے بڑی ذہانت اور بات کرنے کا بڑا سلیقہ عطا فرمایا ہوا ہے۔ میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں گیا اور دُنیا کے بارے میں بات شروع کی اور دُنیا کے چھوٹے ہونے کو بیان کرنے لگا اور اس کا حال ایسا بنا کر چھوڑا کہ گویا دُنیا کسی چیز کے برابر نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کے پہلو میں ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے جب میں بات پوری کر چکا تو اُنہوں نے فرمایا تمہاری ساری بات تقریباً ٹھیک تھی لیکن تم نے دُنیا کی جو بُرائی بیان کی یہ ٹھیک نہیں تھا اور تم جانتے ہو کہ دُنیا کیا ہے؟ دُنیا کے ذریعہ سے تو ہم جنت تک پہنچیں گے اور یہی آخرت کے لئے زادِ راہ ہے اور دُنیا ہی میں تو تمہارے وہ اعمال ہیں جن کا بدلہ تم کو آخرت میں ملے گا۔ غرضیکہ اُنہوں نے دُنیا کے بارے میں جو بات کرنی شروع کی تو پتہ چلا کہ یہ تو دُنیا کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! یہ آپ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے صاحب کون ہیں؟ فرمایا یہ مسلمانوں کے سردار حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں[3]

ایک آدمی نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا اے ابو المنذر!

(۱) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ص ۲۵۳) (۲) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ص ۲۵۵) (۳) اخرجہ البخاری فی الادب کذا فی المنتخب (ج ۵ص ...)

آپ مجھے کچھ وصیت فرمادیں۔ فرمایا لایعنی والے کام میں ہرگز نہ لگو اور دُشمن سے کنارہ کش رہو اور دوست کے ساتھ چوکنّے ہو کر چلو (دوستی میں تم سے غلط کام نہ کروالے) زندہ آدمی کی ان ہی باتوں پر رشک کرو جن پر مرجانے والے پر رشک کرتے ہو یعنی نیک اعمال اور اچھی صفات پر۔ اور اپنی حاجت اُس آدمی سے طلب نہ کرو جسے تمہاری حاجت پُوری کرنے کی پرواہ نہیں ہے۔[1]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت عبداللہ بن دینار بَہرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ کو خط میں یہ لکھا اَمّا بعد! اللہ تعالیٰ نے زبان کو دِل کا ترجمان بنایا اور دل کو خزانہ اور حکمران بنایا۔ دل زبان کو جو حکم دیتا ہے زبان اُسے پُورا کرتی ہے۔ جب دِل زبان کی موافقت پر ہوتا ہے تو گفتگو مرتّب اور مناسب ہوتی ہے اور نہ زبان سے کوئی لغزش ہوتی ہے اور نہ وہ ٹھوکر کھاتی ہے اور جس انسان کا دِل اُس کی زبان سے پہلے نہ ہو یعنی دِل اس کی نگرانی اور دیکھ بھال نہ کرے تو اُس کی بات عقل و سمجھ والی نہیں ہوگی جب آدمی اپنی زبان کو بات کرنے میں کھلا اور آزاد چھوڑ دے گا اور زبان دِل کی مخالفت کرے گی تو اس طرح وہ آدمی اپنی ناک کاٹ ڈالے گا یعنی خود کو ذلیل کرلے گا اور جب آدمی اپنے قول کا اپنے فعل سے موازنہ کرے گا تو عملی صُورت سے ہی اس کے قول کی تصدیق ہوگی اور یہ کہاوت عام طور سے بیان کی جاتی ہے کہ جو بخیل بھی تمہیں ملے گا وہ باتوں میں تو بڑا سخی ہوگا لیکن عمل میں بالکل کنجوس ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس کی زبان اُس کے دِل سے آگے رہتی ہے یعنی بولتی بہت ہے اور دِل کے قابو میں نہیں ہے اور یہ کہاوت بھی عام طور سے بیان کی جاتی ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے کہے کی پابندی نہ کرے یعنی اس پر عمل نہ کرے حالانکہ اس بات کو کہتے وقت وہ جانتا تھا کہ یہ بات حق ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے تو کیا تم اس کے پاس شرف و عزت اور مردانگی پاؤ گے؟ اور آدمی کو چاہیے کہ وہ لوگوں کے عیبوں کو نہ دیکھے کیونکہ جو لوگوں کے عیب دیکھتا ہے اور اپنے عیبوں کو ہلکا سمجھتا ہے وہ اُس آدمی کی طرح ہے جو بتکلف ایسا کام کر رہا ہے جس کا اسے حکم نہیں دیا گیا والسلام۔[2]

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نصیحتیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اے گناہ کرنے والے! گناہ کے بُرے انجام سے

(۱) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۴) (۲) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۴)

مطمئن نہ ہو جانا کیونکہ گناہ کرنے کے بعد بعض ایسی باتیں ہوتی ہیں جو گناہ سے بھی بڑی ہوتی ہیں گناہ کرتے ہوئے تمہیں اپنے دائیں بائیں کے فرشتوں سے شرم نہ آئے تو تم نے جو گناہ کیا ہے یہ اس سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اللہ تمہارے ساتھ کیا کریں گے اور پھر تم ہنستے ہو تمہارا یہ ہنسنا گناہ سے بھی بڑا ہے اور جب تمہیں گناہ کرنے میں کامیابی حاصل ہو جاتی ہے اور تم اس گناہ پر خوش ہوتے ہو تو تمہاری یہ خوشی اس گناہ سے بھی بڑی ہے اور جب تم گناہ نہ کر سکو اور اس پر تم غمگین ہو جاؤ تو تمہارا یہ غمگین ہونا اس گناہ کے کر لینے سے زیادہ بڑا ہے۔ گناہ کرتے ہوئے ہوا کے چلنے سے تمہارے دروازے کا پردہ ہل جائے اس سے تم ڈرتے ہو اور اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے اس سے تمہارا دل پریشان نہیں ہوتا تو یہ کیفیت اس گناہ کے کر لینے سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔ تمہارا بھلا ہو۔ کیا تم جانتے ہو حضرت ایوب علیہ السلام سے کیا چوک ہوئی تھی جس کی وجہ سے اللہ نے اُن کے جسم کو ایک بیماری میں مبتلا کر دیا تھا اور اُن کا سارا مال ختم کر دیا تھا؟ اُن سے چُوک یہ ہوئی تھی کہ ایک مسکین پر ظلم ہو رہا تھا اُس مسکین نے حضرت ایوبؑ سے مدد مانگی تھی اور کہا تھا کہ یہ ظلم رکوا دیں۔ حضرت ایوبؑ نے اُس کی مدد نہیں کی تھی اور ظالم کو اس مسکین پر ظلم کرنے سے نہیں روکا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں اس آزمائش میں ڈال دیا تھا۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا فرائض کا اہتمام کرو اور اللہ نے اپنے جو حق تمہارے ذمے لگائے ہیں انہیں ادا کرو اور ان کی ادائیگی میں اللہ سے مدد مانگو کیونکہ جب اللہ کو کسی بندے کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ وہ سچی نیت سے اور اللہ کے ہاں جو ثواب ہے اُسے حاصل کرنے کے شوق میں عمل کر رہا ہے تو اللہ اُس سے ناگواریاں ضرور ہٹا دیتے ہیں اور اللہ حقیقی بادشاہ ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر مؤمن اور فاجر بندے کے لیے حلال روزی مقرر فرما رکھی ہے اگر وہ اس روزی کے آنے تک صبر کرتا ہے تو اللہ اُسے حلال روزی دیتے ہیں اور اگر وہ بے صبری کرتا ہے اور حرام میں سے کچھ لے لیتا ہے تو اللہ اُس کی اتنی حلال روزی کم کر دیتے ہیں۔[3]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نصیحتیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا بندے کو جب بھی دُنیا کی کوئی چیز ملتی ہے تو اس کی

(۱) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۲۴) واخرجہ ابن عساکر عن ابن عباس نحوہ الی قولہ ویحک ہل تدری کما فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۱)
(۲) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۲۶) (۳) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۲۶)

وجہ سے اللہ کے ہاں اس کا درجہ کم ہوجاتا ہے اگرچہ وہ اللہ کے ہاں عزت و شرف والا ہو۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا بندہ اُس وقت تک ایمان کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ آخرت پر دُنیا کو ترجیح دینے کی وجہ سے لوگوں کو کم عقل نہ سمجھے۔[2]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مَیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ چلا جارہا تھا کہ اتنے میں ان کا ایک ویران جگہ پر گزر ہوا۔ اُنہوں نے مجھ سے فرمایا تم یہ کہو اے ویرانے! تیرے ہاں رہنے والوں کا کیا بنا؟ مَیں نے کہا اے ویرانے! تیرے ہاں رہنے والوں کا کیا بنا؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا وہ سب خُود تو چلے گئے البتہ اُن کے اعمال باقی رہ گئے۔[3]

حضرت عبداللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما کی نصیحتیں

حضرت وہب بن کَیسان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے مجھے یہ نصیحت لکھ کر بھیجی۔ اَمّا بعد! تقوے والے لوگوں کی کچھ نشانیاں ہوتی ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں اور وہ خود بھی جانتے ہیں کہ ان کے اندر یہ نشانیاں ہیں اور وہ نشانیاں یہ ہیں مصیبت پر صبر کرنا، رضا بر قضا نعمتوں پر شکر کرنا اور قرآن کے حکم کے سامنے جُھک جانا۔ امام کی مثال بازار جیسی ہے جو چیز بازار میں چلتی ہے اور جس کا رواج ہوتا ہے وہی چیز بازار میں لائی جاتی ہے اسی طرح امام کے پاس اگر حق کا رواج چل پڑے تو اُس کے پاس حق ہی لایا جائے گا اور حق والے ہی اس کے پاس آئیں گے اور اگر اس کے پاس باطل کا رواج چل پڑے تو باطل والے ہی اُس کے پاس آئیں گے اور باطل ہی اُس کے پاس چلے گا۔[4]

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نصیحتیں

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو دُنیا کو طلب کرتا ہے دُنیا اُسے لے بیٹھتی ہے اور جو دُنیا سے بے رغبتی اختیار کرلیتا ہے تو اسے اس کی پرواہ بھی نہیں ہوتی کہ کون دُنیا کو استعمال کر رہا ہے۔ دُنیا کی طلب والا اُس آدمی کا غلام ہوتا ہے جو دُنیا کا مالک ہوتا ہے اور جس کے دِل میں دُنیا کی طلب نہیں ہوتی اُسے تھوڑی دُنیا کافی ہوجاتی ہے اور جس کے دِل میں طلب ہوتی ہے اُسے ساری دُنیا بھی مل جائے تو بھی اُس کا کام نہیں چلتا اور جس کا آج کا دن دینی اعتبار سے کل گزشتہ کی طرح ہے تو وہ دھوکے میں ہے اور جس کا آج کا دِن

(۱) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۶) (۲) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۶) (۳) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۱۲) (۴) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۳۶)

کل آئندہ سے بہتر ہے یعنی کل آئندہ میں اس کی دینی حالت آج سے خراب ہوگئی تو وہ سخت نقصان میں ہے اور جو اپنی ذات کے بارے میں نقصان کی چھان بین نہیں کرتا تو وہ بھی نقصان میں ہے اور جو نقصان میں چل رہا ہے اُس کا مر جانا ہی بہتر ہے۔[1]

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ جان لو کہ حِلم اور بُردباری زینت ہے اور وعدہ پُورا کرنا مردانگی ہے اور جلد بازی بے وقوفی ہے اور سفر کرنے سے اِنسان کمزور ہو جاتا ہے اور کمینہ لوگوں کے ساتھ بیٹھنا عیب کا کام ہے اور فاسق فاجر لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنے سے اِنسان پر تہمت لگتی ہے۔[2]

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جسے بھلائی میں سے بہت حصہ مِلا لیکن اُس کے اخلاق اچھے نہیں دُوسرا وہ جس کے اخلاق تو اچھے ہیں لیکن بھلائی کے کاموں میں اُس کا کوئی حصہ نہیں تیسرا وہ جس کے نہ اخلاق اچھے ہیں اور نہ بھلائی کے کاموں میں اس کا کوئی حِصّہ ہے۔ یہ تمام لوگوں میں سب سے بُرا ہے۔ چوتھا وہ جس کے اَخلاق بھی اچھے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں اس کا حِصّہ بھی خُوب ہے یہ لوگوں میں سب سے افضل ہے۔[3]

حضرت شدّاد بن اَوس رضی اللہ عنہٗ کی نصیحتیں

حضرت زیاد بن ماہک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت شَدّاد بن اَوس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے آپ لوگوں نے خیر نہیں دیکھی اس کے اسباب دیکھے ہیں اور شر نہیں دیکھا اس کے اسباب دیکھے ہیں۔ ساری کی ساری خیر اپنی تمام صُورتوں کے ساتھ جنّت میں ہے اور سارا کا سارا شر اپنی تمام صُورتوں کے ساتھ جہنّم کی آگ میں ہے اور دُنیا تو وہ سامان ہے جو سامنے موجُود ہے نظر آرہا ہے جس میں سے نیک اور بُرے سب کھا رہے ہیں اور آخرت ایک سچا وعدہ ہے جس میں سب پر غالب آنے والے بادشاہ یعنی اللہ تعالیٰ فیصلہ کریں گے اور دنیا اور آخرت میں سے ہر ایک کے بیٹے یعنی ہر ایک کے چاہنے والے ہیں لہٰذا تم آخرت کے بیٹوں میں سے ہو اور دُنیا کے بیٹوں میں سے نہ ہو۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا بعض لوگوں کو علم تو مِل جاتا ہے لیکن بُردباری نہیں ملتی اور حضرت ابو یعلیٰ رضی اللہ عنہ (یہ حضرت شدّادؓ کی کُنیت ہے) کو علم بھی مِلا اور بُردباری بھی۔[4]

---

(۱) اخرجہ ابن النجار کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۲) (۲) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۷) (۳) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۷) (۴) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۶۴)

حضرت جُندُب بَجَلی رَضِیَ اللہُ عَنہ کی نصیحتیں

حضرت جُندُب بَجَلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور قرآن پڑھو کیونکہ قرآن اندھیری رات کا نور ہے اور چاہے دن میں مشقت اور فاقہ ہو لیکن قرآن پڑھنے سے دن میں رونق آجاتی ہے اور جب کوئی مصیبت تمہارے مال اور تمہارے جسم میں سے کسی ایک پر آنے لگے تو کوشش کرو کہ مال کا نقصان ہو جائے اور جان کا نہ ہو اور جب مصیبت تمہاری جان اور تمہارے دین میں سے کسی ایک پر آنے لگے تو کوشش کرو کہ جان کا نقصان ہو جائے لیکن دین کا نہ ہو اور اصل ناکام اور نامُراد وہ ہے جو اپنے دین میں ناکام و نامُراد ہو اور حقیقت میں ہلاک ہونے والا وہ ہے جس کا دین برباد ہو جائے غور سے سُنو! جنت میں جانے کے بعد کوئی فقر و فاقہ نہیں ہوگا اور جہنم میں جانے کے بعد غنا اور مالداری کی کوئی صُورت باقی نہیں رہے گی کیونکہ جہنم کا قیدی کبھی چھوٹ نہیں سکے گا اور اس کا زخمی کبھی ٹھیک نہیں ہوگا اور نہ اس کی آگ کبھی بجھے گی اور اگر کسی مُسلمان نے کسی مُسلمان کا مُٹھی بھر خون بہایا ہوگا تو یہ اس کے لیے جنت میں جانے سے رکاوٹ بن جائے گا اور جب بھی جنت کے کسی دروازے سے داخل ہونا چاہے گا تو وہاں اسے یہ خُون دھکے دیتا ہُوا ہٹا دے گا اور جان لو کہ آدمی کو مرنے کے بعد جب دفن کر دیا جاتا ہے تو سب سے پہلے اُس کا پیٹ سڑتا ہے اور اس میں سے بدبُو آنے لگتی ہے لہٰذا اس بدبُو کے ساتھ حرام روزی سے گندگی کا اضافہ نہ کرو اور اپنے مسلمان بھائیوں کے مال کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور خُون بہانے سے بچو۔[1]

حضرت اَبُو اُمامہ رَضِیَ اللہُ عَنہ کی نصیحتیں

حضرت عامر بن سُلَیم رحمۃُ اللہ عَلَیہ کہتے ہیں ہم ایک جنازے کے ساتھ باب دمشق میں گئے۔ ہمارے ساتھ حضرت ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب وہ نماز جنازہ پڑھا چکے اور لوگ جنازے کو دفن کرنے لگے تو اُنہوں نے فرمایا اے لوگو! تم اب تو صبح و شام ایسی جگہ کر رہے ہو جہاں تم لوگ اپنے اپنے حصّہ کی نیکیاں اور بُرائیاں جمع کر رہے ہو پھر حضرت ابو امامہؓ نے قبر کی طرف اِشارہ کرتے ہُوئے فرمایا عنقریب یہاں سے کُوچ کر کے اس (قبر والی) جگہ آجاؤ گے یہ قبر تنہائی کا گھر ہے اندھیرے کا گھر ہے کیڑوں کا گھر ہے اور تنگی کا گھر ہے لیکن جس کے لیئے اللہ قبر کو کُشادہ کر دیں تو یہ الگ بات ہے پھر قیامت کے

[1] اخرجہ البیہقی فی شعب الایمان کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۲)

دن تم لوگ یہاں سے منتقل ہو کر میدانِ حشر میں پہنچ جاؤ گے اور وہاں اللہ کا ایک حکم آئے گا جس سے بہت سے چہرے سفید اور بہت سے سیاہ ہو جائیں گے پھر وہاں سے دُوسری جگہ چلے جاؤ گے۔ اس جگہ سب لوگوں پر سخت اندھیرا چھا جائے گا پھر نور تقسیم کیا جائے گا مومن لوگوں کو تو نور مل جائے گا لیکن کافروں اور منافقوں کو ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا انہیں کچھ بھی نور نہیں ملے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس مثال کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے، اَوْ كَظُلُمَاتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشَاهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمَاتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (سورت نور آیت ۴۰) "یا وہ ایسے ہیں جیسے بڑے گہرے سمندر کے اندرونی اندھیرے کہ اس کو ایک بڑی لہر نے ڈھانک لیا ہو اس (لہر) کے اوپر دُوسری لہر اس کے اُوپر بادل (ہے غرض) اُوپر تلے بہت سے اندھیرے (ہی اندھیرے) ہیں کہ اگر (کوئی ایسی حالت میں) اپنا ہاتھ نکالے (اور دیکھنا چاہے) تو دیکھنے کا احتمال بھی نہیں اور جس کو اللہ ہی نور (ہدایت) نہ دے اُس کو (کہیں سے بھی) نور نہیں میسّر ہو سکتا" اور کافر و منافق مومن کے نور سے روشنی حاصل نہیں کر سکیں گے جیسے اندھا بینا کی دیکھنے کی طاقت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔ منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے (پُل صراط پر) کہیں گے اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا (سورۃ حدید آیت ۱۳) "(ذرا) ہمارا انتظار کر لو ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں۔ اُن کو جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر (وہاں سے) روشنی تلاش کرو" اس طرح اللہ تعالیٰ منافقوں کو ان کی چالبازی کی سزا دیں گے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (سورۃ نساء آیت ۱۴۲) "چالبازی کرتے ہیں اللہ سے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس چال کی سزا ان کو دینے والے ہیں" پھر کفار اور منافقین اسی جگہ واپس آئیں گے جہاں نور تقسیم ہوا تھا لیکن انہیں وہاں کچھ نہیں ملے گا پھر وہ دوبارہ مسلمانوں کے پاس آئیں گے پھر اُن کے اور مسلمانوں کے درمیان ایک دیوار قائم کر دی جائے گی، جس میں ایک دروازہ (بھی) ہوگا۔ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ (سورت حدید آیت ۱۳) "(جس کی کیفیت یہ ہے کہ) اس کے اندرونی جانب میں رحمت ہوگی اور بیرونی جانب کی طرف عذاب ہوگا" حضرت سلیم بن عامرؒ کہتے ہیں یوں منافق دھوکے میں پڑے رہیں گے یہاں تک کہ نور تقسیم ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ منافق اور مومنوں کو الگ الگ کر دیں گے۔[1]

حضرت سلیمان بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں ایک جماعت کے ساتھ حضرت ابو امامہ

[1] اخرجہ ابن ابی حاتم کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۳۰۸) واخرجہ البیہقی فی الاسماء والصفات (ص ۳۳۰) عن سلیم بن عامر نحوہ

رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ تو دُبلے پتلے عمر رسیدہ بڑے میاں ہیں اور اُن کا ظاہری منظر جو نظر آ رہا تھا اُن کی عقل اور اُن کی گفتگو اس سے کہیں زیادہ اچھی تھی۔ اُنہوں نے سب سے پہلے ہم سے یہ بات کی کہ اس مجلس میں بیٹھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے احکام تم تک پہنچا رہے ہیں اور یہ مجلس تم پر اللہ کی حجت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ دے کر بھیجا گیا تھا آپؐ نے وہ سب کچھ اپنے صحابہؓ کو پہنچا دیا تھا اور آپؐ کے صحابہؓ نے جو کچھ حضورؐ سے سُنا تھا وہ سب آگے پہنچا دیا، لہٰذا تم جو کچھ سُن رہے ہو اُسے آگے پہنچا دینا۔ تین آدمی ایسے ہیں جو اللہ کی ذمہ داری میں ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ یا تو انہیں جنت میں داخل کریں گے یا اجر و ثواب اور غنیمت دے کر انہیں واپس کریں گے ایک تو وہ آدمی جو اللہ کے راستہ میں نکلا یہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ یا تو اُسے (شہادت کا مرتبہ دے کر) جنت میں داخل کریں گے یا اجر و ثواب اور مال غنیمت دے کر واپس کریں گے۔ دُوسرا وہ آدمی جس نے وضو کیا پھر مسجد گیا وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ یا تو اُسے (موت دے کر) جنت میں داخل کریں گے یا اجر و ثواب اور مال غنیمت دے کر واپس کریں گے۔ تیسرا وہ آدمی جو اپنے گھر میں سلام کر کے داخل ہو پھر فرمایا جہنم پر ایک بڑا پل ہے جس سے پہلے سات چھوٹے پل ہیں۔ اِن میں سے درمیان والے پل پر حقوق العباد کا فیصلہ ہوگا چنانچہ ایک بندے کو لایا جائے گا جب وہ درمیان والے پل پر پہنچ جائے گا تو اس سے پُوچھا جائے گا تم پر قرضہ کتنا تھا؟ وہ اپنے قرضہ کا حساب لگانے لگے گا۔ پھر حضرت ابو امامہؓ نے یہ آیت پڑھی وَلَا يَكْتُمُونَ اللّٰهَ حَدِيثًا (سورۃ نساء آیت ۴۲) "اور اللہ تعالیٰ سے کسی بات کا اخفاء نہ کر سکیں گے" پھر وہ بندہ کہے گا اے میرے رب! مجھ پر اِتنا اِتنا قرضہ تھا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اپنا قرضہ ادا کرو وہ کہے گا میرے پاس تو کوئی چیز نہیں ہے اور مجھے معلوم بھی نہیں کہ میں کس چیز سے قرضہ اُتار سکتا ہوں پھر فرشتوں سے کہا جائے گا اس کی نیکیاں لے لو (اور اس کے قرض خواہوں کو دے دو) چنانچہ اُس کی نیکیاں لے کر قرض خواہوں کو دی جاتی رہیں گی یہاں تک کہ اُس کے پاس ایک بھی نیکی باقی نہیں رہے گی۔ جب اُس کی تمام نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو کہا جائے گا اس سے مطالبہ کرنے والوں کے گناہ لے کر اس پر ڈال دو، چنانچہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بہت سے لوگ پہاڑوں کے برابر نیکیاں لے کر آئیں گے اور اپنے حقوق کا ان سے مطالبہ کرنے والوں کو ان سے نیکیاں لے کر دی جاتی رہیں گی یہاں تک کہ ان کی ایک بھی نیکی باقی نہیں رہے گی پھر مطالبہ کرنے والوں کے گناہ ان پر ڈالے جائیں گے یہاں تک کہ وہ گناہ پہاڑوں کے برابر ہو جائیں گے۔ پھر حضرت ابو امامہؓ

نے فرمایا جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ فسق و فجور کی رہبری کرتا ہے اور فسق و فجور جہنم کا راستہ دکھاتے ہیں اور سچ بولنے کو لازم پکڑو کیونکہ سچ نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے۔ پھر فرمایا اے لوگو! تم تو زمانۂ جاہلیت والوں سے زیادہ گمراہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں درہم و دینار اس لیئے دیئے ہیں کہ تم ایک درہم اور ایک دینار اللہ کے راستے میں خرچ کر کے سات سو درہم اور سات سو دینار کا ثواب حاصل کرو اور پھر تم لوگ تھیلیوں میں درہم و دینار بند کر کے رکھتے ہو اور اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے ہو۔ غور سے سنو! اللہ کی قسم! یہ تمام فتوحات ایسی تلواروں کے ذریعہ سے ہوئی ہیں جن میں زینت کے لیئے سونا اور چاندی لگا ہوا نہیں تھا بلکہ کچا پٹھا، سیسہ اور لوہا لگا ہوا تھا۔[1]

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا متقی لوگ سردار ہیں اور علماء قائد و رہنما ہیں۔ ان کے ساتھ بیٹھنا عبادت ہے بلکہ عبادت سے بڑھ کر ہے اور دن و رات کے گزرنے کی وجہ سے تمہاری عمریں کم ہوتی جارہی ہیں لیکن تمہارے اعمال کو بڑی حفاظت سے رکھا جارہا ہے، لہٰذا تم زادِ سفر تیار کر لو اور یوں سمجھو کہ تم لوٹنے کی جگہ یعنی آخرت میں پہنچ گئے ہو۔[2]



(۱) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۳) (۲) اخرجہ البیہقی و ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۴)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مادی اسباب کو چھوڑ دیا اور روحانی اسباب کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور حضورؐ کی طرح سے صحابہ کرامؓ کو اقوامِ عالم کی ہدایت کا اور انہیں دعوت دینے کا فکر تھا اور وہ حضرات دعوت و جہاد کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور عادات کے ساتھ متصف ہو گئے تھے تو کس طرح سے انہیں ہر وقت غیبی تائید حاصل رہتی تھی۔

فرشتوں کے ذریعے مدد

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت ابو اُسید رضی اللہ عنہ نے بینائی جانے کے بعد فرمایا اے میرے بھتیجے! میں اور تم اگر میدانِ بدر میں ہوتے اور اللہ تعالیٰ میری بینائی واپس کر دیتے تو میں تمہیں وہ گھاٹی دکھاتا جہاں سے فرشتے نکل کر ہمارے لشکر میں آئے تھے اور اس بات میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے۔[1]

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت جبرائیل علیہ السلام جنگِ بدر کے دن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی شکل و صورت پر اُترے تھے انہوں نے سر پر زرد رنگ کی پگڑی باندھی ہوئی تھی جس کا کچھ کپڑا اُن کے چہرے پر بھی تھا۔[2]

حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے سر پر غزوہ بدر کے دن زرد پگڑی تھی جس کا کچھ کپڑا ان کے چہرے پر تھا، چنانچہ فرشتے آسمان سے اُترے تو اُن کے سروں پر زرد پگڑیاں تھیں۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا غزوۂ بدر کے دن فرشتوں کی نشانی سفید پگڑیاں تھیں جن کے شملے پُشت پر لٹکے ہوئے تھے (بعض فرشتوں کی پگڑیاں سفید تھیں اور بعض

---

(۱) اخرجہ البیہقی وہکذا عند ابن اسحٰق کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۸۰) واخرجہ الطبرانی عن سہل بن سعد مثلہ قال الہیثمی (ج ۶ ص ۸۴) وفیہ سلامۃ بن روح وثقہ ابن حبان وضعفہ غیرہ لغفلۃ فیہ (۲) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۸۴) ہو مرسل صحیح الاسناد (۳) اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۳۶۱) واخرجہ الطبرانی عن اسامۃ بن عمیر بمعناہ وابن عساکر عن عبداللہ بن زبیر نحوہ کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۶۸)

کی زرد) اور غزوۂ حنین کے دن اُن کی نشانی سبز پگڑیاں تھیں اور غزوۂ بدر کے دن تو فرشتوں نے جنگ کی تھی باقی کسی غزوے کے دن جنگ نہیں کی تھی، البتہ شریک ہو کر مسلمانوں کی تعداد بڑھاتے تھے اور ان کی مدد کرتے تھے کسی کافر پر حملہ نہیں کرتے تھے۔[1] حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اور اسلام ہمارے گھر میں داخل ہو چکا تھا، چنانچہ حضرت عباسؓ، اُن کی اہلیہ حضرت اُمّ فضل رضی اللہ عنہا اور میں، ہم سب مسلمان ہو چکے تھے لیکن حضرت عباسؓ اپنی قوم سے ڈرتے تھے اور ان کے خلاف کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے اور اپنے اسلام کو چھپاتے تھے اور بہت زیادہ مالدار تھے ان کا بہت سا مال اُن کی قوم میں بکھرا ہوا تھا۔ ابو لہب بھی جنگ بدر میں نہیں گیا تھا اور اُس نے اپنی جگہ عاص بن ہشام بن مغیرہ کو بھیجا تھا باقی تمام کافروں نے بھی یہی کیا تھا جو خود اس جنگ میں نہیں گیا تھا اُس نے اپنی جگہ کسی کو بھیجا تھا۔ جب اُسے جنگِ بدر میں کفارِ قریش کے شکست کھانے کی خبر ملی تو اللہ نے اسے خوب رُسوا اور ذلیل کیا اور ہمیں اس خبر سے اپنے اندر بہت قوت اور غلبہ محسوس ہوا۔ حضرت ابو رافعؓ کہتے ہیں میں ایک کمزور آدمی تھا اور زمزم کے خیمے میں تیر بنایا کرتا تھا انہیں چھیلا کرتا تھا، اللہ کی قسم! میں خیمے میں بیٹھا ہوا تیر چھیل رہا تھا اور حضرت اُمّ فضلؓ میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اور یہ جو خبر آئی تھی اس سے ہم بہت خوش تھے کہ اتنے میں ابو لہب بُری طرح پاؤں گھسیٹتا ہوا آیا اور خیمے کی رسی پر آکر بیٹھ گیا اس کی پُشت میری پُشت کی طرف تھی وہ یوں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں لوگوں نے کہا یہ ابو سفیان ہے جو جنگِ بدر سے واپس آیا اس ابو سفیان کا نام مغیرہ بن حارث بن عبد المطلب ہے (یہ ابو سفیان اور ہیں اور جو ابو سفیان قریش کے سردار اور ہر جنگ کے سپہ سالار تھے وہ اور ہیں ان کا نام صخر بن حرب بن اُمیہ ہے) ابو لہب نے ابو سفیان سے کہا میرے پاس آؤ کیونکہ میری زندگی کی قسم! صحیح خبر تو تمہارے پاس ہے وہ ابو لہب کے پاس آکر بیٹھ گیا اور لوگ بھی پاس آکر کھڑے ہو گئے ابو لہب نے کہا اے میرے بھتیجے! ذرا یہ تو بتاؤ کہ لوگوں کو کیا ہوا؟ کیسے شکست ہو گئی؟ اُس نے کہا اللہ کی قسم! ہم لڑنے کے لئے مسلمانوں کے سامنے کھڑے ہی ہوئے تھے کہ مسلمان ہم پر چھا گئے اور جسے چاہتے تھے قتل کر دیتے تھے اور جسے چاہتے تھے قید کر لیتے تھے اور اللہ کی قسم! میں اس میں اپنے لشکر کا کوئی قصور نہیں سمجھتا کیونکہ ہمارا مقابلہ تو مسلمانوں سے ہوا ہی نہیں بلکہ ہمارے مقابلہ میں تو ایسے لوگ آ گئے تھے جن کا رنگ سفید تھا اور وہ زمین و آسمان کے درمیان چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے اور وہ لوگ تو کسی چیز کو چھوڑتے نہیں تھے۔ اُن کے

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۷۰)

سامنے کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی تھی۔ حضرت ابُو رافعؓ کہتے ہیں میں نے خیمہ کی رسی ہاتھ میں اُٹھائی اور کہا اللہ کی قسم! یہ تو فرشتے تھے (چونکہ کفارِ قریش فرشتوں کو مانتے نہیں تھے اس وجہ سے) ابُولہب نے ہاتھ اُٹھا کر مجھے زور سے مارا میں اس سے گتھ گیا اُس نے مجھے اُٹھا کر زمین پر پٹخا اور پھر میرے سینے پر بیٹھ کر مجھے مارنے لگا۔ میں کمزور آدمی تھا اس پر حضرت اُمِ فضلؓ نے کھڑے ہو کر خیمہ کا ایک کھونٹا لیا اور زور سے ابُولہب کے سر پر مارا جس سے اُس کے سر میں بڑا زخم ہو گیا اور یُوں کہا چونکہ اس غلام کا آقا موجُود نہیں ہے، اس لیئے تُو نے اسے کمزور سمجھ رکھا ہے۔ ابُولہب اُٹھا اور رُسوا ہو کر پشت پھیر کر چلا گیا (کہ مکّہ کے اس سردار نے آج ایک غلام اور ایک عورت سے مار کھائی) اللہ کی قسم! وہ اس کے بعد صرف سات دن ہی زندہ رہا پھر اللہ نے اُسے چیچک میں مُبتلا کر دیا جس سے وہ مر گیا۔ یُونس کی روایت میں مزید یہ بھی ہے ابُولہب کے دو بیٹے تھے انہوں نے اس کی لاش کو مرنے کے بعد تین دن ویسے ہی پڑا رہنے دیا، اُسے دفن نہیں کیا یہاں تک کہ وہ سڑ گیا اور اس میں بدبُو پیدا ہو گئی اور قریش کے لوگ طاعون کی طرح چیچک سے بھی بہت ڈرتے تھے اور اس سے بچتے تھے آخر قریش کے ایک آدمی نے ان دونوں سے کہا تم دونوں کا ناس ہو! کیا تمہیں شرم نہیں آتی تمہارا باپ گھر میں پڑا سڑ رہا ہے تم اسے دفن نہیں کرتے دونوں نے کہا یہ چیچک اور اس کے زخم ایک متعدی بیماری ہے، اس لیئے ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہمیں نہ ہو جائے۔ اُس نے کہا چلو میں تمہاری مدد کرتا ہُوں، چنانچہ تینوں نے دُور سے اُس پر پانی پھینک کر غسل دیا، اُس کے قریب نہ گئے پھر اُسے اٹھا کر مکّہ کے بالائی حصّہ میں لے گئے اور ایک دیوار کے سہارے اُسے لٹا کر اس پر پتھر ڈال دیئے[1]

حضرت اُمِ بُرثنؒ رحمۃ اللہ علیہا کے غلام حضرت عبدالرحمٰن ان صحابی سے نقل کرتے ہیں جو غزوہ حُنین میں حالتِ کفر میں شریک ہُوئے تھے اور بعد میں مسلمان ہُوئے تھے وہ فرماتے ہیں جب میدانِ جنگ میں ہمارا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آمنا سامنا ہُوا تو مُسلمان ہمارے سامنے اتنی دیر بھی نہیں ٹھہر سکے جتنی دیر میں ایک بکری کا دُودھ نکالا جاتا ہے ان کے پاؤں اُکھڑ گئے اور انہیں شکست ہو گئی اور ہم تلواریں ہلاتے ہُوئے حضورؐ کے سامنے پہنچ گئے۔ جب ہم حضورؐ پر چھا گئے تو ایک دم ہمارے اور حضورؐ کے درمیان ایسے لوگ آ گئے

[1] اخرجہ ابن اسحٰق کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۳۰۸) واخرجہ ابن سعد فی طبقاتہ (ج ۴ ص ۴۲) والحاکم فی مستدرکہ (ج ۳ ص ۳۲۱) من طریق ابن اسحٰق نحوہ مطولا واخرجہ ایضا الطبرانی والبزار عن ابی رافع بطولہ قال الہیثمی (ج ۶ ص ۸۹) وفی اسنادہ حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ وثقہ ابوحاتم وغیرہ وضعفہ جماعۃ وبقیۃ رجالہ ثقات۔ انتہی واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۳۲۲) ایضا من طریق یونس عن ابن اسحٰق عن الحسین بن عبداللہ عن عکرمۃ عن ابن عباس عن ابی رافع نحوہ واخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۷۰) من عکرمۃ عن ابی رافع مختصرا

جن کے چہرے بڑے خوبصورت تھے انہوں نے کہا (تمہارے) چہرے بگڑ جائیں لہٰذا تم واپس چلے جاؤ۔ بس ان لوگوں کی اتنی سی بات سے ہمیں شکست ہوگئی۔[1]

حضرت ابن برثن رحمۃ اللہ علیہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک صاحب جو غزوۂ حُنین کے دن مشرکوں کے ساتھ تھے انہوں نے مجھے واقعہ یوں بتایا کہ جب غزوۂ حُنین کے دن ہمارا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا آمنا سامنا ہوا تو صحابہ ہمارے سامنے اتنی دیر بھی نہیں ٹھہر سکے جتنی دیر میں ایک بکری کا دودھ نکالا جاتا ہے۔ جب ہم نے انہیں شکست دے دی تو ہم ان کا پیچھا کر رہے تھے یہاں تک کہ ہم لوگ سفید خچر والے سوار تک پہنچ گئے۔ ہم نے دیکھا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ حضورؐ کے پاس ہمیں گورے چٹے خوبصورت چہرے والے لوگ ملے۔ انہوں نے ہم سے کہا (تمہارے) چہرے بگڑ جائیں تم واپس چلے جاؤ بس اس پر ہمیں شکست ہوگئی اور صحابہؓ ہمارے اوپر سوار ہوگئے اور وہ جیت گئے۔ یہ تھا ہماری شکست کا قصہ۔[2]

حضرت جُبیر بن مُطعِم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں غزوۂ حُنین کے دن ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور لوگ لڑ رہے تھے میری آسمان پر اچانک نظر پڑی تو مجھے ایک کالی چادر آسمان سے اترتی ہوئی نظر آئی جو ہمارے اور کافروں کے درمیان آکر گر پڑی۔ وہ چیونٹیاں تھیں جو بکھر گئیں اور ساری وادی میں پھیل گئیں اس کے بعد کافروں کو ایکدم شکست ہوگئی۔ ہمیں ان چیونٹیوں کے فرشتے ہونے میں کوئی شک نہیں تھا۔[3]

حضرت عبداللہ بن فضل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اُحد کے دن حضرت مُصعَب بن عُمیر رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیا۔ جب حضرت مصعبؓ شہید ہوگئے تو ایک فرشتے نے اس جھنڈے کو پکڑ لیا جو کہ حضرت مُصعَبؓ کی شکل میں تھا۔ دن کے آخری حصہ میں حضورؐ اُسے فرمانے لگے اے مُصعَبؓ آگے بڑھو۔ اُس فرشتے نے حضورؐ کی طرف متوجہ ہو کر کہا میں مُصعَبؓ نہیں ہوں تب حضورؐ کو پتہ چلا کہ یہ فرشتہ ہے جو حضرت مُصعَبؓ کی مدد و نصرت کے لئے آیا ہے۔[4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنو قُرَیظہ کی طرف تشریف لے گئے اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی سواری پر سوار ہو کر قبیلہ بنی غنم کی گلی میں سے گزرے تھے جس سے اس گلی میں غبار اڑا تھا وہ غبار اب بھی گویا کہ مجھے نظر آرہا ہے۔[5]

(۱) اخرجہ البیہقی عن عوف کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۳۲) (۲) اخرجہ ابن جریر عن عوف الاعرابی کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۳۴۵) (۳) اخرجہ ابن اسحٰق رواہ البیہقی من طریقہ کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۳۲) (۴) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۲۱) (۵) اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۸۲) واخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۷۶) عن انس نحوہ

حضرت حُمَید بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ نے بنو قُرَیظہ کے غزوے کے بارے میں پوری حدیث بیان کی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ نے (غزوۂ خندق سے فارغ ہوکر) ہتھیار رکھ دیئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ حضرت جبرائیلؑ کے پاس باہر تشریف لائے۔ حضرت جبرائیلؑ اپنے گھوڑے کے سینے پر سہارا لے کر کھڑے ہوئے تھے اور ان کی پلکوں پر خوب غبار پڑا ہوا تھا۔ حضورؐ نیچے تشریف لائے تو حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا ہم نے تو ابھی تک ہتھیار نہیں رکھے، بنو قریظہ کی طرف تشریف لے چلیں (اُن سے جنگ کرنی ہے) حضورؐ نے فرمایا میرے ساتھی تھکے ہوئے ہیں آپ انہیں چند دن کی مہلت دے دیں تو اچھا ہے۔ حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا نہیں آپ ابھی وہاں تشریف لے چلیں میں اپنے اس گھوڑے کو اُن کے قلعوں میں گھسا دوں گا اور اُن کے سارے قلعے گرا کر زمین کے برابر کر دوں گا، چنانچہ حضرت جبرائیلؑ اور اُن کے ساتھ جتنے فرشتے تھے سب وہاں سے پُشت پھیر کر چلے تو انصار کے قبیلہ بنی غنم کی گلیوں میں غبار اُڑنے لگا۔[1]

فرشتوں کا مُشرکوں کو قید کرنا اور اُن سے جنگ کرنا

حضرت سُہَیل بن عَمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے جنگِ بدر کے دن بہت سے گورے چٹے آدمی دیکھے جو چتکبرے گھوڑوں پر آسمان اور زمین کے درمیان سوار تھے اُن پر نشانیاں لگی ہوئی تھیں وہ لبعد میں جنگ بھی کر رہے تھے اور کافروں کو قید بھی کر رہے تھے۔[2]

حضرت بَراء رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات فرماتے ہیں ایک انصاری صحابی حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کو قید کر کے لائے (حضرت عبّاسؓ نے اس وقت تک اپنا مسلمان ہونا ظاہر نہیں کیا تھا اِس لیئے وہ جنگِ بدر میں کافروں کے ساتھ تھے) حضرت عبّاسؓ نے عرض کیا یارسُولَ اللہ! انہوں نے مجھے قید نہیں کیا بلکہ مجھے تو ایسے آدمی نے قید کیا ہے جس کے سر کا شروع کا حصہ گنجا تھا اور اُس کی شکل وصورت ایسی اور ایسی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان انصاری سے فرمایا اَللہ نے ایک کریم فرشتے کے ذریعہ تمہاری مدد فرمائی ہے۔[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر کے بارے میں ایک لمبی حدیث بیان فرمائی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ایک انصاری صحابی حضرت عباس بن عبدالمطّلب رضی اللہ عنہ کو قید کر کے لائے۔ حضرت عبّاسؓ نے عرض کیا یارسُولَ اللہ! اللہ کی قسم! انہوں نے مجھے قید نہیں

---

(۱) عند ابن سعد ایضاً (ج ۲ ص ۷۷) (۲) اخرجہ ابن عساکر والواقدی کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۶۸) (۳) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۶ ص ۷۶) رجالہ رجال الصحیح - انتہی

کیا مجھے تو اس آدمی نے قید کیا ہے جو کنپٹی سے گنجا تھا اُس کا چہرہ سب سے زیادہ خوبصورت تھا اور چتکبرے گھوڑے پر سوار تھا اب وہ مجھے مسلمانوں میں نظر نہیں آرہا۔ اُن انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے انہیں قید کیا ہے حضورؐ نے فرمایا ارے میاں! خاموش رہو۔ اللہ نے ایک کریم فرشتے کے ذریعے تمہاری مدد فرمائی ہے۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بنو سلمہ کے حضرت ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا حضرت ابوالیسر ایک پست قد آدمی تھے اور حضرت عباسؓ قد آور اور بڑے ڈیل ڈول والے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوالیسرؓ سے فرمایا اے ابوالیسر! تم نے عباس کو کیسے قید کر لیا؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! انہیں قید کرنے میں ایک آدمی نے میری مدد کی ہے میں نے نہ جنگ سے پہلے اُسے دیکھا ہے اور نہ اب جنگ کے بعد وہ نظر آرہا ہے۔ اُس کی شکل و صورت ایسی اور ایسی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا ایک کریم فرشتے نے اس میں تمہاری مدد کی ہے۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مشرک آگے تھا اور ایک انصاری مسلمان اُس کے پیچھے دوڑ رہا تھا کہ اتنے میں اُس مسلمان نے اپنے اُوپر کی جانب کوڑا مارنے کی آواز سُنی اور ایک گھوڑے سوار کو یہ کہتے ہوئے سُنا اے حیزوم! (یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے) آگے بڑھ۔ اُس مسلمان نے دیکھا تو وہ مشرک پُشت کے بل نیچے گرا ہوا تھا اور کوڑے کی مار سے اُس کی ناک زخمی تھی اور چہرہ پھٹا ہوا تھا اور یہ سارا حصہ نیلا ہو چکا تھا۔ اُس انصاری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا۔ حضورؐ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو یہ تیسرے آسمان سے مدد آئی تھی، چنانچہ مسلمانوں نے اُس دن ستر کافروں کو قتل کیا اور ستر کو قید کیا۔[3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنی غفار کے ایک آدمی نے بیان کیا کہ میں اور میرے ایک چچازاد بھائی ہم دونوں ایک پہاڑ پر چڑھے جہاں سے ہمیں میدان بدر اچھی طرح نظر آرہا تھا ہم دونوں اُن دنوں مشرک تھے اور یہ انتظار کر رہے تھے کہ کسے شکست ہوتی ہے تاکہ ہم جیتنے والوں کے ساتھ مل کر لوٹ مار کریں۔ ہم ابھی پہاڑ پر تھے کہ اتنے میں ہمارے قریب سے ایک بادل گزرا جس میں سے

---

(۱) عند ابن ابی شیبۃ واحمد وابن جریر وصححہ والبیہقی فی الدلائل کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۶۶) وعزاہ الہیثمی (ج ۶ ص ۷۵) الی احمد والبزار وقال رجال احمد رجال الصحیح غیر حارثۃ بن مضرب وہو ثقۃ۔ (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۲) واخرجہ احمد عن ابن عباس نحوہ وزاد الحدیث بعد ذلک فی فداء العباس وغیرہ قال الہیثمی (ج ۶ ص ۸۶) وفیہ راولم یسم وبقیۃ رجالہ ثقات واخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۶۹) عن ابن عباس لسیاق ابن سعد (۳) اخرجہ مسلم کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۷۹) واخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ج ۲ ص ۱۷۰) عن ابن عباس فی حدیث طویل فی غزوۃ بدر نحوہ۔

ہمیں گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سُنائی دی اور کسی کو یہ کہتے ہُوئے سُنا اے حَیزُوم آگے بڑھ۔ یہ سُن کر میرے چچازاد بھائی کے دِل کا پردہ پھٹ گیا اور وہ وہیں مر گیا اور مَیں بھی مرنے کے قریب ہو گیا تھا لیکن مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا۔[1]

حضرت ابُوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ ایک غزوہ میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ تھے دُشمن سے مقابلہ ہُوا۔ مَیں نے حضورؐ کو یہ دُعا کرتے ہُوئے سُنا یَا مٰلِكَ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ اے روزِ جزا کے مالک! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" مَیں نے دیکھا کہ دُشمن کے آدمی گرتے چلے جا رہے ہیں اور فرشتے انہیں آگے سے پیچھے سے مار رہے ہیں۔[2]

حضرت ابُو اُمامہ بن سہل رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے والد (حضرت سہل رضی اللہ عنہ) نے فرمایا اے میرے بیٹے! ہم نے غزوہ بدر میں اللہ کی غیبی نُصرت کی وجہ سے اپنا یہ حال دیکھا تھا کہ ہم میں سے کوئی آدمی کسی مُشرک کے سر کی طرف اِشارہ کر دیتا تو اُس کا سر تلوار لگنے سے پہلے ہی جسم سے کٹ کر نیچے گر جاتا۔[3]

حضرت ابُو واقد لیثی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَیں ایک مُشرک کا پیچھا کر رہا تھا تاکہ مَیں اُس پر تلوار کا وار کروں لیکن میری تلوار کے اُس تک پہنچنے سے پہلے ہی اُس کا سر کٹ کر زمین پر گِر گیا جس سے مَیں سمجھ گیا کہ میرے علاوہ کسی اور (نظر نہ آنے والی مخلوق یعنی فرشتے) نے اسے قتل کیا ہے۔[4]

حضرت سہل بن ابی حَثمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابُو بُردَہ حارثی رضی اللہ عنہ جنگِ بدر کے دِن (مشرکوں کے) تین سر اٹھائے ہُوئے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسلّم کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔ حضورؐ نے جب انہیں دیکھا تو فرمایا تمہارا دایاں ہاتھ کامیاب رہا۔ اُنہوں نے عرض کیا یارسُولَ اللہ! ان میں سے دو کو تو مَیں نے قتل کیا اور تیسرے کی صُورت یہ ہُوئی کہ مَیں نے ایک خوبصورت خوبرُو اور گورا چٹا آدمی دیکھا جس نے اس کا سر تن سے جُدا کر دیا۔ حضورؐ نے فرمایا وہ فلاں فرشتہ تھا۔[5]

(۱) اخرجہ ابونعیم ایضا (۲) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۴۴) (۳) اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۸) واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۴۰۹) عن ابی امامۃ مثلہ الا ان فی روایتہ وان احدنا لیشیر بسیفہ قال الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وصححہ الذہبی واخرجہ الطبرانی عن ابی امامۃ نحو روایۃ الحاکم قال الہیثمی (ج ۶ ص ۸۴) وفیہ محمد بن یحیی الاسکندرانی قال ابن یونس روی مناکیر (۴) اخرجہ ابن اسحٰق کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۸۱) واخرجہ احمد عن ابی داؤد المازنی وکان شہد بدرا قال انی لاتبع فذکر نحوہ قال الہیثمی (ج ۶ ص ۸۳) وفیہ رجل لم یسم واخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۰۰) عن ابی داؤد المازنی نحوہ وفی روایتہ انی لاتبع رجلا من المشرکین یوم بدر (۵) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۶ ص ۸۳) وفیہ عبدالعزیز بن عمران وہو ضعیف - انتہی۔

حضرت محمود بن لَبِید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حارث بن صِمّہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھاٹی میں تھے آپؐ نے مجھ سے پُوچھا کیا تم نے عبدالرحمٰن بن عَوف کو دیکھا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں، یارسُولَ اللہ! میں نے انہیں پہاڑ کے دامن میں دیکھا تھا اور کافروں کی ایک فوج نے اُن پر حملہ کیا ہُوا تھا اِس لیئے میں نیچے اُترنے لگا (تاکہ اُن کی مدد کروں) لیکن راستہ میں آپؐ مجھے نظر آ گئے تو میں انہیں چھوڑ کر آپ کے پاس آ گیا۔ حضُورؐ نے فرمایا غور سے سُنو! فرشتے اُن کے ساتھ مِل کر کافروں سے جنگ کر رہے ہیں۔ حضرت حارثؓ کہتے ہیں میں وہاں سے حضرت عبدالرحمٰنؓ کی طرف چل پڑا۔ میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ مشرکوں کا لشکر جا چکا ہے اور حضرت عبدالرحمٰنؓ کے چاروں طرف سات مُشرک قتل ہُوئے پڑے ہیں۔ میں نے کہا آپ کا دایاں ہاتھ کامیاب ہو گیا کیا آپ نے اکیلے ان سب کو قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ اَرطات بن عبد شُرَحبِیل اور یہ کافر ان دو کو تو میں نے قتل کیا ہے اور باقی ان پانچ کو اُس شخص نے قتل کیا ہے جو مجھے نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے کہا اللہ اور اُس کے رسُولؐ نے سچ کہا۔[1]

حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ میں کچھ لوگوں کے پاس سے گُزرے وہ پیچھے سے اِشارہ کر کے حضورؐ کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ وہ آدمی ہے جو یہ دعوٰی کرتا ہے کہ وہ نبی ہے اور اُس وقت حضورؐ کے ساتھ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی تھے۔ حضرت جبرائیلؑ نے ان کافروں کی طرف اُنگلی سے اِشارہ کیا تو ایک دم اُن کے جسم پر ناخن جیسے نشان پڑ گئے جو بعد میں زخم بن گئے اور سَڑ گئے جس سے ان میں بدبُو پیدا ہو گئی اور اس وجہ سے کوئی بھی اُن کے قریب نہ جا سکا۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ (سُورت حجر آیت ۹۵) "یہ لوگ جو ہنستے ہیں (اور) اللہ تعالیٰ کے ساتھ دُوسرا معبُود قرار دیتے ہیں اُن سے آپ کے لیئے ہم کافی ہیں۔"[2]

حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ تو یہ ہنسنے والے اور مذاق اڑانے والے کافر ولید بن مُغیرہ، اَسوَد بن عبدیغوث، اسود بن مطلب اَبُو زمعہ جو کہ قبیلہ بنو اسد بن عبدالعزّٰی میں سے تھا، حارث بن عَیطل سہمی اور عاصی بن وائل تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو حضورؐ نے

[1] اخرجہ الطبرانی والبزار قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۱۲) وفیہ عبدالعزیز بن عمران وہو ضعیف۔ انتہی واخرجہ ایضا ابن مندہ وابونعیم عن الحارث بن الصمۃ نحوہ کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۶) وزاد فیہ فہویت الیہ لامنعہ وفی روایۃ فاجدہ بین لنفر سبعۃ صرعی وفی روایۃ وہذان (۲) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۷ ص ۴۶) رواہ الطبرانی فی الاوسط والبزار نحوہ وفیہ یزید بن درہم ضعفہ ابن معین ووثقہ الفلاس۔ انتہی۔

ان سے ان کافروں کی شکایت کی ۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا آپ مجھے یہ لوگ دِکھا دیں ۔ چُنانچہ حُضورؐ نے انہیں ولید بن مُغیرہ دکھایا حضرت جبرائیلؑ نے ولید کے بازو کی بڑی رگ کی طرف بس ایک اِشارہ ہی کیا حضورؐ نے فرمایا آپ نے تو کچھ بھی نہیں کیا ؟ حضرت جبرائیل نے کہا اب آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں مَیں نے اس کی سزا کا انتظام کر دیا ہے ۔ پھر حضورؐ نے انہیں حارث بن عیطل سہمی دکھایا۔ حضرت جبرائیلؑ نے اُس کے پیٹ کی طرف اِشارہ کیا حضورؐ نے فرمایا آپ نے کچھ کیا تو ہے نہیں ؟ حضرت جبرائیلؑ نے کہا اب آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں مَیں نے اِس کا اِنتظام کر دیا ہے پھر حضورؐ نے عاصی بن وائل دکھایا حضرت جبرائیلؑ نے اُس کے تلوے کی طرف اِشارہ کیا۔ حضورؐ نے فرمایا آپ نے کچھ کیا تو ہے نہیں ؟ حضرت جبرائیل نے کہا اب آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں، مَیں نے اِس کا اِنتظام کر دیا ہے ، چُنانچہ ولید بن مُغیرہ کا یہ ہُوا کہ وہ قبیلہ خزاعہ کے ایک آدمی کے پاس سے گزرا جو اپنا تیر چھیل رہا تھا وہ تیر ولید کے بازو کی بڑی رگ کو لگ گیا جس سے وہ رگ کٹ گئی اور اَسْود بن مُطلب اندھا ہوگیا بعض کہتے ہیں ویسے ہی اندھا ہو گیا بعض کہتے ہیں وہ ایک درخت کے نیچے اُترا وہ کہنے لگا اے میرے بیٹو! کیا تم مجھ سے ہٹاتے نہیں مَیں تو ہلاک ہو گیا میری آنکھوں میں کانٹے چُبھ رہے ہیں۔ اُن بیٹوں نے کہا ہمیں تو کچھ نظر نہیں آ رہا۔ کچھ دیر اُسے یوں ہی کانٹے چُبھتے رہے پھر اُس کی دونوں آنکھیں اندھی ہوگئیں اور اَسْود بن عَبْدِ یَغُوث کے سر میں پھوڑے نکل آئے جن سے وہ مر گیا اور حارث بن عیطل کے پیٹ میں صفراء یعنی زرد پانی کا زور ہو گیا آخر پاخانہ منہ کے راستے سے آنے لگا جس سے وہ مر گیا اور عاصی بن وائل چلا جا رہا تھا اُس کے پاؤں میں شِبْرِقَہ نامی کانٹے دار جھاڑی کا کانٹا لگ گیا جس سے اُس کا پاؤں سُوج گیا اور وہ مر گیا۔[1]

حضرت اَنَس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حُضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کی کُنیت اَبُو مِعلَق تھی اور وہ تاجر تھے اپنے اور دُوسروں کے مال سے تجارت کیا کرتے تھے اور وہ بہت عبادت گزار اور پرہیزگار تھے ۔ ایک مرتبہ وہ سفر میں گئے اُنہیں راستہ میں ایک ہتھیاروں سے مسلح ڈاکو ملا اُس نے کہا اپنا سارا سامان یہاں رکھ دو مَیں تمہیں قتل کروں گا ۔ اُس صحابی نے کہا تم نے مال لینا ہے وہ لے لو ڈاکو نے کہا نہیں مَیں تو تمہارا خون بہانا چاہتا ہوں ۔ اُس صحابی نے کہا مجھے ذرا مُہلت دو مَیں نماز پڑھ لوں ۔ اُس نے کہا جتنی پڑھنی ہے پڑھ لو ، چُنانچہ اُنہوں نے وضو کر کے نماز پڑھی اور یہ دُعا تین

[1] عند الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج، ص، ۴۸) وفیہ محمد بن عبد الحکم النیسابوری ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات ۔ انتہی

مرتبہ مانگی یَا وَدُوْدُ یَا ذَاالْعَرْشِ الْمَجِیْدِ یَا فَعَّالًا لِّمَا یُرِیْدُ اَسْأَلُكَ بِعِزَّتِكَ الَّتِیْ لَا تُرَامُ وَ مُلْكِكَ الَّذِیْ لَا یُضَامُ وَ بِنُوْرِكَ الَّذِیْ مَلَأَ اَرْكَانَ عَرْشِكَ اَنْ تَكْفِیَنِیْ شَرَّ هٰذَا اللِّصِّ یَا مُغِیْثُ اَغِثْنِیْ " اے بہت محبت کرنے والے! اے بڑے عرش والے! اے ہر اُس کام کو کر لینے والے جس کا تو ارادہ کرلے! مَیں تیری اس عزت کے واسطے سے جس کو کوئی ملنگنے کا سوچ بھی نہیں سکتا اور تیری اس بادشاہت کے واسطے سے جس پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور تیرے اس نُور کے واسطے سے جس نے تیرے عرش کے تمام کونوں کو بھرا ہُوا ہے۔ یہ سوال کرتا ہُوں کہ تُو مجھے اس ڈاکو کے شر سے بچالے، اے فریاد رس میری فریاد کو پہنچ "۔ تو اچانک ایک گھوڑے سوار نمودار ہُوا جس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا جسے اُٹھا کر اُس نے اپنے گھوڑے کے کانوں کے درمیان بلند کیا ہُوا تھا اُس نے اُس ڈاکو کو نیزہ مار کر قتل کر دیا پھر وہ اُس تاجر کی طرف متوجہ ہُوا تاجر نے پُوچھا تم کون ہو؟ اللہ نے تمہارے ذریعے سے میری مدد فرمائی ہے۔ اُس نے کہا مَیں چوتھے آسمان کا فرشتہ ہُوں۔ جب آپ نے (پہلی مرتبہ) دُعا کی تو مَیں نے آسمان کے دروازوں کی کھڑکھڑاہٹ سُنی۔ جب آپ نے دوبارہ دُعا کی تو مَیں نے آسمان والوں کی چیخ وپکار سُنی پھر آپ نے تیسری مرتبہ دُعا کی تو کسی نے کہا یہ ایک مصیبت زدہ کی دُعا ہے مَیں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اس ڈاکو کو قتل کرنے کا کام میرے ذِمہ کر دیں پھر اس فرشتے نے کہا آپ کو خوشخبری ہو کہ جو آدمی بھی وُضو کر کے چار رکعت نماز پڑھے اور پھر یہ دُعا مانگے اُس کی دُعا ضرور قبول ہوگی چاہے وہ مُصیبت زدہ ہو یا نہ ہو۔[1]

حضرت لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنا قصہ اِس طرح سُنایا کہ مَیں نے طائف میں ایک آدمی سے کرایہ پر خچر لیا کرایہ پر دینے والے نے یہ شرط لگائی کہ وہ راستہ میں جس منزل پر چاہے گا مجھے ٹھہرائے گا، چُنانچہ وہ مجھے ایک ویرانے کی طرف لے کر چل پڑا اور وہاں پہنچ کر اُس نے کہا یہاں اُتر جاؤ مَیں وہاں اُتر گیا تو دیکھا کہ بہت سے لوگ وہاں قتل ہُوئے پڑے تھے۔ جب وہ مجھے قتل کرنے لگا تو مَیں نے کہا مجھے ذرا دو رکعت نماز پڑھنے دو اُس نے کہا پڑھ لو تم سے پہلے ان لوگوں نے بھی نماز پڑھی تھی لیکن نماز سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہُوا تھا۔ جب میں نماز پڑھ چُکا تو وہ مجھے قتل کرنے کے لیے آگے بڑھا تو مَیں نے کہا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ! تو اُس نے ایک آواز سُنی کہ اسے قتل نہ کرو۔ وہ ایک دم ڈر گیا اور

[1] اخرجہ ابن ابی الدنیا واخرجہ ابو موسیٰ فی کتاب الوظائف بتمامہ کذا فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۱۸۲)

اس آواز والے کو تلاش کرنے گیا تو اُسے کوئی نہ ملا وہ واپس آیا تو میں نے اُونچی آواز سے کہا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ! اس طرح تین مرتبہ ہُوا پھر اچانک گھوڑے پر ایک سوار نمودار ہُوا اُس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک نیزہ تھا اُس نیزے کے سَر سے آگ کا شعلہ نکل رہا تھا۔ اس سوار نے اس کو اس زور سے نیزہ مارا کہ پار ہو کر کمر کی طرف نکل آیا اور وہ مر کر زمین پر گر گیا پھر مجھ سے کہا جب تم نے پہلی مرتبہ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ! کہہ کر پکارا تھا تو اُس وقت میں ساتویں آسمان پر تھا۔ جب تم نے دوبارہ پکارا تھا تو میں آسمانِ دنیا پر تھا جب تم نے تیسری بار پکارا تھا تو میں آپ کے پاس پہنچ گیا۔[1]

صحابہ کرامؓ کا فرشتوں کو دیکھنا

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ نے کسی شخص کی آواز سُنی تو آپؐ جلدی سے اُٹھے اور گھر کے باہر اُس کے پاس گئے۔ میں بھی دیکھنے کے لئے آپؐ کے پیچھے گئی تو میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے ترکی گھوڑے کی گردن کے بالوں پر سہارا لگائے کھڑا ہے۔ جب میں نے ذرا غور سے دیکھا تو ایسے لگا کہ یہ حضرت دِحیہ کلبی رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ ہیں اور وہ پگڑی باندھے ہُوئے ہیں جس کا شملہ اُن کے کندھوں کے درمیان لٹکا ہُوا ہے۔ جب حضورؐ میرے پاس اندر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ آپؐ بہت تیزی سے اُٹھ کر باہر گئے تھے میں نے بھی باہر جا کر دیکھا تو وہ تو حضرت دِحیہ کلبیؓ تھے (ان کی وجہ سے آپ کو اتنی جلدی کرنے کی ضرورت نہیں تھی) حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے انہیں دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اُنہوں نے مجھے کہا ہے کہ میں بنو قریظہ پر حملہ کرنے کے لئے چلوں۔[2] حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ بنو قریظہ کے بارے میں لمبی حدیث بیان کرتے ہیں جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ نبی کریمؐ بنو قریظہ تشریف لے چلے تو راستہ میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کا صحابہ کرامؓ کی کئی مجلسوں پر گزر ہُوا۔ حضورؐ نے اُن سے پُوچھا کیا ابھی تمہارے پاس سے کوئی گزرا ہے؟ اُن سب نے کہا جی ہاں! ابھی حضرت دِحیہ کلبیؓ گزرے تھے جو سفید خچر پر سوار تھے اُن کے نیچے ایک ریشمی چادر بھی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا وہ حضرت دِحیہؓ نہیں تھے بلکہ حضرت جبرائیلؑ تھے جنہیں بنو قریظہ اس لئے بھیجا ہے تاکہ وہ اُن کے قلعوں کو ہلا کر اُن کے دلوں میں رُعب ڈال دیں۔[3]

(۱) اخرجہ ابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۱ ص ۵۴۸) (۲) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۸۲) واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۲۵۰) عن عائشہ نحوہ (۳) اخرجہ ابونعیم (ص ۱۸۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ایک انصاری کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ جب حضورؐ اُن کے گھر کے قریب پہنچے تو حضورؐ نے سُنا کہ وہ انصاری گھر کے اندر کسی سے بات کر رہے ہیں جب حضورؐ اجازت لے کر اندر تشریف لے گئے تو آپؐ کو وہاں کوئی نظر نہ آیا۔ آپؐ نے اُن سے پوچھا ابھی میں سُن رہا تھا کہ تم کسی سے باتیں کر رہے تھے۔ اُنہوں نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! لوگوں نے میرے بُخار کی وجہ سے جو باتیں کیں اُن سے مجھے بہت غم و صدمہ ہُوا اس وجہ سے میں اندر آ گیا پھر میرے پاس اندر ایک آدمی آیا آپ کے بعد میں نے ایسا کوئی آدمی نہیں دیکھا جو اس سے زیادہ عُمدہ مجلس والا اور زیادہ اچھی بات والا ہو۔ حضورؐ نے فرمایا یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور تم میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ اُن کی قسم ضرور پُوری کر دے۔[1]

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں اپنے والد کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپؐ کے پاس ایک آدمی تھا جو آپؐ کے کان میں چُپکے چُپکے باتیں کر رہا تھا جس کی وجہ سے آپؐ نے میرے والد سے اعراض کئے رکھا۔ جب ہم حضورؐ کے پاس سے باہر آئے تو میرے والد نے کہا اے میرے بیٹے! کیا تم نے اپنے چچازاد بھائی کو نہیں دیکھا کہ اُنہوں نے مجھ سے اعراض کئے رکھا۔ میں نے کہا ان کے پاس تو ایک آدمی تھا جو اُن کے کان میں چُپکے چُپکے باتیں کر رہا تھا۔ ہم پھر دوبارہ حضورؐ کی خدمت میں گئے میرے والد نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! میں نے اپنے بیٹے عبداللہ سے یہ اور یہ بات کہی اُس نے مجھے بتایا کہ آپ کے پاس ایک آدمی تھا جو آپؐ سے چپکے چپکے باتیں کر رہا تھا تو کیا آپ کے پاس کوئی تھا؟ حضورؐ نے فرمایا اے عبداللہ! کیا تم نے اُسے دیکھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! حضورؐ نے فرمایا یہ حضرت جبرائیل علیہ السّلام تھے اُن ہی کی وجہ سے میں آپ کی طرف متوجہ نہ ہو سکا۔[2] حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ نے مجھے کسی کام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ حضورؐ کے پاس کوئی آدمی بیٹھا ہُوا تھا، اِس لئے میں نے حضورؐ سے کوئی بات نہ کی بلکہ ویسے ہی واپس آگیا بعد میں حضورؐ نے پُوچھا کیا تم نے اُس آدمی کو دیکھا تھا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا یہ حضرت جبرائیل علیہ السّلام تھے۔ اس کے بعد حضورؐ نے میرے بارے میں فرمایا انہیں علم خوب دیا جائے گا لیکن مرنے سے پہلے ان کی بینائی جاتی رہے گی (چُنانچہ بعد میں اللہ نے ایسے ہی کیا)۔[3]

(۱) اخرجہ البزار والطبرانی قال الہیثمی (ج۱۰ص۲) رواہ البزار والطبرانی فی الکبیر والاوسط واسانیدہم حسنۃ۔ انتہی (۲) اخرجہ الطبرانی واحمد قال الہیثمی (ج۹ص۲۷۶) رواہ احمد والطبرانی باسانید ورجالہا رجال الصحیح۔ انتہی (۳) عند الطبرانی قال الہیثمی (ج۹ص۲۷۶) رواہ الطبرانی باسانید ورجالہ ثقات۔

حضرت عُروہ بن رُوَیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عِرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے تھے بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور چاہتے تھے کہ انہیں موت آجائے، اس لیئے یہ دُعا کیا کرتے تھے اے اللہ! میری عمر بڑی ہو گئی اور میری ہڈیاں پتلی اور کمزور ہو گئیں لہٰذا مجھے اپنے پاس اُٹھالے۔ حضرت عرباضؓ فرماتے ہیں ایک دن میں دمشق کی مسجد میں تھا وہاں مجھے ایک نوجوان نظر آیا جو بہت حسین وجمیل تھا۔ اُس نے سبز جوڑا پہنا ہوا تھا۔ اُس نے کہا آپ یہ کیا دُعا کرتے ہیں؟ میں نے اُس سے کہا اے میرے بھتیجے! پھر میں کیا دُعا کیا کروں؟ اُس نے کہا یہ دُعا کریں اے اللہ! میرے عمل اچھے کر دے اور مجھے موت تک پہنچا دے۔ میں نے کہا اللہ تم پر رحم کرے تم کون ہو؟ اُس نے کہا میں ریبائیل (وہ فرشتہ) ہوں جو مؤمنوں کے دلوں سے تمام غم نکالتا ہوں۔[1]

فرشتوں کا صحابہ کرامؓ کو سلام کرنا اور اُن سے مُصافحہ کرنا

حضرت مُطَرِّف بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عِمران بن حُصَین رضی اللہ عنہما نے مجھ سے فرمایا اے مُطَرِّف! یہ بات جان لو کہ فرشتے میرے سر کے پاس اور میرے کمرے کے پاس اور حطیم کعبہ کے پاس آکر مجھے سلام کیا کرتے تھے اور اب میں نے اپنے آپ کو (علاج کے لیئے) لوہے سے داغ دیا تو یہ بات جاتی رہی، چنانچہ جب اُن کے زخم ٹھیک ہو گئے تو مجھ سے فرمایا اے مُطَرِّف! جان لو کہ جو بات جاتی رہی تھی وہ اب پھر دوبارہ شروع ہو گئی ہے لیکن اے مُطَرِّف! میرے مرنے تک میرا یہ راز چھپائے رکھنا۔[2]

حضرت مُطَرِّف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عِمران بن حُصَین رضی اللہ عنہما نے مجھ سے فرمایا کیا تمہیں پتہ چلا کہ فرشتے مجھے سلام کیا کرتے تھے؟ لیکن جب میں نے اپنے آپ کو داغ دیا تو پھر سلام کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ میں نے کہا وہ فرشتے آپ کے سر کی طرف سے آتے تھے یا پیروں کی طرف سے انہوں نے فرمایا نہیں۔ وہ تو سر کی طرف سے آتے تھے میں نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ آپ کے مرنے سے پہلے یہ سلسلہ پھر شروع ہو جائے گا کچھ عرصہ کے بعد مجھ سے انہوں نے فرمایا کیا تمہیں پتہ چلا کہ سلام کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا ہے؟ اس کے چند دن بعد ہی اُن کا انتقال ہو گیا۔[3] حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرشتے حضرت عِمران بن حُصَین رضی اللہ عنہما سے مُصافحہ کیا کرتے تھے لیکن جب انہوں نے اپنے آپ کو داغ دیا تو فرشتے ہٹ گئے۔[4]

---

(۱) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۴۲) وعروۃ وثقہ غیر واحد وسعید بن مقلاص لم اعرفہ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔ انتہی (۲) اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۴۷۲) (۳) عند ابن سعد (ج ۴ ص ۲۸۹) (۴) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۲۸۸)

صحابہ کرامؓ کا فرشتوں سے گفتگو کرنا

حضرت سلمہ بن عطیہ اسدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک آدمی کی عیادت کے لئے گئے وہ نزع کی حالت میں تھا تو حضرت سلمانؓ نے فرمایا اے فرشتے! ان کے ساتھ نرمی کرو اس بیمار آدمی نے کہا وہ فرشتہ کہہ رہا ہے میں ہر مؤمن کے ساتھ نرمی کرتا ہوں (۱)

صحابہ کرامؓ کا فرشتوں کی باتیں سننا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں مسجد میں جاؤں گا اور اللہ کی ایسی تعریف کروں گا کہ ویسی کسی نے نہیں کی ہوگی چنانچہ جب وہ نماز پڑھ کر اللہ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے لئے بیٹھے تو انہوں نے اچانک اپنے پیچھے سے ایک بلند آواز سنی کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں اور ساری بادشاہت تیری ہے اور ساری خیریں تیرے ہاتھ میں ہیں اور سارے چھپے اور پوشیدہ امور تیری طرف ہی لوٹتے ہیں ساری تعریفیں تیرے لئے ہیں تو ہر چیز پر قادر ہے میرے پچھلے سارے گناہ معاف فرما اور آئندہ زندگی میں ہر گناہ اور ہر ناگواری سے میری حفاظت فرما اور اُن پاکیزہ اعمال کی مجھے توفیق عطا فرما جن سے تو مجھ سے راضی ہو جائے اور میری توبہ قبول فرما۔ حضرت اُبیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ سنایا آپؐ نے فرمایا یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے (۲)

فرشتوں کا صحابہ کرامؓ کی زبان پر بولنا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عمر (رضی اللہ عنہ) سے بغض کیا اس نے مجھ سے بغض کیا اور جس نے عمرؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور عرفات کی شام کو اللہ نے مسلمانوں پر عام طور سے فخر کیا لیکن عمرؓ پر خاص طور سے فخر کیا اور اللہ نے جو نبی بھی بھیجا اس کی امت میں ایک محدث ضرور پیدا کیا اور اگر میری امت میں کوئی محدث ہوگا تو وہ عمرؓ ہوں گے صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! محدث کون ہوتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا جس کی زبان پر فرشتے بات کرتے ہیں (۳)

---

(۱) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۰۴) (۲) اخرجہ ابن ابی الدنیا فی کتاب الذکر کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۰۱) (۳) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۹ ص ۶۹) وفیہ ابو سعد خادم الحسن البصری ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات۔ انتہی

حضرت انس بن حُلیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں فارس والے ہم سے شکست کھا کر بَہُرسیر قلعہ کے اندر چلے گئے تھے اور ہم نے بَہُرسیر کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو بادشاہ کے قاصد نے قلعہ کے اوپر سے جھانک کر ہمیں کہا بادشاہ آپ لوگوں سے یہ کہہ رہا ہے کیا آپ لوگ اِس شرط پر صُلح کرنے کے لیئے تیار ہیں کہ دریائے دَجلہ کا جو کنارہ ہماری طرف ہے وہاں سے لے کر ہمارے پہاڑ تک کی جگہ ہماری ہو اور دُوسرے کنارے سے لے کر تمہارے پہاڑ تک کی جگہ تمہاری ہو؟ کیا ابھی تک تمہارا پیٹ نہیں بھرا؟ اللہ کبھی تمہارا پیٹ نہ بھرے تو حضرت اَبُومُفزِّر اَسود بن قُطبہ رضی اللہ عنہ لوگوں سے آگے بڑھے اور اللہ نے اُن سے ایسی بات کہلوادی جس کا نہ انہیں پتہ چلا کہ اُنہوں نے کیا کہا ہے اور نہ ہمیں۔ وہ قاصد واپس چلا گیا اور ہم نے دیکھا کہ وہ ٹکڑیاں بن کر بَہُرسیر سے مدائن شہر جا رہے ہیں۔ ہم نے کہا اے اَبُوالمُفزِّر! آپ نے اسے کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا اُس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو حق دے کر بھیجا ہے مجھے کچھ پتہ نہیں میں نے کیا کہا تھا مجھے تو بس اِتنا پتہ ہے کہ اس وقت مجھ پر خاص قسم کا سکینہ نازل ہُوا تھا اور مجھے اُمید ہے کہ مجھ سے خیر کی بات کہلوائی گئی ہے۔ لوگ باری باری آکر ان سے یہ بات پُوچھتے رہے یہاں تک کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں سُنا وہ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے ابُومُفزِّر! تم نے کیا کہا تھا؟ اللہ کی قسم! وہ تو سارے بھاگ رہے ہیں۔ حضرت اَبُومُفزِّر نے اُنہیں بھی وہی جواب دیا جو ہمیں دیا تھا پھر حضرت سعدؓ نے لوگوں میں (قلعہ پر حملہ کرنے کا) اعلان کرایا اور ان کو لے کر صف آراء ہو گئے اور منجنیقیں قلعہ پر مسلسل پتھر پھینکنے لگیں اس پر قلعہ کی دیوار پر کوئی آدمی ظاہر نہ ہُوا اور نہ ہی شہر میں سے نکل کر کوئی باہر آیا بس ایک آدمی امان پُکارتا ہُوا باہر آیا ہم نے اسے امان دی اس نے کہا اب اس شہر میں کوئی نہیں رہا تو تم کیوں رُکے ہُوئے ہو؟ اس پر لشکر والے دیوار پھاند کر اندر چلے گئے اور ہم نے اسے فتح کر لیا ہمیں اس میں نہ کوئی چیز ملی اور نہ کوئی اِنسان۔ بس شہر سے باہر چند آدمی ملے جنہیں ہم نے قید کر لیا ہم نے ان لوگوں سے اور امن لینے والے آدمی سے پُوچھا کہ یہ سب لوگ کیوں بھاگ گئے؟ انہوں نے کہا بادشاہ نے قاصد بھیجا تھا جس نے آپ لوگوں کو صُلح کی پیش کش کی آپ لوگوں نے اسے یہ جواب دیا کہ ہماری اور تمہاری صُلح تب ہو گی جب ہم اَفرِیذِیْن شہر کے شہد کو کُوثیٰ شہر کے تُرنج کے ساتھ ملا کر کھا لیں گے اس پر بادشاہ نے کہا ہائے ہماری بربادی! غور سے سُنو! فرشتے ان کی زبانوں پر بولتے ہیں اور عربوں کی طرف سے ہمیں جواب دیتے ہیں اللہ کی قسم! اگر فرشتہ اُس آدمی کی زبان پر نہیں

بھی بولا تو بھی یہ جواب ایسا ہے جو اللہ کی طرف سے اُس کی زبان پر جاری کیا گیا ہے تاکہ ہم ان کے مقابلہ سے باز آجائیں اس پر سارے شہر والے دور والے شہر مدائن چلے گئے۔[1]

صحابہ کرامؓ کے قرآن کو سننے کیلئے فرشتوں کا اترنا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک رات حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ اپنے کھلیان میں قرآن پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں اُن کا گھوڑا بدکنے لگا۔ وہ رُک گئے تو گھوڑا بھی رُک گیا۔ اُنہوں نے دوبارہ پڑھنا شروع کیا تو وہ پھر بدکنے لگا وہ رُک گئے تو گھوڑا بھی رُک گیا۔ اُنہوں نے پھر تیسری مرتبہ پڑھنا شروع کیا تو وہ پھر بدکنے لگا حضرت اُسیدؓ فرماتے ہیں مجھے ڈر ہوا کہ کہیں یہ گھوڑا (میرے بیٹے) یحییٰ کو نہ روند ڈالے میں کھڑا ہو کر گھوڑے کے پاس گیا تو مجھے اپنے سر کے اُوپر ایک سائبان سا نظر آیا جس میں بہت سے چراغ تھے پھر اس سائبان نے آسمان پر چڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا میں نے صبح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آج آدھی رات کو میں اپنے کھلیان میں قرآن پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں میرا گھوڑا بدکنے لگا۔ حضورؐ نے فرمایا تم اپنے معمول کے مطابق آدھی رات کو قرآن پڑھتے رہو۔ میں نے اگلی رات پھر قرآن پڑھا وہ گھوڑا پھر بدکا۔ میں نے حضورؐ سے عرض کیا۔ حضورؐ نے فرمایا پڑھتے رہو اے ابن حضیر! میں نے پھر پڑھا وہ پھر بدکا۔ حضورؐ نے پھر فرمایا اے ابن حضیر! پڑھتے رہو۔ یحییٰ گھوڑے کے قریب تھا تو مجھے ڈر ہوا کہ کہیں گھوڑا اسے روند نہ ڈالے اِس لئے میں نے قرآن پڑھنا چھوڑ دیا تو مجھے سائبان سا نظر آیا جس میں بہت سے چراغ تھے وہ آسمان میں چڑھنے لگا یہاں تک کہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ فرشتے تھے جو تمہارا قرآن سُننے آئے تھے۔ اگر تم قرآن پڑھتے رہتے تو صبح کو سارے لوگ ان فرشتوں کو دیکھتے اور یہ فرشتے اُن لوگوں سے چھُپ نہ سکتے۔[2] حاکم کی روایت میں ہے کہ حضرت اُسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ادھر دیکھا تو مجھے چراغ کی مانند بہت سی چیزیں نظر آئیں جو زمین و آسمان کے درمیان لٹکی ہوئی تھیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اسے دیکھ کر میرے بس میں نہ رہا کہ میں آگے پڑھوں حضورؐ نے فرمایا یہ فرشتے تھے جو تمہارے قرآن پڑھنے کی وجہ سے اُترے تھے۔ اگر تم آگے پڑھتے تو بہت سے عجائبات دیکھتے۔[3] ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ فرشتے

---

(۱) اخرجہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۳ ص ۱۱۸) (۲) اخرجہ بخاری ومسلم واللفظ لہ (۳) اخرجہ الحاکم نحوہ باختصار وقال صحیح علی شرط مسلم کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۳) واخرجہ ابن حبان والطبرانی والبیہقی عن اسید بن حضیر نحو روایۃ الحاکم کما فی الکنز (ج ۱ ص ۷) واخرجہ ایضا ابو عبید فی فضائلہ واحمد والبخاری معلقا والنسائی وغیرہم عنہ مختصرا۔

تمہاری آواز کی وجہ سے اتنے قریب آئے تھے اور اگر تم پڑھتے رہتے تو صبح کو لوگ ان کو دیکھتے اور یہ ان سے چھپ نہ سکتے۔

فرشتوں کا صحابہ کرامؓ کے جنازوں کو خود غسل دینا

حضرت محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جنگِ اُحد کے دن قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ کا اور حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کا (جو کہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) مقابلہ ہوا جب حضرت حنظلہؓ حضرت ابوسفیانؓ پر غالب آگئے تو شداد بن اسود جسے ابن شعوب کہا جاتا تھا، نے دیکھا کہ حضرت حنظلہؓ حضرت ابوسفیانؓ پر چڑھ بیٹھے ہیں تو اُس نے تلوار کے وار سے حضرت حنظلہؓ کو شہید کر دیا۔ جنگ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اس ساتھی کو یعنی حضرت حنظلہؓ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ ان کے گھر والوں سے پوچھو کہ کیا بات ہے۔ اُن کی بیوی سے پوچھا گیا تو اُنہوں نے بتایا جونہی اُنہوں نے مسلمانوں کی شکست کی آواز سُنی تھی اُسی وقت گھر سے چل پڑے تھے اور اُس وقت اُنہیں نہانے کی حاجت تھی۔ حضورؐ نے فرمایا اسی وجہ سے فرشتوں نے اُنہیں غسل دیا ہے۔[1]

حضرت محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب غزوۂ خندق کے دن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بازو کی رگ میں تیر لگنے سے زخم ہو گیا تو وہ بہت زیادہ بیمار ہو گئے۔ اس لئے اُنہیں رُفَیدہ نامی عورت کے پاس منتقل کر دیا گیا آگے اور بھی حدیث ذکر کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ ان کے انتقال کی خبر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ چل پڑے۔ آپؐ اتنی تیزی سے چلے کہ ہماری جوتیوں کے تسمے ٹوٹنے لگے اور ہمارے کندھوں سے چادریں گرنے لگیں۔ صحابہؓ نے بطور شکایت عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ نے تیز چل کر ہمیں تھکا دیا۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ جیسے فرشتوں نے حضرت حنظلہؓ کو غسل دے دیا تھا کہیں ان کو بھی فرشتے ہم سے پہلے غسل نہ دے دیں۔[2]

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے جب آپؐ بیدار ہوئے تو آپؐ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام یا کوئی اور فرشتہ آیا اور اُس

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۵۷) واخرجہ ابن اسحٰق فی المغازی عن عاصم بن عمرو اخرج السراج من طریق ابن اسحٰق ایضاً عن یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر عن ابیہ عن جدہ نحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۳۶۱) واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۰۴) من طریق ابن اسحٰق عن یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن ابیہ عن جدہ بمعناہ وقال ہذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۴۲۷)

نے کہا آپ کی اُمت میں سے آج رات کون فوت ہُوا ہے جن کے مرنے پر آسمان والے خوش ہو رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اور تو مجھے کوئی معلوم نہیں، البتہ سعدؓ رات کو بہت بیمار تھے۔ سعدؓ کا کیا ہُوا؟ صحابہؓ نے عرض کیا یارسُول اللہ! ان کا انتقال ہو گیا تھا ان کی قوم کے لوگ انہیں اُٹھا کر اپنے محلّہ میں لے گئے ہیں حضورؐ نے فجر کی نماز پڑھائی پھر حضرت سعدؓ کی طرف تشریف لے چلے۔ آپؐ کے ساتھ صحابہؓ بھی تھے آپؐ اتنے تیز چلے کہ صحابہؓ کو دقت پیش آنے لگی اور تیزی کی وجہ سے اُن کے جُوتوں کے تسمے ٹوٹنے لگے اور اُن کی چادریں کندھوں سے گرنے لگیں۔ ایک آدمی نے عرض کیا یارسُول اللہ! آپ نے تو لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا۔ آپؐ نے فرمایا مجھے یہ ڈر ہے کہ جیسے فرشتوں نے ہم سے پہلے حنظلہ کو غسل دے دیا تھا کہیں ان کو بھی نہ دے دیں۔[1]

فرشتوں کا صحابہ کرامؓ کے جنازوں کا اِکرام کرنا

جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد شہید ہُوئے تو وہ اُن کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر رونے لگے۔ لوگوں نے اُنہیں منع کیا تو حضور صَلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا تم اپنے والد کو روؤ یا نہ روؤ تمہاری مرضی ہے لیکن (اللہ کے ہاں ان کا اتنا بڑا درجہ ہے کہ) آپ لوگوں کے اُٹھانے تک فرشتے ان پر اپنے پروں سے سایہ کرتے رہے۔[2] حضرت جابرؓ کی دُوسری روایت میں بھی یہی ہے کہ حضور صَلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا جنازے کے اُٹھانے تک فرشتے اپنے پَروں سے اُن پر سایہ کرتے رہے۔[2]

حضرت سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ دروازے پر تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے ہمارا اِرادہ تھا کہ جب حضورؐ اندر تشریف لے جائیں گے تو ہم بھی آپؐ کے پیچھے اندر چلے جائیں گے اندر کمرے میں صرف حضرت سعد رضی اللہ عنہ تھے جنہیں کپڑے سے ڈھکا ہُوا تھا اور کوئی بھی نہیں تھا۔ آپؐ اندر تشریف لے گئے تو میں نے دیکھا کہ آپؐ بہت آہستہ آہستہ قدم رکھ رہے ہیں اور ایسے چل رہے ہیں کہ گویا کہ کسی کی گردن پھلانگ رہے ہیں یہ دیکھ کر میں رُک گیا اور حضورؐ نے مجھے اشارے سے فرمایا ٹھہر جاؤ۔ میں خود بھی رُک گیا اور جو میرے پیچھے تھے اُن کو بھی روک دیا۔ حضورؐ کچھ دیر وہاں بیٹھے پھر باہر تشریف لے آئے۔ میں نے عرض کیا یارسُول اللہ! مجھے تو اندر کوئی نظر نہیں آرہا تھا لیکن آپ آہستہ آہستہ اس طرح چل رہے تھے کہ جیسے آپ کسی کی گردن پھلانگ رہے ہوں حضورؐ نے فرمایا اندر فرشتے بہت زیادہ تھے مجھے بھی بیٹھنے کی جگہ تب ملی جب ایک فرشتے نے اپنے دو پَروں میں سے ایک پَر کو سمیٹ لیا پھر میں بیٹھ سکا اور حضور صَلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت سعدؓ کو فرما رہے تھے

(۱) اخرجہ ایضاً (ج ۳ ص ۳۲۳) (۲) اخرجہ الشیخان کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۴۴) (۳) عند ابن سعد (ج ۳ ص ۵۶۱)

اے ابو عمرو! (یہ حضرت سعدؓ کی کنیت ہے) تمہیں مبارک ہو۔ اے ابو عمرو! تمہیں مبارک ہو۔ اے ابو عمرو! تمہیں مبارک ہو۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ایسے ستر ہزار فرشتے اترے ہیں جنہوں نے اس سے پہلے کبھی زمین پر قدم نہیں رکھا اور جب حضرت سعدؓ دفن ہوگئے تو آپؐ نے فرمایا سبحان اللہ! اگر قبر کے بھینچنے سے کسی کو چھٹکارا ملتا تو سعد کو ضرور مل جاتا۔[2] حضرت سعد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ باہر نکالا گیا تو کچھ منافقوں نے کہا سعدؓ کا جنازہ کتنا ہلکا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ستر ہزار فرشتے اترے ہیں جو سعدؓ کے جنازے میں شریک ہوئے ہیں اور ان فرشتوں نے آج سے پہلے کبھی زمین پر قدم نہیں رکھا۔[3]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بڑے بھاری بھرکم جسیم آدمی تھے جب ان کا انتقال ہوا اور لوگ اُن کا جنازہ لے کر جا رہے تھے تو منافق بھی اُن کے جنازے کے پیچھے چل رہے تھے منافق کہنے لگے ہم نے آج جیسا ہلکا آدمی تو کبھی دیکھا نہیں (یہ ان کے گناہ گار ہونے کی نشانی ہے) اور کہنے لگے کیا آپ جانتے ہیں ایسا کیوں ہے؟ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے بنو قریظہ کے یہودیوں کے بارے میں غلط فیصلہ کیا تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا تذکرہ کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! فرشتے اُن کا جنازہ اٹھائے ہوئے تھے (اس لیے ان کا جنازہ ہلکا لگ رہا تھا)۔[4]

دشمنوں کے دلوں میں صحابہ کرامؓ کا رعب

حضرت معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے ارادہ سے آیا۔ جب مجھے آپؐ کی خدمت میں لایا گیا تو آپؐ نے فرمایا غور سے سنو! میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ دو چیزوں سے میری مدد کرے ایک تو تم لوگوں پر ایسی قحط سالی ڈالے جو تمہیں جڑ سے اکھیڑ دے اور دوسرے تمہارے دلوں میں ہمارا رعب ڈال دے۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا آپ بھی غور سے سن لیں میں نے اتنی اور اتنی مرتبہ (یعنی انگلیوں کی تعداد کے مطابق دس مرتبہ) قسم کھائی تھی کہ نہ آپ پر ایمان لاؤں گا اور نہ آپ کا اتباع کروں گا لیکن آپ کی اس

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۴۲۸) (۲) اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۰۸) رواہ البزار باسنادین ورجال احدہما رجال الصحیح۔ انتہی و اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۴۲۹) عن ابن عمر بمعناہ (۳) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۴۳۰) (۴) عند ابن سعد ایضاً (ج ۳ ص ۴۳۰)

بد دعا کی وجہ سے قحط سالی میری جڑیں اکھیڑتی رہی اور میرے دل میں آپ کا رعب بڑھتا رہا یہاں تک کہ میں آج آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔[1]

حضرت سائب بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت یزید بن عامر سُوائی رضی اللہ عنہ سے ہم لوگ پوچھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ حنین کے دن جو رعب مشرکوں کے دل میں ڈالا تھا اس کی کیا صورت ہوئی تھی؟ تو حضرت یزیدؓ ہمیں سمجھانے کے لئے کنکری لے کر طشت میں پھینکتے تھے جس سے طشت میں آواز ہوتی تھی پھر حضرت یزیدؓ فرماتے بس اس جیسی آواز ہم اپنے پیٹ میں محسوس کرتے تھے (حضرت یزیدؓ غزوۂ حنین میں مشرکوں کے ساتھ تھے اس لئے اپنا حال بتا رہے ہیں)۔[2]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحابہ کرامؓ کے دشمنوں کی پکڑ

حضرت زید بن اسلم وغیرہ حضرات کہتے ہیں حضرت سُراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ (ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے ہجرت کے موقع پر انہوں) نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں جانے نہ جانے کے بارے میں تین دفعہ تیروں سے فال نکالی تھی ہر دفعہ فال میں نہ جانا نکلتا تھا لیکن وہ پھر بھی حضورؐ کی تلاش میں گھوڑے پر سوار ہو کر چل پڑے اور حضورؐ اور آپؐ کے ساتھیوں تک پہنچ گئے حضورؐ نے اُن کے لئے بد دعا کی کہ ان کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں گڑ جائیں، چنانچہ ایسے ہی ہوا اور اُن کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اس پر انہوں نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ میرے گھوڑے کو چھوڑ دے میں آپ کی تلاش میں آنے والوں کو واپس کروں گا چنانچہ حضورؐ نے ان کے لئے دعا کی اے اللہ! اگر یہ سچ ہے تو اس کے گھوڑے کو چھوڑ دے۔ اس پر ان کے گھوڑے کے پاؤں زمین سے باہر نکل آئے۔[3]

حضرت عمیر بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت سُراقہؓ نے کہا اے دونوں حضرات! میرے لئے اللہ سے دعا کر دیں میں آپ دونوں سے وعدہ کرتا ہوں کہ دوبارہ آپ حضرات کا پیچھا نہیں کروں گا، چنانچہ ان دونوں حضرات نے دعا کی تو اُس کا گھوڑا باہر نکل آیا اس نے پھر پیچھا کرنا شروع کر دیا جس پر پھر گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے تو انہوں نے کہا میرے لئے اللہ سے دعا کر دیں اور اب پکا وعدہ کرتا ہوں کہ اب پیچھا نہیں کروں گا اور حضرت سُراقہؓ نے ان حضرات کی خدمت میں زادِ سفر اور سواری بھی پیش کی ان حضرات نے

(۱) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۶ ص ۶۶) اسنادہ حسن و رواہ النسائی وغیرہ غیر ذکر الرعب والسنۃ۔ انتہی (۲) اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۳۳) (۳) اخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۱۸۸)

فرمایا اس کی تو ضرورت نہیں ہے بس تم ہمارا پیچھا چھوڑ دو۔ اپنی ذات سے ہمیں نقصان نہ پہنچاؤ اُنہوں نے کہا بہت اچھا ایسے ہی کروں گا۔[1]

حضرت ابو مَعبد خُزاعی رضی اللہ عنہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سفر ہجرت کی لمبی حدیث بیان کرتے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت سُراقہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے محمد! (صلّی اللہ علیہ وسلّم) آپ اللہ سے دُعا کریں کہ وہ میرے گھوڑے کو چھوڑ دے میں واپس چلا جاؤں گا اور جتنے لوگ مجھے آپ کی تلاش میں ملیں گے میں اُن سب کو واپس لے جاؤں گا، چنانچہ حضورؐ نے دُعا فرمائی جس سے اُن کا گھوڑا باہر نکل آیا اُنہیں واپسی میں بہت سے لوگ ملے جو حضورؐ کو تلاش کر رہے تھے۔ اُنہوں نے ان سب سے کہا واپس چلے چلو اس طرف کا سارا علاقہ میں اچھی طرح دیکھ آیا ہوں اور تمہیں معلوم ہی ہے کہ نشاناتِ قدم پہچاننے کے بارے میں میری نگاہ کتنی تیز ہے۔ چنانچہ وہ سب واپس چلے گئے۔[2]

حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ ہجرت کی حدیث بیان کرتے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابُوبکر رضی اللہ عنہ نے مُڑ کر دیکھا تو انہیں ایک گھوڑے سوار نظر آیا جو بالکل قریب آچکا تھا۔ اُنہوں نے کہا اے اللہ کے نبی! یہ گھوڑے سوار تو ہمارے بالکل پاس آگیا ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس طرف متوجہ ہو کر دُعا مانگی اے اللہ! اسے پچھاڑ دے۔ حضرت اَنسؓ فرماتے ہیں حضورؐ کے دُعا فرماتے ہی گھوڑے نے اسے پچھاڑ دیا اور خود ہنہناتے ہوئے کھڑا ہوگیا۔ چنانچہ اس سوار نے کہا اے اللہ کے نبی! آپ مجھے جو بھی حکم دیں میں اس کے لئے تیار ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا آگے مت آؤ اپنی جگہ ٹھہرے رہو (بلکہ واپس چلے جاؤ) اور کسی کو ہماری طرف نہ آنے دینا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ وہ سوار یعنی حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ دن کے شروع میں تو حضورؐ کے خلاف کوشش کرنے والے تھے اور دن کے آخر میں ہتھیار کی طرح حضورؐ کے لئے حفاظت کا ذریعہ بن گئے۔[3] اور پہلی جلد میں صفحہ ۴۳۸ پر ہجرت کے باب میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ہجرت کے بارے میں حضرت بَراء رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضرت سُراقہ رضی اللہ عنہ کا قصہ گزر چکا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اَربَد بن قیس اور عامر بن طُفیل حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ملنے مدینہ آئے۔ جب یہ دونوں حضورؐ کے پاس آئے تو حضورؐ بیٹھے ہوئے تھے یہ دونوں بھی حضورؐ کے سامنے بیٹھ گئے۔ عامر بن طفیل نے کہا اے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم اگر میں اسلام لے آؤں تو آپ مجھے کیا خاص چیز دیں گے حضورؐ نے فرمایا تمہیں بھی وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو سارے

(۱) اخرجہ ابن سعد ایضاً (ج ۱ص ۲۳۲) (۲) عند ابن سعد ایضاً (۳) اخرجہ ابن سعد (ج ۱ص ۲۳۵)

مسلمانوں کو حاصل ہیں اور تم پر بھی وہ تمام ذمہ داریاں ہوں گی جو اُن پر ہیں۔ عامر بن طفیل نے کہا اگر میں اِسلام لے آؤں تو کیا آپ اپنے بعد خلیفہ بننے کا حق مجھے دیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ حق نہ تمہیں مِل سکتا ہے اور نہ تمہاری قوم کو البتہ تمہیں گھڑ سوار دستہ کا کمانڈر بنا دیں گے۔ عامر نے کہا میں تو اب بھی نجد کی گھڑ سوار فوج کا کمانڈر ہُوں۔ اچھا آپ ایسا کریں دیہات کی حکومت مجھے دے دیں اور شہروں کی حکومت آپ لے لیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں ایسے نہیں ہو سکتا۔ جب دونوں حضورؐ کے پاس سے واپس جانے لگے تو عامر نے کہا خبردار اللہ کی قسم میں سارے مدینہ کو آپ کے خلاف گھوڑے سوار اور پیادہ فوج سے بھر دوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ تمہیں ایسا کرنے سے روک دے گا تم ایسا نہیں کر سکو گے۔ جب اَربد اور عامر باہر نکلے تو عامر نے کہا اے اربد میں محمد (صَلَّی اللّٰہ علیہ وَسَلَّم) کو باتوں میں مشغول کر لوں گا تم تلوار سے ان کا کام تمام کر دینا کیونکہ جب تم محمدؐ کو قتل کر دو گے تو لوگ زیادہ سے زیادہ خوُن بہا پر راضی ہو جائیں گے اس سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کریں گے اور لڑائی کو اچھا نہیں سمجھیں گے ہم انہیں خوُن بہا دے دیں گے اَربد نے کہا ٹھیک ہے میں تیار ہُوں۔ چُنانچہ دونوں واپس آئے اور عامر نے کہا اے محمّد (صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) آپ ذرا میرے ساتھ کھڑے ہوں میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہُوں حضورؐ اُٹھ کر اس کے ساتھ گئے وہ دونوں ایک دیوار کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضورؐ بھی اُن کے ساتھ بیٹھ گئے اور عامر سے باتیں کرنے لگے اَربد نے حضورؐ پر تلوار سونتنے کا اِرادہ کیا جب اُس نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا تو اُس کا ہاتھ خشک ہو گیا اور وہ تلوار نہ سونت سکا اس طرح اسے کافی دیر ہو گئی۔ حضورؐ نے مُڑ کر اَربد کی طرف دیکھا تو اس کی یہ بُزدلانہ حرکت نظر آئی۔ حضورؐ دونوں کو چھوڑ کر آ گئے۔ عامر اور اربد حضُورؐ کے پاس سے چلے اور جب حَرّہ رَاقم یعنی پتھریلے میدان میں پہنچے تو دونوں وہاں ٹھہر گئے۔ حضرت سعد بن مُعاذ اور حضرت اُسَید بن حُضَیر رضی اللہ عنہما دونوں اُن کے پاس گئے اور اُن سے کہا اے اللہ کے دُشمنو! اُٹھو اور یہاں سے چلے جاؤ اللہ تم دونوں پر لعنت کرے۔ عامر نے پُوچھا اے سعد! یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ حضرت سعدؓ نے کہا یہ اُسَید بن حُضَیر الکاتب یعنی پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ چُنانچہ وہ دونوں وہاں سے چل پڑے۔ جب وہ مقام رَقم میں پہنچے تو اللہ نے اَربد پر ایسی بجلی گرائی جس سے وہ وہیں مر گیا۔ عامر وہاں سے آگے چلا۔ جب وہ مقام خُرَیم پہنچا تو اللہ نے اُس کے جسم میں ایک پھوڑا پیدا کر دیا اور اُسے قبیلہ بنی سلول کی ایک عورت کے گھر میں رات گزارنی پڑی (یہ قبیلہ عربوں میں گھٹیا شمار ہوتا تھا) وہ پھوڑا حلق میں ہُوا تھا۔ وہ اپنے پھوڑے کو ہاتھ لگاتا اور کہتا یہ اتنی بڑی گلٹی ہے جتنی بڑی اُونٹ کی ہوتی ہے۔ میں سلولیہ عورت کے گھر میں پڑا ہُوا ہُوں اور میں اس کے گھر میں مرنا نہیں

چاہتا (اوّل تو قبیلہ سب سے گھٹیا ہے پھر عورت کا گھر ہے یہ دونوں باتیں ذلت کی ہیں) پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہُوا اور اسے ایڑ لگائی اور یوں واپسی میں اپنے گھوڑے پر ہی مر گیا اور ان دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اَللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی سے لے کر وَمَا لَھُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّالٍ تک (سُورت رعد آیت ۸-۱۱) "اللہ تعالیٰ کو سب خبر رہتی ہے جو کچھ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور جو کچھ رحم میں کمی و بیشی ہوتی ہے اور ہر شے اللہ کے نزدیک ایک خاص انداز سے (مقرر) ہے وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کو جاننے والا ہے۔ سب سے بڑا (اور) عالیشان ہے تم میں سے جو شخص کوئی بات چپکے سے کہے اور جو پکار کر کہے اور جو شخص رات میں کہیں چھپ جاوے اور جو دن میں چلے پھرے یہ سب برابر ہیں۔ ہر شخص (کی حفاظت) کے لیئے فرشتے (مقرر) ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے۔ کچھ اس کے آگے اور کچھ اس کے پیچھے کہ وہ بحکم خدا اُس کی حفاظت کرتے ہیں۔ واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی (اچھی) حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ لوگ خود اپنی (صلاحیت کی) حالت کو نہیں بدل دیتے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت ڈالنا تجویز کر لیتا ہے تو پھر اُس کے ہٹنے کی کوئی صُورت ہی نہیں اور کوئی خُدا کے سوا اُن کا مددگار نہیں رہتا۔" حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اللہ کے حُکم سے باری باری آنے والے فرشتے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہیں پھر اُنہوں نے اَربَد پر بجلی گرنے کا واقعہ بیان کیا اور فرمایا وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ (سُورت رعد آیت ۱۳) "اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے۔"[1]

کنکریاں اور مٹی پھینکنے سے صحابہ کرامؓ کے دُشمنوں کی شکست

حضرت حارث بن بَدَل رحمۃ اللہ علیہ ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں وہ صحابی فرماتے ہیں مَیں غزوہ حُنَین کے دِن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر مشرکوں کے ساتھ تھا پہلے تو حضرت عباس بن عبدالمطلب اور حضرت ابوسُفیان بن حارث رضی اللہ عنہما کے علاوہ حضورؐ کے تمام صحابہؓ شکست کھا گئے۔ حضورؐ نے زمین سے ایک مُٹھی اُٹھا کر ہمارے چہروں پر پھینکی جس سے ہمیں شکست ہو گئی اور مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ ہر درخت اور ہر پتھر ہمارے پیچھے دوڑ رہا ہے۔[2]

حضرت عَمرو بن سُفیان ثقفی رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات فرماتے ہیں جنگ حُنَین کے دن پہلے مُسلمانوں کو شکست ہُوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عباس بن عبدالمطلب اور حضرت

---

(۱) اخرجہ الطبرانی کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۵۰۲) (۲) اخرجہ الطبرانی وابونعیم وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۳۰۲) و اخرجہ ابن مندہ وابن عساکر عنہ مختصر کما فی الکنز

ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہما کے علاوہ اور کوئی نہ رہا پھر حضورؐ نے کنکریوں کی ایک مٹھی اٹھا کر کافروں کے چہروں پر پھینکی جس سے ہمیں شکست ہوگئی اور ہمیں یہ محسوس ہو رہا تھا کہ ہر پتھر اور ہر درخت گھوڑے سوار ہے جو ہمیں تلاش کر رہا ہے۔ حضرت عمرو ثقفیؓ کہتے ہیں میں نے اپنے گھوڑے کو تیز دوڑایا یہاں تک کہ طائف میں داخل ہوگیا۔[1]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے سنا کہ ایک آواز آسمان سے زمین کی طرف آئی وہ آواز ایسی تھی جیسی طشت میں کنکری کے گرنے کی ہوتی ہے اور حضورؐ نے وہ کنکری اٹھا کر ہماری طرف پھینک دی جس سے ہمیں شکست ہوگئی۔[2]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنگِ بدر کے دن اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جس پر آپؐ نے کنکریوں کی مٹھی لی اور ہمارے سامنے آکر اُسے ہم پر پھینک دیا اور فرمایا تمہارے چہرے بگڑ جائیں اس پر ہمیں شکست ہوگئی اور اسی پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (سورت انفال آیت ۱۷) " اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی جس وقت آپ نے پھینکی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی۔"[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے ایک مٹھی کنکریاں دو حضرت علیؓ نے حضورؐ کو ایک مٹھی کنکریاں دیں حضورؐ نے وہ مٹھی میں لے کر کافروں کے چہروں پر پھینک دی اللہ کی قدرت سے ہر کافر کی دونوں آنکھیں کنکریوں سے بھر گئیں پھر یہ آیت نازل ہوئی وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (سورت انفال آیت ۱۷)۔[4]

حضرت یزید بن عامر سُوائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین سے ایک مٹھی لی اور مشرکوں کی طرف متوجہ ہو کر اُن کے چہروں پر پھینک دی اور فرمایا واپس چلے جاؤ تمہارے چہرے بگڑ جائیں چنانچہ جو کافر بھی اپنے بھائی سے ملتا تھا اُس سے اپنی دونوں آنکھوں میں خاک پڑ جانے کی شکایت کرتا۔[5]

صحابہ کرامؓ کو دشمنوں کا کم دکھائی دینا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں غزوۂ بدر کے دن کفار ہمیں بہت تھوڑے دکھائی دے رہے تھے یہاں تک کہ میرے قریب جو ساتھی تھا میں نے اُس سے کہا تمہارے

---

(۱) اخرجہ لیعقوب بن سفیان کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۳۲) (۲) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط قال الھیثمی (ج ۶ ص ۸۴) اسنادہ حسن (۳) عند الطبرانی ایضا قال الھیثمی (ج ۶ ص ۸۴) اسنادہ حسن (۴) عند الطبرانی ایضا قال الھیثمی (ج ۶ ص ۸۴) رجالہ رجال الصحیح۔ اھ (۵) عند البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۳۲)

خیال میں یہ کافر ستر ہوں گے اس نے کہا میرے خیال میں سو ہوں گے پھر ہم نے اُن کے ایک آدمی کو پکڑا اور اُس سے اِس بارے میں پُوچھا تو اُس نے کہا ہم ہزار تھے [1]

پُروا ہوا کے ذریعہ صَحابہ کرامؓ کی مَدد

حضرت سعید بن جُبَیر رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں غزوۂ خندق مدینہ میں ہُوا تھا حضرت اَبُوسفیان بن حَرب رضی اللہ عنہ (اس وقت تک مسلمان نہیں ہُوئے تھے وہ) قریش کو اور اپنے پیچھے چلنے والے تمام قبائل عرب کو لے کر مدینہ پر حملہ آور ہُوئے تھے ان قبائل میں کِنانہ، عُیَینہ بن حِصن، غطفان، طُلَیحہ، بنواسد، اَبُوالاَعور اور بنوسُلَیم شامل تھے اور قُرَیظہ کے یہودیوں اور حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے درمیان پہلے سے مُعاہدہ تھا جسے انہوں نے توڑ دیا اور مُشرکوں کی مدد کی ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاھَرُوْھُمْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیْھِمْ (سُورت احزاب آیت ۲۶) "اور جن اہلِ کتاب نے ان کی مدد کی تھی ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اُتار دیا"۔ حضرت جبرائیل علیہ السّلام ہوا کو ساتھ لے کر آئے۔ جب حضورؐ نے حضرت جبرائیلؑ کو دیکھا تو تین دفعہ فرمایا غور سے سُنو! تمہیں خوشخبری ہو پھر اللہ نے اُن پر ایسی ہَوا بھیجی جس نے اُن کے خیمے پھاڑ دیئے اور اُن کی دیگیں اُلٹ دیں اور ان کے کجاوے مٹی میں دبا دیئے اور خیموں کے باندھنے کے کھونٹے توڑ دیئے اور وہ لوگ ایسے گھبرا کر بھاگے کہ کوئی مُڑ کر دُوسرے کو نہیں دیکھتا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِذْ جَآءَتْکُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا (سُورت احزاب آیت ۹) "جب تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے پھر ہم نے اُن پر ایک آندھی بھیجی اور ایسی فوج بھیجی جو تم کو دکھائی نہ دیتی تھی"۔ کفّار کے بھاگنے کے بعد حضورؐ مدینہ واپس آ گئے [2]

حضرت حُمَید بن ہلال رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم اور قُرَیظہ کے درمیان کچّا پکّا مُعاہدہ تھا جب غزوۂ خندق میں کُفّار کے گروہ اپنے لشکر لے کر آئے تو قُرَیظہ نے وہ مُعاہدہ توڑ دیا اور مُشرکوں کی مدد کی پھر اللہ نے فرشتوں کے لشکر اور ہوا بھیجی جس سے یہ گروہ بھاگ گئے اور قُرَیظہ کے یہودیوں نے اپنے قلعہ میں پناہ لی اس کے بعد غزوۂ بنوقُرَیظہ کے بارے میں حدیث ذکر کی [3]

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں غزوۂ خندق کی ایک رات کو مشرقی ہَوا شمالی ہَوا کے پاس آئی اور کہنے لگی چل اور حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی مدد کر شمالی ہَوا نے کہا آزاد اور شریف

(۱) اخرجہ الطبرانی کذا فی المجمع (ج ۶ ص ۸۴) واخرجہ ابن ابی حاتم وابن جریر عن ابن مسعود نحوہ کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۳۱۵)
(۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۷۱) (۳) عند ابن سعد ایضاً (ج ۲ ص ۷۱)

عورت رات کو نہیں چلا کرتی (اس لیئے میں نہیں چلوں گی) چنانچہ جس ہوا کے ذریعہ حضورؐ کی مدد کی گئی وہ پُروا یعنی مشرقی ہوا تھی۔[1]

دُشمنوں کا زمین میں دھنس جانا اور ہلاک ہونا

حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک کافر نے جنگِ اُحُد کے دن کہا اے اللہ! اگر محمد (علیہ السلام) حق پر ہیں تو تُو مجھے زمین میں دھنسا دے چنانچہ وہ اُسی وقت زمین میں دھنس گیا۔[2]

حضرت نافع بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بنو ہُذَیل کے عبداللہ بن قمۂ نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے چہرے کو زخمی کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اُس پر ایک بکرا مُسَلّط کر دیا جس نے اُسے سینگ مار مار کر مار ڈالا۔[3]

صَحابہ کرامؓ کی بَددُعا سے بینائی کا چلا جانا

حضرت عبداللہ بن مُغَفَّل مُزَنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم حُدَیبیَہ میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ تھے اس کے بعد صُلح حدیبیہ کے بارے میں حدیث ذکر کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ ہم اسی حال میں تھے کہ تیس نوجوان ہتھیار لگائے ہُوئے سامنے آئے اور ہمارے مقابلہ کے لیئے تیار ہو گئے۔ حضورؐ نے اُن کے لیئے بددُعا فرمائی تو اللہ نے اُسی وقت اُن کی بینائی ختم کر دی اور ہم نے جا کر اُنہیں پکڑ لیا حضورؐ نے اُن سے پُوچھا کہ کیا تم لوگ کسی سے مُعاہدہ کر کے آئے ہو؟ کیا کسی نے تمہیں امن دیا ہے؟ اُنہوں نے کہا نہیں تو۔ حضورؐ نے انہیں چھوڑ دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا (سورت فتح آیت ۲۴) "اور وہ ایسا ہے کہ اس نے ان کے ہاتھ تم سے (یعنی تمہارے قتل سے) اور تمہارے ہاتھ ان (کے قتل سے) عین مکہ (کے قُرب) میں روک دیئے بعد اس کے کہ تم کو ان پر قابو دے دیا تھا اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا تھا۔"[4]

حضرت زاذان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی ایک آدمی نے اُس حدیث کو جُھٹلایا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اگر تو جھوٹا ہے تو میں تیرے لیئے بددُعا کروں گا۔ اُس نے کہا کر دیں، چُنانچہ حضرت علیؓ نے اُس کے لیئے بددُعا کی تو اُسی مجلس

(۱) اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۶ ص ۶۶) رجالہ رجال الصحیح واخرجہ ابن ابی حاتم عن ابن عباس وابن جریر عن عکرمۃ بمعناہ کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۴۷۰) (۲) اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۲۲) رجالہ رجال الصحیح (۳) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۸۶) (۴) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۴۵) رجالہ رجال الصحیح۔ اھ واخرجہ النسائی نحوہ کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۱۹۲)

میں اس کی بینائی جاتی رہی۔[1]

حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے حدیث بیان کی اس نے اس حدیث کو جھٹلا دیا تو وہ آدمی وہاں سے اٹھنے سے پہلے ہی اندھا ہو گیا۔[2]

حضرت زاذان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کی حضرت علیؓ نے کہا میرے خیال میں تم مجھ سے جھوٹ بول رہے ہو اس نے کہا نہیں میں نے جھوٹ نہیں بولا۔ حضرت علیؓ نے کہا اگر تم نے جھوٹ بولا ہے تو میں تمہارے لئے بددعا کر دوں گا اس نے کہا کر دیں۔ حضرت علیؓ نے بددعا کی وہ اسی مجلس میں اندھا ہو گیا۔[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اَرْوٰی بنتِ اُوَیس عورت نے کسی چیز کے بارے میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے جھگڑا کر رکھا تھا۔ مروان نے کچھ لوگوں کو حضرت سعیدؓ کے پاس بھیجا تاکہ وہ اَرْوٰی کے بارے میں ان سے گفتگو کریں۔ حضرت سعیدؓ نے فرمایا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ میں اس عورت پر ظلم کر رہا ہوں، حالانکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو ظلم کر کے کسی سے ایک بالشت زمین لے گا تو قیامت کے دن ساتوں زمینوں میں سے ایک بالشت زمین طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دی جائے گی۔ اے اللہ! اگر اَرْوٰی جھوٹی ہے تو اسے موت نہ دے جب تک کہ وہ اندھی نہ ہو جائے اور اس کی قبر اس کے کنویں میں بنا دے۔ اللہ کی قسم! اسے موت تب ہی آئی جب اس کی بینائی جاتی رہی۔ ایک دفعہ وہ اپنے گھر میں بڑی احتیاط سے چل رہی تھی کہ وہ اپنے کنویں میں گر گئی اور وہ کنواں ہی اس کی قبر بن گیا۔[4]

حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اَرْوٰی نامی عورت نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے ظلم کی جھوٹی شکایت کر کے مروان سے مدد چاہی۔ حضرت سعیدؓ نے یہ بددعا کی اے اللہ! یہ اَرْوٰی دعویٰ کر رہی ہے کہ میں نے اس پر ظلم کیا ہے۔ اگر یہ جھوٹی ہے تو تو اسے اندھا کر دے اور اسے اس کے کنویں میں گرا دے اور میرے حق میں ایسی روشن دلیل ظاہر کر جس سے سارے مسلمانوں کو صاف نظر آجائے کہ میں نے اس پر ظلم نہیں کیا۔ اسی دوران وادی عقیق میں ایسا زبردست سیلاب آیا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا سیلاب نہیں آیا تھا۔ سیلاب کی وجہ سے وہ حد صاف واضح ہو گئی جس میں حضرت سعیدؓ اور اَرْوٰی کا اختلاف تھا اور اس میں حضرت سعیدؓ بالکل سچے نکلے پھر ایک مہینہ نہیں

(۱) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۱۶) وفیہ عمار الحضرمی ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات۔ انتہی (۲) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۱۱) (۳) عند ابن ابی الدنیا کذا فی البدایۃ (ج ۸ ص ۵) (۴) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۹۶) واخرجہ ایضا عن عروۃ نحوہ

گزرا تھا کہ اَروی اندھی ہوگئی اور ایک دفعہ وہ اپنی اسی زمین کا چکر لگا رہی تھی کہ اچانک اپنے کنوئیں میں گر گئی اور جب ہم چھوٹے بچے تھے تو سُنا کرتے تھے کہ لوگ ایک دُوسرے کو کہا کرتے تھے اللہ تجھے ایسے اندھا کرے جیسے اَروی کو اندھا کیا۔ ہم یہی سمجھتے تھے کہ اَروی سے مُراد جنگلی پہاڑی بکریاں ہیں (کیونکہ عربی زبان میں اَروی کا یہی ترجمہ ہے) پھر بعد میں ہمیں اس قصہ کا پتہ چلا اور اس سے معلوم ہوا کہ اَروی سے مُراد تو ایک عورت ہے جسے حضرت سعید بن زیدؓ کی بددُعا لگی تھی اور چونکہ اللہ نے اُن کی بددُعا پُوری کر دی تھی اس لیئے لوگ یہ بات کہتے تھے۔[1]

حضرت ابُو رجاء عُطاردی رحمۃُ اللہ علیہ نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے میں سے کسی کو بُرا بھلا نہ کہو کیونکہ ہمارا ایک پڑوسی بنو ہُجیم کا تھا اُس نے گستاخی کی اور یُوں کہا کیا تم لوگوں نے اس فاسق حُسین بن علی کو نہیں دیکھا؟ اللہ انہیں قتل کرے یہ گستاخی کرتے ہی اللہ نے اُس کی دونوں آنکھوں میں دو سفید نقطے پیدا کر دیئے اور اس کی بینائی کو ختم کر دیا۔[2]

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اور صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنہُم کی دُعا سے بینائی کا واپس آجانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ مسجد حرام میں اُونچی آواز سے قرآن پڑھ رہے تھے جس سے قریش کے کچھ لوگوں کو تکلیف ہُوئی اور وہ حضورؐ کو پکڑنے کے لیئے کھڑے ہُوئے تو ایک دم ان کے ہاتھ ان کی گردنوں کے ساتھ بندھ گئے اور وہ اندھے ہو گئے انہیں کچھ نظر نہیں آرہا تھا انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں آکر کہا اے محمدؐ! ہم تمہیں اللہ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دیتے ہیں (کہ دُعا کر کے ہمیں اس مصیبت سے نکال دیں) قریش کے ہر خاندان کی حضورؐ سے رشتہ داری تھی، چنانچہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ نے دُعا کی تو اُن کی یہ مصیبت جاتی رہی اس پر یہ آیتیں نازل ہُوئیں: یٰسٓ ٥ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ٥ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ سے لے کر سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ تک (سُورت یٰسٓ آیت ۱-۱۰) "یٰسٓ۔ قسم ہے قرآن باحکمت کی کہ بے شک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں اور ان کے حق میں آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں۔ یہ ایمان نہ لاویں گے" تک چنانچہ اُن لوگوں میں سے کوئی آدمی ایمان نہیں لایا۔[3]

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کسی نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کو ہدیہ میں کمان دی جو جنگِ اُحُد کے دِن حضورؐ نے مجھے عطا فرمائی۔ میں حضورؐ کے سامنے کھڑا ہو کر

(۱) عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۹۶) (۲) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۹۶) رجالہ رجال الصحیح۔ انتہی (۳) اخرجہ ابو نعیم فی دلائل النبوۃ (ص ۶۳)

اس سے تیر چلاتا رہا یہاں تک کہ اس کا ایک کنارہ ٹوٹ گیا پھر میں حضورؐ کے چہرے کے سامنے اُسی جگہ کھڑا رہا اور آنے والے تیروں کو اپنے چہرے پر لیتا رہا۔ جب بھی کوئی تیر حضورؐ کے چہرے کی طرف آتا تو میں حضورؐ کے چہرے کو بچانے کے لیئے اپنا چہرہ اور سر اس کے آگے کر دیتا اور یہ سب کچھ میں بغیر تیر چلائے کر رہا تھا (کیونکہ کمان تو ٹوٹ چکی تھی) آخری تیر مجھے اِس طرح لگا کہ میری آنکھ نکل کر میرے رُخسار پر گر گئی۔ پھر مشرکوں کا لشکر بکھر گیا پھر میں اپنی آنکھ ہتھیلی میں پکڑ کر دوڑ کر حضورؐ کی خدمت میں گیا۔ جب حضورؐ نے میری آنکھ کو دیکھا تو حضورؐ کی دونوں آنکھوں میں آنسو آگئے پھر آپ نے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! قتادہؓ نے اپنے چہرے کو تیرے نبی کے سامنے رکھا تھا (جس کی وجہ سے اس کی آنکھ باہر نکل آئی ہے) اب اس کی اس آنکھ کو دونوں آنکھوں میں سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ تیز نظر والی بنادے (پھر حضورؐ نے وہ آنکھ اپنے ہاتھ سے اندر رکھ دی) چنانچہ وہ آنکھ دونوں آنکھوں میں سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ تیز نظر والی ہوگئی تھی۔[1]

حضرت محمود بن لَبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جنگِ اُحد کے دن حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ زخمی ہوگئی تھی اور باہر نکل کر اُن کے رُخسار پر گر گئی تھی جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جگہ واپس رکھ دیا تو وہ آنکھ دُوسری آنکھ سے بھی زیادہ اچھی ہوگئی تھی۔ ابونعیم کی روایت میں ہے کہ وہ آنکھ دونوں آنکھوں میں سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ تیز ہوگئی تھی۔[2]

حضرت عاصم بن عمر بن قَتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، حضرت قَتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ جنگِ بدر کے دن زخمی ہوگئی تھی اور آنکھ کا ڈیلا نکل کر اُن کے رُخسار پر آگیا تھا۔ صحابہؓ نے اُسے کاٹنا چاہا تو کچھ لوگوں نے کہا نہیں۔ ٹھہرو۔ پہلے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کرلیں۔ حضورؐ سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا مت کاٹو پھر حضرت قتادہؓ کو حضورؐ نے بلایا اور ہتھیلی ڈیلے پر رکھ کر اسے دبایا اور اندر کر دیا، چنانچہ وہ آنکھ ایسی ٹھیک ہوئی کہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ کونسی ضائع ہوئی تھی۔[3]

حضرت عُبَیدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جنگِ اُحُد کے دن حضرت اَبُوذر رضی اللہ عنہ کی آنکھ زخمی ہوگئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس پر اپنا لُعاب لگایا تو وہ دُوسری سے

---

(۱) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۹۷) فی اسنادہ من لم اعرفہم اھ واخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۷۴) عن قتادۃ نحوہ وابن سعد (ج ۳ ص ۴۵۳) عن عاصم بن عمر بن قتادۃ مختصر (۲) اخرجہ الدارقطنی وابن شاہین واخرج الدارقطنی والبیہقی عن ابی ال الخدری عن قتادۃ نحوہ کذا فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۲۲۵) (۳) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۷۴) عن قتادۃ نحوہ (۴) اخرجہ البغوی وابو یعلیٰ کذا فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۲۲۵) قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۹۸) وفی اسناد ابی یعلیٰ یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی وہو ضعیف۔

بھی زیادہ اچھی ہو گئی تھی [1]

حضرت رِفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنگِ بدر کے دِن مجھے ایک تیر لگا جس سے میری آنکھ پھوٹ گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لُعاب لگایا اور میرے لیئے دُعا فرمائی جس سے مجھے آنکھ میں کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی [2]

قبیلہ بنو سلامان کے ایک آدمی کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ میرے ماموں حضرت حبیب بن فُوَیک رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتایا کہ اُن کے والد کو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اُن کی آنکھیں بالکل سفید تھیں اور انہیں کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ حضورؐ نے اُن سے آنکھیں سفید ہونے کی وجہ پُوچھی تو میرے والد نے کہا میں اپنے ایک اُونٹ کو سُدھار رہا تھا کہ اتنے میں میرا پاؤں کسی سانپ کے انڈے پر پڑ گیا جس سے میری بینائی جاتی رہی۔ حضورؐ نے ان کی آنکھوں پر دَم فرمایا جس سے وہ ایک دم بینا ہو گئے۔ میرے ماموں کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ میرے والد کی عمر اَسّی سال ہو چکی تھی اور اُن کی دونوں آنکھیں سفید تھیں لیکن وہ سُوئی میں دھاگہ ڈال لیتے تھے [3] طَبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ میرے والد نے حضورؐ کو یہ بتایا کہ (جب میرا پاؤں سانپ کے انڈے پر پڑا تو) اُس وقت میں اپنی اُونٹنیوں کے تھنوں پر دودھ نکالنے کے لیئے ہاتھ پھیر رہا تھا [4] ابو نُعَیم کی روایت میں یہ ہے کہ میں اپنے اُونٹ کو سُدھار رہا تھا۔

حضرت سعد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت زِنِّیرہ رضی اللہ عنہا رومی باندی تھیں۔ وہ مسلمان ہوئیں تو اُن کی بینائی جاتی رہی اس پر مُشرکوں نے کہا لات و عُزّٰی ہمارے بُتوں نے ان کو اندھا کر دیا ہے۔ حضرت زِنِّیرہؓ نے کہا (نہیں، انہوں نے نہیں کیا) میں لات اور عُزّٰی (کے معبُود ہونے) کا اِنکار کرتی ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کی بینائی واپس کر دی [5] حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھ سے حضرت اُمِّ ہانی بنتِ ابی طالب رضی اللہ عنہا نے فرمایا جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت زِنِّیرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا تو اُن کی بینائی جاتی رہی۔ اِس پر کُفّارِ قُریش نے کہا انہیں تو لات اور عُزّٰی ہی نے اندھا کیا ہے۔ حضرت زِنِّیرہؓ نے کہا یہ لوگ غلط کہتے ہیں بَیتُ اللہ کی قسم لات و عُزّٰی کسی کام نہیں آسکتے اور کچھ نفع نہیں دے سکتے، چُنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی بینائی واپس کر دی [6]

(۱) اخرجہ ابو یعلی عن عبد الرحمٰن بن الحارث بن عبیدۃ قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۹۸) وفیہ عبد العزیز بن عمران وہو ضعیف (۲) اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۲۳) (۳) اخرجہ ابن ابی شیبۃ قال ابن السکن لم یروہ غیر محمد بن بشیر ولا اعلم لحبیب غیرہ کذا فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۳۰۰) واخرجہ الطبرانی ایضاً عن رجل من سلامان بن سعد عن امہ نحوہ (۴) قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۹۸) وفیہ من لم اعرفہم اھ واخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۲۳) بہذا الاسناد نحوہ (۵) اخرجہ الفاکہی وابن مندہ (۶) عند محمد بن عثمان بن ابی شیبۃ فی تاریخہ کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۳۱۲)

صحابہ کرامؓ کے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنے سے دشمنوں کے بالاخانوں کا ہل جانا

حضرت ہشام بن عاص اُموی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (دورِ صدیقی میں) مجھے اور ایک اور آدمی کو روم کے بادشاہ ہرقل کے پاس اسلام کی دعوت دینے کے لیئے بھیجا گیا، چنانچہ ہم سفر میں روانہ ہوئے اور دمشق کے غوطہ مقام پر پہنچے اور جبلہ بن ایہم غسانی (شاہِ غسان) کے ہاں ٹھہرے۔ ہم نے جبلہ کے پاس جانا چاہا تو اُس نے اپنا قاصد ہم سے بات کرنے کے لیئے بھیجا۔ ہم نے کہا اللہ کی قسم! ہم کسی قاصد سے بات نہیں کریں گے ہمیں تو بادشاہ کے پاس بھیجا گیا ہے۔ اگر بادشاہ ہمیں اجازت دے تو ہم اس سے بات کریں گے ورنہ ہم اس قاصد سے بات نہیں کریں گے۔ قاصد نے واپس جاکر بادشاہ کو ساری بات بتائی جس پر بادشاہ نے ہمیں اجازت دے دی (ہم اندر گئے) اُس نے کہا بات کرو چنانچہ میں نے اُس سے بات کی اور اُسے اسلام کی دعوت دی۔ اُس نے کالے کپڑے پہنے ہوئے تھے میں نے کہا آپ نے یہ کالے کپڑے کیا پہن رکھے ہیں؟ اُس نے کہا میں نے یہ کپڑے پہن کر قسم کھائی ہے کہ جب تک تمہیں ملک شام سے نکال نہ دوں یہ کپڑے نہیں اتاروں گا ہم نے کہا تمہارے بیٹھنے کی اس جگہ کی قسم! انشاء اللہ! یہ جگہ بھی ہم آپ سے لے لیں گے بلکہ شہنشاہ اعظم (شاہِ روم) کا ملک بھی لے لیں گے۔ ہمیں یہ بات ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہے۔ اُس نے کہا تم وہ لوگ نہیں ہو (جو ہم سے ہمارا ملک چھین لیں) بلکہ وہ تو وہ لوگ ہوں گے جو دن کو روزے رکھتے ہوں گے اور رات کو عبادت کرتے ہوں گے تو بتاؤ تمہارے روزے کس طرح ہیں؟ ہم نے اُس کو روزے کے بارے میں بتایا تو اُس کا سارا چہرہ سیاہ ہو گیا اور اُس نے کہا چلو پھر اُس نے ہمارے ساتھ شاہِ روم کے پاس ایک قاصد بھیجا، چنانچہ ہم وہاں سے چلے۔ جب ہم شہر کے قریب پہنچے تو ہمارے ساتھ جو قاصد تھا اُس نے ہم سے کہا آپ لوگوں کی یہ سواریاں بادشاہ کے شہر میں داخل نہیں ہو سکتیں، اگر آپ لوگ کہیں تو ہم سواری کے لیئے ترکی گھوڑے اور خچر دے دیں۔ ہم نے کہا اللہ کی قسم! ہم تو ان ہی سواریوں پر شہر میں داخل ہوں گے۔ ان لوگوں نے بادشاہ کے پاس پیغام بھیجا کہ یہ لوگ تو نہیں مان رہے ہیں بادشاہ ہرقل نے انہیں حکم دیا کہ ہم لوگ اپنی سواریوں پر ہی آجائیں، چنانچہ ہم تلواریں لٹکائے ہوئے شہر میں داخل ہوئے اور بادشاہ کے بالاخانے تک پہنچ گئے۔ ہم نے بالاخانہ کے نیچے اپنی سواریاں بٹھادیں وہ ہمیں دیکھ رہا تھا ہم نے

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہا تو اللہ جانتا ہے کہ وہ بالاخانہ ہلنے لگا اور ایسے ہل رہا تھا جیسے درخت کی ٹہنی کو ہوا ہلا رہی ہو۔ ہرقل نے ہمارے پاس پیغام بھیجا کہ تم لوگوں کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ تم اپنے دین کی باتیں ہمارے سامنے زور سے کہو پھر اُس نے پیغام بھیجا کہ اندر آجاؤ ہم اس کے پاس گئے وہ اپنے قیمتی بچھونے پر بیٹھا ہوا تھا اور اُس کے پاس روم کے تمام جرنیل اور سپہ سالار بیٹھے ہوئے تھے۔ اُس کی مجلس میں ہر چیز سُرخ تھی اُس کے چاروں طرف سُرخی تھی اور اُس کے کپڑے بھی سُرخ تھے۔ ہم اُس کے قریب گئے تو وہ ہنسنے لگا اور کہنے لگا اگر آپ لوگ مجھے ویسے ہی سلام کرتے جیسے آپس میں کرتے ہو تو اس میں کیا حرج تھا؟ اُس کے پاس ایک آدمی تھا جو فصیح عربی بولتا تھا اور بہت باتیں کرتا تھا (جو ترجمانی کر رہا تھا) ہم نے کہا جس طرح ہم آپس میں سلام کرتے ہیں اس طرح آپ کو سلام کرنا ہمارے لیئے جائز نہیں اور جس طرح آپ کو سلام کیا جاتا ہے اس طرح سلام کرنا ویسے جائز نہیں۔ اُس نے پوچھا آپ لوگ آپس میں کیسے سلام کرتے ہیں؟ ہم نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ! اُس نے کہا آپ لوگ اپنے بادشاہ کو کس طرح سلام کرتے ہیں؟ ہم نے کہا اسی طرح اس نے کہا وہ آپ لوگوں کو جواب کیسے دیتا ہے؟ ہم نے کہا ان ہی الفاظ سے۔ پھر اُس نے پوچھا آپ لوگوں کا سب سے بڑا کلام کیا ہے؟ ہم نے کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اللہ جانتا ہے ان کلمات کے کہتے ہی وہ بالاخانہ پھر ہلنے لگا اور بادشاہ سر اُٹھا کر دیکھنے لگا پھر اُس نے کہا اچھا یہ ہیں وہ کلمات جن کے کہنے سے یہ بالاخانہ ہلنے لگا تھا تو جب یہ کلمات آپ لوگ اپنے گھروں میں کہتے ہیں تو کیا وہ بھی ہلنے لگتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں یہ بات تو ہم نے صرف آپ کے ہاں دیکھی ہے۔ اُس نے کہا میری آرزو یہ ہے کہ آپ لوگ جب بھی یہ کلمات کہیں تو آپ لوگوں کی ہر چیز ہلنے لگے چاہے مجھے اس کے لیئے اپنا آدھا مُلک دینا پڑے۔ ہم نے کہا کیوں؟ اُس نے کہا اس لیئے کہ اگر ایسا ہو جائے تو پھر یہ نبوّت کی نشانی نہ ہوگی بلکہ لوگوں کی شعبدہ بازی میں سے ہوگا پھر اس نے بہت سے سوالات کیئے جن کے ہم نے جوابات دیئے پھر اُس نے کہا آپ لوگوں کے نماز روزے کس طرح ہوتے ہیں؟ اس کی ہم نے تفصیل بتائی پھر اس نے کہا اب آپ لوگ اُٹھیں اور چلے جائیں پھر اس کے حکم دینے پر ہمیں بہت عمدہ مکان میں ٹھہرایا گیا اور بہت زیادہ مہمانی کا اہتمام کیا گیا۔ ہم وہاں تین دن ٹھہرے رہے پھر ایک رات اُس نے ہمارے پاس پیغام بھیجا ہم اس کے پاس گئے اُس نے کہا اپنی بات دوبارہ کہو ہم نے اپنی ساری بات کہہ دی پھر اُس نے ایک چیز منگوائی جو بڑی چوکور پٹاری کی طرح تھی اور اُس پر سونے کے پانی کا کام کیا ہوا تھا اس میں چھوٹے چھوٹے خانے بنے ہوئے تھے جن کے دروازے تھے اُس نے تالا کھول کر ایک خانہ کھولا اور اس میں کالے رنگ کے ریشم کا ایک

کپڑا نکالا اُسے ہم نے پھیلایا تو اس پر ایک آدمی کی سُرخ رنگ کی تصویر بنی ہُوئی تھی جس کی آنکھیں بڑی اور سُرین موٹے تھے اور اتنی لمبی گردن میں نے کسی کی نہیں دیکھی۔ اُس کی داڑھی نہیں تھی، البتہ سر کے بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں اللہ نے جتنے انسان بنائے ان میں سب سے زیادہ خوبصورت تھا۔ بادشاہ نے کہا کیا آپ لوگ اسے پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں اُس نے کہا یہ حضرت آدم علیہ السّلام ہیں اُن کے بال عام لوگوں سے زیادہ تھے پھر اس نے دوسرا دروازہ کھول کر کالے ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس پر سفید تصویر بنی ہُوئی تھی۔ اس آدمی کے بال گھنگھریالے تھے، آنکھیں سُرخ، سر بڑا اور داڑھی خوبصورت تھی۔ اُس نے کہا کیا آپ لوگ اسے پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اُس نے کہا یہ حضرت نوح علیہ السّلام ہیں پھر اُس نے ایک دروازہ کھول کر کالے ریشم کا ایک کپڑا نکالا اس پر ایک آدمی کی تصویر تھی جو بہت سفید تھا۔ اُس کی آنکھیں خوبصورت، پیشانی نکلی ہُوئی، رُخسار لمبے، داڑھی سفید تھی۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے مُسکرا رہا ہو۔ اُس نے کہا کیا آپ لوگ اسے پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام ہیں پھر اُس نے ایک اور دروازہ کھولا اس میں سفید تصویر تھی اللہ کی قسم! وہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تصویر تھی اس نے کہا کیا انہیں پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا ہاں یہ حضرت محمد رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہیں اور ہم خوشی کے مارے رونے لگے اور اللہ جانتا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ایک دم اُٹھا اور کچھ دیر کھڑا رہا پھر بیٹھ گیا پھر کہا اللہ کی قسم! یہ وہی ہیں ہم نے کہا ہاں بے شک یہ وہی ہیں گویا کہ آپ ان کو ہی دیکھ رہے ہیں پھر کچھ دیر وہ اسی تصویر کو دیکھتا رہا پھر کہنے لگا یہ تصویر تھی تو آخری خانے میں لیکن میں نے آپ لوگوں کا اِمتحان لینے کے لیئے ذرا جلدی نکال لی تاکہ پتہ چلے کہ آپ لوگوں کی معلومات کیا ہیں پھر اس نے ایک اور دروازہ کھول کر اس میں سے کالے رنگ کے ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس پر گندمی رنگ والے، سیاہی مائل آدمی کی تصویر تھی جس کے بال بہت زیادہ گھنگھریالے، آنکھیں اندر گھُسی ہُوئیں، نگاہ تیز، منہ چڑھا ہُوا اور دانت ایک دُوسرے پر چڑھے ہُوئے اور ہونٹ سمٹا ہُوا تھا اور ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے کہ غصہ میں ہو اس نے کہا کیا انھیں پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ اُس نے کہا یہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام ہیں اور ان کے پہلو میں ایک اور تصویر تھی جو بالکل اُن جیسی تھی البتہ اُن کے سر پر تیل لگا ہُوا تھا پیشانی چوڑی تھی اور اُن کی آنکھوں میں کچھ بھینگا پن تھا اس نے کہا کیا انہیں پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اُس نے کہا یہ حضرت ہارون بن عمران علیہ السّلام ہیں پھر اُس نے ایک اور دروازہ کھول کر سفید ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس پر ایک آدمی کی تصویر

تھی جس کا رنگ گندمی، بال سیدھے اور قد درمیانہ تھا اور وہ ایسے نظر آرہے تھے کہ جیسے غصہ میں ہوں۔ اُس نے کہا کیا اِن کو پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ اُس نے کہا یہ حضرت لوط علیہ السّلام ہیں پھر اُس نے ایک اور دروازہ کھول کر سفید ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس پر ایک سفید آدمی کی تصویر تھی سفیدی میں کچھ سُرخی ملی ہُوئی تھی ناک اُونچی، رُخسار ہلکے اور چہرہ حسین وجمیل تھا۔ اُس نے کہا کیا انہیں پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اُس نے کہا یہ حضرت اسحٰق علیہ السّلام ہیں پھر ایک اور دروازہ کھول کر اُس میں سے سفید ریشم کا ایک کپڑا نکالا اُس پر ایک تصویر تھی جو حضرت اسحٰقؑ کے مشابہ تھی صرف یہ فرق تھا کہ ان کے ہونٹ پر تِل تھا اُس نے کہا کیا انہیں پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اُس نے کہا یہ حضرت یعقوب علیہ السّلام ہیں پھر اُس نے ایک اور دروازہ کھول کر کالے ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس میں ایک سفید آدمی کی تصویر تھی جس کا چہرہ خوبصورت، ناک اُونچی اور قد اچھا تھا۔ اُس کے چہرے پر نُور بلند ہو رہا تھا۔ اُس کے چہرے سے خشوع معلوم ہو رہا تھا اور اُس کا رنگ مائل بسُرخی تھا۔ اُس نے کہا کیا آپ لوگ اِنہیں پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اُس نے کہا یہ تمہارے نبیؐ کے دادا حضرت اسماعیل علیہ السّلام ہیں پھر اُس نے ایک اور دروازہ کھول کر سفید ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس میں حضرت آدم علیہ السّلام جیسی تصویر تھی اور اُن کا چہرہ سُورج کی طرح چمک رہا تھا اُس نے کہا کیا انہیں پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اُس نے کہا یہ حضرت یوسف علیہ السّلام ہیں۔ پھر اُس نے ایک اور دروازہ کھول کر سفید ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس میں سُرخ رنگ کے آدمی کی تصویر تھی جس کی پنڈلیاں پتلی، آنکھیں چھوٹی اور کمزور، پیٹ بڑا اور قد درمیانہ تھا۔ تلوار بھی گلے میں لٹکائی ہُوئی تھی اُس نے پُوچھا کیا اِنہیں پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اُس نے کہا یہ حضرت داؤد علیہ السّلام ہیں پھر اُس نے ایک اور دروازہ کھول کر اس میں سے سفید ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس میں ایک آدمی کی تصویر تھی جس کے سرین بڑے، پاؤں لمبے تھے اور وہ ایک گھوڑے پر سوار تھے اُس نے کہا کیا آپ انہیں پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اُس نے کہا یہ سلیمان بن داؤد علیہما السّلام ہیں پھر اُس نے ایک اور دروازہ کھول کر اس میں سے کالے ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس میں سفید تصویر تھی وہ بالکل جوان تھے، داڑھی بے انتہا کالی اور بال بہت زیادہ، آنکھیں اور چہرہ بہت خوبصورت تھا۔ اُس نے کہا کیا اِنہیں پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اُس نے کہا یہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام ہیں۔ ہم نے پُوچھا آپ کو یہ تصویریں کہاں سے ملی ہیں؟ کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ انبیاء علیہم السّلام کو جو شکل وصورت عطا فرمائی گئی تھی یہ اس کے مطابق ہیں اس لیے کہ ہم نے اپنے نبی پاک علیہ السّلام کی تصویر ان

کی شکل و صورت کے مطابق بنی ہوئی دیکھی ہے۔ اُس نے کہا حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ سوال کیا تھا کہ میری اولاد میں سے جتنے نبی ہوں گے وہ مجھے دکھا دیں اس پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی یہ تصویریں حضرت آدمؑ پر اُتاری تھیں اور سُورج ڈوبنے کی جگہ کے پاس جو حضرت آدمؑ کا خزانہ تھا اس میں یہ تصویریں رکھی ہوئی تھیں جن کو وہاں سے نکال کر ذوالقرنین نے حضرت دانیال علیہ السلام کو دی تھیں پھر ہرقل نے کہا غور سے سُنیں! اللہ کی قسم! اس کے لئے میں دل سے تیار ہوں کہ میں اپنے ملک کو چھوڑ دوں اور آپ لوگوں میں جو اپنے غلاموں کے ساتھ سب سے بُرا سلوک کرتا ہو میں اس کا مرتے دم تک کے لئے غلام بن جاؤں (لیکن اسلام میں داخل ہونے کے لئے تیار نہیں) پھر اس نے بہت عمدہ تحفے دے کر ہمیں رُخصت کیا۔ جب ہم حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو ہم نے ان کو ساری کارگزاری سُنائی ہرقل نے ہمیں جو کچھ دکھایا جو کچھ کہا اور جو تحفے دیئے وہ سب ہم نے ان کو بتا دیئے۔ یہ سُن کر حضرت ابوبکرؓ رو پڑے اور فرمایا یہ بے چارہ ہرقل مسکین ہے اگر اللہ کا اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ ہوتا تو یہ بھلائی کا کام کر لیتا یعنی اسلام میں داخل ہو جاتا اور حضرت ابُوبکرؓ نے یہ بھی فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا تھا کہ یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حُلیہ مبارک اور صفات وغیرہ کا ذکر موجود ہے۔[1] حضرت ہشام بن عاصؓ کی اس حدیث میں تو ان تصویروں میں حضرت ابُوبکرؓ کی تصویر کا ذکر نہیں ہے لیکن بیہقی نے حضرت جُبیر بن مُطعم رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث روایت کی ہے اس میں حضرت ابوبکرؓ کی تصویر کا ذکر اس طرح ہے (کہ بُصریٰ شہر کے نصاریٰ مجھے ایک گرجا گھر میں لے گئے اس میں بہت سی تصویریں تھیں) پھر انہوں نے مجھ سے کہا دیکھو کیا اس نبی کی تصویر ان میں نظر آ رہی ہے؟ میں نے دیکھا تو اُن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر بھی تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تصویر بھی تھی۔ وہ حضورؐ کی ایڑی پکڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کیا تمہیں ان کی تصویر نظر آئی؟ میں نے کہا جی ہاں انہوں نے حضورؐ کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا کیا وہ یہ ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ یہی ہیں پھر انہوں نے کہا تم ان کو پہچانتے ہو جو ان کی ایڑی پکڑے ہوئے ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ تمہارے

(۱) اخرجہ الحاکم وہکذا اوردہ الحافظ ابوبکر البیہقی فی کتاب دلائل النبوۃ عن الحاکم اجازۃ فذکرہ واسنادہ لاباس بہ کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۲۵۱) وذکرہ فی الکنز (ج ۷ ص ۳۲۲) عن البیہقی بتمامہ ثم قال قال ابن کثیر ہذا حدیث جید الاسناد ورجالہ ثقات۔ انتہی واخرجہ ابو نعیم فی دلائل النبوۃ (ص ۹) عن موسی بن عقبۃ فذکر القصۃ نحوہا۔

حضرت یعنی تمہارے نبیؐ ہیں اور یہ ان کے بعد ان کے خلیفہ ہیں[1] طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ میں نے کہا یہ ان کی ایڑی کے پاس کھڑا ہوا آدمی کون ہے؟ اُس نصرانی نے کہا تمہارے نبیؐ کے علاوہ ہر نبی کے بعد نبی ضرور ہوتا تھا لیکن تمہارے نبیؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور یہ ان کے بعد ان کے خلیفہ ہیں تو یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تصویر تھی[2] (پہلے نبیوں کی شریعت میں جاندار کی تصویر کی اجازت تھی لیکن ہماری شریعت میں اجازت نہیں)۔

قبیلہ غسّان اور قبیلہ بنو قین کے چند مشائخ بیان کرتے ہیں کہ حمص کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے صبر کا بدلہ یہ دیا کہ حمص والوں پر زلزلہ آیا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ مسلمان ان کے مقابلہ کے لیئے کھڑے ہوئے تو انہوں نے زور سے اَللّٰہُ اَکْبَر کہا جس کی وجہ سے شہر حمص میں رومیوں پر زلزلہ آگیا اور دیواریں پھٹ گئیں تو وہ سب گھبرا کر اپنے ان سرداروں اور اصحابِ شوریٰ کے پاس گئے جو اُن کو مسلمانوں سے صلح کرنے کی دعوت دینے لگے لیکن ان لوگوں نے ان سرداروں اور اصحابِ شوریٰ کی یہ بات نہ مانی بلکہ اس پر اُن کے ساتھ ذلت آمیز رویّہ اختیار کیا مسلمانوں نے دوبارہ پھر زور سے اَللّٰہُ اکبر کہا جس سے بہت سے گھر اور دیواریں گر گئیں اور شہر والے پھر گھبرا کر سرداروں اور اصحابِ شوریٰ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کیا تم دیکھتے نہیں کہ یہ اللہ کا عذاب ہے اس پر شہر والوں نے صلح کی بات مان لی۔ آگے اور بھی حدیث ہے[3]

دُور دراز علاقوں تک صحابہ کرامؓ کی آواز کا پہنچ جانا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر روانہ کیا اور اُن کا امیر ایک آدمی کو بنایا جنہیں ساریہ رضی اللہ عنہ کہا جاتا تھا ایک دفعہ حضرت عمرؓ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دم انہوں نے تین مرتبہ پکار کر کہا اے ساریہؓ! لشکر کو لے کر پہاڑ کی طرف ہو جاؤ پھر اُس لشکر کا قاصد آیا حضرت عمرؓ نے اُس سے حالات پوچھے اُس نے کہا اے امیر المؤمنین ہمیں شکست ہو رہی تھی کہ اتنے میں ہم نے ایک بلند آواز تین مرتبہ سُنی اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ، چنانچہ ہم نے اپنی پشتیں پہاڑ کی طرف کر دیں جس پر اللہ نے کفّار کو شکست دے دی پھر لوگوں نے حضرت عمرؓ سے کہا آپ ہی نے تو بلند آواز سے یہ کہا تھا[4]

(۱) اخرجہ البخاری فی التاریخ مختصراً کما فی البدایۃ (ج ۶ ص) (۲) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط قال الھیثمی (ج ۸ ص ۲۳۴) وفیہ من لم اعرفہم اھ واخرجہ ابو نعیم فی الدلائل النبوۃ (ص ۹) نحو روایۃ البیہقی (۳) ذکرہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۳ ص ۹۷) (۴) اخرجہ البیہقی واللالکائی فی شرح السنۃ والدیر عاقولی فی فوائدہ وابن الاعرابی فی کرامات الاولیاء وہکذا ذکرہ حرملۃ فی جمعہ لحدیث ابن وہب وہو اسناد حسن

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے تو خطبہ میں کہنے لگے اے ساریہؓ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ اور جس نے بھیڑیے کو بکریوں کا چرواہا بنایا اُس نے بکریوں پر ظلم کیا۔ لوگ ایک دوسرے کو حیران ہو کر دیکھنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن سے فرمایا پریشان مت ہو حضرت عمرؓ خود بتائیں گے کہ اُنہوں نے یہ کیوں کہا ہے۔ جب حضرت عمرؓ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے ان سے پُوچھا اُنہوں نے فرمایا میرے دل میں ایک دم یہ خیال آیا کہ مُشرکوں نے ہمارے بھائیوں کو شکست دے دی ہے اور وہ ایک پہاڑ کے پاس سے گزر رہے ہیں یہ ہمارے بھائی اگر پہاڑ کی طرف مُڑ جائیں تو ان کو صرف ایک طرف سے ہی لڑنا پڑے گا (اور اس طرح ان کو فتح ہو جائے گی) اور اگر یہ لوگ پہاڑ سے آگے نکل گئے تو پھر (ان کو ہر طرف سے لڑنا پڑے گا اور) یہ ہلاک ہو جائیں گے بس اس پر میری زبان سے وہ کلمات نکل گئے جو آپ لوگوں نے سُنے ہیں پھر ایک مہینے کے بعد (اس لشکر کی طرف سے فتح کی) خوشخبری دینے والا آیا اور اُس نے بتایا کہ ہم لوگوں نے اُس دن حضرت عمرؓ کی آواز سُنی تھی اور آواز سُن کر ہم لوگ پہاڑ کی طرف ہو گئے تھے جس سے اللہ نے ہمیں فتح نصیب فرمادی[1] خطیب اور ابن عساکر کی روایت میں یہ ہے کہ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کیا آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منبر پر خطبہ کے دوران یا ساریہؓ! کہتے ہُوئے نہیں سُنا؟ حضرت علیؓ نے فرمایا تمہارا بھلا ہو حضرت عمرؓ کو کچھ نہ کہو وہ جو بھی کام کرتے ہیں اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے۔

ابُونُعیم کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے دل میں یہ خیال آیا کہ دُشمن نے حضرت ساریہؓ کو پہاڑ کی پناہ لینے پر مجبُور کر دیا ہے تو اس خیال سے مَیں نے یہ کہہ دیا کہ شاید اللہ کا کوئی بندہ میری آواز حضرت ساریہؓ تک پہنچادے یعنی کوئی فرشتہ یا مُسلمان جن پہنچا دے[2] ابُونُعیم کی دُوسری روایت میں یہ ہے کہ پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت عمرؓ کے پاس گئے۔ حضرت عمرؓ کو حضرت عبدالرحمٰنؓ پر مکمل اعتماد اور اطمینان تھا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا مجھے آپ کی وجہ سے لوگوں کو بُرا بھلا کہنا پڑتا ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ ہمیشہ ایسا کام کر دیتے ہیں جس کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی اور یُوں لوگوں کو باتیں کرنے کا موقع مِل جاتا ہے۔ آپ نے یہ کیا کیا؟ کہ خطبہ

(1) رواہ ابن مردویہ کذا فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۳) واخرجہ ایضا ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۱۰) وابو عبدالرحمن السلمی فی الاربعین واخرجہ الخطیب فی رواۃ مالک وابن عساکر عن ابن عمر کما فی المنتخب (ج ۴ ص ۳۸۶) قال ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۷ ص ۱۳۱) وفی صحتہ من حدیث مالک نظر۔ انتہی (2) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۱۰) من طریق نصر بن طریف

دیتے دیتے آپ ایک دم اے ساریہؓ! پہاڑ کی طرف ہوجاؤ زور سے کہنے لگے حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کی قسم! مَیں اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت ساریہؓ کا لشکر ایک پہاڑ کے پاس لڑ رہا ہے اور ان پر آگے سے پیچھے سے ہر طرف سے حملہ ہو رہا ہے اس پر میں اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکا اور ایک دم میری زبان سے نکل گیا اے ساریہؓ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ اور مَیں نے یہ اِس لیئے کہا تاکہ یہ لوگ پہاڑ کی طرف ہو جائیں (اور انہیں صرف ایک طرف سے لڑنا پڑے) کچھ ہی عرصہ کے بعد حضرت ساریہؓ کا قاصد ان کا خط لے کر آیا جس میں لکھا تھا کہ جُمعہ کے دِن ہمارا دشمن سے مقابلہ ہُوا ہم نے صُبح کی نماز پڑھ کر لڑائی شروع کی یہاں تک کہ جُمعہ کا وقت ہو گیا اور سُورج کا کنارہ ڈھل گیا تو ہم نے سُنا کہ کسی آدمی نے دو مرتبہ زور سے یہ اعلان کیا اے ساریہؓ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ، چُنانچہ ہم پہاڑ کی طرف ہو گئے اس طرح ہم دشمن پر غالب آنے لگے یہاں تک کہ اللہ نے انہیں شکست دے دی اور ان کو قتل کر دیا حضرت عبدالرحمٰن نے کہا لوگوں نے حضرت عمرؓ کے اِس عمل پر خواہ مخواہ اعتراض کیا تھا اس آدمی کو چھوڑے رکھو اسے کچھ نہ کہو کیونکہ اس کی اُلٹی بھی سیدھی ہوتی ہے [1] واقدی میں زید بن اسلم اور یعقوب بن زید کی روایت میں اِس طرح ہے کہ لوگوں نے حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ سے پُوچھا یہ آپ نے کیا کہہ دیا تھا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! مَیں نے حضرت ساریہؓ کو وہی بات کہی جو اللہ کی طرف سے میری زبان پر جاری ہُوئی۔

حضرت عزّہ بنت عیاض بن ابی قِرصافہ رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں رومیوں نے حضرت ابُو قِرصافہ رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کو گرفتار کر لیا تھا جب نماز کا وقت ہوتا تو حضرت ابو قِرصافہؓ عَسقلان شہر کی فصیل کی دیوار پر چڑھ کر زور سے کہتے اے فلانے! نماز کا وقت ہو گیا ہے اور اُن کا بیٹا روم کے شہر میں اُن کی یہ آواز سُن لیا کرتا [2]

صَحابہ کرامؓ کا غیبی آوازیں سُننا جن کا بولنے والا نظر نہیں آتا تھا

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حُضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اِنتقال ہُوا تو غُسل دینے والوں میں اختلاف ہو گیا کہ غسل کے لیئے حضورؐ کا کُرتا اُتارا جائے یا نہ اُتارا جائے تو ان سب نے ایک غیبی آواز کو سُنا کہ کوئی کہہ رہا ہے تم اپنے نبیؐ کو کُرتے ہی میں غُسل دے دو

(۱) عند ابی نعیم فی الدلائل (ص ۲۱۱) من طریق عمرو بن الحارث واخرجہ الواقدی عن زید بن اسلم و یعقوب بن زید کما فی البدایۃ (ج ۷ ص ۱۳۱) قال ابن کثیر فہذہ طرق یشد بعضہا بعضا - انتہی علی ان طریق ابن وہب حسنہ ابن کثیر ثم الحافظ ابن حجر رحمہما اللہ تعالیٰ (۲) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۹۶) رجالہ ثقات اھ

آواز تو آرہی تھی لیکن بولنے والے کا پتہ نہیں چل رہا تھا کہ کون ہے؟ چنانچہ حضورؐ کو کرتے ہی میں غسل دیا گیا۔[1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ ہے کہ کسی کہنے والے نے کہا تم انہیں کپڑوں سمیت ہی غسل دے دو، کہنے والے کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سمندر کا سفر کرنے والے ایک لشکر کا حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا تو رات کے وقت کشتی اُن کو لیئے جارہی تھی کہ اچانک ایک مُنادی نے اُوپر سے انہیں پکار کر کہا کیا میں تمہیں وہ فیصلہ نہ بتادوں جو اللہ نے اپنے بارے میں کیا ہوا ہے؟ اور وہ یہ ہے کہ جو آدمی (روزہ رکھ کر) گرم دن میں اللہ کے لیئے پیاسا رہے گا تو اللہ پر اس کا یہ حق ہے کہ اسے بڑی پیاس والے دن یعنی قیامت کے دن اچھی طرح پانی پلائے۔[2]

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ ہم لوگ سمندری غزوے میں گئے، چنانچہ ہم سمندر میں سفر کر رہے تھے ہوا بالکل موافق تھی اور بادبان اُٹھے ہوئے تھے ہم نے ایک مُنادی کو یہ اعلان کرتے ہوئے سُنا اے کشتی والو! ٹھہر جاؤ میں تمہیں ایک خبر دینا چاہتا ہوں اُس نے یہ اعلان مسلسل سات مرتبہ کیا۔ میں نے کشتی کے اگلے حصہ پر کھڑے ہو کر کہا تو کون ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے؟ کیا تجھے نظر نہیں آرہا ہے کہ ہم کہاں ہیں؟ کیا ہم یہاں رُک سکتے ہیں؟ تو اُس نے جواب میں کہا کیا میں آپ لوگوں کو وہ فیصلہ نہ بتاؤں جو اللہ نے اپنے بارے میں کیا ہے؟ میں نے کہا ضرور بتاؤ۔ اُس نے کہا اللہ نے اپنے بارے میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ جو گرم دن میں اپنے آپ کو اللہ کے لیئے (روزہ رکھ کر) پیاسا رکھے گا اُس کا اللہ پر یہ حق ہوگا کہ اللہ اُسے قیامت کے دن سیراب کرے، چنانچہ حضرت ابو موسیٰؓ اس سخت گرم دن کی تلاش میں رہتے جس میں انسان کی کھال جل جائے اور اُس دن روزہ رکھتے۔[3]

حضرت سعید بن جُبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا طائف میں انتقال ہوا۔ میں اُن کے جنازے میں شریک ہوا تو اتنے میں ایک پرندہ آیا اُس جیسی شکل و صورت کا پرندہ کبھی کسی نے نہیں دیکھا تھا وہ پرندہ آکر اُن کے جسم میں داخل ہوگیا ہم دیکھتے رہے اور سوچتے رہے کہ کیا اب باہر نکلے گا لیکن کسی نے اُسے باہر نکلتے نہ دیکھا اور جب اُنہیں دفن کیا گیا تو کسی نے قبر کے کنارے پر یہ آیت پڑھی اور پڑھنے والے کا کچھ پتہ نہ چلا یَآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۝ فَادْخُلِیْ

(1) اخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۲۷۶) واخرجہ ایضاً عن عائشۃ رضی اللہ عنہا بمعناہ (2) اخرجہ الحاکم (ج ۲ ص ۲۶۷) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی ابن المؤمل ضعیف (3) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۶۰) عن ابی بردۃ

فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (سورت فجر آیت ۲۷۔ ۳۰) "(اور جو اللہ کے فرمانبردار تھے ان کو ارشاد ہوگا) اے اطمینان والی روح تُو اپنے پروردگار (کے جوارِ رحمت) کی طرف چل اس طرح سے کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش پھر (ادھر چل کر) تو میرے (خاص) بندوں میں شامل ہوجا (کہ یہ بھی نعمت روحانی ہے) اور میری جنت میں داخل ہوجا"[1] حاکم میں اسماعیل بن علی اور عیسٰی بن علی کی روایت میں یہ ہے کہ وہ سفید پرندہ تھا اور ہیثمی کی روایت میں یہ ہے کہ وہ سفید پرندہ تھا جسے بگلا کہا جاتا ہے۔ میمون بن مہران کی روایت میں ہے کہ جب اُن پر مٹی ڈال دی گئی تو ہم نے ایک آواز سُنی تو ہم سُن رہے تھے لیکن بولنے والا نظر نہیں آرہا تھا[2] میمون بن مہران کی دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا اور انہیں کفن پہنایا جانے لگا تو ایک سفید پرندہ تیزی سے اُن پر گرا اور اُن کے کفن کے اندر چلا گیا۔ اسے بہت تلاش کیا لیکن نہ ملا۔ حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت عکرمہؓ نے کہا کیا تم لوگ بیوقوف ہو؟ (جو پرندہ تلاش کر رہے ہو) یہ تو ان کی بینائی ہے جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وعدہ فرمایا تھا کہ وفات کے دن انہیں واپس مل جائے گی پھر جب لوگ جنازہ قبر پر لے گئے اور انہیں لحد میں رکھ دیا گیا تو غیبی آواز نے چند کلمات کہے جنہیں ان سب لوگوں نے سُنا جو قبر کے کنارے پر تھے پھر میمون نے پچھلی آیات ذکر کیں۔

جنات اور غیبی آوازوں کا صحابہ کرامؓ کی مدد کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت خُریم بن فاتک رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المؤمنین! کیا آپ کو نہ بتاؤں کہ میرے اسلام لانے کی ابتداء کیسے ہوئی؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ضرور بتاؤ۔ انہوں نے کہا میں ایک مرتبہ اپنے جانور تلاش کر رہا تھا اور ان کے نشانات پر چل رہا تھا کہ اسی میں ابرق العزاف مقام پر مجھے رات آگئی تو میں نے اونچی آواز سے پکار کر کہا میں اس وادی کے (جن) بادشاہ کی پناہ چاہتا ہوں اس کی قوم کے بیوقوفوں سے۔ تو غیب سے کسی نے بلند آواز سے کہا

وَیْحَکَ عُذْ بِاللّٰہِ ذِی الْجَلَالِ　　وَالْمَجْدِ وَالنَّعْمَاءِ وَالْاِفْضَالِ

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۵۴۳) واخرجہ الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۸۵) ورجالہ رجال الصحیح وروی عن عبداللہ بن یامین عن ابیہ نحوہ الا انہ قال جاء طائر ابیض یقال لہ الغرنوق۔ انتہی [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۲۹) عن میمون بن مہران فی حدیث طویل کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۳۰)

تیرا بھلا ہو اللہ کی پناہ مانگ جو جلال، بزرگی نعمت اور فضل والا ہے۔

وَاقْرَأْ آيَاتٍ مِنَ الْأَنْفَالِ　　وَوَحِّدِ اللهَ وَلَا تُبَالِ

سورت انفال کی آیتیں پڑھ اور اللہ کو ایک مان اور کسی کی پرواہ نہ کر۔ یہ سن کر میں بہت زیادہ ڈر گیا۔ جب میری جان میں جان آئی تو میں نے کہا

يَا أَيُّهَا الْهَاتِفُ مَا تَقُولُ　　أَرَشَدٌ عِنْدَكَ أَمْ تَضْلِيلُ

بَيِّنْ لَنَا هُدِيتَ مَا الْحُوَيْلُ

"اے غیبی آواز دینے والے! تو کیا کہہ رہا ہے؟ کیا تو صحیح راستہ دکھانا چاہتا ہے یا گمراہ کرنا چاہتا ہے؟ اللہ تجھے ہدایت دے ہمیں صاف صاف بتا کہ کیا صورت ہے؟" اس نے جواب میں کہا

إِنَّ رَسُولَ اللهِ ذُو الْخَيْرَاتِ　　بِيَثْرِبَ يَدْعُو إِلَى النَّجَاةِ

يَأْمُرُ بِالصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ　　وَيَزْجُرُ النَّاسَ عَنِ الْهَنَاتِ

"تمام خیروں کو لے کر آنے والے اللہ کے رسولؐ یثرب میں نجات کی دعوت دے رہے ہیں وہ نماز اور روزے کا حکم دیتے ہیں اور شر والے کاموں سے لوگوں کو روکتے ہیں" میں نے اپنی سواری آگے بڑھا کر کہا

أَرْشِدْنِي رُشْدًا هُدِيتَ　　لَا جُعْتَ وَلَا عُرِيتَ

وَلَا بَرِحْتَ سَيِّدًا مُقِيتَ　　وَلَا تُؤْثِرَنِّي عَلَى الْخَيْرِ الَّذِي أُتِيتَ

"مجھے سیدھا رستہ بتا اللہ تجھے ہدایت دے تو کبھی بھوکا ننگا نہ ہو اور تو ہمیشہ طاقتور سردار بنا رہے اور جو خیر تجھے ملی ہے اس کا مجھ پر زیادہ بوجھ نہ ڈال" وہ یہ اشعار پڑھتا ہوا میرے پیچھے آیا

صَاحَبَكَ اللهُ وَسَلَّمَ نَفْسَكَا　　وَبَلَّغَ الْأَهْلَ وَأَدَّى رَحْلَكَا

آمِنْ بِهِ أَفْلَحَ رَبِّي حَقَّكَا　　وَانْصُرْهُ أَعَزَّ رَبِّي نَصْرَكَا

"اللہ ہمیشہ تیرا ساتھی ہو اور تیری جان کو صحیح سالم رکھے اور تجھے گھر والوں تک پہنچائے اور تیری سواری کو بھی پہنچائے۔"

"تو اللہ کے رسولؐ پر ایمان لا میرا رب تیرے حق کو بامراد کرے اور اس رسولؐ کی مدد کر میرا رب تیری اچھی طرح نصرت کرے۔"

میں نے کہا اللہ تجھ پر رحم کرے تو کون ہے؟ اس نے کہا میں أثال کا بیٹا عمرو ہوں اور اللہ کے رسولؐ کی طرف سے نجد کے مسلمان جنات کا امیر ہوں تمہارے گھر پہنچنے تک تمہارے اونٹوں کی حفاظت ہوگی تمہیں اب فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، چنانچہ میں جمعہ کے دن مدینہ داخل ہوا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس باہر آئے اور کہا اللہ تجھ پر

رحم کرے اندر آجاؤ، ہمیں تمہارے مسلمان ہونے کی خبر پہنچ چکی ہے۔ میں نے کہا مجھے اچھی طرح وضو کرنا نہیں آتا، چنانچہ انہوں نے مجھے وضو کرنا سکھایا پھر میں مسجد میں داخل ہوا میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو منبر پر بیان کرتے ہوئے دیکھا آپؐ بالکل چودھویں رات کے چاند کی طرح لگ رہے تھے۔ آپؐ فرما رہے تھے جو مسلمان اچھی طرح وضو کرتا ہے اور پھر سوچ سمجھ کر دھیان سے ایسی نماز پڑھتا ہے جس کی ہر طرح حفاظت کرتا ہے وہ جنّت میں ضرور داخل ہوگا پھر حضرت عمر بن خطّابؓ نے مجھ سے کہا تم اپنی اس حدیث پر گواہ لاؤ نہیں تو میں تمہیں سزا دوں گا، چنانچہ قریش کے بزرگ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے میرے حق میں گواہی دی جسے حضرت عمرؓ نے قبول کر لیا[1]

اَبُونُعَیمؒ نے دلائل النُّبُوّۃ میں حضرت اَبُوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی جیسی حدیث نقل کی ہے جس میں اشعار اس طرح ہیں

اَرۡشِدۡنِیۡ رُشۡدًا بِہَا ہُدِیۡتَا　　لَاجُعۡتَ یَاھٰذَا وَلَاعَرِیۡتَا

وَلَاصَحِبۡتَ صَاحِبًا مَقِیۡتَا　　لَایَتۡوِیَنَّ الۡخَیۡرُ اِنۡ ثَوَیۡتَا

"مجھے صحیح راستہ بتا اللہ تجھے ہدایت عطا فرمائے اے فلانے! تو نہ کبھی بھوکا ہو اور نہ کبھی ننگا اور نہ کبھی ایسے ساتھی کے ساتھ رہے جس سے لوگ نفرت کرتے ہوں اور اگر تو مر جائے تو تیری خیر ختم نہ ہو بلکہ ہمیشہ باقی رہے۔"[2] حضرت حسن کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما سے فرمایا مجھے کوئی ایسی حدیث سناؤ جس سے حیرت بھی ہو اور خوشی بھی ہو تو حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما نے مجھے حضرت خُرَیم بن فاتک رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ سنایا پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے جب بھی سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی چیز کے بارے میں کہا ہو کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ اس طرح ہے تو وہ اسی طرح ہوتی جس طرح ان کا گمان ہوتا، چنانچہ ایک مرتبہ وہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے ایک خوبصورت آدمی گزرا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یا تو میرا اندازہ غلط ہے یا یہ آدمی ابھی تک اپنے جاہلیت والے دین پر ہے یا پھر یہ جاہلیت میں کاہن تھا اسے میرے پاس لاؤ لوگ اس آدمی کو بلا کر لائے تو حضرت عمرؓ نے اس سے اپنی بات کہی اس نے کہا میں نے آج

(۱) اخرجہ الرویانی وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۳۳) (۲) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل النبوۃ (ص ۳۰) (۳) اخرجہ الطبرانی من محمد بن علی الحسن عن ابیہ کذا فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۴۵۳) قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۵۱) رواہ الطبرانی وفیہ من لم اعرفہم واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۶۲۱) من طریق الحسن بن محمد بن علی عن ابیہ قال قال عمر فذکر بمعناہ قال الذہبی لم یصح واخرجہ الاموی ایضا کما فی البدایۃ (ج ۲ ص ۳۵۳)

جیسا دن کبھی نہیں دیکھا کہ کسی مسلمان آدمی کے منہ پر ایسی بات صاف کہہ دی گئی ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں تمہیں پُرزور تاکید کرتا ہوں کہ تم مجھے ساری بات بتاؤ۔ اس آدمی نے کہا میں جاہلیت میں کاہن تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا جو جن تمہارے پاس آتا تھا اس کا سب سے عجیب و غریب قصہ کیا ہے؟ اس نے کہا ایک دن میں بازار میں تھا وہ جن میرے پاس گھبرایا ہوا آیا اور اس نے یہ شعر پڑھے

اَلَمْ تَرَ الْجِنَّ وَ اِبْلَاسَهَا　　وَ يَأْسَهَا مِنْ بَعْدِ اِنْكَاسِهَا

وَ لُحُوْقَهَا بِالْقِلَاصِ وَاَحْلَاسِهَا

"کیا تم نے دیکھا نہیں کہ تمام جنات حیران و پریشان ہیں اور (پہلے تو آسمان پر چڑھ جاتے تھے اور) اب آسمان سے نا اُمید ہو کر واپس آ رہے ہیں بلکہ اسلام میں داخل ہو کر جوان اونٹنیوں اور ان پر کجاوے کے نیچے بچھائی جانے والی چادروں والے عربوں کے ساتھ مل رہے ہیں"۔ حضرت عمرؓ نے کہا اس نے سچ کہا میں بھی ایک دن کفار کے معبودوں کے پاس سویا ہوا تھا کہ ایک آدمی ایک بچھڑا لایا اور اس نے اسے ذبح کیا پھر کسی چیخنے والے نے زور سے چیخ کر کہا میں نے اس سے زیادہ سخت چیخ کبھی نہیں سنی تھی اس نے کہا اے جَلیح! (یہ کسی آدمی کا نام ہے) یہ کامیابی والا کام ہے ایک فصیح آدمی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ رہا ہے۔ سب لوگ گھبرا کر اٹھ گئے میں نے کہا میں تو یہاں ہی رہوں گا جب پتہ چل جائے گا کہ اس آواز کے پس پردہ کیا ہے تب یہاں سے جاؤں گا اس نے پھر پکار کر کہا اے جَلیح! یہ کامیابی والا کام ہے ایک فصیح آدمی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ رہا ہے پھر میں وہاں سے اٹھا کچھ عرصہ بعد ہی ہمیں بتایا گیا کہ یہ نبی ہیں یہ روایت صرف بخاری میں ہے اور یہ کاہن آدمی حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ ہیں۔[1]

حضرت محمد بن کعب قُرظی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ان کے پاس سے ایک آدمی گزرا۔ کسی نے پوچھا اے امیر المؤمنین! کیا آپ اس گزرنے والے کو جانتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے پوچھا، یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ ہیں جنہیں ان کے پاس آنے والے جن نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ظاہر ہونے کی خبر دی تھی، چنانچہ حضرت عمرؓ نے پیغام دے کر انہیں بلایا اور فرمایا کیا آپ ہی سواد بن قارب ہیں؟ انہوں نے کہا جی ہاں! حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم زمانہ جاہلیت میں کہانت کا کام کرتے تھے؟ اس پر حضرت سوادؓ کو غصہ آ گیا اور کہا اے امیر المؤمنین! جب سے میں مسلمان ہوا ہوں کبھی کسی نے میرے منہ پر ایسی بات نہیں کہی ہے حضرت عمرؓ نے کہا سبحان اللہ! ہم تو جاہلیت میں شرک پر تھے اور یہ شرک تمہاری کہانت سے

(۱) وقد روی حدیثه من وجوه آخر مطولة بالبسط من روایة البخاری

زیادہ بُرا تھا۔ تمہارے تابع جن نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہونے کی جو خبر دی تھی وہ مجھے بتاؤ اُنہوں نے کہا اے امیر المومنین! جی ہاں! ایک رات میں لیٹا ہُوا تھا اور بیداری اور نیند کے درمیان کی حالت میں تھا میرا جن میرے پاس آیا اور مجھے پاؤں مار کر کہا اے سواد بن قارب! اُٹھ اور میری بات سن اور اگر تیرے اندر عقل ہے تو تُو سمجھ لے کہ (قریش کی شاخ) لُؤی بن غالب میں ایک رسُول مبعُوث ہُوا ہے جو اللہ کی اور اُس کی عبادت کی دعوت دیتا ہے پھر یہ شعر پڑھنے لگا

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ تِطْلَابِهَا وَشَدِّهَا الْعِيْسَ بِاَقْتَابِهَا
تَهْوِيْ اِلٰى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدٰى مَا صَادِقُ الْجِنِّ كَكَذَّابِهَا
فَارْحَلْ اِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ لَيْسَ قُدَامَاهَا كَاَذْنَابِهَا

"مجھے اِس بات پر تعجب ہے کہ جنات حق کو تلاش کر رہے ہیں اور سفید اونٹوں پر کجاوے باندھ کر ہر طرف کا سفر کر رہے ہیں یہ سب ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں، اِس لیئے مکے جا رہے ہیں۔ سچا جن اور جھوٹا جن دونوں ایک جیسے نہیں ہو سکتے لہٰذا تم سفر کر کے اُس ہستی کے پاس جاؤ جو بنی ہاشم میں چیدہ اور عمدہ ہیں اور ہدایت میں پہل کرنے والا دیر کرنے والے کی طرح نہیں ہوگا۔ بلکہ اس سے افضل ہوگا۔"

میں نے اُس جن سے کہا مجھے سونے دو مجھے شام سے بہت نیند آرہی ہے۔ اگلی رات وہ میرے پاس پھر آیا اور اُس نے پھر پاؤں مار کر کہا اے سواد بن قارب! اُٹھ اور میری بات سُن اور اگر تیرے اندر عقل ہے تو سمجھ لے کہ لؤی بن غالب میں ایک رسُول مبعوث ہُوا ہے جو اللہ اور اس کی عبادت کی دعوت دے رہا ہے پھر وہ یہ شعر پڑھنے لگا

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ تَخْيَارِهَا وَشَدِّهَا الْعِيْسَ بِاَكْوَارِهَا
تَهْوِيْ اِلٰى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدٰى مَا مُؤْمِنُوا الْجِنِّ كَكُفَّارِهَا
فَارْحَلْ اِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ بَيْنَ رَوَابِيْهَا وَ اَحْجَارِهَا

"مجھے اِس بات پر تعجب ہے کہ جنات حیران پریشان ہیں اور سفید اونٹوں پر کجاوے باندھ کر ہر طرف کا سفر کر رہے ہیں۔ یہ سب ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں اس لیئے مکے جا رہے ہیں۔ مومن جن کافر جن جیسے نہیں ہو سکتے لہٰذا تم سفر کر کے اُس ہستی کے پاس جاؤ جو بنی ہاشم میں چیدہ اور برگزیدہ ہیں اور مکہ کے ٹیلوں اور پتھروں کے درمیان رہتے ہیں۔"

میں نے اُس سے کہا مجھے سونے دو مجھے شام سے بہت نیند آرہی ہے۔ تیسری رات وہ پھر میرے پاس آیا اور پھر پاؤں مار کر کہا اے سواد بن قارب! اُٹھ اور میری بات سُن

اے اگر تیرے اندر عقل ہے تو سمجھ لے کہ لؤی بن غالب میں ایک رسول مبعوث ہُوا ہے جو اللہ کی اور اس کی عبادت کی دعوت دے رہا ہے پھر وہ یہ اشعار پڑھنے لگا۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَتَجْسَاسِهَا ‌ ‌ ‌ ‌ وَشَدِّهَا الْعِيْسَ بِاَحْلَاسِهَا

تَهْوِيْ اِلٰى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدٰى ‌ ‌ ‌ ‌ مَاخَيْرُ الْجِنِّ كَاَنْجَاسِهَا

فَارْحَلْ اِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ ‌ ‌ ‌ ‌ وَاسْمُ بِعَيْنَيْكَ اِلٰى رَاْسِهَا

"مجھے اِس بات پر تعجب ہے کہ جنات حق کو تلاش کر رہے ہیں اور سفید اُونٹوں پر کجاوے کے نیچے ٹاٹ رکھ کر ہر طرف کا سفر کر رہے ہیں یہ سب ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں، اِس لئے مکے جا رہے ہیں اور خیر والا جن ناپاک جن کی طرح نہیں ہو سکتا لہٰذا تم سفر کر کے اُس ہستی کے پاس جاؤ جو بنی ہاشم میں برگزیدہ ہیں اور آنکھیں بلند کر کے مکے کی چوٹی کی طرف دیکھو" چنانچہ میں اُٹھا اور میں نے کہا اللہ نے میرے دِل کو اچھی طرح جانچ لیا ہے یعنی جن کی بات صحیح معلوم ہوتی ہے اور میں اُونٹنی پر سوار ہو کر چل دیا پھر میں مدینہ آیا تو وہاں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنے صحابہؓ میں تشریف فرما تھے میں نے قریب جا کر عرض کیا میری درخواست بھی سُن لیں آپؐ نے فرمایا کہو میں نے یہ اشعار پڑھے

اَتَانِيْ نَجِيِّيْ بَعْدَ هَدْءٍ وَرَقْدَةٍ ‌ ‌ ‌ ‌ وَلَمْ يَكُ فِيْمَا قَدْ بَلَوْتُ بِكَاذِبٍ

ثَلَاثَ لَيَالٍ قَوْلُهُ كُلَّ لَيْلَةٍ ‌ ‌ ‌ ‌ اَتَاكَ رَسُوْلٌ مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ

فَشَمَّرْتُ عَنْ ذَيْلِ الْاِزَارِ وَوَسَّطَتْ ‌ ‌ ‌ ‌ بِيَ الذِّعْلِبُ الْوَجْنَاءُ غُبْرَ السَّبَاسِبِ

فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا شَيْءَ غَيْرُهُ ‌ ‌ ‌ ‌ وَاَنَّكَ مَاْمُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبٍ

وَاَنَّكَ اَدْنَى الْمُرْسَلِيْنَ وَسِيْلَةً ‌ ‌ ‌ ‌ اِلَى اللّٰهِ يَا ابْنَ الْاَكْرَمِيْنَ الْاَطَايِبِ

فَمُرْنَا بِمَا يَاْتِيْكَ يَا خَيْرَ مَنْ مَشٰى ‌ ‌ ‌ ‌ وَاِنْ كَانَ فِيْمَا جَاءَ شَيْبُ الذَّوَائِبِ

وَكُنْ لِيْ شَفِيْعًا يَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَةٍ ‌ ‌ ‌ ‌ سِوَاكَ بِمُغْنٍ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبٍ

" ابتدائی رات کے کچھ حصّے کے گزر جانے اور میرے کچھ سو لینے کے بعد مجھ سے سرگوشی کرنے والا جن میرے پاس تین رات آتا رہا اور جہاں تک میں نے اُسے آزمایا وہ جھُوٹا نہیں تھا اور ہر رات مجھ سے یہی کہتا رہا کہ تمہارے پاس ایک رسُول آیا ہے جو قبیلہ لؤی بن غالب میں سے ہے اس پر میں نے سفر کے لئے اپنی لنگی چڑھالی اور (میں نے سفر شروع کر دیا اور) تیز رفتار بڑے رُخساروں والی اُونٹنی مجھے لے کر ہموار اور وسیع غبار آلود میدانوں میں چلتی رہی۔ میں گواہی دیتا ہُوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی چیز (عبادت کے لائق) نہیں اور آپ غیب کی ہر بات کے بارے میں قابلِ اعتماد ہیں اور اے قابلِ احترام اور پاکیزہ لوگوں کے

بیٹے! آپ اللہ تک پہنچنے کے لئے تمام رسولوں میں سب سے زیادہ قریبی وسیلہ ہیں اور اے روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے اچھے! آپ ہمیں ان تمام اعمال کا حکم دیں جو آپ کے پاس اللہ کی طرف سے آرہے ہیں۔ ہم ان اعمال کو ضرور کریں گے چاہے ان اعمال کی محنت میں ہمارے بال سفید ہو جائیں اور آپ میرے اس دن سفارشی بن جائیں جس دن آپ کے علاوہ اور کوئی سفارشی سواد بن قارب کے کسی کام نہیں آسکتا۔" میرے اشعار سُن کر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور تمام صحابہ بہت زیادہ خوش ہوئے حتیٰ کہ ان سب کے چہروں میں خوشی نمایاں نظر آنے لگی۔ حضرت محمد بن کعب قُرظی راوی کہتے ہیں یہ قِصّہ سُنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُٹھ کر حضرت سوادؓ سے چمٹ گئے اور فرمایا میری دلی خواہش تھی کہ میں تم سے یہ سارا قِصّہ سُنوں۔ کیا اب بھی وہ جن تمہارے پاس آتا ہے؟ حضرت سوادؓ نے کہا جب سے میں نے قرآن پڑھنا شروع کیا ہے وہ نہیں آیا۔ اور اس جن کی جگہ اللہ کی کتاب نِعمَ البدل ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم ایک دن قریش کے ایک قبیلہ میں تھے جن کو آلِ ذَریح کہا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنا ایک بچھڑا ذبح کیا اور قصاب اُس کا گوشت بنا رہا تھا کہ اِتنے میں ہم سب نے بچھڑے کے پیٹ میں سے آواز سُنی اور بولنے والی کوئی چیز ہمیں نظر نہیں آرہی تھی وہ یہ کہہ رہا تھا اے آلِ ذَریح! یہ کامیابی والا کام ہے۔ ایک پُکارنے والا پکار کر فصیح زبان میں کہہ رہا ہے کہ وہ اِس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔[1] حضرت بَراء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت سواد بن قاربؓ نے فرمایا میں ہندوستان میں ٹھہرا ہوا تھا تو ایک رات میرا تابع جن میرے پاس آیا پھر سارے قِصّے کے بعد آخری اشعار سُنانے کے بعد یہ ہے کہ اشعار سُن کر حضورؐ اتنے ہنسے کہ آپؐ کے دندان مُبارک نظر آنے لگے اور آپؐ نے فرمایا اے سواد! تم کامیاب ہو گئے۔

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ کی دُوسری روایت میں ہے کہ حضرت سواد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جن کی باتوں سے میرے دِل میں اِسلام کی محبت بیٹھ گئی اور اسلام کا شوق پیدا ہو گیا۔ صبح کو میں نے اُونٹنی پر کجاوہ کسا اور مکہ کی طرف چل پڑا راستہ میں لوگوں نے بتایا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہجرت کر کے مدینہ جا چکے ہیں چنانچہ میں مدینہ چلا گیا اور وہاں جا کر حضورؐ کے بارے میں پُوچھا لوگوں نے بتایا کہ حضورؐ مسجد میں ہیں

[1] رواہ الحافظ ابو یعلی الموصلی وہذا منقطع من ہذا الوجہ ویشہد لہ روایۃ البخاری واخرجہ الخرائطی فی ہواتف الجان عن ابی جعفر محمد بن علی وابن عساکر عن سواد بن قارب والبراء رضی اللہ عنہما انتہی مختصرا من البدایۃ (ج ۲ ص ۳۳۲)

میں مسجد گیا اور اونٹنی کے پاؤں کو رسی باندھ کر اندر گیا تو حضورؐ تشریف فرما تھے اور لوگ آپ کے ارد گرد تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری درخواست سُن لیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا حضورؐ کے قریب آجاؤ۔ میں آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ حضورؐ کے سامنے پہنچ گیا تو حضورؐ نے فرمایا کہو اور تمہارا جن جو تمہارے پاس آتا رہا اُس کے بارے میں بتاؤ۔[1]

حضرت عباس بن مرداس سُلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے اسلام لانے کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ جب میرے والد مرداس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اُنہوں نے مجھے ضمار نامی اپنے بُت کے خیال رکھنے کی وصیت کی۔ میں نے اُس بُت کو ایک کمرے میں رکھ لیا اور روزانہ اُس کے پاس جانے لگا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو ایک دفعہ میں نے آدھی رات کو ایک آواز سُنی جس سے میں ڈر گیا اور چھلانگ لگا کر اُٹھا اور مدد لینے کے لیے ضمار کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ اُسی کے پیٹ میں سے آواز آرہی ہے اور وہ یہ اشعار کہہ رہا ہے

قُلْ لِلْقَبِیْلَۃِ مِنْ سُلَیْمٍ کُلِّھَا　　　ھَلَکَ الْاَنِیْسُ وَعَاشَ اَھْلُ الْمَسْجِدِ

اُوْدِیْ ضَمَارِ وَکَانَ یُعْبَدُ مُدَّۃً　　　قَبْلَ الْکِتَابِ اِلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ

اِنَّ الَّذِیْ وَرِثَ النُّبُوَّۃَ وَالْھُدٰی　　　بَعْدَ ابْنِ مَرْیَمَ مِنْ قُرَیْشٍ مُھْتَدٍ

"سارے قبیلہ سُلیم سے کہہ دو کہ بُت اور ان کے پوجنے والے مُردہ باد اور مسجد والے زندہ باد۔ ضمار بُت ہلاک ہوگیا اور نبی کریم حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس کتاب کے آنے سے پہلے اس کی عبادت کی جاتی تھی اور قبیلہ قریش کی جو ہستی (حضرت عیسیٰ) ابن مریم (علیہ السلام) کے بعد نبوت اور ہدایت کی وارث ہوئی ہے وہ ہدایت یافتہ ہے۔"

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں میں نے یہ ساری بات لوگوں سے چھپا کر رکھی اور کسی کو نہ بتائی جب کفار غزوۂ احزاب سے واپس آئے تو ایک مرتبہ میں ذاتِ عرق کے پاس مقام عقیق کے ایک کنارے پر اپنے اونٹوں میں سویا ہوا تھا میں نے ایک دم آواز سُنی (جس سے میری آنکھ کھل گئی) اور میں نے دیکھا کہ ایک آدمی شتر مرغ کے پر کے اُوپر بیٹھا ہوا کہہ رہا ہے وہ نور حاصل کرو جو منگل کی رات کو عضباء نامی اونٹنی والے پر بنو عنقاء کے بھائیوں کے علاقہ میں یعنی مدینہ میں اُترا ہے۔ اس کے جواب میں اُس کی بائیں جانب سے ایک غیبی آواز

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۶۰۸) واخرجہ الطبرانی ایضا عن محمد بن کعب لسیاق الحاکم کما فی المجمع (ج ۸ ص ۲۴۸) وقد اخرج الحدیث ایضا الحسن بن سفیان والبیہقی عن محمد بن کعب والبخاری فی التاریخ والبغوی والطبرانی عن سواد بن قارب والبیہقی عن البراء و ابن ابی خیثمہ والرویانی عن ابی جعفر الباقر وابن شاہین عن انس بن مالک کما بسط طرق ہؤلاء فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۹۶)

دینے والے نے یہ اشعار کہے

بَشِّرِ الْجِنَّ وَ اِبْلَاسَهَا　　اَنْ وَضَعَتِ الْمَطِیُّ اَحْلَاسَهَا

وَ كِلَاتِ السَّمَاءَ اَحْرَاسُهَا

"جنّات کو خبر دے دو کہ جنّات اِس وجہ سے حیران و پریشان ہیں کہ اُونٹنیوں نے اپنے پالان رکھ دیئے ہیں اور آسمان کے چوکیداروں نے آسمان کی حفاظت شروع کر دی ہے" حضرت عبّاسؓ کہتے ہیں میں خوفزدہ ہو کر ایک دم اُٹھا اور سمجھ گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (اللہ کے بھیجے ہُوئے) رسول ہیں چنانچہ میں گھوڑے پر سوار ہُوا اور بہت تیزی سے سفر کیا یہاں تک کہ میں حضورؐ کی خدمت میں پہنچ کر آپؐ سے بیعت ہو گیا پھر واپس آکر میں نے ضمار کو آگ سے جلا دیا میں دوبارہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور یہ اشعار آپ کو سُنائے

لَعَمْرُكَ اِنِّیْ یَوْمَ اَجْعَلُ جَاهِلًا　　ضِمَارًا لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ مُشَارِكَا

وَ تَرْكِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالْاَوْسُ حَوْلَهٗ　　اُولٰئِكَ اَنْصَارٌ لَهٗ مَا اَوْلَائِكَا

كَتَارِكِ سَهْلِ الْاَرْضِ وَالْحَزْنَ یَبْتَغِیْ　　لِیَسْلُكَ فِیْ وَعْثِ الْاُمُوْرِ الْمَسَالِكَا

فَاٰمَنْتُ بِاللّٰهِ الَّذِیْ اَنَا عَبْدُهٗ　　وَ خَالَفْتُ مَنْ اَمْسٰی یُرِیْدُ الْمَهَالِكَا

وَ وَجَّهْتُ وَجْهِیْ نَحْوَ مَكَّةَ قَاصِدًا　　اُبَایِعُ نَبِیَّ الْاَكْرَمِیْنَ الْمُبَارَكَا

نَبِیٌّ اَتَانَا بَعْدَ عِیْسٰی بِنَاطِقٍ　　مِنَ الْحَقِّ فِیْهِ الْفَصْلُ فِیْهِ كَذٰلِكَا

اَمِیْنٌ عَلَی الْفُرْقَانِ اَوَّلُ شَافِعٍ　　وَ اَوَّلُ مَبْعُوْثٍ یُجِیْبُ الْمَلَائِكَا

تَلَا فِیْ عُرَی الْاِسْلَامِ بَعْدَ انْتِقَاضِهَا　　فَاَحْكَمَهَا حَتّٰی اَقَامَ الْمَنَاسِكَا

عَنَیْتُكَ یَا خَیْرَ الْبَرِیَّةِ كُلِّهَا　　تَوَسَّطْتَ فِی الْفَرْعَیْنِ وَالْمَجْدِ مَالِكَا

وَ اَنْتَ الْمُصَفّٰی مِنْ قُرَیْشٍ اِذَا سَمَتْ　　عَلٰی ضُمْرِهَا تَبْقَی الْقُرُوْنَ الْمُبَارَكَا

اِذَا انْتَسَبَ الْحَیَّانِ كَعْبٌ وَ مَالِكٌ　　وَجَدْنَاكَ مَحْضًا وَالنِّسَاءَ الْعَوَارِكَا

"آپ کی زندگی کی قسم! جب میں جاہل تھا تو میں نے ضمار بُت کو ربّ العالمین کا شریک بنا رکھا تھا اور میں نے اللہ کے رسول کو چھوڑا ہُوا تھا اور قبیلہ اوس ہر وقت آپؐ کے چاروں طرف جاں نثار تھا یہ سب آپؐ کے مددگار بنے ہُوئے تھے اور یہ کیا ہی اچھے لوگ ہیں اور میری مثال اُس آدمی جیسی تھی جو نرم زمین کو چھوڑ کر سخت زمین کو تلاش کرے تاکہ مشکل کاموں کے راستے پر چلے پھر میں اُس اللہ پر ایمان لے آیا جس کا میں بندہ ہُوں اور میں نے اُس آدمی کی مُخالفت کی جو (ایمان چھوڑ کر) ہلاکت کے راستوں پر چلنا چاہتا ہے اور میں نے کریم لوگوں کے مُبارک نبیؐ سے بیعت ہونے کے ارادے سے

اپنا رُخ مکہ کی طرف کرلیا۔ عیسیٰ علیہ السّلام کے بعد ہمارے پاس ایسے نبیؐ آئے ہیں جو بولتا ہُوا حق یعنی قرآن لے کر آئے ہیں اور اس میں ایسی باتیں ہیں جن سے حق اور باطل جُدا جُدا ہو جاتا ہے اور واقعی اس میں ایسی باتیں ہیں حضورؐ قرآن کے امین ہیں اور (قیامت کے دِن) سب سے پہلے سفارش کریں گے اور سب سے پہلے اُٹھائے جائیں گے اور فرشتوں کو جواب دیں گے۔ اسلام کے رستے ٹوٹ چکے تھے آپؐ نے ان سب کو جوڑ دیا اور انہیں خُوب مضبُوط کیا اور سارے احکامِ الٰہی زندہ کر دیئے۔ اے ساری مخلوق میں سب سے بہترین شخص! آپ ہی میرے مقصُود ہیں آپؐ اگلوں پچھلوں میں اعلیٰ نسب والے ہیں اور قبیلہ مالک میں بزرگی میں سب سے آگے ہیں جب قریش بھُوک اور کمزوری کے باوجُود بلندیاں حاصل کر رہے ہیں تو آپؐ ان میں سے سب سے زیادہ صاف سُتھرے اور پاکیزہ ہیں اور آپؐ تمام زمانوں میں بابرکت رہیں گے جب قبیلہ کعب اور قبیلہ مالک اپنا اپنا نسب بیان کریں گے تو ہم آپؐ کو خالص نسب والا اور عورتوں کو گندا پائیں گے"[1] اور خرائطی کی روایت میں پہلے تین اشعار کے بعد یہ ہے کہ حضرت عبّاس بن مرداس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں خوفزدہ ہو کر نکلا اور اپنی قوم کے پاس آیا اور انہیں سارا قصّہ سنایا اور اپنی قوم بنو حارثہ کے تین سو آدمی لے کر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں مدینہ گیا اور وہاں جا کر مسجد میں داخل ہُوئے۔ جب حضورؐ نے مجھے دیکھا تو فرمایا اے عبّاسؓ! تمہارے اسلام لانے کی کیا صُورت ہُوئی؟ مَیں نے آپ کو سارا قصّہ سُنایا جس سے آپؐ بہت خوش ہُوئے اور یُوں مَیں اور میری قوم والے سب مسلمان ہو گئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے مبعُوث ہونے کی خبر مدینہ میں سب سے پہلے اس طرح ملی کہ مدینہ کی ایک عورت کا ایک جن تابع تھا ایک دفعہ وہ ایک سفید پرندے کی شکل میں آیا اور اس کی دیوار پر بیٹھ گیا اُس عورت نے اُس سے کہا تم نیچے کیوں نہیں آتے تاکہ ہم آپس میں باتیں کریں اور ایک دُوسرے کو حالات بتائیں۔ اُس نے کہا مکہ میں ایک نبیؐ مبعُوث ہُوئے ہیں جنہوں نے زنا کو حرام قرار دیا ہے اور ہمارا چین سکون چھین لیا ہے (پہلے ہم آسمان پر جا کر وہاں کی خبریں لے آتے تھے اب وہاں نہیں جا سکتے اِس لیئے پریشان ہیں)[2]

[1] اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۳۴) واخرجہ الخرائطی عن العباس بن مرداس مختصراً کما فی البدایۃ (ج ۲ ص ۳۴۱) ورواہ ابونعیم فی الدلائل کما فی البدایۃ (ج ۲ ص ۳۴۲) واخرجہ الطبرانی ایضاً بھذا الاسناد نحوہ قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۴۷) وفیہ عبداللہ بن عبدالعزیز اللیثی ضعفہ الجمہور ووثقہ سعید بن منصور وقال کان مالک یرضاہ ولبقیۃ رجالہ وثقوا۔ انتہی (۲) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۹) واخرجہ احمد والطبرانی فی الاوسط ورجالہ وثقوا کما قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۴۳) واخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۱۹) ایضاً نحوہ

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے بارے میں مدینہ میں سب سے پہلی خبر اِس طرح آئی کہ ایک عورت کا نام فاطمہ تھا اُس کے پاس ایک جن آیا کرتا تھا، چنانچہ ایک دِن وہ جن آیا اور دیوار پر کھڑا ہو گیا اُس عورت نے کہا تم نیچے کیوں نہیں آتے؟ اُس نے کہا نہیں اب وہ رسُول مبعوث ہو گئے ہیں جنہوں نے زنا کو حرام کر دیا ہے [1]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی بعثت سے پہلے ہم ایک تجارتی قافلہ میں مُلک شام گئے۔ جب ہم مُلک شام کی حدُود میں داخل ہو گئے تو وہاں ایک نجومی عورت ہمارے سامنے آئی اور اُس نے کہا کہ میرا (جن) ساتھی میرے دروازے پر آکر کھڑا ہو گیا میں نے کہا کیا تُو اندر نہیں آئے گا؟ اُس نے کہا اب اس کی کوئی صُورت نہیں ہے کیونکہ احمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ظہُور ہو گیا ہے اور ایسا حکم آگیا ہے جو میرے بس میں نہیں ہے۔ میں وہاں سے جب مکہ واپس آیا تو دیکھا کہ مکہ میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ظہور ہو چکا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی دعوت دے رہے ہیں [2]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک بڑے میاں نے جاہلیّت کا زمانہ پایا تھا انہیں ابن عیسیٰ کہا جاتا تھا غزوۂ رُوْدَس میں ہم اور وہ اکٹھے تھے (رُوْدَس مُلک شام کا ایک جزیرہ ہے) اُنہوں نے مجھے اپنا یہ واقعہ سُنایا کہ میں اپنے خاندان کی ایک گائے ہانکے جا رہا تھا کہ اِتنے میں میں نے اُس کے پیٹ میں سے یہ آواز سُنی اے آل ذَرِیح! ایک صاف اور واضح بات ہے کہ ایک آدمی بلند آواز سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ رہا ہے وہ بڑے میاں کہتے ہیں پھر ہم مکہ آئے تو ہم نے دیکھا کہ وہاں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ظہور ہو چکا ہے [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک کافر جن نے مکہ میں اَبُوقُبَیس پہاڑ پر آواز دی وہ نظر نہیں آ رہا تھا، اُس نے یہ اشعار کہے

قَبَّحَ اللّٰہُ رَأْیَ کَعْبِ بْنِ فِھْرٍ　　مَا أَرَقَّ الْعُقُوْلَ وَالْاَحْلَامِ

دِیْنُھَا أَنَّھَا یُعَنَّفُ فِیْھَا　　دِیْنُ أَبَائِھَا الْحُمَاۃِ الْکِرَامِ

حَالَفَ الْجِنُّ جِنَّ بُصْرٰی عَلَیْکُمْ　　وَرِجَالُ النَّخِیْلِ وَالْاٰطَامِ

ھَلْ کَرِیْمٌ لَّکُمْ لَہٗ نَفْسُ حُرٍّ　　مَاجِدُ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَعْمَامِ

یُوْشِکُ الْخَیْلُ اَنْ تَرَوْھَا تَھَادٰی　　تَقْتُلُ الْقَوْمَ فِیْ بِلَادِ التِّھَامِ

(1) اخرجہ الواقدی کذا فی البدایۃ (ج ۲ ص ۳۳۴) (۲) اخرجہ الواقدی عن عاصم بن عمر کذا فی البدایۃ (ج ۲ ص ۳۳۸) و اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۹) من طریق الواقدی نحوہ (۳) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۴۳) رجالہ ثقات

ضَارِبُ ضَرْبَةً تَكُوْنُ نَكَالًا وَرَوَاحًا مِنْ كُرْبَةٍ وَاغْتِمَامِ

"کعب بن فہر یعنی قریش کی رائے کو اللہ بُرا کرے اُن کی عقل اور سمجھ کس قدر کمزور ہے (قریش میں جو مسلمان ہو چکے ہیں) انکا دین یہ ہے کہ وہ اپنے حفاظت کرنے والے بزرگ آباؤ اجداد کے دین یعنی بُت پرستی کو بُرا بھلا کہتے ہیں بُصریٰ کے جنات نے اور کھجور کے درختوں اور قلعوں کے علاقہ یعنی مدینہ کے رہنے والے انصار نے (اسلام لاکر اور اسے پھیلانے کی محنت کرکے) عام جنات کی مُخالفت کی ہے اور اس طرح تمہیں نقصان پہنچایا ہے کیا تم میں ایسا با اخلاق آدمی نہیں ہے جو شریف النفس ہو اور جس کے والدین اور سارے چچا بزرگی والے ہوں؟ عنقریب تم گھوڑوں والا لشکر دیکھو گے جو ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہے ہوں گے اور تہامہ کے علاقہ میں (مسلمانوں کی) اس قوم کو قتل کریں گے اور مسلمانوں پر تلواروں سے ایسی ضرب لگائیں گے جس میں ان کے لیے عبرتناک سزا ہوگی اور تمہارے لیئے بے چینی اور غم سے راحت ہوگی (یہ کافر جن مشرکوں کو جھوٹی خوشخبری دے رہا ہے)۔"

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ بات سارے مکہ میں پھیل گئی اور مشرکین ایک دوسرے کو یہ اشعار سُنانے لگے اور ایمان والوں کو مزید ایذاء دینے اور مار ڈالنے کے ارادے کرنے لگے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک شیطان تھا جس نے لوگوں سے بُتوں کے بارے میں بات کی ہے اُسے مِسْعَر کہا جاتا ہے اللہ اُسے رُسوا کریں گے، چنانچہ تین دن گزرنے کے بعد اُسی پہاڑ پر ایک غیبی آواز دینے والے نے یہ اشعار پڑھے

نَحْنُ قَتَلْنَا مِسْعَرًا لَمَّا طَغَىٰ وَاسْتَكْبَرَا
وَسَفَّهَ الْحَقَّ وَسَنَّ الْمُنْكَرَا قَنَّعْتُهُ سَيْفًا جَرُوْفًا مُبْتِرًا
بِشَتْمِهِ نَبِيَّنَا الْمُطَهَّرَا

"جب مِسْعَر نے سرکشی اور تکبّر کیا اور حق کو بیوقوفی کی چیز بتایا اور مُنکر چیز کو چلایا تو ہم نے اُسے قتل کر دیا۔ میں نے ایسی تلوار سے اُس کے سر پر وار کیا جو کام پُورا کر دینے والی اور ٹکڑے ٹکڑے کرنے والی ہے۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے کیا کہ اس نے ہمارے پاک نبیؐ کی شان میں بُرے کلمات استعمال کیئے تھے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک قوی ہیکل جن تھا جسے سَمْحَج کہا جاتا تھا میں نے اس کا نام عبداللہ رکھا تھا یہ مجھ پر ایمان لایا تھا اس نے مجھے بتایا کہ وہ مِسْعَر کو تین دن سے تلاش کر رہا تھا اس پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عرض

کیا یا رسول اللہ! اللہ اسے جزائے خیر دے۔[1]

حضرت عبداللہ بن محمود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ قبیلہ خثعم کے چند آدمی کہتے تھے کہ جن باتوں کی وجہ سے ہمیں اسلام کی دعوت ملی ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ ہم بُت پرست قوم تھے ایک دن ہم لوگ اپنے ایک بُت کے پاس تھے کہ کچھ لوگ اس بُت کے پاس اپنا ایک فیصلہ لے کر آئے انہیں اُمید تھی کہ جس بات میں ہمارا اختلاف ہو رہا ہے اس کا حل ہمیں اس بُت سے مل جائے گا کہ اتنے میں ایک غیبی آواز دینے والے نے انہیں آواز دے کر کہا

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ذَوُوْ الْأَجْسَامِ	مِنْ بَيْنِ أَشْيَاخٍ إِلَىٰ غُلَامِ
مَا أَنْتُمْ وَطَائِشُ الْأَحْلَامِ	وَمُسْنِدُ الْحُكْمِ إِلَى الْأَصْنَامِ
أَكُلُّكُمْ فِيْ حَيْرَةٍ نِيَامِ	أَمْ لَا تَرَوْنَ مَا الَّذِيْ أَمَامِ
مِنْ سَاطِعٍ يَجْلُوْ دُجَى الظَّلَامِ	قَدْ لَاحَ لِلنَّاظِرِ مِنْ تِهَامِ
ذَاكَ نَبِيٌّ سَيِّدُ الْأَنَامِ	قَدْ جَاءَ بَعْدَ الْكُفْرِ بِالْإِسْلَامِ
أَكْرَمَهُ الرَّحْمَانُ مِنْ إِمَامِ	وَمِنْ رَسُوْلٍ صَادِقِ الْكَلَامِ
أَعْدَلُ ذِيْ حُكْمٍ مِنَ الْأَحْكَامِ	يَأْمُرُ بِالصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ
وَالْبِرِّ وَالصِّلَاتِ لِلْأَرْحَامِ	وَيَزْجُرُ النَّاسَ عَنِ الْآثَامِ
وَالرِّجْسِ وَالْأَوْثَانِ وَالْحَرَامِ	مِنْ هَاشِمٍ فِيْ ذِرْوَةِ السَّنَامِ

مُسْتَعْلِنًا فِي الْبَلَدِ الْحَرَامِ

"اے جسم والے انسانو! اے بُوڑھے بچے چھوٹے بڑے تمام انسانو! تم بالکل بے عقل ہو اور اپنے فیصلے تم نے بُتوں کے سپرد کر رکھے ہیں کیا تم سب حیرت میں سوئے ہوئے ہو؟ کیا تمہیں وہ چیز نظر نہیں آرہی جو میرے سامنے ہے؟ وہ ایک روشن نور ہے جو اندھیرے کی اندھیری کو بھی دُور کر رہا ہے۔ وہ نور دیکھنے والوں کے لئے تہامہ کے پہاڑوں سے ظاہر ہو رہا ہے۔ یہ وہ نبیؐ ہیں جو تمام مخلوق کے سردار ہیں اور کفر کے بعد اسلام لے کر آئے ہیں رحمان نے ان کا خاص اکرام فرمایا ہے۔ یہ امام، رسُول، سچی گفتگو والے اور سب سے زیادہ انصاف والا فیصلہ کرنے والے ہیں وہ نماز، روزے، نیکی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں اور لوگوں کو گناہوں سے، پلیدی سے، بُتوں سے اور حرام کاموں سے روکتے ہیں اور وہ قبیلہ بنو ہاشم

(۱) اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۳۰) واخرجہ الاموی فی مغازیہ عن ابن عباس نحوہ کما فی البدایۃ (ج ۲ ص ۳۴۸) واخرجہ الفاکہی فی کتاب مکۃ عن ابن عباس عن عامر بن ربیعۃ ومن طریق حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف عن ابیہ نحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۷۸)

میں سے ہیں اور سب سے اعلیٰ نسب والے ہیں اور اللہ کے قابلِ احترام شہر مکہ میں وہ یہ سارے کام عَلَی الْاِعلان کر رہے ہیں۔"
جب ہم نے یہ سُنا تو ہم اس بُت کے پاس سے اُٹھ کر آگئے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔[1]

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مبعوث ہوئے اُس وقت میں شام میں تھا میں اپنی کسی ضرورت سے سفر میں نکلا تو مجھے راستہ میں رات آگئی۔ میں نے کہا میں آج رات اس وادی کے بڑے سردار (جنّ) کی پناہ میں ہوں (زمانہ جاہلیت میں عربوں کا خیال تھا کہ ہر جنگل اور ہر وادی پر کسی جنّ کی حکومت ہوتی ہے) جب میں بستر پر لیٹا تو ایک مُنادی نے آواز لگائی۔ وہ مجھے نظر نہیں آرہا تھا اُس نے کہا تم اَللہ کی پناہ مانگو کیونکہ جنات اللہ کے مقابلہ میں کسی کو پناہ نہیں دے سکتے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! تم کیا کہہ رہے ہو؟ اُس نے کہا اَن پڑھوں میں اللہ کی طرف سے آنے والے رسُولؐ ظاہر ہو چکے ہیں۔ ہم نے (مکہ میں) حَجُون مقام پر اُن کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور ہم مُسلمان ہو گئے ہیں اور ہم نے ان کا اِتباع اختیار کر لیا ہے اور اب جنات کے تمام مکر و فریب ختم ہو گئے ہیں اب (وہ آسمان پر جانا چاہتے ہیں تو) ان کو ستارے مارے جاتے ہیں تم محمّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس جاؤ جو رَبُّ العٰلَمِین کے رسُول ہیں اور مُسلمان ہو جاؤ۔ حضرت تمیمؓ کہتے ہیں میں صُبح کو دَیرِ ایّوب بستی میں گیا اور وہاں ایک پادری کو سارا قصّہ سُنا کر اُس سے اِس کے بارے میں پُوچھا اُس نے کہا جنات نے تم سے سچ کہا ہے وہ نبی حرم (مکہ) میں ظاہر ہوں گے اور ہجرت کر کے حرم (مدینہ) جائیں گے۔ وہ تمام انبیاءؑ سے بہتر ہیں کوئی اَور تُم سے پہلے اُن تک نہ پہنچ جائے، اِس لیئے جلدی جاؤ۔ حضرت تمیمؓ کہتے ہیں میں ہمّت کر کے چل پڑا اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر مُسلمان ہو گیا۔[2]

حضرت واثلہ بن اَسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت حَجاج بن عِلاط بَہزی سُلَمی رضی اللہ عنہ کے مُسلمان ہونے کی صُورت یہ ہُوئی کہ وہ اپنی قوم کے کچھ سواروں کے ساتھ مکہ کے ارادے سے نکلے رات کو یہ لوگ ایک وحشت ناک اور خوفناک وادی میں پہنچے تو گھبرا گئے ان کے ساتھیوں نے ان سے کہا اے ابوکلاب! (یہ حضرت حجاج کی کُنیت ہے) اٹھو اور اپنے لیئے اور اپنے ساتھیوں کے لیئے (اس وادی کے سردار جن سے) امن مانگو حضرت حجاجؓ نے کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے:۔

(۱) اخرجہ الخرائطی کذا فی البدایۃ (ج ۲ ص ۳۴۲) واخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۳۳) عن رجل من خثعم نحوہ مختصرا
(۲) اخرجہ ابو نعیم کذا فی البدایۃ (ج ۲ ص ۳۵۰)

أُعِيْذُ نَفْسِيْ وَ أُعِيْذُ صَحْبِيْ　　مِنْ كُلِّ جِنِّيٍّ بِهٰذَا النَّقْبِ
حَتّٰى أَؤُوْبَ سَالِمًا وَ رَكْبِيْ

"میں اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو ہر اس جن سے پناہ دیتا ہوں جو اس پہاڑی راستے میں موجود ہے تاکہ میں اور میرے سوار ساتھی صحیح سالم اپنے گھر واپس پہنچ جائیں۔"
اس کے بعد حضرت حجاج نے کسی نظر نہ آنے والے کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنایا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ أَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ (سورت رحمان آیت ۳۳) "اے گروہ جن اور انسان کے! اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمان اور زمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ تو (ہم بھی دیکھیں) نکلو مگر بدون زور کے نہیں نکل سکتے (اور زور ہے نہیں پس نکلنے کا وقوع بھی محتمل نہیں)" جب یہ لوگ مکہ پہنچے تو انہوں نے قریش کی ایک مجلس میں یہ بات بتائی قریش نے کہا اے ابوکلاب! آپ ٹھیک کہہ رہے ہو، اللہ کی قسم! یہ کلام بھی اسی کلام میں سے ہے جس کے بارے میں محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان پر یہ کلام اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے حضرت حجاجؓ نے کہا اللہ کی قسم! خود میں نے بھی سنا ہے اور میرے ساتھ ان لوگوں نے بھی سنا ہے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اتنے میں عاصی بن وائل آیا لوگوں نے اس سے کہا اے ابوہشام! ابوکلاب جو کہہ رہا ہے کیا آپ نے وہ نہیں سنا؟ اس نے پوچھا ابوکلاب کیا کہہ رہا ہے؟ لوگوں نے اسے ساری بات بتائی اس نے کہا آپ لوگ اس پر تعجب کیوں کر رہے ہیں؟ جس جنّ نے ان کو وہاں یہ کلام سنایا ہے وہی جنّ یہ کلام محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کی زبان پر جاری کرتا ہے۔ حضرت حجاجؓ کہتے ہیں عاصی کی اس بات کی وجہ سے میرے ساتھی میری رائے سے یعنی اسلام لانے سے رک گئے لیکن اس سب سے میری بصیرت میں اضافہ ہوا (پھر ہم لوگ اپنے علاقہ میں واپس آ گئے) ایک عرصہ کے بعد میں نے حضورؐ کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ مکہ سے مدینہ تشریف لے جا چکے ہیں میں اونٹنی پر سوار ہو کر چل دیا اور مدینہ حضورؐ کی خدمت میں پہنچ گیا اور میں نے وادی میں جو سنا تھا وہ حضورؐ کو بتایا حضورؐ نے فرمایا اللہ کی قسم! تم نے حق بات سنی ہے اللہ کی قسم! یہ اسی کلام میں سے ہے جو میرے رب نے مجھ پر نازل کیا ہے۔ اے ابوکلاب! تم نے حق بات سنی ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ مجھے اسلام سکھا دیں۔ حضورؐ نے مجھ سے کلمۂ اخلاص کی گواہی طلب فرمائی اور فرمایا اب تم اپنی قوم کے پاس جاؤ اور انہیں ان تمام باتوں کی دعوت دو جن کی میں نے تمہیں دعوت دی ہے کیونکہ یہ حق ہیں۔[1]

[1] اخرجه ابن ابی الدنیا فی ہواتف الجان وابن عساکر وفیہ ایوب بن سوید ومحمد بن عبد اللہ اللیثی ضعیفان کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۱۶۳)

حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کچھ لوگ مکہ کے ارادے سے چلے اور راستہ سے بھٹک گئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اب تو موت آنے والی ہے تو انہوں نے کفن پہنے اور مرنے کے لیئے لیٹ گئے اتنے میں درختوں کے بیچ میں سے ایک جن نکل کر ان کے پاس آیا اور کہنے لگا میں اُن لوگوں میں سے اکیلا باقی رہ گیا ہوں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھتے ہوئے سُنا تھا میں نے حضورؐ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سُنا کہ مؤمن مؤمن کا بھائی ہے اور سفر میں آگے جا کر حالات معلوم کر کے اسے بتلانے والا ہے اور راستہ بھٹک جانے کی صورت میں اسے راستہ بتانے والا ہے اسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا۔ یہ ہے پانی اور یہ ہے تمہارا راستہ پھر اُس نے انہیں پانی کی جگہ بتائی اور راستہ دکھایا[1]

قبیلہ بنو سہم بن مُرّہ کے سعید بن شُتَیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے والدگرامی نے مجھے یہ واقعہ بیان کیا کہ عُیَینہ بن حِصن جو لشکر خیبر کے یہودیوں کی مدد کے لیئے لے کر گیا تھا میں بھی اس لشکر میں تھا ہم نے عُیَینہ کے لشکر میں یہ آواز سُنی اے لوگو! اپنے گھر والوں کی خبر لو دُشمن نے ان پر حملہ کر دیا ہے۔ یہ سُنتے ہی سارے لشکر والے واپس چلے گئے ایک دُوسرے کا انتظار بھی نہیں کیا ہمیں اس آواز کا کچھ پتہ نہ چلا کہ کہاں سے آئی تھی اس لیئے ہمیں یقین ہے کہ یہ آواز آسمان سے آئی تھی[2]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے لیئے جنات اور شیاطین کا مسخر ہونا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا ایک شیطان میرے سامنے آیا میں نے اُس کا گلا پکڑ کر اس زور سے گھونٹا کہ اُس کی زبان باہر نکل آئی اور اپنے انگوٹھے پر مجھے اُس کی زبان ٹھنڈک محسوس ہونے لگی اللہ تعالیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام پر رحم فرمائے اگر اُن کی دُعا نہ ہوتی تو وہ شیطان بندھا ہوا ہوتا اور تم سب اسے دیکھتے[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات ایک سرکش جن چھوٹ کر میرے پاس نماز خراب کرنے آگیا اللہ نے مجھے اُسے پکڑنے کی قدرت دے دی۔ میں نے اُسے پکڑ لیا میرا ارادہ ہوا کہ میں اسے مسجد کے کسی ستون سے باندھ دُوں تاکہ صبح کو آپ سب لوگ اسے دیکھ لیں لیکن مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام

(۱) اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۸۸) (۲) اخرجہ البغوی کذا فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۱۹۲) (۳) اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۳۰)

کی یہ دُعا یاد آگئی رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ (سُورت ص آیت ۳۵) "اے میرے ربّ! میرا (پچھلا) قصور مُعاف کر اور (آئندہ کے لیئے) مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا (میرے زمانے میں) کسی کو میسّر نہ ہو۔" آپؐ نے فرمایا میں نے اسے ذلیل اور رُسوا کر کے واپس کر دیا[1] حضرت اَبُوالدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ ہے کہ اگر ہمارے بھائی حضرت سلیمانؑ کی دُعا نہ ہوتی تو وہ صبح کو بندھا ہُوا ہوتا اور مدینہ والوں کے بچے اس سے کھیل رہے ہوتے۔

حضرت بُرَیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی کہ حضرت مُعاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ نے حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے زمانے میں شیطان کو پکڑا تھا میں حضرت مُعاذؓ کے پاس گیا اور میں نے کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپؓ نے حضورؐ کے زمانے میں شیطان کو پکڑا تھا۔ انہوں نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے صدقہ کی کھجُوریں جمع کر کے مجھے دیں میں نے وہ کھجُوریں اپنے ایک کمرے میں رکھ دیں۔ مجھے روزانہ ان کھجُوروں میں کمی نظر آتی تھی میں نے حضورؐ سے اس کی شکایت کی حضورؐ نے فرمایا یہ شیطان کا کام ہے تم اس کی گھات لگاؤ، چُنانچہ میں رات کو اس کی گھات میں بیٹھا جب کچھ رات گُزر گئی تو شیطان ہاتھی کی صُورت میں آیا۔ جب دروازے کے پاس پہنچا تو شکل بدل کر دروازے کی دَرزوں سے اندر داخل ہو گیا اور کھجُوروں کے پاس جاکر انہیں لقمہ بنا کر کھانے لگ گیا میں نے اپنے کپڑے اچھی طرح سے باندھے اور جاکر اسے درمیان سے پکڑ لیا اور میں نے کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اے اللہ کے دشمن! تو آکر صدقہ کی کھجُوروں میں سے لے رہا ہے، حالانکہ فقرا صحابہؓ تجھ سے زیادہ ان کھجُوروں کے حقدار ہیں۔ میں تجھے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے پاس لے جاؤں گا وہ تجھے رُسوا کریں گے۔ اُس نے مجھ سے عہد کیا کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گا۔ میں صُبح حضورؐ کی خدمت میں گیا حضورؐ نے فرمایا تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا اُس نے مجھ سے عہد کیا کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گا۔ حضورؐ نے فرمایا وہ ضرور آئے گا، اس لیئے اس کی گھات لگانا، چُنانچہ میں نے دُوسری رات بھی اس کی گھات لگائی تو اُس نے پہلی رات کی طرح پھر کیا میں نے بھی اُس کے ساتھ وہی مُعاملہ کیا اُس نے پھر مجھ سے عہد کیا کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گا اس پر میں نے اُسے چھوڑ دیا اور میں صبح صبح بتانے کے لیئے حضورؐ کی خدمت میں گیا تو حضورؐ کا اعلانچی یہ اعلان کر رہا تھا مُعاذ کہاں ہے؟ (میں حضورؐ کی خدمت میں گیا) حضورؐ نے مجھ سے فرمایا اے مُعاذ! تمہارے قیدی کا کیا ہُوا؟ میں نے سارا

[1] عند ابی نعیم ایضا واخرجہ ایضا عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ مطولا۔

قصہ بتایا۔ حضورؐ نے فرمایا وہ ضرور آئے گا تم اُس کی گھات میں رہنا۔ میں تیسری رات پھر اُس کی گھات میں بیٹھا تو اُس نے اسی طرح کیا میں نے بھی اُس کے ساتھ اسی طرح کیا اور پکڑ کر اُس سے کہا اے اللہ کے دشمن! تو دو دفعہ مجھ سے عہد کر چکا ہے اب تیسری مرتبہ ہے میں تجھے حضورؐ کی خدمت میں ضرور لے جاؤں گا وہ تجھے رُسوا کریں گے اُس نے کہا میں عیالدار شیطان ہوں اور نصیبین سے آپ کے پاس آتا ہوں (جو کہ ملک شام کی ایک جگہ ہے) اگر مجھے ان کھجوروں کے علاوہ کچھ اور مل جاتا تو میں آپ کے پاس نہ آتا۔ ہم آپ کے اسی شہر میں رہا کرتے تھے لیکن جب آپ کے حضرتؐ مبعوث ہوئے اور ان پر دو آیتیں نازل ہوئیں تو ان آیتوں نے ہمیں یہاں سے بھگا دیا اور ہم جا کر نصیبین رہنے لگے۔ اور جس گھر میں یہ دونوں آیتیں پڑھی جاتی ہیں اُس گھر میں شیطان تین دن تک داخل نہیں ہوتا۔ اگر آپ مجھے چھوڑ دیں تو میں آپ کو وہ دونوں آیتیں سکھا دوں گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ اُس نے کہا آیت الکرسی اور سورۃ البقرہ کی آخری آیات اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے لے کر آخر تک پھر میں نے اسے چھوڑ دیا اور صبح حضورؐ کو بتانے کے لئے گیا تو حضورؐ کا اعلانچی اعلان کر رہا تھا کہ معاذ بن جبل کہاں ہے؟ جب میں آپؐ کی خدمت میں پہنچا تو آپؐ نے فرمایا تمہارے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے کہا اُس نے مجھ سے عہد کیا کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گا اور اُس نے جو کچھ کہا تھا وہ بھی میں نے حضورؐ کو بتایا۔ حضورؐ نے فرمایا خبیث ہے تو جھوٹا لیکن اس دفعہ اُس نے تم سے سچی بات کہی ہے۔ حضرت معاذؓ کہتے ہیں میں بعد میں یہ آیتیں پڑھنے لگ گیا تو پھر کھجوروں کا کم ہونا ختم ہو گیا۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے صدقۂ فطر کی حفاظت میرے ذمہ لگائی۔ ایک دن ایک آدمی آکر اُس میں سے لپیں بھر کر لینے لگا۔ میں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا میں تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ضرور لے جاؤں گا۔ اُس نے کہا میں محتاج ہوں اور مجھ پر بچوں کی ذمہ داری ہے اور مجھے بہت ہی زیادہ ضرورت ہے۔ میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ صبح کو حضورؐ نے فرمایا اے ابوہریرہ! آج رات تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! اُس نے سخت ضرورت مند ہونے اور اہل و عیال کی شکایت کی مجھے اُس پر ترس آگیا میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ حضورؐ نے فرمایا غور سے سُن لو! اُس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا چونکہ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ وہ پھر

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۳۲۲) رواہ الطبرانی عن شیخہ یحیی بن عثمان بن صالح وہو صدوق اِنْ شاء اللّٰہ کما قال الذہبی قال ابن ابی حاتم وقد تکلموا فیہ وبقیۃ رجالہ وثقوا۔ انتہی واخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۱۷) عن ابی الاسود الدؤلی عن معاذ نحوہ

آئے گا اس لئے مجھے یقین ہوگیا کہ وہ ضرور آئے گا میں اُس کی گھات میں بیٹھ گیا وہ آکر لپیں بھر بھر لینے لگ گیا۔ میں نے اُسے پکڑ کر کہا میں تمہیں حضورؐ کے پاس ضرور لے جاؤں گا اُس نے کہا مجھے چھوڑ دو کیونکہ میں محتاج ہوں بہت سے بچوں کی مجھ پر ذمہ داری ہے اب میں دوبارہ نہیں آؤں گا۔ مجھے اُس پر پھر ترس آگیا، اس لئے میں نے اُسے چھوڑ دیا صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے ابو ہریرہؓ! تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے کہا یا رسول اللہ اس نے سخت ضرورتمند ہونے کی اور بچوں کی شکایت کی مجھے اس پر ترس آگیا میں نے اسے چھوڑ دیا۔ حضورؐ نے فرمایا غور سے سن لو! اس نے تم سے جھوٹ کہا ہے وہ پھر آئے گا چونکہ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ وہ پھر آئے گا، اس لئے میں سمجھ گیا کہ وہ پھر ضرور آئے گا۔ میں اُس کی گھات میں بیٹھ گیا وہ آکر پھر لپیں بھر کر لینے لگا۔ میں نے اُسے پکڑ کر کہا میں تمہیں حضورؐ کے پاس ضرور لے جاؤں گا دو دفعہ تم کہہ چکے ہو کہ دوبارہ نہیں آؤں گا لیکن تم پھر آجاتے ہو۔ اب یہ تیسری مرتبہ ہے اور آخری مرتبہ ہے۔ اُس نے کہا مجھے اب چھوڑ دو میں تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں گا جن سے اللہ تمہیں نفع پہنچائے گا۔ جب تم بستر پر لیٹا کرو تو آیۃ الکرسی اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ آخر تک پڑھا کرو تو صبح تک اللہ کی طرف سے تمہارے لئے ایک حفاظت کرنے والا فرشتہ مقرر رہے گا اور صبح تک کوئی شیطان تمہارے قریب نہیں آسکے گا میں نے اُس کا راستہ چھوڑ دیا۔ صبح حضورؐ نے مجھ سے فرمایا تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے کہا اُس نے کہا تھا کہ وہ مجھے چند ایسے کلمات سکھائے گا جن سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دیں گے آپؐ نے فرمایا غور سے سنو بہ ہے تو وہ جھوٹا لیکن تم سے اس نے بات سچی کہی ہے اور تم جانتے ہو کہ تم تین راتوں سے کس سے باتیں کر رہے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ ایک شیطان ہے۔[1]

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرا ایک طاق تھا جس میں کھجوریں رکھی رہتی تھیں ایک بھوتنی آکر ان میں سے کھجوریں لے جایا کرتی تھی میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔ حضورؐ نے فرمایا جاؤ جب تم اسے دیکھو تو کہنا بسم اللہ حضورؐ تمہیں بلا رہے ہیں اُن کے پاس چلو! میں نے اُسے پکڑ لیا تو اُس نے قسم کھائی کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گی پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا[2] اور اسی تیسری جلد میں صفحہ ۴۰۷ پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اسی جیسی حدیث گزر چکی ہے۔

---

(۱) اخرجہ البخاری کذا فی المشکوٰۃ (ص ۱۸۵) (۲) اخرجہ ترمذی کما فی الترغیب (ج ۳ ص ۳۲) قال الترمذی حدیث حسن غریب واخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۱۴) عن ابی ایوب بمعناہ واخرجہ الطبرانی عن ابی اسید الساعدی رضی اللہ عنہ بمعنیٰ حدیث ابی ایوب قال الہیثمی (ج ۶ ص ۳۲۳) ورجالہ وثقوا کلھم وفی بعضھم ضعف۔

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابیؓ کو ایک شیطان ملا تو انہوں نے اس شیطان سے کشتی کی اور اسے گرا کر اس کے انگوٹھے کو دانتوں سے کاٹا اس شیطان نے کہا مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایسی آیت سکھاؤں گا کہ ہم میں سے جو بھی اس آیت کو سنتا ہے وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے۔ اس مسلمان نے اسے چھوڑ دیا تو شیطان نے وہ آیت سکھانے سے انکار کر دیا۔ اس مسلمان نے اس سے پھر کشتی کی اور اسے گرا کر اس کے انگوٹھے کو کاٹا اور اسے کہا مجھے وہ آیت بتا (اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں بتاؤں گا مسلمان نے اسے چھوڑ دیا لیکن) اس نے بتانے سے انکار کر دیا جب مسلمان نے تیسری مرتبہ اسے کشتی میں گرا دیا تو اس شیطان نے کہا یہ سورت بقرہ کی آیت اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ آخر تک ہے۔ حضرت عبداللہؓ سے کسی نے پوچھا اے ابو عبدالرحمٰن! وہ مسلمان کون تھا؟ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا حضرت عمرؓ کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابیؓ کو ایک جن ملا انہوں نے اس جن سے کشتی لڑی اور اسے گرا دیا جن نے ان سے کہا دوبارہ کشتی لڑو دوبارہ کشتی ہوئی تو پھر انہوں نے اس کو گرا دیا ان صحابیؓ نے اس جن سے کہا تم مجھے دبلے پتلے نظر آرہے ہو اور تمہارا رنگ بھی بدلا ہوا ہے اور تمہارے بازو کتے کے بازوؤں کی طرح چھوٹے چھوٹے ہیں تو کیا تم سب جن ایسے ہی ہوتے ہو یا ان میں سے تم ہی ایسے ہو؟ اس جن نے کہا نہیں اللہ کی قسم میں تو ان میں بڑے جسم والا اور طاقتور ہوں آپ مجھ سے تیسری مرتبہ کشتی کرو اگر اس دفعہ آپ نے مجھے گرا دیا تو میں آپ کو ایسی چیز سکھاؤں گا جس سے آپ کو فائدہ ہوگا چنانچہ تیسری مرتبہ کشتی ہوئی تو اس مسلمان نے اس کو پھر گرا دیا اور اس سے کہا لاؤ مجھے سکھاؤ اس جن نے کہا کیا آپ آیت الکرسی پڑھتے ہیں؟ اس مسلمان نے کہا جی ہاں اس جن نے کہا آپ اس آیت کو جس گھر میں پڑھیں گے اس گھر سے شیطان نکل جائے گا اور نکلتے ہوئے گدھے کی طرح اس کی ہوا خارج ہو رہی ہوگی اور صبح تک پھر اس گھر میں نہیں آئے گا۔ حاضرین میں سے ایک آدمی نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کون سے صحابی تھے؟ اس سوال پر چیں بہ جبیں ہو کر حضرت عبداللہؓ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کون ہو سکتا ہے؟[2]

(۱) اخرجہ الطبرانی (۲) عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۷۱) رواہما الطبرانی باسنادین ورجال الروایۃ الثانیۃ رجال الصحیح الا ان الشعبی لم یسمع من ابن مسعود ولکنہ ادرکہ ورواۃ الطریق الاولیٰ فیہم المسعودی وہو ثقۃ ولکنہ اختلط فان لنا صحۃ روایۃ المسعودی بروایۃ الشعبی واللہ اعلم۔ انتہی واخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۳۱) من طریق عاصم عن زر عن عبداللہ بمعناہ۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمیں یہ بتایا جاتا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں شیاطین زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے جب وہ شہید ہو گئے تو پھر یہ آزاد ہو کر پھیل گئے۔[1]

حضرت عامر بن عبداللہ بن الزبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما قریش کے سواروں کی ایک جماعت کے ساتھ عمرہ سے واپس آرہے تھے جب یناصب پہاڑ کے پاس پہنچے تو انہیں ایک درخت کے پاس ایک آدمی نظر آیا حضرت ابن زبیرؓ اپنے ساتھیوں سے آگے بڑھ کر اُس آدمی کے پاس پہنچے اور اُسے سلام کیا اس آدمی نے ان کی پرواہ نہ کی اور ہلکی آواز سے سلام کا جواب دیا۔ حضرت ابن زبیرؓ سواری سے نیچے اُترے اس پر اُس آدمی نے کوئی اثر نہ لیا اور اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلا۔ حضرت ابن زبیرؓ نے کہا سائے سے پرے ہٹ جاؤ تو وہ ناگواری کے ساتھ ایک طرف ہٹ گیا۔ حضرت ابن زبیرؓ فرماتے ہیں میں وہاں بیٹھ گیا اور میں نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر کہا تُو کون ہے؟ اُس نے کہا میں جن ہوں۔ اُس کے یہ کہتے ہی (غصہ کی وجہ سے) میرے جسم کا ہر بال کھڑا ہو گیا۔ میں نے اُسے زور سے کھینچ کر کہا تم جن ہو کر اس طرح میرے سامنے آتے ہو۔ اب جو میں نے غور سے دیکھا تو اُس کے پاؤں جانوروں جیسے تھے۔ میں نے جو ذرا زور دکھایا تو وہ نرم پڑ گیا میں نے اُسے ڈانٹا اور کہا تم ذمّی ہو کر میرے سامنے آئے ہو وہ وہاں سے بھاگ گیا اتنے میں میرے ساتھی بھی آگئے۔ اُنہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپؓ کے پاس جو آدمی تھا وہ کہاں گیا؟ میں نے کہا یہ جن تھا جو بھاگ گیا۔ یہ سُنتے ہی اُن میں سے ہر ایک اپنی سواری سے نیچے گر گیا پھر میں نے سب کو اُٹھا کر اُن کی سواری سے باندھ دیا اور میں ان کو لے کر حج پر گیا لیکن اُس وقت تک اُن کی عقلیں ٹھیک نہیں ہوئی تھیں۔[2] حضرت احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں میں نے حضرت ابوسلیمان دارانی کو یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سُنا کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما چاندنی رات میں اپنی سواری پر نکلے اور جا کر تبوک میں پڑاؤ ڈالا اُن کی اچانک نظر پڑی تو اُنہیں اپنی سواری پر ایک بوڑھا بیٹھا ہوا نظر آیا جس کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے۔ حضرت ابن زبیرؓ نے اُس پر حملہ کیا جس سے وہ سواری سے ایک طرف ہو گیا اور حضرت ابن زبیر اپنی سواری پر سوار ہو کر آگے چل دیئے اُس بوڑھے نے بلند آواز سے کہا اے ابن زبیرؓ! اللہ کی قسم! اگر آپ کے دل میں میرا ڈر بال کے برابر بھی بیٹھ جاتا تو میں آپ کی عقل خراب کر دیتا۔ حضرت ابن زبیرؓ نے فرمایا او ملعون! کیا تیری وجہ سے میرے دل میں ذرہ برابر ڈر پیدا ہو سکتا ہے؟[3]

(۱) اخرجه ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۴ص ۳۸۵) (۲) رواه ابن المبارک (۳) وقد روی لهذه الحکایة شواهد من وجوه اخری جیدة کذا فی البدایة (ج ۸ص ۳۳۵)

صحابہ کرامؓ کا جمادات یعنی بے جان چیزوں کی آوازیں سننا

حضرت سُوید بن یزید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ایک دن حضرت ابُوذر رضی اللہ عنہ کو مسجد میں اکیلے بیٹھے ہوئے دیکھا میں نے موقع غنیمت سمجھا اور جاکر ان کے پاس بیٹھ گیا اور اُن سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا۔ اُنہوں نے فرمایا میں تو حضرت عثمانؓ کے بارے میں ہمیشہ خیر کی بات کہتا ہوں کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کے بارے میں ایک خاص چیز دیکھی ہے۔ میں حضورؐ کی تنہائی کے مواقع تلاش کرتا رہتا تھا اور اُس تنہائی میں حضورؐ سے سیکھا کرتا تھا، چنانچہ ایک دن میں گیا تو حضورؐ باہر تشریف لائے اور ایک طرف چل دیئے میں بھی آپؐ کے پیچھے ہولیا۔ ایک جگہ جاکر آپؐ بیٹھ گئے میں بھی آپؐ کے پاس بیٹھ گیا۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوذر! کیوں آئے ہو؟ میں نے عرض کیا اللہ اور رسولؐ کی محبت کی وجہ سے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور سلام کرکے حضورؐ کے دائیں طرف بیٹھ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا اے ابوبکر! کیسے آنا ہوا؟ اُنہوں نے کہا اللہ اور رسولؐ کی محبت کی وجہ سے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگئے اور حضرت ابوبکرؓ کے دائیں طرف بیٹھ گئے حضورؐ نے فرمایا اے عمرؓ! کیسے آنا ہوا؟ اُنہوں نے کہا اللہ اور رسولؐ کی محبت کی وجہ سے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور حضرت عمرؓ کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا اے عثمانؓ! کیسے آنا ہوا؟ اُنہوں نے کہا اللہ اور رسولؐ کی محبت کی وجہ سے۔ پھر حضورؐ نے سات یا نو کنکریاں اپنے ہاتھ میں لیں وہ کنکریاں تسبیح پڑھنے لگیں اور میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کی بھنبھناہٹ سُنی پھر حضورؐ نے انہیں رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں پھر حضورؐ نے وہ کنکریاں اُٹھا کر حضرت ابُوبکرؓ کے ہاتھ میں رکھ دیں وہ کنکریاں پھر تسبیح پڑھنے لگیں اور میں نے شہد کی مکھی جیسی ان کی بھنبھناہٹ سُنی پھر حضورؐ نے انہیں رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں۔ پھر حضورؐ نے انہیں لے کر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں رکھ دیا وہ کنکریاں پھر تسبیح پڑھنے لگیں اور میں نے شہد کی مکھی جیسی بھنبھناہٹ سُنی پھر حضورؐ نے انہیں رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں[1] بیہقی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کنکریاں لے کر حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں رکھ دیں وہ تسبیح پڑھنے لگیں اور میں نے شہد کی مکھی جیسی بھنبھناہٹ سُنی پھر حضورؐ نے انہیں رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں۔ اِس روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے

---

[1] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۹۹) رواہ البزار باسنادین ورجال احدہما ثقات وفی بعضہم ضعف۔ انتہی قلت لم یقع فی نقل الہیثمی عن البزار ذکر عمر فی تسبیح الحصی وقد اخرجہ البیہقی کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۳۲) عن سوید عن ابی ذر فذکر الحدیث نحوہ۔

فرمایا یہ نبوت کی خلافت ہے [1] طبرانی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ پھر حضورؐ نے وہ کنکریاں حضرت علیؓ کو دیں (تو وہ تسبیح پڑھنے لگیں) پھر حضورؐ نے وہ کنکریاں رکھ دیں تو وہ خاموش ہوگئیں [2] طبرانی کی دو سندوں میں سے ایک سند میں یہ بھی ہے کہ حلقہ میں جتنے آدمی تھے اُن سب نے ہر ایک کے ہاتھ میں ان کنکریوں کی تسبیح سنی پھر حضورؐ نے وہ کنکریاں ہمیں دیں۔ تو ہم میں سے کسی کے پاس بھی ان کنکریوں نے تسبیح نہ پڑھی [3] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم قرآنی آیات کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں کو برکت سمجھا کرتے تھے لیکن آپ لوگ یہ سمجھتے ہو کہ یہ کفار کو ڈرانے کے لئے ہوا کرتے تھے۔ ہم ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ پانی کم ہوگیا۔ حضورؐ نے فرمایا بچا ہوا پانی لاؤ۔ صحابہؓ ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لائے حضورؐ نے اس برتن میں اپنا ہاتھ مبارک ڈالا پھر فرمایا آؤ پاک اور برکت والے پانی کی طرف اور برکت اللہ کی طرف سے آرہی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضورؐ کی انگلیوں کے درمیان میں سے پانی پھوٹ رہا تھا اور (یہ حضورؐ کا معجزہ تھا اسی طرح دوسرا معجزہ یہ ہے کہ) کبھی کھانا کھایا جا رہا ہوتا تھا اور ہم اس کی تسبیح سن رہے ہوتے تھے [4] حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا کرنے کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ دروازے کی چوکھٹ اور کمرے کی دیواروں نے تین دفعہ آمین کہا [5]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن کھجور کے تنے کے سہارے سے خطبہ دیا کرتے تھے ایک انصاری عورت یا مرد نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے لئے منبر نہ بنادیں؟ آپؐ نے فرمایا اگر تم چاہو تو بنادو، چنانچہ انہوں نے حضورؐ کے لئے منبر بنایا (جو مسجد میں محراب کے پاس رکھ دیا گیا) جب جمعہ کے دن حضورؐ منبر کے پاس پہنچے تو وہ تنا بچے کی طرح چیخنے لگا۔ حضورؐ منبر سے نیچے اُتر کر اُس کے پاس آئے اور اُسے اپنے سے چمٹا لیا تو وہ اُس بچے کی طرح رونے لگا جسے چپ کرایا جا رہا ہو۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا وہ تنا اس وجہ سے رو رہا تھا کہ وہ پہلے اپنے پاس اللہ کا ذکر سنا کرتا تھا (اور اب نہیں سن سکے گا) [6] حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ

(۱) واخرجه ابو نعيم في الدلائل (ص ۲۱۵) عن سويد بن ابي ذر نحوه الا انه لم يذكر ما زاده البيهقي واخرجه الطبراني في الاوسط عن ابي ذر مختصرا (۲) قال الهيثمي (ج ۵ ص ۱۷۹) وفيه محمد بن ابي حميد وهو ضعيف. اه وقال الهيثمي ايضا (ج ۸ ص ۲۹۹) رواه الطبراني في الاوسط عن ابي ذر (۳) واخرجه ابو نعيم في الدلائل (ص ۵۴۳) من طريق سويد مختصرا ومن طريق جبير بن نفير الحضرمي بطوله وزاد فسمع تسبيحهن في الحلقة (۴) اخرجه البخاري ورواه الترمذي وقال حسن صحيح كذا في البداية (ج ۶ ص ۹۷) (۵) اخرجه الطبراني عن ابي اسيد وحسن اسناده الهيثمي واخرجه ايضا البيهقي وابو نعيم في الدلائل وابن ماجه (۶) اخرجه البخاري.

جب حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے منبر بن گیا اور اسے مسجد میں لاکر رکھا گیا اور حضورؐ اُس پر تشریف فرما ہوگئے تو ہم نے اُس تنے میں سے حاملہ اونٹنی جیسی آواز سُنی جسے سُن کر حضورؐ اُس کے پاس تشریف لائے اور اپنا ہاتھ اُس پر رکھا جس سے اُسے سکُون ہُوا اور وہ خاموش ہوگیا۔[1] احمد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ جب حضورؐ کا منبر بن گیا اور آپؐ اُس پر تشریف فرما ہُوئے تو وہ تنا بے چین ہوگیا اور اونٹنی کی طرح رونے لگا جسے تمام مسجد والوں نے سُنا۔ آپؐ منبر سے اُتر کر اُس کے پاس تشریف لے گئے اور اُسے گلے لگالیا جس سے وہ خاموش ہوگیا۔[2] ابونعیم کی روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اگر میں اسے اپنی بغل میں نہ لیتا تو قیامت تک روتا رہتا۔ امام احمدؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی منبر بنانے کی حدیث نقل کی ہے اس میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم خُطبہ دینے کے لیئے اس لکڑی کے بجائے منبر پر تشریف فرما ہُوئے تو میں نے اُس لکڑی کو پریشان حال عاشق کی طرح روتے ہُوئے سُنا اور وہ لکڑی روتی ہی رہی یہاں تک کہ حضورؐ منبر سے نیچے اُترے اور چل کر اُس کے پاس تشریف لائے اور اسے سینہ سے لگایا تو پھر اُس لکڑی کو سکُون ہُوا۔ علّامہ بغوی نے بھی اس حدیث کو حضرت انسؓ سے ذکر کیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت حسن اس حدیث کو بیان کیا کرتے تو رویا کرتے اور فرماتے اے اللہ کے بندو! چونکہ حضُور صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ کے ہاں بڑا درجہ ہے اس وجہ سے یہ لکڑی حضورؐ کے شوق میں روئی تھی تو آپ لوگوں کو حضورؐ کی زیارت کا شوق اس سے زیادہ ہونا چاہیئے۔[3] ابویعلیٰ کی روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے! اگر میں اسے اپنے سے نہ چمٹاتا تو یہ اللہ کے رسولؐ کی جُدائی کے غم میں یُونہی قیامت تک روتا رہتا پھر حضورؐ کے فرمانے پر اسے دفن کر دیا گیا۔[4]

حضرت ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اپنی ہنڈیا کے نیچے آگ جلا رہے تھے اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اُن کے ہاں آئے ہُوئے تھے۔ حضرت ابوالدرداء نے ہنڈیا میں سے آواز سُنی پھر وہ آواز اونچی ہُوئی اور وہ بچے کی طرح تسبیح پڑھنے کی آواز تھی پھر وہ ہنڈیا نیچے گر پڑی اور اُلٹی ہوگئی پھر اپنی جگہ

۱؎ عند البخاری ایضاً من طریق آخر واخرجه ایضاً احمد والبزار من طریق عن جابر (۲) وهذا اسناد علی شرط مسلم ولم یخرجوه کما قال ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۲۹) واخرجه ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۲ ص ۱۹۷) عن جابر بهذا الاسناد مثله واخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۴۲) (۳) رواه ابونعیم عن انس فذکره کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۲۷) واخرجه ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۲ ص ۱۹۰) بسیاق البغوی واخرجه ایضاً ابویعلی (۴) واخرجه الترمذی وقال صحیح غریب من هذا الوجه کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۲۶) وفی الباب عن ابی ابن کعب وسهل بن سعد وعبداللہ بن عباس وابن عمرو ابی سعید وعائشۃ وام سلمۃ رضی اللہ عنهم کما بسط احادیث هؤلاء ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۲۵)

واپس چلی گئی لیکن اس میں سے کوئی چیز نہ گری حضرت ابُوالدَّرداءؓ پکار کر کہنے لگے اے سلمان! عجیب کام دیکھو ایسا عجیب کام تو نہ آپ نے دیکھا ہوگا اور نہ آپ کے اباجان نے۔ حضرت سلمان نے کہا اگر آپ خاموش رہتے تو اللہ کی اور بڑی بڑی نشانیاں سُنتے [1]

حضرت قَیْس رحمۃُ اللہِ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابُوالدَّرداء رضی اللہ عنہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو خط لکھتے یا حضرت سلمانؓ حضرت ابوالدَّرداءؓ کو خط لکھتے تو پیالے والی نشانی انہیں ضرور یاد دلاتے۔ حضرت قیسؒ کہتے ہیں ہم یہ بات بیان کیا کرتے تھے کہ یہ دونوں حضرات پیالہ میں سے کھانا کھا رہے تھے تو پیالہ اور پیالے کے اندر کا کھانا دونوں تسبیح پڑھتے رہے [2]

حضرت جعفر بن ابی عِمران کہتے ہیں ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عَمْرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ آگ کی آواز سُنی تو انہوں نے کہا میں بھی۔ کسی نے پوچھا اے ابن عَمْرو! آپ نے یہ کیا کہا؟ اُنہوں نے کہا اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! یہ آگ جہنّم کی بڑی آگ میں واپس لوٹائے جانے سے پناہ مانگ رہی ہے [3]

صَحَابہ کرامؓ کا قبر والوں کی باتیں سُننا

حضرت یحییٰ بن ابی ایُّوب خزاعی رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ایک صاحب کو یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سُنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک عبادت گُزار نوجوان تھا جو ہر وقت مسجد میں رہتا تھا اور حضرتؓ کو بہت پسند تھا اُس کا ایک بُوڑھا باپ تھا وہ نوجوان عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے باپ کے پاس چلا جاتا تھا اُس کے گھر کا راستہ ایک عورت کے دروازے پر پڑتا تھا وہ عورت اُس پر فریفتہ ہوگئی اور اُس نوجوان کی وجہ سے وہ اس کے راستہ پر کھڑی رہتی۔ ایک رات وہ نوجوان اُس کے پاس سے گُزرا تو وہ عورت اسے بہلانے پھسلانے لگی۔ آخر نوجوان اس کے پیچھے چل پڑا جب اُس عورت کے گھر کا دروازہ آیا تو وہ اندر چلی گئی لیکن جب یہ نوجوان اندر جانے لگا تو اُسے ایک دم اَللہ کا دھیان آگیا اور وہ غلط خیال دِل سے سب جاتا رہا اور یہ آیت اُس کی زبان پر جاری ہوگئی اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ (سورت اعراف آیت ۲۰۱) "یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں جب اُن کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں سو یکایک اُن کی آنکھیں کُھل جاتی ہیں" یہ آیت پڑھتے ہی وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا تو اُس عورت نے اپنی ایک باندی کو بُلایا اور دونوں نے مِل کر اُسے اُٹھایا اور اس

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۲۴) (۲) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۲۴) (۳) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۸۹)

کے گھر کے دروازے پر جاکر اسے بٹھا دیا اور دروازہ کھٹکھٹا کر واپس آگئیں۔ اس کا باپ اس کی تلاش میں باہر نکلا تو دیکھا کہ وہ بے ہوش پڑا ہُوا ہے۔ باپ نے اپنے گھر والوں کو بلایا اور اسے اُٹھا کر اندر پہنچایا۔ کافی رات گزرنے کے بعد اسے ہوش آیا تو اس کے باپ نے اُس سے پُوچھا اے بیٹے! تجھے کیا ہُوا؟ اُس نے کہا خیر ہے باپ نے کہا تجھے اللہ کا واسطہ دیتا ہُوں ضرور بتا۔ اُس نے سارا واقعہ بتایا باپ نے کہا تم نے کون سی آیت پڑھی تھی؟ اُس نے وہی آیت پڑھی۔ پڑھتے ہی بے ہوش ہو کر پھر گر گیا اب اسے ہلا کر دیکھا تو اُس کی رُوح پرواز کر چکی تھی اسے غسل دے کر باہر لائے اور رات کو ہی اسے دفن کر دیا۔ صُبح کو اُن لوگوں نے حضرت عمرؓ کو سارا قِصہ سُنایا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے والد کے پاس جاکر تعزیّت کی اور فرمایا مجھے کیوں خبر نہ کی؟ باپ نے کہا اے امیرُ المؤمنین! رات تھی حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمیں اس کی قبر پر لے جاؤ، چُنانچہ حضرت عمرؓ اور ان کے ساتھی قبر پر گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے فلانے! وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (سُورت رحمان آیت ۴۶) اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے (ہر وقت) ڈرتا رہتا ہے اُس کے لیئے (جنّت میں) دو باغ ہوں گے" تو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا اور دو دفعہ کہا اے عمرؓ! میرے رب نے مجھے جنّت میں وہ دو باغ دے دیئے ہیں [1] بیہقی کی روایت میں ہے کہ اُس نوجوان نے کہا اے چچا جان! حضرت عمرؓ کو جاکر میرا سلام کہو اور اُن سے پُوچھو کہ جو اپنے ربّ کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اُس کو کیا بدلہ ملے گا؟ اس روایت کے آخر میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اُس کی قبر پر کھڑے ہو کر کہا تمہارے لیئے دو باغ ہیں، تمہارے لیئے دو باغ ہیں۔

حضرت محمد بن حمیر رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بَقیعُ الغرقد قبرستان پر گزر ہُوا تو اُنہوں نے فرمایا السّلامُ علیکم! اے قبرستان والو! ہمارے ہاں کی خبریں تو یہ ہیں کہ تمہاری عورتوں نے اور شادی کرلی تمہارے گھروں میں دُوسرے لوگ رہنے لگ گئے۔ تمہارا سارا مال تقسیم کر دیا گیا۔ جواب میں غیب سے یہ آواز آئی کہ ہمارے ہاں کی خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو نیک اعمال آگے بھیجے تھے اُن کا اجر و ثواب ہم نے پالیا اور جو مال ہم نے اللہ کے لیئے دوسروں پر خرچ کیا اُس کا ہمیں یہاں نفع مل گیا [2] اور جو مال ہم پیچھے چھوڑ آئے اتنا ہمیں نقصان ہُوا [3]

(۱) اخرجہ الحاکم کذا فی الکنز (ج ۱ص ۲۶۷) و اخرجہ ابن عساکر فی ترجمۃ عمرو بن جامع من تاریخہ فذکرہ کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ص ۲۷۹) واخرجہ البیہقی عن الحسن مختصرا کما فی الکنز (ج ۱ص ۲۶۷) (۲) اخرجہ ابن ابی الدنیا وابن السمعانی کذا فی الکنز (ج ۸ص ۱۲۴)

صحابہ کرامؓ کا عذاب میں مبتلا لوگوں کے عذاب کو دیکھنا

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک دفعہ میں میدانِ بدر کے کنارے چلا جارہا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی ایک گڑھے سے باہر نکلا اُس کی گردن میں زنجیر پڑی ہوئی تھی اُس نے مجھے پکار کر کہا اے عبداللہ! مجھے پانی پلادے، اے عبداللہ! مجھے پانی پلادے، اے عبداللہ! مجھے پانی پلادے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ اُسے میرا نام معلوم تھا یا اُس نے ویسے ہی عربوں کے دستور کے مطابق عبداللہ کہہ کر پکارا اور نام معلوم نہیں تھا پھر اُسی گڑھے سے ایک اور آدمی باہر نکلا اُس کے ہاتھ میں کوڑا تھا اُس نے مجھے پکار کر کہا اے عبداللہ! اسے پانی نہ پلانا کیونکہ یہ کافر ہے پھر اُسے کوڑا مارا جس پر وہ آدمی اپنے گڑھے میں واپس چلا گیا۔ میں جلدی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور سارا واقعہ حضورؐ کو بتایا آپؐ نے مجھ سے فرمایا کیا تم نے اُسے دیکھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ کا دشمن ابوجہل تھا اور اُسے قیامت کے دن تک یونہی عذاب ہوتا رہے گا[1]

صحابہ کرامؓ کا مرنے کے بعد باتیں کرنا

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قبیلہ بنو حارث بن خزرج کے حضرت زید بن خارجہ انصاری رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انتقال ہوا تو لوگوں نے اُن پر کپڑا ڈال دیا پھر لوگوں نے اُن کے سینہ میں آواز کی حرکت سُنی پھر وہ بول پڑے اور کہنے لگے حضرت احمد، حضرت احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام لوحِ محفوظ میں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سچ کہا، سچ کہا وہ اپنی ذات کے بارے میں کمزور تھے لیکن اللہ کے معاملے میں طاقتور تھے۔ یہ سب کچھ لوحِ محفوظ میں ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سچ کہا، سچ کہا وہ طاقتور اور امانت دار تھے یہ بات بھی لوحِ محفوظ میں ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سچ کہا، سچ کہا وہ ان تینوں حضرات کے طریقہ پر ہیں۔ امن امان کے چار سال گزر گئے دو سال رہ گئے ہیں پھر فتنے آئیں گے اور زبردست آدمی کمزور کو کھا جائے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی اور عنقریب تمہارے لشکر کی طرف زبردست خبر آئے گی۔ اَریس کا کنواں ایک زبردست چیز ہے اور کنواں کیا زبردست چیز ہے؟ حضرت سعیدؒ کہتے ہیں پھر بنو خطمہ کے ایک آدمی کا انتقال ہوا لوگوں نے اُس

(۱) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۸۱) رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ من لم اعرفہ۔ انتہی۔

پر کپڑا ڈالا تو اُس کے سینہ میں بھی آواز کی حرکت سُنی پھر وہ بھی بول پڑا کہنے لگا بنُو حارث بن خزرج کے آدمی نے سچ کہا، سچ کہا۔[1]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ ظہر عصر کے درمیان مدینہ کے ایک راستہ پر چلے جا رہے تھے۔ چلتے چلتے اُن کا اِنتقال ہو گیا اور وہ زمین پر گر گئے۔ اُٹھا کر اُنہیں اُن کے گھر لایا گیا اور دو کپڑوں اور ایک چادر سے انہیں ڈھانپ دیا گیا مغرب، عشاء کے درمیان انصار کی عورتیں اُن کے پاس جمع ہو کر اُونچی آواز سے رونے لگیں اِتنے میں اُنہوں نے چادر کے نیچے سے دو مرتبہ یہ آواز سُنی اے لوگو! خاموش ہو جاؤ حضرت زیدؓ کے چہرے اور سینے سے کپڑا ہٹایا گیا تو اُنہوں نے کہا مُحمَّدٌ رَّسُولُ اللہ جو کہ اَن پڑھ نبی ہیں اور تمام نبیّوں کے لیئے مُہر ہیں یہ بات لوحِ محفوظ میں ہے (اِس کے بعد وہ خاموش ہو گئے) پھر کچھ دیر کے بعد اُن کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہُوئے حضرت اُبُوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سچ کہا، سچ کہا جو کہ اللہ کے رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خلیفہ ہیں قوی اور امین ہیں۔ وہ اپنے بدن کے اعتبار سے تو کمزور تھے لیکن اللہ کے مُعاملے میں بہت مضبُوط اور طاقتور تھے اور یہ بات پہلی کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں ہے پھر اُن کی زبان سے یہ الفاظ تین مرتبہ ادا ہُوئے سچ کہا، سچ کہا اور درمیانے جو کہ اللہ کے بندے امیرُالمومنین ہیں رضی اللہ عنہ جو اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے اور طاقتور کو کمزور کے کھا جانے سے روکتے تھے یہ بات بھی پہلی کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں ہے پھر اُن کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہُوئے سچ کہا، سچ کہا پھر اُنہوں نے کہا حضرت عثمان امیرُالمؤمنین رضی اللہ عنہ جو کہ مُسلمانوں پر بہت مہربان ہیں۔ دو گزر گئے چار رہ گئے پھر لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا اور جوڑ باقی نہ رہ سکے گا اور درخت بھی روئیں گے یعنی کسی کا احترام و اکرام باقی نہ رہے گا اور قیامت قریب آجائے گی اور لوگ ایک دُوسرے کو کھانے لگیں گے۔[2] دُوسری روایت میں ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کا اِنتقال ہُوا تو مَیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اِنتظار کر رہا تھا مَیں نے سوچا کہ دو رکعت نماز ہی پڑھ لوں (اور نماز شروع کر دی) اِتنے میں حضرت زیدؓ نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا کر کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ! گھر والے باتیں کر رہے تھے مَیں نے نماز میں ہی کہا سُبْحَانَ اللہ سُبْحَانَ اللہ! پھر حضرت زیدؓ نے کہا سب خاموش ہو جائیں، سب خاموش ہو جائیں باقی

(۱) اخرجہ البیہقی واخرجہ البیہقی عن الحاکم فذکرہ باسنادہ وقال ہذا اسناد صحیح ولہ شواہد کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۵۶) ورواہ ابن ابی الدنیا والبیہقی ایضا من وجہ آخر بالبسط من ہذا الطول وصححہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۲۹۲) (۲) اخرجہ الطبرانی۔

حدیث پچھلی حدیث جیسی ہے[1] طبرانی نے اوسط میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ تین خلفاء میں سب سے زیادہ مضبوط جو اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور کسی طاقتور کو کسی کمزور کو کھانے نہیں دیتے تھے وہ اللہ کے بندے اور امیر المومنین تھے انہوں نے سچ کہا، سچ کہا یہ لوح محفوظ میں ہے پھر حضرت زیدؓ نے کہا حضرت عثمانؓ امیر المومنین ہیں اور وہ لوگوں کے بہت زیادہ قصور معاف کر دیتے ہیں۔ دو گزر گئے ہیں چار باقی ہیں۔ پھر لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا اور ایک دوسرے کو کھانے لگ جائیں گے اور کوئی نظم برقرار نہ رہ سکے گا اور بڑے بڑے بہادر روئیں گے پھر مسلمانوں کی ترقی رک جائے گی اور یہ بھی کہا کہ یہ بات اللہ نے لکھی ہوئی ہے اور اسے مقدر فرما رکھا ہے اے لوگو! اپنے امیر کی طرف متوجہ ہو جاؤ اس کی بات سنو اور مانو پھر جسے والی بنایا جائے گا اس کا خون محفوظ نہ رہے گا اور اللہ کا فیصلہ مقدر ہو چکا ہے۔ اللہ اکبر! یہ جنت ہے اور یہ جہنم ہے اور سارے نبی اور صدیق سلام علیکم کہہ رہے ہیں اے عبداللہ بن رواحہ! کیا آپ کو میرے والد حضرت خارجہؓ اور حضرت سعدؓ کا کچھ پتہ چلا؟ یہ دونوں حضرات جنگ احد میں شہید ہوئے تھے کَلَّآ اِنَّهَا لَظٰى o نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى وَجَمَعَ فَاَوْعٰى (سورت معارج۔ آیت ۱۵۔ ۱۸) "یہ ہرگز نہ ہوگا (بلکہ) وہ آگ ایسی شعلہ زن ہے جو کھال (تک) اتار دے گی (اور) وہ اس شخص کو (خود) بلاوے گی جس نے (دنیا میں حق سے) پیٹھ پھیری ہوگی اور (اطاعت سے) بے رخی کی ہوگی اور جمع کیا ہوگا پھر اس کو اٹھا کر رکھا ہوگا" حضرت زیدؓ کی آواز بند ہو گئی اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت زیدؓ نے یہ بھی کہا یہ حضرت احمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ[2] حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم میں سے ایک آدمی کا انتقال ہوا جنہیں حضرت زید بن خارجہؓ کہا جاتا تھا ہم نے ایک کپڑے سے انہیں ڈھانک دیا اور میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ اتنے میں کچھ شور سنائی دیا تو میں ان کی طرف متوجہ ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ان کا جسم حرکت کر رہا ہے پھر وہ کہنے لگے لوگوں میں سب سے زیادہ طاقتور (تین خلفاء میں) درمیان والے اللہ کے بندے امیر المومنین حضرت عمرؓ ہیں جو اپنے کام میں بھی خوب طاقتور اور اللہ کے کام میں بھی خوب طاقتور تھے اور امیر المومنین حضرت عثمانؓ بن عفان پاکدامن اور انتہائی پاکباز ہیں جو بہت سے قصور معاف کر دیتے ہیں

(۱) قال الهيثمي (ج ۵ ص ۱۸۰) رواه كله الطبراني في الكبير والاوسط باختصار كثير باسنادين ورجال احدهما في الكبير ثقات۔ انتهى واخرجه ايضا البيهقي عن ابن ابي الدنيا باسناده عن النعمان بن بشير بطوله (۲) واخرجه البيهقي من غير طريق ابن ابي الدنيا فذكره وقال هذا اسناد صحيح كما في البداية (ج ۶ ص ۱۵۰) والحديث اخرجه ايضا ابن منده وابو نعيم وغيرهما كما في الاصابة (ج ۲ ص ۲۴)

دو راتیں گزر گئی ہیں اور چار باقی ہیں پھر لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا اور اُن میں کوئی نظم برقرار نہیں رہ سکے گا۔ اے لوگو! اپنے امام کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور سُنو اور مانو۔ یہ اللہ کے رسول ؐ اور عبداللہ بن رواحہؓ ہیں پھر (حضرت ابن رَواحہؓ سے) کہا میرے والد حضرت خارجہ بن زیدؓ کا کیا بنا؟ پھر کہا اَرِیس کنواں ظلماً لے لیا گیا اس کے بعد اُن کی آواز بند ہو گئی۔[1]

صحابہ کرامؓ کے مُردوں کا زندہ ہونا

حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک اَنصاری جوان کی عیادت کے لیئے گئے جلد ہی اُس کا اِنتقال ہو گیا۔ ہم نے اُس کی آنکھیں بند کر کے اُس پر کپڑا ڈال دیا۔ ہم میں سے ایک آدمی نے اُس کی والدہ سے کہا اپنے بیٹے کے صدمہ پر صبر کرو اور اس پر ثواب کی اُمید رکھو۔ اُس کی والدہ نے کہا کیا اس کا اِنتقال ہو گیا ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں۔ اِس پر اُس کی والدہ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور یہ دُعا مانگی اے اللہ! مَیں تجھ پر ایمان لائی اور مَیں ہجرت کر کے تیرے پاس آئی اور جب بھی مجھ پر کوئی مصیبت یا سختی آئی اور مَیں نے تجھ سے دُعا کی تُو نے وہ مصیبت اور سختی ضرور ہٹائی ہے۔ مَیں تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ تُو مجھ پر یہ مصیبت مت ڈال اس کے یہ دُعا مانگتے ہی (اُس کا بیٹا زندہ ہو گیا اور) چہرے سے کپڑا ہٹا کر بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر بعد جب ہم نے کھانا کھایا تو اُس نے بھی ہمارے ساتھ کھایا۔[2] بَیہقی کی روایت میں یہ ہے کہ یہ حضرت اُمّ السائب رضی اللہ عنہا بُوڑھی اور نابینا تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عَون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت اَنس رضی اللہ عنہ نے فرمایا مَیں نے اِس اُمت میں ایسی تین باتیں پائی ہیں کہ وہ اگر بنی اِسرائیل میں ہوتیں تو کوئی اُمت اُن کا مقابلہ اور ان کی برابری نہ کر سکتی۔ ہم نے کہا اے ابو حمزہ! وہ تین باتیں کیا ہیں؟ اُنہوں نے فرمایا ایک مرتبہ ہم لوگ صُفّہ میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس بیٹھے ہُوئے تھے کہ اتنے میں ایک مہاجر عورت حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں آئی اور اُس کے ساتھ اُس کا ایک بیٹا بھی تھا جو کہ بالغ تھا حضورؐ نے اُس عورت کو (مدینہ کی) عورتوں کے سپرد کر دیا اور اُس کے بیٹے کو ہمارے ساتھ شامل کر دیا۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد وہ مدینہ کی وَبا میں مُبتلا ہو گیا اور چند دن بیمار رہ کر فوت ہو گیا۔ حضورؐ نے اُس کی آنکھیں بند کیں اور ہمیں اس کا جنازہ تیار کرنے کا حکم دیا۔ جب ہم نے اسے غسل دینا چاہا تو حضورؐ نے فرمایا جا کر اس کی والدہ کو بتا دو، چنانچہ مَیں نے اُسے بتا دیا وہ آئی اور

(۱) اخرجہ الطبرانی قال الهیثمی (ج ۸ ص ۳۳۰) رجالہ رجال الصحیح۔ انتہی واخرجہ ہشام بن عمار فی کتاب البعث کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۵۰) (۲) اخرجہ ابن ابی الدنیا واخرجہ البیہقی من طریق صالح بن بشیر احد زہاد البصرۃ وعباد ہا مع لین فی حدیثہ عن انس فذکر القصۃ

بیٹے کے پیروں کے پاس بیٹھ گئی اور اس کے دونوں پاؤں پکڑ کر اُس نے یہ دُعا مانگی اے اللہ! مَیں اپنی خوشی سے مُسلمان ہُوئی اور میرے دِل کا میلان بُتوں سے بالکل ہٹ گیا، اِس لیئے مَیں نے انہیں چھوڑا ہے اور تیری وجہ سے بڑے شوق سے مَیں نے ہجرت کی اور مُجھ پر یہ مصیبت بھیج کر بُتوں کے پُوجنے والوں کو خوش نہ کر اور جو مصیبت مَیں اُٹھا نہیں سکتی وہ مجھ پر نہ ڈال۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں ابھی اُس کی والدہ کی دُعا ختم نہیں ہُوئی تھی کہ اُس کے بیٹے نے اپنے قدموں کو ہِلایا اور اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا (اور زندہ ہو کر بیٹھ گیا) اور بہت عرصہ تک زندہ رہا یہاں تک کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا اِنتقال ہو گیا اور اُس کے سامنے اُس کی ماں کا بھی اِنتقال ہُوا پھر آگے اور حدیث ذکر کی جیسے کہ ہم عنقریب ذکر کریں گے[1]

صَحابہ کرامؓ کے شُہداء میں زندگی کے آثار

حضرت اَبُو نضرہ رحمۃ اللّٰہ عَلَیْہ کہتے ہیں حضرت جابر بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ عَنْہُما نے فرمایا جب جنگِ اُحُد کا وقت ہُوا تو رات کو میرے والد نے بُلا کر کہا میرا خیال یہی ہے کہ مَیں کل حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے صحابہؓ میں سے سب سے پہلے شہید ہو جاؤں گا اور اللّٰہ کی قسم! مَیں کسی کو ایسا نہیں چھوڑ کر جا رہا ہُوں جو حضورؐ کی ذات کے بعد مجھے تم سے زیادہ پیارا ہو اور مجھ پر قرضہ بھی ہے وہ میری طرف سے ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے بارے میں حُسنِ سلوک کی وصیت قبُول کرو، چُنانچہ صُبح کو سب سے پہلے وہی شہید ہُوئے اور مَیں نے اُنہیں ایک اور صحابیؓ کے ساتھ ایک قبر میں دفن کر دیا پھر میرا جی نہ مانا کہ مَیں اُنہیں ایک قبر میں کسی دُوسرے کے ساتھ رہنے دوں تو مَیں نے انہیں چھ مہینے کے بعد قبر سے نکالا تو وہ بالکل ایسے تھے جیسے کہ اُس دِن تھے جس دِن مَیں نے انہیں قبر میں رکھا تھا صرف اُن کے کان میں کچھ فرق آیا ہُوا تھا[2] ابن سعد کی روایت میں اس طرح سے ہے کہ چھ مہینے گزرنے کے بعد میری طبیعت میں شدید تقاضا ہُوا کہ مَیں انہیں الگ دفن کروں، چُنانچہ مَیں نے انہیں قبر سے نکالا تو مَیں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ زمین نے اُن کے جسم کو بالکل نہیں کھایا تھا صرف کان کی لَو پر کچھ اثر تھا اور ابن سعد کی دُوسری روایت میں یہ ہے کہ مجھے ان کے جسم میں کوئی فرق نظر نہ آیا، البتہ اُن کی داڑھی کے چند بالوں میں کچھ فرق تھا جو زمین سے لگے ہُوئے تھے[3]

---

(۱) اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۵۴، ۲۵۹) وقال فی البدایۃ (ج ۶ ص ۲۹۱) وہذا اسناد رجالہ ثقات ولکن فیہ انقطاع بین عبداللّٰہ بن عون وانس واللّٰہ اعلم انتہی واخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۲۲) من طریق صالح عن ثابت عن انس نحو ما تقدم (۲) اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۰۳) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح علی شرط مسلم واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۵۶۲) عن ابی نضرۃ عنہ نحوہ مختصراً (۳) واخرجہ البخاری عن عطاء عن جابر بنحو لفظ الحاکم کما فی البدایۃ (ج ۴ ص ۴۳)

حضرت ابوزبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پانی کا چشمہ جاری کیا تو اعلان کیا گیا کہ ہم اپنے جنگِ اُحد کے شہیدوں کو منتقل کر لیں، چنانچہ ہم نے انہیں چالیس سال کے بعد نکالا تو اُن کے جسم بالکل نرم تھے اور اُن کے ہاتھ پاؤں مُڑ جاتے تھے۔[1] ابونعیم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابوالزبیر کہتے ہیں کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا لوگوں نے اپنے شہیدوں کو چالیس سال کے بعد قبروں سے نکالا تو وہ بالکل تروتازہ تھے۔[2]

ابن اسحٰق نے مغازی میں اس قصہ کو ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں میرے والد نے انصار کے چند مشائخ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پانی کا وہ چشمہ چلایا جو شہداء کی قبروں کے پاس سے گزرتا تھا تو اس کا پانی ان قبروں میں جانے لگا۔ ہم نے جاکر حضرت عمروؓ اور حضرت عبداللہؓ کو نکالا تو ان پر دو چادریں تھیں جن سے اُن کے چہروں کو ڈھانکا ہوا تھا اور دونوں کے پیروں پر کچھ گھاس پڑی ہوئی تھی اور اُن کے جسم اِدھر اُدھر مُڑ جاتے تھے اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کل ہی یہ دونوں دفن کیے گئے ہوں۔[3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں ایک آدمی میرے پاس آیا اور اس نے کہا حضرت معاویہؓ کے کارندوں نے آپ کے والد کی قبر کو اکھاڑ پھینکا اور اُن کے جسم کا کچھ حصہ ظاہر ہو گیا ہے۔ میں نے جاکر دیکھا تو وہ بالکل ویسے ہی تھے جیسے کہ میں نے اُن کو دفن کیا تھا۔ اُن کے جسم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی میدانِ جنگ میں جو زخم اُن کو آئے تھے بس وہی تھے اس کے بعد میں نے اُن کو پھر دفن کر دیا۔[4]

حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عمرو بن جموح انصاری سَلَمی اور حضرت عبداللہ بن عمرو انصاری سَلَمی رضی اللہ عنہما دونوں جنگِ اُحد میں شہید ہوئے اور دونوں کو ایک قبر میں دفن کیا گیا تھا۔ دونوں کی قبروں کے پاس سے ایک برساتی نالہ گزرتا تھا ایک مرتبہ برساتی نالہ کے پانی سے ان حضرات کی قبر کھل گئی اس پر جگہ بدلنے کے لیے ان کی قبر کو کھودا گیا تو ان حضرات کے جسموں میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کل ہی دفن کئے گئے ہوں دونوں میں سے ایک صاحب زخمی ہوئے تھے اور اُن کا ہاتھ زخم پر رکھ کر انہیں دفن کر دیا گیا تھا اب اُن کا ہاتھ زخم سے ہٹا کر چھوڑا گیا تو وہ اپنی جگہ زخم پر واپس آ گیا جیسے کہ

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۵۶۳) واخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۰۸) عن ابی الزبیر عن جابر نحوہ (۲) واخرجہ ابن ابی شیبۃ عن جابر نحوہ کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۷۴) (۳) ولہ شاہد باسناد صحیح عند ابن سعد من طریق ابی الزبیر عن جابر کذا فی فتح الباری (ج ۳ ص ۱۴۲)
(۴) عند احمد فی حدیث طویل قال الشیخ السمہودی فی وفاء الوفا (ج ۲ ص ۱۱۶) رواہ احمد برجال الصحیح خلا نبیح العنزی وہو ثقۃ۔ انتہی واخرجہ الدارمی عن جابر نحوہ کما فی الاوجز (ج ۴ ص ۱۰۸)

پہلے تھا۔ قبر کھودنے کا یہ واقعہ جنگِ اُحد کے چھیالیس سال بعد پیش آیا تھا[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سُرخ رنگ کے تھے اور اُن کے سر پر بال نہیں تھے اور اُن کا قد لمبا نہیں تھا اور حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ لمبے قد والے تھے، اس لیئے جنگِ اُحد کے دن صحابہ نے دونوں حضرات کو پہچان لیا تھا اور دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا تھا۔ ان حضرات کی قبر ایک برساتی نالہ کے قریب تھی ایک مرتبہ اُس کا پانی اُن کی قبر میں داخل ہو گیا تھا جس کی وجہ سے اُن کی قبر کھودی گئی تو دونوں حضرات پر دو کالی سفید دھاریوں والی چادریں تھیں حضرت عبداللہ کے چہرے پر زخم تھا اُن کا ہاتھ اُن کے زخم پر رکھا ہُوا تھا جب اُن کا ہاتھ زخم سے ہٹایا گیا تو خُون پھر بہنے لگا اور جب زخم پر رکھا گیا تو خُون رُک گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے دیکھا تو ایسے لگا کہ جیسے میرے والد اپنی قبر میں سو رہے ہوں اور اُن کی جسمانی حالت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آئی تھی حضرت جابرؓ سے پُوچھا گیا کہ آپ نے اُن کا کفن بھی دیکھا تھا اُنہوں نے کہا ہاں انہیں صرف ایک دھاری دار چادر میں کفن دیا گیا تھا جس سے اُن کا چہرہ چھُپ گیا تھا اور ان کے پاؤں پر حَرَمل پودے ڈال دیئے گئے تھے ہمیں وہ چادر بھی اسی حال میں ٹھیک ملی اور ان کے پیروں پر حَرَمل پودے بھی اپنی اصلی حالت پر تھے، حالانکہ دفنانے کے چھیالیس سال بعد ان کی قبر کھودی گئی تھی[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت مُعاویہ رضی اللہ عنہ نے جنگِ اُحد کے چالیس سال بعد اُحد کے شہداء کے پاس سے نہر چلائی تو اُن کی طرف سے ہم شہداء کے وُرثاء میں اعلان کیا گیا کہ ہم اپنے شہداء کو سنبھال لیں ہم نے وہاں جا کر انہیں نکالا کُدال حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو لگا تو اُس میں سے خُون بہنے لگا[3] حضرت عمرو بن دینار اور حضرت ابو زبیر رحمۃ اللہ علیہما کہتے ہیں کُدال حضرت حمزہ کے پاؤں کو لگا تو اس میں سے خُون بہنے لگا، حالانکہ ان کو دفن ہُوئے چالیس سال ہو چکے تھے[4] شیخ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ واقعہ تین مرتبہ پیش آیا۔ ایک مرتبہ دفن کے چھ مہینے بعد دُوسری مرتبہ چالیس سال بعد جب وہاں نہر چلائی گئی اور تیسری مرتبہ چھیالیس سال بعد جب برساتی نالہ کا پانی قبر میں داخل ہُوا تھا اِس کی وجہ یہ ہے کہ ہر واقعہ کے بارے میں متعدد روایات منقول ہیں اور یہ صحابہؓ کی کھلی کرامت ہے اور اسی وجہ سے یہ واقعہ بار بار پیش آیا[5]

(۱) اخرجہ مالک فی المؤطا قال ابو عمر لم تختلف الرواۃ فی قطعہ ویتصل معناہ من وجوہ صحاح قالہ الزرقانی کما فی الاوجز (ج ۴ ص ۱۰۷) (۲) عند ابن سعد (ج ۳ ص ۵۶۲) (۳) اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۴۳) (۴) عند ابی نعیم فی الدلائل (ص ۲۰۴) (۵) قد حققہ الشیخ السمہودی فی وفاء الوفاء (ج ۲ ص ۱۱۶ - ۱۱۷) واستحسنہ شیخنا فی الاوجز (ج ۴ ص ۱۱۱)

صَحابہ کرامؓ کی قبروں سے مُشک کی خوشبو کا آنا

حضرت محمد بن شُرَحْبِیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت سعد بن مُعاذ رضی اللہ عنہ کی قبر سے ایک مُٹھی مٹی لی۔ جب اُس نے مُٹھی کھولی تو وہ مُشک تھی اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا سُبحان اللہ، سُبحان اللہ اور خوشی کے آثار حضورؐ کے چہرے پر نظر آرہے تھے [1] ابن سعد میں دُوسری روایت یہ ہے کہ حضرت محمد بن شُرَحْبِیل کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت سعدؓ بن معاذ کی قبر سے مٹھی بھر مٹی لی اور مٹی لے کر چلا گیا پھر کچھ دیر بعد اُس نے مٹی کو دیکھا تو وہ مُشک تھی۔

حضرت ابُوسعید خُدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَیں بھی ان لوگوں میں تھا جنہوں نے بقیع میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی قبر کھودی تھی ہم جب بھی مٹی کھودتے تو اس میں سے ہمیں مشک کی خوشبو آتی اور یہ خوشبو کا سلسلہ یُونہی چلتا رہا یہاں تک کہ ہم لحد تک پہنچ گئے [2]

مقتُول صَحابہؓ کا آسمان کی طرف اُٹھایا جانا

حضرت عُروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب صحابہؓ غزوۂ بئرِ مَعُونَہ میں شہید ہو گئے اور حضرت عَمرو بن اُمیہ ضَمری رضی اللہ عنہ قید ہو گئے تو عامر بن طُفیل نے ایک شہید صحابیؓ کی طرف اشارہ کر کے پُوچھا کہ یہ کون ہے؟ حضرت عَمرو بن اُمیہ نے کہا یہ حضرت عامر بن فُہَیرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ عامر بن طُفیل کہتا ہے مَیں نے ان کے شہید ہونے کے بعد دیکھا کہ ان کو آسمان کی طرف اُٹھایا جا رہا ہے پھر مَیں نے آسمان کی طرف دیکھا تو آسمان ان کے اور زمین کے درمیان تھا پھر ان کی نعش کو واپس زمین پر رکھ دیا گیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان شہید صحابہؓ کی خبر پہنچی تو آپؐ نے صحابہؓ کو ان کی شہادت کی خبر دی اور فرمایا تمہارے ساتھی شہید کر دیئے گئے ہیں اور اُنہوں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ اے ہمارے رب! ہمارے بھائیوں کو ہماری خبر کر دے اور یہ بھی بتا دے کہ ہم تجھ سے راضی ہیں اور تُو ہم سے راضی ہے۔ اس طرح حضورؐ نے صحابہؓ کو ان کی خبر دی ان شہید ہونے والوں میں حضرت عُروہ بن اسماء بن صَلت رضی اللہ عنہ اور مُنذِر بن عَمرو رضی اللہ عنہ بھی تھے تو نیک فال لینے کی نیت سے حضرت زُبیر بن عَوّام رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک بیٹے کا نام عُروَہ اور دُوسرے کا نام مُنذِر

[1] اخرجہ ابونعیم فی المعرفۃ کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۴۱) وقال سندہ صحیح واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۴۳۱) عن محمد بن شرحبیل بن حسنۃ نحوہ الا انہ لم یذکر المرفوع [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۴۳۱) ایضا عن ربیح بن عبدالرحمن بن ابی سعد الخدری عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہ

رکھا۔[1] اور واقدی نے ذکر کیا کہ حضرت عامر بن فہیرہ کے قاتل جبار بن سُلمیٰ کلابی تھے وہ کہتے ہیں جب میں نے انہیں نیزہ مارا تو انہوں نے کہا ربِّ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوگیا میں نے بعد پوچھا کہ یہ خود قتل ہو رہے ہیں لیکن یہ کہہ رہے ہیں میں کامیاب ہوگیا تو اس کامیابی کا کیا مطلب؟ لوگوں نے کہا وہ کامیابی جنت کی ہے۔ میں نے کہا انہوں نے سچ کہا پھر اسی بات پر میں مسلمان ہوگیا رضی اللہ عنہ۔

حضرت عُروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بعد میں حضرت عامر بن فُہَیرہ رضی اللہ عنہ کا جسم وہاں کہیں نہ ملا صحابہؓ یہی سمجھتے ہیں کہ فرشتوں نے انہیں دفن کر دیا تھا۔[2] واقدی میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا فرشتوں نے اُن کے جسم کو دفن کیا اور ان کو علیین میں جگہ دی گئی۔[3] حضرت عُروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عامر بن طفیل نے شہید ہونے والے صحابہ میں سے ایک کے بارے میں کہا تھا کہ جب وہ قتل ہوگئے تو انہیں آسمان اور زمین کے درمیان میں اُٹھا لیا گیا یہاں تک کہ آسمان مجھے اُن کے نیچے نظر آ رہا تھا لوگوں نے بتایا کہ وہ حضرت عامر بن فُہیرہ رضی اللہ عنہ تھے۔[4] حضرت زہری کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ان لوگوں نے حضرت عامر بن فُہیرہؓ کے جسم کو بہت تلاش کیا لیکن انہیں کہیں نہ ملا، اس لئے لوگوں کو یقین ہے کہ فرشتوں نے انہیں دفن کر دیا۔[5]

مرنے کے بعد صحابہ کرامؓ کے جسم کی حفاظت

حضرت عَمرو بن اُمیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجھے اکیلے کو جاسوس بنا کر قریش کی طرف بھیجا۔ میں حضرت خُبَیب رضی اللہ عنہ کی (اُس) لکڑی کے پاس گیا (جس پر حضرت خُبیبؓ کو سولی پر چڑھایا گیا تھا اور اُن کا جسم ابھی تک اُس پر لٹک رہا تھا) اور مجھے جاسوسوں کا بھی ڈر تھا کہ کہیں ان کو پتہ نہ لگ جائے، چنانچہ لکڑی پر چڑھ کر میں نے حضرت خُبیبؓ کو کھولا جس سے وہ زمین پر گر گئے پھر میں (چھپنے کے لئے) تھوڑی دُور ایک طرف کو چلا گیا پھر میں نے آ کر دیکھا تو حضرت خُبیبؓ مجھے کہیں نظر نہ آئے اور ایسے لگا کہ جیسے زمین انہیں نگل گئی ہو اور اس وقت تک ان کا کوئی نشان نظر نہیں آیا۔[6] حضرت عَمرو

(۱) اخرجه البخاری ہکذا وقع فی روایة البخاری مرسلا عن عروة وقد رواہ البیہقی عن ہشام عن ابیه عن عائشة رضی اللہ عنہا فساق من حدیث الہجرة وادرج فی آخرہ ماذکرہ البخاری ہہنا وروی الواقدی عن ابی الاسود وعروة فذکر القصة وشان عامر بن فہیرة واخبار عامر بن طفیل انه رفع الی السماء (۲) کذا فی مغازی موسیٰ بن عقبة کذا فی البدایة (ج ۴ ص ۷۲) وقد اخرج ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۸۶) ہذہ القصة من طریق الواقدی عن عروة بطولہا (۳) واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۳۱) عن الواقدی نحوہ بطولہ (۴) اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۱۰) واخرجه ایضا عن عروة عن عائشة نحو روایة البخاری الا انه لم یذکر من قوله ثم وضع الی آخرہ (۵) اخرجه ابونعیم ایضا واخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۸۶) عن عروة نحوہ وابن سعد (ج ۳ ص ۲۳۱) عن عروة نحوہ (۶) اخرجه احمد والطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۲۱) وفیه ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع وہو ضعیف - انتہی -

بن اُمیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اکیلے کو جاسوس بنا کر بھیجا تھا۔ میں حضرت خُبَیبؓ کی لکڑی کے پاس گیا پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[1]

حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد اور حضرت زُبیر رضی اللہ عنہما کو حضرت خُبَیب رضی اللہ عنہ کو سُولی کی لکڑی سے نیچے اُتارنے کے لیئے بھیجا۔ وہ دونوں تنعیم پہنچے (جہاں مکہ سے باہر حضرت خُبَیبؓ کو سُولی دی گئی تھی) تو انہیں وہاں حضرت خُبَیبؓ کے اِردگرد چالیس آدمی نشہ میں بدمست ملے۔ ان دونوں نے حضرت خبیبؓ کو لکڑی سے اُتارا پھر حضرت زبیرؓ نے ان کی نعش کو اپنے گھوڑے پر رکھ لیا۔ اُن کا جسم بالکل تروتازہ تھا اُس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی پھر مُشرکوں کو ان حضرات کا پتہ چل گیا اُنہوں نے اِن حضرات کا پیچھا کیا جب مُشرک اُن کے پاس پہنچ گئے تو حضرت زبیرؓ نے (مجبور ہوکر) حضرت خُبَیبؓ کی نعش کو نیچے پھینک دیا جسے فوراً زمین نے نگل لیا اسی وجہ سے حضرت خُبَیبؓ کا نام بَلِیعُ الْاَرْض رکھا گیا (اس کا ترجمہ یہ ہے وہ آدمی جسے زمین نے نگل لیا تھا)۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اِس اُمت میں ایسی تین باتیں پائی ہیں کہ وہ اگر بنی اسرائیل میں ہوتیں تو کوئی اُمت ان کا مقابلہ اور ان کی برابری نہ کرسکتی اس کے بعد حدیث کا کچھ حصہ ابھی گزرا ہے اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ کچھ عرصہ ہی گزرا تھا کہ حضرت ابن حضرمیؓ کا انتقال ہوگیا اور ہم نے غسل دے کر اُن کا جنازہ تیار کردیا پھر قبر کھود کر اُنہیں دفن کردیا۔ دفن کے بعد ایک آدمی آیا اور اُس نے پوچھا یہ کون ہیں؟ ہم نے کہا یہ اس زمانہ کے انسانوں میں سب سے بہترین ہیں یہ حضرت ابن حضرمیؓ ہیں۔ اُس نے کہا یہ زمین مُردوں کو باہر پھینک دیتی ہے اگر آپ لوگ ان کو ایک دو میل دُور لے جاکر دفن کردو تو اچھا ہے کیونکہ وہاں کی زمین مُردوں کو قبول کرلیتی ہے ہم نے کہا ہمارے اِس ساتھی کے لیئے ان کے احسانات اور نیکی کا یہ بدلہ تو مناسب نہیں ہے کہ ہم اُنہیں یہاں دفن رہنے دیں اِس طرح تو ان کی نعش باہر آجائے گی اور انہیں درندے کھاجائیں گے چنانچہ ہم سب نے اس پر اتفاق کیا کہ قبر کھود کر اُنہیں نکالا جائے اور دُوسری جگہ دفن کیا جائے۔ ہم نے قبر کھودنی شروع کردی۔ جب ہم لحد پر پہنچے تو ہم دیکھ کر حیران رہ گئے کیونکہ لحد میں اُن کی نعش موجود نہیں تھی اور اُس میں تاحدِ نگاہ نور چمک رہا تھا ہم نے لحد پر دوبارہ مٹی ڈال دی اور وہاں سے چل دیئے۔[3] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی

---

(۱) اخرجہ البیہقی من طریق ابراہیم بن اسمٰعیل عن جعفر بن عمرو بن امیۃ عن ابیہ کمافی البدایۃ (ج ۴ ص ۶۷) واخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۲۰) من طریق ابراہیم بن اسمٰعیل باسنادہ نحو روایۃ البیہقی واخرجہ ابن ابی شیبۃ عن عمرو بن امیۃ نحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۴۱۹) (۲) ذکرہ ابویوسف فی کتاب اللطائف کذافی الاصابۃ (ج ۱ ص ۴۱۹) (۳) اخرجہ البیہقی کذافی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۵۵) وہٰذا اسناد رجالہ ثقات ولکن فیہ انقطاع کمافی البدایۃ (ج ۶ ص ۲۹۲)

اِس واقعہ کو بیان کیا ہے اس میں یہ مضمون ہے کہ حضرت ابن حضرمیؓ کو ہم لوگوں نے ریت میں دفن کر دیا۔ وہاں سے کچھ دُور ہی ہم گئے تھے تو ہم نے کہا کوئی درندہ آکر انہیں کھا جائے گا ہم نے واپس آکر اُنہیں قبر میں دیکھا تو وہ ہمیں وہاں نظر نہ آئے۔[1] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے اُن کے لیئے تلواروں سے قبر کھودی لیکن لحد نہ بنائی اور اُنہیں دفن کر کے آگے چل دیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابیؓ نے کہا ہم نے ان کو دفن تو کر دیا ہے لیکن قبر میں اُن کے لیئے لحد نہیں بنائی یہ ہم نے اچھا نہیں کیا۔ اس پر ہم لحد بنانے کے لیئے واپس آئے تو ہمیں اُن کی قبر کی جگہ ہی نہ ملی۔[2]

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور اُن پر حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الافلح رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا پھر آگے حضرت خُبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کا لمبا قصہ ذکر کیا ہے اور اس کے بعد یہ ہے کہ حضرت عاصمؓ نے کہا میں کسی مُشرک کے عہد میں آنا نہیں چاہتا (آخر شہید ہو گئے) اُنہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ کسی مُشرک کو ہاتھ نہیں لگائیں گے اور نہ کوئی مُشرک انہیں ہاتھ لگا سکے۔ حضرت عاصمؓ نے جنگ بدر کے دن قریش کے ایک بڑے سردار کو قتل کیا تھا، اس لیئے قریش نے ایک جماعت بھیجی جو اُن کے جسم کا کچھ حصہ کاٹ کر لائے تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا یا بھڑوں کا ایک غول بھیج دیا جس نے ان کے بدن کو چاروں طرف سے گھیر کر انہیں کافروں سے بچا لیا اسی وجہ سے انہیں حَمِیُّ الدَّبْر کہا جاتا تھا (اس کا ترجمہ ہے وہ آدمی جسے شہد کی مکھیوں یا بھڑوں نے دُشمن سے بچایا)۔[3] حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ اسی قصہ میں یہ ذکر کرتے ہیں کہ مشرکوں نے اس بات کا ارادہ کیا کہ اُن کا سر کاٹ کر مشرکین مکہ کے پاس بھیج دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیاں یا بھڑیں بھیج دیں جنہوں نے انہیں ہر طرف سے گھیر لیا وہ مُشرکوں کے چہروں پر اڑتی تھیں اور انہیں کاٹتی تھیں اس طرح انہوں نے مُشرکوں کو حضرت عاصمؓ کا سر کاٹنے نہ دیا۔[4]

درندوں کا صحابہ کرامؓ کے تابع ہونا اور اُن سے باتیں کرنا

حضرت حمزہ بن ابی اُسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری

(۱) عند الطبرانی فی الثلاثۃ قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۷۶) وفیہ ابراہیم بن معمر الہروی ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات۔ انتہی
(۲) ذکرہ ابن سعد (ج ۴ ص ۳۶۳) واخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۰۸) عن ابی ہریرۃ نحو روایۃ الطبرانی (۳) اخرجہ الشیخان کذا فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۴۵) (۴) عند ابی نعیم فی الدلائل (ص ۱۸۳)

کے جنازے کے لئے بقیع تشریف لے گئے راستہ میں ایک بھیڑیا اپنے بازو پھیلائے ہوئے بیٹھا تھا حضورؐ نے فرمایا یہ تمہاری بکریوں میں سے اپنا حصہ مقرر کروانے آیا ہے، لہٰذا اس کا حصہ مقرر کردو صحابہؓ نے عرض کیا جو آپ کی رائے ہو یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا ہر چرنے والے ریوڑ میں سے ہر سال ایک بکری (اسے دے دیا کرو) صحابہؓ نے عرض کیا یہ تو زیادہ ہے۔ حضورؐ نے اشارہ کر کے بھیڑیئے سے کہا تم چپکے سے جھپٹا مار کر لے جایا کرو۔ پھر وہ بھیڑیا چلا گیا[1]

حضرت مطلب بن عبداللہ بن حنطب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں تھے ایک بھیڑیا آکر آپ کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ درندوں کی طرف سے نمائندہ بن کر آیا ہے اگر تم چاہو تو اس کے لئے کچھ حصہ مقرر کردو یہ اسے لے گا اور اس سے زیادہ لینے کی کوشش نہیں کرے گا اور اگر چاہو تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دو اور اپنے جانور اس سے بچانے کی کوشش کرو اور یہ داؤ لگا کر تمہارے جانور جتنے لے گیا وہ اس کا حصہ۔ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ! ہمارا دل تو نہیں چاہتا کہ ہم اسے کچھ اپنے ہاتھ سے خود دیں۔ حضورؐ نے تین انگلیوں سے اشارہ کر کے بھیڑیئے سے کہا تم جھپٹا مار کر لے جایا کرو، چنانچہ وہ بھیڑیا آواز نکالتا ہوا واپس چلا گیا[2]

قبیلہ جُہینہ کے ایک صاحب کہتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو سو کے قریب بھیڑیئے بھیڑیوں کے نمائندے بن کر آئے اور آکر بیٹھ گئے حضورؐ نے فرمایا یہ بھیڑیوں کا وفد آپ لوگوں کے پاس آیا ہے یہ چاہتے ہیں کہ آپ لوگ اپنے جانوروں میں سے ان کا حصہ مقرر کر کے انہیں دے دیا کریں اور باقی جانوروں کے بارے میں آپ لوگ بالکل بے فکر اور بے خوف ہو کر رہا کریں۔ صحابہؓ نے حضورؐ سے فقر و فاقہ اور تنگی کی شکایت کی۔ حضورؐ نے فرمایا انہیں واپس بھیج دو (اور بتا دو کہ آپ لوگ ان کی تجویز پر عمل نہیں کر سکتے)۔ چنانچہ وہ بھیڑیئے آوازیں نکالتے ہوئے مدینہ سے چلے گئے[3]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں سمندر میں سفر کر رہا تھا جس کشتی میں مَیں تھا وہ ٹوٹ گئی۔ میں اس کے ایک تختہ پر بیٹھ گیا۔ اس تختہ نے مجھے ایسے گھنے جنگل میں لا پھینکا جس میں شیر تھے ایک شیر مجھے کھانے کے لیئے آیا میں نے کہا اے ابوالحارث! (یہ شیر کی کنیت ہے) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ اس پر اُس نے اپنا سر جھکا دیا اور آگے بڑھ کر مجھے کندھا مارا (اور میرے آگے آگے

---

(۱) اخرجہ البیہقی (۲) رواہ الواقدی عن رجل سماہ (۳) عند ابی نعیم و اخرجہ البیہقی والبزار عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مختصرا کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۴۶)

چل پڑا) یہاں تک کہ مجھے جنگل سے باہر لاکر راستہ پر ڈال دیا پھر آہستہ سے آواز نکالی جس سے میں سمجھا کہ یہ مجھے رُخصت کر رہا ہے یہ میری اس شیر سے آخری ملاقات تھی۔[1]

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں سمندر میں سفر کر رہا تھا ہماری کشتی ٹوٹ گئی (ہم ایک جنگل میں پہنچ گئے) ہمیں آگے راستہ نہیں مل رہا تھا وہاں ایک شیر ایکدم ہمارے سامنے آیا جسے دیکھ کر میرے ساتھی پیچھے ہٹ گئے میں نے شیر کے قریب جاکر کہا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی سفینہ ہوں ہم راستے سے بھٹک گئے ہیں (ہمیں راستہ بتاؤ) وہ میرے آگے چل پڑا اور چلتے چلتے ہمیں راستے پر لا کھڑا کیا پھر اُس نے مجھے ذرا دھکا دیا گویا کہ وہ مجھے راستہ دکھا رہا تھا پھر ایک طرف کو ہٹ گیا میں سمجھ گیا کہ یہ اب ہمیں رُخصت کر رہا ہے۔[2]

حضرت ابن مُنکدر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ مُلک روم میں اپنے لشکر سے بچھڑ گئے یا ان کو وہاں رومیوں نے قید کر لیا تھا یہ کسی طرح قید سے بھاگ نکلے اور اپنا لشکر تلاش کر رہے تھے تو وہ اچانک ایک شیر کے پاس پہنچے۔ اُنہوں نے کہا اے اَبُو الحارث! میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور میرے ساتھ ایسے اور ایسے ہوا (اُنہوں نے لشکر سے بچھڑنے اور قید سے بھاگنے کا سارا واقعہ تفصیل سے اُسے سُنایا) وہ شیر دُم ہلاتا ہوا آگے آکر اُن کے پاس کھڑا ہو گیا (اور اس طرح اُس نے اپنے تعلق اور فرمانبرداری کا اظہار کیا پھر آگے آگے چل پڑا) اور راستہ میں جب کسی جانور کی آواز کسی طرف سے سُنتا تو دَوڑ کر اُس کی طرف جاتا اور اُسے بھگا دیتا پھر اُن کے پاس اُن کے پہلو میں آجاتا۔ سارے راستہ میں وہ ایسے ہی کرتا رہا یہاں تک کہ اُس نے انہیں اُن کے لشکر تک پہنچا دیا اور پھر واپس چلا گیا۔[3]

حضرت وہب بن اَبان قرشی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک سفر میں گئے۔ وہ چلے جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک جگہ انہیں کچھ لوگ کھڑے ہوئے ملے اُنہوں نے پُوچھا کیا بات ہے؟ یہ لوگ کیوں کھڑے ہیں؟ لوگوں نے بتایا آگے راستہ پر ایک شیر ہے جس سے یہ خوفزدہ ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ اپنی سواری سے نیچے اُترے اور چل کر اس شیر کے پاس گئے اور اُس کے کان کو پکڑ کر مروڑا اور اُس کی گردن پر تھپڑ مار کر اسے راستے

(۱) اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۶۰۶) عن محمد بن المنکدر قال الحاکم ہذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ ووافقہ الذہبی واخرجہ البخاری فی التاریخ الکبیر (ق ۱ ج ۲ ص ۱۷۹) عن ابن المنکدر قال سمعت سفینۃ۔ فذکر نحوہ وہکذا اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۶۹) والدلائل (ص ۲۱۲) عن ابن المنکدر عن سفینۃ واخرجہ ابن مندہ کما فی البدایۃ (ج ۵ ص ۳۴۱) والطبرانی کما فی المجمع (ج ۹ ص ۳۶۶) عن سفینۃ نحوہ (۲) عند البزار قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۶۷) رجالہما ای البزار والطبرانی وثقوا (۳) اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۴۷)

ہٹادیا پھر (واپس آتے ہوئے اپنے آپ سے) فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں غلط بات نہیں فرمائی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ابن آدم پر وہی چیز مسلط ہوتی ہے جس سے ابن آدم ڈرتا ہے اگر ابن آدم اللہ کے سوا کسی اور چیز سے نہ ڈرے تو اس پر اللہ کے علاوہ اور کوئی چیز مسلط نہ ہو ابن آدم اسی چیز کے حوالے کر دیا جاتا ہے جس چیز سے اسے نفع یا نقصان ملنے کا یقین ہوتا ہے۔ اگر ابن آدم اللہ کے علاوہ کسی اور چیز سے نفع یا نقصان کا یقین نہ رکھے تو اللہ اسے کسی اور چیز کے بالکل حوالہ نہ کرے۔[1]

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اریحا مقام کے ایک گرجا گھر میں دوپہر کو سو رہا تھا اب تو یہ مسجد بن چکا ہے اور اس میں نماز پڑھی جاتی ہے جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ کمرہ میں ایک شیر ہے جو میری طرف آ رہا ہے۔ میں گھبرا کر اپنے ہتھیاروں کی طرف اٹھا شیر نے مجھ سے کہا ٹھہر جاؤ مجھے ایک پیغام دے کر تمہارے پاس بھیجا گیا ہے تاکہ تم اسے آگے پہنچا دو میں نے کہا تمہیں کس نے بھیجا ہے؟ اس نے کہا مجھے اللہ نے آپ کے پاس اس لئے بھیجا ہے تاکہ آپ بہت سفر کرنے والے معاویہؓ کو بتا دیں کہ وہ جنت والوں میں سے ہیں میں نے کہا یہ معاویہؓ کون سے ہیں؟ اس نے کہا حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے بیٹے (رضی اللہ عنہ)۔[2]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک بھیڑیے نے ایک بکری پر حملہ کر کے اسے پکڑ لیا بکری کا چرواہا بھیڑیے کے پیچھے بھاگا اور اس نے زور لگا کر بھیڑیے سے بکری کو چھڑوا لیا تو بھیڑیا اپنی دُم پر بیٹھ کر کہنے لگا کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے جو روزی اللہ نے مجھے پہنچائی وہ تم مجھ سے چھینتے ہو۔ اس چرواہے نے کہا کیا عجیب بات ہے کہ بھیڑیا مجھ سے انسانوں کی طرح بات کر رہا ہے۔ بھیڑیے نے کہا کیا میں تمہیں اس سے زیادہ عجیب بات نہ بتاؤں یثرب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ زمانے کی خبریں لوگوں کو بتا رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ چرواہا اپنی بکریاں ہانک کر مدینہ پہنچ گیا اور بکریوں کو مدینہ کے ایک کونے میں ایک جگہ اکٹھا کر کے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کو سارا قصہ سنایا۔ حضورؐ کے فرمانے پر مدینہ میں اعلان کیا گیا کہ آج سب (مسجد نبویؐ میں) نماز اکٹھے پڑھیں (اپنی مسجدوں میں نہ پڑھیں) جب لوگ جمع ہو گئے تو آپؐ نے باہر آکر اس چرواہے سے فرمایا انہیں وہ واقعہ سناؤ۔ اس نے تمام لوگوں کے سامنے وہ واقعہ بیان کیا۔ حضورؐ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے! اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ

(۱) اخرجہ ابن عساکر واخرجہ ابن عساکر عن نافع مختصرا نحوہ کما فی الکنز (ج ۲، ص ۵۹) (۲) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۵۰) وفیہ ابو بکر بن ابی مریم وقد اختلط۔ انتہی۔

درندے انسانوں سے باتیں نہ کرنے لگیں اور آدمی سے اس کے کوڑے کا سرا اور اس کی جوتی کا تسمہ بات نہ کرنے لگے اس کے گھر والوں نے اس کے بعد جو گڑبڑ کی ہے وہ اسے اس کی ران نہ بتائے۔[1] قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے کہ بھیڑیئے سے حضرت اُہبان بن اَوس رضی اللہ عنہ نے بات کی تھی، اس لئے انہیں بھیڑیئے سے بات کرنے والا کہہ کر پکارا جاتا تھا اور ابن وہب نے روایت کی ہے کہ بھیڑیئے سے بات کرنے کا واقعہ حضرت ابوسفیان بن حرب اور حضرت صَفوان بن اُمیّہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ بھی پیش آیا تھا انہوں نے دیکھا کہ ایک بھیڑیا ایک ہرن کو پکڑنے کی کوشش کر رہا ہے اتنے میں ہرن حرم میں داخل ہو گیا تو وہ بھیڑیا واپس جانے لگا۔ اس سے ان دونوں کو تعجب ہوا اس پر اس بھیڑیئے نے کہا اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ حضرت محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ میں تمہیں جنت کی دعوت دے رہے ہیں اور تم انہیں جہنم کی آگ کی طرف دعوت دے رہے ہو (یہ دونوں حضرات اس وقت تک اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے، اس لئے حضرت صفوانؓ سے) حضرت ابوسفیانؓ نے کہا لات وعُزّیٰ کی قسم! اگر تم نے مکہ میں اس بات کا تذکرہ کر دیا تو سارے مکہ والے مکہ چھوڑ دیں گے (اور مدینہ چلے جائیں گے)۔[2]

صحابہ کرامؓ کے لئے دریاؤں اور سمندروں کا مسخر ہونا

حضرت قیس بن حجاج اپنے استاد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جب مصر فتح کر لیا تو عجمی مہینوں میں سے بؤنہ مہینے کے شروع ہونے پر مصر والے ان کے پاس آئے اور کہا امیر صاحب! ہمارے اس دریائے نیل کی ایک عادت ہے جس کے بغیر یہ چلتا نہیں۔ حضرت عمروؓ نے اُن سے پوچھا وہ عادت کیا ہے؟ انہوں نے کہا جب اس مہینے کی بارہ راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم ایسی کنواری لڑکی تلاش کرتے ہیں جو اپنے والدین کی اکلوتی لڑکی ہوتی ہے، اس کے والدین کو راضی کرتے ہیں اور اُسے سب سے اچھے کپڑے اور زیور پہنا کر اس دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ حضرت عمروؓ نے کہا یہ کام اسلام میں تو ہو نہیں سکتا کیونکہ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام (غلط) طریقے ختم کر دیتا ہے، چنانچہ مصر والے

(۱) اخرجہ احمد (ج ۳ ص ۸۴) وہٰذا اسناد صحیح علی شرط الصحیح وقد صححہ البیہقی ولم یروہ الا الترمذی من قولہ والذی نفسی بیدہ الی آخرہ ثم قال ہٰذا حدیث حسن غریب صحیح کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۴۲) وللحدیث طریق اخری عند احمد والبیہقی والحاکم وابی نعیم واخرجہ احمد عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ وابو نعیم عن انس رضی اللہ عنہ والبیہقی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کما بسط ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۴۴ و ۱۴۵) وقد تکلم القاضی عیاض فی حدیث الذئب فذکر عن ابی ہریرۃ وابی سعید وعن اہبان بن اوس رضی اللہ عنہم (۲) کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۴۶)

بؤنہ، ابیب اور مسری تین مہینے ٹھہرے رہے اور آہستہ آہستہ دریائے نیل کا پانی بالکل ختم ہو گیا۔ یہ دیکھ کر مصر والوں نے مصر چھوڑ کر کہیں اور چلے جانے کا ارادہ کر لیا۔ جب حضرت عمروؓ نے یہ دیکھا تو انہوں نے اس بارے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا آپ نے بالکل ٹھیک کیا بیشک اسلام اپنے سے پہلے کے تمام غلط طریقے ختم کر دیتا ہے میں آپ کو ایک پرچہ بھیج رہا ہوں جب آپ کو میرا خط ملے تو آپ میرا وہ پرچہ دریائے نیل میں ڈال دیں۔ جب خط حضرت عمروؓ کے پاس پہنچا تو انہوں نے وہ پرچہ کھولا اس میں یہ لکھا ہوا تھا "اللہ کے بندے امیر المومنین عمرؓ کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کے نام۔ اما بعد! اگر تم اپنے پاس سے چلتے ہو تو مت چلو اور اگر تمہیں اللہ واحد قہار چلاتے ہیں تو ہم اللہ واحد قہار سے سوال کرتے ہیں کہ وہ تجھے چلا دے"۔ چنانچہ حضرت عمروؓ نے صلیب کے دن سے ایک دن پہلے یہ پرچہ دریائے نیل میں ڈالا ادھر مصر والے مصر سے جانے کی تیاری کر چکے تھے کیونکہ ان کی ساری معیشت اور زراعت کا انحصار دریائے نیل کے پانی پر تھا۔ صلیب کے دن صبح لوگوں نے دیکھا کہ دریائے نیل میں سولہ ہاتھ پانی چل رہا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے مصر والوں کی اس بری رسم کو ختم کر دیا[1] (اس دن سے لے کر آج تک دریائے نیل مسلسل چل رہا ہے)۔

قبیلہ بنو سعد کے غلام حضرت عروہ اعمیٰ کہتے ہیں حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سمندر کا سفر کر رہے تھے وہ اپنی کچھ کا پیاں سی رہے تھے اچانک ان کی سوئی سمندر میں گر گئی انہوں نے اسی وقت یوں دعا مانگی اے میرے رب! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو میری سوئی ضرور واپس کر دے، چنانچہ اسی وقت وہ سوئی (سطح سمندر پر) ظاہر ہوئی اور حضرت ابو ریحانہ نے وہ سوئی پکڑ لی[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو بحرین کی طرف بھیجا تو میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا میں نے ان کی تین باتیں دیکھیں مجھے یہ پتہ نہیں کہ ان میں سے سب سے زیادہ عجیب بات کونسی ہے۔ ایک بات تو یہ ہے کہ جب ہم سمندر کے کنارے پر پہنچے تو انہوں نے کہا بسم اللہ پڑھ کر سمندر میں گھس جاؤ۔ چنانچہ ہم بسم اللہ پڑھ کر (بغیر کشتیوں کے) سمندر میں گھس گئے اور ہم نے (اپنے جانوروں پر سوار ہو کر) سمندر پار کر لیا اور ہمارے اونٹوں کے پاؤں بھی گیلے نہیں ہوئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہاں سے جب ہم واپس آ رہے تھے تو ایک وسیع بیابان میں ہمارا گزر ہوا۔ ہمارے

[1] اخرجہ ابن عبد الحکیم فی فتوح مصر و ابو الشیخ فی العظمۃ و ابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۸۰) و اخرجہ الحافظ ابو القاسم اللالکائی الطبری فی کتاب السنۃ عن قیس بن الحجاج نحوہ کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۴۶۳) [2] اخرجہ ابراہیم بن الجنید فی کتاب الاولیاء کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۱۵۷)

پاس پانی بالکل نہیں تھا۔ ہم نے ان سے شکایت کی انہوں نے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا مانگی تو ایک دم آسمان پر ڈھال کی طرح کا بادل آیا اور وہ خوب برسا اور اس نے اپنے سارے دہانے کھول دیئے۔ ہم نے خود بھی پانی پیا اور اپنے جانوروں کو بھی پلایا تیسری بات یہ ہے کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ ہم نے ان کو ریت میں دفن کردیا۔ ابھی ہم وہاں سے تھوڑا سا آگے گئے تھے کہ ہمیں خیال آیا کہ اس علاقہ کی زمین پکی نہیں ہے ریتلا علاقہ ہے کوئی درندہ آکر ان کی قبر کھود کر انہیں کھاجائے گا اس خیال سے ہم واپس آئے تو قبر تو ان کی صحیح سالم تھی لیکن جب ہم نے ان کی قبر کھودی تو ہمیں ان کی نعش قبر میں نظر نہ آئی[1] ابو نعیم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جب (ہم سمندر پار کرکے جزیرہ میں پہنچ گئے اور) ہمیں کسریٰ کی طرف سے مقرر کردہ گورنر ابن مکعبر نے یوں جانوروں پر آتے دیکھا تو اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم! انہیں۔ ہم ان کا مقابلہ نہیں کرسکتے پھر کشتی میں بیٹھ کر ایران چلا گیا۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اس امت میں تین باتیں پائی ہیں پھر اس کے بعد لمبی حدیث ذکر کی ہے۔ اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر تیار کیا اور حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا۔ میں بھی اس غزوہ میں گیا تھا جب ہم غزوہ کی جگہ پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ دشمن کو ہمارا پتہ چل گیا تھا اور وہ پانی کے تمام نشان مٹا کر وہاں سے جاچکا تھا۔ گرمی پڑ رہی تھی اور پیاس کے مارے ہمارا اور ہمارے جانوروں کا برا حال ہوگیا تھا اور جمعہ کا دن تھا جب سورج غروب ہونے لگا تو حضرت علاءؓ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی پھر انہوں نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور ہمیں آسمان میں بادل کا کہیں نام و نشان نظر نہیں آرہا تھا اللہ کی قسم! حضرت علاءؓ نے ابھی ہاتھ نیچے نہیں کیئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیج دی اور ایک بادل ظاہر کردیا اور وہ بادل اتنے زور سے برسا کہ سارے نالے تالاب اور وادیاں پانی سے بھر گئیں اور ہم نے خود پانی پیا اور اپنے جانوروں کو بھی پلایا اور اپنے مشکیزوں اور برتنوں کو بھر لیا پھر ہم اپنے دشمن کے پاس پہنچے وہ لوگ اپنی جگہ چھوڑ کر خلیج پار کرکے سمندر میں ایک جزیرے میں جاچکے تھے اس خلیج کے کنارے کھڑے ہوکر حضرت علاءؓ نے ان الفاظ سے اللہ کو پکارا یا علیُّ! یا عظیمُ! یا حلیمُ! یا کریمُ! پھر ہم سے کہا اللہ کا نام لے کر اس سمندر کو پار کرو۔ چنانچہ ہم وہ سمندر پار کرنے لگے ہمارے جانوروں کے کھر بھی گیلے نہیں ہورہے تھے تھوڑی ہی دیر میں ہم نے دشمن کو جالیا۔ ہم نے انہیں قتل بھی کیا اور گرفتار

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۰۸) واخرجہ ابو نعیم ایضاً فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۸) عن ابی ہریرۃ نحوہ مختصراً علی قصۃ البحر [2] واخرجہ الطبرانی فی الثلاثۃ عن ابی ہریرۃ نحوہ قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۷۶) وفیہ ابراہیم بن معمر الہروی ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات۔

بھی کیا اور انہیں غلام بھی بنایا اس کے بعد ہم پھر اسی خلیج کے کنارے پر آئے اور حضرت علاءؓ نے اللہ کو پھر انہی ناموں سے پکارا اور ہم پھر اس خلیج کو اس طرح پار کرنے لگے کہ ہمارے جانوروں کے کھر گیلے نہیں ہو رہے تھے آگے اور حدیث بھی ذکر کی۔[1]

حضرت سہم بن منجاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ غزوے میں گئے پھر سارا واقعہ ذکر کیا اور دعا میں یہ الفاظ ذکر کئے یَا عَلِیْمُ! یَا حَلِیْمُ! یَا عَلِیُّ! یَا عَظِیْمُ! ہم تیرے بندے ہیں اور تیرے راستہ میں اور تیرے دشمن سے لڑنے کے ارادے سے نکلے ہیں ہمیں ایسی بارش عطا کر جس سے ہمارے پینے اور وضو کے پانی کا انتظام ہو جائے اور جب ہم اسے چھوڑ کر جائیں تو ہمارے علاوہ اور کسی کا اس میں حصہ نہ ہو اور سمندر کی دعا میں یہ الفاظ ہیں اور ہمارے لئے اپنے دشمن تک پہنچنے کا راستہ بنا دے۔[2] ابو نعیم کی روایت میں ہے کہ حضرت علاءؓ ہمیں لے کر سمندر میں گھس گئے جب ہم اندر گئے تو پانی ہماری سواریوں کے نمدوں تک بھی نہیں پہنچا اور ہم دشمن تک پہنچ گئے اور ابن جریر نے اپنی تاریخ میں اور ابن کثیر نے البدایہ میں یہ قصہ یوں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو بحرین کے مرتدین سے لڑنے کے لئے بھیجا اور اس میں یہ قصہ بھی ذکر کیا کہ جن اونٹوں پر لشکر کا زاد سفر اور خیمے اور پینے کا پانی لدا ہوا تھا وہ سارے اونٹ سامان سمیت بھاگ گئے تھے اور پھر خود ہی سامان سمیت آگئے تھے اور یہ قصہ بھی ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے پڑاؤ کی جگہ کے ساتھ ہی صاف شفاف خالص پانی کا حوض پیدا فرما دیا اور یہ بھی ذکر کیا کہ ان حضرات نے مرتدین سے جنگ کی۔[3] ابن کثیر نے یہ قصہ یوں ذکر کیا ہے کہ حضرت علاءؓ نے مسلمانوں سے کہا آؤ (بحرین جزیرے کے علاقے) دارین چلتے ہیں تاکہ وہاں جاکر دشمن سے جنگ کریں اس پر سارے مسلمان فوراً تیار ہو گئے وہ ان مسلمانوں کو لے کر چل پڑے یہاں تک کہ ساحل سمندر پر پہنچ گئے پہلے تو ان کا خیال ہوا کہ کشتیوں کے ذریعے دارین کا سفر کر لیں لیکن پھر یہ سوچا کہ سفر کافی لمبا ہے کشتیوں میں جاتے جاتے دیر لگ جائے گی اتنے میں اللہ کے دشمن وہاں سے آگے چلے جائیں گے اور پھر یہ دعا پڑھتے ہوئے اپنے گھوڑے کو لے کر سمندر میں گھس گئے یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ! یَا حَکِیْمُ! یَا کَرِیْمُ! یَا اَحَدُ! یَا صَمَدُ! یَا حَیُّ! یَا مُحْیِیُ! یَا قَیُّوْمُ! یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ! لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ یَا رَبَّنَا! اور لشکر کو بھی حکم دیا کہ وہ یہ دعا پڑھتے

(۱) اخرجه البيهقي وذكر البخاري في التاريخ لهذه القصة اسناداً آخر (۲) قد اسنده ابن ابي الدنيا كذا في البداية (ج ۶ ص ۱۵۵) واخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۷) عن سهم بن منجاب نحو رواية ابن ابي الدنيا مقتصراً على قصة البحر (۳) اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۲۰۹) واخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ۲ ص ۱۲۲) عن ابي عثمان وغيره نحوه

ہوئے سمندر میں گھس جائیں، چنانچہ انہوں نے بھی ایسا کیا اور اس طرح اللہ کے حکم سے ان سب کو لے کر حضرت علاءؓ خلیج کو پار کر گئے وہ سمندر میں نرم ریت جیسی جگہ پر چل رہے تھے جس پر اتنا کم پانی تھا کہ اونٹوں کے پاؤں بھی نہیں ڈوبتے تھے اور وہ پانی گھوڑوں کے گھٹنوں تک بھی نہیں پہنچ رہا تھا۔ یہ سفر کشتی میں ایک رات ایک دن میں طے ہوتا تھا لیکن حضرت علاءؓ نے سمندر پار کیا اور جزیرہ کے ساحل پر پہنچ گئے وہاں جا کر دشمن سے جنگ کی اور ان پر غلبہ حاصل کیا اور ان کا مال غنیمت سمیٹا اور پھر اسی پہلی جگہ واپس بھی آ گئے اور یہ سارے کام صرف ایک دن میں ہو گئے۔[1]

حضرت ابن رُفیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بہر سیر قریب والا شہر تھا اور دریائے دجلہ کے پار دور والا شہر تھا جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بہر سیر کو فتح کر کے اس میں پڑاؤ ڈال لیا تو انہوں نے کشتیاں تلاش کیں تاکہ لوگ دریائے دجلہ پار کر کے دور والے شہر جا سکیں اور اُسے فتح کر سکیں لیکن انہیں کوئی کشتی نہ مل سکی کیونکہ ایرانی لوگ تمام کشتیاں سمیٹ کر وہاں سے لے جا چکے تھے چنانچہ مسلمان صفر مہینے کے کئی دن بہر سیر میں ٹھہرے رہے اور حضرت سعدؓ کے سامنے اس بات کا اظہار کرتے رہے کہ (کشتیوں کے بغیر ہی) دریا پار کر لیا جائے لیکن شفقت کی وجہ سے وہ مسلمانوں کو ایسا کرنے نہیں دیتے تھے پھر وہاں کے کچھ عجمی کافروں نے آ کر انہیں دریا پار کرنے کے لئے وہ گھاٹ بتایا جو وادی کی سخت جگہ پہنچا دیتا تھا لیکن حضرت سعدؓ تردد میں پڑ گئے اور اس گھاٹ میں سے جانے سے انکار کر دیا اتنے میں دریا کا پانی چڑھ گیا پھر حضرت سعدؓ نے خواب دیکھا کہ دریا میں پانی بہت زیادہ چڑھا ہوا ہے لیکن مسلمانوں کے گھوڑے دریا میں گھسے ہیں اور پار ہو گئے ہیں اس خواب کو دیکھ کر انہوں نے دریا پار کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور لوگوں کو جمع کر کے بیان کیا اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا تمہارا دشمن اس دریا کی وجہ سے تم سے محفوظ ہو گیا ہے تم لوگ تو ان تک نہیں پہنچ سکتے لیکن وہ لوگ جب چاہیں کشتیوں میں بیٹھ کر تم پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ تمہارے پیچھے ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس سے تم پر حملہ کا خطرہ ہو میں نے پکا ارادہ کر لیا ہے کہ دریا پار کر کے دشمن پر حملہ کیا جائے۔ تمام مسلمانوں نے بیک زبان کہا آپ ضرور ایسا کریں اللہ ہمیں اور آپ کو ہدایت پر پکا رکھے پھر حضرت سعدؓ نے لوگوں کو دریا پار کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا آپ لوگوں میں سے کون اس بات کے لئے تیار ہے کہ پہل کرے اور دریا پار کر کے گھاٹ کے دوسرے کنارے پر قبضہ کرے اور اس کنارے کی دشمن سے حفاظت کرے تاکہ دشمن مسلمانوں کو اس کنارے تک پہنچنے سے روک نہ سکے۔ اس پر حضرت عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ فوراً تیار ہو گئے اور ان کے بعد اور چھ سو (۶۰۰) بہادر آدمی تیار ہو گئے حضرت سعدؓ نے حضرت عاصمؓ

[1] قال فی البدایۃ (ج ۶ ص ۳۲۹) وکذا ذکرہ ابن جریر (ج ۲ ص ۵۲۲) عن السری عن شعیب عن سیف باسنادہ عن منجاب بن راشد فذکر القصۃ لطولہا جدا۔

کو اُن کا امیر بنایا حضرت عاصمؓ اُن کو لے کر چلے پھر دجلہ کے کنارے کھڑے ہوکر اپنے ساتھیوں سے کہا آپ میں سے کون میرے ساتھ چلنے کو تیار ہے تاکہ ہم گھاٹ کے پرلے کنارے کو دشمن سے محفوظ کرلیں اس پر اُن میں سے ساٹھ (۶۰) آدمی تیار ہو گئے۔ حضرت عاصمؓ نے ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا آدھے لوگوں کو گھوڑوں پر اور آدھے لوگوں کو گھوڑیوں پر بٹھایا تاکہ گھوڑوں کے لئے تیرنے میں آسانی رہے پھر وہ لوگ دجلہ میں داخل ہو گئے (اور دریا کو اللہ کی مدد سے پار کرلیا) جب حضرت سعدؓ نے دیکھا کہ حضرت عاصمؓ نے گھاٹ کے پرلے کنارے پر قبضہ کر کے محفوظ کرلیا ہے تو اُنہوں نے تمام لوگوں کو دریا میں گھُس جانے کا حکم دے دیا اور فرمایا یہ دُعا پڑھو نَسْتَعِيْنُ بِاللّٰهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اور لشکر کے اکثر لوگ ایک دوسرے کے پیچھے چلنے لگے اور گہرے پانی پر بھی چلتے رہے حالانکہ دریائے دجلہ بہت جوش میں تھا اور بہت جھاگ پھینک رہا تھا اور ریت اور مٹی کی وجہ سے اس کا رنگ سیاہ ہو رہا تھا اور لوگوں کی دو دو کی جوڑیاں بنی ہُوئی تھیں اور وہ دریا پار کرتے ہُوئے آپس میں اس طرح باتیں کر رہے تھے جس طرح زمین پر چلتے ہُوئے کیا کرتے تھے۔ ایران والے یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے کیونکہ اس کا اُنہیں وہم وگمان بھی نہیں تھا وہ لوگ گھبرا کر ایسے جلدی میں بھاگے کہ اپنا اکثر مال وہاں ہی چھوڑ گئے اور ۱۶ ہجری صفر کے مہینہ میں مسلمان اس شہر میں داخل ہُوئے اور کسریٰ کے خزانوں میں جو تین ارب تھے اُن پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا اور شیرویہ اور اس کے بعد کے بادشاہوں نے جو کچھ جمع کیا تھا اس پر بھی قبضہ ہوگیا۔[۱]

حضرت ابُوبکر بن حفص بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں گھوڑے مسلمانوں کو لے کر پانی پر تیر رہے تھے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ چل رہے تھے اور سعدؓ کہہ رہے تھے اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے اللہ کی قسم! اگر ہمارے لشکر میں بدکاری اور گناہ اتنے نہیں ہیں جو نیکیوں پر غالب آجائیں تو اللہ ضرور اپنے دوست کی مدد کریں گے اور اپنے دین کو غالب کریں گے اور اپنے دُشمن کو شکست دیں گے۔ حضرت سلمانؓ نے اُن سے کہا اسلام ابھی نیا ہے اور اللہ کی قسم! مسلمانوں کے لئے آج سمندر اور دریا ایسے مسخر کر دیئے گئے ہیں جیسے ان کے لئے خشکی مسخر تھی غور سے سنیں! اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں سلمان کی جان ہے مسلمان جیسے دریا میں فوج در فوج داخل ہُوئے ہیں ایسے ہی اس سے فوج در فوج نکل بھی ضرور جائیں گے چنانچہ مسلمان دریا کے ایک کنارے سے دُوسرے کنارے تک ایسے چھاگئے کہ پانی کسی جگہ بھی نظر نہیں آرہا تھا اور خشکی پر چلتے ہُوئے وہ جتنی باتیں آپس میں کرتے تھے اب

[۱] اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۰۶) وذکرہ الطبری فی تاریخہ (ج ۴ ص ۱۱۹) عن سیف مع زیادات وذکرہ فی البدایۃ (ج ۷ ص ۶۴) بطولہ

اس سے زیادہ کر رہے تھے اور جیسے حضرت سلمانؓ نے کہا تھا مسلمان آخر دریا سے باہر نکل گئے. نہ اُن کی کوئی چیز گم ہوئی اور نہ اُن میں سے کوئی ڈوبا[1]

حضرت ابوعثمان نہدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سارے مسلمان صحیح سالم پار ہو گئے. البتہ بارق چشمے کا رہنے والا ایک آدمی جسے غرقدہ کہا جاتا تھا وہ اپنی سُرخ گھوڑی کی پُشت سے نیچے گِر گیا اور وہ منظر اب تک میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ اُس کی گھوڑی اپنی گردن کے بالوں سے پسینہ جھاڑ رہی تھی گرنے والے صاحب پانی کے اُوپر ہی تھے حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنے گھوڑے کی لگام اُن کی طرف موڑی اور اپنے ہاتھ سے اُنہیں پکڑ کر کھینچتے رہے یہاں تک کہ وہ بھی دریا کے پار ہو گئے اور لشکر میں سے کسی کی بھی کوئی چیز پانی میں نہیں گری صرف ایک پیالہ گرا تھا جو ایک پُرانی رسّی سے بندھا ہُوا تھا وہ رسّی ٹوٹ گئی اِس لئے پیالہ گر گیا اور پانی اُسے بہا کر لے گیا پیالے والے کے جوڑی دار نے عار دِلاتے ہُوئے اس سے کہا تمہارے پیالے کو تقدیر کا ایسا تیر لگا کہ وہ پانی میں گر گیا. پیالہ والے نے کہا نہیں، اللہ کی قسم! مجھے اِس بات کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ پُورے لشکر میں سے صرف میرا پیالہ ہرگز نہیں لیں گے، چُنانچہ دریا کی موجوں نے وہ پیالہ ساحل پر پھینک دیا اور گھاٹ کے پرلے کنارے کے پہرہ دینے والوں میں سے ایک آدمی کی نگاہ اُس پیالے پر پڑی اُس نے اپنے نیزے سے اُسے اُٹھا لیا اور جب سارا لشکر دریا پار کر گیا تو وہ پیالہ لے کر لشکر میں آگیا اور پیالے کے مالک کو تلاش کرنے لگا. آخر وہ مالک مل گیا اور اُس نے اپنا پیالہ لے لیا[2]

حضرت عُمیر صائدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ لوگوں کو لے کر دجلہ میں داخل ہونے لگے تو سب لوگوں نے جوڑیاں بنا لیں حضرت سلمانؓ حضرت سعدؓ کے جوڑی دار تھے اور پانی پر ان کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے. حضرت سعدؓ نے یہ آیت پڑھی ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (سُورت یاسین آیت ۳۸) "یہ اندازہ باندھا ہُوا ہے اُس (خدا) کا جو زبردست، علم والا ہے." دریا میں پانی بہت چڑھا ہُوا تھا اور گھوڑا کچھ دیر سیدھا کھڑا رہتا جب تھک جاتا تو دریا میں ایک ٹیلہ ظاہر ہو جاتا جس پر وہ زمین کی طرح کھڑے ہو کر آرام کر لیتا. مدائن شہر میں اس سے زیادہ عجیب منظر کبھی پیش نہیں آیا تھا چونکہ پانی کے بہت زیادہ ہونے کے باوجود جگہ جگہ ٹیلے ظاہر ہُوئے تھے اس وجہ سے اس دن کو ٹیلوں کا دِن کہا جاتا تھا[3] ابونعیم نے بھی حضرت عُمیر صائدی سے اسی جیسی روایت نقل کی ہے

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۰۹) واخرجہ ابن جریر الطبری فی تاریخہ (ج ۳ ص ۱۲۱) عن ابی بکر بن حفص نحوہ مع زیادۃ فی اولہ (۲) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۰۹) واخرجہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۳ ص ۱۲۲) عن ابی عثمان وغیرہ نحوہ (۳) اخرجہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۳ ص ۱۲۲)

لیکن اس کی روایت میں مضمون اس طرح سے ہے کہ مدائن میں اس سے زیادہ عجیب واقعہ کبھی پیش نہیں آیا تھا اور چونکہ جو بھی تھک جاتا تھا اُس کے سامنے فوراً ایک ٹیلہ نمودار ہو جاتا تھا جس پر وہ آرام کر لیتا تھا، اس لیئے اس دن کو ٹیلوں والا دن کہا جاتا تھا۔[۱]

حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم دجلہ میں داخل ہُوئے تو وہ کناروں تک لبالب بھرا ہُوا تھا۔ جب ہم اُس جگہ پہنچے جہاں پانی سب سے زیادہ تھا وہاں گھوڑے سوار کچھ دیر کھڑا رہا تو پانی اُس کی پیٹی تک بھی نہ پہنچا۔[۲]

حضرت حبیب بن صُہبان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مُسلمانوں میں سے ایک آدمی جن کا نام حجر بن عدی تھا، اُنہوں نے کہا کیا تمہیں پار کر کے دُشمن تک جانے سے صرف پانی کا یہ قطرہ ہی روک رہا ہے۔ پانی کے قطرے سے مُراد وہ دریائے دجلہ لے رہے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا (سُورت آلِ عمران آیت ۱۴۵) "اور کسی شخص کو موت آنا ممکن نہیں بدون حکم خدا تعالیٰ کے اس طور سے کہ اس کی میعاد مُعیّن لکھی ہُوئی رہتی ہے۔" پھر اُنہوں نے اپنا گھوڑا دریائے دجلہ میں ڈال دیا۔ جب اُنہوں نے ڈالا تو تمام لوگوں نے اپنے گھوڑے ڈال دیئے۔ جب دُشمن نے انہیں یوں دریا پار کرتے ہُوئے دیکھا تو کہنے لگے یہ تو دیو ہیں دیو اور پھر وہ سارے بھاگ گئے۔[۳] حضرت حبیب بن صُہبان ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب مسلمان مدائن والے دن دریائے دجلہ پار کر رہے تھے تو دُشمن انہیں دریا پار کرتا ہُوا دیکھ کر فارسی میں کہنے لگا یہ تو دیو ہیں اور پھر آپس میں ایک دُوسرے سے کہنے لگے اللہ کی قسم! تمہیں اب اِنسانوں سے نہیں بلکہ جِنّات سے لڑنا ہوگا اِس سے وہ مرعُوب ہو گئے اور انہیں شکست ہو گئی۔[۴]

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک ساتھی سے نقل کرتے ہیں کہ جب ہم دجلہ کے پاس پہنچے تو وہ بہت چڑھا ہُوا تھا اور عجمی لوگ دریا کے اس پار تھے ایک مُسلمان نے بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور وہ ڈوبا نہیں بلکہ اسکا گھوڑا پانی کے اوپر چلنے لگا۔ یہ دیکھ کر باقی تمام لوگوں نے بھی بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے اور وہ سب پانی کے اوپر چلنے لگے۔ جب عجمی لوگوں نے انہیں دیکھا تو کہنے لگے یہ تو دیو ہیں، دیو ہیں۔ پھر اُن کا جدھر مُنہ اُٹھا اُدھر بھاگ گئے۔[۵]

---

(۱) اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل ص (۲۰۹) (۲) اخرجہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۳ ص ۱۲۳) واخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۱۰) عن قیس نحوہ (۳) اخرجہ ابن ابی حاتم کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۱ ص ۴۱۰) (۴) عند ابی نعیم فی الدلائل (ص ۲۱۰) واخرجہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۳ ص ۱۲۲) عن حبیب نحوہ (۵) اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۵۵)

آگ کا صحابہ کرامؓ کی اطاعت کرنا

حضرت مُعاویہ بن حرمل رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں مَیں مدینہ منورہ گیا تو حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ مجھے اپنے ساتھ کھانے کے لیئے لے گئے مَیں نے کھانا تو خُوب کھایا لیکن مجھے بُھوک بہت زیادہ تھی اِس وجہ سے میرا پیٹ پُوری طرح نہیں بھرا کیونکہ میں تین دِن سے مسجد میں ٹھہرا ہُوا تھا اور کچھ نہیں کھایا تھا ایک دِن اچانک مدینہ کے پتھریلے میدان میں آگ ظاہر ہُوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آکر حضرت تمیمؓ سے کہا اُٹھو اور اس آگ کے بُجھانے کا اِنتظام کرو۔ حضرت تمیمؓ نے کہا اے امیر المؤمنین! مَیں کون ہوتا ہُوں؟ اور میری کیا حیثیت ہے؟ لیکن حضرت عمرؓ اِصرار فرماتے رہے جس پر وہ حضرت عمرؓ کے ساتھ چل دیئے۔ میں بھی ان دونوں حضرات کے پیچھے چل دیا وہ دونوں حضرات آگ کے پاس گئے وہاں جاکر حضرت تمیمؓ اپنے ہاتھ سے آگ کو اِس طرح دھکے دینے لگے یہاں تک کہ آگ گھاٹی میں اُسی جگہ واپس داخل ہوگئی جہاں سے نِکلی تھی۔ آگ کے پیچھے حضرت تمیمؓ بھی اندر داخل ہوگئے اور حضرت عمرؓ فرمارہے تھے (یہ ایمانی منظر) نہ دیکھنے والا دیکھنے والے جیسا نہیں ہوسکتا[1]

حضرت مُعاویہ بن حرمل رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں مَیں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا اے امیر المؤمنین! آپ کے لشکر کے قابو پانے سے پہلے ہی مَیں نے توبہ کرلی ہے۔ حضرت عمرؓ نے پُوچھا تم کون ہو؟ مَیں نے کہا مَیں مسیلمہ کذاب کا داماد مُعاویہ بن حرمل ہُوں حضرت عمرؓ نے فرمایا جاؤ اور جو مدینہ والوں میں سب سے بہترین آدمی ہے اُس کے مہمان بن جاؤ مَیں حضرت تمیم داریؓ کا مہمان بن گیا ایک دفعہ مدینہ کے پتھریلے میدان میں آگ نِکل آئی اُس وقت ہم لوگ باتیں کررہے تھے حضرت عمرؓ نے آکر حضرت تمیمؓ سے کہا (چلو اور اس آگ کا انتظام کرو) حضرت تمیمؓ نے کہا میری کیا حیثیت ہے؟ اور کیا آپ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ میرے پوشیدہ عیوب آپ پر ظاہر ہُوں؟ اِس طرح حضرت تمیمؓ کسرِ نفسی کررہے تھے۔ (لیکن حضرت عمرؓ نے اِصرار فرمایا تو حضرت تمیمؓ کھڑے ہُوئے اور آگ کو دھکے دیتے رہے یہاں تک کہ جس دروازے سے نکلی تھی اُسی میں اُسے واپس کردیا اور پھر خود بھی آگ کے پیچھے اُس دروازے کے اندر چلے گئے پھر باہر آگئے اور اس سب کے باوجود آگ انہیں کچھ نقصان نہ پہنچاسکی[2] اور ابو نعیم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت تمیمؓ سے فرمایا ان ہی جیسے کاموں کے لیئے ہم نے تمہیں چھپا رکھا ہے اے ابو رقیہ (یہ حضرت تمیمؓ کی کنیت ہے)[3]

[1] اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۱۲) واخرجه البیہقی عن معاویة بن حرمل قال خرجت نار بالحرة فذکر نحوه کما فی البدایة (ج ۶ ص ۱۵۲) (۲) اخرجه البغوی کذا فی الاصابة (ج ۳ ص ۴۹۶) (۳) اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۱۲) عن عنترة عن مرزوق مختصرا

صَحابہ کرامؓ کے لئے روشنی کا چمکنا

حضرت اَبُوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ رہے تھے حضورؐ جب سجدے میں جاتے تو حضرت حسین اور حسن رضی اللہ عنہما کود کر آپؐ کی پیٹھ پر چڑھ جاتے جب آپؐ سجدے سے سر اُٹھاتے تو نرمی سے پکڑ کر ان دونوں کو پیٹھ سے اُتار دیتے آپؐ جب دوبارہ سجدے میں جاتے تو یہ دونوں پھر چڑھ جاتے۔ حضورؐ نے جب نماز پُوری کر لی تو دونوں کو اپنی ران پر بٹھا لیا میں کھڑے ہو کر حضورؐ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا یا رسُولَ اللہ! ان دونوں کو گھر چھوڑ آؤں۔ اتنے میں بجلی چمکی تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان دونوں سے فرمایا اپنی ماں کے پاس چلے جاؤ۔ بجلی کی روشنی اتنی دیر رہی کہ یہ دونوں اپنی والدہ کے پاس پہنچ گئے [1]

حضرت اَبُوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت تھی ایک دفعہ اندھیری رات میں حضرت حسنؓ حضورؐ کے پاس تھے حضرت حسنؓ نے کہا میں اپنی امی کے پاس چلا جاؤں؟ میں نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! میں اس کے ساتھ چلا جاؤں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ اتنے میں آسمان میں بجلی چمکی اور اس کی روشنی اتنی دیر رہی کہ اس میں چل کر حضرت حسنؓ اپنی والدہ کے پاس پہنچ گئے [2]

امام احمدؒ نے جمعہ کی خاص گھڑی کے قِصّہ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث نقل کی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ پھر اس رات کو آسمان پر بہت زیادہ بادل آئے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب عِشاء کی نماز کے لیے باہر تشریف لائے تو ایکدم بجلی چمکی جس میں حضورؐ کو حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نظر آئے۔ حضورؐ نے اُن سے پُوچھا کہ اے قتادہ! رات کے اندھیرے میں کیسے آنا ہُوا؟ اُنھوں نے کہا یا رسُولَ اللہ! مجھے خیال آیا کہ بارش کی وجہ سے آج لوگ نماز میں کم آئیں گے، اِس لیئے میں آگیا۔ حضورؐ نے فرمایا جب تم نماز پڑھ چکو تو میرے آنے تک ٹھہرے رہنا۔ جب حضورؐ نماز پڑھ کر واپس آئے تو انہیں کھجُور کی ایک ٹہنی دی اور فرمایا یہ لے لو یہ راستہ میں تمہارے آگے دس ہاتھ اور پیچھے دس ہاتھ روشنی کرے گی۔ جب تم گھر میں داخل ہو جاؤ اور وہاں تمہیں ایک کونے میں کالی چیز نظر آئے تو بات کرنے سے پہلے اُسے اِس ٹہنی سے مارنا کیونکہ وہ شیطان ہے [3] طبرانی کی روایت

---

(1) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۸۱) رواہ احمد والبزار باختصار وقال فی لیلۃ مظلمۃ ورجال احمد ثقات۔ انتہی واخرجہ البیہقی عن ابی ہریرۃؓ نحوہ کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۵۲) (2) اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۰۵) (3) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۲ ص ۱۶۶) رواہ احمد والبزار بنحوہ ورجالہما رجال الصحیح۔ انتہی۔

میں یہ ہے کہ نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کھجور کی ایک ٹہنی دی اور فرمایا تمہارے پیچھے تمہارے گھر والوں کے پاس شیطان آیا ہے۔ تم یہ ٹہنی لے جاؤ اور گھر پہنچنے تک مضبوطی سے اسے پکڑے رہنا اور گھر کے کونے میں شیطان کو پکڑ کر اس ٹہنی سے خوب مارنا چنانچہ میں مسجد سے نکلا تو اس ٹہنی سے موم بتی کی طرح روشنی نکلنے لگی اور میں اس کی روشنی میں چلنے لگا میں گھر پہنچا تو گھر والے سو رہے تھے۔ میں نے کونے میں دیکھا تو اس میں ایک سیہ بیٹھا ہوا تھا میں اسے اس ٹہنی سے مارنے لگا یہاں تک کہ گھر سے نکل گیا۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابیؓ ایک اندھیری رات میں حضورؐ کے پاس سے نکلے تو ان دونوں کے ساتھ دو چراغ سے تھے جو ان دونوں کے سامنے روشنی کر رہے تھے۔ جب دونوں الگ ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک چراغ ہوگیا یہاں تک کہ وہ دونوں اپنے گھر پہنچ گئے۔[2] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت اسید بن حضیر انصاری رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی کسی ضرورت کے بارے میں بات کر رہے تھے اس میں رات کا ایک حصہ گزر گیا۔ اس رات اندھیرا بھی بہت تھا۔ جب یہ دونوں واپس جانے کے لئے حضورؐ کے پاس سے نکلے تو دونوں کے پاس ایک ایک چھوٹی لاٹھی تھی۔ ان میں سے ایک کی لاٹھی میں سے روشنی نکلنے لگی وہ دونوں اس کی روشنی میں چلنے لگے۔ جب دونوں کے راستے الگ ہوگئے تو پھر دوسرے کی لاٹھی میں سے بھی روشنی نکلنے لگی اور وہ اس کی روشنی میں چلنے لگے۔ یونہی روشنی میں چلتے چلتے دونوں اپنے گھر پہنچ گئے۔[3] بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عباد بن بشر اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے باہر نکلے اور پھر پچھلی جیسی حدیث ذکر کی۔

حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے سخت اندھیری رات تھی اس میں ہم لوگ ادھر ادھر بکھر گئے تو میری انگلیوں میں سے روشنی نکلنے لگی یہاں تک کہ لوگوں نے اپنی سواریاں بھی جمع کیں اور ان کا جو سامان گر گیا تھا اسے بھی جمع کیا اور اتنی دیر میری انگلیوں میں سے روشنی نکلتی رہی۔[4] حضرت حمزہ

(۱) اخرجه الطبرانی فی الکبیر عن قتادة کما فی المجمع (ج ۹ ص ۳۰) قال الهیثمی رجاله موثقون (۲) اخرجه البخاری (۳) عند ابن اسحٰق وقد علقه البخاری عن معمر عن ثابت عن انس (۴) علقه البخاری ایضا عن حماد بن سلمة عن ثابت عن انس وقد رواه النسائی والبیهقی من طریق حماد بن سلمة به کذا فی البدایة (ج ۶ ص ۱۵۲) واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۰۶) من طریق حماد عن ثابت عن انس قال کان اسید بن الحضیر وعباد بن بشر عند رسول الله صلی الله علیه وسلم فی لیلة ظلماء حندس فذکر نحوه واخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۰۵) نحوه (۵) اخرجه البخاری فی التاریخ ورواه البیهقی والطبرانی کذا فی البدایة (ج ۶ ص ۱۵۲) وفیما نقل الهیثمی عن الطبرانی وما سقط عن متاعهم حبل وما هلک قال الهیثمی (ج ۹ ص ۴۱۰) رجال الطبرانی ثقات وفی کثیر بن زید خلاف - انتهی وقال ابن کثیر فی البدایة (ج ۶ ص ۲۴۳) روی البخاری فی التاریخ باسناد جید فذکره مختصرا واخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۰۶) عن حمزة بنحو روایة البخاری

بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم تبوک میں تھے تو وہاں گھاٹی میں منافقوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو چھیڑا جس سے وہ بدکی اور حضورؐ کا کچھ سامان نیچے گر گیا پھر میری پانچوں انگلیاں روشن ہوگئیں اور ان کی روشنی میں میں نے گرا ہوا سامان کوڑا، رسی وغیرہ اٹھایا۔[1]

حضرت میمون بن زید بن عبس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے میرے والد نے بتایا کہ حضرت ابوعبس رضی اللہ عنہ تمام نمازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے پھر قبیلہ بنو حارثہ کے محلہ میں واپس چلے جاتے ایک رات سخت اندھیرا تھا اور بارش ہو چکی تھی وہ مسجد سے نکلے تو ان کی لاٹھی میں سے روشنی نکلنے لگی اور وہ اس روشنی میں چل کر بنو حارثہ کے محلہ میں پہنچ گئے۔ حضرت بیہقی کہتے ہیں حضرت ابوعبسؓ بدری صحابہ میں سے تھے۔[2] حضرت ضحاک فرماتے ہیں جب حضرت ابوعُبیس بن جبر رضی اللہ عنہ کی بینائی کمزور ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک لاٹھی دی اور فرمایا اس سے روشنی حاصل کرو، چنانچہ اس لاٹھی سے ان کے لئے یہاں سے وہاں تک کی ساری جگہ روشن ہو جاتی تھی۔[3]

حضرت عمرو بن طفیل دوسی رضی اللہ عنہ نور والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے تھے حضورؐ نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی تو ان کے کوڑے میں سے روشنی نکلنے لگی تھی جس میں وہ چلتے رہے۔[4] جلد اوّل صفحہ ۲۶۲ پر اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف دعوت دینے کے باب میں حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کے دعوت دینے کے عنوان میں یہ گزر چکا ہے کہ انہوں نے حضورؐ سے نشانی مانگی جس سے اپنی قوم کو دعوت دینے میں مدد ملے آپؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اس کو کوئی نشانی عطا فرما۔ حضرت طفیلؓ کہتے ہیں، چنانچہ میں اپنی قوم کی طرف چل پڑا۔ جب میں اس گھاٹی پر پہنچا جہاں سے میں اپنی آبادی والوں کو نظر آنے لگا تو میری دونوں آنکھوں کے درمیان چراغ کی مانند ایک چمکتا ہوا نور ظاہر ہوا۔ میں نے دعا مانگی اے اللہ! اس نور کو میرے چہرے کے علاوہ کسی اور جگہ ظاہر کر دے کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ میری قوم والے آنکھوں کے درمیان نور دیکھ کر یہ سمجھیں گے کہ ان کے دین کو چھوڑنے کی وجہ سے میرا چہرہ بدل گیا ہے، چنانچہ وہ نور بدل کر میرے کوڑے کے سر پر آگیا جب میں گھاٹی سے آبادی کی طرف اتر رہا تھا تو آبادی والوں کو میرے کوڑے کا یہ نور لٹکے ہوئے قندیل کی طرح نظر آرہا تھا جسے وہ ایک دوسرے کو دکھا رہے تھے یہاں تک کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا۔

[1] ذکرہ ابن سعد (ج ۴ ص ۳۱۶) [2] اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۵۱) واخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۰۵) بھذا الاسناد نحوہ الا ان فی روایتہ ان ابا عیسیٰ واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۳۵۰) عن عبد الحمید بن ابی عبس ان ابا عبس فذکر نحوہ مرسلا [3] قال فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۱۳۰) قال الزبیر بن بکار فی الموفقیات حدثنی محمد بن الضحاک عن ابیہ [4] اخرجہ ابن مندہ وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے میں نے تو یہی دیکھا ہے کہ جب بھی میں نے کسی کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو میرے اور اُس کے درمیان روشنی پیدا ہوگئی اور جب بھی میں نے کسی کے ساتھ بُرا سلوک کیا تو میرے اور اُس کے درمیان اندھیرا پیدا ہوگیا، اِس لیئے تم حُسنِ سلوک اور نیکی کرنے کو لازم پکڑو کیونکہ یہ بُری موت سے بچاتا ہے۔[1]

بادلوں کا صحابہ کرامؓ پر سایہ کرنا

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ ایک غلام کہتے ہیں ہم حضرت مقداد بن اسودؓ حضرت عمرو بن عبسہ اور حضرت شافع بن حبیب ہُذلی رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک سفر میں گئے۔ حضرت عمرو بن عبسہؓ اپنی باری پر ایک دن جانور چرانے گئے۔ میں دوپہر کے وقت انہیں دیکھنے گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک بادل اُن پر سایہ کیئے ہوئے ہے جو اُن سے جُدا نہیں ہوتا (وہ جدھر جاتے ہیں بادل بھی اُدھر ہی جاتا ہے) میں نے یہ بات اُنہیں بتائی تو اُنہوں نے فرمایا یہ میرا خاص راز ہے کسی کو مت بتانا اگر مجھے پتہ چلا کہ تم نے کسی کو بتایا ہے تو پھر تمہاری خیر نہیں وہ غلام کہتے ہیں چنانچہ اُن کے اِنتقال تک میں نے یہ بات کسی کو نہیں بتائی۔[2]

صحابہ کرامؓ کی دعاؤں سے بارش کا ہونا

بخاری میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ جمعہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے منبر کے سامنے ایک دروازہ تھا اُس سے ایک آدمی داخل ہوا اور آکر حضورؐ کے سامنے کھڑا ہوگیا اور اُس نے کہا یا رسول اللہ! سارے جانور ہلاک ہوگئے (کیونکہ بہت دِنوں سے بارش نہیں ہوئی) اور خشک سالی اور پانی کی کمی کی وجہ سے سارے راستے بند ہوگئے لوگوں نے سفر کرنا چھوڑ دیا اس لیئے آپ اللہ سے دُعا کریں کہ اللہ ہمیں بارش دے دے آپؐ نے اُسی وقت دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دُعا فرمائی اے اللہ! ہمیں بارش دے دے، اے اللہ! ہمیں بارش دے دے، اے اللہ! ہمیں بارش دے دے حضرت انسؓ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! ہمیں آسمان میں بادل وغیرہ کچھ نظر نہیں آرہا تھا اور ہمارے اور سَلع پہاڑ کے درمیان کوئی مکان یا گھر وغیرہ بھی نہیں تھا یعنی مطلع نظر آنے میں کوئی رُکاوٹ نہیں تھی اور مطلع بالکل صاف تھا کہ اِتنے میں سَلع پہاڑ کے پیچھے سے ڈھال جتنا ایک بادل

(۱) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۳۱۲) (۲) اخرجہ ابو نعیم عن عبدالرحمٰن بن عمران بن الحارث کذا فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۶)

نمودار ہوا جو آسمان کے بیچ میں پہنچ کر پھیل گیا اور برسنے لگا اور پھر مسلسل بارش ہوتی رہی اللہ کی قسم! ہم نے چھ دن تک سورج ہی نہیں دیکھا یہاں تک کہ اگلا جمعہ آگیا اور حضورؐ کھڑے ہوکر خطبہ دے رہے تھے کہ اسی دروازے سے ایک آدمی داخل ہوا اور حضورؐ کے سامنے کھڑے ہوکر کہنے لگا یا رسول اللہ! بارش اتنی زیادہ ہوگئی ہے کہ سارے جانور ہلاک ہوگئے سارے راستے بند ہوگئے آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ وہ بارش روک لے۔ حضورؐ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اے اللہ! اردگرد بارش ہو ہم پر بارش نہ ہو اے اللہ! ٹیلوں، پہاڑیوں، پہاڑوں، درخت اور گھاس کے اگنے کی جگہ پر بارش ہو، چنانچہ اسی وقت بارش رک گئی اور مسجد سے باہر نکلے تو ہم دھوپ میں چل رہے تھے۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے دیکھا کہ بادل پھٹ کر دائیں بائیں چلا گیا اور سب جگہ تو بارش ہوتی تھی مدینہ میں نہیں ہوتی تھی۔ بخاری کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ حضورؐ نے دعا کے لیئے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے ہمیں آسمان میں بادل کا ایک ٹکڑا بھی نظر نہیں آرہا تھا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! ابھی حضورؐ نے ہاتھ نیچے نہیں کیئے تھے کہ ایک دم آسمان پر پہاڑوں جیسے بادل چھا گئے اور آپؐ منبر سے نیچے نہیں اترے تھے کہ میں نے بارش کا پانی حضورؐ کی داڑھی سے ٹپکتے ہوئے دیکھا۔[1]

حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن لوگوں میں خطبہ دے رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے اللہ! ہمیں بارش دے دے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کھجوریں کھلیانوں میں پڑی ہوئی ہیں حضورؐ نے فرمایا اے اللہ! جب تک ابولبابہ کپڑے اتار کر اپنے کھلیان کا نالہ اپنی لنگی سے بند نہ کرے اس وقت تک تو ہم پر بارش برسا تارہ۔ اس وقت ہمیں آسمان میں کوئی بادل نظر نہیں آرہا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر میں زبردست بارش ہوئی تو حضرات انصار نے مجھے گھیر لیا اور کہنے لگے اس وقت تک بارش نہیں رکے گی جب تک کہ آپ وہ کام نہ کرلیں جو حضورؐ نے فرمایا تھا چنانچہ میں اٹھا اور کپڑے اتار کر اپنی لنگی سے اپنے کھلیان کا نالہ بند کیا تو بارش رکی۔[2] جلد اول صفحہ ۴۱۹ پر مشقتیں برداشت کرنے کے باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے جس میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے (اور

---

[1] واخرجہ مسلم ایضا واحمد وابوداؤد بمعناہ کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۸۸) وابونعیم فی الدلائل (ص ۱۶۰) وابن سعد فی الطبقات (ج ۱ ص ۱۷۹) [2] اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۶۰) واخرجہ البیہقی عن ابی لبابۃ نحوہ کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۹۲) و قال وہٰذا اسناد حسن ولم یروہ احمد ولا اہل الکتب۔ انتہی۔

اللہ سے دعا مانگی) اور ابھی ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ آسمان میں بادل آگئے پہلے بُوندا باندی ہُوئی پھر مُوسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ صحابہ کرامؓ نے جتنے برتن ساتھ تھے وہ سارے بھر لیئے پھر بارش (بند ہونے کے بعد) ہم دیکھنے گئے (کہ کہاں تک بارش ہُوئی ہے) تو دیکھا کہ جہاں تک لشکر تھا صرف وہاں تک بارش ہوئی ہے لشکر کے باہر بارش نہیں ہُوئی۔[1]

حضرت عبّاس بن سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب صبح ہُوئی تو لوگوں کے پاس پانی بالکل نہیں تھا لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی آپؐ نے اللہ سے دُعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اُسی وقت ایک بادل بھیجا جو خُوب زور سے برسا یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو گئے اور انہیں جتنے پانی کی ضرورت تھی وہ بھی اُنہوں نے برتنوں میں ساتھ لے لیا۔[2]

حضرت خَوّات بن جُبَیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بڑا سخت قحط پڑا تو حضرت عمرؓ لوگوں کو لے کر شہر سے باہر گئے اور اُنہیں دو رکعت نماز استسقاء پڑھائی اور اپنی چادر کے دونوں کناروں کو بدلا دائیں کو بائیں اور بائیں کو دائیں طرف کیا پھر اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر یہ دُعا کی اے اللہ ہم تجھ سے مُعافی مانگتے ہیں اور تجھ سے بارش مانگتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے اس جگہ سے ہٹنے سے پہلے ہی بارش شروع ہوگئی اور خُوب بارش ہُوئی۔ کچھ دنوں کے بعد دیہاتی لوگوں نے آکر حضرت عمرؓ کی خدمت میں عرض کیا اے امیر المؤمنین! فلاں دن فلاں وقت ہم اپنے کھیت اور جنگلوں میں تھے کہ اچانک بادل ہمارے سروں پر آگئے۔ ہم نے اُن میں سے یہ آواز سُنی اے اَبُو حفص! (یہ حضرت عمرؓ کی کُنیت ہے) آپ کے پاس مدد آگئی اے ابوحفص! آپ کے پاس مدد آگئی۔[3]

حضرت مالک الدار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں زبردست قحط پڑا ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ اطہر پر حاضر ہوکر عرض کیا یا رسُول اللہ! اپنی اُمّت کے لیئے اللہ تعالیٰ سے بارش مانگ دیجئے کیونکہ ساری اُمّت ہلاک ہوگئی ہے۔ اُس آدمی کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہُوئی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جاکر عمرؓ کو میرا سلام کہو اور اُسے بتا دو کہ بارش ہوگی اور اسے کہہ دو کہ سمجھداری سے کام لے اور عقلمندی اختیار کرے۔ اُس آدمی نے آکر حضرت عمرؓ کو سارا واقعہ سُنایا۔ حضرت عمرؓ رونے لگے اور کہنے لگے اے میرے رب! محنت کرنے اور سمجھداری سے کام لینے میں کس طرح کمی نہیں کرتا ہُوں، البتہ کوئی کام ہی میرے بس سے باہر ہو تو اور بات ہے۔[4]

---

[1] عندابن جریر والبزار والطبرانی واخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۹۰) عن عمر نحوہ (۲) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۹۰) (۳) اخرجہ ابن ابی الدنیا وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۹۰) (۴) اخرجہ البیہقی فی الدلائل کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۸۹) قال ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۷ ص ۹۲) وھذا اسناد صحیح۔ انتہی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مدینہ منورہ اور اس کے آس پاس کی بستیوں میں ایک عرصہ تک بارش بند رہی جس سے کھانے کی تمام چیزیں ختم ہوگئیں اور سارے علاقہ میں زبردست قحط پھیل گیا۔ لوگ بھوکوں مرنے لگے۔ اس قحط کا نام قحط الرمادہ پڑ گیا۔ (رمادہ کے معنی راکھ کے ہیں یعنی اس قحط سے لوگوں کے رنگ راکھ جیسے ہو گئے تھے) یہاں تک کہ جنگلی جانور بھوک کے مارے بستیوں کا رُخ کرنے لگے تھے اور پالتو جانوروں کو بھی گھاس اور پانی نہیں ملتا تھا جس کی وجہ سے اُن کے جسم میں گوشت ختم ہو گیا تھا بالکل سوکھے اور دُبلے پتلے ہو گئے تھے یہاں تک کہ آدمی کو سخت بھوک لگی ہوتی تھی اور وہ بکری ذبح کرنا چاہتا لیکن بکری کی بُری حالت دیکھ کر اُس کا ذبح کرنے کو دل نہ کرتا اور اسے چھوڑ دیتا لوگ اسی حال میں تھے اور مصر، شام اور عراق جیسے مُلکوں کے مُسلمانوں سے غذائی امداد منگوانے کی طرف حضرت عمرؓ کی توجہ نہیں تھی ایک دن حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ آئے اور ان الفاظ سے حضرت عمرؓ سے اندر آنے کی اجازت مانگی کہ میں آپ کے پاس اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد بن کر آیا ہُوں۔ اللہ کے رسُولؐ آپ سے فرما رہے ہیں میں تو تم کو بڑا سمجھدار سمجھتا تھا اور اب تک تم بالکل ٹھیک چلتے رہے اب تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے پُوچھا تم نے یہ خواب کب دیکھا؟ حضرت بلالؓ نے کہا آج رات حضرت عمرؓ نے باہر جا کر لوگوں میں اعلان کیا اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃً آج سب مسجد نبویؐ میں اکٹھے نماز پڑھیں اپنی مسجدوں میں نہ پڑھیں لوگ جمع ہو گئے تو انہیں دو رکعت نماز پڑھائی پھر کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پُوچھتا ہوں کہ میں تو اپنی سمجھ کے مُطابق ہر کام کی سب سے بہتر صُورت اختیار کرتا ہُوں تو کیا آپ لوگوں کے خیال میں میں نے کوئی ایسا کام کیا ہے جو بہتر نہ ہو بلکہ دُوسرا کام اس سے بہتر ہو؟ لوگوں نے کہا نہیں پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا لیکن بلالؓ بن حارث تو یہ اور یہ کہہ رہے ہیں (حضرت عمرؓ حضورؐ کے فرمان کا مطلب نہ سمجھ سکے لیکن لوگ سمجھ گئے) لوگوں نے کہا حضرت بلالؓ ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ اللہ سے بھی مدد مانگیں اور (مصر شام عراق کے) مُسلمانوں سے بھی مدد مانگیں، چُنانچہ مسلمانوں سے غلّہ منگوانے کی طرف حضرت عمرؓ کی توجہ نہ تھی اب ہو گئی اور انہیں اس سلسلہ میں خط بھیجے بہرحال لوگوں کی بات سُن کر حضرت عمرؓ نے خوش ہو کر فرمایا اللہ اکبر قحط کی آزمائش اپنے خاتمہ پر پہنچ گئی حضرت عمرؓ پر یہ حقیقت کھلی کہ جس قوم کو اللہ سے مانگنے کی توفیق مل جاتی ہے اُس کی آزمائش ختم ہو جاتی ہے، چُنانچہ حضرت عمرؓ نے تمام شہروں کے گورنروں کو یہ خط لکھا کہ مدینہ اور اس کے آس پاس کے لوگ سخت قحط کی مصیبت میں ہیں، لہٰذا ان کی مدد کرو اور لوگوں کو نماز اِستسقاء کے لیئے شہر سے باہر لے گئے اور حضرت

عباس رضی اللہ عنہ کو بھی ساتھ لے گئے اور پیدل تشریف لے گئے پہلے مختصر بیان کیا پھر نماز پڑھائی پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر یہ دعا مانگی اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں اے اللہ! ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما اور ہم سے راضی ہوجا پھر وہاں سے واپس آئے تو زوردار بارش شروع ہوگئی اور راستے کے تمام گڑھے اور چھوٹے تالاب بارش کے پانی سے بھر گئے اور ان سب میں سے گزر کر یہ لوگ اپنے گھروں کو پہنچ سکے[1] تاریخ طبری میں ہی حضرت عاصم بن عمر بن خطاب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہ قصہ منقول ہے اس میں یہ بھی ہے قبیلہ مُزَینہ کا ایک گھرانہ دیہات میں رہتا تھا اُنہوں نے اپنے گھر والے سے کہا فاقہ کی انتہا ہوگئی ہے ہمارے لیئے ایک بکری ذبح کردو۔ اُس نے کہا ان بکریوں میں کچھ نہیں ہے لیکن گھر والے اصرار کرتے رہے آخر اُس نے ایک بکری ذبح کی اور اُس کی کھال اُتاری تو صرف سُرخ ہڈی تھی گوشت کا نام ونشان نہیں تھا تو اُس کی ایک دم چیخ نکلی ہائے محمد علیہ السلام! (اگر وہ ہوتے تو ایسا نہ ہوتا) پھر اُس نے خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں تمہیں بارش کی خوشخبری ہو جا کر عمرؓ کو میرا سلام کہو اور اُن سے کہو اے عمرؓ! میں نے تو یہی دیکھا ہے کہ تم عہد کے پورا کرنے والے اور بات کے پکے تھے اب تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ لہٰذا عقلمندی اختیار کرو۔ وہ صاحب دیہات سے چلے اور حضرت عمرؓ کے دروازے پر پہنچے اور حضرت عمرؓ کے غلام سے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو اندر جانے کی اجازت لے دو پھر آگے پچھلی جیسی حدیث ذکر کی۔

حضرت سُلیم بن عامر خبائری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ بارشیں بند ہوگئیں تو حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اور دمشق والے نماز استسقاء کے لیئے شہر سے باہر گئے۔ جب حضرت معاویہؓ منبر پر بیٹھ گئے تو فرمایا حضرت یزید بن اسود جرشی کہاں ہیں؟ اس پر لوگوں نے انہیں زور سے پکارا تو وہ پھلانگتے ہوئے آئے اور حضرت معاویہؓ کے فرمانے پر اُن کے قدموں کے پاس منبر پر بیٹھ گئے۔ حضرت معاویہؓ نے یوں دعا فرمائی اے اللہ! آج ہم تیرے سامنے اپنے سب سے بہترین اور سب سے افضل آدمی کو سفارشی بنا کر لائے ہیں اے اللہ! ہم یزید بن اسود جرشی کو سفارشی بنا کر لائے ہیں اے یزید! اپنے دونوں ہاتھ اللہ کے سامنے اُٹھاؤ، چنانچہ حضرت یزید نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور لوگوں نے بھی اُٹھائے تو تھوڑی ہی دیر میں مغرب کی طرف زور سے بادل آگئے اور ہوا انہیں جلدی سے ہمارے اُوپر لے آئی اور بارش شروع ہوگئی اور اتنی زیادہ ہوئی کہ لوگوں کو اپنے گھر پہنچنا مشکل ہوگیا[2]

(1) عند ابن جریر الطبری فی تاریخہ (ج ۳ ص ۱۹۲) باسناد فیہ سیف (2) اخرجہ ابن سعد (ج ۷ ص ۴۴۴)

حضرت ثمامہ بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ گرمی کے زمانے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے باغ کے مالی نے آکر ان سے بارش کے نہ ہونے اور زمین کے پیاسی ہونے کی شکایت کی۔ حضرت انسؓ نے پانی منگوا کر وضو کیا اور نماز پڑھی پھر اس سے کہا کیا آسمان میں تمہیں کچھ بادل نظر آرہا ہے؟ اس نے کہا مجھے تو کچھ نظر نہیں آرہا۔ حضرت انسؓ اندر گئے اور پھر نماز پڑھی پھر تیسری یا چوتھی دفعہ میں فرمایا اب جاکر دیکھو۔ اس نے کہا پرندے کے پر کے برابر بادل نظر آرہا ہے۔ حضرت انسؓ پھر نماز پڑھتے رہے اور دعا کرتے رہے یہاں تک کہ باغ کے منتظم نے اندر آکر کہا سارے آسمان پر بادل چھائے ہوئے ہیں اور خوب بارش ہو چکی ہے۔ حضرت انسؓ نے اس سے کہا جو گھوڑا بشر بن شغاف نے بھیجا ہے اس پر سوار ہو کر جاؤ اور دیکھو کہاں تک بارش ہوئی ہے؟ وہ اس پر سوار ہو کر گیا اور دیکھ کر آیا اور بتایا کہ بارش مُسَیَّرِین کے محلات سے آگے اور غَضبان کے محلات سے آگے نہیں ہوئی۔[1] (یہاں حضرت انسؓ کی زمین ختم ہو جاتی تھی) طبقات ابن سعد میں یہی روایت حضرت ثابت بُنانی سے ذرا مختصر منقول ہے اور اس میں یہ ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زمین کے منتظم نے حضرت انسؓ سے بارش نہ ہونے اور زمین کے پیاسا ہونے کی شکایت کی۔ اس روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اس منتظم نے جاکر دیکھا تو بارش صرف اُن کی زمین پر ہی ہوئی تھی آگے نہیں ہوئی تھی۔

حضرت حُجر بن عدی رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی قید میں) نہانے کی حاجت ہوگئی جو آدمی اُن کی نگرانی کے لئے مقرر تھا اس سے انہوں نے کہا پینے والا پانی مجھے دے دو تاکہ میں اس سے غسل کرلوں اور کل مجھے پینے کے لئے کچھ نہ دینا اس نے کہا مجھے ڈر ہے کہ آپ پیاس سے مرجائیں گے تو حضرت معاویہؓ مجھے قتل کر دیں گے۔ انہوں نے اللہ سے پانی کے لئے دعا مانگی فوراً ایک بادل آیا جس سے بارش برسنے لگی۔ انہوں نے اپنی ضرورت کے مطابق اس میں سے پانی لیا پھر ان کے ساتھیوں نے ان سے کہا آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں قید سے خلاصی دے۔ انہوں نے یہ دعا کی اے اللہ! جو ہمارے لئے خیر ہو اسے مقدر فرما (قید سے خلاصی یا شہادت) چنانچہ انہیں اور اُن کے ساتھیوں میں سے ایک جماعت کو شہید کر دیا گیا۔[2]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں انصار کے ایک قبیلہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا حاصل تھی کہ جب بھی ان میں سے کوئی مرے گا تو اس کی قبر پر بادل آکر ضرور برسے گا۔

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۷ ص ۲۱) (۲) اخرجہ ابراہیم بن الجنید فی کتاب الاولیاء بسند منقطع کذا فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۳۱۵)

ایک دفعہ اس قبیلہ کے ایک آزاد کردہ غلام کا انتقال ہوا تو مسلمانوں نے کہا آج ہم حضورؐ کے اس فرمان کو بھی دیکھ لیں گے کہ قوم کا آزاد کردہ غلام قوم والوں میں سے ہی شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ جب اس غلام کو دفن کیا گیا تو ایک بادل آکر اس کی قبر پر برسا[1]

آسمان سے آنے والے ڈول کے ذریعے پانی پلایا جانا

حضرت عثمان بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے ہجرت کی تو روحاء سے پہلے ہی منصرف مقام پر انہیں شام ہوگئی یہ روزے سے تھیں اور ان کے پاس پانی بھی نہیں تھا اور پیاس کے مارے بُرا حال تھا تو آسمان سے سفید رسّی سے بندھا ہوا پانی کا ایک ڈول آیا۔ حضرت ام ایمنؓ نے وہ ڈول لے کر اس میں سے خوب پانی پیا یہاں تک کہ اچھی طرح سیراب ہوگئیں۔ وہ فرمایا کرتی تھیں اس کے بعد مجھے کبھی پیاس نہیں لگی، حالانکہ میں سخت گرمیوں میں روزہ رکھا کرتی تھی تاکہ مجھے پیاس لگے لیکن پھر بھی پیاس نہیں لگتی تھی[2]

پانی میں برکت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عصر کا وقت ہوگیا تو لوگوں نے وضو کے لئے پانی تلاش کیا لیکن پانی بالکل نہ ملا۔ میں نے دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وضو کا تھوڑا سا پانی لایا گیا حضورؐ نے اس پانی میں اپنا ہاتھ رکھ دیا اور لوگوں سے فرمایا کہ وہ اس برتن سے پانی لے کر وضو کریں میں نے دیکھا کہ حضورؐ کی انگلیوں کے نیچے سے پانی پھوٹ رہا تھا اور اس تھوڑے سے پانی سے تمام لوگوں نے وضو کر لیا[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نماز کے لیے اذان ہوئی تو جن کے گھر مسجد سے قریب تھے وہ تو اُٹھ کر اپنے گھر وضو کرنے چلے گئے اور جن کے گھر مسجد سے دور تھے وہ مسجد میں باقی رہ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پتھر کا ایک پیالہ لایا گیا وہ اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں حضورؐ کا ہاتھ پھیل کر نہیں آسکتا تھا آخر حضورؐ نے انگلیاں سمیٹ کر اس میں ہاتھ ڈالا (تو ان میں سے پانی نکلنے لگا اور) جتنے آدمی باقی رہ گئے تھے ان سب نے اس پانی سے وضو کر لیا۔ حضرت حمید راوی کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ سے پوچھا گیا کہ یہ وضو کرنے والے کتنے تھے؟ فرمایا اسّی یا اس سے بھی زیادہ تھے۔ یہ روایت بخاری میں ہے۔ بخاری میں اس جیسی ایک اور روایت

---

(۱) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ص ۱۳۶) (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۸ص ۲۲۴) واخرجہ ابن السکن عن القاسم نحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۴۳۲) (۳) اخرجہ البخاری وقد رواہ مسلم والترمذی والنسائی من طرق عن مالک بہ وقال الترمذی حسن صحیح واخرجہ احمد عنہ اطول منہ

بھی ہے ایک اور روایت میں اِس طرح ہے کہ حضرت انسؓ نے فرمایا حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ مدینہ میں زَوراء نامی جگہ میں تھے وہاں آپؐ کے پاس ایک برتن لایا گیا آپؐ نے اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھا تو پانی آپؐ کی انگلیوں کے درمیان میں سے پھوٹنے لگا جس سے سب نے وضو کر لیا۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ لوگ کتنے تھے؟ انہوں نے فرمایا تین سو یا تین سو کے قریب۔[1]

حضرت بَراء بن عازب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں صُلح حُدَیبیہ کے موقع پر ہم لوگ چودہ سَو تھے۔ حُدَیبیہ ایک کنواں ہے ہم نے اس میں سے پانی نکالا اور اتنا نکالا کہ اس میں ایک قطرہ پانی نہ بچا حضورؐ (کو پتہ چلا کہ کنویں میں پانی بالکل ختم ہوگیا تو آپؐ) اس کنویں کے ایک کنارے پر بیٹھ گئے اور پانی منگوا کر اس سے کُلّی کی اور کُلّی کا پانی کنویں میں پھینک دیا تو تھوڑی ہی دیر میں کنواں پانی سے بھر گیا۔ ہم نے خود بھی پیا اور اپنی سواریوں کو بھی پلایا یہاں تک کہ ہم بھی سیراب ہوگئے اور ہماری سواریاں بھی۔[2] جلد اوّل صفحہ ۱۱۴ پر بخاری کے حوالہ سے صُلح حدیبیہ کا یہ قصہ حضرت مِسوَر اور حضرت مَروان کی روایت سے گزر چکا ہے۔[3]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں صُلح حُدَیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی اور حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کے سامنے ایک پیالہ رکھا ہوا تھا جس سے آپؐ وضو فرما رہے تھے لوگ رونی صورت بنا کر حضورؐ کے پاس آئے حضورؐ نے پوچھا آپ لوگوں کو کیا ہوا؟ لوگوں نے عرض کیا نہ وضو کے لئے پانی ہے اور نہ پینے کے لئے۔ صرف یہی پانی ہے جو آپؐ کے سامنے ہے۔ حضورؐ نے اس پیالہ میں اپنا ہاتھ رکھا تو چشمہ کی طرح حضورؐ کی انگلیوں کے درمیان میں سے پانی اُبلنے لگا؛ چنانچہ ہم نے وہ پانی پیا بھی اور اس سے وضو بھی کیا۔ راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا آپ لوگ کتنے تھے؟ حضرت جابرؓ نے فرمایا ہم تھے تو پندرہ سو لیکن اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہو جاتا۔[4]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ اِتنے میں نماز کا وقت ہوا اور ہمارے پاس تھوڑا سا پانی تھا حضورؐ نے پانی منگوا کر ایک پیالہ میں ڈالا پھر حضورؐ نے اس پیالہ میں اپنا ہاتھ ڈالا تو حضورؐ کی انگلیوں کے درمیان

---

(۱) واخرجہ احمد و مسلم نحوہ کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۹۳) واخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۴۵) عن انس نحوہ واخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۱۸) من طرق عن انس بالفاظ مختلفۃ (۲) اخرجہ البخاری تفرد بہ البخاری اسنادا و متنا کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۹۴) واخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۴۵) عن البراء نحوہ (۳) واخرجہ مسلم عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۹۷) واخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۱۷۹) عن سلمۃ (۱) اخرجہ البخاری واخرجہ مسلم کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۹۶) واخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۴۴) و ابن سعد (ج ۲ ص ۹۸) عنہ نحوہ۔

میں سے پانی پھوٹنے لگا پھر حضورؐ نے اعلان فرمایا غور سے سُنو! آؤ وضو کرو اور اللہ کی طرف سے آئی ہوئی برکت حاصل کرلو۔ لوگ آ آکر وضو کرنے لگے اور مَیں لوگوں سے آگے بڑھ بڑھ کر وہ پانی پینے لگا کیونکہ حضورؐ نے فرمایا تھا اللہ کی طرف سے آئی ہوئی برکت حاصل کرلو۔[1]

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک سفر میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ تھے حضورؐ نے پُوچھا کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ مَیں نے کہا جی ہاں میرے پاس وضو کا برتن ہے جس میں تھوڑا سا پانی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اسے لاؤ۔ مَیں وہ برتن حضورؐ کی خدمت میں لے گیا حضورؐ نے فرمایا اس میں سے تھوڑا تھوڑا پانی لے لو پھر حضورؐ نے وضو فرمایا پھر اس برتن میں ایک گھونٹ پانی بچ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابوقتادہ! اسے سنبھال کر رکھو عنقریب اس پانی کے ساتھ عجیب و غریب واقعہ پیش آئے گا۔ جب دوپہر کو گرمی سخت ہوئی تو حضورؐ اُٹھے اور حضورؐ پر لوگوں کی نظر پڑی لوگوں نے عرض کیا یارسُول اللہ! ہم تو پیاس کے مارے ہلاک ہو گئے ہماری گردنیں ٹوٹ گئیں حضورؐ نے فرمایا نہیں تم ہلاک نہیں ہو سکتے۔ پھر فرمایا اے ابُوقتادہ! وہ وضو کا برتن لے آؤ۔ مَیں وہ برتن حضورؐ کی خدمت میں لے آیا۔ حضورؐ نے فرمایا میرا پیالہ کھول کر لے آؤ مَیں کھول کر لے آیا۔ حضورؐ برتن میں سے اس پیالے میں ڈال کر لوگوں کو پلانے لگے اور حضورؐ کے اردگرد لوگوں کی بہت زیادہ بھیڑ ہو گئی۔ آپؐ نے فرمایا اے لوگو! اچھے اَخلاق اختیار کرو (ایک دوسرے کو دھکے مت دو) تم میں سے ہر ایک سیراب ہو کر ہی واپس جائے گا، چُنانچہ سب نے پانی پی لیا میرے اور حضورؐ کے علاوہ اور کوئی نہ بچا۔ آپؐ نے میرے لئے پانی ڈال کر فرمایا اے ابوقتادہ! تم بھی پی لو۔ مَیں نے عرض کیا یارسُول اللہ! آپؐ نوش فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں، لوگوں کو جو پلاتا ہے وہ سب سے آخر میں پیتا ہے، چُنانچہ پہلے مَیں نے پیا پھر میرے بعد حضورؐ نے پیا اور وضو کے برتن میں اتنا پانی بچا ہُوا تھا جتنا پہلے تھا اور ان پینے والوں کی تعداد تین سو تھی۔ ابراہیم بن حجاج راوی کی حدیث میں یہ ہے کہ پینے والے سات سو تھے۔[2]

مُسلم میں غزوۂ تبُوک کے بارے میں حضرت مُعاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ کی حدیث منقول ہے جس میں پہلے تو دو نمازوں کو جمع کرنے کا ذکر ہے اِس کے بعد یہ ہے کہ پھر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اِن شاء اللہ کل تم لوگ تبُوک کے چشمے پر پہنچ جاؤ گے اور وہاں تک پہنچتے پہنچتے چاشت کا وقت ہو ہی جائے گا۔ تم میں سے جو بھی اُس چشمہ پر پہنچ جائے وہ میرے آنے تک اس کے پانی کو ہاتھ بالکل نہ لگائے، چُنانچہ جب ہم چشمہ پر پہنچے تو ہم سے پہلے دو آدمی وہاں پہنچے ہُوئے

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۴۴) واخرجہ البخاری عنہ بنحوہ کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۹۷) (۲) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۴۴) واخرجہ احمد ومسلم عن ابی قتادۃ اطول منہ کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۹۸)

تھے اور چشمہ سے جُوتے کے تسمہ کی طرح تھوڑا تھوڑا پانی بہہ رہا تھا۔ حضورؐ نے اُن دونوں سے پُوچھا کیا تم دونوں نے اِس چشمے کے پانی کو ہاتھ لگایا ہے؟ اُنہوں نے کہا جی ہاں لگایا ہے۔ اِس پر آپؐ نے اُن دونوں کو کچھ بُرا بھلا کہا پھر (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر) لوگوں نے چلوؤں سے تھوڑا تھوڑا پانی ایک برتن میں جمع کیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن میں اپنا چہرہ اور ہاتھ دھوئے پھر وہ پانی اس چشمے میں ڈال دیا۔ پانی ڈالتے ہی اس چشمہ میں سے زور شور سے بہت زیادہ پانی بہنے لگا جسے پی کر سب لوگ سیراب ہو گئے پھر حضورؐ نے فرمایا اے مُعاذ! اگر تمہاری زندگی لمبی ہُوئی تو تم دیکھو گے کہ یہ ساری جگہ باغوں سے بھری ہُوئی ہوگی [1]

حضرت عِمران بن حُصین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں صحابہ کرامؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے پھر آگے اور حدیث ذکر کی اس کے بعد حضرت عمرانؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں بہت زیادہ پیاس لگی ہم حضورؐ کے ساتھ جا رہے تھے کہ اتنے میں ہمیں ایک عورت ملی جو دو بڑی مشکوں کے درمیان پاؤں لٹکائے ہُوئے اُونٹنی پر بیٹھی ہُوئی تھی ہم نے اُس سے پُوچھا پانی کہاں ہے؟ اُس نے کہا یہاں تو کہیں پانی نہیں ہے۔ ہم نے اُس سے کہا تمہارے گھر سے پانی کتنے فاصلہ پر ہے؟ اُس نے کہا ایک دن ایک رات کی مسافت پر ہے۔ ہم نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو اُس نے کہا اللہ کے رسُول کون ہوتے ہیں؟ ہم نے اسے نہ کچھ کرنے دیا نہ بولنے دیا اور نہ بھاگنے دیا بلکہ اس پر قابو پا کر اسے حضورؐ کی خدمت میں لے آئے۔ اُس نے حضورؐ کے سامنے بھی ویسی باتیں کیں جیسی ہمارے سامنے کی تھیں، البتہ اُس نے یہ بھی حضورؐ کو بتایا کہ اس کے بچّے یتیم ہیں حضورؐ کے فرمانے پر اُس کی دونوں بڑی مشکیں ہم حضورؐ کی خدمت میں لے آئے۔ حضورؐ نے ان مشکوں کے مُنہ پر دست مُبارک پھیرا ہم چالیس آدمی تھے اور سخت پیاسے تھے پہلے تو ان مشکوں سے ہم سب نے خُوب سیر ہو کر پیا پھر ہمارے ساتھ جتنے مشکیزے اور برتن تھے وہ سب بھر لیئے اور اتنے زیادہ بھرے کہ بالکل پھٹنے والے ہو گئے تھے پھر حضورؐ نے فرمایا جو کچھ تم لوگوں کے پاس ہے وہ لے آؤ، چُنانچہ ہم نے روٹی کے ٹکڑے اور کھجوریں جمع کر کے اُس عورت کو دے دیں پھر وہ عورت اپنے گھر والوں کے پاس گئی اور انہیں بتایا کہ مَیں یا تو سب سے بڑے جادوگر سے مِل کر آئی ہُوں یا پھر وہ سچ مچ نبی ہیں جیسے کہ ان کے ساتھی کہہ رہے تھے، چُنانچہ اس عورت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس ڈیرے والوں کو ہدایت عطا فرمائی اور وہ عورت بھی مُسلمان ہو گئی اور ڈیرے والے بھی مُسلمان ہو گئے۔ اِس حدیث کو بخاری اور مُسلم دونوں نے ذکر کیا ہے۔ ان دونوں کی دُوسری حدیث میں یہ ہے کہ حضورؐ نے اُس عورت سے

[1] کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۰۰)

فرمایا یہ کھانے کا سامان اپنے ساتھ اپنے بچوں کے لئے لے جاؤ اور تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم نے تمہارے پانی میں سے کچھ نہیں لیا ہمیں تو یہ سارا پانی اللہ نے اپنے غیبی خزانے سے پلایا ہے۔[1]

حضرت زیاد بن حارث صُدائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا آپ نے پُوچھا کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے کہا ہے، لیکن تھوڑا ہے آپؐ کو کافی نہیں ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا کسی برتن میں ڈال کر میرے پاس لے آؤ۔ میں آپؐ کی خدمت میں لے آیا آپؐ نے اپنا دستِ مبارک اس میں رکھا تو میں نے دیکھا کہ حضورؐ کی ہر دو انگلیوں کے درمیان میں سے پانی کا چشمہ پھوٹ رہا ہے حضورؐ نے فرمایا اگر مجھے اپنے رَبّ سے حیا نہ آتی تو ہم یُوں ہی پانی پیتے پلاتے رہتے (کیونکہ یُوں جسم سے پانی نکلنے میں شانِ رُبُوبیّت کا شائبہ ہے، اِس لیئے اِس معجزہ کا تھوڑی دیر کے لیئے ہونا ہی مناسب ہے) جاؤ اور جاکر میرے صحابہؓ میں اعلان کر دو کہ جو بھی پانی لینا چاہتا ہے وہ جتنا چاہے آکر چُلّو بھر بھر کرلے۔ حضرت زیادؓ کہتے ہیں میری قوم کا ایک وفد مسلمان ہو کر فرمانبردار بن کر حُضورؐ کی خدمت میں آیا۔ وفد کے ایک آدمی نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! ہمارا ایک کنُواں ہے۔ سردیوں میں تو وہ ہمیں کافی ہو جاتا ہے، اس لیئے سردیوں میں تو ہم اس کنویں کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور گرمیوں میں اِس کا پانی کم ہو جاتا ہے تو پھر ہم اپنے اردگرد کے چشموں پر بکھر جاتے ہیں لیکن اب ہم بِکھر نہیں سکتے کیونکہ ہمارے اردگرد کے تمام لوگ (اِسلام لانے کی وجہ سے) ہمارے دشمن ہو گئے ہیں۔ آپ اللہ سے دُعا کریں کہ اِس کا پانی ہمیں گرمیوں میں بھی کافی ہو جایا کرے۔ حضورؐ نے سات کنکریاں منگوائیں اور ان کو اپنے ہاتھ پر الگ الگ رکھ کر دُعا کی پھر فرمایا جب تم لوگ کنُویں کے پاس پہنچو تو کنکریاں ایک ایک کر کے اس میں ڈال دو اور اِن پر اللہ کا نام لیتے رہو، چنانچہ واپس جا کر انھوں نے ایسے ہی کیا تو اللہ نے اُس کنویں کا پانی اِتنا زیادہ کر دیا کہ پھر اُنہیں اس کنویں کی گہرائی کبھی نظر نہیں آئی۔[2]

حضرت ابوعون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما مکہ کے ارادے سے مدینہ سے نکلے تو وہ ابن مُطِیع کے پاس سے گزرے جو اپنا کنُواں کھود رہے تھے آگے اور حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ ابن مُطِیع نے ان سے کہا میں نے اپنے اِس کنویں کو اس لیئے ٹھیک کیا ہے تاکہ اس میں دوبارہ پانی آجائے لیکن ابھی تک ڈول خالی ہی نکلا ہے اس میں کچھ پانی نہیں آیا اگر آپ ہمارے لیئے اس کنویں میں اللہ سے برکت کی دُعا کر دیں

(۱) کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۹۸) واخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۴۶) مطولا (۲) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۴۷) واخرجہ البیہقی عن زیاد مطولا واصل ہذا الحدیث فی المسند وسنن ابی داؤد والترمذی وابن ماجہ کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۰۱)

تو آپ کی بہت مہربانی ہو گی۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا کنوئیں کا تھوڑا سا پانی لاؤ۔ ابن مطیع ڈول میں اس کنوئیں کا تھوڑا سا پانی لائے۔ حضرت حسینؓ نے اس میں سے کچھ پانی پیا پھر کلی کی پھر وہ پانی اسی کنوئیں میں ڈال دیا تو اس کنوئیں کا پانی میٹھا بھی ہو گیا اور زیادہ بھی ہو گیا۔[1]

سفرِ غزوات کے دوران کھانے میں برکت

حضرت ابو عمرہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک غزوے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے لوگوں کو سخت بھوک لگی تو لوگوں نے حضورؐ سے کچھ اونٹ ذبح کرنے کی اجازت لی اور عرض کیا یہ گوشت کھانے سے اللہ ہمیں اتنی طاقت دے دیں گے جس سے ہم منزل تک پہنچ جائیں گے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضورؐ نے کچھ اونٹ ذبح کرنے کی اجازت دینے کا ارادہ کر لیا ہے تو عرض کیا یا رسول اللہ! کل جب ہم بھوکے اور پیدل دشمن کا مقابلہ کریں گے تو ہمارا کیا حال ہو گا، اس لیئے میری رائے یہ ہے کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو لوگوں کے پاس جو توشے بچے ہوئے ہیں وہ منگوا کر جمع کر لیں اور پھر اللہ سے اس میں برکت کی دعا کریں اللہ آپ کی دعا کی برکت سے کھانے میں برکت بھی دے دیں گے اور منزل تک بھی پہنچا دیں گے، چنانچہ حضورؐ نے لوگوں سے ان کے بچے ہوئے توشے منگوائے تو لوگ لانے لگے کوئی مٹھی بھر کھانے کی چیز لایا کوئی اس سے زیادہ۔ سب سے زیادہ ایک آدمی ساڑھے تین سیر کھجور لایا۔ حضورؐ نے ان تمام چیزوں کو جمع کیا پھر کھڑے ہو کر کچھ دیر دعا کی پھر لشکر والوں سے فرمایا اپنے اپنے برتن لے آؤ اور اس میں سے لپیں بھر کر برتنوں میں ڈال لو چنانچہ لشکر والوں نے اپنے تمام برتن بھر لیئے اور کھانے کا جتنا سامان پہلے تھا اتنا پھر بچ گیا اسے دیکھ کر حضورؐ اتنا ہنسے کہ دندان مبارک نظر آنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو بندہ ان دونوں گواہیوں پر ایمان رکھتا ہو گا وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ جہنم کے اس سے دور رہنے کا فیصلہ ہو چکا ہو گا۔[2] حضرت ابو خنیس غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں غزوۂ تہامہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ جب ہم عسفان پہنچے تو صحابہؓ حضورؐ کے پاس آئے آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۵ ص ۱۴۴) (۲) اخرجہ احمد و رواہ النسائی نحوہ کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۱۴) واخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۱۸۰) عن ابی عمرۃ نحوہ واخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۴۸) عن ابی ہریرۃ و جابر رضی اللہ عنہما و مسلم عنہما واحمد و مسلم والنسائی عن ابی ہریرۃ بنحوہ کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۱۴)

لیکن حضورؐ کے ہنسنے سے لے کر آخر تک کا مضمون ذکر نہیں کیا بلکہ یہ ذکر کیا ہے کہ پھر حضورؐ نے وہاں سے کوچ کا حکم دیا۔ جب عسفان سے آگے چلے گئے تو پھر بارش ہوئی اور حضورؐ اور صحابہؓ نیچے اُترے اور سب نے بارش کا پانی پیا۔[1]

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں غزوۂ تبوک کے سفر میں لوگوں کو سخت بھوک لگی تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے اونٹ ذبح کرکے ان کا گوشت کھالیں اور ان کی چربی کا تیل استعمال کرلیں۔ حضورؐ نے فرمایا کرلو اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر آگے حضرت ابوعمرہؓ جیسی حدیث ذکر کی۔[2]

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ غزوۂ خیبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہمارے توشوں میں جتنی کھجوریں تھیں حضورؐ نے ہمیں انہیں جمع کرنے کا حکم دیا اور چمڑے کا ایک دسترخوان بچھا دیا۔ ہم نے اپنے توشوں کی کھجوریں لاکر اس پر پھیلا دیں پھر میں نے انگڑائی لی اور (مجمع کی زیادتی کی وجہ سے) لمبے ہوکر دیکھا اور اندازہ لگایا تو بیٹھی ہوئی بکری جتنا ڈھیر تھا ہم چودہ سو آدمی تھے ہم نے وہ کھجوریں کھائیں پھر میں نے لمبے ہوکر دیکھا تو اب بھی بیٹھی ہوئی بکری جتنا ڈھیر تھا۔ اس کے بعد پانی میں برکت کا قصہ ذکر کیا۔[3] ایک روایت میں ہے کہ ہم نے اتنی کھجوریں کھائیں کہ ہم سیر ہوگئے اور اپنے چمڑے کے تمام تھیلے کھجوروں سے بھر لیے۔[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودی اور آپؐ کے صحابہؓ نے بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔ جب حضورؐ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا کیا تمہیں ایسا آدمی معلوم ہے جو ہمیں ایک وقت کا کھانا کھلا دے۔ ایک آدمی نے کہا جی ہاں میں جانتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا اگر اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے تو پھر تم آگے بڑھو اور اس آدمی کے گھر لے چلو، چنانچہ یہ حضرات اس آدمی کے گھر تشریف لے گئے تو وہ گھر والا وہاں گھر میں نہیں تھا بلکہ وہ اپنے حصے کی خندق کھود رہا تھا۔ اس کی بیوی نے پیغام بھیجا کہ جلدی سے آؤ کیونکہ حضورؐ ہمارے ہاں تشریف لائے ہیں وہ آدمی دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں اس آدمی کی ایک

---

[1] اخرجہ البزار واخرجہ ایضا البیہقی عن ابی خنیس نحوہ کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۱۴) والطبرانی فی الاوسط کما فی المجمع (ج ۸ ص ۳۰۲) والحاکم کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۵۳) وقال سند الحدیث حسن (۲) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۴۹) واخرجہ مسلم وغیرہ عنہما نحوہ کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۱۴) (۳) اخرجہ ابو یعلی عن ایاس بن سلمۃ عن ابیہ رضی اللہ عنہ (۴) اخرجہ مسلم عن ایاس عن ابیہ کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۱۵)

بکری تھی جس کا ایک بچہ بھی تھا وہ آدمی (ذبح کرنے کے لیئے) بکری کی طرف جلدی سے بڑھا. حضورؐ نے فرمایا بکری کے بعد اس کے بچے کا کیا ہوگا؟ اس لیئے بکری ذبح نہ کرو، چنانچہ اُس نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور اُس کی بیوی نے تھوڑا سا آٹا لے کر گوندھا اور اس کی روٹی پکائی اُتنے میں ہنڈیا بھی تیار ہوگئی اُس کی بیوی نے پیالہ میں ثرید بنا کر حضورؐ اور حضورؐ کے ساتھیوں کے سامنے پیش کیا۔ حضورؐ نے اپنی اُنگلی اس ثرید میں رکھ کر فرمایا بِسْمِ اللّٰہ، اے اللّٰہ! اس میں برکت عطا فرما (پھر ساتھیوں سے فرمایا) کھاؤ، چنانچہ صحابہؓ نے اس میں سے پیٹ بھر کر کھایا لیکن صرف ایک حِصّہ کھا سکے اور دو حصّے پھر بھی بچ گئے۔ آپؐ کے ساتھ جو دس صحابیؓ تھے آپؐ نے اُن سے فرمایا اب آپ لوگ جاؤ اور اپنے جتنے اور آدمی بھیج دو، چنانچہ وہ دس صحابیؓ چلے گئے اور دُوسرے دس آ گئے اور اُنہوں نے بھی خُوب سیر ہو کر کھایا پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور اس گھر والی عورت اور باقی تمام افراد کے لیئے برکت کی دُعا فرمائی پھر یہ حضرات خندق کی طرف چل پڑے آپؐ نے فرمایا ہمیں سلمانؓ کے پاس لے چلو وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت سَلمان رضی اللّٰہ عنہ کے سامنے ایک سخت چٹان ہے جو اُن سے ٹوٹ نہیں رہی حضورؐ نے فرمایا چھوڑو میں اسے سب سے پہلے توڑتا ہوں اور بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر آپؐ نے اس چٹان پر زور سے کدال ماری جس سے اُس کا ایک تہائی ٹکڑا ٹوٹ کر گِر گیا حضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَر! رَبِّ کعبہ کی قسم! شام کے محلّات فتح ہوں گے۔ آپؐ نے پھر زور سے کدال ماری تو ایک اور ٹکڑا ٹوٹ کر گِر گیا آپؐ نے فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَر! رَبِّ کعبہ کی قسم! فارس کے محلّات فتح ہوں گے۔ اِس پر مُنافقوں نے کہا ہمیں تو اپنی حِفاظت کے لیئے خندق کھودنی پڑ رہی ہے اور یہ ہم سے فارس اور روم کے محلّات کے وعدے کر رہے ہیں[1] اور خرچ کرنے کے باب میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت جابر رضی اللّٰہ عنہ نے ساڑھے تین سیر جَو کے آٹے کی روٹی پکائی اور بکری کے بچے کو ذبح کر کے اس کا سالن بنایا اور حُضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کھانے کی دعوت دی۔ حضورؐ نے تمام خندق والوں کو کھانے پر بلا لیا جو کہ ہزار کے قریب تھے سب نے پیٹ بھر کر کھا لیا اور کھانا پھر بھی سارے کا سارا ویسے ہی بچ گیا۔

مقام پر رہتے ہوئے صحابہ کرامؓ کے کھانے میں برکت

حضرت سَمُرہ بن جُندب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں ہم لوگ حُضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس بیٹھے

(۱) اخرجہ الطبرانی کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۰۰) قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۳۲) رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح غیر عبد اللّٰہ بن احمد بن حنبل ونعیم العنبری وہما ثقتان ۔ انتہی ۔

ہوئے تھے کہ اتنے میں حضورؐ کی خدمت میں ثرید کا ایک پیالہ پیش کیا گیا حضورؐ نے بھی وہ ثرید کھایا اور لوگوں نے بھی کھایا اور تقریباً ظہر تک لوگ آکر باری باری کھاتے رہے کچھ لوگ کھا کر چلے جاتے پھر کچھ لوگ اور آتے اور کھا کر چلے جاتے۔ ایک آدمی نے پوچھا کیا اس میں اور ثرید لا کر ڈالا جاتا تھا؟ حضرت سمرہؓ نے فرمایا زمین سے لا کر تو نہیں ڈالا جا رہا تھا، البتہ آسمان سے ضرور ڈالا جا رہا تھا۔ دوسری روایت میں یوں ہے کہ ایک آدمی نے پوچھا کیا اس میں اور ثرید لا کر ڈالا جا رہا تھا، حضرت سمرہؓ نے فرمایا پھر اس میں تعجب کی کیا بات ہوتی پھر آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا صرف وہاں سے لا کر ڈالا جا رہا تھا۔[1]

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اصحابِ صفہ میں سے تھا ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے روٹی کا ایک ٹکڑا منگوایا اور اس کے ٹکڑے کر کے ایک پیالے میں ڈالے اور اس میں گرم پانی ڈالا پھر چربی ڈالی پھر ان کو اچھی طرح ملایا پھر ان کی ڈھیری بنا کر بیچ میں سے اونچا کر دیا پھر فرمایا جاؤ اور اپنے سمیت دس آدمی میرے پاس بلا لاؤ میں دس آدمی بلا لایا۔ آپؐ نے فرمایا کھاؤ لیکن نیچے سے کھانا اوپر سے نہ کھانا کیونکہ برکت اوپر یعنی درمیان میں اترتی ہے، چنانچہ ان سب نے اس میں سے پیٹ بھر کر کھایا۔[2]

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اصحابِ صفہ میں سے تھا میرے ساتھیوں نے بھوک کی شکایت کی اور مجھ سے کہا اے واثلہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اور ہمارے لیے کچھ کھانا مانگ لاؤ۔ میں نے حضورؐ کی خدمت میں جا کر عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ساتھی بھوک کی شکایت کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ حضرت عائشہؓ نے کہا یا رسول اللہ! اور تو کچھ نہیں البتہ روٹی کے کچھ ریزے ہیں آپؐ نے فرمایا وہی میرے پاس لے آؤ۔ حضرت عائشہؓ چمڑے کا برتن لے آئیں (جس میں روٹی کے ریزے تھے) حضورؐ نے ایک پیالہ منگوا کر اس میں وہ ریزے ڈالے اور اپنے ہاتھ سے ثرید بنانی شروع کر دی تو وہ روٹی بڑھنے لگی یہاں تک کہ پیالہ بھر گیا پھر حضورؐ نے فرمایا اے واثلہ! جاؤ اور اپنے ساتھیوں میں سے اپنے سمیت دس آدمی بلا لاؤ میں گیا اور اپنے ساتھیوں میں سے اپنے سمیت دس آدمی بلا لایا۔ حضورؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کر دو لیکن پیالے کے کناروں سے کھانا اوپر سے یعنی درمیان میں سے نہ کھانا کیونکہ درمیان میں برکت اترتی ہے، چنانچہ ساتھیوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور

[1] اخرجه احمد وقد رواه الترمذی والنسائی ایضا کذا فی البدایة (ج ٦ ص ١١٢) واخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ١٥٢) عن سمرة نحوه [2] اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ٨ ص ٣٠٥) رجاله موثقون وعند ابن ماجه طرف من آخره۔ انتهی

جب وہ اُٹھے تو پیالہ میں ثرید اتنا ہی باقی تھا جتنا پہلے تھا حضورؐ پھر اپنے ہاتھ سے ثرید بنانے لگے اور ثرید بڑھنے لگا یہاں تک کہ پیالہ بھر گیا پھر آپؐ نے فرمایا اے واثلہ! جاؤ اور اپنے ساتھیوں میں سے دس آدمی لے آؤ میں دس ساتھیوں کو لے آیا۔ آپؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ وہ لوگ بیٹھ گئے اور خُوب پیٹ بھر کر کھایا پھر اُٹھ کر چلے گئے۔ آپؐ نے فرمایا جاؤ اور اپنے دس ساتھی اور لے آؤ میں جا کر دس ساتھی لے آیا انھوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور چلے گئے۔ آپؐ نے پوچھا کیا کوئی اور باقی رہ گیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں دس ساتھی رہ گئے ہیں آپؐ نے فرمایا جاؤ اور انہیں بھی لے آؤ۔ میں جا کر انہیں لے آیا آپؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گئے۔ اُنہوں نے بھی پیٹ بھر کر کھایا پھر اُٹھ کر چلے گئے اور پیالہ میں اتنا ثرید بچ گیا جتنا پہلے تھا پھر آپؐ نے فرمایا اے واثلہ! یہ عائشہ کے پاس لے جاؤ۔ ایک روایت میں ہے کہ میں صُفّہ میں تھا ہم صُفّہ میں تقریباً بیس آدمی تھے پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا، البتہ اس حدیث میں روٹی کے ٹکڑے اور کچھ دُودھ کا ذکر ہے[1]

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کئی دِن تک حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو کھانے کو کچھ نہ ملا۔ جب بھوک نے حضورؐ کو بہت زیادہ ستایا تو آپؐ اپنی تمام ازواج مطہرات کے گھروں میں تشریف لے گئے لیکن آپؐ کو کسی کے ہاں کھانے کو کچھ نہ ملا پھر آپؐ حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا اے بیٹیا! کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ کیونکہ مجھے بہت بھوک لگی ہوئی ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، اَللّٰہ کی قسم! کچھ نہیں ہے۔ جب آپؐ حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لے گئے تو حضرت فاطمہؓ کی ایک پڑوسن نے ان کے ہاں دو روٹیاں اور گوشت کا ایک ٹکڑا بھیجا۔ حضرت فاطمہؓ نے کھانا لے کر اپنے ایک پیالے میں رکھ دیا اور اپنے دِل میں کہا اَللّٰہ کی قسم! میں یہ کھانا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو کھلاؤں گی۔ نہ خود کھاؤں گی اور میرے پاس جو بچے ہیں نہ ان کو کھلاؤں گی، حالانکہ یہ سب بھوکے تھے اور پیٹ بھر کھانے کی انہیں بھی ضرورت تھی انہوں نے حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللّٰہ عنہما میں سے ایک کو حضورؐ کی خدمت میں بُلانے بھیجا حضورؐ حضرت فاطمہؓ کے ہاں دوبارہ تشریف لے آئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللّٰہ عنہا نے عرض کیا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں اَللّٰہ نے کچھ بھیجا ہے جو میں نے آپؐ کے لئے چھپا کر رکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا بیٹیا! لے آؤ۔ حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں میں وہ پیالہ لے آئی۔ اسے کھولا تو میں دیکھ کر حیران رہ گئی کیونکہ سارا پیالہ روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا

[1] عند الطبرانی قال الهیثمی (ج ۸ ص ۳۰۵) رواه کله الطبرانی باسنادین واسناده حسن. انتهی واخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۵۱) عن واثلة نحوه

تھا میں سمجھ گئی یہ برکت اللہ کی طرف سے ہوئی ہے۔ میں نے اللہ کی تعریف کی اور اس کے نبیؐ پر درود بھیجا اور کھانا حضورؐ کے سامنے رکھ دیا۔ جب حضورؐ نے کھانا دیکھا تو فرمایا الحمد للہ! اے بیٹیا! یہ کھانا تمہیں کہاں سے ملا؟ میں نے کہا اے ابّا جان! یہ کھانا اللہ کے ہاں سے آیا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اُس کو بے حساب اور بے گمان روزی دیتا ہے۔ آپؐ نے اللہ کی تعریف بیان کی اور فرمایا اے بیٹیا! تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیئے ہیں جس نے تجھے بنو اسرائیل کی عورتوں کی سردار (حضرت مریم رضی اللہ عنہا) کے مشابہ بنایا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ انہیں روزی دیتے اور ان سے اس روزی کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ کہتیں یہ اللہ کے پاس سے آیا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اُسے بے حساب اور بے گمان روزی دیتا ہے۔ پھر حضورؐ نے آدمی بھیج کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا پھر حضورؐ نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضورؐ کی ازواجِ مطہرات نے اور آپؐ کے تمام گھر والوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں سب کے کھا لینے کے بعد کھانا جُوں کا تُوں باقی تھا اور وہ بچا ہُوا کھانا تمام پڑوسیوں کو پورا آ گیا۔ اُس کھانے میں اللہ نے بڑی خیر و برکت ڈالی[1] جلد اوّل صفحہ ۹۰ پر اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف دعوت دینے کے باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بنو ہاشم کو بلایا وہ تقریباً چالیس آدمی تھے حضورؐ نے ایک مُد (۱۴ چھٹانک) کا کھانا پکا کر ان کے سامنے رکھا انہوں نے پیٹ بھر کر کھایا لیکن جب وہ کھا کر اُٹھے تو کھانا اسی طرح بچا ہُوا تھا جیسے پہلے تھا۔ حضورؐ نے ایک پیالہ مشروب اُنہیں پلایا جسے اُنہوں نے خُوب سیر ہو کر پیا۔ جب وہ پی چکے تو وہ مشروب بھی اُسی طرح بچا ہُوا تھا جیسے پہلے تھا آپؐ تین دن انہیں ایسے ہی کھلاتے پلاتے رہے پھر انہیں اللہ کی طرف دعوت دی اسی طرح جلد اوّل صفحہ ۳۰۰ پر سختیاں برداشت کرنے کے باب میں اہلِ صُفّہ کے کھانے میں برکت کے قصّے گزر چکے ہیں جنہیں حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہؓ نے روایت کیا ہے اور جلد دوم صفحہ ۲۴۳ اور صفحہ ۲۵۵ پر خرچ کرنے کے باب میں مہمانوں کی مہمانی کے بعض قصّے گزر چکے ہیں ان میں حضرت ابُوطلحہ اور حضرت ابُوبکر رضی اللہ عنہما کی مہمانی میں برکت اور رحمت ظاہر ہونے کے قصّے بھی گزر چکے ہیں اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے قصّے میں ولیمہ میں برکت کا ظاہر ہونا بھی گزر چکا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے غلّوں اور پھلوں میں برکت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قبیلہ دوس کی ایک عورت تھیں جنہیں اُمِّ شریک

(۱) اخرجہ الحافظ ابو یعلی کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۱ ص ۳۶۰)

کہا جاتا تھا۔ وہ رمضان میں مسلمان ہوئیں پھر انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی سفر میں ایک یہودی بھی ساتھ تھا انہیں سخت پیاس لگی یہودی کے پاس پانی تھا انہوں نے اس سے پانی مانگا اُس نے کہا جب تک تم یہودی نہیں ہو جاؤ گی تمہیں پانی نہیں پلاؤں گا یہ سو گئیں تو خواب میں دیکھا کہ کوئی انہیں پانی پلا رہا ہے جب یہ اُٹھیں تو یہ بالکل سیراب ہو چکی تھیں اور پیاس بالکل ختم ہو چکی تھی۔ جب یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچیں تو سارا قصہ حضورؐ کو سُنایا۔ حضورؐ نے اُن کو شادی کا پیغام دیا۔ اُنہوں نے اپنے آپ کو اس قابل نہ سمجھا اور عرض کیا آپؐ اپنے علاوہ جس سے چاہیں میری شادی کر دیں حضورؐ نے اُن کی حضرت زید رضی اللہ عنہ سے شادی کر دی اور حضورؐ نے حکم دیا کہ انہیں تیس صاع (تقریباً اڑھائی من) جَو دیا جائے اور فرمایا اسے کھاتے رہو لیکن اسے کسی پیمانے سے مت ناپنا اور ان کے ساتھ گھی کی ایک کُپّی تھی جسے وہ حضورؐ کے لیئے ہدیہ کے طور پر لائی تھیں۔ حضرت اُمِّ شریکؓ نے اپنی باندی سے کہا کہ یہ حضورؐ کی خدمت میں لے جاؤ۔ اُس باندی نے جا کر حضورؐ کے گھر میں وہ کُپّی خالی کر دی اور گھی حضورؐ کے برتن میں ڈال دیا۔ حضورؐ نے باندی سے کہا اِس کُپّی کو گھر جا کر لٹکا دینا اور اس کا مُنہ ڈوری سے بند نہ کرنا۔ اس باندی نے ایسے ہی کیا۔ حضرت اُمِّ شریکؓ نے اندر آکر دیکھا تو کُپّی گھی سے بھری ہوئی تھی۔ اُنہوں نے باندی سے کہا کہ مَیں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ جا کر یہ کُپّی حضورؐ کی خدمت میں دے آؤ۔ باندی نے کہا مَیں تو دے آئی ہُوں۔ اُنہوں نے حضورؐ کو یہ بات بتائی۔ حضورؐ نے فرمایا اِس کُپّی کا مُنہ کبھی بند نہ کرنا چنانچہ بہت عرصہ تک یہ لوگ اس میں سے گھی نکال کر کھاتے رہے آخر ایک دفعہ حضرت اُمِّ شریکؓ نے اس کُپّی کا مُنہ بند کر دیا پھر یہ سلسلہ بند ہُوا پھر ان لوگوں نے جَو کو پیمانہ سے ناپا تو وہ بھی تیس صاع ہی تھے کچھ کم نہ ہوئے تھے[1]

حضرت یحیٰی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت اُمِّ شریک دَوسیہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت کی۔ راستہ میں ایک یہودی کا ساتھ ہو گیا۔ یہ روزے سے تھیں اور شام ہو چکی تھی یہودی نے اپنی بیوی سے کہا اگر تُو نے اس عورت کو پانی پلایا تو مَیں تیری اچھی طرح خبر لوں گا آخر یہ پیاسی ہی سو گئیں۔ رات کے آخری حصہ میں اُن کے سینے پر ایک ڈول اور ایک تھیلا (اللہ کی طرف سے) لا کر رکھا گیا۔ اُنہوں نے اس ڈول میں سے خوب پانی پیا پھر انہوں نے اس یہودی کو اور اُس کی بیوی کو اُٹھایا تاکہ رات کے آخری حصے میں سفر شروع کر سکیں۔ یہودی نے کہا مجھے اِس عورت کی آواز سے ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے اُس نے پانی پی لیا ہو۔ حضرت اُمِّ شریکؓ نے کہا

(۱) اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۰۴)

پانی تو مَیں نے ضرور پیا ہے لیکن اللہ کی قسم! تمہاری بیوی نے مجھے پانی نہیں پلایا ہے ۔ راوی کہتے ہیں حضرت اُمِّ شریکؓ کی ایک گھی کی کُپّی تھی اس کے بعد گھی میں برکت کا قصہ ذکر کیا۔[1]

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں ایک آدمی نے آکر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے غلّہ مانگا حضورؐ نے اُسے آدھا وَسق جَو دیئے (ایک وسق ۵ من ۱۰ سیر کا ہوتا ہے لہٰذا آدھا وسق ۲ من ۲۵ سیر کا ہُوا) وہ آدمی ، اُس کی بیوی اور اُس کا خادم بہت عرصے تک یہ جَو کھاتے رہے پھر ایک دِن اسے پیمانہ سے ناپ لیا حضورؐ کو پتہ لگا تو آپؐ نے فرمایا اگر تم لوگ اسے نہ ناپتے تو اسے ہمیشہ کھاتے رہتے اور یہ جَو ختم نہ ہوتے اور ہمیشہ باقی رہتے۔[2]

حضرت نوفل بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَیں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے اپنی شادی کے بارے میں مدد چاہی ۔ آپؐ نے ایک عورت سے میری شادی کر دی اور مجھے دینے کے لیئے آپؐ نے تلاش کیا تو آپؐ کو کچھ نہ مِلا آپؐ نے اپنی زرہ دے کر حضرت ابورافع اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہما کو بھیجا انہوں نے ایک یہودی کے پاس وہ زرہ رہن رکھی اور اس سے تیس صاع (۲ من ۲۵ سیر) جَو اُدھار لے کر حضورؐ کی خدمت میں آئے ۔ حضورؐ نے وہ جَو مجھے دے دیئے ۔ ہم یہ جَو چھ مہینے تک کھاتے رہے پھر ہم نے وہ جَو پیمانہ سے ناپے تو وہ اِتنے ہی نکلے جتنے ہم لے کر آئے تھے کچھ کم نہ ہُوئے ۔ مَیں نے اس بات کا حضورؐ سے ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا اگر تم اسے نہ ناپتے تو جب تک زندہ رہتے اس میں سے کھاتے رہتے۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا اِنتقال ہُوا تو اُس وقت میرے پاس اِنسان کے کھانے کے قابل کوئی چیز نہیں تھی بس صرف کچھ جَو تھے جو میرے طاق میں رکھے ہُوئے تھے جنہیں مَیں بہت عرصے تک کھاتی رہی پھر ایک دِن مَیں نے انہیں تولا تو اس کے بعد وہ ختم ہو گئے۔[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے والد صاحب کا اِنتقال ہُوا تو ان پر قرضہ تھا مَیں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میرے والد اپنے ذمّہ قرض چھوڑ کر گئے ہیں ۔ قرض ادا کرنے کے لیئے میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے والد صاحب کا کھجوروں کا ایک باغ ہے بس اس کی آمدن ہے اور اس کی آمدن اتنی کم ہے کہ کئی سالوں میں قرض ادا ہو گا ۔ آپؐ میرے ساتھ تشریف لے چلیں تاکہ قرضخواہ مجھے بُرا بھلا نہ کہہ سکیں

---

(۱) عند ابن سعد (ج ۸ ص ۱۵۰) (۲) اخرجہ احمد واخرجہ مسلم عن جابر کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۴۳) (۳) اخرجہ الحاکم (جلد ۳ صفحہ ۲۴۶) و اخرجہ البیہقی عن نوفل بن الحارث نحوہ کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۱۹) (۱) اخرجہ الشیخان والترمذی کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۶۵)

چنانچہ آپؐ میرے ساتھ تشریف لے گئے اور کھجور کے ایک ڈھیر کے گرد چکر لگایا اور دعا فرمائی پھر دوسرے ڈھیر کے گرد چکر لگایا پھر اس کے پاس بیٹھ گئے اور قرضخواہوں سے فرمایا اس میں سے لینا شروع کرو (حضورؐ نے اُن کو دینا شروع کیا) اور ان سب کو ان کے قرض کے مطابق پُورا پُورا دے دیا اور جتنا انہیں دیا اُتنا بچ بھی گیا۔[1] ابُونعیم کی روایت میں ہے کہ حضورؐ اُس ڈھیر کے پاس گئے پھر فرمایا جاؤ اور اپنے قرض مانگنے والے ساتھیوں کو بلا لاؤ، میں انہیں بلا لایا اور حضورؐ انہیں تول تول کر دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے والد کا سارا قرضہ ادا کروا دیا، حالانکہ اللہ کی قسم! میں تو اس بات پر بھی راضی تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے والد کا سارا قرضہ اُتروا دیتے اور میں ایک بھی کھجور اپنی بہنوں کے پاس واپس لے کر نہ جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے کھجور کے سارے ڈھیر بچا دیئے بلکہ مجھے تو وہ ڈھیر جس پر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ بیٹھے تھے وہ بھی صحیح سالم نظر آرہا تھا اور ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی ہو۔

حضرت سعد بن مِیناء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی بیٹی جو کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کی بہن ہیں وہ فرماتی ہیں مجھے میری والدہ حضرت عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا نے بلایا اور مٹھی بھر کھجوریں میری جھولی میں ڈال کر فرمایا اے بیٹی! اپنے والد اور اپنے ماموں حضرت عبداللہ بن رَوَاحہ رَضِیَ اللہُ عنہ کے پاس اُن کا دوپہر کا کھانا لے جاؤ۔ میں وہ کھجوریں لے کر چل پڑی اور اپنے والد اور ماموں کو ڈھونڈتی ہوئی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے پاس سے گزری۔ حضورؐ نے فرمایا اے بیٹی! یہاں آؤ یہ تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا یہ کھجوریں ہیں جنہیں دے کر میری والدہ نے میرے والد اور ماموں کے پاس بھیجا ہے تاکہ وہ یہ کھا لیں۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے دے دو۔ میں نے وہ کھجوریں حضورؐ کے دونوں ہاتھوں میں ڈال دیں۔ وہ کھجوریں اتنی تھوڑی تھیں کہ اُن سے حضورؐ کے دونوں ہاتھ بھر نہ سکے پھر آپؐ کے حکم پر ایک کپڑا بچھایا گیا جس پر آپؐ نے وہ کھجوریں ڈال دیں وہ کھجوریں کپڑے پر بکھر گئیں۔ ایک آدمی حضورؐ کے پاس تھا آپؐ نے اُس سے فرمایا خندق والوں میں اعلان کر دو کہ کھانے کے لئے آجائیں، چنانچہ خندق والے سب جمع ہو گئے اور کھجوریں کھانی شروع کر دیں تو کھجوریں بڑھتی جا رہی تھیں یہاں تک کہ سب خندق والے کھا کر واپس چلے گئے اور کھجوریں اتنی زیادہ ہو گئی تھیں کہ کپڑے سے نیچے گر رہی تھیں۔[2]

(۱) اخرجہ البخاری فی دلائل النبوۃ کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۱۶) واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۵۶۳) عن جابر نحوہ و اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۵۶) عنہ اطول منہ (۲) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۸۰) وذکرہ فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۱۶) عن ابن اسحٰق عن سعید نحوہ الا ان فیہ ثم امر بثوب فبسط لہ ثم دعا بالتمر فنبذ فوق الثوب

حضرت عرباض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں سفر میں، حضر میں ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پڑا رہتا تھا ایک مرتبہ ہم تبوک میں تھے ہم رات کو کسی کام سے کہیں گئے جب ہم حضورؐ کی خدمت میں واپس آئے تو آپؐ بھی اور آپؐ کے پاس جتنے صحابہؓ تھے وہ سب بھی رات کا کھانا کھا چکے تھے۔ حضورؐ نے مجھ سے پوچھا آج رات تم کہاں تھے؟ میں نے آپؐ کو بتایا اتنے میں حضرت جُعال بن سُراقہ اور حضرت عبداللہ بن مَعقل مُزنی رضی اللہ عنہما بھی آگئے اور یوں ہم تین ہوگئے اور تینوں کو بھوک لگی ہوئی تھی۔ حضورؐ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے خیمے میں تشریف لے گئے اور اُن سے ہمارے کھانے کے لئے کوئی چیز طلب فرمائی لیکن آپؐ کو کچھ نہ ملا پھر پکار کر آپؐ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کچھ ہے؟ حضرت بلالؓ چمڑے کے تھیلے پکڑ کر جھاڑنے لگے تو اُن میں سے سات کھجوریں نکل آئیں۔ حضورؐ نے وہ کھجوریں ایک بڑے پیالے میں ڈالیں اور پھر اُن پر ہاتھ مبارک رکھا اور اللہ کا نام لیا اور فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ ہم نے وہ کھجوریں کھائیں۔ میں کھجوریں گنتا جارہا تھا اور اُن کی گٹھلیاں دوسرے ہاتھ میں پکڑتا جارہا تھا۔ میں نے گِنا تو میں نے ۵۴ کھجوریں کھائی تھیں میرے دونوں ساتھی بھی میری طرح ہی کر رہے تھے اور کھجوریں گن رہے تھے انہوں نے پچاس پچاس کھجوریں کھائی تھیں۔ جب ہم نے کھانے سے ہاتھ ہٹائے تو ساتوں کھجوریں ویسی کی ویسی تھیں۔ حضورؐ نے فرمایا اے بلال! ان کو اپنے تھیلے میں رکھ لو۔ جب دوسرا دن ہوا تو حضورؐ نے وہ کھجوریں پیالہ میں ڈالیں اور فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ ہم دس آدمی تھے ہم نے پیٹ بھر کر وہ کھجوریں کھائیں پھر جب ہم نے کھانے سے ہاتھ ہٹائے تو وہ کھجوریں اسی طرح سات تھیں پھر آپؐ نے فرمایا اگر مجھے اپنے ربّ سے حیا نہ آتی تو ہم سب مدینہ پہنچنے تک یہی کھجوریں کھاتے رہتے۔ حضورؐ جب مدینہ پہنچ گئے تو مدینہ کا ایک چھوٹا سا لڑکا آپؐ کے سامنے آیا آپؐ نے یہ کھجوریں اُسے دے دیں وہ کھجوریں کھاتا ہوا چلا گیا۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسلام میں مجھ پر تین ایسی بڑی مصیبتیں آئی ہیں کہ ویسی کبھی بھی مجھ پر نہیں آئیں۔ ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا حادثہ کیونکہ میں آپؐ کا ہمیشہ ساتھ رہنے والا معمولی سا ساتھی تھا دوسرے حضرت عثمانؓ کی شہادت کا حادثہ تیسرے توشہ دان کا حادثہ۔ لوگوں نے پوچھا اے ابوہریرہ! توشہ دان کے حادثے کا کیا مطلب؟ فرمایا ہم ایک سفر میں حضورؐ کے ساتھ تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوہریرہ! تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے کہا توشہ دان میں کچھ کھجوریں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا لے آؤ۔ میں نے کھجوریں نکال کر آپؐ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ آپؐ نے اُن پر ہاتھ پھیرا اور برکت کے لئے دُعا فرمائی پھر فرمایا دس آدمیوں کو بُلا کر لاؤ۔ میں دس آدمیوں کو بلا لایا۔ اُنہوں نے پیٹ بھر کر کھجوریں کھائیں پھر اسی طرح دس دس

(۱) اخرجہ ابن عساکر کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۱۸)

آدمی آکر کھاتے رہے یہاں تک کہ سارے لشکر نے کھالیا اور توشہ دان میں پھر بھی کھجُوریں بچ رہیں۔ آپؐ نے فرمایا اے اَبُوہریرہ! جب تم اس توشہ دان میں سے کھجُوریں نکالنا چاہو تو اس میں ہاتھ ڈال کر نکالنا اور اسے اُلٹانا نہیں۔ حضرت اَبُوہریرہؓ فرماتے ہیں مَیں حضوؐر کی ساری زندگی میں اس سے نکال کر کھاتا رہا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی میں اس میں سے کھاتا رہا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی میں اس میں سے کھاتا رہا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی میں اِس میں سے کھاتا رہا پھر جب حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے تو میرا سامان بھی لُٹ گیا اور وہ توشہ دان بھی لُٹ گیا۔ کیا مَیں آپ لوگوں کو بتا نہ دوں کہ مَیں نے اس میں سے کتنی کھجُوریں کھائی ہیں؟ مَیں نے اس میں سے دو سو وسق یعنی ایک ہزار پچاس من سے بھی زیادہ کھجُوریں کھائی ہیں [1]

حضرت اَنَس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں میری والدہ مجھے حُضورصَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس لے گئیں اور عرض کیا یارَسُولَ اللہ! یہ آپؐ کا چھوٹا سا خادم ہے اِس کے لیئے دُعا فرما دیں تو حضوؐر نے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ فرما اور اس کی عمر لمبی فرما اور اس کے تمام گناہ مُعاف فرما۔ حضرت اَنَسؓ فرماتے ہیں مَیں اپنے دو کم سو یعنی ۹۸ بچّے دفن کر چُکا ہُوں یا فرمایا دو اُوپر سَو یعنی ۱۰۲ بچّے دفن کر چُکا ہُوں اور میرے باغ کا پھل سال میں دو مرتبہ آتا ہے اور میری زندگی اِتنی لمبی ہو چُکی ہے کہ اب زندگی سے دِل بھر چُکا ہے (۹۳ ہجری میں ان کا بصرہ میں ۱۰۳ سال کی عمر میں اِنتِقال ہُوا) اور حضوؐر کی چوتھی دُعا کے پُورا ہونے کا مجھے یقین ہے یعنی گُناہوں کی مغفرت کی دُعا [2]

حضرت اَنَس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں میری والدہ حضرت اُمِّ سُلَیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارَسُولَ اللہ! اَنَسؓ کے لیئے دُعا فرمائیں حضوؐر نے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ فرما اور ان میں برکت عطا فرما تو مَیں پوتوں کے علاوہ اپنے ایک سو پچیس (۱۲۵) بچّے دفن کر چُکا ہُوں اور میری زمین سال میں دو مرتبہ پھل دیتی ہے اور سارے علاقہ میں اور کوئی زمین سال میں دو دفعہ پھل نہیں دیتی [3]

صَحابہ کرامؓ کے دُودھ اور گھی میں برکت

حضرت جابر رضی اللہ عَنْہُ فرماتے ہیں حضرت اُمِّ مالک بَہزیّہ رضی اللہ عنہا اپنی کُپّی میں

(۱) اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۱۷) واخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۵۵) عن ابی ہریرۃ نحوہ واحمد والترمذی عنہ بمعناہ مختصرا (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۷ ص ۱۹) (۳) عند ابی نعیم کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۹)

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں گھی ہدیہ بھیجا کرتی تھیں ایک مرتبہ ان کے بیٹوں نے ان سے سالن مانگا اس وقت ان کے پاس کوئی چیز نہیں تھی وہ اپنی اُس کُپّی کے پاس گئیں جس میں وہ حضورؐ کو گھی ہدیہ بھیجا کرتی تھیں اُس میں سے انہیں گھی مل گیا (حالانکہ اسے خالی کر کے ٹانگا تھا) وہ بہت عرصہ تک اپنے بیٹوں کو یہ گھی بطور سالن کے دیتی رہیں۔ آخر ایک مرتبہ انہوں نے اس کُپّی کو نچوڑ لیا (جس کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا) انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں جا کر سارا واقعہ عرض کیا حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے اسے نچوڑا تھا؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا اگر تو اسے اسی طرح رہنے دیتی اور نہ نچوڑتی تو تجھے اس کُپّی سے ہمیشہ گھی ملتا رہتا۔[1]

حضرت اُمِّ مالک انصاریہ رضی اللّٰہ عنہا گھی کی ایک کُپّی لے کر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں گئیں آپؐ نے حضرت بلال رضی اللّٰہ عنہ کو ان سے گھی لینے کا حکم دیا۔ حضرت بلالؓ نے نچوڑ کر اس کُپّی میں سے سارا گھی نکال لیا اور خالی کُپّی حضرت اُمِّ مالکؓ کو واپس کر دی۔ جب وہ واپس گھر پہنچیں تو دیکھا کہ کُپّی تو گھی سے بھری ہوئی ہے۔ انہوں نے جا کر حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسُولَ اللّٰہ! کیا میرے بارے میں آسمان سے کوئی وحی نازل ہوئی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا اے اُمِّ مالک! کیوں؟ کیا بات پیش آئی ہے؟ انہوں نے کہا آپؐ نے میرا ہدیہ کیوں واپس کر دیا؟ آپؐ نے حضرت بلالؓ کو بلا کر اُن سے اِس بارے میں پُوچھا۔ حضرت بلالؓ نے کہا اُس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے تو کُپّی میں سے سارا گھی نکال لیا تھا بلکہ اسے اتنا نچوڑا تھا کہ مجھے شرم آنے لگی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا اے اُمِّ مالک! تمہیں مُبارک ہو اللّٰہ نے تمہیں ہدیہ کا بدلہ جلدی دے دیا پھر حضورؐ نے انہیں سکھایا کہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہ، دس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور دس مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَر کہا کریں۔[2]

حضرت اُمِّ اَوْس بَہْزِیَّہ رضی اللّٰہ عنہا نے گھی پکا کر ایک کُپّی میں ڈالا پھر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو ہدیہ میں پیش کیا۔ حضورؐ نے اسے قبول فرما لیا اور کُپّی میں جتنا گھی تھا وہ لے لیا اور ان کے لئے برکت کی دُعا فرمائی اور وہ کُپّی انہیں واپس فرما دی۔ انہوں نے گھر جا کر دیکھا تو وہ کُپّی گھی سے بھری ہوئی تھی۔ وہ سمجھیں کہ شاید حضورؐ نے اُن کا ہدیہ قبول نہیں فرمایا وہ چیختیں پکارتیں حضورؐ کی خدمت میں آئیں (اور عرض کیا آپؐ نے میرا ہدیہ قبول نہیں فرمایا؟)

(۱) اخرجہ احمد کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۰۴) (۲) عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۳۰۹) وفیہ راولم یسم وعطاء بن السائب اختلط وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔ انتہی واخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۰۳) عن ام مالک الانصاریۃ نحوہ واخرجہ ابن ابی عاصم فی الوحدان عن ام مالک الانصاریۃ نحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۴۹۴) واخرجہ مسلم عن جابر ان ام مالک الانصاریۃ فذکر معنی ما رواہ احمد کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۴۹۴)

حضورؐ نے فرمایا انہیں واقعہ تفصیل سے بتاؤ کہ ہم نے تو قبول کر لیا تھا (اب یہ اللہ نے برکت عطا فرمائی ہے) چنانچہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں وہ گھی کھاتی رہیں پھر حضرت ابُوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانۂ خلافت میں وہ گھی کھاتی رہیں پھر جب حضرت علی اور حضرت مُعاویہ رضی اللہ عنہما میں اختلافات پیدا ہُوئے تو اس وقت تک وہ کھاتی رہیں[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری والدہ کی ایک بکری تھی وہ اس کا گھی ایک کُپّی میں جمع کرتی رہیں۔ جب وہ کُپّی بھر گئی تو اپنی لے پالک لڑکی کے ہاتھ وہ کُپّی بھیجی اور اُس سے کہا اے بیٹی! یہ کُپّی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دو آپؐ اسے سالن بنا لیا کریں گے۔ وہ لڑکی کُپّی لے کر حضورؐ کی خدمت میں پہنچی اور عرض کیا یا رسُول اللہ! یہ گھی کی کُپّی حضرت اُمّ سُلیمؓ نے آپؐ کی خدمت میں بھیجی ہے۔ حضورؐ نے گھر والوں سے فرمایا اس کی کُپّی خالی کر کے دے دو گھر والوں نے خالی کر کے کُپّی اسے دے دی وہ لے کر چلی گئی اور گھر آ کر اسے ایک کھونٹی پر لٹکا دیا اس وقت حضرت اُمّ سُلیمؓ گھر میں نہیں تھیں۔ جب وہ گھر واپس آئیں تو دیکھا کہ کُپّی بھری ہُوئی ہے اور اس میں سے گھی ٹپک رہا ہے۔ اُنہوں نے کہا اے لڑکی! کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ یہ کُپّی جا کر حضورؐ کو دے آؤ۔ اُس نے کہا میں تو دے آئی ہُوں اگر آپ کو میری بات پر اطمینان نہیں ہے تو آپ خُود جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھ لیں۔ حضرت اُمّ سُلیمؓ اس لڑکی کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں گئیں اور عرض کیا یا رسُول اللہ! میں نے اس لڑکی کے ہاتھ ایک کُپّی آپؐ کی خدمت میں بھیجی تھی جس میں گھی تھا حضورؐ نے فرمایا ہاں یہ کُپّی لے کر آئی تھی حضرت اُمّ سُلیمؓ نے کہا اُس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق اور سچّا دین دے کر بھیجا ہے! وہ کُپّی تو بھری ہُوئی ہے اور اس میں سے گھی ٹپک رہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اے اُمّ سُلیمؓ! کیا تم اس بات پر تعجب کر رہی ہو کہ جس طرح تم نے اللہ کے نبیؐ کو کھلایا ہے اِس طرح اللہ تعالیٰ تمہیں کھلا رہے ہیں اِس سے تم خود بھی کھاؤ اور دُوسروں کو بھی کھلاؤ حضرت اُمّ سُلیمؓ فرماتی ہیں میں گھر واپس آئی اور ایک بڑے پیالہ میں اور دُوسرے برتنوں میں ڈال ڈال کر میں نے وہ گھی تقسیم کیا اور کچھ اس میں چھوڑ دیا جسے ہم ایک یا دو مہینے تک سالن بنا کر

---

(۱) اخرجہ الطبرانی وابن مندہ وابن السکن کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۴۳۴) قال الھیثمی (ج ۸ ص ۳۱۰) رواہ الطبرانی وفیہ عصمۃ بن سلیمان ولم اعرفہ ولبقیۃ رجالہ ثقات۔ انتہی واخرجہ البیہقی عنہا باسناد آخر معناہ اطول منہ کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۰۳)۔

استعمال کرتے رہے۔[1]

حضرت اُمِ شریک رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میرے پاس ایک کُپّی تھی جس میں میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو گھی ہدیہ کیا کرتی تھی۔ ایک دِن میرے بچوں نے مجھ سے گھی مانگا اور گھی تھا نہیں۔ میں دیکھنے کے لیئے اُٹھ کر کُپّی کی طرف گئی (کہ شاید اس میں سے کچھ بچا ہُوا گھی مِل جائے) میں نے جاکر دیکھا تو کُپّی تو گھی سے بھری ہُوئی تھی اور اُس میں سے گھی بہہ رہا تھا۔ میں نے بچّوں کے لیئے اُنڈیل کر اُس میں سے کچھ گھی نکالا جسے بچّے کچھ دیر کھاتے رہے پھر میں دیکھنے گئی کہ کُپّی میں کتنا گھی باقی رہ گیا ہے۔ میں نے اُسے اُنڈیل کر سارا گھی نکالا جس سے وہ ختم ہوگیا پھر میں حضورؐ کی خدمت میں گئی۔ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کیا تم نے اسے بالکل اُلٹا دیا تھا؟ غور سے سُنو! اگر تم اسے اُلٹا نہ کرتیں تو ایک عرصہ تک یہ گھی باقی رہتا۔[2]

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت اُمِ شریک رضی اللہ عنہا کی ایک کُپّی تھی جو اُن کے پاس آتا اُسے وہ کُپّی عاریۃً دے دیتیں۔ ایک آدمی نے اُن سے اس کُپّی کا سَودا کرنا چاہا تو انہوں نے کہا اس میں کچھ نہیں ہے پھر اس میں پھونک بھر کر اسے دُھوپ میں لٹکا دیا (تاکہ گھی پگھل کر ایک جگہ جمع ہوجائے) تو کیا دیکھتی ہیں کہ وہ گھی سے بھری ہُوئی ہے اِسی وجہ سے کہا جاتا تھا کہ حضرت اُمِ شریکؓ کی کُپّی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔[3] اِس حدیث کا کچھ حصّہ پہلے گزر چکا ہے۔

حضرت حمزہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے صحابہؓ کا کھانا مختلف صحابہؓ باری باری پکاکر لاتے۔ ایک رات یہ لاتے دُوسری رات دوسرے صحابیؓ لاتے، چُنانچہ ایک رات میری باری آئی۔ میں نے حضورؐ کے صحابہؓ کا کھانا تیار کیا اور گھی کی مَشک کو ایسے ہی چھوڑ دیا اور اس کے منہ کو ڈوری سے باندھا نہیں۔ جب میں کھانا حضورؐ کی خدمت میں لے جانے لگا تو مَشک ہِل گئی اور اُس میں سے گھی گرنے لگا تو میں نے کہا کیا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے کھانے نے میرے ہی ہاتھوں سے گرنا تھا؟ جب میں کھانا لے کر حضورؐ کی خدمت میں پہنچا تو حضورؐ نے فرمایا قریب آجاؤ تم

(۱) اخرجہ ابو یعلی کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۰۳) وقال الھیثمی (ج ۸ ص ۳۰۹) رواہ ابو یعلی والطبرانی الا انہ قال زینب بدل ربیبۃ وفی اسناد ھما محمد بن زیاد البرجمی وھو الیشکری وھو کذاب انتہی اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۰۴) عن انس بن مالک عن امہ ام سلیم فذکرت نحوہ وفی روایتہ ایضا زینب بدل ربیبۃ قال الحافظ فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۳۲۰) وقد عزاہ الی الطبرانی وفی حفظی ان قولہ زینب تصحیف وانما ھی ربیبۃ فلیحرر ھذا۔ انتہی (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۱۵۷) (۳) عند ابن سعد ایضا۔

بھی کھاؤ میں نے کہا یا رسول اللہ! گنجائش نہیں (کھانا کم ہے) کھانا کھلا کر میں اپنی جگہ واپس آیا تو دیکھا کہ مشک سے غٹ غٹ گھی کے گرنے کی آواز آرہی تھی۔ میں نے کہا یہ آواز کیسی؟ جو گھی اس میں بچ گیا تھا وہ گر رہا ہوگا میں اسے دیکھنے گیا تو مشک سینے تک بھری ہوئی تھی۔ میں وہ مشک لے کر حضورؐ کی خدمت میں گیا اور سارا واقعہ آپؐ کو بتایا آپؐ نے فرمایا اگر تم اس کو ہاتھ نہ لگاتے اور ویسے ہی رہنے دیتے تو یہ منہ تک بھر جاتی پھر اس کے منہ پر ڈوری باندھی جاتی [1] ایک روایت میں ہے کہ اگر تم اسے ایسے ہی رہنے دیتے تو ساری وادی میں گھی بہنے لگتا۔

حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں تشریف لے گئے اور اس سفر میں گھی کی مشک سنبھالنے کی ذمہ داری مجھ پر تھی۔ میں نے اس مشک کو دیکھا تو اس میں تھوڑا سا گھی تھا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کیا اور اس مشک کو دھوپ میں رکھ دیا اور خود سو گیا پھر (اللہ تعالیٰ نے اس مشک کو گھی سے بھر دیا اور) مشک سے گھی بہنے کی آواز سے میری آنکھ کھلی میں نے اپنے ہاتھ سے اس کے سر کو پکڑا حضورؐ مجھے دیکھ رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اگر تم اس کا سر نہ پکڑتے ایسے ہی رہنے دیتے تو ساری وادی میں یہ گھی بہنے لگتا [2]

حضرت خباب بن ارتؓ کی صاحبزادی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میرے والد ایک غزوے میں تشریف لے گئے اور ہمارے لئے صرف ایک بکری چھوڑ کر گئے اور ہم سے کہہ کر گئے کہ جب اس کا دودھ نکالنے لگو تو اسے صُفہ والوں کے پاس لے جانا وہ دودھ نکال دیں گے، چنانچہ ہم وہ بکری صفہ لے گئے تو وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے حضورؐ نے اس بکری کو لیا اور اس کی ٹانگ باندھ کر اس کا دودھ نکالنے لگے اور ہم سے فرمایا تمہارے ہاں جو سب سے بڑا برتن ہے وہ لے آؤ میں گئی اور تو مجھے کوئی برتن ملا نہیں صرف ایک بڑا پیالہ ملا جس میں ہم آٹا گوندھتے تھے میں وہ لے آئی۔ حضورؐ نے اس میں دودھ نکالا تو وہ بھر گیا پھر فرمایا جاؤ خود بھی پیو اور پڑوسیوں کو بھی پلاؤ اور جب اس بکری کا دودھ نکالنا ہو تو اسے میرے پاس لے آیا کرو میں اس کا دودھ نکال دیا کروں گا۔ ہم وہ بکری حضورؐ کے پاس لے جاتے رہے اور ہمارے خوب مزے ہو گئے پھر میرے والد آگئے اور انہوں نے اس بکری کی ٹانگ باندھ کر اس کا دودھ نکالا تو وہ اپنے پہلے دودھ پر

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۳۱۰) رواہ الطبرانی و قد تقدمت لہ طرق فی غزوۃ تبوک و رجال الطریق التی ہنا وثقوا۔ انتہی (۲) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۵۵) عن ابی بکر بن محمد بن حمزہ بن عمرو الاسلمی عن ابیہ عن جدہ۔

آگئی۔ میری والدہ نے کہا آپ نے تو ہماری بکری خراب کردی۔ میرے والد نے کہا کیوں؟ والدہ نے کہا یہ تو آپ کے پیچھے اتنا دودھ دیا کرتی تھی جس سے یہ بڑا پیالہ بھر جاتا تھا۔ والد نے کہا اس کا دودھ کون نکالتا تھا؟ والدہ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ والد نے کہا تم تو مجھے حضورؐ کے برابر کررہی ہو، اللہ کی قسم! ان کے ہاتھ میں تو میرے ہاتھ سے بہت زیادہ برکت ہے[1] جلد اوّل صفحہ ۲۸۷ پر سختیاں برداشت کرنے کے باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اور جلد اوّل صفحہ ۴۰۲ پر اللہ تعالیٰ کی دعوت دینے کے باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث گزرچکی ہے۔

گوشت میں بَرکت

حضرت مسعود بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بکری بھیجی اور میں خود کسی کام سے کہیں چلا گیا حضورؐ نے میرے گھر بکری کا کچھ گوشت بھیجا۔ میں اپنی بیوی حضرت اُمّ خُناس رضی اللہ عنہا کے پاس واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ اُس کے پاس گوشت رکھا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا اے اُمّ خُناس! یہ گوشت کہاں سے آیا ہے؟ میری بیوی نے کہا آپ نے اپنے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بکری بھیجی تھی اُس میں سے انہوں نے یہ گوشت ہمیں بھیجا ہے میں نے کہا کیا بات ہے تم نے بچوں کو یہ گوشت اب تک کھلایا نہیں؟ میری بیوی نے کہا میں تو سب کو کھلا چکی ہوں یہ تو ان کا بچا ہوا ہے۔ حضرت مسعودؓ فرماتے ہیں تھوڑے سے گوشت سے سب گھر والوں نے کھالیا اور پھر بھی گوشت بچ گیا، حالانکہ یہ لوگ دو تین بکریاں ذبح کرتے تھے اور پھر بھی کافی نہیں ہوتی تھیں[2]

حضرت خالد بن عبدالعزّیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذبح کرنے کے قابل ایک بکری پیش کی جسے حضورؐ نے بھی نوش فرمایا اور آپؐ کے بعض صحابہؓ نے بھی کھایا لیکن پھر بھی گوشت بچ گیا جو حضورؐ نے مجھے عطا فرمادیا جسے میں نے اور میرے تمام بال بچوں نے کھایا اور پھر بھی بچ گیا، حالانکہ میرے بچے بہت سارے تھے[3]

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۸ ص ۲۹۱) (۲) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۳۱۰) وفیہ من لم اعرفہم - اھ (۳) عند یعقوب بن سفیان فی نسخۃ واخرجہ الحسن بن سفیان فی مسندہ والنسائی فی الکنی لہ عن یعقوب بہ مطولا کذا فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۴۰۹)

جہاں سے روزی ملنے کا گمان نہ ہو وہاں سے روزی ملنا

حضرت سلمہ بن نفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا کبھی آپؐ کے لئے آسمان سے بھی کھانا اُتارا گیا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں، میں نے پوچھا کیا اس میں سے کچھ بچا تھا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ میں نے پوچھا اُس کا کیا ہوا؟ آپؐ نے فرمایا اُسے آسمان کی طرف اُٹھالیا گیا[1] حضرت سلمہ بن نفیل سکونی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے تھے وہ فرماتے ہیں ایک دفعہ ہم لوگ حضورؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی آیا اور اُس نے عرض کیا اے اللہ کے نبیؐ! کیا کبھی آپ کے پاس آسمان سے کھانا آیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں دیگچی میں گرم گرم آیا تھا۔ اُس آدمی نے پوچھا کیا آپؐ کے کھانے کے بعد کچھ کھانا بچا تھا؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں! اُس نے کہا پھر اُس بچے ہوئے کھانے کا کیا ہوا تھا؟ حضورؐ نے فرمایا اسے آسمان کی طرف اُٹھالیا گیا تھا۔ اور وہ چپکے چپکے مجھے یہ کہہ رہا تھا کہ میں آپ لوگوں میں تھوڑا عرصہ ہی رہوں گا اور آپ لوگ بھی میرے بعد تھوڑا عرصہ ہی رہو گے بلکہ زندگی لمبی معلوم ہونے لگے گی اور تم لوگ کہو گے ہم یہاں دُنیا میں کب تک پڑے رہیں گے؟ پھر آپ لوگ مختلف جماعتیں بن کر آؤ گے اور ایک دُوسرے کو فنا کرو گے اور قیامت سے پہلے بہت زیادہ اموات واقع ہوں گی اور اِس کے بعد زلزلے کے سال ہوں گے[2]

ایک لمبی حدیث میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی۔ حضورؐ نے فرمایا عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں کھلائیں گے، چنانچہ ہم لوگ سمندر کے کنارے پہنچے تو سمندر میں ایک زبردست موج آئی جس سے ایک بہت بڑی مچھلی باہر آگئی ہم نے اس کا ایک ٹکڑا کاٹا اور آگ جلا کر کچھ گوشت بھونا اور باقی پکالیا اور خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ وہ مچھلی اتنی بڑی تھی کہ میں اُس کی آنکھ کے حلقہ کے اندر داخل ہوگیا اور میرے علاوہ فلاں اور فلاں پانچ آدمی داخل ہوگئے اور وہ حلقہ اِتنا

---

(۱) ذکرہ ابن سعد (ج ۷ ص ۴۲۸) فقال روی من سلمۃ بن نفیل ایضا من حدیث اشعث بن شعبۃ عن ارطاۃ بن المنذر عن ضمرۃ بن حبیب عن خالد بن اسد بن حبیب عن سلمۃ بن نفیل (۲) اخرجہ الحاکم (ج ۴ ص ۴۴۷) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ وقال الذہبی والخبر من غرائب الصحاح وقال الحافظ فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۶۸) فی ترجمۃ سلمۃ بن نفیل ولہ فی النسائی حدیث لیقال لہ غیرہ وہو من روایۃ ضمرۃ بن حبیب سمعت سلمۃ بن نفیل السکونی یقول کنا جلوسا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال رجل یا رسول اللہ وقد اتیت بطعام من الجنۃ۔ الحدیث انتہی (۳) اخرجہ مسلم (ج ۲ ص ۴۱۸)

بڑا تھا کہ ہم باہر کے کسی آدمی کو نظر نہیں آرہے تھے پھر ہم اس میں سے باہر آئے۔ اس کے جسم میں بڑے بڑے کانٹے تھے۔ ہم نے ایک کانٹا لے کر کمان کی طرح کھڑا کیا اور قافلہ کے سب سے لمبے آدمی کو اور سب سے لمبے اونٹ کو اور سب سے اونچی کاٹھی کو منگوایا اس کاٹھی کو اس اونٹ پر رکھ کر اس آدمی کو اس پر بٹھایا وہ آدمی اس کانٹے کے نیچے سے گزر گیا لیکن اس کا سر اس کانٹے کو نہ لگا۔[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو صحابہؓ کا ایک لشکر ساحلِ سمندر کی طرف بھیجا اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا چنانچہ ہم مدینہ سے چلے راستہ میں توشہ ختم ہو گیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے حکم دیا کہ لشکر کے تمام توشے جمع کیے جائیں، چنانچہ تمام توشے جمع کیے گئے تو کھجور کے دو توشے دان بن گئے حضرت ابو عبیدہؓ ہمیں ان میں سے تھوڑا تھوڑا روز دیتے پھر یہ توشے دان بھی ختم ہو گئے اور ہمیں روزانہ صرف ایک کھجور ملنے لگی۔ راوی نے حضرت جابرؓ سے کہا ایک کھجور سے کیا بنتا ہوگا؟ حضرت جابرؓ نے فرمایا اُس ایک کھجور کا فائدہ ہمیں تب معلوم ہوا جب وہ بھی ملنی بند ہو گئی پھر ہم جب ساحلِ سمندر پر پہنچے تو وہاں چھوٹے پہاڑ جتنی اونچی ایک مچھلی ملی جس کے گوشت کو سارا لشکر ۱۸ دن تک کھاتا رہا (دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہؓ ایک ماہ تک کھاتے رہے) پھر حضرت ابو عبیدہؓ کے فرمانے پر اس مچھلی کے دو کانٹے کھڑے کیے گئے اور ایک اونٹنی پر کجاوہ رکھا گیا پھر وہ اونٹنی ان کانٹوں کے نیچے سے گزری اور اس کا سر یا کوہان کانٹوں کو نہ لگا۔[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین سو سواروں کے لشکر میں بھیجا۔ ہمارے امیر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے۔ ہم قریش کے ایک تجارتی قافلہ کی گھات میں گئے تھے۔ اس سفر میں ہمیں سخت بھوک لگی اور کھانے کے تمام سامان ختم ہو گئے اور ہمیں درختوں کے گرے ہوئے پتے کھانے پڑے اور اس وجہ سے اس لشکر کا نام پتوں والا لشکر پڑ گیا۔ ایک آدمی نے لشکر کے لئے تین اونٹ ذبح کیے پھر تین اونٹ ذبح کیے پھر تین اونٹ ذبح کیے پھر حضرت ابو عبیدہؓ نے اس آدمی کو اور اونٹ ذبح کرنے سے منع کر دیا پھر سمندر کی تیز موج نے ایک بہت بڑی مچھلی کنارے پر لا ڈالی جسے عنبر کہا جاتا ہے۔ آدھے مہینہ تک ہم اس کا گوشت کھاتے رہے اور اس کی چربی کو جسم پر لگاتے رہے جس سے ہمارے جسموں کی کمزوری اور دبلا پن وغیرہ سب جاتا رہا اور

(۱) اخرجہ مسلم (ج ۲ ص ۲۱۸) (۲) اخرجہ مالک (ص ۳۷۱) واخرجہ الشیخان من حدیث مالک بنحوہ کما فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۷۶)

جسم پہلے کی طرح ٹھیک ٹھاک ہو گئے اس کے بعد کانٹے کا قصہ ذکر کیا۔[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قریش کے ایک تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنایا اور حضورؐ نے کھجوروں کا ایک تھیلا ہمیں زادِ سفر کے لئے دیا۔ دینے کے لئے آپؐ کو اس کے علاوہ اور کچھ نہ ملا۔ حضرت ابوعبیدہؓ ہمیں روزانہ ایک کھجور دیا کرتے۔ راوی کہتے ہیں میں نے حضرت جابرؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ لوگ ایک کھجور کا کیا کرتے ہوں گے؟ حضرت جابرؓ نے کہا ہم بچے کی طرح اسے چوستے تھے پھر اس کے بعد پانی پی لیتے اور ایک دن ایک رات اسی پر گزار لیتے پھر ہم لاٹھی مار کر درختوں کے پتے جھاڑ لیتے اور انہیں پانی میں بھگو کر کھا لیتے۔ ہم چلتے چلتے سمندر کے کنارے پر پہنچے تو ہمیں دور سے ایک بہت بڑے ٹیلے جیسی کوئی چیز نظر آئی ہم نے وہاں پہنچ کر دیکھا تو وہ عنبر نامی بہت بڑی مچھلی تھی۔ پہلے تو حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا یہ مردار ہے اسے مت کھاؤ پھر فرمایا اچھا نہیں ہم تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے ہیں اور اللہ کے راستے میں ہیں اور تم لوگ حالتِ اضطرار کو پہنچ چکے ہو (جس میں مردار حلال ہو جاتا ہے) اس لئے اسے کھا لو ہم تین سو آدمی تھے ایک مہینے تک اس کا گوشت کھاتے رہے یہاں تک کہ ہم موٹے ہو گئے اور اس کی آنکھ کے حلقہ میں سے بڑے بڑے مٹکے بھر کر چربی نکالتے تھے اور بیل جتنے بڑے اس کے گوشت کے ٹکڑے کاٹتے تھے اور حضرت ابوعبیدہؓ نے اس کی آنکھ کے حلقہ میں چربی نکالنے کے لئے تیرہ آدمی داخل کئے تھے اور اس کا ایک کانٹا لے کر اسے کھڑا کیا اور سب سے لمبے اونٹ پر کجاوہ کس کر اس پر آدمی بٹھا کر اسے اس کانٹے کے نیچے سے گزارا تو وہ گزر گیا اور اس کے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے ہم نے واپسی کے سفر میں اپنے ساتھ رکھ لئے۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ہم لوگوں نے مچھلی کا سارا واقعہ ذکر کیا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ وہ روزی ہے جو اللہ نے اپنے غیبی خزانے سے تمہیں عطا فرمائی ہے ہمیں کھلانے کے لئے کیا اس مچھلی کا کچھ گوشت تم لوگوں کے پاس ہے؟ اس پر ہم نے حضورؐ کی خدمت میں کچھ گوشت بھیجا جسے آپؐ نے نوش فرمایا (آپؐ نے یہ گوشت اس لئے کھایا کہ یہ گوشت برکت والا تھا اور تاکہ صحابہ کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ یہ مچھلی مردار نہیں تھی بلکہ حلال تھی مچھلی کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں)۔[2]

---

(۱) عند الشیخین ایضا کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۷۶) واخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۱۴) من طریق عمرو نحوہ (۲) عند البیہقی من طریق ابی الزبیر و رواہ مسلم وابوداؤد عن ابی الزبیر عن جابر بہ کما فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۷۶) واخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۱۱۱) من ابی الزبیر عنہ بمعناہ اخصر منہ واخرجہ الطبرانی عن جابر مختصرا کما فی الکنز (ج ۸ ص ۵۲)

حضرت ابوُہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں ایک آدمی اپنے گھر میں داخل ہُوا۔ جب اُس نے گھر میں فقر و فاقہ کی حالت دیکھی تو وہ جنگل کی طرف چلا گیا۔ جب اُس کی بیوی نے یہ دیکھا تو وہ اُٹھی اور چکی کا اُوپر والا پاٹ نیچے والے پر رکھا اور پھر تندور میں آگ جلائی پھر دُعا مانگی اے اللّٰہ! ہمیں روزی عطا فرما۔ وہ عورت کیا دیکھتی ہے کہ بڑا پیالہ آٹے سے بھرا ہُوا ہے اور پھر جا کر تندور کو دیکھا تو وہ روٹیوں سے بھرا ہُوا تھا اتنے میں اُس کا خاوند بھی واپس آ گیا اُس نے پُوچھا کیا میرے بعد تمہیں کچھ ملا؟ اُس کی بیوی نے کہا ہاں۔ ہمارے رب کی طرف سے کچھ آیا ہے۔ وہ مرد اُٹھا اور اُس نے چکی کا اُوپر والا پاٹ اُٹھا لیا (پھر چکی کا چلنا بند ہو گیا) کسی نے جا کر اس بات کا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے ذکر کیا حضورؐ نے فرمایا غور سے سُنو! اگر یہ چکی کا پاٹ نہ اُٹھاتا تو یہ چکی قیامت تک چلتی رہتی[1] دُوسری روایت میں ہے کہ اُس عورت نے یہ دُعا مانگی اے اللّٰہ! ہمیں وہ چیز عطا فرما جسے ہم پیسیں اور گوندھیں اور اس کی روٹی پکائیں پھر اُس نے دیکھا کہ بڑا پیالہ روٹیوں سے بھرا ہُوا ہے اور چکی آٹا پیس رہی ہے اور تندور بھُنی ہُوئی چانپوں سے بھرا ہُوا ہے پھر اُس کے خاوند نے آ کر پُوچھا تمہارے پاس کچھ ہے؟ اُس کی بیوی نے کہا اللّٰہ نے روزی عطا فرمائی ہے خاوند نے چکی کا پاٹ اُٹھایا چکی کے اِردگرد کی جگہ کو اچھی طرح صاف کیا۔ حضورؐ کو جب معلوم ہُوا تو آپؐ نے فرمایا اگر یہ چکی کو اپنے حال پر رہنے دیتے تو چکی قیامت تک پیستی رہتی۔[2]

حضرت ابوُہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں ایک انصاری بہت ہی ضرورت مند اور غریب تھا۔ اُس کے گھر والوں کے پاس کچھ نہیں تھا وہ گھر سے باہر چلا گیا اُس کی بیوی نے اپنے دِل میں کہا اگر میں چکی چلاؤں اور تندور میں کھجور کی ٹہنیاں ڈال کر آگ جلاؤں تو میرے پڑوسی چکی کی آواز سُنیں گے اور دُھواں دیکھیں گے اس سے وہ یہ سمجھیں گے کہ ہمارے پاس کھانے کو کچھ ہے اور ہمارے ہاں فقر و فاقہ نہیں ہے۔ اُس نے اُٹھ کر تندور میں آگ جلائی اور بیٹھ کر چکی چلانے لگی اِتنے میں اُس کا خاوند آ گیا اور اُس نے باہر سے چکی کی آواز سُنی پھر دروازہ کھٹکھٹایا بیوی نے کھڑے ہو کر دروازہ کھولا خاوند نے پُوچھا تم کیا پیس رہی ہو؟ بیوی نے ساری کارگزاری سُنائی وہ دونوں اندر گئے تو دیکھا کہ چکی خود بخود چل رہی ہے اور اس کے اندر سے آٹا نکل رہا ہے۔ بیوی برتنوں میں آٹا بھرنے لگی تو گھر کے سارے برتن آٹے سے بھر گئے پھر اُس نے باہر جا کر تندور کو دیکھا تو وہ روٹیوں سے بھرا ہُوا تھا

---

[1] اخرجہ احمد (۲) قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲۵۶) رواہ احمد والبزار ورواہ الطبرانی فی الاوسط بنحوہ ورجالہم رجال الصحیح غیر شیخ البزار وشیخ الطبرانی وہما ثقتان۔ انتہی واخرجہ البیہقی عن ابی ہریرۃ بسیاق البزار۔

خاوند نے جاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا واقعہ سُنایا۔ حضورؐ نے پُوچھا پھر چکّی کا کیا ہُوا؟ خاوند نے کہا میں نے اسے اُٹھاکر جھاڑ دیا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا اگر تم چکّی کو اس کے حال پر رہنے دیتے تو وہ میری زندگی تک یُونہی چلتی رہتی یا فرمایا تمہاری زندگی تک یُونہی چلتی رہتی۔[1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکّہ سے چلا۔ چلتے چلتے ہم عرب کے ایک قبیلہ کے پاس پہنچے۔ قبیلہ کے کنارے کے ایک گھر پر حضورؐ کی نگاہ پڑی حضورؐ وہاں تشریف لے گئے۔ جب ہم وہاں پہنچ کر سواریوں سے نیچے اُترے تو وہاں صرف ایک عورت تھی اُس عورت نے کہا اے اللہ کے بندے! میں عورت ذات ہُوں میرے ساتھ اور کوئی نہیں ہے اکیلی ہُوں آپ لوگ مہمان بننا چاہتے ہیں تو قبیلہ کے سردار کے پاس چلے جائیں۔ حضورؐ نے اُس کی یہ بات قبول نہ فرمائی بلکہ وہیں ٹھہر گئے۔ شام کا وقت تھا تھوڑی دیر میں اُس عورت کا بیٹا اپنی بکریاں ہانکتا ہُوا آیا اُس عورت نے بیٹے سے کہا اے بیٹے! یہ بکری اور چھری ان دو آدمیوں کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو میری والدہ کہہ رہی ہیں یہ بکری ذبح کرکے آپ دونوں خود بھی کھائیں اور ہمیں بھی کھلائیں۔ جب وہ لڑکا آیا تو حضورؐ نے اُس سے فرمایا چھری لے جاؤ اور (دُودھ نکالنے کے لئے) پیالہ لے آؤ۔ اُس لڑکے نے کہا یہ بکری تو چراگاہ سے دُور رہی تھی اور اس کا دُودھ بھی نہیں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں تم جاؤ وہ جاکر پیالہ لے آیا حضورؐ نے اُس کے تھن پر ہاتھ پھیر کر دُودھ نکالنا شروع کیا تو اتنا دُودھ نکلا کہ سارا پیالہ بھر گیا حضورؐ نے فرمایا جاکر اپنی والدہ کو دے آؤ چنانچہ اُس کی ماں نے خوب سیر ہوکر دُودھ پیا وہ پیالہ لے آیا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ بکری لے جا اور دُوسری بکری لے آ وہ دوسری بکری لے آیا حضورؐ نے اُس کا دُودھ نکال کر مجھے پلایا پھر وہ لڑکا تیسری بکری لے آیا اُس کا دُودھ نکال کر حضورؐ نے خُود پیا پھر وہ رات ہم نے وہاں گزاری اور صبح وہاں سے آگے چلے۔ اُس عورت نے آپؐ کا نام مُبارک رکھ دیا تھا۔ پھر اللہ نے اُس کی بکریوں میں خوب برکت ڈالی اور وہ بیچنے کے لئے بکریوں کا ریوڑ لے کر مدینہ آئی۔ میرا وہاں سے گزر ہُوا تو اس عورت کے بیٹے نے دیکھ کر مجھے پہچان لیا اور کہنے لگا اے امّاں جان! یہ آدمی وہی ہے جو اس مُبارک ہستی کے ساتھ تھا وہ عورت کھڑی ہوکر میرے پاس آئی اور کہنے لگی اے اللہ کے بندے! وہ مبارک آدمی جو تمہارے ساتھ تھا وہ کون تھا؟ میں نے کہا اچھا تمہیں معلوم نہیں کہ وہ کون ہیں؟ اس عورت نے کہا نہیں میں نے کہا وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اُس نے کہا مجھے ان کے پاس لے چلو، چنانچہ میں اُسے حضورؐ کی خدمت میں

[1] عند البیہقی ایضاً بسند آخر وہذا الحدیث غریب سندہ ومتنا کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۱۹)

لے گیا۔ حضورؐ نے انہیں کھانا کھلایا اور درہم و دینار دیئے اور ہدیہ میں اُسے پنیر اور دیہاتیوں والا سامان دیا، پہننے کے کپڑے بھی دیئے اور وہ مسلمان بھی ہوگئی۔[1]

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں مَیں عُقبہ بن ابی مُعیط کی بکریاں چرا رہا تھا۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے۔ حضورؐ نے فرمایا اے لڑکے! کیا دودھ ہے؟ میں نے کہا ہے لیکن یہ بکریاں اور ان کا دودھ میرے پاس بطور امانت ہے اور مَیں امانتدار ہوں (مالک کی اجازت کے بغیر دودھ نہیں دے سکتا) حضورؐ نے فرمایا کیا ایسی کوئی بکری ہے جو اب تک بیاہی نہ گئی ہو؟ (وہ لے آؤ) میں ایسی بکری حضورؐ کی خدمت میں لے آیا۔ حضورؐ نے اس کے تھن پر ہاتھ پھیرا تو اُس کے تھن میں دودھ اُتر آیا۔ حضورؐ نے ایک برتن میں اس کا دودھ نکالا، خود پیا اور حضرت ابوبکرؓ کو پلایا پھر آپؐ نے تھن کو فرمایا سکڑ جا تو وہ سکڑ گیا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں میں اس کے بعد حضورؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسولَ اللّٰہ! مجھے بھی یہ کلام سکھا دیں۔ آپؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا اللہ تجھ پر رحم فرمائے تُو تو سیکھا سکھایا ہے۔[2] بیہقی میں اس جیسی روایت میں یہ ہے کہ میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں بکری کا ایک بچہ لایا جس کی عمر ایک سال سے کم تھی آپؐ نے اس کی ٹانگ کو اپنی ٹانگ سے دبایا پھر آپؐ نے اس کے تھن پر ہاتھ پھیرا اور دُعا فرمائی حضرت ابوبکرؓ آپؐ کے پاس ایک پیالہ لائے آپؐ نے اس میں دودھ نکالا پھر حضرت ابوبکرؓ کو وہ دودھ پلایا اس کے بعد آپؐ نے خود پیا۔[3]

حضرت خبّاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا اس سفر میں ہمیں بہت سخت پیاس لگی اور ہمارے پاس پانی بالکل نہیں تھا۔ اتنے میں ہمارے ایک ساتھی کی اونٹنی بیٹھ گئی اور اس کے تھن دودھ سے اتنے بھر گئے کہ مشکیزہ کی طرح نظر آنے لگے پھر ہم نے اس کا دودھ خوب پیا۔[4]

حُجیر بن اَبی اِہاب کی باندی حضرت ماویہ رضی اللہ عنہا جو کہ بعد میں مسلمان ہو گئی تھیں وہ فرماتی ہیں حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ کو میرے گھر میں قید کیا گیا تھا ایک دفعہ میں نے دروازے کی درز سے جھانکا تو ان کے ہاتھ میں انسان کے سر کے برابر انگور کا ایک خوشہ تھا جس میں سے وہ کھا رہے تھے میرے علم میں اس وقت رُوئے زمین پر کہیں بھی کھانے کے لئے انگور نہیں تھے۔[5]

---

(۱) اخرجہ البیہقی فی الدلائل وابن عساکر قال ابن کثیر سندہ حسن کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۰) (۲) اخرجہ احمد (۳) کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۰۲) (۴) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۱۰) وفیہ ابراہیم بن بشار الرمادی وفیہ ضعف وقد وثق۔ انتہی (۵) اخرجہ ابن اسحٰق واخرج البخاری قصۃ العنب من غیر ہذا الوجہ کذا فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۲۱۹)

حضرت سالم بن ابی الجعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی کام کے لیئے دو آدمی بھیجے۔ ان دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے پاس زادِ راہ بالکل نہیں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ایک مشک ڈھونڈ کر میرے پاس لاؤ۔ وہ دونوں حضورؐ کی خدمت میں ایک مشک لے آئے۔ حضورؐ نے ہمیں حکم دیا کہ اسے (پانی سے) بھر دو۔ ہم نے اسے پانی سے بھر دیا پھر حضورؐ نے اس کے منہ کو رسّی سے باندھ دیا اور فرمایا اسے لے جاؤ۔ جب تم چلتے چلتے فلاں جگہ پہنچو گے تو وہاں تمہیں اللہ غیب سے روزی دیں گے چنانچہ وہ دونوں چل پڑے اور جب چلتے چلتے دونوں حضورؐ کی بتائی ہوئی جگہ پر پہنچے تو مشک کا منہ خود بخود کھل گیا انہوں نے دیکھا تو مشک (پانی کے بجائے) بکری کے دودھ اور مکھن سے بھری ہوئی تھی۔ انہوں نے پیٹ بھر کر مکھن کھایا اور دودھ پیا۔[1]

صحابہ کرامؓ کا خواب میں پانی پی کر سیراب ہو جانا

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں محصور تھے میں سلام کرنے کے لیئے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں اندر گیا تو آپؓ نے فرمایا خوش آمدید ہو میرے بھائی کو، میں نے آج رات اس کھڑکی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا اے عثمان! ان لوگوں نے تمہارا محاصرہ کر رکھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں پھر فرمایا انہوں نے تمہیں پیاسا رکھا ہوا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں پھر حضورؐ نے پانی کا ایک ڈول لٹکایا جس میں سے میں نے خوب سیر ہو کر پیا اور اب بھی میں اس کی ٹھنڈک اپنے سینے اور کندھوں کے درمیان محسوس کر رہا ہوں پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا اگر تم چاہو (تو اللہ کی طرف سے) تمہاری مدد کی جائے اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس افطار کرلو۔ میں نے ان دونوں باتوں میں سے افطار کو اختیار کر لیا، چنانچہ اسی دن آپؓ کو شہید کر دیا گیا۔[2]

حضرت اُمِ شریکؓ کا قصہ گزر چکا ہے کہ وہ سوئیں تو خواب میں دیکھا کہ کوئی انہیں پانی پلا رہا ہے۔ جب وہ سو کر اٹھیں تو سیراب تھیں۔

ایسی جگہ سے مال کا مل جانا جہاں سے ملنے کا گمان نہ ہو

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت ضُباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں لوگ دو یا تین دن کے بعد قضائے حاجت کے لیئے جاتے تھے (کیونکہ کھانے کو ملتا نہیں تھا اور

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۱۷۲) (۲) اخرجہ ابن ابی الدنیا کذا فی البدایۃ (ج ۷ ص ۱۸۲)

جو کھانے کو ملتا تھا وہ ایسا خشک ہوتا تھا کہ) اُونٹ کی طرح مینگنی کیا کرتے تھے ایک دن حضرت مِقدادؓ قضائے حاجت کے لیئے گئے بَقیعُ الغَرقَد میں جَجْبَہ مقام میں ایک بے آباد جگہ قضائے حاجت کے لیئے بیٹھ گئے اِتنے میں ایک بڑا سا چُوہا ایک دینار اپنے بِل میں سے باہر لایا اور ان کے سامنے رکھ کر اپنے بِل میں چلا گیا اور ایک ایک دینار لاتا رہا یہاں تک کہ سَترہ دینار ہو گئے۔ حضرت مِقدادؓ وہ سترہ دینار لے کر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور سارا واقعہ عرض کیا۔ حضورؐ نے پُوچھا کیا تم نے اپنا ہاتھ بِل میں داخل کیا تھا؟ حضرت مقدادؓ نے کہا نہیں۔ اُس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا! حضورؐ نے فرمایا (چُونکہ یہ دینار تم نے اپنی محنت سے حاصل نہیں کیئے ہیں بلکہ اللّٰہ نے اپنی قُدرت سے غیبی خزانے سے دیئے ہیں، اِس لیئے) اِن دیناروں میں خُمس دینا تم پر لازم نہیں آتا اللّٰہ تمہیں ان دیناروں میں برکت عطا فرمائے۔ حضرت ضُباعہؓ کہتی ہیں اللّٰہ نے ان دیناروں میں بہت برکت عطا فرمائی اور وہ اس وقت ختم ہُوئے جب مَیں نے حضرت مقدادؓ کے گھر میں چاندی کے درہموں کی بوریاں دیکھیں[1]

حضرت سائب بن اَقرَع رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کو حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ نے مدائن کا گورنر بنایا ایک مرتبہ وہ کِسریٰ کے ایوان میں بیٹھے ہُوئے تھے اُن کی نظر دیوار پر بنی ہُوئی ایک تصویر پر پڑی جو اپنی اُنگلی سے ایک جگہ کی طرف اِشارہ کر رہی تھی۔ حضرت سائبؓ فرماتے ہیں میرے دِل میں یہ خیال آیا کہ یہ کسی خزانے کی طرف اِشارہ کر رہی ہے، چُنانچہ مَیں نے اس جگہ کو کھودا تو بہت بڑا خزانہ وہاں سے نکل آیا مَیں نے خط لکھ کر حضرت عمرؓ کو خزانہ ملنے کی خبر دی اور یہ بھی لکھا کہ یہ خزانہ اَللّٰہ نے میری محنت سے مجھے دیا ہے اس میں کسی مسلمان نے میری مدد نہیں کی ہے (لہٰذا یہ خزانہ میرا ہونا چاہیئے) حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا بے شک یہ خزانہ ہے تو تمہارا لیکن تم ہو مسلمانوں کے امیر، اِس لیئے اسے مُسلمانوں میں تقسیم کر دو[2]

حضرت شَعبی رحمۃُ اللّٰہ عَلَیہ کہتے ہیں مِہرجان کی فتح میں حضرت سائب رضی اللّٰہ عنہ شریک ہُوئے تھے وہ ہُرمُزان کے محل میں داخل ہُوئے تو انہیں پتھر اور چونے کی ہرنی نظر آئی جس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا ہُوا تھا وہ کہنے لگے مَیں اَللّٰہ کی قسم کھا کر کہتا ہُوں کہ یہ کسی قیمتی خزانے کی طرف اِشارہ کر رہی ہے۔ انہوں نے اس جگہ کو دیکھا تو انہیں وہاں ہُرمُزان کا خزانہ مِل گیا جس میں بہت قیمتی جواہرات والی تھیلی بھی تھی[3]

---

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۶۵) (۲) اخرجہ الخطیب کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۳۰۵) (۳) قال فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۸) حکاہ الہیثم بن عدی ورویٰ ابن ابی شیبۃ من طریق الشیبانی عن السائب بن الاقرع نحوہ۔ انتہی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ کی ایک باندی (جو کہ پہلے عیسائی تھیں انہوں) نے مجھے یہ واقعہ بیان کیا کہ حضرت ابو اُمامہؓ کو دُوسروں پر خرچ کرنا بہت پسند تھا اور وہ اس کے لیئے مال جمع کیا کرتے تھے اور کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہیں کرتے تھے اور کچھ نہ ہوتا تو ایک پیاز یا ایک کھجور یا کھانے کی کوئی چیز ہی دے دیتے ایک دن ایک سائل ان کے پاس آیا اس وقت اُن کے پاس ان میں سے کوئی چیز نہیں تھی صرف تین دینار تھے اس سائل نے مانگا تو ایک دینار اسے دے دیا پھر دُوسرا آیا تو ایک دینار اسے دے دیا پھر تیسرا آیا تو ایک اُسے دے دیا۔ جب تینوں دے دیئے تو مجھے غصّہ آگیا مَیں نے کہا آپؓ نے ہمارے لیئے کچھ بھی نہیں چھوڑا پھر وہ دوپہر کو آرام کرنے لیٹ گئے جب ظُہر کی اذان ہُوئی تو مَیں نے انہیں اٹھایا وہ وضو کر کے اپنی مسجد چلے گئے چونکہ اُن کا روزہ تھا، اس لیئے مجھے ان پر ترس آگیا اور میرا غصّہ اُتر گیا پھر مَیں نے قرض لے کر اُن کے لیئے رات کا کھانا تیار کیا اور شام کو اُن کے لیئے چراغ بھی جلایا پھر مَیں چراغ ٹھیک کرنے کے لیئے ان کے بستر کے پاس گئی اور بستر اُٹھایا تو اس کے نیچے سونے کے دینار رکھے ہُوئے تھے مَیں نے اُنہیں گِنا تو وہ پُورے تین سو تھے مَیں نے کہا چونکہ اتنے دینار رکھے ہُوئے تھے اس وجہ سے انہوں نے تین دینار کی سخاوت کی ہے پھر وہ عشاء کے بعد گھر واپس آئے تو دسترخوان اور چراغ دیکھ کر مُسکرائے اور کہنے لگے معلوم ہوتا ہے یہ سب کچھ اللہ کے ہاں سے آیا ہے (کیونکہ ان کا خیال یہ تھا کہ گھر میں کچھ بھی نہیں تھا، اِس لیئے نہ کھانا ہوگا نہ چراغ) مَیں نے کھڑے ہو کر انہیں کھانا کھلایا پھر مَیں نے کہا اللہ آپؓ پر رحم فرمائے آپؓ اتنے سارے دینار یُوں ہی چھوڑ گئے جہاں سے ان کے گُم ہونے کا خطرہ تھا مجھے بتایا بھی نہیں کہ اُٹھا کر رکھ لیتی۔ کہنے لگے کونسے دینار؟ مَیں تو کچھ بھی نہیں چھوڑ کر گیا پھر مَیں نے بستر اُٹھا کر اُنہیں وہ دینار دکھائے۔ دیکھ کر وہ خوش بھی ہُوئے اور بہت حیران بھی ہُوئے (کہ اللہ نے اپنے غیبی خزانے سے عطا فرمائے ہیں) یہ دیکھ کر مَیں بھی بہت متاثر ہُوئی اور مَیں نے کھڑے ہو کر زنار کاٹ ڈالا (زنّار اُس دھاگے یا زنجیر کو کہتے ہیں جسے عیسائی کمر میں باندھتے تھے) اور مسلمان ہوگئی حضرت ابن جابر کہتے ہیں مَیں نے اس باندی کو حمص کی مسجد میں دیکھا کہ وہ عورتوں کو قرآن، فرائض اور سُنتیں سکھا رہی تھی اور دین کی باتیں سمجھا رہی تھی[1]

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱۰ ص ۱۴۹)

صَحابہ کرامؓ کے مال میں برکت

حضرت سَلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ عنہ غلام تھے اُنہیں ان کے مالک نے مکاتب بنا دیا یعنی یہ کہہ دیا کہ اتنا مال کما کر یا کسی اور طرح لا کر دے دو گے تو تم آزاد ہو جاؤ گے۔ وہ بدلِ کتابت یعنی اتنا مال نہ ادا کر سکے اور اسی دوران وہ مُسلمان ہو گئے وہ لمبی حدیث میں اپنے اِسلام لانے کا قصّہ بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مالِ کتابت میرے ذمّہ رہ گیا پھر ایک کان سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس مُرغی کے انڈے کے برابر سونا آیا۔ حضورؐ نے فرمایا اس فارسی مکاتب کا کیا ہُوا؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ حضورؐ تمہیں یاد کر رہے ہیں تو مَیں آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا آپؐ نے فرمایا اے سَلمان! یہ لے لو اور جتنا مال تمہارے ذمّہ ہے وہ اس سے ادا کر دو۔ مَیں نے عرض کیا یارسُولَ اللّٰہ! یہ تو تھوڑا سا ہے میرے ذمّہ جتنا مال ہے وہ کیسے ادا ہو سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ لے لو اللّٰہ تعالیٰ اس سے سارا ادا کرا دیں گے مَیں نے وہ سونا لیا اور اپنے مالک کو تول تول کر دینے لگا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں سَلمان کی جان ہے! چالیس اوقیہ میرے ذمّہ تھے وہ سارے کے سارے اس سے ادا ہو گئے اور مَیں آزاد ہو گیا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت سَلمان رضی اللّٰہ عنہ نے فرمایا جب مَیں نے کہا یارسُولَ اللّٰہ! یہ تو تھوڑا سا ہے میرے ذمّہ جتنا مال ہے وہ اِس سے کیسے ادا ہو سکتا ہے؟ حضورؐ نے وہ سونا لے کر اپنی مُبارک زبان پر اُلٹا پلٹا پھر فرمایا یہ لے لو اور اِس سے ان کا حق چالیس اوقیہ سارا ادا کر دو۔[1]

حضرت عُروہ بارِقی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو ایک قافلہ ملا جو باہر سے سامانِ تجارت لے کر آیا تھا حضورؐ نے مجھے ایک دینار دے کر فرمایا اس کی ہمارے لئے ایک بکری خرید لاؤ۔ مَیں نے جا کر ایک دینار کی دو بکریاں خریدیں پھر مجھے ایک آدمی ملا مَیں نے اُس کے ہاتھ ایک بکری ایک دینار میں بیچ دی پھر ایک دینار اور ایک بکری لا کر حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دی۔ حضورؐ نے خوش ہو کر مجھے یہ دُعا دی کہ اللّٰہ تیرے ہاتھ کے سودے میں برکت عطا فرمائے۔ حضرت عُروہؓ فرماتے ہیں (کوفہ کے مشہور بازار) کُناسہ سے مَیں کاروبار کے لئے اُٹھتا ہُوں اور گھر جانے سے پہلے چالیس ہزار نفع کما لیتا ہُوں (یہ حضورؐ کی دُعا کی برکت ہے)۔[2]

(۱) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۳۶) رواہ احمد کلہ والطبرانی فی الکبیر بنحوہ باسانید واسناد الروایۃ الاولی عند احمد والطبرانی رجالہا رجال الصحیح غیر محمد بن اسحٰق وقد صرح بالسماع ورجال الروایۃ الثانیۃ انفرد بہا احمد ورجالہا رجال الصحیح غیر عمرو بن ابی قرۃ الکندی وہو ثقۃ ورواہ البزار۔ انتہی واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۵۰) ایضا فی الحدیث الطویل عن سلمان نحو الروایۃ الاولی ثم قال قال ابن اسحٰق فاخبرنی یزید بن ابی حبیب انہ کان فی ہذا الحدیث ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وضعہا یومئذ علی لسانہ ثم قلبہا ثم قال لی اذہب فادہا عنک (۲) اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۴۵)

حضرت سعید بن زید کی روایت میں یہ ہے کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ کوفہ کے کناسہ بازار میں کھڑا ہُوا اور گھر جانے سے پہلے چالیس دینار نفع کما لیا[1] عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت عُروہؓ کے لیئے کاروبار میں برکت کی دُعا فرمائی چنانچہ وہ اگر مٹی بھی خریدتے تو اس میں بھی انہیں نفع ہو جاتا۔

حضرت ابوعقیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے میرے دادا حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بازار لے کر جاتے اور غلّہ خریدتے حضرت ابن زُبیر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کی میرے دادا سے ملاقات ہوتی وہ دونوں میرے دادا سے فرماتے اپنے کاروبار میں ہمیں بھی شریک کرلیں کیونکہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے آپ کے لیئے برکت کی دُعا فرمائی ہے میرے دادا اُنہیں شریک کر لیتے چنانچہ انہیں اُونٹنی جُوں کی توں ساری نفع میں مل جاتی جسے وہ گھر بھیج دیتے[2]

تکلیفوں اور بیماریوں کا (علاج کے بغیر) دُور ہو جانا

حضرت عبداللہ بن اُنَیس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں مُستَنِیر بن رِزام یہودی نے شَوحَط درخت کی ٹیڑھی لاٹھی میرے چہرے پر ماری جس سے میرے سر کی ہڈی ٹوٹ کر اپنی جگہ سے ہٹ گئی اور زخم کا اثر دماغ تک پہنچ گیا میں اسی حالت میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ حضورؐ نے کپڑا ہٹا کر اس پر دَم فرمایا تو زخم اور ہڈی وغیرہ سب کچھ ایک دم ٹھیک ہو گیا میں نے دیکھا تو وہاں مجھے کچھ بھی زخم وغیرہ نظر نہ آیا[3]

حضرت شُرَحبیل رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں میری ہتھیلی میں ایک غدُود نکل آیا میں نے حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں جا کر عرض کیا اے اللہ کے نبی! اس غدود کی وجہ سے میرے سارے ہاتھ میں ورم ہو گیا ہے اور میں نہ تلوار کا دستہ پکڑ سکتا ہُوں اور نہ سواری کی لگام۔ آپؐ نے فرمایا میرے قریب آجاؤ میں آپؐ کے قریب ہو گیا۔ آپؐ نے میری ہتھیلی کھول کر اس پر دَم فرمایا پھر آپؐ اپنا ہاتھ اس غدود پر رکھ کر کچھ دیر مَلتے رہے جب آپؐ نے ہاتھ ہٹایا تو مجھے غدود کا ذرہ بھی نشان نظر نہ آیا[4]

حضرت اَبیَض بن حَمّال مآرِبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے چہرے پر داد کی بیماری تھی

(۱) قال ابونعیم رواہ عفان قال فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۴۷۶) والحدیث مشہور فی البخاری وغیرہ۔ انتہی واخرجہ عبدالرزاق وابن ابی شیبۃ عن عروۃ بنحوہ کما فی الکنز (ج ۷ ص ۶۳) (۲) اخرجہ البخاری کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۶۶) (۳) اخرجہ الطبرانی قال الهیثمی (ج ۸ ص ۲۹۸) وفیہ عبدالعزیز بن عمران وہو ضعیف (۴) اخرجہ الطبرانی عن مخلد بن عقبۃ بن عبدالرحمٰن بن شرحبیل عن جدہ عبدالرحمٰن عن ابیہ رضی اللہ عنہ قال الهیثمی (ج ۸ ص ۲۹۸) ومخلد ومن فوقہ لم اعرفہم ولقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔ انتہی

جس نے ناک کو گھیر رکھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور میرے چہرے پر اپنا دستِ مبارک پھیرا تو شام تک اس بیماری کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہا۔(1)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا وہاں ایک ہانڈی میں گوشت پک رہا تھا چربی کا ایک ٹکڑا مجھے بہت اچھا لگا میں نے اسے لیا اور کھا کر نگل گیا اور اس کی وجہ سے میں سال بھر بیمار رہا پھر میں نے اس کا حضورؐ سے تذکرہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا اس چربی کو سات انسانوں کی نظر لگی ہوئی تھی پھر آپؐ نے میرے پیٹ پر ہاتھ پھیرا جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے چربی کا وہ ٹکڑا میرے پیٹ سے نکال دیا اور اُس ذات کی قسم جس نے حضورؐ کو حق دے کر بھیجا اس کے بعد آج تک میرے پیٹ میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔(2)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں بیمار ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے پاس سے گزر ہوا اُس وقت میں یہ دعا مانگ رہا تھا اے اللہ! اگر میری موت کا وقت آگیا ہے تو مجھے موت دے کر راحت عطا فرما اور اگر اس میں دیر ہے تو پھر مجھے شفاء عطا فرما اور اگر آزمائش ہی مقصود ہے تو پھر مجھے صبر کی توفیق عطا فرما۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے کیا کہا؟ میں نے اپنی دعا دہرادی آپؐ نے مجھے اپنا پاؤں مار کر فرمایا اے اللہ! اسے شفا عطا فرما! اس دعا کے بعد یہ بیماری مجھے کبھی نہیں ہوئی۔(3) جلد اول میں صفحہ ۲۰۳ پر دعوت کے باب میں حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ غزوۂ خیبر کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دُکھ رہی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی آنکھوں پر دم فرمایا تو اُسی وقت اُنکی آنکھیں ٹھیک ہوگئیں اور اس کے بعد کبھی دُکھنے نہ آئیں اور نصرت کے باب میں ابو رافع کے قتل کے قصہ میں جلد اول میں صفحہ ۴۹۷ پر حضرت براء رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں میری ٹانگ ٹوٹ گئی تھی جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو میں نے آپ کو بتایا آپؐ نے فرمایا اپنی ٹانگ پھیلاؤ۔ میں نے ٹانگ پھیلائی۔ آپؐ نے اُس پر اپنا دستِ مبارک پھیرا تو وہ ایک دم ایسے ٹھیک ہوگئی کہ گویا اس میں کوئی تکلیف ہی نہیں تھی۔

حضرت حنظلہ بن حذیم بن حنیفہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں اپنے والد حضرت حذیمؓ کے ساتھ ایک وفد کے ہمراہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے والد نے

---

(1) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (۲۲۳) واخرجہ ابن سعد (ج ۵ ص ۵۲۴) نحوہ (2) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۲۳)
(3) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۶۱)

کہا یا رسُولَ اللہ! میرے چند بیٹے ہیں جن میں سے بعض کی داڑھی ہے اور بعض کی نہیں ہے یہ ان میں سب سے چھوٹا ہے۔ حضورؐ نے مجھے اپنے قریب کیا اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا اللہ تجھ میں برکت عطا فرمائے۔ حضرت ذیال راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت حنظلہؓ کے پاس وہ آدمی لایا جاتا جس کے چہرے پر ورم ہوتا یا وہ بکری لائی جاتی جس کا تھن سوجا ہوا ہوتا تو وہ فرماتے بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی مَوْضِعِ کَفِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی اللہ کے نام سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر جس جگہ ہاتھ پھیرا تھا اُس جگہ کی برکت سے۔ پھر اس ورم پر ہاتھ پھیرتے اور وہ ورم اُسی وقت ختم ہو جاتا۔[1] احمد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ذیال کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت حنظلہؓ کے پاس وہ آدمی لایا جاتا جس کے چہرے پر ورم ہوتا حضرت حنظلہؓ کہتے بِسْمِ اللّٰہِ پھر اپنے سر پر اُس جگہ ہاتھ پھیرتے جہاں حضورؐ نے ہاتھ رکھا تھا پھر اپنے ہاتھ پر دَم فرماتے پھر ورم والی جگہ پر اپنا ہاتھ پھیرتے تو ورم اُسی وقت چلا جاتا۔[2]

حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ میرا ایک اُونٹ چلتے چلتے تھک کر کھڑا ہو گیا۔ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ پہلے تو میرا ارادہ ہوا کہ اُونٹ کو وہیں چھوڑ دوں لیکن پھر میں نے اللہ سے دُعا کی تو اللہ نے اُونٹ کو اُسی وقت ٹھیک کر دیا اور میں اُس پر سوار ہو کر چل پڑا۔[3]

زہر کے اثر کا چلے جانا

حضرت ابُوسفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فارس کے ایک گورنر کے ہاں مہمان بنے لوگوں نے ان سے کہا ان عجمی لوگوں سے بچ کے رہنا کہیں یہ آپ کو زہر نہ پلادیں۔ انہوں نے فرمایا ذرا وہ زہر میرے پاس لاؤ۔ لوگ زہر لے آئے۔ انہوں نے وہ زہر ہاتھ میں لیا اور بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر سارا نگل گئے اُن پر زہر کا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔[4] اِصابہ کی روایت میں یہ ہے کہ زہر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔ انہوں نے اسے اپنی ہتھیلی پر رکھا

(۱) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۴۰۸) رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر بنحوہ واحمد فی حدیث طویل ورجال احمد ثقات۔ انتہی (۲) قد ذکرہ الحافظ فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۳۵۹) عن احمد بطولہ قال الحافظ و رواہ الحسن بن سفیان من وجہ آخر عن الذیال و رواہ الطبرانی بطولہ منقطعا و رواہ ابو یعلی من ہذا الوجہ ولیس بتمامہ کذا رواہ یعقوب بن سفیان والمنجنیقی واخرجہ ابن سعد (ج ۷ ص ۷۲) ایضا بطولہ بسیاق احمد (۳) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۸۵) واسنادہ جید (۴) اخرجہ ابو یعلی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۵۰) رواہ ابو یعلی والطبرانی بنحوہ واحد اسنادی الطبرانی بنحوہ رجالہ رجال الصحیح وہو مرسل ورجالہما ثقات الا ان ابا السفر و ابا بردۃ بن ابی موسیٰ لم یسمعا من خالد۔ انتہی واخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۵۹) عن ابی السفر بنحوہ وذکرہ فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۴۱۴) عن ابی یعلی۔

اور بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر اسے پی گئے اُن پر اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔[1]

حضرت ذی الجوشن ضبابی رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات فرماتے ہیں (عمرو) ابن بُقیلہ کے ساتھ اس کا ایک خادم تھا جس کی پیٹی میں ایک تھیلی لٹکی ہوئی تھی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے وہ تھیلی لی اور اس میں جو کچھ تھا وہ اپنی ہتھیلی پر ڈالا اور عمرو سے کہا اے عمرو! یہ کیا ہے؟ اُس نے کہا اللہ کی قسم! یہ ایسا زہر ہے جو انسان کو فوراً مار دیتا ہے۔ حضرت خالدؓ نے کہا تم نے زہر اپنے ساتھ کیوں رکھا ہوا ہے؟ اُس نے کہا مجھے یہ خطرہ تھا کہ آپ لوگوں کو میری رائے کے خلاف فتح مل جائے گی تو میں اس سے پہلے ہی زہر کھا کر مر جاؤں گا کیونکہ یوں خودکشی کر لینا مجھے اپنی قوم اور اپنے شہر والوں کی ذلت آمیز شکست کا ذریعہ بننے سے زیادہ محبوب ہے حضرت خالدؓ نے فرمایا کوئی انسان اپنے وقت سے پہلے نہیں مر سکتا پھر حضرت خالدؓ نے یہ دُعا پڑھی بِسْمِ اللّٰہِ خَیْرِ الْاَسْمَاءِ رَبِّ الْاَرْضِ وَرَبِّ السَّمَاءِ الَّذِیْ لَیْسَ یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ دَاءٌ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (اللہ کا نام لے کر میں یہ زہر پیتا ہوں لفظ اللہ اس کے ناموں میں سب سے بہترین نام ہے جو زمین اور آسمان کا رب ہے اور اس کے نام کے ساتھ کوئی بیماری نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ نہایت مہربان اور بہت رحم کرنے والا ہے) اس پر لوگ حضرت خالدؓ کو روکنے کے لیے آگے بڑھے لیکن حضرت خالدؓ لوگوں کے آنے سے پہلے ہی جلدی سے وہ زہر پی گئے اور انہیں کچھ بھی نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر عمرو نے کہا اے جماعت عرب! جب تک تم صحابہؓ میں سے ایک آدمی بھی باقی رہے گا اُس وقت تک تم جو چاہو گے حاصل کر لو گے پھر عمرو نے حیرہ والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا میں نے آج جیسا واضح اقبال والا دن نہیں دیکھا۔[2]

گرمی اور سردی کا اثر نہ کرنا

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سردیوں میں ایک لنگی اور ایک چادر اوڑھ کر باہر نکلا کرتے تھے اور یہ دونوں کپڑے پتلے ہوتے تھے اور گرمیوں میں موٹے کپڑے اور ایسا جُبّہ پہن کر نکلا کرتے تھے جس میں روئی بھری ہوئی ہوتی تھی لوگوں نے مجھ سے کہا آپ کے ابّا جان رات کو حضرت علیؓ سے باتیں کرتے ہیں آپ اپنے ابّا جان سے کہیں کہ وہ حضرت علیؓ سے اس بارے میں پوچھیں میں نے اپنے والد سے کہا لوگوں نے امیر المؤمنین کا ایک کام دیکھا ہے جس سے وہ حیران ہیں میرے والد نے کہا وہ کیا ہے؟ میں نے کہا وہ سخت گرمی میں روئی والے جُبّہ میں اور موٹے کپڑوں میں باہر آتے ہیں

[1] ثم قال فی الاصابۃ ورواہ ابن سعد من وجہین آخرین۔ انتہی [2] اخرجہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۲ ص ۵۶۷) عن محمد بن ابی السفر

اور انہیں گرمی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی اور سخت سردی میں پتلے کپڑوں میں باہر آتے ہیں نہ انہیں سردی کی کوئی پرواہ ہوتی ہے اور نہ وہ سردی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں تو کیا آپ نے ان سے اس بارے میں کچھ سُنا ہے؟ لوگوں نے مجھے کہا ہے کہ آپ جب رات کو ان سے باتیں کریں تو یہ بات بھی ان سے پُوچھ لیں۔ چُنانچہ جب رات کو میرے والد حضرت علیؓ کے پاس گئے تو ان سے کہا اے امیرالمومنین! لوگ آپؓ سے ایک چیز کے بارے میں پُوچھنا چاہتے ہیں حضرت علیؓ نے کہا وہ کیا ہے؟ میرے والد نے کہا آپ سخت گرمی میں رُوئی والا جُبّہ اور موٹے کپڑے پہن کر باہر آتے ہیں اور سخت سردی میں دو پتلے کپڑے پہن کر باہر آتے ہیں، نہ آپؓ کو سردی کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں حضرت علیؓ نے فرمایا اے ابولیلیٰ! کیا آپ خیبر میں ہمارے ساتھ نہیں تھے؟ میرے والد نے کہا اللہ کی قسم! میں آپ لوگوں کے ساتھ تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کو بھیجا وہ لوگوں کو لے کر قلعہ پر حملہ آور ہوئے لیکن قلعہ فتح نہ ہو سکا وہ واپس آگئے۔ حضورؐ نے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ لوگوں کو لے کر حملہ آور ہوئے لیکن قلعہ فتح نہ ہو سکا وہ بھی واپس آگئے اس پر حضورؐ نے فرمایا اب میں جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جسے اللہ اور اس کے رسُول سے بہت محبت ہے اللہ اس کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائے گا اور وہ بھگوڑا بھی نہیں ہے۔ چُنانچہ حضورؐ نے آدمی بھیج کر مجھے بُلایا میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا میری آنکھیں دُکھ رہی تھیں مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا حضورؐ نے میری آنکھوں پر اپنا لُعاب لگایا اور یہ دُعا کی اے اللہ! گرمی اور سردی سے اس کی حفاظت فرما اس کے بعد مجھے نہ کبھی گرمی لگی اور نہ کبھی سردی[1] اَبُونُعَیم کی روایت میں یہ ہے کہ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں پر لُعاب لگایا اور پھر دونوں ہتھیلیاں میری آنکھوں پر مَل دیں اور یہ دُعا فرمائی اے اللہ! اس سے گرمی اور سردی دُور کر دے اُس ذات کی قسم جس نے حضورؐ کو حق دے کر بھیجا ہے! اس کے بعد سے آج تک گرمی اور سردی نے مجھے کچھ تکلیف نہیں پہنچائی[2] طَبرانی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت سُوید بن غَفلَہ رَضِیَ اللّٰہ عنہ فرماتے ہیں ہماری حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سردیوں میں مُلاقات ہُوئی اُنہوں نے صرف دو کپڑے پہنے ہُوئے تھے ہم نے ان سے کہا آپ ہمارے علاقہ سے دھوکہ نہ کھائیں ہمارا علاقہ آپ کے علاقہ جیسا

---

(۱) اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد وابن ماجہ والبزار وابن جریر وصححہ والطبرانی فی الاوسط والحاکم والبیہقی فی الدلائل کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۴۴) واخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۶۶) عن عبدالرحمٰن مختصرا۔ (۲) وقال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۲۲) رواہ الطبرانی فی الاوسط واسنادہ حسن۔

نہیں ہے یہاں سردی بہت زیادہ پڑتی ہے حضرت علیؓ نے فرمایا مجھے سردی بہت لگا کرتی تھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خیبر بھیجنے لگے تو میں نے عرض کیا کہ میری آنکھیں دُکھ رہی ہیں آپؐ نے میری آنکھوں پر لعاب لگایا اور اس کے بعد مجھے نہ کبھی گرمی لگی اور نہ کبھی سردی اور نہ کبھی میری آنکھیں دُکھنے آئیں۔[1]

حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے سردی کی ایک رات میں صبح کی آذان دی لیکن کوئی آدمی نہ آیا۔ میں نے پھر آذان دی لیکن پھر بھی کوئی نہ آیا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال! لوگوں کو کیا ہُوا؟ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، سردی بہت زیادہ ہے اس وجہ سے لوگ ہمت نہیں کر رہے ہیں۔ اس پر حضورؐ نے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! لوگوں سے سردی دُور کر دے۔ حضرت بلالؓ کہتے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ لوگ صبح کی نماز میں اور اشراق کی نماز میں بڑے آرام سے آرہے ہیں انہیں سردی محسوس نہیں ہو رہی بلکہ کچھ لوگ تو پنکھا کرتے ہُوئے آرہے تھے۔[2]

بھوک کے اثر کا چلے جانا

حضرت عمران بن حُصَین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہُوا تھا کہ اتنے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آکر حضورؐ کے سامنے کھڑی ہو گئیں۔ حضورؐ نے فرمایا اے فاطمہؓ! قریب آجاؤ وہ قریب آگئیں۔ حضورؐ نے فرمایا اے فاطمہؓ! اور قریب آجاؤ وہ اور قریب آگئیں۔ حضورؐ نے فرمایا اے فاطمہؓ! اور قریب ہو جاؤ وہ بالکل قریب ہو کر سامنے کھڑی ہو گئیں۔ میں نے دیکھا کہ اُن کے چہرے پر بھوک اور کمزوری کی وجہ سے زردی چھائی ہُوئی ہے اور خون کا نام و نشان نہیں ہے (اُس وقت تک عورتوں کے لئے پردہ کا حکم نہیں آیا تھا) حضورؐ نے اپنی اُنگلیاں پھیلا کر ہاتھ اُن کے سینے پر رکھا اور سر اُٹھا کر یہ دُعا کی اے اللہ! اے بھوکوں کا پیٹ بھرنے والے! اے حاجتوں کو پُورا کرنے والے! اور اے گرے پڑے لوگوں کو اونچا کرنے والے! محمدؐ کی بیٹی فاطمہؓ کو بھُوکا مت رکھ میں نے دیکھا کہ حضرت فاطمہؓ کے چہرے سے وہ زردی چلی گئی اور خون

---

(۱) وقال الهیثمی فی موضع آخر (ج ۹ ص ۱۲۴) بعد ما ذکر الحدیث عن ابی لیلی رواہ البزار وفیہ محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلی وہو سیئ الحفظ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح (۲) اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۶۶) عن جابر واخرجہ البیہقی عن جابر عن ابی بکر عن بلال رضی اللہ عنہم فذکر بمعناہ مختصرا کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۶۳) وفی روایۃ اللہم اذہب عنہم البرد ثم قال البیہقی تفرد بہ ایوب بن سیار قال ابن کثیر ونظیرہ قد مضی فی الحدیث المشہور عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ فی قصۃ الخندق۔ انتہی

کی سرخی آگئی پھر میں نے اس کے بعد حضرت فاطمہؓ سے پوچھا اُنہوں نے کہا اے عمران! اس کے بعد مجھے کبھی بھوک نہیں لگی[1]

بڑھاپے کے اثر کا چلے جانا

حضرت اَبُوزَیدْ اَنصاری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں حُضورصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجھ سے فرمایا میرے قریب آجاؤ آپؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور یہ دُعا فرمائی اے اللہ! اِسے خوبصورت بنادے اور پھر اس کی خوبصورتی ہمیشہ باقی رکھ۔ راوی کہتے ہیں حضرت ابوزیدؓ کی عمر سَو سال سے زیادہ ہوگئی تھی اور اُن کی داڑھی میں تھوڑے سے سفید بال تھے اور اُن کا چہرہ کھِلا رہتا تھا اور موت تک اُن کے چہرے پر جھُرّیاں نہیں پڑی تھیں[2] امام احمد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابونَہِیک رحمۃ اللّٰہ عَلَیْہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے حضورصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے پانی طلب فرمایا میں ایک پیالے میں پانی لے کر حضورؐ کی خدمت میں گیا اس میں ایک بال تھا وہ میں نے پکڑ کر نکال دیا اِس پر حضورؐ نے دُعا دی اے اللہ! اِسے خوبصورت بنادے۔ حضرت ابونَہِیک کہتے ہیں میں نے حضرت اَبُوزیدؓ کو دیکھا کہ اُن کی عُمر چورانوے ۹۴ سال ہوچکی تھی اور ان کی داڑھی میں ایک بھی سفید بال نہیں تھا[3] ابونُعیم کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت اَبُونَہِیک کہتے ہیں میں نے انہیں دیکھا کہ اُن کی عمر ترانوے ۹۳ سال ہوچکی تھی اور ان کے سر اور داڑھی میں ایک بھی سفید بال نہیں تھا۔

حضرت اَبُوالعَلاء رحمۃ اللّٰہ علیہ کہتے ہیں حضرت قَتَادہ بن مِلْحَان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا جس جگہ اِنتقال ہوا میں اس جگہ ان کے پاس تھا گھر کے پچھلے حصے میں ایک آدمی گزرا اُس کا عکس مجھے حضرت قتادہ کے چہرے میں نظر آیا اِس کی وجہ یہ تھی کہ ایک مرتبہ حضورصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اُن کے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا (اس کی برکت سے ہر وقت ایسے لگتا تھا کہ اُن کے چہرے پر تیل لگا ہُوا ہے) اس سے پہلے جب بھی میں نے حضرت قتادہؓ کو دیکھا تو ایسے لگتا تھا کہ اُن کے چہرے پر تیل لگا ہُوا ہے[4]

---

(۱) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۰۴) وفیہ عتبۃ بن حمید وثقہ ابن حبان وغیرہ وضعفہ جماعۃ وبقیۃ رجالہ وثقوا۔ انتہی واخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۶۶) عن عمران بنحوہ (۲) اخرجہ احمد قال السہیلی اسنادہ صحیح موصول کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۶۶) (۳) قال فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۷۸) رواہ احمد من وجہ آخر وصححہ ابن حبان والحاکم۔ انتہی واخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۶۴) من طریق ابی نہیک بنحوہ (۴) اخرجہ احمد کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۶۶)

حضرت حیان بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ کے چہرے پر اپنا ہاتھ پھیرا اُس کا اثر یہ ہُوا کہ جب وہ بہت بوڑھے ہوگئے تھے اور اُن کے جسم کے ہر حصے پر بڑھاپے کے آثار ظاہر ہوگئے تھے تو چہرے پر کوئی اثر نہیں تھا، چنانچہ میں وفات کے وقت اُن کے پاس تھا ان کے پاس سے ایک عورت گزری تو مجھے اُس عورت کا عکس اُن کے چہرے میں اس طرح نظر آیا جیسے کہ شیشے میں نظر آتا ہے۔[1]

حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ شعر سُنایا جو حضورؐ کو بہت پسند آیا۔

بَلَغْنَا السَّمَاءَ مَجْدُنَا وَ ثَرَاؤنَا　　　وَ إِنَّا لَنَرْجُوْا فَوْقَ ذٰلِكَ مَظْهَرًا

ہماری بزرگی اور بلندی آسمان تک پہنچ گئی ہے اور ہم اس سے بھی اوپر چڑھنے کا یقین ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابولیلیٰ! اور اوپر کہاں چڑھنا ہے؟ میں نے کہا جنت میں۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے اِنْشَاءَ اللہ اور شعر پڑھو پھر میں نے یہ شعر پڑھے

وَلَا خَيْرَ فِيْ حِلْمٍ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهٗ　　　بَوَادِرُ تَحْمِيْ صَفْوَهٗ أَنْ يُكَدَّرَا

وَلَا خَيْرَ فِيْ جَهْلٍ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهٗ　　　حَلِيْمٌ إِذَا مَا أَوْرَدَ الْأَمْرَ أَصْدَرَا

بردباری میں اس وقت تک خیر نہیں ہو سکتی جب تک کہ جلدی جلدی کئے جانے والے کچھ کام ایسے نہ ہوں جو بردباری کو گدلا ہونے سے بچائیں اور سخت کلامی میں اس وقت تک خیر نہیں ہو سکتی جب تک کہ انسان بردبار نہ ہو کہ وہ جب کوئی کام شروع کرے تو اُسے پورا کرکے چھوڑے۔

حضورؐ نے فرمایا تم نے بہت عمدہ شعر کہے ہیں اللہ تمہارے دانتوں کو گرنے نہ دے یعلیٰ راوی کہتے ہیں میں نے حضرت نابغہ کو دیکھا کہ ان کی عمر سو سال سے زیادہ ہو چکی تھی لیکن اُن کا ایک بھی دانت نہیں گرا تھا۔[2] حضرت عبداللہ بن جراد کہتے ہیں بنو جعدہ قبیلہ کے حضرت

(۱) عند ابن شاہین کذا فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۲۲۵) (۲) اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۶۴) واخرجہ البیہقی عن النابغۃ نحوہ الا ان فی روایتہ ثراً ثنا بدل ثرانا واخرجہ البزار عنہ نحوہ الا ان فی روایۃ عفۃ وتکرما بدل قولہ مجدنا وثرانا ولم یذکر قول یعلی کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۶۸) واخرجہ ایضا الحسن بن سفیان فی مسندہ وابو نعیم فی تاریخ اصبہان والشیرازی فی الالقاب کلہم من روایۃ یعلی بن الاشدق وھو ساقط الحدیث لکنہ توبع فقد وقعت لنا قصۃ فی غریب الحدیث للخطابی وفی کتاب العلم المرجی وغیرہما من طریق مہاجر بن سلیم ورویناہا فی المؤتلف والمختلف للدارقطنی وفی الصحابۃ لابن السکن وفی غیرہما من طریق الرحال بن المنذر حدثنی ابی عن ابیہ کریز بن سامۃ وکانت لہ وفادۃ مع النابغۃ الجعدی فذکرہا بنحوہ

نابغہ رضی اللہ عنہ کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا یہ شعر عَلَوْنَا السَّمَاءَ سنایا حضورؐ کو غصہ آگیا۔ آپؐ نے فرمایا اے ابولیلیٰ! چڑھ کر اوپر کہاں جانا ہے؟ میں نے کہا جنت میں آپؐ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے اِن شاءَ اللہ۔ مجھے اپنے اور اشعار سناؤ اس پر میں نے وَ لَا خَیْرَ فِی حِلْمٍ والے دونوں شعر سنائے تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا تم نے بہت اچھے شعر کہے ہیں اللہ تمہارے دانتوں کو گرنے نہ دے حضرت عبداللہ کہتے ہیں میں نے دیکھا تو مجھے حضرت نابغہؓ کے دانت مسلسل گرنے والے اولوں کی طرح چمکدار نظر آئے اور نہ کوئی دانت ٹوٹا ہوا تھا اور نہ کوئی مڑا ہوا۔ عاصم لیثی کی روایت میں ہے کہ حضرت نابغہؓ کے دانت عمر بھر بڑے خوبصورت رہے جب بھی اُن کا کوئی دانت گر جاتا تو اس کی جگہ دوسرا نکل آتا اور اُن کی عمر بہت زیادہ ہوئی تھی۔[1]

صدمہ کے اثر کا چلے جانا

حضرت اُمِّ اسحٰق رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اپنے بھائی کے ساتھ مدینہ منورہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہجرت کے لیے چلی راستہ میں ایک جگہ پہنچ کر میرے بھائی نے مجھ سے کہا اے اُمِّ اسحٰق! تم ذرا یہاں بیٹھو میں اپنا خرچہ مکہ میں بھول آیا ہوں جا کر لے آتا ہوں۔ میں نے اپنے خاوند کے بارے میں کہا مجھے تم پر اس غنڈے سے خطرہ ہے تمہیں وہ کہیں قتل نہ کر دے اُس نے کہا نہیں اِن شاءَ اللہ ایسے نہیں ہوگا میں چند دن وہاں ٹھہری رہی پھر ایک آدمی میرے پاس سے گزرا جسے میں نے پہچان لیا اب میں اُس کا نام نہیں لیتی اُس نے کہا اے اُمِّ اسحٰق! تم یہاں کیوں بیٹھی ہو؟ میں نے کہا میں اپنے بھائی کا انتظار کر رہی ہوں۔ اُس نے کہا آج کے بعد سے تمہارا کوئی بھائی نہیں۔ اُسے تمہارے خاوند نے قتل کر دیا ہے۔ میں نے صبر سے کام لیا اور وہاں سے چل دی اور مدینہ پہنچ گئی۔ جب میں حضورؐ کی خدمت میں پہنچی تو آپؐ وضو کر رہے تھے میں جا کر آپؐ کے سامنے کھڑی ہو گئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرا بھائی اسحٰق قتل ہو گیا ہے جب بھی میں حضورؐ کو دیکھتی آپؐ وضو کے پانی کی طرف سر جھکا لیتے پھر آپؐ نے پانی لے کر میرے چہرے پر چھڑکا بشار راوی کہتے ہیں میری دادی نے بتایا کہ (حضورؐ کے پانی چھڑکنے کی برکت یہ ہوئی کہ) حضرت اُمِّ اسحٰقؓ پر جب بھی کوئی مصیبت آتی تو اُن کی آنکھوں

---

[1] اخرجہ السلفی فی الاربعین من طریق نصر بن عاصم اللیثی عن ابیہ عن النابغۃ فذکر الحدیث کذا فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۵۳۹) مختصراً

میں تو آنسو نظر آتے لیکن رُخساروں پر نہ گرتے [1] ایک روایت میں ہے کہ حضرت اُمِ اسحٰقؓ فرماتی ہیں میں نے روتے ہوئے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! (میرا بھائی) اِسحٰق قتل ہو گیا ہے تو حضورؐ نے ایک چُلّو پانی لے کر میرے چہرے پر چھڑکا حضرت اُمِ حکیم کہتی ہیں حضرت اُمِ اِسحٰقؓ پر بڑی سے بڑی مُصیبت بھی آتی تو آنسو اُن کی آنکھوں میں تو نظر آتے لیکن رُخسار پر نہ گرتے [2]

دُعا کے ذریعہ بارش سے حفاظت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا آؤ اپنی قوم کی زمین پر چلتے ہیں یعنی ذرا اپنے دیہات دیکھ لیتے ہیں، چُنانچہ ہم لوگ چل پڑے۔ مَیں اور حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ جماعت سے کچھ پیچھے رہ گئے تھے اِتنے میں ایک بادل تیزی سے آیا اور برسنے لگا۔ حضرت اُبیؓ نے دُعا مانگی اے اللہ! اِس بارش کی تکلیف ہم سے دُور فرما دے (چُنانچہ ہم بارش میں چلتے رہے لیکن ہماری کوئی چیز بارش سے نہ بھیگی) جب ہم حضرت عمرؓ اور باقی ساتھیوں کے پاس پہنچے تو اُن کے جانور، کجاوے اور سامان وغیرہ سب کچھ بھیگا ہُوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمیں تو راستہ میں بہت بارش ملی تو کیا آپ لوگوں کو نہیں ملی؟ مَیں نے کہا اَبُو المُنذِر یعنی حضرت اُبیؓ نے اللہ سے یہ دُعا کی تھی کہ اس بارش کی تکلیف ہم سے دُور فرما دے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم لوگوں نے اپنے ساتھ ہمارے لیئے دُعا کیوں نہیں کی؟ [3]

ٹہنی کا تلوار بن جانا

حضرت زید بن اسلم وغیرہ حضرات فرماتے ہیں جنگِ بدر کے دِن حضرت عکاشہ بن مِحصَن رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تھی۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان کو درخت کی ایک ٹہنی دی جو ان کے ہاتھ میں جاتے ہی کاٹنے والی تلوار بن گئی جس کا لوہا بڑا صاف اور مضبُوط تھا [4]

---

(1) اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۶۸) واخرجہ البخاری فی تاریخہ وسمویہ وابو یعلی وغیرہم من طریق بشار بن عبد الملک المزنی عن جدتہ ام حکیم بنت دینار المزنیۃ عن مولاتہا ام اسحٰق الغنویۃ بمعناہ کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۳۲) (2) کما فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۲۳۰) وبشار ضعفہ ابن معین کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۳۲) (3) اخرجہ ابن ابی الدنیا فی کتاب مجابی الدعوۃ وابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۳۲) (4) اخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۱۸۸)

دُعا سے شراب کا سِرکہ بن جانا

حضرت خَیْثمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اُس کے پاس شراب کی ایک مَشک تھی حضرت خالدؓ نے دُعا کی اے اللہ! اِسے شہد بنا دے، چُنانچہ وہ شراب اُسی وقت شہد بن گئی دُوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس سے ایک آدمی گزرا جس کے پاس شراب کی ایک مَشک تھی۔ حضرت خالدؓ نے پُوچھا یہ کیا ہے؟ اس آدمی نے کہا سِرکہ ہے حضرت خالد نے کہا اَللّٰہ اسے سِرکہ ہی بنا دے۔ لوگوں نے اسے دیکھا تو وہ واقعی سِرکہ ہی تھا، حالانکہ اس سے پہلے وہ شراب تھی[1] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت خالدؓ کے پاس سے ایک آدمی گزرا جس کے پاس شراب کی مَشک تھی۔ حضرت خالدؓ نے اُس سے پُوچھا یہ کیا ہے؟ اُس نے کہا شہد ہے حضرت خالدؓ نے دُعا کی اے اللہ! اسے سِرکہ بنا دے وہ آدمی جب اپنے ساتھیوں کے پاس واپس پہنچا تو اُس نے کہا میں آپ لوگوں کے پاس ایسی شراب لے کر آیا ہُوں کہ اُس جیسی شراب عربوں نے کبھی نہیں پی ہوگی پھر اُس آدمی نے مَشک کھولی تو اس میں سرکہ تھا تو اس نے کہا اَللّٰہ کی قسم! اس کو حضرت خالدؓ کی دُعا لگی ہے۔

قیدی کا قید سے رہا ہو جانا

حضرت مُحمّد بن اِسحٰق کہتے ہیں حضرت مالک اَشجعی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا بیٹا عوف قید ہو گیا ہے حضورؐ نے فرمایا اُس کے پاس یہ پیغام بھیج دو کہ حضورؐ اسے فرما رہے ہیں کہ وہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کثرت سے پڑھے، چُنانچہ قاصد نے جا کر حضرت عوفؓ کو حضورؐ کا پیغام پہنچا دیا حضرت عوفؓ نے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ خُوب کثرت سے پڑھنا شروع کر دیا کافروں نے حضرت عوفؓ کو تانت سے باندھا ہُوا تھا ایک دن وہ تانت ٹوٹ کر گر گئی تو حضرت عوفؓ قید سے باہر نکل آئے۔ باہر آکر اُنہوں نے دیکھا کہ ان لوگوں کی اونٹنی وہاں موجود ہے حضرت عوفؓ اس پر سوار ہو گئے۔ آگے گئے تو دیکھا کہ ان کافروں کے سارے جانور ایک جگہ جمع ہیں انہوں نے ان جانوروں کو ایک آواز لگائی تو سارے جانور اُن کے پیچھے چل پڑے اور انہوں نے اچانک اپنے ماں باپ کے گھر کے دروازے پر جا کر آواز لگائی تو ان کے

[1] اخرجہ ابن ابی الدنیا باسناد صحیح کذا فی الاصابۃ (ج ا ص ۴۱۴) قال ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۱۴) ولہ طرق

والد نے کہا ربِ کعبہ کی قسم! یہ تو عوف ہے۔ اُن کی والدہ نے کہا ہائے یہ عوف کیسے ہو سکتا ہے؟ عوف تو تانت کی تکلیف میں گرفتار ہے بہرحال والد اور خادم دَوڑ کر دروازے پر گئے تو دیکھا کہ واقعی حضرت عوفؓ موجود ہیں اور سارا میدان اُونٹوں سے بھرا ہُوا ہے۔ حضرت عوفؓ نے اپنے والد کو اپنا اور اُونٹوں کا سارا قصہ سُنایا اُن کے والد نے جاکر حضورؐ کو یہ سب کچھ بتایا۔ حضورؐ نے اُن سے فرمایا اِن اُونٹوں کے ساتھ تم جو چاہے کرو (یہ اُونٹ تمہارے ہیں اِس لیئے) اپنے اُونٹوں کے ساتھ جو کچھ تم کرتے ہو وہی ان کے ساتھ کرو پھر یہ آیت نازل ہُوئی وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (سُورت طلاق آیت ۲) "جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے لیئے (مضرتوں سے) نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اُس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس (کی اِصلاح مہمات) کے لیئے کافی ہے"[1] ابن جریر کی روایت میں یہ بھی ہے کہ عوف کے والد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنے بیٹے کے قید میں ہونے اور اس کی پریشانی کی شکایت کرتے حضورؐ انہیں صبر کی تلقین فرماتے اور اِرشاد فرماتے اللہ تعالیٰ عنقریب اس کے لیئے اس پریشانی سے نکلنے کا راستہ بنائیں گے۔

صَحابہ کرامؓ کو تکلیفیں پہنچانے کی وجہ سے نافرمانوں پر کیا کیا مُصیبتیں آئیں

حضرت عبّاس بن سہل بن سعد ساعدی رَضِیَ اللہُ عَنہُ یا حضرت عبّاس بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ (حضرت صَالح علیہ السّلام کی قومِ ثمود کے علاقے) حِجر کے پاس سے گزرے اور وہاں پڑاؤ ڈالا تو لوگوں نے وہاں کے کنویں سے پانی نکال کر برتنوں میں بھر لیا۔ جب وہاں سے آگے روانہ ہُوئے تو حضورؐ نے لوگوں سے فرمایا اِس کنویں کا پانی بالکل نہ پیو اور نہ اس سے نماز کے لیئے وضو کرو اور اس کے پانی سے جو آٹا گوندھا ہے وہ اُونٹوں کو کِھلا دو خود اسے بالکل نہ کھاؤ۔ آج رات جو بھی باہر نکلے وہ

---

(۱) اخرجہ آدم بن ابی ایاس فی تفسیرہ کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۰۵) وقال ومحمد بن اسحٰق لم یدرک مالکا۔ اھ و اخرجہ ابن ابی حاتم عن محمد بن اسحٰق نحوہ کمافی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۳۸۰) واخرجہ ابن جریر فی تفسیرہ (ج ۲۸ ص ۸۹) عن السدی بمعناہ مختصرا ولم یذکر امر التوکل واخرجہ ابن جریر ایضا عن سالم بن ابی الجعد مختصرا۔

اپنے ساتھ اپنے کسی ساتھی کو ضرور لے کر جائے اکیلا نہ نکلے۔ تمام لوگوں نے حضورؐ کی تمام باتوں پر عمل کیا، البتہ قبیلۂ بنو ساعدہ کے دو آدمی اکیلے باہر نکل گئے، ایک قضائے حاجت کے لیئے گیا تھا دُوسرا اپنا اُونٹ ڈھونڈنے گیا تھا۔ جو قضائے حاجت کے لیئے گیا تھا راستہ میں اُس کا کسی (جن) نے گلا گھونٹ دیا اور جو اپنا اُونٹ ڈھونڈنے گیا تھا اُسے آندھی نے اُٹھا کر قبیلہ طےّ کے دو پہاڑوں کے درمیان (یمن میں) جا پھینکا۔ جب حضورؐ کو ان دونوں کے بارے میں بتایا گیا تو آپؐ نے فرمایا ساتھی کے لغیر اکیلے باہر نکلنے سے کیا تم لوگوں کو منع نہیں کیا تھا؟ پھر آپؐ نے اُس کے لئے دُعا فرمائی جس کا راستہ میں کسی نے گلا گھونٹا وہ ٹھیک ہوگیا دُوسرا آدمی تبوک سے حضورؐ کے پاس پہنچایا[1] ابن اسحٰق سے زیاد نے جو روایت کی ہے اس میں یہ ہے کہ جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مدینہ منورہ واپس پہنچے تو قبیلۂ طےّ والوں نے اس آدمی کو حضورؐ کے پاس بھیجا[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ منبر پر بیان فرما رہے تھے حضرت جَہْجَاہ غِفَاری رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے لاٹھی لی اور اس زور سے اُن کے گھٹنے پر ماری کہ گھٹنا پھٹ گیا اور لاٹھی بھی ٹوٹ گئی۔ ابھی سال بھی نہیں گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جَہْجَاہ کے ہاتھ پر جسم کو کھا جانے والی بیماری لگادی جس سے اُن کا اِنتقال ہوگیا[3] ابن سکن کی روایت میں ہے کہ حضرت جَہْجَاہ بن سعید غفاری رضی اللہ عنہ اُٹھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف گئے اور اُن کے ہاتھ سے چھڑی لے لی اور حضرت عثمانؓ کے گھٹنے پر اس زور سے ماری کہ وہ ٹوٹ گئی اس پر لوگوں نے شور مچادیا۔ حضرت عثمانؓ منبر سے اُتر کر اپنے گھر تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت غِفَاریؓ کے گھٹنے میں بیماری پیدا کر دی اور سال گزرنے سے پہلے ہی اسی بیماری میں اُن کا اِنتقال ہوگیا۔

حضرت عبدالملک بن عُمَیر رحمۃ اللہ عَلَیْہِ کہتے ہیں مسلمانوں میں سے ایک آدمی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اُس نے یہ شعر پڑھے (حضرت سعدؓ بیماری کی وجہ سے اس لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے تھے جس پر اُس نے یہ اشعار طنزاً پڑھے)

(۱) اخرجه ابن اسحٰق عن عبداللّٰه بن ابی بکر بن حزم (۲) کذا فی البدایة (ج ۵ ص ۱۱) واخرج ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۹۰) من طریق ابراہیم بن سعد عن ابن اسحٰق عن الزہری ویزید بن رومان وعبداللّٰه ابن ابی بکر وعاصم بن عمر بن قتادة بنحوه (۳) اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۱۱) واخرجه الباوردی وابن السکن عنه بمعناه کما فی الاصابة (ج ۱ ص ۲۵۳) وقال وردیناه فی المحاملیات من طریق سلیمان بن یسار بنحوه ورواه ابن السکن من طریق فلیح بن سلیمان عن عمته وابیها وعمها انهما حضرا عثمان ـ

نُقَاتِلُ حَتّٰی یُنْزِلَ اللّٰہُ نَصْرَہٗ وَسَعْدٌ بِبَابِ الْقَادِسِیَّۃِ مُعْصِمُ
فَأُبْنَا وَقَدْ اٰمَتْ نِسَاءٌ کَثِیْرَۃٌ وَنِسْوَۃُ سَعْدٍ لَیْسَ فِیْھِنَّ اَیِّمُ

" ہم تو اس لئے جنگ کر رہے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی مدد نازل کر دے اور (حضرت) سعد قادسیہ کے دروازے سے چمٹے کھڑے رہے جب ہم واپس آئے تو بہت سی عورتیں بیوہ ہو چکی تھیں لیکن (حضرت) سعد کی بیویوں میں سے کوئی بھی بیوہ نہیں ہوئی"

جب حضرت سعدؓ کو ان شعروں کا پتہ چلا تو انہوں نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی اے اللہ! اس کی زبان اور ہاتھ کو مجھ سے تو جس طرح چاہے روک دے، چنانچہ جنگِ قادسیہ کے دن اسے ایک تیر لگا جس سے اس کی زبان بھی کٹ گئی اور ہاتھ بھی کٹ گیا اور وہ قتل بھی ہو گیا[1] حضرت قبیصہ بن جابر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہمارے ایک چچازاد بھائی نے جنگِ قادسیہ کے موقع پر (حضرت سعدؓ پر طنز کرنے کے لئے) یہ دو شعر کہے جو گزر گئے، البتہ پہلے شعر میں الفاظ دوسرے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے اپنی مدد کو کیسے اتارا؟ جب حضرت سعدؓ کو ان اشعار کا پتہ چلا تو انہوں نے فرمایا خدا کرے اس کی زبان اور ہاتھ بیکار ہو جائیں، چنانچہ ایک تیر اس کے منہ پر لگا جس سے وہ گونگا ہو گیا پھر جنگ میں اس کا ہاتھ بھی کٹ گیا۔ اپنا عذر لوگوں کو بتانے کے لئے حضرت سعدؓ نے فرمایا مجھے اٹھا کر دروازے کے پاس لے چلو، چنانچہ لوگ انہیں اٹھا کر باہر لائے پھر انہوں نے اپنی پشت سے کپڑا ہٹایا تو اس پر بہت سے زخم تھے جنہیں دیکھ کر تمام لوگوں کو پورا یقین ہو گیا کہ یہ واقعی معذور تھے اور کوئی بھی انہیں بزدل نہیں سمجھتا تھا[2] اپنے بڑوں کی وجہ سے ناراض ہونے کے باب میں (طبرانی والی) حضرت عامر بن سعد کی روایت میں حضرت سعدؓ کا حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنے والے کو بددعا دینا گزر چکا ہے جس میں یہ بھی ہے کہ ایک بختی اونٹنی تیزی سے آئی لوگ اسے دیکھ کر ادھر ادھر ہٹ گئے اس اونٹنی نے اس آدمی کو روند ڈالا اور حضرت قیس بن ابی حازم کی روایت میں حضرت سعدؓ کا حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنے والے کے لئے بددعا کرنا بھی گزر چکا ہے جس میں یہ بھی ہے کہ ہمارے بکھرنے سے پہلے ہی اللہ کی قدرت ظاہر ہوئی اور اس کی سواری کے پاؤں زمین میں دھنسنے لگے جس سے وہ سر کے بل ان پتھروں پر زور سے گرا جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور اس کا بھیجا باہر نکل آیا اور وہ وہیں مر گیا۔ ابونعیم کی

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۰۷) (۲) و فی روایۃ لیقاتل حتی ینزل اللہ نصرہ وقال وقطعت یدہ وقتل قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۵۴) رواہ الطبرانی باسنادین رجال احدہما ثقات۔ انتہی۔

روایت میں ہے کہ حضرت سعید بن مُسَیّب رحمۃ اللہ عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ ایک بھڑکا ہوا اُونٹ آیا اور لوگوں کے درمیان میں سے گزرتا ہوا اُس آدمی کے پاس پہنچ گیا اور اسے مار کر نیچے گرایا اور پھر اس پر بیٹھ کر اپنے سینے سے اسے زمین پر رگڑتا رہا یہاں تک کہ اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ حضرت سعید بن مُسَیّب کہتے ہیں میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ دوڑتے ہوئے حضرت سعدؓ کے پاس جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے آپ کو دُعا کا قبول ہونا مبارک ہو[1]

حضرت ابن شَوْذَب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ خبر ملی کہ زیاد حجازِ مقدس کا بھی والی بننا چاہتا ہے اُنہیں اس کی بادشاہت میں رہنا پسند نہ آیا تو انہوں نے یہ دُعا کی اے اللہ! تو اپنی مخلوق میں سے جس کے بارے میں چاہتا ہے اُسے قتل کروا کر اس کے گناہوں کے کفّارے کی صُورت بنا دیتا ہے (زیاد) ابن سُمَیّہ اپنی موت مرے، قتل نہ ہو، چُنانچہ زیاد کے انگوٹھے میں اُسی وقت طاعون کی گلٹی نکل آئی اور جمعہ آنے سے پہلے ہی مر گیا[2]

حضرت (عبدالجبار) بن وائل یا حضرت عَلْقَمہ بن وائل کہتے ہیں جو کچھ وہاں (کربلا میں) ہُوا تھا میں اس موقع پر وہاں موجود تھا چُنانچہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر پُوچھا کیا آپ لوگوں میں حسین (رضی اللہ عنہ) ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں ہیں اُس آدمی نے حضرت حسینؓ کو گستاخی کے انداز میں کہا آپ کو جہنّم کی بشارت ہو۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا مجھے دو بشارتیں حاصل ہیں ایک تو نہایت مہربان ربّ وہاں ہوں گے دُوسرے وہ نبیؐ وہاں ہوں گے جو سفارش کریں گے اور اُن کی سفارش قبول کی جائے گی۔ لوگوں نے پُوچھا تُو کون ہے؟ اُس نے کہا میں ابن جُوَیْزَہ یا ابن حُوَیْزَہ ہُوں۔ حضرت حُسینؓ نے یہ دُعا کی اے اللہ! اِس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسے جہنّم میں ڈال دے، چُنانچہ اُس کی سَواری زور سے بِدکی جس سے وہ سواری سے اس طرح نیچے گرا کہ اُس کا پاؤں رکاب میں پھنسا رہ گیا اور سواری تیز بھاگتی رہی اور اُس کا جسم اور سر زمین پر گھسٹتا رہا جس سے اُس کے جسم کے ٹکڑے گرتے رہے۔ اللہ کی قسم! آخر میں صرف اُس کی ٹانگ رکاب میں لٹکی رہ گئی[3]

حضرت کلبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ پانی پی رہے تھے ایک آدمی نے اُن کو تیر مارا جس سے اُن کے دونوں جبڑے شل ہو گئے تو حضرت حسینؓ نے کہا اللہ تجھے

---

(۱) عند ابی نعیم فی الدلائل (ص ۲۰۶) (۲) اخرجہ ابن عساکر کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۳۱) (۳) اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی (ج ۹ ص ۱۹۳) وفیہ عطاء بن السائب وھو ثقۃ ولکنہ اختلط

کبھی سیراب نہ کرے، چُنانچہ اُس نے پانی پیا لیکن پیاس نہ بُجھی آخر اتنا پانی پیا کہ اُس کا پیٹ پھٹ گیا۔[1]

عُبَیدُاللہ بن زیاد کا دربان بیان کرتا ہے کہ جب عُبَیدُاللہ بن زیاد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرکے آیا تو مَیں اُس کے پیچھے محل میں داخل ہُوا مَیں نے دیکھا کہ محل میں ایک دم آگ بھڑک اُٹھی جو اُس کے چہرے کی طرف بڑھی اُس نے فوراً اپنی آستین چہرے کے سامنے کر دی اور مجھ سے پُوچھا تم نے بھی یہ آگ دیکھی ہے مَیں نے کہا ہاں۔ اُس نے کہا اسے چھپا کر رکھنا کسی کو مت بتانا۔[2]

حضرت سُفیان رحمۃُ اللہ کہتے ہیں میری دادی نے مجھے بتایا کہ قبیلہ جُعفی کے دو آدمی حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے وقت وہاں موجُود تھے ان میں سے ایک کی شرمگاہ اتنی لمبی ہوگئی تھی کہ وہ اسے لپیٹا کرتا تھا اور دُوسرے کو اتنی زیادہ پیاس لگتی تھی کہ مَشک کو مُنہ لگا کر ساری پی جایا کرتا تھا حضرت سُفیان کہتے ہیں مَیں نے ان دونوں میں سے ایک کا بیٹا دیکھا وہ بالکل پاگل نظر آرہا تھا۔[3] حضرت اعمش رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر پر پاخانہ کرنے کی گُستاخی کی تو اِس سے اُس کے گھر والوں میں پاگل پن، کوڑھ اور خارش کی وجہ سے کھال سفید ہوجانے کی بیماریاں پیدا ہوگئیں اور سارے گھر والے فقیر ہوگئے۔[4]

صَحابہ کرامؓ کے قتل ہونے کی وجہ سے پُوری دُنیا کے نِظام میں کیا کیا تبدیلیاں آئیں

حضرت ربیعہ بن لَقیط رحمۃُ اللہ عَلَیہ کہتے ہیں جس سال حضرت علی اور حضرت مُعاویہ رضی اللہ عنہما کی جماعتوں میں جنگ ہُوئی اس سال مَیں حضرت عَمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اُن کی جماعت واپس جارہی تھی راستہ میں تازہ خُون کی بارش ہُوئی۔ مَیں برتن بارش میں رکھتا تھا تو وہ تازہ خُون سے بھر جاتا تھا لوگ سمجھ گئے کہ لوگوں نے جو ایک دُوسرے کا خُون بہایا ہے اس کی وجہ سے یہ بارش ہُوئی ہے حضرت عمرو بن عاصؓ بیان کے لئے

(۱) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۹۳) رجالہ الی قائلہ ثقات (۲) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۹۶) وحاجب عبیداللہ لم اعرفہ ولبقیۃ رجالہ ثقات (۳) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۹۷) رجالہ الی جدۃ سفیان ثقات (۴) عند الطبرانی ایضا ورجالہ رجال الصحیح کما قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۹۴)

کھڑے ہوئے پہلے اللہ کی شایانِ شان حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اگر تم اپنے اور اللہ کے درمیان کا تعلق ٹھیک کر لو گے (ہر حال میں اس کا حکم پورا کرو گے) تو اگر یہ دو پہاڑ بھی آپس میں ٹکرا جائیں گے تو بھی تمہارا کچھ نقصان نہیں ہو گا۔[1]

حضرت زُہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عبدالملک نے مجھ سے کہا اگر آپ مجھے یہ بتا دیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن کونسی نشانی پائی گئی تھی تو پھر آپ واقعی بہت بڑے عالم ہیں میں نے کہا اُس دن بیت المقدس میں جو بھی کنکری اُٹھائی جاتی اس کے نیچے تازہ خون ملتا عبدالملک نے کہا اِس بات کو روایت کرنے میں میں اور آپ دونوں برابر ہیں (مجھے بھی یہ بات معلوم ہے)۔[2]

حضرت زُہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جس دن حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو شہید کیا گیا اُس دن شام میں جو بھی پتھر اُٹھایا جاتا اُس کے نیچے خون ہوتا۔[3]

حضرت اُمِ حکیم رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں جس دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اُس دن میں کم عمر لڑکی تھی تو کئی دن تک آسمان خون کی طرح سُرخ رہا۔[4]

حضرت ابو قبیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو شہید کیا گیا تو اُسی وقت سورج کو اتنا زیادہ گرہن لگا کہ عین دوپہر کے وقت ستارے نظر آنے لگے اور ہم لوگ سمجھے کہ قیامت آگئی۔[5]

صحابہ کرامؓ کے قتل ہونے پر جنات کا نوحہ کرنا

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عُمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو یمن کے تبالہ پہاڑ پر ایک آواز سُنی گئی کہ کسی نے یہ دو شعر پڑھے

لِيَبْكِ عَلَى الْإِسْلَامِ مَنْ كَانَ بَاكِيًا　　فَقَدْ أَوْشَكُوا هَلْكَى وَمَا قَدُمَ الْعَهْدُ

وَأَدْبَرَتِ الدُّنْيَا وَأَدْبَرَ خَيْرُهَا　　وَقَدْ مَلَّهَا مَنْ كَانَ يُوقِنُ بِالْوَعْدِ

"اسلام پر جس نے رونا ہے وہ رولے کیونکہ سب لوگ ہلاک ہو گئے، حالانکہ ابھی اسلام کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور دُنیا اور دُنیا کی خیر نے پیٹھ پھیر لی ہے اور جو آخرت کے وعدوں

(۱) اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۲۹۱) وقال سندہ صحیح (۲) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۹۶) رجالہ ثقات (۳) عند الطبرانی ایضا قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۹۶) رجالہ رجال الصحیح (۴) عند الطبرانی ایضا قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۹۶) رجالہ الی ام حکیم رجال الصحیح (۵) عند الطبرانی ایضا قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۹۷) اسنادہ حسن وقد ضعف ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۸ ص ۲۰۱) تلک الاحادیث کلہا سوی الحدیث الاول وجعلہا من وضع الشیعۃ - فاللہ اعلم

پر یقین رکھتا ہے اُس کا دل دُنیا سے اُکتا گیا ہے"۔
لوگوں نے اِدھر اُدھر بہت دیکھا لیکن اُنہیں پہاڑ پر کوئی بولنے والا نظر نہ آیا (کیونکہ یہ اشعار جن نے پڑھے تھے) [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رات کے وقت کسی کو ان اشعار کے ذریعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر دیتے ہوئے سُنا اور مجھے یقین ہے کہ وہ خبر دینے والا اِنسان نہیں تھا (بلکہ جن تھا)

جَزَى اللّٰهُ خَيْرًا مِنْ اَمِيْرٍ وَّبَارَكَتْ — يَدُاللّٰهِ فِيْ ذَالِكَ الْاَدِيْمِ الْمُمَزَّقِ
فَمَنْ يَّمْشِ اَوْ يَرْكَبْ جَنَاحَيْ نَعَامَةٍ — لِيُدْرِكَ مَا قَدَّمْتَ بِالْاَمْسِ يُسْبَقِ
قَضَيْتَ اُمُوْرًا ثُمَّ غَادَرْتَ بَعْدَهَا — بَوَائِقَ فِيْ اَكْمَامِهَا لَمْ تُفَتَّقِ

"اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اللہ اپنی قدرت سے اس کھال میں برکت عطا فرمائے جس کو ٹکڑے کر دیا گیا (اے امیر المؤمنین!) آپ جو کارنامے سرانجام دے گئے ہیں اُن تک پہنچنے کے لئے کوئی تھوڑی محنت کرے یا زیادہ وہ کبھی بھی اُن تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ پیچھے رہ جائے گا بہت بڑے کام تو آپ پورے کر گئے لیکن ان کے بعد ایسی مصیبتیں چھوڑ گئے جو ایسی کلیوں میں ہیں جو ابھی پھوٹی نہیں ہیں"۔ [2]

حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک جن نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر نوحہ کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے

عَلَيْكَ سَلَامٌ مِّنْ اَمِيْرٍ وَّبَارَكَتْ — يَدُاللّٰهِ فِيْ ذَالِكَ الْاَدِيْمِ الْمُخَرَّقِ

"اے امیر المؤمنین! آپ پر سلامتی ہو اور اللہ اپنی قدرت سے اس کھال میں برکت عطا فرمائے جس کو پھاڑ دیا گیا"۔

قَضَيْتَ اُمُوْرًا ثُمَّ غَادَرْتَ بَعْدَهَا — بَوَائِقَ فِيْ اَكْمَامِهَا لَمْ تُفَتَّقِ
فَمَنْ يَّسْعَ اَوْ يَرْكَبْ جَنَاحَيْ نَعَامَةٍ — لِيُدْرِكَ مَا قَدَّمْتَ بِالْاَمْسِ يُسْبَقِ

ان دونوں شعروں کا ترجمہ گزر چکا ہے

اَبَعْدَ قَتِيْلٍ بِالْمَدِيْنَةِ اَظْلَمَتْ — لَهُ الْاَرْضُ تَهْتَزُّ الْعِضَاهُ بِاَسْوُقٍ

وہ شخصیت جن کے قتل ہونے کی وجہ سے ساری زمین تاریک ہو گئی ہے کیا ان کے قتل ہونے کے بعد کیکر کے درخت اپنے تنوں پر لہلہا رہے ہیں"؟ یعنی نہیں بلکہ یہ درخت بھی ان

(۱) اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۹۴) واخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۱۰) عن معروف الموصلی قال لما اصیب عمر رضی اللہ عنہ سمعت صوتاً فذکر البیتین وہکذا اخرجہ الطبرانی عن معروف کما فی المجمع (ج ۹ ص ۷۹) (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۳۷۴)

کی شہادت پر افسردہ ہیں اور انہوں نے لہلہانا چھوڑ دیا ہے"[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے انتقال کے تین دن بعد جنات نے یہ اشعار پڑھ کر اُن کی شہادت پر نوحہ کیا اور پھر یہی پچھلے چار شعر دُوسری ترتیب سے ذکر کئے اور پھر پانچواں شعر یہ ذکر کیا

فَلَقَّاكَ رَبِّي فِي الْجِنَانِ تَحِيَّةً　　وَمِنْ كِسْوَةِ الْفِرْدَوْسِ مَالَمْ يُمَزَّقِ

"میرا رب آپ کو جنّتوں میں سلام پہنچائے اور آپ کو جنّتُ الفردوس کے ایسے کپڑے پہنائے جو کبھی نہیں پھٹیں گے"[2]

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے جنّات کو حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما پر نوحہ کرتے ہُوئے سُنا ہے[3]

ایک مرتبہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جب سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا انتقال ہُوا ہے میں نے کبھی بھی جنّ کو کسی کے مرنے پر نوحہ کرتے ہُوئے نہیں سُنا لیکن آج رات میں نے سُنا ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ میرا بیٹا (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) فوت ہو گیا ہے، چنانچہ اُنہوں نے اپنی باندی سے کہا باہر جا اور پتہ کر کے آ چنانچہ باندی نے آکر بتایا کہ واقعی حضرت حسینؓ شہید ہوگئے ہیں پھر حضرت اُمّ سلمہؓ نے بتایا کہ ایک جنّی یہ شعر پڑھ کر نوحہ کر رہی تھی۔

أَلَا يَا عَيْنُ فَاحْتَفِلِي بِجَهْدِي　　وَمَنْ يَبْكِي عَلَى الشُّهَدَاءِ بَعْدِي

عَلَى رَهْطٍ تَقُودُهُمُ الْمَنَايَا　　إِلَى مُتَجَبِّرٍ فِي مُلْكِ عَبْدِ

"اے آنکھ! غور سے سُن اور میں جو رونے کی کوشش اور محنت کر رہی ہوں اس کا اہتمام کر میں اگر نہیں روؤں گی تو میرے بعد شہداء پر کون روئے گا؟ شہداء کی وہ جماعت جن کو موت کھینچ کر ایسے ظالم اور جابر انسان کے پاس لے گئی (یعنی عبیداللہ بن زیاد) جو کہ ایک غلام یعنی یزید کی بادشاہت میں فوج کا سپہ سالار ہے"[4]

حضرت میمُونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے جنّات کو حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما پر نوحہ کرتے ہُوئے سُنا ہے[5]

صحابہ کرامؓ کا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خواب میں دیکھنا

(حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) حضرت ابُوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

(۱) عند ابن سعد ایضا (۲) اخرجہ ابونعیم فی الدلائل ص ۲۱۰ (۳) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۹۹) رجالہ رجال الصحیح (۴) عند الطبرانی ایضا قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۹۹) وفیہ عمرو بن ثابت بن ہرمز وہو ضعیف ۔ انتہی (۵) عند الطبرانی ایضا قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۹۹) رجالہ رجال الصحیح ۔ انتہی ۔

نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک ایسی جگہ ہوں جہاں بہت سے راستے ہیں پھر سارے راستے ختم ہو گئے اور صرف ایک راستہ رہ گیا میں نے اس پر چلنا شروع کر دیا اور چلتے چلتے ایک پہاڑ پر پہنچ گیا جس کے اوپر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تشریف فرما تھے اور ان کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اور حضورؐ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اشارہ فرما رہے تھے کہ یہاں آجاؤ۔ یہ خواب دیکھ کر میں نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اللہ کی قسم! امیرالمؤمنین (حضرت عمرؓ) کے اِنتقال کا وقت آگیا ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں میں نے کہا آپ یہ خواب حضرت عمرؓ کو نہیں لکھ دیتے؟ انہوں نے فرمایا میں خود اُن کو اُن کی موت کی خبر کیوں دوں؟[1]

حضرت کثیر بن صَلْت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جس دِن حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اُس دِن وہ سوئے اور اُٹھنے کے بعد فرمایا اگر لوگ یہ نہ کہیں کہ عثمانؓ فتنہ پیدا کرنا چاہتا ہے تو میں آپ لوگوں کو ایک بات بتاؤں ہم نے کہا آپ ہمیں بتا دیں ہم وہ بات نہیں کہیں گے جس کا دُوسرے لوگوں سے خطرہ ہے۔ انہوں نے فرمایا میں نے ابھی خواب میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دیکھا آپؐ نے مجھ سے فرمایا تم اِس جُمعہ میں ہمارے پاس پہنچ جاؤ گے ابن سعد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ یہی جُمعہ کا دِن تھا۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں صُبح کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج رات میں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو خواب میں دیکھا ہے حضورؐ نے فرمایا اے عثمان! ہمارے پاس افطاری کرنا، چنانچہ اُس دن حضرت عثمانؓ نے روزہ رکھا اور اُسی دِن ان کو شہید کر دیا گیا۔[3]

حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غُلام حضرت مُسلم ابُوسعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمانؓ نے بیسؔ غلام آزاد کئے اور شلوار منگوا کر اسے پہنا اور اسے اچھی طرح باندھ لیا، حالانکہ انہوں نے اس سے پہلے نہ جاہلیت میں شلوار پہنی تھی اور نہ اِسلام میں اور فرمایا گزشتہ رات میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو اور حضرت ابُوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو خواب میں دیکھا۔ ان حضرات نے مجھ سے فرمایا صبر کرو کیونکہ تم کل رات ہمارے پاس

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۳۳۲) (۲) اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۹۹) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۷۵) عن کثیر بن الصلت بنحوہ وکذا اخرجہ ابویعلی قال الہیثمی (ج ۷ ص ۲۳۲) وفیہ ابوعلقمۃ مولی عبدالرحمن بن عوف ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات۔ انتہی (۳) عند الحاکم (ج ۳ ص ۱۰۳) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح واخرجہ ابویعلی والبزار بنحوہ کما فی المجمع (ج ۷ ص ۲۳۲) واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۷۵) عن نافع بنحوہ

آکر افطار کر دگے پھر قرآن شریف منگوایا اور کھول کر اپنے سامنے رکھ لیا، چنانچہ جب وہ شہید ہوئے تو قرآن اسی طرح ان کے سامنے تھا۔[1]

حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا خواب میں مجھے میرے محبوب یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملے ۔ میں نے حضورؐ سے اُن کے بعد عراق والوں کی طرف سے پیش آنے والی تکلیفوں کی شکایت کی تو آپؐ نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ عنقریب تمہیں ان سے راحت مِل جائے گی، چنانچہ اس کے بعد حضرت علیؓ صرف تین دن ہی زندہ رہے۔[2]

حضرت ابُوصالح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو میں نے آپؐ سے آپؐ کی اُمت کی شکایت کی کہ وہ مجھے جھٹلاتے ہیں اور تکلیف پہنچاتے ہیں پھر میں رونے لگا۔ آپؐ نے فرمایا مت روؤ اور ادھر دیکھو میں نے ادھر دیکھا تو مجھے دو آدمی نظر آئے جو بیڑیوں میں بندھے ہوئے تھے۔ (بظاہر یہ حضرت علیؓ کا قاتل ابن مُلجم اور اُس کا ساتھی ہوگا) اور بڑے بڑے پتھر اُن دونوں کے سر پر مارے جارہے تھے جس سے ان کے سر ریزہ ریزہ ہوجاتے پھر سر ٹھیک ہوجاتے۔ (یوں ہی ان دونوں کو مسلسل عذاب دیا جارہا تھا) حضرت ابوصالح کہتے ہیں میں اگلے دِن اپنے روزانہ کے معمول کے مطابق صُبح کے وقت گھر سے حضرت علیؓ کی طرف چلا جب میں قصائیوں کے محلّے میں پہنچا تو مجھے کچھ لوگ ملے جنہوں نے بتایا کہ امیرالمؤمنین کو شہید کر دیا گیا ہے۔[3]

حضرت فِلفلہ جُعفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سُنا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرش سے چمٹے ہوئے ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضورؐ کی کمر کو پکڑے ہوئے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابُوبکرؓ کی کمر کو پکڑے ہوئے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت عمرؓ کی کمر کو پکڑے ہوئے ہیں اور میں نے دیکھا کہ آسمان سے زمین پر خون گر رہا ہے۔ جب حضرت حسنؓ نے یہ خواب سُنایا تو وہاں کچھ شیعہ لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے پوچھا کیا آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خواب میں نہیں دیکھا؟ حضرت حسنؓ نے فرمایا مجھے سب سے زیادہ تو یہی پسند ہے کہ میں حضرت علیؓ کو حضورؐ کی کمر پکڑے ہوئے دیکھتا لیکن کیا کروں میں نے خواب میں دیکھا ہی وہی ہے جو میں نے آپ لوگوں کو سُنایا ہے آگے اور بھی حدیث ہے۔[4]

---

(۱) عند عبداللہ وابی یعلی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۹۴) ورجالہما ثقات وللحدیث طرق اخری ذکرہا فی المجمع والبدایۃ وغیرہما (۲) اخرجہ العدنی (۳) عند ابی یعلی کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۶۱) (۴) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۹۴) رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر باختصار واسنادہ حسن ۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! میں نے آج رات عجیب خواب دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہیں اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آکر عرش کے ایک پائے کے پاس کھڑے ہو گئے پھر حضرت اُبوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور آکر حضورؐ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور حضرت ابوبکرؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور اُنہوں نے ہاتھ سے اِشارہ کر کے عرض کیا اے میرے رب! اپنے بندوں سے پُوچھ اُنہوں نے مجھے کس وجہ سے قتل کیا؟ اس کے بعد آسمان سے زمین کی طرف خُون کے دو پرنالے بہنے لگے۔ جب حضرت حسنؓ خواب بیان کر چکے تو کسی نے حضرت علیؓ سے کہا کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ حضرت حسنؓ کیا بیان کر رہے ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا جو انہوں نے خواب میں دیکھا ہے وہی بیان کر رہے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسنؓ نے فرمایا اس خواب کو دیکھنے کے بعد اب میں کسی جنگ میں شرکت نہیں کروں گا۔ اِس روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت حسنؓ نے فرمایا میں نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اپنا ہاتھ رکھا ہُوا تھا میں نے ان حضرات کے پیچھے بہت سا خُون دیکھا میں نے پُوچھا یہ خُون کیا ہے؟ کسی نے جواب میں کہا یہ حضرت عثمانؓ کا خُون ہے جس کا وہ اللہ سے مطالبہ کر رہے ہیں[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے دوپہر کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ کے بال بکھرے ہُوئے ہیں اور آپؐ پر گرد و غبار پڑا ہُوا ہے اور آپؐ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے میں نے پُوچھا یہ شیشی کیسی؟ آپؐ نے فرمایا اس میں حسینؓ اور اس کے ساتھیوں کا خُون ہے جسے میں صبح سے جمع کر رہا ہُوں پھر ہم نے دیکھا تو واقعی حضرت حسینؓ اُسی دن شہید ہُوئے تھے[2] ابن عبدالبر کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپؐ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خُون ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک دُوسرے کو خواب میں دیکھنا

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا پڑوسی تھا۔ میں نے اُن سے بہتر کبھی کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ رات بھر نماز پڑھتے اور دن بھر روزہ رکھتے اور لوگوں کے کاموں میں لگے رہتے۔ جب اُن کا اِنتقال

(۱) عند ابی یعلی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۹۶) رواہ کلہ ابو یعلی باسنادین و فی احدہما من لم اعرفہ و فی الآخر سفیان بن وکیع و ہو ضعیف۔ انتہی (۲) اخرجہ الخطیب فی تاریخہ (ج ۱ ص ۱۴۲) واخرجہ ابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۱ ص ۳۸۴) عن ابن عباس نحوہ

ہُوا تو مَیں نے اللہ سے دُعا کی کہ وہ مجھے خواب میں حضرت عمرؓ کی زیارت کرادے ، چُنانچہ مَیں نے اُنھیں خواب میں دیکھا کہ وہ کندھے پر چادر ڈالے ہُوئے مدینہ کے بازار سے آرہے ہیں۔ مَیں نے اُنھیں سلام کیا اُنھوں نے میرے سَلام کا جواب دیا۔ مَیں نے پُوچھا کیا حال ہے ؟ فرمایا خیریت ہے پھر مَیں نے پُوچھا آپ نے کیا پایا ؟ فرمایا اب حساب سے فارغ ہُوا ہُوں۔ اگر مَیں رحم کرنے والے رب کو نہ پاتا تو میرا وقار گِر جاتا[1]

حضرت عبّاس رَضِیَ اللہُ عَنہٗ فرماتے ہیں حضرت عمر رَضِیَ اللہُ عَنہٗ میرے بڑے گہرے دوست تھے ۔جب اُن کا اِنتقال ہُوا تو مَیں سال بھر اللہ سے دُعا کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ خواب میں حضرت عمرؓ کی زیارت کرادے ۔آخر سال گزرنے کے بعد مَیں نے اُنھیں خواب میں دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی سے پسینہ پُونچھ رہے ہیں۔ مَیں نے کہا اے امیرالمؤمنین! آپؓ کے رب نے آپؓ کے ساتھ کیا مُعاملہ کیا ؟ اُنھوں نے کہا اب مَیں (حساب سے) فارغ ہُوا ہُوں اگر میرا رب شفقت اور مہربانی کا مُعاملہ نہ کرتا تو میری عزّت اور وقار سب گِر جاتا[2]

حضرت ابن عبّاس رَضِیَ اللہُ عَنہُما فرماتے ہیں مَیں نے ایک سال اللہ سے دُعا کی کہ مجھے خواب میں حضرت عُمر بن خطّاب رَضِیَ اللہُ عَنہٗ کی زیارت کرادے ،چُنانچہ مَیں نے اُنھیں خواب میں دیکھا تو مَیں نے عرض کیا آپؓ کے ساتھ کیا ہُوا؟ فرمایا بڑے شفیق اور نہایت مہربان رَب سے واسطہ پڑا ۔ اگر میرے رب کی رحمت نہ ہوتی تو میری عِزّت خاک میں مِل جاتی[3]

حضرت ابن عُمر رَضِیَ اللہُ عَنہُمُ فرماتے ہیں مجھے اِس بات کا بہت شوق تھا کہ مجھے کسی طرح یہ پتہ چل جائے کہ مَرنے کے بعد حضرت عُمر رَضِیَ اللہُ عَنہٗ کے ساتھ کیا ہُوا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور مَیں نے خواب میں ایک محل دیکھا مَیں نے پُوچھا یہ کِس کا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عُمر بن خطّابؓ کا ہے۔ اِتنے میں حضرت عمرؓ محل سے باہر تشریف لائے ۔ اُنھوں نے چادر اوڑھی ہُوئی تھی ۔ ایسے لگ رہا تھا کہ ابھی غسل کر کے آئے ہوں۔ مَیں نے پُوچھا آپ کے ساتھ کیسا مُعاملہ ہُوا؟ فرمایا اچھا مُعاملہ ہُوا اگر میرا رب بخشنے والا نہ ہوتا تو میری عزّت خاک میں مِل جاتی پھر حضرت عمرؓ نے پُوچھا آپ لوگوں سے جُدا ہُوئے مجھے کتنا عرصہ ہو گیا ہے ؟ مَیں نے کہا بارہ سال ۔ فرمایا اب مَیں حِساب سے چھُوٹا ہُوں[4]

(۱) اخرجہ ابونعیم فی الحلیہ (ج ۱ ص ۵۴) (۲) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۷۵) (۳) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۷۵) (۴) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۴)

حضرت سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ایک انصاری صحابیؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اللہ سے دعا کی کہ مجھے خواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت کرا دے میں نے دس سال کے بعد انہیں خواب میں دیکھا کہ پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! آپ کا کیا بنا؟ فرمایا اب میں حساب سے فارغ ہوا ہوں۔ اگر میرے رب کی مہربانی نہ ہوتی تو میں ہلاک ہو جاتا۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حج سے واپسی پر میں (مکہ اور مدینہ کے درمیان) سُقیا مقام پر سو رہا تھا۔ میں نے خواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ چلتے ہوئے میرے پاس آئے اور (میری بیوی) حضرت اُمِ کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا میرے پہلو میں سو رہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے آکر اسے پاؤں سے ہلا کر جگایا پھر وہ پیٹھ پھیر کر چل دیئے۔ لوگ اُن کی تلاش میں چل پڑے۔ میں نے اپنے کپڑے منگوا کر پہنے اور میں بھی لوگوں کے ساتھ اُنہیں ڈھونڈنے لگا اور سب سے پہلے میں اُن تک پہنچا لیکن اللہ کی قسم! اُنہیں ڈھونڈنے میں میں بے حد تھک گیا میں نے کہا اللہ کی قسم! اے امیر المؤمنین! آپؓ نے تو لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا۔ جب تک تھک نہ جائے اُس وقت تک وہ آپ کو ڈھونڈ نہیں سکتا۔ اللہ کی قسم! جب میں اچھی طرح تھک گیا تب آپؓ مجھے ملے۔ اُنہوں نے فرمایا میرے خیال میں میں تو کوئی خاص تیز نہیں چلا (یہاں تک تو خواب ہے اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰنؓ فرماتے ہیں) اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں عبدالرحمٰن کی جان ہے! یہ حضرت عمرؓ کا سب سے آگے نکل جانا اُن کے اعمال کی وجہ سے ہے۔[2]

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا اے میرے بھائی! ہم دونوں میں سے جو پہلے مر جائے وہ اِس بات کی کوشش کرے کہ جو ساتھی دُنیا میں رہ گیا ہے وہ جانے والا اُسے خواب میں نظر آئے۔ میں نے کہا کیا ایسے ہو سکتا ہے؟ حضرت سلمانؓ نے کہا ہاں کیونکہ مؤمن کی رُوح آزاد رہتی ہے زمین پر جہاں چاہے چلی جاتی ہے۔ اور کافر کی رُوح قید میں ہوتی ہے، چنانچہ حضرت سلمان کا پہلے اِنتقال ہو گیا۔ ایک دِن دوپہر کو میں اپنی چارپائی پر سونے کے لئے لیٹا ابھی مجھے ہلکی سی نیند آئی تھی کہ ایک دم خواب میں حضرت سلمانؓ آ گئے۔ اُنہوں نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ۔ میں نے کہا اے ابو عبداللہ! اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

(1) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۳۷۶) (2) اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۳۷۶)

وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ آپ کو کیسا ٹھکانہ مِلا؟ فرمایا بہت عُمدہ۔ اور توکل کو لازم پکڑے رہنا کیونکہ توکل بہت عُمدہ چیز ہے۔ توکل کو لازم پکڑے رہنا کیونکہ توکل بہت عُمدہ چیز ہے۔ توکل کو لازم پکڑے رہنا کیونکہ توکل بہت عُمدہ چیز ہے[1] ابُونُعَیم کی روایت میں اِس طرح ہے کہ پھر حضرت سَلمانؓ کا پہلے اِنتقال ہوگیا تو حضرت عبداللہ بن سَلامؓ نے اُنہیں خواب میں دیکھا اُن سے پُوچھا اے ابوعبداللہ! آپ کا کیا حال ہے؟ حضرت سَلمانؓ نے کہا خیریت ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے پُوچھا آپ نے کونسے عمل کو سب سے افضل پایا؟ حضرت سلمانؓ نے فرمایا مَیں نے توکل کو عجیب چیز پایا[2]

حضرت عَوف بن مالک رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مَیں نے خواب میں کھال کا خیمہ اور سبز چراگاہ دیکھی اور خیمے کے اِردگرد بکریاں بیٹھی ہُوئی تھیں جو جُگالی کر رہی تھیں اور مینگنی کی جگہ عجوہ کھجُوریں نکل رہی تھیں۔ مَیں نے پُوچھا یہ خیمہ کس کا ہے؟ کسی نے بتایا حضرت عبدالرحمٰن بن عَوف رضی اللہ عنہ کا ہے، چُنانچہ ہم لوگوں نے کچھ دیر اِنتظار کیا پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ خیمہ سے باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ سب کچھ ہم کو اللہ نے قرآن کی وجہ سے دیا ہے لیکن اگر تم اس گھاٹی سے پرلی طرف جھانکو تو تمہیں ایسی نعمتیں نظر آئیں گی جنہیں تمہاری آنکھ نے کبھی دیکھا نہیں اور تمہارے کان نے کبھی سُنا نہیں اور جن کا خیال بھی تمہارے دِل میں نہیں آیا ہوگا۔ یہ نعمتیں اللہ نے حضرت ابُوالدَّرداء رضی اللہ عنہ کے لئے تیار کی ہیں کیونکہ وہ دونوں ہاتھوں اور سینے سے دُنیا کو دھکے دیا کرتے تھے (بڑے زاہد تھے)[3]

اِمام واقدی کے اساتذہ حضرات فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عَمرو بن حرام رضی اللہ عنہ نے فرمایا مَیں نے جنگِ اُحُد سے پہلے خواب میں حضرت مُبَشِّر بن عبدالمُنذِر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ مجھ سے کہہ رہے ہیں تم چند دِنوں میں ہمارے پاس آنے والے ہو۔ مَیں نے پُوچھا آپ کہاں ہیں؟ فرمایا ہم جنّت میں ہیں اور جہاں چاہتے ہیں جا کر چَر لیتے ہیں مَیں نے کہا کیا آپ جنگِ بدر کے دِن قتل نہیں ہُوئے تھے؟ فرمایا ہاں قتل تو ہُوا تھا لیکن پھر زندہ ہوگیا۔ مَیں نے جا کر یہ خواب حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں عرض کیا تو فرمایا اے ابوجابر! اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تمہیں (جنگِ اُحد میں) شہادت کا درجہ ملے گا[4]

(۱) اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۹۳) واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۰۵) عن المغیرۃ بن عبدالرحمن مختصرا (۲) واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۹۳) عن المغیرۃ نحوہ (۳) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۰) (۴) اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۰۴)

کن اسباب کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی غیبی مدد ہوا کرتی تھی اور وہ کس طرح ان اسباب کے ساتھ چمٹے رہتے تھے اور ان حضرات نے کس طرح اپنی نگاہ مادی اسباب اور فانی سامان سے ہٹا رکھی تھی۔

ناگواریوں اور سختیوں کو برداشت کرنا

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسلام ناگواریوں اور سختیوں کو لے کر اترا ہے یعنی ناگواریاں اور سختیاں برداشت کرنے سے اسلام کو ترقی ملتی ہے ہم نے سب سے زیادہ بھلائی ناگواری میں پائی، چنانچہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے (ہجرت کر کے بڑی ناگواری کے ساتھ) نکلے لیکن اللہ نے اسی ہجرت کی وجہ سے ہمیں بلندی اور کامیابی عطا فرمائی اسی طرح ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں گئے تھے اُس وقت ہمارا حال وہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بیان فرمایا ہے۔ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَکٰرِھُوْنَ ○ یُجَادِلُوْنَکَ فِی الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَیَّنَ کَاَنَّمَا یُسَاقُوْنَ اِلَی الْمَوْتِ وَھُمْ یَنْظُرُوْنَ ○ وَاِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّھَا لَکُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ تَکُوْنُ لَکُمْ (سورت انفال آیت ۵-۷) ترجمہ "اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو گراں سمجھتی تھی (اور) وہ اس مصلحت (کے کام) میں، بعد اس کے کہ اس کا ظہور ہوگیا تھا (اپنے بچاؤ کے لئے) آپ سے (بطور مشورہ) اس طرح جھگڑ رہے تھے کہ گویا کوئی ان کو موت کی طرف ہانکے لئے جاتا ہے، اور وہ دیکھ رہے ہیں اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ تم سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتے تھے کہ وہ تمہارے ہاتھ آجائے گی اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت (یعنی قافلہ) تمہارے ہاتھ آجاوے"۔ اور مسلح جماعت قریش کی تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سفر میں بھی ہمارے لئے بلندی اور کامیابی رکھ دی (حالانکہ یہ غزوہ ہماری مرضی کے بالکل خلاف ہوا تھا) خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے بھلائی کی بھلائی ناگواری میں پائی۔[۱]

حضرت محمد بن اسحاق بن یسار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا قصہ ذکر

[۱] اخرجہ البزار قال الھیثمی (ج ۶، ص ۷۴) وفیہ عبدالعزیز بن عمران وھو ضعیف

کیا ہے کہ جب حضرت خالدؓ یمامہ سے فارغ ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُنہیں یمامہ یہ خط لکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور اللہ کے بندے ابوبکرؓ کی طرف سے حضرت خالد بن ولید کے نام اور اُن مہاجرین انصار اور اخلاص کے ساتھ ان کا اتباع کرنے والوں کے نام جو حضرت خالد کے ساتھ ہیں، سَلَامٌ عَلَيْكُمْ۔ میں آپ لوگوں کے سامنے اُس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اَمّا بعد! تمام تعریفیں اُس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اپنے دوست کو عزت دی اور اپنے دشمن کو ذلیل کیا اور تمام گروہوں پر اکیلا ہی غالب آگیا وہ اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں اُس نے یہ فرمایا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ (سورت نور آیت ۵۵) ترجمہ "(اے مجموعۂ اُمت) تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں اُن سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا کہ ان سے پہلے (اہلِ ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو (اللہ تعالیٰ نے) ان کے لئے پسند فرمایا ہے (یعنی اسلام) اس کو ان کے (نفع آخرت کے) لئے قوت دے گا" حضرت ابوبکرؓ نے یہ پوری آیت لکھی اس کے بعد لکھا یہ اللہ کا وعدہ ہے جس کے خلاف کبھی نہیں ہو سکتا اور اللہ کا فرمان ایسا ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جہاد فرض کیا ہے اور قرآن میں فرمایا ہے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ (سورت بقرہ آیت ۲۱۶) ترجمہ "جہاد کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو (طبعاً) گراں (معلوم ہوتا) ہے" آیات لکھنے کے بعد لکھا اللہ نے تم سے جو وعدے کئے ہیں وہ سارے اللہ سے پورے کراؤ (جس کی صورت یہ ہے کہ اللہ نے ان وعدوں کے لئے جو شرطیں لگائی ہیں تم وہ شرطیں پوری کرو) اور اللہ نے جو کام تم پر فرض کئے ہیں اُن میں اللہ کی اطاعت کرو چاہے اس میں کتنی مشقت اُٹھانی پڑے اور کتنی زیادہ مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں اور کتنے دُور دُور کے سفر کرنے پڑیں اور کتنے مالی اور جانی نقصانات اُٹھانے پڑیں کیونکہ اللہ کے اجرِ عظیم کے مقابلے میں یہ سب کچھ، کچھ بھی نہیں۔ اللہ تم پر رحم کرے تم ہلکے ہو یا بھاری ہر حال میں اللہ کے راستے میں نکلو اور مال و جان لے کر خوب جہاد کرو پھر اس کے متعلق آیات لکھیں پھر لکھا غور سے سنو! میں نے حضرت خالدؓ بن ولید کو عراق جانے کا حکم دیا ہے اور کہا ہے کہ وہاں جا کر میرے دُوسرے حکم کا انتظار کرے، لہٰذا آپ لوگ سب اُن کے ساتھ جاؤ اور ان کا ساتھ چھوڑ کر زمین سے مت چمٹو کیونکہ یہ ایسا راستہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ اُس آدمی کو بہت بڑا اجر عطا فرماتے ہیں

جس کی نیت اچھی ہو اور جسے خیر کے کاموں کا بہت زیادہ شوق ہو۔ جب آپ لوگ عراق پہنچ جاؤ تو میرے حکم کے آنے تک وہیں رہو اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری دُنیا اور آخرت کے تمام ضروری کاموں کی کفایت فرمائے وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ [1] اور سختیاں اور تکلیفیں برداشت کرنے کے باب میں، ہجرت کے باب میں، نصرت کے باب میں اور جہاد کے باب وغیرہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے سختیاں اور تکلیفیں برداشت کرنے کے قصے تفصیل سے گزر چکے ہیں۔

ظاہر کے خلاف اللہ کے حکم کو پورا کرنا

حضرت عُتبہ بن عبد سُلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا اُٹھو اور (ان کافروں سے) جنگ کرو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور۔ ہم بالکل تیار ہیں اور ہم وہ نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ آپ جائیں اور آپ کا رب جائے اور آپ دونوں جنگ کریں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں بلکہ ہم تو یہ عرض کریں گے کہ اے محمدؐ! آپؐ جائیں اور آپؐ کا رب جائے، ہم بھی آپ کے ساتھ رہ کر جنگ کریں گے۔[2] جہاد کے باب میں حضرت مِقداد رضی اللہ عنہ کا اسی جیسا قول گزر چکا ہے جسے ابن ابی حاتم اور ابن مَردُوَیہ وغیرہ نے روایت کیا ہے اور حضرت سَعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی جلد اوّل صفحہ نمبر ۵۲۱ پر گزر چکا ہے کہ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیں اپنی سواریاں سمندروں میں ڈالنے کا حکم دیں تو ہم ڈال دیں گے اور اگر آپ ہمیں اس بات کا حکم دیں کہ ہم بَرکُ الغِماد تک اپنی سواریوں پر سفر کریں تو ہم ایسا ضرور کریں گے اور اسی طرح حضرت اَنس رضی اللہ عنہ کی روایت سے مسندِ احمد میں اور حضرت عَلقمہ بن وَقاص لیثی رضی اللہ عنہ کی روایت سے ابن مَردُوَیہ کی کتاب میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو یہ شرف بخشا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی نہ تو میں کبھی اس راستہ پر چلا ہوں اور نہ مجھے اس کا کچھ علم ہے لیکن آپ اگر یمن کے بَرکُ الغِماد تک جائیں گے تو ہم بھی آپ کے ساتھ ساتھ وہاں تک ضرور جائیں گے اور ہم اُن لوگوں کی طرح نہیں ہوں گے جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہہ دیا تھا اِذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَا اِنَّا ھٰھُنَا قَاعِدُوْنَ ترجمہ "آپ جائیں اور آپ کا رب بھی جائے آپ دونوں لڑائی کریں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں" بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں اِذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَا اِنَّا مَعَکُمْ مُّتَّبِعُوْنَ ترجمہ "آپ بھی جائیں اور آپ کا رب بھی جائے

(۱) اخرجہ البیہقی فی سننہ (ج ۹ ص ۱۷۹) (۲) اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۶ ص ۷۵) رجالہ ثقات

آپ دونوں لڑائی کریں اور ہم بھی آپ کے ساتھ ساتھ ہیں۔" ہو سکتا ہے کہ آپ تو کسی اور کام کے ارادے سے چلے ہوں اور اب اللہ تعالیٰ کچھ اور کام کروانا چاہتے ہوں یعنی آپ تو قافلۂ ابوسفیان کے مقابلے کے ارادے سے چلے تھے لیکن اب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ کافروں کے اِس لشکر سے لڑا جائے تو جو اللہ تعالیٰ کروانا چاہتے ہیں آپ اُسے دیکھیں اور اسے کریں اِس لیے اب (ہماری طرف سے آپ کو ہر طرح کا پُورا اختیار ہے) آپ جس سے چاہیں تعلقات بنائیں اور جس سے چاہیں تعلقات ختم کر دیں اور جس سے چاہیں دُشمنی رکھیں اور جس سے چاہیں صُلح کرلیں اور ہمارا مال جتنا چاہیں لے لیں، چُنانچہ حضرت سعدؓ کے اِس جواب پر یہ قرآن نازل ہُوا كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ (سُورت انفال آیت ۵) ترجمہ "جیسا کہ آپ کے رَب نے آپ کے گھر (اور بستی) سے مصلحت کے ساتھ آپ کو (بدر کی طرف) روانہ کیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اِس کو گراں سمجھتی تھی۔" اُموی نے اپنی مغازی میں اِس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس میں یہ مضمون مزید ہے کہ آپ ہمارا جتنا مال چاہیں لے لیں اور جتنا چاہیں ہمیں دے دیں اور جو مال آپ ہم سے لیں گے وہ ہمیں اس سے زیادہ محبوب ہوگا جو آپ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے اور آپ جو حکم دیں گے ہمارا معاملہ اس حکم کے تابع ہوگا۔

اللہ پر توکّل کرنا اور باطل والوں کو جھوٹا سمجھنا

حضرت عبداللہ بن عوف بن اُحمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اَنبار شہر سے نہروان والوں کی طرف جانے لگے تو مسافر بن عوف بن احمر نے اُن سے کہا اے امیر المؤمنین! آپ اس گھڑی میں نہ چلیں بلکہ جب دِن چڑھے تو تین گھڑیاں گزر جائیں پھر یہاں سے چلیں۔ حضرت علیؓ نے پُوچھا کیوں؟ اُس نے کہا اگر آپؓ اس گھڑی میں چلیں گے تو آپؓ کو اور آپؓ کے ساتھیوں کو بہت تکلیفیں آئیں گی اور سخت نقصان ہوگا اور اگر آپ اس گھڑی میں سفر شروع کریں جو مَیں نے بتائی ہے تو آپ کامیاب ہوں گے اور دشمن پر غلبہ پائیں گے اور آپ کو مقصد حاصل ہو جائے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا نہ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نجومی تھا اور نہ ان کے بعد ہمارے ہاں اب تک کوئی تھا کیا تمہیں معلوم ہے کہ میری اس گھوڑی کے پیٹ میں کیا ہے؟ اُس نے کہا اگر مَیں حساب لگاؤں تو پتہ چلا سکتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا جو تمہاری اِس بات کو سچا مانے گا وہ قرآن کو جھٹلانے والا ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ

اللہ نے جن اعمال سے عزت دی ہے اُن اعمال سے عزت تلاش کرنا

حضرت طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت اَبُو عُبَیدہ بن جَرّاح رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ مُلکِ شام میں تھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لائے تھے حضرت عمرؓ کے ساتھ اور صحابہؓ بھی چل رہے تھے۔ چلتے چلتے راستہ میں پانی کا ایک گھاٹ آگیا۔ حضرت عمرؓ اپنی اُونٹنی پر سوار تھے وہ اُونٹنی سے نیچے اُترے اور موزے اُتار کر اپنے کندھے پر رکھ لئے اور اپنی اُونٹنی کی نکیل پکڑ کر اس گھاٹ میں سے گزرنے لگے تو حضرت اَبُو عُبَیدہؓ نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! آپ یہ کیا کر رہے ہیں کہ موزے اُتار کر کندھے پر رکھ لئے ہیں اور اُونٹنی کی نکیل پکڑ کر اس گھاٹ میں سے گزرنے لگے ہیں؟ مجھے اِس بات سے بالکل خوشی نہیں ہوگی کہ اس شہر والے آپ کو (اس حال میں) دیکھیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اوہو اے اَبُو عُبَیدہ! اگر آپ کے علاوہ کوئی اور یہ بات کہتا تو میں اُسے ایسی سخت سزا دیتا جس سے حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ساری اُمت کو عبرت ہوتی۔ ہم تو سب سے زیادہ ذلیل قوم تھے، اللہ نے ہمیں اِسلام کے ذریعہ عزت عطا فرمائی اب جس اِسلام کے ذریعے اللہ نے ہمیں عزت عطا فرمائی ہے ہم جب بھی اس کے علاوہ کسی اور چیز سے عزت حاصل کرنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل کر دیں گے۔[1]

حضرت طارق بن شہاب رحمۃ اللہ عَلَیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام پہنچے تو (شام کے) لشکر حضرت عمرؓ کو ملنے کے لئے آئے اُس وقت حضرت عمرؓ نے چادر باندھی ہوئی تھی اور موزے پہنے ہوئے تھے اور پگڑی باندھی ہوئی تھی اور اپنے اُونٹ کی نکیل پکڑ کر پانی میں سے گزر رہے تھے تو حضرت عمرؓ سے ایک آدمی نے کہا اے امیر المؤمنین! (شام کے) لشکر اور شام کے جرنیل آپ سے ملنے کے لئے آئے ہیں اور آپ کا یہ حال ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمیں اللہ تعالیٰ نے اِسلام کے ذریعہ سے عزت دی ہے۔ لہٰذا ہم اِسلام کے علاوہ کسی اور چیز میں عزت تلاش نہیں کر سکتے۔[2]

حضرت طارق بن شہاب رحمۃ اللہ عَلَیہ کہتے ہیں حضرت اَبُو عُبَیدہ بن جَرّاح رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا اے امیر المؤمنین! آپ نے تو ایسا کام کر دیا ہے جو اس علاقہ والوں کے نزدیک بہت بڑا (یعنی بڑے عیب والا) کام ہے۔ آپ نے اپنے موزے اُتار دیئے ہیں اور اپنی سواری (سے نیچے اُتر کر اس) کی نکیل پکڑ رکھی ہے اور بے تکلف

(۱) اخرجہ الحاکم (ج ۱ ص ۶۱) قال الحاکم ہٰذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ ووافقہ الذہبی فقال علی شرطہما (۲) اخرجہ الحاکم ایضاً (ج ۱ ص ۶۲)

وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ (سورت لقمان آیت ۳۴) ترجمہ "بے شک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحم میں ہے"۔ جس چیز کے جاننے کا تم نے دعویٰ کیا ہے اُس کے جاننے کا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دعویٰ نہیں کیا تھا اور کیا تم یہ بھی کہتے ہو کہ تم اس گھڑی کو بھی جانتے ہو جس میں سفر شروع کرنے والے کو نقصان ہوگا؟ اُس نے کہا ہاں میں جانتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا جو تمہاری اس بات کو سچا مان لے گا اُسے تو ناگواریوں اور پریشانیوں کے دُور کرنے میں اللہ کی ضرورت نہیں رہے گی اور جو تمہاری اس بات کو مان لے گا وہ تو اپنے ربّ اللہ کو چھوڑ کر اپنا ہر کام تمہارے سپرد کر دے گا کیونکہ تم دعویٰ کر رہے ہو کہ تم وہ گھڑی جانتے ہو جس میں سفر شروع کرنے والا ہر شر اور تکلیف سے محفوظ رہے گا لہٰذا اس بات پر جو ایمان لے آئے گا مجھے تو اُس کے بارے میں یہی خطرہ ہے کہ وہ اُس آدمی کی طرح ہو جائے گا جو اللہ کے علاوہ کسی اور کو اللہ کا مقابل اور ہمسر بنالے۔ اے اللہ! اچھا اور بُرا شگون وہی ہے جو تُو نے مقدّر فرمایا ہے اور خیر وہی ہے جو تُو عطا فرمائے اور تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں (اے مسافر!) ہم تجھے جھٹلاتے ہیں، لہٰذا ہم تیری مخالفت کریں گے اور ہم اُسی گھڑی میں سفر شروع کریں گے جس میں سفر کرنے سے تو منع کر رہا ہے۔ پھر حضرت علیؓ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے لوگو! ان ستاروں کا علم سیکھنے سے بچو، البتہ ستاروں کا صرف اتنا علم سیکھو جس سے خشکی اور سمندر کی تاریکی میں راستہ معلوم ہو سکے۔ نجومی تو کافر کی طرح ہے اور کافر جہنم میں جائے گا (پھر مسافر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا) اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ خبر ملی کہ تُو ستاروں کو دیکھ کر ان کے مطابق عمل کرتا ہے تو جب تک تُو زندہ رہا اور میں زندہ رہا اُس وقت تک میں تجھے قید میں رکھوں گا اور جب تک میری خلافت رہے گی تجھے وظیفہ نہیں دوں گا پھر حضرت علیؓ نے اُسی گھڑی میں سفر شروع کیا جس سے مسافر نے منع کیا تھا اور جا کر نہروان والوں پر غلبہ پا کر اُنہیں قتل کیا پھر فرمایا اگر ہم اُس گھڑی میں سفر شروع کرتے جس کا مسافر کہہ رہا تھا اور پھر ہم کامیاب ہوتے اور دشمن پر غالب آتے تو لوگ یہی کہتے کہ نجومی نے جس گھڑی میں سفر شروع کرنے کو کہا تھا اُس گھڑی میں حضرت علیؓ نے سفر شروع کیا تھا اس وجہ سے دشمن پر غالب آگئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کوئی نجومی نہیں تھا اور اُن کے بعد ہمارے ہاں بھی کوئی نہیں تھا لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے کسریٰ اور قیصر کے ملکوں پر اور دوسرے ملکوں پر ہمیں فتح عطا فرمائی۔ اے لوگو! اللہ پر توکل کرو اور اسی پر اعتماد کرو کیونکہ اللہ جس کے کام بنائے گا اُسے کسی اور کی ضرورت نہیں رہے گی[1]

[1] اخرجہ الحارث والخطیب فی کتاب النجوم کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۵)

گھاٹ میں گھس گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت اَبُوعُبَیدہؓ کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا او ہو۔ اے اَبُوعُبَیدہ! کاش یہ بات تمہارے علاوہ کوئی اور کہتا تمہاری تعداد لوگوں میں سب سے کم تھی اور تم لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل تھے اللہ نے اِسلام کے ذریعہ تمہیں عزت عطا فرمائی تو اب جب بھی تم اِسلام کے علاوہ کسی اور چیز میں عزت تلاش کرو گے، اللہ تمہیں ذلیل کر دیں گے۔[1]

حضرت قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام تشریف لائے تو وہ اُونٹ پر سوار تھے۔ تمام لوگ اُن کے اِستقبال کے لئے باہر آئے لوگوں نے کہا یہاں کے بڑے اور ممتاز لوگ آپ سے ملنے آئیں گے، اِس لئے اچھا یہ ہے کہ آپ تُرکی گھوڑے پر سوار ہو جائیں حضرت عمرؓ نے فرمایا بالکل نہیں۔ پھر آسمان کی طرف اِشارہ کر کے فرمایا تم لوگ عزت یہاں سے یعنی زمین کے سامان سے سمجھتے ہو، حالانکہ عزت تو وہاں سے (یعنی اللہ کے دینے سے) ملتی ہے میرے اُونٹ کا راستہ چھوڑ دو۔[2]

حضرت اَبُوالغَالیہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر بن خَطّاب رضی اللہ عنہ بَیتُ المَقدَس کے راستہ میں جابیہ شہر میں پہنچے تو وہ ایک خاکی اُونٹ پر سوار تھے اور اُن کے سر کا وہ حصہ دُھوپ میں چمک رہا تھا جہاں سے بال اُتر گئے تھے۔ اُن کے سر پر نہ ٹوپی تھی اور نہ پگڑی۔ اور رکاب نہ ہونے کی وجہ سے اُن کے دونوں پاؤں کجاوے کے دونوں طرف ہل رہے تھے اَنبجان شہر کی اُونی چادر اُونٹ پر ڈالی ہوئی تھی جب اُونٹ پر سوار ہوتے تو اسے اُونٹ پر ڈال لیتے اور جب نیچے اُترتے تو اسے بچھونا بنا لیتے اور ان کا تھیلا ایک دھاری دار چادر تھی جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی جب سوار ہوتے تو اسے تھیلا بنا لیتے اور جب سواری سے اُترتے تو اُسے تکیہ بنا لیتے اور اُنہوں نے دھاری دار کھدّر کا کُرتہ پہنا ہوا تھا جس کا ایک پہلو پھٹا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے پاس قوم کے سردار کو بُلا کر لاؤ۔ لوگ وہاں کے پادریوں کے سردار کو بُلا کر لائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے اس کُرتے کو سی کر دھو دو اور اتنی دیر کے لئے کوئی کپڑا یا کُرتہ عاریۃً دے دو وہ پادری کَتّان کپڑے کا کُرتہ لے آیا حضرت عمرؓ نے پُوچھا یہ کونسا کپڑا ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ کَتّان ہے۔ حضرت عمرؓ نے پُوچھا کَتّان کپڑا کیا ہوتا ہے؟ لوگوں نے اس کپڑے کی تفصیل بتائی۔ حضرت عمرؓ نے اپنا کُرتہ اُتار کر اسے دیا اُس نے اس میں پیوند لگایا اور دھو کر لے آیا حضرت عمرؓ نے ان کا جو کُرتہ پہن رکھا تھا وہ اُتار کر انہیں دے دیا اور اپنا کُرتہ پہن لیا اس پادری نے حضرت عمرؓ سے

(1) عند الحاکم ایضا (ج ۳ ص ۸۲) واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۴۷) عن طارق نحوہ وابن المبارک وہناد والبیہقی فی شعب الایمان عنہ نحوہ کما فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۰۰) (2) عند ابی نعیم ایضا فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۴۷)

کہا آپ عربوں کے بادشاہ ہیں ہمارے اِس علاقے میں اُونٹ کی سواری ٹھیک نہیں (اور نہ آپ کا یہ کرتہ ٹھیک ہے) اِس لئے اگر آپ کسی اور اچھے کپڑے کا کرتہ پہن لیں اور تُرکی گھوڑے کی سواری کریں اس سے رومیوں کی نگاہ میں آپ کی قدرومنزلت بڑھ جائے گی حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم لوگوں کو اللہ نے اِسلام کے ذریعے عزت عطا فرمائی ہے، لہٰذا اللہ کے (دین کے) علاوہ کسی اور کا ہم سوچ بھی نہیں سکتے اِس کے بعد اُن کی خدمت میں ایک تُرکی گھوڑا لایا گیا اُس پر کاٹھی اور کجاوے کے بغیر ہی ایک موٹی چادر ڈال دی گئی وہ اس پر سوار ہوئے (وہ گھوڑا اکڑ کر چلنے لگا تو) حضرت عمرؓ نے فرمایا اِسے روکو، اِسے روکو (کیونکہ یہ شیطان کی طرح چل رہا ہے) اِس سے پہلے میں نے لوگوں کو شیطان پر سوار ہوتے ہُوئے کبھی نہیں دیکھا تھا پھر اُن کا اُونٹ لایا گیا اور وہ گھوڑے سے اُتر کر اُسی پر سوار ہو گئے[1]

غلبہ و عزت کی حالت میں بھی ذِمیّوں کی رعایت کرنا

حضرت ابُو نہیک اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ رحمۃ اللہ علیہما کہتے ہیں ہم ایک لشکر میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ایک آدمی نے سُورت مریم پڑھی تو دُوسرے آدمی نے حضرت مریم اور اُن کے بیٹے (حضرت عیسٰی) علیہما السّلام کو بُرا بھلا کہا (بظاہر یہ آدمی یہُودی ہوگا) ہم نے اسے مار مار کر لہولہان کر دیا۔ جس اِنسان پر ظلم ہوتا تھا وہ جا کر حضرت سلمانؓ سے شکایت کیا کرتا تھا، چنانچہ اُس آدمی نے بھی جا کر حضرت سلمانؓ سے شکایت کر دی اِس سے پہلے اُس نے کبھی ان سے کوئی شکایت نہیں کی تھی۔ حضرت سلمانؓ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم نے اس آدمی کو کیوں مارا ہے؟ ہم نے کہا ہم نے سُورت مریم پڑھی تھی اس نے حضرت مریمؑ اور ان کے بیٹے کو بُرا بھلا کہا۔ انہوں نے فرمایا تم لوگوں نے انہیں سُورت مریم کیوں سُنائی؟ کیا آپ لوگوں نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سُنا؟ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (سُورت انعام آیت ۱۰۸) ترجمہ "اور دُشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہِ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے" اے جماعتِ عرب! کیا آپ لوگوں کا مذہب سب سے زیادہ بُرا نہیں تھا؟ آپ لوگوں کا علاقہ سب سے بُرا نہیں تھا؟ کیا آپ لوگوں کی زندگی سب سے زیادہ بُری نہیں تھی؟ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو عزت دی اور آپ لوگوں کو سب کچھ دیا کیا آپ لوگ یہ چاہتے ہو کہ اللہ کی دی ہُوئی عزت کی وجہ سے لوگوں کی پکڑ کرتے رہو؟ اللہ کی قسم! یا تو آپ لوگ اس کام سے باز آ جاؤ ورنہ جو کچھ آپ لوگوں کے ہاتھ میں ہے اللہ تعالیٰ اسے تم سے لے کر دُوسروں کو دے دیں گے پھر حضرت سلمانؓ ہمیں سکھلانے لگے اور فرمایا مغرب اور عشاء کے درمیان نوافل پڑھا کرو کیونکہ ان نوافل

[1] اخرجہ ابن ابی الدنیا کذا فی البدایۃ (ج ۷، ص ۶۰)

میں بہت سا قرآن پڑھ لینے کی وجہ سے تمہارے روز کے قرآن پڑھنے کی مقررہ مقدار میں کمی ہو جائے
جائے گی اور اس طرح رات کا شروع کا حصہ بے کار ہونے سے بچ جائے گا کیونکہ جس کا رات کا
شروع کا حصہ بے کار گذر جائے گا تو اس کا رات کا آخری حصہ یعنی تہجد کا وقت بھی بیکار گزرے گا۔[1]

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم چھوڑ دیں اُن کی بُری حالت سے عبرت حاصل کرنا

حضرت جُبیر بن نُفیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب قبرص جزیرہ فتح ہوا تو وہاں کے رہنے والے سارے غلام بنا لیئے گئے اور انہیں مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا وہ ایک دوسرے کی جدائی پر رو رہے تھے میں نے دیکھا کہ حضرت ابُو الدَّرداء رضی اللہ عنہ اکیلے بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں میں نے پوچھا اے ابُو الدَّرداء! آج تو اللہ نے اسلام اور اہل اسلام کو عزت عطا فرمائی ہے تو آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا اے جُبیر! تیرا بھلا ہو اس مخلوق نے جب اللہ کے حکم کو چھوڑ دیا تو یہ اللہ کے ہاں کتنی بے قیمت ہو گئی۔ پہلے تو یہ زبردست اور غالب قوم تھی اور انہیں بادشاہت حاصل تھی لیکن انہوں نے اللہ کا حکم چھوڑ دیا تو اب ان کا وہ بُرا حال ہو گیا جو تم دیکھ رہے ہو۔[2] ابن جریر کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ اب تو ان کا وہ بُرا حال ہو گیا جو تم دیکھ رہے ہو کہ ان پر اللہ نے غلامی مسلط کر دی اور جب کسی قوم پر اللہ غلامی مسلط کر دیں تو سمجھ لو کہ اللہ کو ان کی کوئی ضرورت نہیں (کیونکہ ان کی اللہ کے ہاں کوئی قیمت نہیں رہی)۔[3]

نیت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرنا اور آخرت کو مقصود بنانا

حضرت ابن ابی مریم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت مُعاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ اعمال کونسے ہیں جن سے اس اُمت کے سارے کام ٹھیک رہتے ہیں؟ حضرت مُعاذؓ نے کہا تین اعمال ہیں اور تینوں نجات دلانے والے ہیں ایک اخلاص ہے اور اخلاص وہ عملِ فطرت ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اور دُوسرا عمل نماز ہے اور وہ مذہب کا اہم شعبہ ہے اور تیسرا عمل (امیر کی) اطاعت ہے اور اطاعت ہی بچاؤ کا سامان ہے۔

---

(۱) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۰۱) (۲) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۶) (۳) اخرجہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۳ ص ۳۱۸) عن جبیر نحوہ

حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ نے ٹھیک کہا۔ جب حضرت عمرؓ وہاں سے آگے چلے گئے تو حضرت معاذؓ نے اپنے پاس بیٹھنے والوں سے فرمایا غور سے سنو! (اے عمرؓ!) آپ کا زمانہ بعد والوں کے زمانے سے بہتر ہے کیونکہ آپ کے بعد اُمّت میں اختلاف ہو جائے گا (اور سنو) اب یہ حضرت عمرؓ بھی دُنیا میں تھوڑا عرصہ ہی رہیں گے۔[1]

حضرت ابو عبدہ العنبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب مسلمان مدائن فتح کر کے اس میں داخل ہوئے اور مالِ غنیمت جمع کرنے لگے تو ایک آدمی اپنے ساتھ ایک ڈبّہ لایا اور لا کر مالِ غنیمت جمع کرنے والے ذمّہ دار کو دے دیا۔ اس ذمّہ دار کے ساتھیوں نے کہا اس ڈبّہ جیسا قیمتی سامان تو ہم نے کبھی دیکھا نہیں (کیونکہ اس میں بادشاہ نے سب سے زیادہ قیمتی ہیرے جواہرات رکھے ہوئے تھے) اور ہمارے پاس جتنا مالِ غنیمت آچکا ہے اس سب کی قیمت اس کے برابر تو کیا اس کے قریب بھی نہیں ہو سکتی۔ پھر ان لوگوں نے لانے والے سے پُوچھا کیا آپ نے اس میں سے کچھ لیا ہے؟ اُس نے کہا غور سے سنو اللہ کی قسم! اگر اللہ کا ڈر نہ ہوتا تو میں اسے آپ لوگوں کے پاس کبھی نہ لاتا۔ اس جواب سے وہ لوگ سمجھ گئے کہ یہ آدمی بڑی شان والا ہے۔ اُنہوں نے پُوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا نہیں اللہ کی قسم! نہیں۔ اپنے بارے میں میں نہ تو آپ لوگوں کو بتاؤں گا کیونکہ آپ لوگ میری تعریف کرنے لگ جائیں گے اور نہ کسی اور کو بتاؤں گا کیونکہ پھر لوگ میری سچی جھوٹی تعریف کرنے لگ جائیں گے بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرتا ہوں اور اس کے ثواب پر راضی ہوں (پھر وہ آدمی چلا گیا) تو اُن لوگوں نے ایک آدمی اُس کے پیچھے بھیجا۔ وہ آدمی (اس کے پیچھے چلتے چلتے) اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا پھر اس نے اس کے ساتھیوں سے اس کے بارے میں پُوچھا تو وہ حضرت عامر بن عبدقیس رحمۃ اللہ علیہ نکلے۔[2]

حضرت محمد، حضرت طلحہ اور حضرت مُہلّب وغیرہ حضرات کہتے ہیں (قادسیہ کی جنگ کے موقع پر) حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! یہ لشکر بڑا امانت دار ہے۔ اگر بدر والوں کو پہلے فضیلت نہ ملی ہوتی تو اللہ کی قسم! میں کہتا اس لشکر کی بھی بدر والوں جیسی فضیلت ہے۔ بہت سی قوموں کو میں نے غور سے دیکھا۔ اُن میں مالِ غنیمت جمع کرنے کے بارے میں بہت سی کمزوریاں نظر آئیں لیکن میرے خیال میں اس لشکر والوں میں ایسی کوئی کمزوری نہیں اور نہ میں نے ان کی کسی کمزوری کے بارے

(۱) اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۹) (۲) اخرجہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۳ ص ۱۲۸)

میں کسی سے کچھ سُنا ہے۔[1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اُس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! قادسیہ والوں میں سے کسی کے بارے میں ہمیں یہ اِطلاع نہیں ملی کہ وہ آخرت کے ساتھ ساتھ دُنیا بھی چاہتا ہو، البتہ ہمیں (ہزاروں کے لشکر میں سے) صرف تین آدمیوں کے بارے میں شُبہ ہُوا (کہ شاید یہ دُنیا بھی چاہتے ہوں) لیکن تحقیق کرنے پر وہ بھی امانتدار اور بڑے زاہد نکلے۔ وہ تین حضرات یہ ہیں حضرت طُلَیحہ بن خویلد، حضرت عَمرو بن مَعدِیکَرِب اور حضرت قیس بن مکشوح رضی اللہ عنہم۔[2]

حضرت قیس عجلی رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کی تلوار، کمر کی پیٹی اور زیب وزینت کا سامان لایا گیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا جن لوگوں نے یہ سارا کا سارا مالِ غنیمت یہاں پہنچا دیا ہے وہ واقعی بڑے امانتدار ہیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا چونکہ آپ خود پاکدامن ہیں، اِس لئے رعایا بھی پاک دامن ہو گئی۔[3]

اللہ تعالیٰ سے قرآن مجید اور اذکار کے ذریعہ مدد چاہنا

حضرت زید بن اسلم رحمۃُ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عُمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مصر فتح ہونے میں دیر لگ رہی ہے تو انہوں نے حضرت عَمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

"اَمّا بعد! مجھے اِس بات پر بہت تعجب ہے کہ مِصر کی فتح میں آپ لوگوں کو دیر لگ رہی ہے۔ آپ ان سے کئی سالوں سے لڑ رہے ہیں اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آپ لوگوں نے نئے نئے کام شروع کر دیئے ہیں اور جیسے آپ لوگوں کے دُشمن کو دُنیا سے محبت ہے ایسے ہی آپ لوگوں کے دِلوں میں بھی دُنیا کی محبت آگئی ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کی مدد صرف اُن کی سچی نیت کی وجہ ہی سے کرتے ہیں اور مَیں نے آپ کے پاس چار آدمی بھیجے ہیں اور آپ کو بتا رہا ہُوں کہ میرے عِلم کے مطابق ان میں سے ہر آدمی ہزار آدمیوں کے برابر ہے ہاں دُنیا کی محبت جس نے دُوسروں کو بدلا ہے

(۱) اخرجہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۳ ص ۱۲۸) من طریق سیف (۲) اخرجہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۳ ص ۱۲۸)
(۳) اخرجہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۳ ص ۱۲۸)

وہ ان کو بھی بدل دے تو اور بات ہے۔ جب میرا یہ خط آپ کو ملے تو آپ لوگوں میں بیان کریں اور ان کو دشمن سے لڑنے کے لئے اُبھاریں اور ان کو صبر کی اور نیت خالص کرنے کی ترغیب دیں اور ان چاروں کو سب لوگوں سے آگے رکھیں اور لوگوں سے کہیں کہ وہ سب اکٹھے مل کر ایک دم دشمن پر حملہ کریں اور یہ حملہ جمعہ کے دن زوال کے وقت کریں کیونکہ یہ ایسی گھڑی ہے جس میں رحمت نازل ہوتی ہے اور دُعا قبول ہوتی ہے اور سب اللہ کے سامنے خوب گڑگڑائیں اور اس سے اپنے دُشمن کے خلاف مدد مانگیں۔"

جب یہ خط حضرت عمروؓ کے پاس پہنچا تو حضرت عمروؓ نے لوگوں کو جمع کر کے یہ خط سُنایا پھر ان چار آدمیوں کو بُلا کر لوگوں کے آگے کیا اور پھر لوگوں سے کہا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھیں اور پھر اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے مدد مانگیں، چُنانچہ ایسا کرنے سے اللہ نے اُن کے لئے مصر فتح کر دیا۔[1]

حضرت عبداللہ بن جعفر اور عیاش بن عباس وغیرہ حضرات کچھ کمی بیشی کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو مصر فتح کرنے میں دیر لگی تو انہوں نے مدد طلب کرنے کے لئے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا حضرت عمرؓ نے اُن کی مدد کے لیئے چار ہزار آدمی بھیجے اور ہر ہزار پر ایک آدمی کو امیر بنایا اور ان کو حضرت عمر بن خطاب نے یہ خط لکھا کہ میں آپ کی مدد کے لیئے چار ہزار آدمی بھیج رہا ہوں۔ ہر ہزار پر ایک ایسا آدمی امیر مقرر کیا ہے جو ہزار کے برابر ہے وہ چار حضرات یہ ہیں حضرت زبیر بن عوام، حضرت مقداد بن اسود بن عمرو، حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہم اور آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ کے ساتھ بارہ ہزار آدمی ہیں اور بارہ ہزار کا لشکر تعداد کی کمی کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو سکتا (کسی گناہ کی وجہ سے ہو سکتا ہے)۔[2]

حضرت عیاض اشعری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں جنگ یرموک میں شریک تھا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے لشکر کے پانچ امیر تھے، حضرت ابو عبیدہ، حضرت یزید بن ابی سفیان حضرت شرحبیل بن حسنہ، حضرت خالد بن ولید اور حضرت عیاض رضی اللہ عنہم۔ یہ حضرت عیاض دُوسرے صاحب ہیں اس حدیث کے راوی نہیں ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جب جنگ ہو تو آپ لوگوں کے امیر حضرت ابو عبیدہؓ ہوا کریں گے پھر ہم نے حضرت

---

(۱) اخرجہ ابن عبدالحکم (۲) عند ابن عبد الحکم ایضاً کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۵۱)

عمرؓ کو مدد طلب کرنے کے لئے خط میں یہ لکھا کہ موت بڑے جوش و خروش سے ہماری طرف بڑھ رہی ہے۔ انہوں نے ہمیں جواب میں یہ لکھا کہ مدد طلب کرنے کے لئے آپ لوگوں کا خط میرے پاس آیا۔ میں آپ لوگوں کو ایسی ذات بتاتا ہوں جس کی مدد بڑی زور دار ہے اور جس کا لشکر ہر جگہ موجود ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، لہٰذا اسی سے مدد مانگو کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگِ بدر میں مدد ہوئی حالانکہ ان کی تعداد تم سے کم تھی[1]۔ احمد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جب آپ لوگوں کو میرا یہ خط ملے تو آپ لوگ ان سے جنگ کریں اور مجھ سے دوبارہ مدد طلب نہ کریں۔ راوی کہتے ہیں ہم نے اُن سے جنگ کی اور انہیں خوب قتل کیا اور انہیں چار فرسخ یعنی بارہ میل تک شکست دی اور ہمیں بہت سا مالِ غنیمت ملا پھر ہم نے مشورہ کیا تو حضرت عیاضؓ نے ہمیں یہ مشورہ دیا کہ ہر مسلمان کے چھڑوانے کے بدلے دس کافر دے دیں۔ راوی کہتے ہیں حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا گھوڑا دوڑانے میں کون مجھ سے بازی لگاتا ہے؟ اس پر ایک نوجوان نے کہا اگر آپ خفا نہ ہوں تو میں۔ چنانچہ یہ نوجوان دوڑ میں حضرت ابو عبیدہؓ سے آگے نکل گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت ابو عبیدہؓ بغیر زین کے گھوڑے پر سوار ہیں اور اُس نوجوان کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور اُن کے بالوں کی دونوں مینڈھیاں زور زور سے ہل رہی ہیں[2]۔

حضرت محمد، حضرت طلحہ اور حضرت زیاد رحمۃ اللہ علیہم اپنی اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نوجوان حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ مستقل لگا رکھا تھا جو کہ قاریوں میں سے تھا۔ جب حضرت سعدؓ نمازِ ظہر پڑھا چکے تو اُس نوجوان کو حکم دیا کہ وہ سورتِ جہاد یعنی سورتِ انفال پڑھے اور تمام مسلمان یہ سورت سیکھے ہوئے تھے، چنانچہ لشکر کا جو حصہ قریب تھا اُس نوجوان نے اُن کے سامنے وہ سورتِ جہاد پڑھی پھر وہ سورت لشکر کے ہر دستے میں پڑھی گئی جس سے تمام لوگوں کے دلوں میں ذوق شوق بڑھ گیا اور سب نے اس کے پڑھتے ہی سکون محسوس کیا[3]۔ حضرت مسعود بن خراش کی روایت میں یہ ہے کہ لوگ سورتِ جہاد سیکھے ہوئے تھے اِس لئے حضرت سعد نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ایک دوسرے کے سامنے اِسے پڑھیں[4]۔ حضرت ابراہیم بن حارث

(۱) ذکرہ فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۵) فی خلافۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ وسقط عنہ ذکر مخرجہ قلت اخرجہ احمد عن عیاض الاشعری فذکر نحوہ الا انہ قال وقال عمر اذا کان علیکم القتال (۲) قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۱۳) رجالہ رجال الصحیح انتہی وقال ابن کثیر فی تفسیرہ (ج ۱ ص ۴۰۰) وہذا اسناد صحیح وقد اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ واختارہ الحافظ الضیاء المقدسی فی کتابہ۔ انتہی (۳) اخرجہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۴ ص ۲۰) من طریق سیف (۴) حضرت ابن جریر ایضاً من طریق سیف عن علام۔

تیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا اور ہمیں حکم دیا کہ ہم صبح اور شام اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا (سورت مؤمنین آیت ۱۱۵) پڑھا کریں، چنانچہ ہم یہ آیت پڑھتے رہے جس سے ہم خود صحیح سالم رہے اور ہمیں مالِ غنیمت بھی ملا۔[1]

حضرت محمد، حضرت طلحہ اور حضرت زیاد رحمۃ اللہ علیہم اپنی اپنی سند سے یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ سب لوگ اپنی جگہ ٹھہرے رہیں اور ظہر کی نماز پڑھنے تک کچھ حرکت نہ کریں آپ لوگ جب ظہر پڑھ لیں گے تو میں زور سے اللہ اکبر کہوں گا اُس وقت آپ لوگ بھی اللہ اکبر کہیں اور تیاری شروع کر دیں اور آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ زور سے اللہ اکبر کہنا آپ لوگوں سے پہلے کسی کو نہیں دیا گیا اور یہ آپ لوگوں کو مضبوط اور طاقتور بنانے کے لئے دیا گیا ہے پھر جب آپ لوگ دوسری مرتبہ اللہ اکبر سُنیں تو آپ لوگ بھی اللہ اکبر کہیں اور اپنی تیاری مکمل کر لیں پھر جب میں تیسری مرتبہ اللہ اکبر کہوں تو آپ لوگ بھی اللہ اکبر کہیں اور آپ لوگوں میں جو گھوڑے سوار ہیں وہ میدانِ جنگ میں اُترنے اور دشمن پر حملہ کرنے کے لئے پیدل ساتھیوں کا حوصلہ بڑھائیں پھر جب میں چوتھی مرتبہ اللہ اکبر کہوں تو آپ سب لوگ اکٹھے چل پڑیں اور دشمن میں گھس جائیں اور لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ پڑھتے رہیں۔"[2]

حضرت محمد، حضرت طلحہ اور حضرت زیاد رحمۃ اللہ علیہم اپنی اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ جب قاری حضرات آیاتِ جہاد کی تلاوت سے فارغ ہو گئے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے زور سے اللہ اکبر کہا اسے سُن کر ان کے قریب والوں نے اللہ اکبر کہا اس طرح ایک دوسرے سے سُن کر سارے لوگوں نے اللہ اکبر کہا اس سے لوگوں میں حملہ کی تیاری کے لئے حرکت شروع ہو گئی پھر حضرت سعدؓ نے دوبارہ اللہ اکبر کہا تو لوگوں نے تیاری مکمل کر لی پھر انہوں نے تیسری مرتبہ اللہ اکبر کہا تو بہادرانِ لشکر آگے بڑھے اور انہوں نے گھمسان کی لڑائی شروع کر دی۔ آگے اور بھی حدیث ذکر کی ہے۔[3]

(۱) اخرجہ ابونعیم فی المعرفۃ وابن مندہ کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۳۲۷) قال فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۱۵) لطریق ابن مندہ لا باس بہا (۲) اخرجہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۴ ص ۸۷) من طریق سیف واخرجہ ایضا من طریق سیف عن عمرو بن الریان عن مصعب بن سعد مثلہ (۳) عند ابن جریر ایضا من طریق سیف

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے بال مُبارک کے ذریعہ مدد طلب کرنا

حضرت جعفر بن عبداللہ بن حکم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جنگِ یرموک کے دِن اپنی ایک ٹوپی نہ پائی تو ساتھیوں سے فرمایا اسے تلاش کرو۔ اُنہوں نے تلاش کیا تو اُنہیں نہ ملی فرمایا اور تلاش کرو اور تلاش کیا گیا تو مِل گئی۔ لوگوں نے دیکھا تو وہ بالکل پُرانی ٹوپی تھی حضرت خالدؓ نے فرمایا ایک دفعہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے عُمرہ کیا پھر بال مُنڈوائے لوگ آپؐ کے بالوں پر جھپٹ پڑے۔ مَیں نے بھی آگے بڑھ کر آپ کی پیشانی کے بال اُٹھا لیئے اور اس ٹوپی میں رکھ لیئے۔ جب مَیں کسی لڑائی میں شریک ہوتا ہُوں اور یہ ٹوپی میرے پاس ہوتی ہے تو مجھے اللہ کی غیبی نصرت ضرور نصیب ہوتی ہے۔[1]

حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے چند بال مُبارک رکھے ہُوئے تھے۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا جب بھی میرا کسی لشکر سے مقابلہ ہوتا ہے اور یہ ٹوپی میرے سر پر ہوتی ہے تو مجھے فتح ضرور عطا ہوتی ہے۔[2]

فضیلت والے اعمال میں ایک دُوسرے سے آگے بڑھنے کا شوق

حضرت شَقیق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم نے دِن کے شروع میں جنگِ قادسیہ میں لڑائی شروع کی۔ جب ہم واپس آئے تو نماز کا وقت ہوچکا تھا اور مُوذّن صاحب زخمی ہوچکے تھے، اِس لیئے ہر مسلمان یہ چاہنے لگا کہ اذان کی سَعادت اُسے ہی نصیب ہو اور اتنا تقاضا بڑھا کہ قریب تھا کہ آپس میں تلواروں سے لڑ پڑیں آخر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان میں اذان کے لیئے قُرعہ اندازی کی اور ایک آدمی کا نام قُرعہ میں نِکلا اور اُس نے اذان دی۔[3]

(۱) اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۴۹) رواہ الطبرانی وابو یعلی بنحوہ ورجالہما رجال الصحیح وجعفر سمع من جماعۃ من الصحابۃ فلا ادری سمع من خالد ام لا انتہی واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۹۹) عن عبدالحمید بن جعفر عن ابیہ مثلہ قال الذہبی منقطع واخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۵۹) عن عبدالحمید بن جعفر عن ابیہ مثلہ (۲) ذکرہ فی الکنز (ج ۷ ص ۳۱) عن عبدالحمید بن جعفر رواہ ابونعیم (۳) اخرجہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۴ ص ۰۷) من طریق سیف عن عبداللہ بن شبرمۃ۔

دُنیا کی زیب و زینت کو بے قیمت سمجھنا

حضرت مَعقِل بن یَسار رضی اللہ عنہ حضرت نعمان بن مُقَرِّن رضی اللہ عنہ کی اِمارت میں اصفہان کے فتح ہونے کے بارے میں لمبی حدیث ذکر کرتے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت نعمانؓ لشکر لے کر اصفہان کے قریب پہنچے تو ان کے اور اصفہان کے درمیان دریا تھا۔ حضرت نعمانؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو قاصد بنا کر اصفہان بھیجنا چاہا۔ اُن دِنوں اصفہان میں ذُوالحاجِبَین بادشاہ تھا اُس نے آنے والے صحابی کو مرعُوب کرنے کے لئے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ کیا میں اپنا دربار فوجی انداز سے سجا کر بیٹھوں یا شاہانہ شان و شوکت سے سجاؤں۔ اُس کے ساتھیوں نے شاہانہ شان و شوکت کا مشورہ دیا، چنانچہ اُس نے شاہی طریقے سے اپنا دربار سجایا۔ خود شاہی تخت پر بیٹھا اور سر پر شاہی تاج رکھا اور درباری اس کے گرد دو صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے۔ ان لوگوں نے دیباج کے ریشمی کپڑے پہن رکھے تھے ان کے کانوں میں بالیاں اور ہاتھوں میں کنگن تھے حضرت مُغیرہ بن شعبہؓ دربار میں آئے وہ سر جھکائے تیزی سے چل رہے تھے۔ اُن کے ہاتھ میں نیزہ اور ڈھال تھی اور لوگ دو صفیں بنائے بادشاہ کے گرد قالین پر کھڑے تھے حضرت مُغیرہؓ نیزے پر ٹیک لے کر چل رہے تھے جس سے وہ قالین پھٹ گیا۔ ایسا انہوں نے قصداً کیا تاکہ یہ ان لوگوں کے لئے بدفالی ہو۔ ذوالحاجبین نے ان سے کہا اے جماعت عرب! تم لوگ سخت فاقہ اور مشقت میں مبتلا ہو، اِس لئے اپنے ملک سے نِکل کر ہمارے ہاں آ گئے ہو۔ اگر تم چاہو تو ہم تمہیں غلّہ دے دیتے ہیں، اِسے لے کر تم اپنے ملک واپس چلے جاؤ پھر حضرت مُغیرہؓ نے گفتگو شروع فرمائی۔ پہلے اَللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا ہم عرب لوگ واقعی بہت بُرے تھے مُردار جانور کھایا کرتے تھے اور بڑے کمزور تھے تمام لوگوں کا ہم پر زور چلتا تھا۔ ہمارا کسی پر نہیں چلتا تھا پھر اللہ نے ہم میں ایک رسُول بھیجا جو ہمارے شریف خاندان کا تھا جس کا حسب ہم میں سب سے اعلیٰ تھا جس کی بات سب سے زیادہ سچی تھی اُنہوں نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ یہ جگہ فتح ہو کر ہمیں ملے گی اور اب تک ہم اُن کے تمام وعدوں کو سچا پا چکے ہیں اور میں یہاں بڑے شاندار کپڑے اور قیمتی سامان دیکھ رہا ہوں مجھے یقین ہے کہ میرے ساتھی انہیں لئے بغیر یہاں سے نہیں جائیں گے۔ آگے اور بھی حدیث ہے۔[1]

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۹۳) واخرجہ الطبرانی عن معقل نحوہ بطولہ قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۱۷) رجالہ رجال الصحیح غیر علقمۃ بن عبد اللہ المزنی وہو ثقۃ ۔

حضرت محمد، حضرت طلحہ، حضرت عمروؒ اور حضرت زیاد رحمۃُ اللہ علیہم اپنی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آدمی بھیج کر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور صحابہ کی ایک جماعت کو بلایا اور فرمایا میں آپ لوگوں کو ان لوگوں (رستم وغیرہ) کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں اس بارے میں آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ اُن سب حضرات نے کہا آپ جو حکم فرمائیں گے ہم تابعدار ہیں اور اس پر پکے رہیں گے (یعنی ہم جانے کے لئے تیار ہیں) اور وہاں جا کر جب کوئی ایسا مسئلہ پیش ہوگا جس میں آپ کی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں ہوا ہوگا تو ہم اس چیز کے بارے میں غور کریں گے جو زیادہ مناسب اور لوگوں کے لئے زیادہ مفید ہے اور جو سمجھ میں آئے گا وہ ہم اُن لوگوں کو بتائیں گے۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا عقلمند تجربہ کار لوگ ایسے ہی کیا کرتے ہیں اب آپ لوگ جائیں اور جانے کی تیاری کریں۔ حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا عجمی لوگوں کے اپنے طور طریقے اور آداب ہیں جب ہم سب اُن کے پاس جائیں گے تو وہ سمجھیں گے کہ ہم نے ان کا بڑا اہتمام کیا ہے لہٰذا آپ اُن کے پاس ایک سے زیادہ آدمی نہ بھیجیں۔ باقی تمام حضرات نے بھی اس بات میں حضرت ربعیؓ کی تائید کی۔ اس کے بعد حضرت ربعیؓ نے کہا آپ سب مجھے بھیج دیں اس پر حضرت سعدؓ نے انہیں بھیجنے کا فیصلہ کر دیا، چنانچہ حضرت ربعیؓ رستم کے لشکرگاہ میں اس سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے۔ پل پر جو سپاہی مقرر تھے انہوں نے حضرت ربعیؓ کو روک لیا اور ان کے آنے کی اطلاع دینے کے لئے آدمی رستم کے پاس بھیجا۔ رستم نے فارس کے بڑے سرداروں سے مشورہ کیا اور یہ سوال کیا کہ ہم کیا صرف اپنی تعداد کے زیادہ ہونے پر فخر کریں یا شاہی اور قیمتی سامان دکھا کر عربوں کا بے حیثیت ہونا ظاہر کریں اور اس طرح انہیں مرعوب کریں۔ سب کا اسی پر اتفاق ہوا کہ شاہی اور قیمتی سامان کا مظاہرہ کیا جائے چنانچہ خزانے سے نکال کر انہوں نے زیب وزینت کا سارا سامان سجا ڈالا اور ہر طرف قیمتی گدّے، بچھونے اور قالین بچھا دیئے اور خزانے میں کوئی چیز نہ رہنے دی۔ رستم کے لئے سونے کا تخت رکھا گیا اسے بیش قیمت شاندار کپڑے پہنائے گئے اور قیمتی قالین بچھائے گئے اور ایسے تکیے رکھے گئے جو سونے کی تاروں سے بُنے ہوئے تھے (حضرت ربعیؓ کو پل کے سپاہیوں نے آگے جانے کی اجازت دے دی تو) حضرت ربعیؓ اپنے گھوڑے پر چل پڑے گھوڑے کے بال زیادہ اور قد چھوٹا تھا۔ اُن کے پاس ایک چمکدار تلوار تھی اور اسے پُرانے کپڑے میں لپیٹا ہوا تھا اور ان کے نیزے پر چمڑے کے تسمے بندھے ہوئے تھے اور اُن کے پاس گائے کی کھال کی بنی ہوئی ڈھال تھی جس پر روٹی کے مانند گول سُرخ چمڑا لگا ہوا تھا اور اُن

کے ساتھ ان کی کمان اور تیر بھی تھے۔ جب اس شاہی دربار کے قریب پہنچے اور سب سے پہلا بچھا ہوا قالین آگیا تو ان لوگوں نے ان سے کہا کہ نیچے اُتر جائیں لیکن یہ اپنے گھوڑے کو اس قالین پر لے گئے۔ جب وہ پُوری طرح قالین پر چڑھ گیا تب یہ اس سے نیچے اُترے اور پھر دو تکیوں کو لے کر انہیں پھاڑا اور گھوڑے کی لگام کی رسّی اس میں سے گزار کر گھوڑے کو اس سے باندھ دیا وہ لوگ انہیں ایسا کرنے سے نہ روک سکے حضرت ربعیؓ دیکھتے ہی سمجھ گئے تھے کہ یہ لوگ اپنا شاہی ٹھاٹھ باٹھ دِکھا کر ہمیں مرعوب کرنا چاہتے ہیں، اس لیئے انہوں نے یہ کام قصداً کیا تاکہ ان لوگوں کو پتہ چلے کہ انہوں نے اس سب کچھ سے کوئی اثر نہیں لیا اور انہوں نے زرہ پہنی ہوئی تھی جو حوض کی طرح لمبی چوڑی تھی اور اُونٹ کے گدّے کو بیچ میں سے کاٹ کر بطور قبا کے اسے پہن رکھا تھا اور سَن کی رسّی سے اسے درمیان سے باندھ رکھا تھا اور یہ عربوں میں سب سے زیادہ بالوں والے تھے اُنہوں نے اُونٹ کے چمڑے والی لگام سے اپنے بالوں کو باندھا ہوا تھا اور ان کے سر کے بالوں کی چار مینڈھیاں تھیں جو پہاڑی بکری کے سینگوں کی طرح کھڑی ہوئی تھیں۔ ان لوگوں نے کہا آپ اپنے ہتھیار اتار کر یہاں رکھ دیں۔ اُنہوں نے کہا میں آپ لوگوں کے پاس خود نہیں آیا ہوں جو میں آپ کے کہنے پر اپنے ہتھیار اُتار دوں آپ لوگوں نے مجھے بُلایا ہے جیسے میں چاہتا ہُوں ویسے مجھے آنے دیتے ہیں، پھر تو ٹھیک ہے ورنہ، میں واپس چلا جاتا ہُوں۔ ان لوگوں نے رُستم کو بتایا رُستم نے کہا اسے ایسے ہی آنے دو وہ ایک ہی تو آدمی ہے ان کے نیزے کے آگے لوکدار تیز پھل لگا ہُوا تھا وہ چھوٹے چھوٹے قدم رکھ کر اس نیزے پر ٹیک لگا کر چلنے لگے اور وہ یُوں قالینوں اور بچھونوں میں سُوراخ کرتے جارہے تھے اور اس طرح انہوں نے ان کے تمام قالین پھاڑ دیئے اور خراب کر دیئے جب یہ رُستم کے قریب پہنچے تو پہرے داروں نے انہیں گھیرے میں لے لیا اور یہ بچھونے میں نیزہ گاڑ کر خود زمین پر بیٹھ گئے ان لوگوں نے کہا آپ نے ایسا کیوں کیا ؟ فرمایا ہم تمہاری زینت کے اس سامان پر بیٹھنا نہیں چاہتے پھر رُستم نے اُن سے بات شروع کی اور کہا آپ لوگ مُلکِ عرب سے کیوں آئے ہیں؟ فرمایا اللہ نے ہمیں بھیجا ہے اور وہی ہمیں یہاں اِس لیئے لے کر آیا ہے تاکہ ہم جسے وہ چاہے اسے بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ کی عبادت کی طرف اور دُنیا کی تنگی سے نکال کر دُنیا کی وُسعت کی طرف اور ظلم والے ادیان سے نکال کر عدل والے دین اسلام کی طرف لے آئیں۔ اس کے بعد آگے ویسے حدیث ذکر کی ہے جیسے حضرت عمرؓ کے زمانہ خِلافت میں صحابہؓ کے دعوت دینے کے باب میں گزر چکی ہے۔ آگے حدیث میں یہ ہے کہ رُستم نے اپنی قوم کے سرداروں سے کہا تمہارا ناس ہو کپڑوں کو مت

دیکھو سمجھداری، گفتگو اور سیرت کو دیکھو۔ عرب کے لوگ کپڑے اور کھانے کا خاص اہتمام نہیں کرتے ہاں خاندانی صفات کی بڑی حفاظت کرتے ہیں۔ اِس حدیث میں یہ بھی ہے کہ پھر وہ لوگ حضرت رِبعیؓ کے ہتھیاروں پر اعتراض کرنے لگے اور اُن کے ہتھیاروں کو معمولی اور گھٹیا بتلانے لگے اس پر اُنہوں نے اُن سے کہا تم اپنی جنگی مہارت مجھے دِکھاؤ میں اپنی تمہیں دِکھاتا ہُوں۔ یہ کہہ کر چیتھڑے میں سے اپنی تلوار باہر نکالی تو وہ آگ کے شعلے کی طرح چمک رہی تھی۔ اُن لوگوں نے کہا بس کریں اور اسے نیام میں رکھ لیں، چُنانچہ انہوں نے اسے نیام میں رکھ لیا پھر حضرت رِبعیؓ نے اُن کی ڈھال پر تیر مارا تو وہ پھٹ گئی اور ان لوگوں نے حضرت رِبعیؓ کی ڈھال پر تیر مارا تو وہ نہ پھٹی بلکہ صحیح سالم رہی پھر فرمایا اے فارس والو! تم لوگوں نے کھانے پینے اور لباس کو بڑا کام بنا رکھا ہے ہم انہیں چھوٹے کام سمجھتے ہیں۔ پھر حضرت رِبعیؓ انہیں غور کرنے کے لیئے (تین دِن کی) مُہلت دے کر واپس چلے گئے۔ اگلے دن رُستم نے پیغام بھیجا کہ اُسی آدمی کو پھر بھیج دیں اس پر حضرت سعدؓ نے حضرت حُذیفہ بن محصن رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ بھی حضرت رِبعیؓ کی طرح معمولی کپڑوں میں اور سیدھی سادی حالت میں چلے۔ جب پہلے قالین کے پاس پہنچے تو وہاں والوں نے کہا اب آپ سواری سے نیچے اُتر جائیں۔ اُنہوں نے فرمایا مَیں تب اُترتا اگر مَیں اپنی ضرورت کے لیئے آتا۔ تم جاکر اپنے بادشاہ سے پوچھو کہ مَیں اُس کی ضرورت کی وجہ سے آیا ہُوں یا اپنی ضرورت کی وجہ سے۔ اگر وہ کہے مَیں اپنی ضرورت کی وجہ سے آیا ہُوں تو بالکل غلط کہتا ہے اور مَیں تمہیں چھوڑ کر واپس چلا جاؤں گا اور اگر وہ کہے مَیں اُس کی ضرورت کی وجہ سے آیا ہُوں تو پھر تم لوگوں کے پاس ویسے آؤں گا جیسے مَیں چاہوں گا اس پر رُستم نے کہا اسے اپنے حال پر چھوڑ دو جیسے آتا ہے آنے دو، چُنانچہ حضرت حُذیفہؓ وہاں سے آگے چلے اور رُستم کے پاس جاکر کھڑے ہوگئے۔ رُستم اپنے تخت پر بیٹھا ہُوا تھا اُس نے کہا نیچے اُتر جائیں۔ حضرت حُذیفہؓ نے کہا مَیں نہیں اُتروں گا۔ جب اُنہوں نے اُترنے سے اِنکار کر دیا تو رُستم نے اُن سے پُوچھا کہ کیا بات ہے آج آپ آئے ہیں ہمارے کل والے ساتھی نہیں آئے؟ حضرت حُذیفہؓ نے کہا ہمارے امیر سختی نرمی ہر حال میں ہمارے درمیان برابری کرنا چاہتے ہیں۔ کل وہ آئے تھے، آج میری باری ہے۔ رُستم نے کہا آپ لوگ کیوں آئے ہیں؟ فرمایا اللہ نے ہمیں اپنا دین عطا فرما کر ہم پر بڑا احسان فرمایا، ہمیں اپنی نشانیاں دکھائیں یہاں تک کہ ہم نے اُسے پہچان لیا حالانکہ ہم اس سے پہلے اُسے بالکل نہیں جانتے تھے پھر اللہ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تمام لوگوں کو تین باتوں میں سے ایک بات کی دعوت دیں۔ اِن باتوں میں سے جسے بھی وہ مان لیں گے

اُسے ہم قبول کرلیں گے۔ پہلی بات یہ ہے کہ اسلام لے آؤ، اگر اسلام لے آؤ گے تو ہم تمہیں چھوڑ کر واپس چلے جائیں گے دُوسری بات یہ ہے کہ اگر اسلام نہیں لاتے تو پھر جزیہ ادا کرو اگر جزیہ ادا کرو گے اور تمہیں ضرورت پڑی تو ہم تمہاری دُشمن سے حفاظت کریں گے۔ تیسری بات یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں منظور نہ ہوں تو پھر لڑائی اور مقابلہ۔ رُستم نے کہا کیا چند دن تک کے لیئے صُلح ہوسکتی ہے؟ فرمایا ہاں تین دن تک کے لیئے ہوسکتی ہے لیکن وہ تین دن کل گزشتہ سے شمار ہوں گے جب رُستم نے حضرت حُذیفہؓ سے بھی وہی جواب پایا جو حضرت رِبعیؓ سے سُنا تھا تو اُس نے حضرت حُذیفہؓ کو واپس کر دیا اور اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا تمہیں میری رائے سمجھ میں کیوں نہیں آرہی؟ کل ہمارے پاس پہلا آدمی آیا وہ ہم پر غالب آگیا اور ہمارے قالین پر نہ بیٹھا (بلکہ ہمارے انتظامات چھوڑ کر) ہماری زمین پر بیٹھ گیا اور اُس نے اپنا گھوڑا ہماری زینت کے سامان کے اُوپر کھڑا کیا اور ہم نے زینت کے لیئے جو تکیے رکھے تھے اُن کے ساتھ اپنا گھوڑا باندھ دیا اسے اچھی فال لینے کا موقع مِل گیا کیونکہ وہ ہماری زمین کو بھی اپنے ساتھیوں کے پاس لے گیا اور زمین میں جو کچھ تھا اُسے بھی لے گیا ان تمام باتوں کے باوجود وہ عقلمند بھی بہت تھا۔ آج یہ دُوسرا آدمی ہمارے پاس آیا تو یہ آکر ہمارے سر پر کھڑا ہوگیا یہ بھی اچھی فال لے کر گیا ہے یہ تو ہمیں نکال کر ہماری زمین پر قبضہ کرلے گا (رُستم کے ساتھیوں نے رستم کی باتوں کا سخت جواب دیا) اور ان میں بات چیت اتنی بڑھی کہ رُستم کو بھی غصّہ آگیا اور اُس کے ساتھیوں کو بھی۔ اگلے دن رُستم نے پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس ایک آدمی بھیجو، چنانچہ مُسلمانوں نے حضرت مُغیرہ بن شُعبہؓ کو بھیجا۔[1] حضرت ابوعثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت مُغیرہ رضی اللہ عنہ پُل پر پہنچے اور پل پار کر کے فارس والوں کے پاس جانا چاہا تو انہیں پہرے داروں نے روکا اور رُستم سے اُن کے بارے میں اجازت طلب کی اور اُنہوں نے صحابہ کرامؓ کو مرعوب کرنے کے لیئے جو شاہی انتظامات کر رکھے تھے وہ سارے اُسی طرح سے تھے۔ اُنہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی تھی۔ اُن لوگوں نے تاج اور قیمتی کپڑے جو کہ سونے کے تاروں سے بُنے ہُوئے تھے پہنے ہُوئے تھے اور تیر پھینکنے سے تیر جتنی دُور جاتا ہے اُتنی دُور تک قالین بچھائے ہُوئے تھے اُن پر چل کر ہی آدمی اُن کے بادشاہ تک پہنچ سکتا تھا۔ بہرحال رستم کے اجازت دینے پر حضرت مغیرہؓ وہاں سے آگے چلے اُن کے سر کے بالوں کی چار مینڈھیاں بنی ہُوئی تھیں۔ وہ چلتے چلتے جا کر رستم کے ساتھ اُس کے تخت اور گدّے پر بیٹھ گئے اس پر وہ سب لوگ حضرت مغیرہؓ پر جھپٹے

(۱) اخرجہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۴ ص ۳۴) من طریق سیف

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا :

"سَلَامٌ عَلَیْکَ! اَمَّابعد! آپ کا خط میرے پاس آیا جس میں آپ نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ رومیوں نے بہت زیادہ لشکر جمع کر لیئے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ ہماری مدد سامان یا لشکر کی کثرت کی وجہ سے نہیں کی تھی ہم حضورؐ کے ساتھ غزوات میں جایا کرتے تھے اور ہمارے پاس صرف دو گھوڑے ہوتے تھے اور اُونٹ بھی ضرورت سے کم ہوتے تھے، اس لیئے اُن پر باری باری سوار ہوتے تھے اور جنگِ اُحد کے دِن ہم حضورؐ کے ساتھ تھے اور ہمارے پاس صرف ایک گھوڑا تھا جس پر حضورؐ سوار تھے۔ اس بے سروسامانی میں اللہ تعالیٰ مخالفوں کے خلاف ہماری مدد کرتے تھے۔ اے عمرو! آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ کی سب سے زیادہ ماننے والا وہ ہے جو گناہوں اور معاصی سے سب سے زیادہ نفرت کرنے والا ہے، لہٰذا آپ اللہ کی اطاعت کرو اور اپنے ساتھیوں کو اس کی اطاعت کا حکم کرو۔"[1]

حضرت عُبادہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضرت خالدؓ سے کہا رومی کتنے زیادہ ہیں اور مسلمان کتنے کم ہیں حضرت خالدؓ نے فرمایا نہیں رومی کتنے کم ہیں اور مسلمان کتنے زیادہ ہیں لشکر کا کم زیادہ ہونا آدمیوں کی تعداد سے نہیں ہوتا بلکہ جس لشکر کو اللہ کی مدد حاصل ہو وہ زیادہ ہے اور جو اللہ کی مدد سے محروم ہو وہ کم ہے (میں عراق سے شام تک کا سفر بڑی تیزی سے کر کے آیا ہوں، اِس لیئے) زیادہ چلنے کی وجہ سے میرے گھوڑے اَشقر کے کھر گھِس گئے ہیں اور اس کے کھروں میں درد ہو رہا ہے۔ کاش کہ میرا گھوڑا ٹھیک ہوتا اور ان رومیوں کی تعداد دُگنی ہوتی تو پھر مزہ آتا۔[2]

صَحَابہ کرامؓ کے غالب آنے کے بارے میں دشمنوں نے کیا کہا

حضرت زُہری رحمۃ اللہ عَلَیْہ کہتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا اور عرب کے بہت سے لوگ مرتد ہو کر اسلام سے خارج ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ مقابلہ کے لیئے مدینہ سے چلے۔ جب بقیع کی طرف ایک پانی پر پہنچے تو انہیں مدینہ کے

[1] اخرجہ الطیالسی من طریق الواقدی کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۵) واخرجہ الطبرانی فی الاوسط عن عبداللہ بن عمرو بن العاص نحوہ قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۷) وفیہ الشاذکونی والواقدی وکلاھما ضعیف۔ انتہی [2] اخرجہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۴ ص ۵۹۴)

اور بڑبڑائے اور جھنجھوڑ کر اُنہیں تخت سے نیچے اُتار دیا۔ حضرت مغیرہؓ نے فرمایا ہمیں تو یہ خبر پہنچی تھی کہ آپ لوگ بڑے سمجھدار ہیں لیکن مَیں نے آپ لوگوں سے زیادہ بیوقوف قوم کوئی نہیں دیکھی۔ ہم تمام عرب لوگ آپس میں برابر ہیں۔ ہم میں سے کوئی کسی کو اپنا غلام نہیں بناتا ہاں کسی سے جنگ ہو تو پھر اور بات ہے۔ میرا خیال تھا کہ آپ لوگ بھی آپس میں ہماری طرح رہتے ہوں گے اور آپ لوگوں نے جو کچھ کیا اِس سے اچھا تو یہ تھا کہ مجھے پہلے ہی بتا دیتے کہ آپ لوگ آپس میں برابر نہیں بلکہ ایک دُوسرے کے رب ہیں اگر رُستم کے ساتھ بیٹھنا آپ لوگوں کے خیال میں ٹھیک نہیں ہے تو آئندہ ہم ایسا نہیں کریں گے۔ آپ لوگوں کے پاس میں خُود نہیں آیا ہُوں۔ آپ لوگوں نے بُلایا تو مَیں آیا ہُوں۔ آج مجھے پتہ چلا ہے کہ تمہارا نظام ڈھیلا پڑ چُکا ہے اور تم لوگ مغلوب ہونے والے ہو اور اس طور طریقہ پر اور اس سمجھ پر مُلک باقی نہیں رہ سکتا۔ یہ باتیں سُن کر عام لوگ کہنے لگے اَللہ کی قسم! یہ عربی بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے ان کے چودھری کہنے لگے اللہ کی قسم! اس نے تو ایسی بات کہی ہے کہ ہمارے غلام ہمیں ہمیشہ اس کی طرف کھینچتے رہیں گے۔ اللہ ہمارے پہلوں کو غارت کرے کس قدر احمق تھے کہ ان عربوں کی بات کو معمُولی سمجھتے رہے (آج یہ اتنے زوروں پر آگئے ہیں انہیں چاہیئے تھا کہ ان عربوں کو شروع میں ہی کچل دیتے) اِس کے بعد راوی نے باقی حدیث ذکر کی ہے جس میں رُستم کے سوالات اور حضرت مُغیرہؓ کے جوابات کا ذکر ہے[1]

دُشمن کی تعداد اور ان کے سامان کے زیادہ ہونے کی طرف توجہ نہ کرنا

حضرت اَبُوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں مَیں غزوۂ مُوتہ میں شریک ہُوا۔ جب مُشرکین ہمارے قریب پہنچے تو ہمیں بہت زیادہ سامان، ہتھیار، گھوڑے، ریشمی کپڑے اور سونا نظر آیا اور یہ سب کچھ اتنا زیادہ تھا کہ اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا تھا اسے دیکھ کر میری تو آنکھیں چُندھیا گئیں مجھے یُوں متاثر ہوتا ہُوا دیکھ کر حضرت ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوہریرہ! ایسے نظر آرہا ہے کہ تم بہت زیادہ لشکر دیکھ رہے ہو؟ مَیں نے کہا جی ہاں! انہوں نے فرمایا تم ہمارے ساتھ غزوۂ بدر میں نہیں تھے تعداد یا سامان کی کثرت کی وجہ سے ہماری مدد نہیں ہوئی تھی[2]

(۱) اخرجہ ابن جریر (ج ۳ ص ۳۶) من طریق سیف (۲) اخرجہ البیہقی من طریق الواقدی کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۴۴) وذکرہ فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۱۹۰) عن الواقدی مقتصرا علی قول ثابت

بارے میں خطرہ محسوس ہُوا، اِس لئے حضرت ابوبکرؓ مدینہ واپس آگئے (اور دُوسروں کو بھیجنے کا ارادہ کیا) اور حضرت خالد بن ولید بن مُغیرہ سَیفُ اللہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرما کر لوگوں کو ان کے ساتھ جانے کی دعوت دی اور حضرت خالدؓ کو حکم دیا کہ وہ قبیلہ مُضر کے علاقہ میں جائیں اور وہاں جتنے لوگ مُرتد ہو چکے ہیں اُن سے جنگ کریں پھر وہاں سے یمامہ جا کر مُسیلمہ کذّاب سے جنگ کریں، چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ وہاں سے لشکر لے کر چلے اور پہلے طلیحہ کذّاب اَسدی سے جنگ کی اَللہ نے طُلَیحہ کو شکست دی عُیَینہ بن حِصن بن حُذَیفہ فزاری بھی طُلَیحہ کذّاب کے پیچھے لگ گیا تھا جب طُلَیحہ نے دیکھا کہ اُس کے ساتھیوں کو بہت زیادہ شکست ہو رہی ہے تو اُس نے کہا تمہارا ناس ہو تم لوگوں کو شکست کیوں ہو جاتی ہے؟ اِس پر اُس کے ساتھی نے کہا میں آپ کو بتاتا ہُوں کہ ہمیں شکست کیوں ہو جاتی ہے؟ اِس کی وجہ یہ ہے کہ ہم میں سے ہر آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کا ساتھی اس سے پہلے مر جائے اور ہمارا مقابلہ ایسے لوگوں سے ہے جن میں سے ہر آدمی اپنے ساتھی سے پہلے مرنا چاہتا ہے طُلَیحہ لڑنے میں سخت حملہ آور تھا، چنانچہ اُس نے حضرت عُکاشہ بن مِحصَن اور حضرت ابن اَقرم رضی اللہ عنہما کو شہید کیا جب طُلَیحہ نے حق کو غالب آتے دیکھا تو پہلے تو پیدل بھاگا پھر بعد میں اسلام لے آیا اور عمرہ کا احرام باندھا اس کے بعد باقی حدیث ذکر کی [1]

حضرت عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ عَنہُ فرماتے ہیں مسلمانوں کا ایک لشکر روانہ ہُوا میں اُن کا امیر تھا چلتے چلتے ہم اسکندریہ پہنچے تو وہاں کے بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ اپنا ایک آدمی میرے پاس بھیجو تاکہ میں اس سے بات کروں اور وہ مجھ سے بات کرے۔ مَیں نے ساتھیوں سے کہا میں خُود ہی اس کے پاس جاؤں گا، چنانچہ مَیں ترجمان لے کر گیا اُس کے پاس بھی ترجمان تھا۔ ہمارے لئے دو منبر رکھے گئے اُس نے پُوچھا آپ لوگ کون ہیں؟ مَیں نے کہا ہم عرب ہیں۔ ہمارے ہاں کانٹے دار درخت اور کیکر ہوتے ہیں (کھیتیاں اور باغات نہیں ہوتے) البتہ ہمارے ہاں بیتُ اللہ ہے۔ ہمارا علاقہ سب سے زیادہ تنگ تھا اور ہمارے معاشی حالات سب سے زیادہ سخت تھے۔ ہم مُردار کھا لیتے تھے اور ایک دُوسرے کا مال لُوٹ لیتے تھے غرضیکہ ہماری زندگی سب سے زیادہ بُری تھی پھر ایک آدمی ہمارے اندر ظاہر ہُوا جو ہمارا سب سے بڑا سردار نہیں تھا اور ہم میں سب سے زیادہ مالدار نہیں تھا اُس نے کہا میں اللہ کا رسُول ہوں وہ ہمیں ان کاموں کا حکم کرتے جنہیں ہم جانتے نہیں تھے اور جن کاموں پر ہم اور ہمارے آباء و اَجداد پڑے ہُوئے تھے ان سے ہمیں روکتے تھے ہم نے ان کی مخالفت کی اور

[1] اخرجہ البیہقی (ج ۸ ص ۱۷۵)

انہیں جھٹلایا اور اُن کی بات کو رَد کر دیا یہاں تک کہ ان کے پاس دُوسری قوم کے لوگ آئے اور اُنہوں نے کہا ہم آپ کی تصدیق کرتے ہیں، آپ پر ایمان لاتے ہیں، آپ کا اتباع کرتے ہیں اور جو آپ سے جنگ کرے گا ہم اُس سے جنگ کریں گے وہ ہمیں چھوڑ کر اُن کے پاس چلے گئے ہم نے وہاں جاکر اُن سے کئی مرتبہ جنگ کی۔ اُنہوں نے ہمارے بہت سے آدمی قتل کر دیئے اور ہم پر غالب آگئے پھر وہ آس پاس کے عربوں کی طرف متوجہ ہُوئے اور جنگ کر کے اُن پر بھی غالب آگئے اب جو لوگ میرے پیچھے ہیں اگر اُن کو آپ لوگوں کی اس عیش و عشرت کا پتہ چل جائے تو وہ سب آکر اس عیش و عشرت میں آپ کے شریک ہو جائیں۔ یہ بات سُن کر وہ بادشاہ ہنسا اور اُس نے کہا آپ کے رسُول نے سچ کہا ہے اور ہمارے پاس ہمارے رسُول بھی وہی چیزیں لاتے رہے ہیں جو آپ کے رسول آپ کے پاس لائے ہیں۔ ہم ان رسُولوں کی باتوں پر عمل کرتے رہے پھر ہم میں کچھ بادشاہ ظاہر ہُوئے جو ان نبیوں کی باتوں کو چھوڑ کر ہمیں اپنی خواہشات پر چلاتے رہے۔ اگر آپ لوگ اپنے نبیؐ کی بات کو مضبُوطی سے پکڑے رہیں گے تو جو بھی آپ لوگوں سے لڑے گا آپ لوگ اُس پر ضرور غالب آجائیں گے اور جو بھی آپ لوگوں کی طرف ہاتھ بڑھائے گا آپ لوگ اُس پر ضرور حاوی ہو جائیں گے۔ پھر جب آپ لوگ اِس طرح کریں گے جس طرح ہم نے کیا اور نبیوں کی بات چھوڑ کر ہمارے بادشاہوں کی طرح خواہشات پر عمل کریں گے تو پھر آپ اور ہم برابر ہو جائیں گے یعنی آپ لوگ بھی ہماری طرح اَللہ کی مدد سے محروم ہو جائیں گے پھر نہ آپ کی تعداد ہم سے زیادہ ہوگی اور نہ طاقت (لہٰذا ہم آپ پر غالب آئیں گے) حضرت عَمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں مَیں نے کبھی کسی ایسے آدمی سے بات نہیں کی جو اس سے زیادہ نصیحت کرنے والا ہو۔[1]

حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے صَحابہؓ کے سامنے دشمن مقابلہ کے وقت اتنی دیر بھی نہیں ٹھہر پاتا تھا جتنا وقفہ اُونٹنی کے دو مرتبہ دُودھ نکالنے کے درمیان ہوتا ہے۔ (اُونٹنی کے دُودھ نکالنے کی صُورت یہ ہوتی ہے کہ اُس کا دُودھ اُوپر چڑھا ہُوا ہوتا ہے تھنوں میں کم ہوتا ہے۔ پہلے اُونٹنی کے بچّے کو دُودھ پینے کے لئے لایا جاتا ہے وہ دُودھ پیتا ہے تو دُودھ نیچے اُتر آتا ہے بچّے کو ہٹا کر آدمی دُودھ نکالنے لگتا ہے تو اُونٹنی اپنا دُودھ اُوپر چڑھا لیتی ہے، اس لیئے دوبارہ بچہ لایا جاتا ہے وہ پینے لگتا ہے تو دُودھ پھر نیچے اُتر آتا ہے تو بچّے کو ہٹا کر پھر دوبارہ نکالا جاتا ہے اس طرح ایک

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۱۴) وفیہ محمد بن عمرو بن علقمۃ وہو حسن الحدیث وبقیۃ رجالہ ثقات انتہی واخرجہ ابو یعلی عن علقمۃ بن وقاص قال قال عمرو بن العاص فذکر نحوہ قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۳۸) رجالہ رجال الصحیح غیر عمرو بن علقمۃ وہو ثقۃ۔ انتہی

وقت میں اُونٹنی کا سارا دُودھ دو دفعہ نکالنے سے حاصل ہوتا ہے تو ان دو دفعہ دُودھ نکالنے کا درمیانی وقفہ چند منٹ کا ہوتا ہے دُوسری صُورت یہ ہوسکتی ہے کہ جب اُونٹنی کا دُودھ نکالتے ہیں اُس وقت وہ کھڑی ہوتی ہے تو نکالنے والا ایک ٹانگ پر کھڑا ہوتا ہے اور دُوسری ٹانگ اُٹھا کر اپنا پاؤں پہلی ٹانگ کے گھٹنے پر رکھ لیتا ہے اور اس دُوسری ٹانگ کے گھٹنے اور ران پر برتن رکھ کر اس میں دُودھ نکالتا ہے اس طرح نکالنے والا تھک جاتا ہے اور ایک ٹانگ پر کھڑے ہونے کی وجہ سے گرنے والا ہوجاتا ہے تو وہ برتن نیچے رکھ کر اور دونوں ٹانگیں سیدھی زمین پر ٹیکا کر کچھ دیر آرام کرتا ہے پھر اسی طرح ایک ٹانگ پر کھڑے ہوکر دوبارہ دُودھ نکالتا ہے تو یہ آرام کا درمیانی وقفہ یہاں مُراد ہے (یہ وقفہ بھی چند منٹ کا ہوتا ہے) روم کا بادشاہ ہِرقل انطاکیہ میں قیام پذیر تھا جب رومی فوج مُسلمانوں سے شکست کھا کر وہاں پہنچی تو اُس نے فوج سے کہا تمہارا ناس ہو! تم مجھے ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ جو تم سے جنگ کر رہے ہیں کیا یہ تمہارے جیسے اِنسان نہیں ہیں؟ ان سب جرنیلوں نے کہا ہیں۔ ہِرقل نے کہا تمہاری تعداد زیادہ ہے یا اُن کی؟ اُنہوں نے کہا نہیں۔ ہر معرکہ میں ہماری تعداد ان سے کئی گُنا زیادہ تھی ہرقل نے کہا پھر کیا بات ہے تمہیں شکست کیوں ہوجاتی ہے؟ اِس پر ایک بُوڑھے جرنیل نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ رات کو عبادت کرتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں اور مُعاہدہ کو پُورا کرتے ہیں اور نیکی کا حکم کرتے ہیں بُرائی سے روکتے ہیں اور آپس میں اِنصاف کرتے ہیں اور اِس کے برعکس ہم لوگ شراب پیتے ہیں، زنا کرتے ہیں، ہر حرام کا اِرتکاب کرتے ہیں، مُعاہدہ توڑ دیتے ہیں ایک دُوسرے کا مال چھین لیتے ہیں اور ظُلم کرتے ہیں اور ان کاموں کا حکم کرتے ہیں جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے اور جن کاموں سے اللہ راضی ہوتا ہے اُن سے ہم روکتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ ہِرقل نے کہا تم نے مجھ سے سچی بات کہی ہے[1]

یحییٰ بن یحییٰ غسانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی قوم کے دو آدمیوں سے نقل کرتے ہیں کہ جب مُسلمانوں نے اُردن کے کنارے پر پڑاؤ ڈالا تو ہم نے آپس میں کہا دِمشق کا عنقریب محاصرہ ہونے والا ہے، اِس لئے ہم دِمشق گئے تاکہ محاصرہ شروع ہونے سے پہلے ہی وہاں سے خرید و فروخت کرلیں ہم ابھی دِمشق میں تھے کہ دِمشق کے کمانڈر نے ہمارے پاس بُلانے کے لئے قاصد بھیجا ہم اس کے پاس گئے اس نے کہا کیا تم دونوں عرب ہو؟ ہم نے کہا جی ہاں! اُس نے کہا کیا تمہارا مذہب نصرانیت ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں اس نے کہا تم دونوں میں سے ایک جا کر ان

(۱) اخرجہ احمد بن مروان المالکی فی المجالسۃ کذا فی البدایۃ (ج ۷، ص ۱۵) واخرجہ ابن عساکر (ج ۱ ص ۱۴۳) عن ابن اسحٰق بنحوہ۔

مسلمانوں کے حالات معلوم کر کے آئے دوسرا اس کے سامان کے پاس ٹھہر جائے چنانچہ ہم دونوں میں سے ایک گیا اور مسلمانوں میں کچھ دیر ٹھہر کر واپس آیا اور اس نے کہا میں ایسے لوگوں کے پاس سے آرہا ہوں جو دُبلے پتلے ہیں، عمدہ اور اصیل گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں، رات کے عبادت گزار اور دن کے شہسوار ہیں، تیروں پر لگاتے ہیں، اسے تراشتے ہیں نیزے کو بالکل سیدھا کرتے ہیں، وہ اتنی اونچی آواز سے قرآن پڑھتے ہیں اور اللہ کا ذکر کرتے ہیں کہ اگر آپ ان میں بیٹھ کر اپنے ہم نشین سے کوئی بات کریں تو شور کی وجہ سے آپ کی بات کو سمجھ نہیں سکے گا اس پر دمشق کے کمانڈر نے اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا مسلمانوں کے ان حالات کے معلوم ہو جانے کے بعد اب تم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔[1]

حضرت عُروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں (جب جنگ یرموک کے دن) دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب ہو گئے تو (رومی جرنیل) قُبقُلار نے جاسوسی کے لیے مسلمانوں میں ایک عربی آدمی بھیجا اور اس سے کہا ان لوگوں میں داخل ہو جاؤ اور ان میں ایک دن اور ایک رات رہو اور پھر آکر مجھے ان کے حالات بتاؤ۔ حضرت عُروہؒ کہتے ہیں مجھے بتایا گیا کہ یہ عربی آدمی قبیلہ قضاعہ کی شاخ تزید بن حَیدان میں سے تھا جسے ابن ہزارف کہا جاتا تھا، چنانچہ وہ مسلمانوں میں داخل ہو گیا اور عربی ہونے کی وجہ سے اجنبی معلوم نہیں ہو رہا تھا اور ایک دن ایک رات ان میں رہا پھر قُبقُلار کے پاس واپس آیا تو قُبقُلار نے اس سے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا یہ لوگ رات کو عبادت کرتے ہیں اور دن گھوڑوں کی پشتوں پر گزارتے ہیں۔ اگر ان کے بادشاہ کا بیٹا چوری کرے تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتے ہیں اور اگر زنا کرے تو اسے بھی سنگسار کر دیتے ہیں۔ یہ اپنے معاشرے میں حق کو قائم کرتے ہیں۔ اس پر قُبقُلار نے اس سے کہا اگر تم نے مجھ سے سچ کہا ہے تو پھر زمین کے اندر دفن ہو جانا روئے زمین پر رہ کر ان کا مقابلہ کرنے سے بہتر ہے اور میں دل سے چاہتا ہوں کہ اللہ میری اتنی بات مان لے کہ میدان میں مجھے اور ان مسلمانوں کو رہنے دے خود میدان میں نہ آئے نہ میری مدد کرے اور نہ ان کی (کیونکہ اس طرح میں جیت جاؤں گا اس لیے کہ اس طرح فتح اور شکست کا فیصلہ تعداد اور سامانِ جنگ پر ہو گا اور وہ میرے پاس ان سے بہت زیادہ ہے)۔[2]

حضرت ابن رُفیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب رستم نے نجف میں پڑاؤ ڈالا تو اس نے نجف سے ایک جاسوس مسلمانوں میں بھیجا جو قادسیہ جا کر مسلمانوں میں ایسے گھس گیا جیسے کہ ان ہی میں سے

(۱) قال الولید بن مسلم اخبرنی من سمع یحیی بن یحیی الغسانی یحدث عن رجلین من قومہ کذا فی البدایۃ (ج ۷، ص ۱۵) واخرجہ ابن عساکر (ج ۱ ص ۱۴۳) عن یحیی بن یحیی الغسانی بنحوہ وفی روایۃ مشاق بدل عتاق ولیقومون القابدل یثقفون (۲) اخرجہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۴ ص ۶۱۰)

گیا تھا اور اب واپس آیا ہے۔ اُس نے دیکھا کہ مسلمان ہر نماز کے وقت مسواک کرتے ہیں پھر سب مل کر نماز پڑھتے ہیں اور نماز کے بعد سب اپنی قیام گاہوں میں چلے جاتے ہیں۔ پھر اُس جاسوس نے واپس آکر سارے حالات رُستم اور اُس کے ساتھیوں کو بتائے اور رُستم نے بھی اُس سے بہت سوالات کیئے یہاں تک کہ یہ بھی پوچھا کہ یہ لوگ کیا کھاتے ہیں؟ اُس جاسوس نے کہا میں نے مسلمانوں میں صرف ایک رات گزاری ہے اللہ کی قسم! میں نے تو ان میں سے کسی کو کچھ بھی کھاتے نہیں دیکھا، البتہ میں نے انہیں شام کو سوتے وقت اور صبح سے کچھ دیر پہلے کچھ لکڑیاں چوستے ہوئے دیکھا ہے رُستم وہاں سے چل کر جب مقام حصن اور مقام عتیق کے درمیان پہنچا تو وہ صبح کی نماز کا وقت تھا حضرت سعدؓ کے مؤذن نے صبح کی آذان دی۔ رُستم نے دیکھا کہ آذان سُنتے ہی سارے مسلمان حرکت میں آگئے۔ رُستم نے حکم دیا کہ اہل فارس میں اعلان کر دیا جائے کہ سب سوار ہو جائیں۔ ساتھیوں نے پوچھا کیوں؟ اُس نے کہا کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ اعلان ہوتے ہی تمہارا دشمن تم پر حملہ کرنے کے لیئے حرکت میں آگیا ہے؟ اس کے اس جاسوس نے کہا یہ لوگ تو اس وقت نماز کے لیئے حرکت میں آئے ہیں۔ اِس پر رُستم نے فارسی زبان میں کہا جس کا ترجمہ یہ ہے آج صبح میں نے ایک غیبی آواز سُنی اور وہ عمرؓ ہی کی آواز تھی جو کہ کتوں سے یعنی عربوں سے باتیں کرتا ہے اور انہیں دانائی اور سمجھ سکھاتا ہے۔ جب رُستم کے لشکر نے دریا پار کر لیا تو وہ آکر وہاں ٹھہر گیا اِتنے میں حضرت سعدؓ کے مؤذن نے نماز کے لیئے آذان دی پھر حضرت سعدؓ نے نماز پڑھائی اور رُستم نے کہا عمرؓ نے میرا جگر کھا لیا[1]

قبیلہ بنو قُشیر کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں جب (شاہِ روم) ہرقل قسطنطنیہ (جسے آج کل استنبول کہا جاتا ہے) کی طرف روانہ ہوا تو ایک رومی آدمی پیچھے سے آکر اُسے ملا جو کہ مسلمانوں کے ہاں قید تھا اور وہاں سے چھوٹ کر آیا تھا۔ ہرقل نے اُس سے کہا مجھے اِن مسلمان لوگوں کے بارے میں کچھ بتاؤ۔ اُس نے کہا میں ان کے حالات اس طرح تفصیل سے بتاتا ہوں کہ گویا آپ ان کو دیکھ رہے ہیں۔ وہ دِن کے شہسوار اور رات کے عبادت گزار ہیں اور اپنے ماتحت ذمیوں سے کھانے کی چیز قیمت دے کر ہی لیتے ہیں۔ جب بھی کسی کے پاس جاتے ہیں تو سلام ضرور کرتے ہیں اور جو ان سے جنگ کرے، تو جب تک اُس کا کام تمام نہ کرلیں مقابلہ پر ڈٹے رہتے ہیں۔ ہرقل نے کہا اگر تم نے مجھ سے سچ کہا ہے تو وہ لوگ میرے ان قدموں کے نیچے کی زمین کے ضرور مالک بنیں گے[2]

(۱) اخرجہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۳ ص ۴۵) (۲) قال ابن جریر ایضاً (ج ۳ ص ۹۹) ذکرہ سیف عن ابی الزہراء القشیری

(ایران کے بادشاہ) یزدجرد نے مدد حاصل کرنے کے لیئے چین کے بادشاہ کو خط لکھا۔ شاہِ چین نے خط لانے والے قاصد سے کہا مجھے معلوم ہے کہ جب کسی بادشاہ پر دشمن غالب آجائے اور وہ دوسرے بادشاہ سے مدد طلب کرے تو اس کا حق ہے کہ وہ دوسرا بادشاہ اس کی مدد کرے لیکن پہلے تم مجھے اُن لوگوں کی صفات اور حالات بتاؤ جنہوں نے تمہیں تمہارے ملک سے نکال دیا ہے کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے اُن کی تعداد کی کمی اور اپنی تعداد کی کثرت کا ذکر کیا ہے اور میں نے بھی سنا ہے کہ تم لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اس کے باوجود یہ تھوڑی تعداد والے لوگ تم پر غالب آرہے ہیں۔ اِس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تم میں کچھ خرابیاں ہیں اور اُن میں کچھ اچھائیاں ہیں۔ قاصد کہتا ہے میں نے شاہِ چین سے کہا آپ ان کے بارے میں مجھ سے جو چاہیں پوچھیں۔ اُس نے کہا کیا وہ عہد و پیمان کو پورا کرتے ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں۔ اُس نے کہا وہ لوگ جنگ کرنے سے پہلے تمہیں کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا وہ ہمیں تین باتوں میں سے ایک بات کی دعوت دیتے ہیں۔ پہلے تو ہمیں اپنے دین کی دعوت دیتے ہیں اگر ہم اسے قبول کرلیں تو وہ ہمارے ساتھ وہی سلوک کرتے ہیں جو وہ اپنے ساتھ کرتے ہیں پھر وہ ہمیں اِس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ ہم جزیہ ادا کریں وہ ہماری حفاظت کریں گے ہم اگر ان دو باتوں کو نہ مانیں تو پھر وہ ہم سے جنگ کریں گے پھر اُس نے پوچھا وہ اپنے امیروں کی اطاعت کرنے میں کیسے ہیں؟ میں نے کہا وہ اپنے امیر کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والے لوگ ہیں پھر اُس نے پوچھا وہ کن چیزوں کو حلال سمجھتے ہیں اور کن چیزوں کو حرام؟ میں نے اُسے مسلمانوں کے حلال و حرام کی تفصیل بتائی اُس نے پوچھا کیا وہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر لیتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ اُس نے کہا جب تک یہ لوگ حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہیں کریں گے اُس وقت تک یہ ہلاک نہیں ہوں گے۔ مجھے اُن کے لباس کے بارے میں بتاؤ؟ میں نے اُن کے لباس کی تفصیل بتائی پھر اُس نے کہا اُن کی سواریوں کے بارے میں بتاؤ؟ میں نے کہا اُن کی سواریاں عربی گھوڑے ہیں پھر میں نے عربی گھوڑوں کی صفات ذکر کیں۔ اُس نے کہا یہ تو بہت اچھے قلعے ہیں پھر میں نے کہا ان کی سواریاں اونٹ بھی ہیں اور اونٹ کے بیٹھنے اور بوجھ اُٹھا کر کھڑے ہونے کا سارا انداز بتایا اس نے کہا یہ تمام باتیں لمبی گردن والے جانور میں ہوا کرتی ہیں (غالباً شاہِ چین نے اونٹ دیکھا نہ ہوگا) پھر اس نے یزدجرد کو جواب میں یہ لکھا کہ میرے پاس اتنا بڑا لشکر ہے کہ اگر میں اسے آپ کی مدد کے لئے بھیجوں تو اس کا پہلا حصہ ایران کے شہر مرو میں ہوگا اور آخری چین میں، لیکن میں اسے نہیں بھیجوں گا اور اس نہ بھیجنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ آپ

کا جو مجھ پر حق ہے میں اُسے نہیں جانتا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا جن لوگوں سے مُقابلہ ہے آپ کے قاصد نے اُن کے تمام حالات مجھے تفصیل سے بتلائے ہیں یہ ایسے زبردست لوگ ہیں کہ اگر یہ پہاڑوں سے ٹکرا جائیں تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ اگر یہ اپنی ان صفات پر باقی رہے اور یونہی بڑھتے رہے تو ایک دِن مجھے بھی میری سلطنت سے ہٹا دیں گے، اِس لیئے آپ ان سے صُلح کرلیں اور صُلح صفائی کے ساتھ ان کے ساتھ رہنے پر راضی ہو جائیں اور جب تک وہ آپ کو نہ چھیڑیں آپ انہیں کچھ نہ کہیں[1]

ہم اِس کتاب میں جو کچھ لکھنا چاہتے ہیں یہ اُس کا آخری مضمون ہے فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ "تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیئے ہیں جس نے ہمیں اِس خیر کی ہدایت نصیب فرمائی۔ اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتے تو ہم ازخود ہدایت نہ پا سکتے"

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا　　وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا　　اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

اے اللہ! اگر تیری مہربانی شامل حال نہ ہوتی تو ہمیں ہدایت نہ ملتی اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے تو ہم پر اطمینان اور سکینہ نازل فرما جب مُشرک لوگ ہم سے فتنہ والا کام کرانا چاہتے ہیں تو ہم اِنکار کر دیتے ہیں۔

آج بروز بدھ محرم الحرام کے مہینے میں ہجرت نبوی (عَلٰی صَاحِبِهَا اَلْفُ اَلْفِ صَلٰوةٍ وَّ تَحِيَّةٍ) کے تیرہ سو اُناسی والے سال میں عبدِ ضعیف محمد یوسف سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنِ التَّلَهُّفِ وَالتَّاَسُّفِ کے ہاتھوں کتاب "حیاۃ الصحابہؓ" مکمل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کتاب کی تیسری جلد کی طباعت منگل ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۰ اگست ۱۹۶۵ء کو پوری ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج بروز بدھ ۲۷ شوال ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۹۵ء کو ترجمہ مکمل ہوا۔

محمد احسان الحق
مدرسہ عربیہ رائے ونڈ لاہور - پاکستان

[1] ذکرہ ابن جریر الطبرانی تاریخہ (ج ۳ ص ۲۴۹)